بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ شب براءت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا ط واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وبارک وسلم تسليما كثيراً كثيراً .

اما بعد !

فاعوذبالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (الذاريات:۵۶،۵۷،۵۸)

(صدق الله العظيم)

میرے قابلِ احترام بزرگو! اس وقت آپ کی خدمت میں اس مہینے میں آنے والی مبارک رات جسے شب براءت کہتے ہیں اور جو ۱۵/ شعبان کی رات ہوتی ہے، اس کے فضائل کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ خلاصہ میں دو باتیں آئیں گی کچھ باتیں وہ ہیں جو کرنے کی ہوں گی اور کچھ باتیں ایسی ہوں گی جن کا تعلق نہ کرنے سے ہوگا، اور زیادہ تر یہی باتیں ہوں گی جو نہ کرنے کی ہوں گی، ہمیں ابھی سے عمل کی بات پر عمل کرنے کی نیت کر لینی چاہیے اور اس نیت سے سننا اور بیٹھنا چاہیے کہ جو باتیں کرنے کی بتائی جائیں گی حسبِ استطاعت، حسبِ قوت اور حسبِ فرصت انشا اللہ ہم ان کو کریں اور جو باتیں بچنے اور نہ کرنے کی ہیں اور گناہ کی ہیں ان سے ہم مکمل طور پر بچیں گے، اگر پہلے سے وہ گناہ اور وہ کام ہم سے ہو رہے ہیں تو ان سے ابھی سے توبہ کر کے اُٹھیں، اور اگر پہلے نہیں کیے ہیں تو یہ نیت کر لیں کہ ہم آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تازندگی نہیں کریں گے۔

ہمارے دین میں یہی دو قسم کی باتیں ہیں کہ فلاں فلاں کام کرو اور فلاں کاموں سے بچو، دونوں قسم کی باتوں پر عمل کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، یہ نہیں کہ کرنے کی چند باتوں پر تو عمل کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی ڈوبا رہے، ایسا شخص کامل مؤمن نہیں ہے اور ہمیں کامل

مؤمن بننا چاہئے اور کامل مؤمن بننے کیلئے دونوں پر عمل کرنیکی ضرورت ہے ،کرنے کی باتوں کو کرے اور بچنے کی باتوں سے بچے، غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔

پانچ راتوں کی فضیلت

یہ مبارک رات جو آرہی ہے ،معمولی نہیں ہے بڑی عظیم الشان رات ہے ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سال کے اندر پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان پانچ راتوں میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کے واجب ہونے کا فیصلہ لکھ دیتے ہیں۔(الأصبهاني، الترغيب و الترهيب)

مؤمن کی زندگی کا مقصد چار باتیں ہیں

یہ بات آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا خلاصہ اوراس کی زندگی کا مقصود اصلی چار چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

(۲) جنت کا نصیب ہونا

(۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا

(۴) جہنم سے آزادی حاصل کرنا

ان چار کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے اندر بھیجا ہے اور ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ چار باتیں کریں۔ مرنے سے پہلے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق بن جائے۔اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرے اس طرح ان چاروں باتوں کو حاصل کرے اور ان چار باتوں کو حاصل کرنا چوبیس گھنٹے ہمارے اختیار میں ہے جس طرح کھانا ،پینا ہمارے اختیار میں ہے ایسے ہی ان چاروں کو حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے، اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن کاموں کو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہم بجا لائیں اور حسبِ موقع ان کو انجام دیتے رہیں جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ اور استغفار کر کے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے، کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے اور کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے، اس کا تدارک یہ ہے کہ جہاں غلطی ہو جائے فوراً توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ بچنے کی پوری کوشش کرے۔ بہرحال! ہر جگہ ہر کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ،کھانے کے اندر بھی ، پینے کے اندر بھی ،سونے اور اٹھنے کے اندر بھی ،کاروبار کے اندر بھی ، ملازمت اور

زراعت کے اندر بھی، تجارت، صنعت وحرفت کے اندر بھی، غرض ہر جگہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام سے بچو، مومن کا ایمان ہر وقت اس سے یہی کہتا ہے کہ اے مومن! دیکھ! یہ گناہ ہے اس سے بچ، اور یہ نیکی ہے اس کو کر اور بجالا، نیکی مت چھوڑ اور بدی کے قریب مت جا، نیز اللہ نے ہر عمل کے بدلہ کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ فلاں کام کرو گے تو تم جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور فلاں کام کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے، وہ کام سارے گناہ ہی گناہ ہیں، حرام اور ناجائز کام ہیں، ہر گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے، نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ.

ترجمہ

''بیشک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے، اور بیشک جھوٹ گناہ ہے اور گناہ (آدمی کو) جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مشکوۃ)

فضائل شبِ براءت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس رات کے بارے میں دو باتیں عرض کرونگا، کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ بچنے کی ہیں، کرنے کی باتیں اللہ کی رضا کا باعث ہیں اور جو گناہ کی باتیں ہیں وہ سب اللہ کے غضب کا باعث ہیں اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان سے بچنا ضروری ہے سال کی پانچ راتوں میں سے یہ شب براءت بھی ایسی مبارک رات ہے کہ اگر کوئی اس رات میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح شریعت میں ہے، اور اُس طرح نہ کرے جیسے یہاں رائج ہے، اس طرح عبادت کرے جیسی عبادت سنت سے ثابت ہے، اُس طرح نہ کرے جس کا ہمارے ماحول و معاشرہ میں رواج ہے، تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ایسے عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت کا مستحق بنا دیں گے۔

پانچ راتوں کی عبادت، اور جنت کی ضمانت

ان پانچ راتوں میں سے ایک رات تو یہی شبِ براءت ہے، دوسری شب قدر ہے، تیسری عیدالفطر کی رات، چوتھی بقرعید کی رات اور پانچویں ۹ ذی الحجہ کی رات ہے، افسوس! ہم نہ عید کی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، نہ بقرعید کی رات میں جاگتے ہیں، ان راتوں کو تو یونہی

بازاروں کے اندر گھوم پھر کر ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دوراتیں بھی بڑی مبارک ہیں، اس میں بھی آدمی کو کچھ نہ کچھ جاگنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، گناہوں سے بچنا چاہئے، سال میں یہ پانچ راتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی اپنی عبادت سے ان کو زندہ رکھے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی ہونے کا پروانہ ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔

شبِ براءت کی دوسری فضیلت

اس رات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کے اندر بڑے اہم اہم فیصلے فرماتے ہیں، وہ اہم فیصلے اس طرح سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس دنیا کے اندر ہونا تھا اور ہر انسان کے ساتھ ہونا تھا اللہ پاک نے وہ سب انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ دنیا بنے گی اس میں اتنے انسان ہونگے، اور اتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں فلاں کام کریں گے، اللہ پاک نے ان سب کی پوری تفصیل اور پوری کفیت لوحِ محفوظ میں تحریر فرما دی، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

شبِ براءت میں سال بھر کے امور کا فیصلہ

سال بھر میں جو کچھ دنیا میں ہونا ہے اور جس جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے وہ اگر چہ لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن شبِ برأت میں اللہ پاک لوح محفوظ سے نقل کروا کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ ان امور کو سرانجام دیں جو انہیں لکھ کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پندرھویں شعبان کے اندر یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور اسے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے اب اس کا نام مُردوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا اور وہ یہاں کاروبار کر رہا ہے، کھا پی رہا ہے، سو رہا ہے، جاگ رہا ہے، چل پھر رہا ہے اور سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے، اسی طرح اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ ہونا ہے، کسی کا کاروبار فیل ہوتا ہے، کسی کا کاروبار چمکتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے، کسی کو طلاق ہوتی ہے، کسی کے اولاد ہوتی ہے، یا کسی کو تنزلی کا شکار ہونا ہے، کسی کو عزت ملنی ہے یا کسی نے ذلیل ورسوا ہونا ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں اور ہر کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ اہم فیصلے ہیں جو اس رات لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں کہ تم ان کو انجام دو۔

شبِ براءت میں دعا کی قبولیت

ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی رحمت رکھی ہے کہ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ ہر رات رات کے تہائی حصہ میں اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اس وقت جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و مناجات کرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے اللہ پاک اس کی مناجات اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

روزانہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں

چوبیس گھنٹے میں دو وقت ایسے خاص ہیں کہ اگر اس وقت کوئی دل سے دعا مانگے تو اللہ پاک اس کی دعا رد نہیں فرماتے ایک رات کے آخری حصہ کی دعا اور ایک فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا یعنی جب امام سلام پھیر دے اسوقت اگر کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح رات کے تہائی حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

مصائب کے آنے اور دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ ہمیں قبولیتِ دعا کا موقعہ عطا فرماتے ہیں اور ہر رات کے آخری حصہ میں یہ دولت ہمیں عطا فرماتے ہیں، ہماری نالائقی ہے کہ فرضوں کے بعد بھی ہم دعا میں توجہ اور دھیان نہیں دیتے جس کے ہم بے انتہا محتاج ہیں، ہم میں سے ہر آدمی پریشان ہے، ہر آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہے، ہر آدمی کے ذہن میں بڑے بڑے افکار ہیں اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے سکون کی زندگی ملے اور میری ساری پریشانیاں دور ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دور کرنے کے لئے دن کے پانچ اوقات میں قبولیتِ دعا کا اعلان فرمایا ہے، لیکن ہم نے غفلت اور بے دھیانی میں انہیں گنوا رکھا ہے اور سلام پھیرتے ہی طوطے کی طرح رٹے رٹائے دعا کے چند کلمات پڑھے اور اُٹھ کر چل دیئے، اُٹّھک بیٹھک کی طرح نماز پڑھی اور بھاگ لئے اور رہا رات کے آخری حصہ کی دعا کی قبولیت کا وقت؟ سو وہ خراٹوں اور نیند کی کروٹوں میں گزر جاتا ہے حالانکہ پہلے مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ نماز کے لئے دنیا کے سارے کام چھوڑ کر انتہائی آرام وسکون اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، یہی مطالبہ آج بھی ہم سے ہمارے دین و ایمان کا ہے وہ لوگ دعا خوب توجہ اور دھیان سے مانگتے تھے اور تہجد میں اٹھنے کا عام معمول تھا، مسلمانوں

کے کسی محلّہ سے گزر ہوتا تو کہیں سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی اور کہیں سے ذکر کی آواز آتی، کہیں سے دعا میں رونے کی آواز آتی، کیا خوب کہا کسی نے ؎

شب کی آہیں نہ رہیں قلب کے نالے نہ رہے

نہ رونے والا سینہ رہا نہ آہیں کھینچنے والے دل رہے، وہ سب رخصت ہوگئے، رات ٹی وی دیکھنے یا نیند کے خراٹوں میں گزار دی، اور نمازِ فجر قضا کرکے پڑھی، تو بتائیے ایسی صورت میں دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے؟

دعا کی قبولیت کے لئے دو شرطیں

قبولیتِ دعا کے لئے دو شرطیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبولیتِ دعا کی پہلی شرط

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا پینا حلال کا ہو۔

جس آدمی کا کھانا پینا حلال کا نہیں ہوگا اس کی دعا نہ شبِ قدر میں قبول ہوگی، نہ شبِ عید و بقر عید میں قبول ہوگی، نہ رمضان میں قبول ہو گی، کیونکہ حلال کھانا قبولیتِ دعا کے لئے شرط ہے جیسے نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے کوئی شخص بغیر وضو کے کتنی ہی پیاری نماز پڑھے اور کتنے ہی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے اس کی نماز درست نہیں ہوگی ایسے ہی جس نے

حرام کھایا ہوگا یا پیا ہوگا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی جب بھی وہ دعا کرتے ہیں انکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ایک باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور دوسرے مسافر کی دعا کہ یہ بھی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری حدیث ہے کہ ایک آدمی کا بڑے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھی غبار آلود ہیں، سر کے بال بھی غبار آلود اور پراگندہ ہیں، ایسی خاکساری کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یا رب یا رب کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے تو فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ الدُّعَاءُ اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دعا جس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، یہ بھی تب قبول ہوتی ہے جب وہ حلال کھائے اور حرام سے بچے۔

حرام آمدنی کی مختلف صورتیں

آج حرام خوری کا بڑا دروازہ کھلا ہوا ہے، سودی بینکوں کے اندر لوگ جو فکسڈ ڈپازٹ رکھتے ہیں اس کے اندر بنام نفع جو کچھ بھی وصول کرتے

ہیں وہ خالص سود ہوتا ہے، اصل رقم سے زائد جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود ہوتی ہے، انعامی بانڈز کے اندر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی خالص سود ہوتی ہے اسی طرح انشورنس کے اندر جمع کرائی گئی اصل رقم سے جتنی زائد رقم ملتی ہے وہ سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح رشوت لینے دینے کا ہمارے یہاں عام رواج ہے اور پگڑی سسٹم بھی ہمارے یہاں بہت عام ہے جس میں رسید بدلوائی اور پگڑی کی رقم حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

دیکھئے! معاملات وغیرہ کی کتنی صورتیں ہیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں، یہ ہمارے معاشرے میں عام ہیں جبکہ یہ سب حرام خوری کے دروازے ہیں اور یہ سب سودخوری کے دروازے ہیں، جب آدمی حرام کھائے گا، حرام پیئے گا، اور حرام آمدنی سے لباس پہنے گا تو نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ اس کا حج قبول ہوگا، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اس کی دعا قبول ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام کا ایک لقمہ حلق سے نیچے اتارا اور وہ لقمۂ حرام اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو چالیس دن تک اس کے نہ فرض قبول ہوں گے، نہ نفل قبول ہوں گے اور نہ دعا قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کی دوسری شرط

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے دعا کرے یعنی وہ ہمہ تن دعا میں متوجہ ہو، اس کا دماغ اور اس کا ذہن اس کے سب اعضاء پوری طرح اس طرح متوجہ ہوں کہ وہ اللہ کا محتاجِ محض ہے، اور دل میں یہ بات ہو کہ میں اس سے عرض کر رہا ہوں اور وہ میری دعا ضرور قبول کریں گے، اگر اس یقین کے ساتھ پوری توجہ، انہماک اور دھیان سے دعا کی جائے اور اس کے ساتھ پہلی شرط کا بھی لحاظ رکھا جائے تو اس کی دعا انشاءاللہ ضرور قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کا مطلب اور غلط فہمی کا ازالہ

دعا کی قبولیت کا مطلب بھی ذرا سمجھ لیں ہم دعا کی قبولیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ ملے، اگر وہ مل گیا تو سمجھو دعا قبول ہوگئی اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو گویا دعا قبول ہی نہیں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کی تین صورتیں

ہماری شریعت میں دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل ہو جائے، اگر تین میں سے کوئی ایک چیز مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے بعینہ وہی چیز انسان کو

مل جائے، مثال کے طور پر کاروبار مانگ رہے ہیں کاروبار چمک جائے، ملازمت مانگ رہے ہیں ملازمت مل جائے، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے رشتہ مل جائے، غرض! مطلوبہ چیز کا مل جانا قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے یہ ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، حادثہ، پریشانی یا سانحہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا، جو ہمارے ساتھ ہونے والا تھا اس دعا کی بدولت اللہ جل شانہ اس کو دور فرما دیتے ہیں، بعض مرتبہ آدمی چھوٹی سی بیماری سے شفاء کی دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے آپریشن سے اس کی جان بچا دیتے ہیں، یہ بھی دعا کی قبولیت کی ایک صورت ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیتے ہیں یعنی بندہ جو دعا مانگتا ہے اسکی مراد دنیا میں بظاہر پوری نہیں ہوتی تاہم اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر قبولیت کی مہر لگا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں، جب آخرت کا دن آئے گا اللہ پاک اس وقت اس کا اجر وثواب بندہ کو عطا فرمائیں گے کیونکہ دنیا کی زندگی تو بہرحال گزر جاتی ہے آدمی اس میں جیسے تیسے گزارہ کر لے گا لیکن آخرت میں وہ ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور دعا کی بدولت آخرت کی

نعمتیں عطا فرمائیں گے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہاں ان کو بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ حیران ہوں گے کہ ہم تو اتنے نیک نہیں تھے اور یہ اتنی نعمتیں اللہ پاک نے ہمیں کیسے عطا فرما دیں، ہماری کونسی نیکی کا یہ بدلہ ہیں؟ فرشتے جواب میں کہیں گے کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں جو دعائیں تمہاری قبول نہیں ہوتی تھیں وہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہاں ذخیرہ کر رکھی ہیں، آج ان کے بدلے یہ محلات مل رہے ہیں، یہ باغات مل رہے ہیں، یہ نہریں مل رہی ہیں، یہ چمن مل رہے ہیں، یہ سب تمہاری ان دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو دنیا میں قبول نہیں ہوئیں، یہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کاش ہماری ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی، وہاں لیکر کیا کیا؟ یہاں ملتا تو سب سے بہتر تھا اس لئے کہ وہاں جو ملا وہ فنا ہوگیا جبکہ یہاں کی نعمت تو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

بہرحال! دعا کی قبولیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا میں تو مراد نہیں ملتی لیکن آخرت میں اس کے بدلہ نعمتیں ملتی ہیں۔

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

اب اصل بات سنو! جب ہم ذکر کردہ دو شرطوں کے ساتھ دعا کریں گے تو اگر ہماری تقدیر میں کوئی ضرر اور نقصان لکھا ہوگا، کوئی خسارہ لکھا

ہوگا، کوئی حادثہ یا کوئی مصیبت لکھی ہوگی، کوئی پریشانی یا نقصان لکھا ہوگا، کوئی آفت لکھی ہوگی، تو دعا ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے ایک طرف تو لوحِ محفوظ سے سال بھر میں پیش آنیوالے واقعات و حادثات نقل کروائے جارہے ہیں، اور دوسری طرف دعا کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے بلکہ خصوصیت سے کھولا جارہا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ عام دنوں میں تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے لیکن اس رات میں قبولیت کا دروازہ مغرب کے بعد سے کھل جاتا ہے اور صبح صادق تک برابر کھلا رہتا ہے نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ ساری رات فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے روزی مانگنے والا کہ ہم اس کو روزی دیں، کوئی ہے عافیت مانگنے والا کہ ہم اس کو عافیت دیں، کوئی ہے ہم سے اولاد مانگنے والا کہ ہم اس کو اولاد دیں، کوئی ہے رشتہ مانگنے والا کہ ہم اس کو رشتہ دیں، کوئی ہے عزت مانگنے والا کہ ہم اس کو عزت دیں، اس طرح کے اعلانات مغرب سے لے کر صبح صادق تک برابر ہوتے رہتے ہیں۔

کتنی بڑی رحمت اور کتنی بڑی فضیلت اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی تقدیر بھی بدلوا سکتے ہیں اور دعائیں مانگ مانگ کر ہم اپنی مصیبتیں ٹلوا سکتے ہیں ہماری قسمت میں اگر خیر نہیں ہے اور عزت نہیں ہے، عافیت نہیں ہے، صحت نہیں ہے اور خیر نہیں تو آج کی شب دعا مانگ

مانگ کر خیر لکھوالو، وہ اعلان کررہے ہیں بس آپ کے مانگنے کی دیر ہے، اُدھر سے قبولیت میں دیر نہیں ہے، مگر انہی دو شرطوں کے ساتھ دعا قبول ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، نیز قبولیت کے وہ تین معنی بھی ذہن میں رہنے چاہئیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

شبِ براءت میں بندگانِ خدا کی جہنم سے آزادی

اس مبارک رات کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری رات میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار نہیں، لاکھ دو لاکھ نہیں، کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرماتے ہیں، اس کی مثال حدیث میں یوں دی گئی ہے کہ عرب میں بنو کلب ایک قبیلہ تھا ان کے یہاں بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو کلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان بالوں کی تعداد سے زیادہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ سے بری فرماتے ہیں لہٰذا یہ رات مغفرت کی بھی ہے، اس لئے اس رات میں بخشش بھی مانگنی چاہئے، مغفرت بھی مانگنی چاہئے، اور یوں دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! میری، میرے والدین، میرے دادا دادی اور میری ساس وسسر اور اوپر تک جتنے مسلمان گزر چکے ہیں ان سب کی

اوران کی نسل میں جتنے مسلمان وفات پا چکے ہیں انکی اور جو آئندہ آئیں گے ان سب کی بخشش فرمادے اس کے بعد پھر یوں کہیں کہ یا اللہ! حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مسلمان اس دنیا سے جا چکے اور جتنے موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آئیں گے، مرد ہوں یا عورت، انسان ہوں یا جنات، ان سب کی مغفرت فرما، ان سب کی بخشش فرما اور سب کے درجات بلند فرما اور سب کو دوزخ سے بری فرما، بھئی! اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ مرنے والے کو بھی ان سب کا ثواب دیدیں، اس کا ثواب معلوم ہے کہ کتنا ہے؟ جتنے انسانوں کے لئے ہم نے دعا کی ہے اتنے انسانوں کے ساتھ ہم نے نیکی کی ہے، کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کر دینا، ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں تو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے اربوں کھربوں نیکیاں اسی لمحہ آپ کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ درج ہو جائیں گی ، بلکہ اگر کوئی خوش نصیب انسان یہ معمول بنالے، روزانہ پچیس مرتبہ یا ستائس مرتبہ یہ دعا کرلیا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ

’’اے اللہ! تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں ، تمام

مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے‘‘۔

اور نیت یہ ہو کہ سارے مسلمان مرد اور ساری مسلمان عورتیں، انسان و جنات کی مغفرت ہو جائے یہ چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کم از کم پچیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے، یعنی اس کا پہلا انعام تو یہ ہوگا کہ یہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنا رزق پانے کا ذریعہ ہے

دوسروں کے لئے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں داخل فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت اور جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جن کے طفیل دوسروں کو روزی ملتی ہے کیا خود انہیں نہیں ملے گی؟ نہیں نہیں، بلکہ انہیں پہلے ملے گی اور اس کے طفیل دوسروں کو بھی ملے گی، اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

لفظ ’’روزی‘‘ کا مفہوم

شریعت اور دین میں جب روزی کا لفظ آتا ہے اس سے صرف دال روٹی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت مراد

ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت غیب سے پوری فرمائیں گے، بلکہ اس کے ذریعے اوروں کو بھی رزق دیں گے اور ان کی تمام ضروریات وحاجات پوری فرمائیں گے، یہ بڑی عظیم دعا ہے اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے والدین اور اہل وعیال کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو کل مومنین اور کل مومنات اور کل مسلمین وکل مسلمات کے لئے بھی دعا کرنا نہ بھولیں، اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور ان کا بھی فائدہ ہے۔

شبِ براءت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

چوتھی بات یہ ہے کہ اس مبارک رات کے اندر شریعت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں جس کا جس عبادت میں زیادہ دل لگے سنت کے مطابق اس کو انجام دے، جس کا تلاوت میں دل لگے وہ تلاوت کرتا رہے، جس کا ذکر میں دل لگے وہ ذکر کرتا رہے، جس کا دعا میں دل لگے وہ دعا کرتا رہے، جس کا نفلوں میں دل لگے وہ نفل پڑھتا رہے، جس کی قضا نمازیں رہتی ہوں وہ قضا نمازیں پڑھتا رہے، یہ بھی عبادت ہے، جس کا صدقہ دینے کو دل چاہے وہ صدقہ دیتا رہے۔

الغرض! شریعت میں اس رات کی کوئی خاص عبادت مخصوص اور

مقرر نہیں۔

شبِ براءت کی عبادت کے لئے پھیلائے گئے اشتہارات کی حیثیت

یہ میں اس لئے عرض کررہا ہوں کہ اس رات میں آپ کو اشتہارات تقسیم ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس بھی کوئی نہ کوئی اشتہار پہنچ جائے جس میں مختلف مقاصد کے لئے خاص خاص طریقوں سے نوافل پڑھنے کا طریقہ لکھا ہوگا، اور ان کے بڑے بڑے فضائل درج ہوں گے، وہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، نہ ان کی یہ فضیلت ثابت ہے، نہ ان کا یہ طریقہ ثابت ہے، سنت کے مطابق ہم جس طرح روزمرہ نفلیں پڑھتے ہیں اسی طرح اس رات میں بھی نفلیں پڑھنی چاہئیں، لیکن جو نمازیں ہم روزمرہ پڑھتے ہیں اکثر ''تو چل میں آیا'' والی اُٹھک بیٹھک ہوتی ہے، اس طرح کی نماز تو روزمرہ میں بھی ناجائز ہے، ہم بجائے سو نفلوں کے صرف دو نفل پڑھیں لیکن وہ دو نفل ایسی پڑھیں کہ گویا وہ زندگی کی آخری دو رکعتیں ہیں، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گی اُن ایک ہزار رکعت سے جو بغیر خشوع وخضوع کے جلدی جلدی اُلٹی سیدھی ادا کی گئی ہوں، اس لئے بیشک کم نوافل پڑھیں لیکن بڑے آرام، اطمینان اور سکون سے ادا کریں۔

شبِ براءت گزارنے کا طریقہ

اب میں آپ کو یہ رات گزارنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ ہم اس رات کو کیسے گزاریں، یہ طریقہ مسنون یا ضروری نہیں ہے، تجربہ سے نافع اور مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ ۱۴رشعبان کو صبح اشراق کے بعد خوب نیند کرلیں اس نیت سے کہ رات کو ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگ سکیں، اور دن بھر کام کاج بھی زیادہ محنت والا نہ کریں اور ظہر کے بعد قیلولہ کریں یعنی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد گھنٹہ پون گھنٹہ لیٹ جائیں، نیند نہ آئے تب بھی لیٹ جائیں، قیلولہ سے عجیب وغریب طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور عصر کے بعد اگر غسل کرکے نئے کپڑے پہن لیں تو بہت اچھی بات ہے، جیسے جمعہ کی تیاری کرتے ہیں ویسی ہی تیاری کرلیں اور خوشبو وغیرہ لگا کر مغرب کی آذان سے پہلے پہلے تیار ہوکر مسجد آجائیں، اگر اذان کے بعد بھی پہنچ جائیں تو کوئی حرج نہیں، یہ کوئی فرض واجب نہیں، میں صرف آسانی کے لئے عبادت کا طریقہ بتلا رہا ہوں، بہر حال! بہتر یہ ہے کہ آپ مسجد میں اذان سے پہلے پہلے پہنچ جائیں اور آذان ہوتے ہی سمجھ لیں کہ گویا اس رات کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہے، اور آپ مغرب کی نماز بڑے آرام وسکون سے ادا کریں اور نیت کرلیں کہ میں عشاء تک بنیتِ اعتکاف بیٹھوں گا، لہٰذا عشاء تک

نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں، لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عشاء تک اعتکاف کی نیت سے بیٹھنا کوئی اس رات کی خصوصیت نہیں ہے کسی بھی دن یہ نفلی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔

مغرب تا عشاء اعتکاف کی خصوصیت

مغرب تا عشاء اعتکاف کی فضیلت از روئے حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کے بعد عشاء تک کسی بھی دن اعتکاف کرلے اور دورانِ اعتکاف کسی سے بات چیت نہ کرے اور نہ کسی قسم کی دنیا کی بات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم اس رات میں اعتکاف کرلیں کیونکہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، دنیا کی باتوں میں نہ لگیں، فرائض ونوافل ادا کریں، مغرب کی سنتوں کے بعد اوّابین کی چھ رکعتیں پڑھیں بلکہ یہ تو ہر روز پڑھنی چاہئیں۔

اوّابین کی فضیلت

اوّابین کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے اتنے گناہ معاف فرما دیتے ہیں جتنے سمندر کے جھاگ ہیں یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ سے اوّابین کی جہاں چھ رکعتوں کا ثبوت

ہے وہاں بیس رکعت کا بھی ثبوت ہے ، اس لئے کبھی کبھی زندگی میں بیس رکعت بھی پڑھنی چاہئیں، اس سنت کو کون زندہ کرے گا ؟ آپ ﷺ کی اُمت ہی زندہ کرے گی ،خواتین وحضرات کا کام ہے کہ اس سنت کو بھی زندہ کرلیں، یہ رات بھی مبارک ہے اور عمل بھی مسنون ہے ، لہٰذا کوشش کریں کہ مغرب کے بعد مسجد ہی میں رہیں اور بجائے چھ رکعت کے بیس رکعت پڑھیں ، اور آرام وسکون سے پڑھیں، ذرا سی دیر میں عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے گا، اگر کوئی وقت بچ جائے تو دعا میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ اس رات قبولیتِ دعا کا وقت مغرب سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے درمیان میں وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی دعا مانگتے رہیں یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جائے ، اسی طرح خواتین بھی گھروں میں یہی عمل دہرائیں تو اچھا ہے۔

عشاء کے بعد کے معمولات

عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور معمول کے مطابق سنتیں اور نوافل پڑھیں، عشاء کی سنتوں کے بعد دونوافل تو عام ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اگر کوئی چار نفل پڑھ لے تو اس کو تہجد کا ثواب ملتا ہے یہ ایسا نسخہ ہے کہ آدمی بآسانی ساری زندگی تہجد کا ثواب حاصل کرسکتا ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ تہجد کا

اصل وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے، تہجد کا اوّل وقت جائز وقت ہے اور شب کا آخر وقت افضل وقت ہے اس لئے بھائی ! اگر آخر اور افضل وقت میں تہجد نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے بعد ابتدائی جائز وقت میں ہی تہجد کی نماز پڑھ لیا کریں، البتہ اس میں سونا شرط نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ تہجد تو سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھنی چاہئے تہجد کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے ،تہجد رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھنے کا نام ہے، چاہے ساری رات جاگتا رہا ہو یا سوکر اٹھا ہو، لہٰذا بھئی ! جب ہم پڑھ کر بھی سو سکتے ہیں تو کیوں نہ تہجد پڑھ کر سوئیں اس سے نفس بھی نہیں پھولے گا کیونکہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے سے آدمی سمجھتا ہے کہ میں بڑا تہجد گذار ہوں اور میں بڑا عبادت گذار ہوں ، یہاں کون اس کو عبادت گذار سمجھے گا، تو اچھا ہے کہ نفس نہ پھولے جتنا یہ پست ہوگا اتنا ہی اسکا ثواب بڑھے گا۔

تہجد کی رکعتوں کی تعداد

تہجد کیلئے بہتر یہ ہے کہ کم ازکم چار رکعت پڑھیں اور اس کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت پڑھیں اور سب سے افضل اور بہتر درجہ یہ ہے کہ بارہ رکعتیں پڑھیں ، اور مزید اگر ہمت ،قوت ،طاقت اور استطاعت ہو تو

صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ لیں، اس لئے کہ یہ رات بھی مغفرت کی ہے اور یہ نماز بھی باعثِ مغفرت ہے۔

صلوٰۃ التسبیح سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی وجہ سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے اور یہ رات بھی مغفرت کی ہے تو انشاء اللہ یہ سونے پہ سہاگہ ہو جائیگا، ویسے صلوٰۃ التسبیح بعد از مغرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور بارہ بجے سے پہلے بھی، آپ اپنی اپنی سہولت دیکھ لیں میں نے آپ کو ایک مسنون عمل بتایا ہے اس کے بعد دعا بھی کرلیں اور یہ تمام اعمال کرکے اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اگر نزدیک کوئی ایسا قبرستان ہو جس میں کوئی میلہ ٹھیلا نہ ہو، جیسا کہ آج کل قبرستانوں کو سجایا جاتا ہے اور وہاں مَردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے، ڈھولک، سارنگی اور قوالی بھی ہوتی ہے، جو کہ سب حرام اور ناجائز کام ہیں، ایسے قبرستان میں جانے سے پرہیز کریں، اس سے بہتر ہے کہ آپ گھروں کو چلے جائیں البتہ جو قبرستان سناٹے والا ہو، اور اس میں ایسی خرافات نہ ہوں اور آپ آسانی سے وہاں جا سکتے ہوں تو رات کو ۱۲ بجے سے پہلے یا ۱۲ بجے کے بعد چند منٹ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

قبرستان کے آداب اور مروّجہ رسمیں

قبرستان جا کر سورہ فاتحہ اور ۱۲ دفعہ قل ھو اللّٰہ پڑھ کر کم از کم تمام مُردوں کو اس کا ثواب بخش دیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کردیں۔

قبرستان جانا بھی نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ یہ صرف مستحب ہے اور ہر سال قبرستان جانا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے شبِ برأت میں قبرستان جانا زندگی میں صرف ایک یا دو مرتبہ ثابت ہے، جبکہ آپ کی زندگی میں شبِ برأت تئیس مرتبہ آئی۔

میں یہ اس لئے عرض کررہا ہوں کہ لوگوں نے اس کو فرض وواجب بنا رکھا ہے، انکے ہاں عشاء اور مغرب کی نماز بیشک فوت ہوجائے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ ٹھٹھہ[1] نہ جائے، اس کا ناغہ نہ ہونے پائے، یہ غلط ہے اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہاں انہیں سوائے میلے ٹھیلے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، یاد رکھئے! یہ ناجائز ہے، اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت طریقہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے اختیار کرلیا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

شبِ براءت میں اہلِ خانہ کو عبادت کے لئے آمادہ کریں

پھر گھر جا کر اگر بآسانی ممکن ہو تو اپنے گھر کے افراد کو جمع کریں، سب مل کر سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ اکبر کی تسبیحات پڑھیں اور

۱؎ ٹھٹھہ کا قبرستان معروف ہے اور بعض حضرات اس رات میں وہاں جانے کا بہت اہتمام کیا کرتے ہیں۔

درود شریف کی تسبیح پڑھیں بچوں کو بھی پڑھوائیں تا کہ انکی تربیت ہو، ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معمول تھا، وہ بھی ہمیں اس رات میں بٹھایا کرتے اور ذکر کروایا کرتے تھے۔لیکن اگر سب جمع نہ ہوں، الگ الگ عبادت کریں تب بھی مقصود حاصل ہے، جمع ہونا ضروری نہیں ہے، عبادت میں دل لگانے کے لئے ہے۔

بچوں کو عبادت پر آمادہ کرنے کا طریقہ

چھوٹے بچوں کو عبادت کے لئے آمادہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ انکے لئے کوئی انعام مقرر کر دیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کسی کے لئے ایک روپیہ اور کسی کے لئے دو روپے اور کسی کے لئے پانچ روپے مقرر کر دیں، پھر دیکھیں کہ بچوں میں کیسا جوش آتا ہے اور بوڑھے بھی جوان ہو جائیں گے اور سب ذوق وشوق سے عبادت کریں گے، بچے بھی کروڑوں نیکیاں کمالیں گے بہرحال جب تک طبیعت میں نشاط ہو عبادت میں مصروف رہیں۔

تین جامع دعائیں

اس کے بعد اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی دعا کریں، تین دعائیں بہت ہی جامع ہیں میں بتا دیتا ہوں ان میں جو سب سے جامع دعا ہے وہ قرآن میں ہے۔

پہلی دعا

پہلی دعا یہ ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.(البقرة: ۲۰۱)

ترجمہ

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بہتری عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا''۔

یہ جامع ترین دعا ہے۔

دوسری دعا

دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! نبی کریم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی جتنی بھلائیاں مانگی ہیں وہ سب آپ ہمیں عطا فرما دیں اور جن جن چیزوں سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے آپ ہمیں ان سب سے پناہ عطا فرما دیں، تمام مخلوقات کی دعاؤں کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو تلقین فرمائی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعائیں حضور ﷺ کی دعاؤں کے اندر ہیں کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی مانگنے والا ہوا ہے، نہ ہوسکتا ہے، جس طرح

آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں ایسے ہی آپ ﷺ دعا مانگنے کے بھی امام ہیں، آپ کی بیشمار دعائیں ہیں، سب دعائیں آپ ﷺ نے مذکورہ دعا میں جمع فرمادی ہیں، یہ بہت ہی جامع دعا ہے، اس میں تمام خوبیاں ہیں اور تمام دعائیں اس کے اندر ہیں۔

تیسری دعا

تیسری دعا ان سب دعاؤں کا خلاصہ ہے اور وہ ہے عافیت کی دعا، یہ لفظ اگرچہ بہت چھوٹا سا ہے لیکن یہ ان ساری دعاؤں کا سردار ہے جیسے الحمد اللہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے ان سب کا سردار ہے، اسی طرح جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جاتی ہے لفظ عافیت ان سب کا سردار ہے، ساری مخلوقات مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، آخرت کی خیر مانگے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کی دعا کرے اور ایک آدمی ایک طرف تنہا بیٹھ کر فقط عافیت کی دعا مانگے ، یہ دعا ان سب دعاؤں پہ بھاری ہے۔

یہ تین دعائیں میں نے آپکو بتائی ہیں یہ اوّل وآخر اور درمیان میں کریں اور تہجد پڑھ کر بھی کریں پھر جب نیند آنے لگے تو زبردستی عبادت نہ کریں، اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں انہوں

نے ساری رات جاگنا اپنی رحمت عطا کرنے کیلئے شرط قرار نہیں دیا۔

عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے رات بھر عبادت کا ثواب

جو مغرب کی نماز باجماعت پڑھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ عشاء کی نماز بھی باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے پڑھے گا اور جو عشاء کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ سے پڑھ لیتا ہے از روئے حدیث اس کو آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتا ہے اسکو باقی آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، روزانہ جو آدمی عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا عادی ہوجاتا ہے تو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھدیا جاتا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ جب عبادت کے دوران نیند آنے لگے تو ایسی صورت میں زبردستی عبادت نہ کریں کیونکہ اب سونا نفع میں ہے، اب سوجانا بہتر ہے، تین ساڑھے تین گھنٹہ سو جائیں اس کے بعد پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جائیں، بچوں کے علاوہ جو سمجھ دار ہوں انکو بھی جگا لیں، وہ سب ضروریات اور حاجات سے فارغ ہو کر تہجد میں مشغول ہو جائیں، صلوٰۃ التوبہ پڑھ لیں اور گڑگڑا کر اپنی ساری زندگی کے گناہوں کی معافی مانگیں اور اس کے بعد دل میں جتنی بھی

دعائیں ہیں وہ مانگیں اور پھر کچھ تسبیحات پڑھ لیں، رات کا یہ آخری حصہ بڑا قیمتی ہے، یہ خاص وقت ہے اللہ کی رحمت کا، ویسے تو روزانہ یہ وقت قبولیتِ دعا کا مخصوص وقت ہے، لیکن اب یہ شبِ برأت کا آخری حصہ بھی ہے اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ سے خوب اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، قرضوں کی ادائیگی کی دعا مانگیں اور اپنے لئے حج وعمرہ کی دعا مانگیں، رشتوں کی دعا مانگیں، کاروبار میں برکت کی دعا مانگیں، رمضان کے روزوں کے اندر خیر و برکت کی دعا مانگیں، صحت وعافیت کی دعا مانگیں، دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں مانگ لیں اور یقین رکھیں کہ جو کچھ مانگا ہے وہ سب ہمیں مل گیا، یقین سے مانگو گے تو انشاء اللہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ جو مانگا تھا وہ مل رہا ہے، اسکے بعد پھر سحری کھالیں اور سیدھے مسجد میں آئیں، گھر میں نہ بیٹھیں، کیونکہ سحری کھاتے ہی نیند کا نشہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے گھر بیٹھنے میں خطرہ ہے کہ کہیں نیند کے غلبہ میں جماعت نہ نکل جائے، اس لئے سیدھے مسجد میں آجائیں اور خواتین گھر میں مصلے پر بیٹھ جائیں وہ بھی ذکر اور دعا میں لگی رہیں یہاں تک کہ فجر کی آذان ہوجائے، مرد مسجد میں فجر کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھیں اور خواتین گھر میں اپنے اپنے وقت پر نماز ادا کریں، اس کے بعد اگر نیند نہ آرہی ہو تو اشراق پڑھ کر سو جانا بہتر ہے، اشراق پڑھ کر آپ رات بھر کی نیند پوری کرلیں، یہ رات گزارنے کا طریقہ ہے، انشاء اللہ

اسطرح سے یہ رات قیمتی بن جائے گی اور اس رات کے فضائل و برکات انشاء اللہ ضرور حاصل ہونگے۔

بچنے کے کام

اب میں ایک دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں وہ تو کرنے کی ہوئیں اور انکی فضیلتیں بھی اوپر بیان ہوگئیں اب میں مختصراً وہ باتیں بتلاؤں گا جن کو اس رات میں کرنا حرام اور ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ نے انکے بارے میں بتلا دیا کہ فلاں فلاں گناہ ایسے ہیں جنکی وجہ سے آدمی کی بخشش نہیں ہوتی اور کچھ گناہ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ کی پیداوار ہیں جن سے بچنا بھی ضروری ہے، جو بچے گا وہی اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا، اور جو گناہوں کو کرے گا تو اللہ کی رضا کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔

شبِ براءت میں سات آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی

کئی احادیث کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، چند احادیث میں آیا ہے کہ سات آدمیوں کی اس مبارک رات میں بخشش نہیں ہوتی الّا یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور باز آجائیں اور معافی مانگ لیں تو پھر انکی بھی بخشش ہوجائیگی۔

(۱) مشرک کی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی، سب جانتے ہیں کہ کفر وشرک تو بہت بڑا گناہ ہے، ایسے کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی، ہاں

اگر کافر بھی توبہ کر کے کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے تو اسکی بھی بخشش ہو جائے گی۔

(۲) دوسرے اُس آدمی کی بھی بخشش نہیں ہوتی جو اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ دے اور ان سے قطع تعلقی اور قطع رحمی اختیار کرے۔

قطع تعلقی اور قطع رحمی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اس رات میں بھی قطع تعلقی اختیار کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی، لہٰذا جن کی رشتہ داروں میں لڑائی ہو جاتی ہے اور جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ قطع تعلقی برقرار رکھ کر ہمیشہ کے لئے میل جول نہ چھوڑیں، شریعت میں اسکی گنجائش نہیں۔

اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو تین میں سے ایک کام کرو، اگر اپنی غلطی ہے تو معافی مانگ لو، دوسرے کی غلطی ہے تو بدلہ لے لو یا معاف کر دو، اسکی گنجائش نہیں ہے کہ قطع تعلقی برقرار رکھی جائے، اگر آپ کی غلطی ہے تو بلا تاویل اسکا اعتراف کر لو اور معافی مانگ لو، اور اگر دوسرے کی غلطی ہے تو اگر آپ میں ہمت ہے تو بدلہ لے لو ورنہ معاف کر دو، معاف کرنا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ

ترجمہ

اور جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر

اللہ پر ہے۔

معاف کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اجر عطا فرمائیں گے، تو اجر ملنا بہتر ہے یا بدلہ لینا بہتر ہے؟ یقیناً اجر ملنا بہتر ہے، تو بہتری والا کام کیوں نہ کریں اس لئے معاف کرنا بہتر ہے لیکن اگر وہ نہ معاف کرے، نہ معافی مانگے، نہ بدلہ لے، تو پھر یہ شخص گنہگار رہوگا اور اسکا یہ عمل ناجائز ہے، اور لڑائی باقی رکھنا قطع رحمی ہے اور یہ ایسا بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے اس مبارک رات میں آدمی کی بخشش نہیں ہوتی۔

(۳) تیسرے نمبر پر کینہ رکھنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، لڑائی جھگڑے میں عموماً کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں کسی کی برائی چاہے اور اس کو تکلیف پہنچانے کا اپنے اختیار سے منصوبہ بنالے کہ فلاں فلاں نے مجھے فلاں دن ذلیل و رسوا کیا تھا، لہٰذا میں بھی موقع ملتے ہی اس کو رسوا کروں گا، دل میں بدخواہی اور اپنے اختیار سے دل میں دوسرے کی برائی چاہنے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اس کو کینہ کہتے ہیں، یہ حرام اور ناجائز ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے کہ اس رات میں اس کی بخشش نہ ہوگی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

کینہ کا علاج

کینہ کا علاج بھی وہی ہے جو باتیں میں نے ابھی اس سے پہلے

بیان کی ہیں کہ یا تو اسکو معاف کردو یا اس سے معافی مانگ لو یا بدلہ لے لو اور اپنا اپنا دل صاف کرلو، اپنے دلوں کو صاف کرنا ضروری ہے، سابقہ طرز کا میل جول رکھنا ضروری نہیں ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر وہ آدمی ہے جو اپنی شلوار ٹخنے سے نیچے رکھتا ہو اور اس نے اس کی عادت بنا رکھی ہو، یہ بھی معاشرہ کا سنگین گناہ ہے، بچے سے لیکر بوڑھے تک ۹۹ فیصد ہر مسلمان مرد اس گناہ میں مبتلا ہے پینٹ پتلون تو ہوتی ہی ٹخنے سے نیچے ہے، اس کو کون اوپر رکھتا ہے، شلوار بھی عموماً ٹخنے سے نیچے ہوتی ہے اور جو تہبند باندھتے ہیں تو وہ بھی ٹخنوں سے نیچے باندھتے ہیں، یہ ہمارے دین میں کبیرہ گناہ ہے اور جب تک آدمی کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اس کو برابر اس کا گناہ ملتا رہتا ہے اور آخرت میں اس کا عذاب یہ ہے کہ پورے کے پورے ٹخنے جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے، حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ

''تہبند (اور شلوار) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا''۔(مشکوۃ)

اور دنیا میں اسکا دوسرا وبال اور عذاب یہ ہے کہ شبِ برأت جیسی

مبارک رات میں بھی اسکی بخشش نہیں ہوتی ،اسکی ایک وجہ یہ کہ ٹخنے چھپانا ہمیشہ سے کافروں کا طریقہ چلا آیا ہے جبکہ نبیوں کا طریقہ عبادت ہوتا ہے، کافروں کا طریقہ گناہ کرنا ہوتا ہے، حضور ﷺ کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں جتنے بھی کافر تھے وہ سب آپکی جان کے دشمن تھے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، اس سے بڑی دشمنی انکی کیا ہوگی کہ حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور ہجرت کرنے پر مجبور کردیا، ہر لحاظ سے آپ کو ستایا، پریشان کیا، مکہ کے ان کفاروں کا یہ فیشن تھا کہ جو جتنا بڑا کافر اور سردار ہوتا تھا اتنا بڑا اس کا تہبند زمین پر گھسٹتا تھا اور بڑے آدمی کا تہبند بھی زیادہ زمین پر گھسٹتا تھا، یہ مشرکین کا طریقہ تھا، جبکہ نبیِ اکرم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ کا تہبند آدھی پنڈلی پر ہوتا تھا، یہ بہتر طریقہ ہے ورنہ آدھی پنڈلی سے نیچے کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر اوپر رہے، ٹخنے چھپنے نہ پائیں، ٹخنے چھپانے کی شرعاً گنجائش نہیں کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا قصہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے چودہ سو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لائے، آپ اور آپکے صحابہ مکہ سے باہر ٹھہر گئے، اہلِ مکہ کو اپنی آمد سے مطلع کرنے اور مذاکرات

کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ میں اپنے رشتہ دار بھی تھے اور بہت سی جائیداد بھی تھی اور اپنا گھر بھی تھا لیکن آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا چکے تھے، مکہ میں آپؓ اپنے چچا زاد بھائی کے یہاں ٹھہر گئے، رات انکے ہاں گزاری، صبح جب سردارانِ قریش سے مذاکرات کیلئے نکلے تو انکا تہبند سنت کے مطابق آدھی پنڈلیوں تک تھا، آپکے چچا زاد بھائی نے آپ سے یہ کہا کہ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ تہبند ٹخنوں سے نیچے کرلیں لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آدھی پنڈلی تک نہ رکھیں ذرا سا نیچے کریں، وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ مکہ کے بڑے بڑے سردار ہیں اور تمہیں تو سرداروں کی عادت و روایت اور طریقہ کا پتہ ہے، اگر وہ تمہارے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا دیکھیں گے تو تمہارا مذاق اڑائیں گے، اس لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ ذرا سی دیر کیلئے تہبند ٹخنوں سے نیچے نہیں بلکہ صرف آدھی پندلی سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر کر لیجئے تا کہ تمہارے مذاکرات کامیاب ہوں اور تھوڑا سا بھرم ہمارا اور ہمارے خاندان کا بھی رہ جائے اور یہ اس لئے بھی تا کہ تمہاری بات میں وزن پیدا ہو، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے عشق میں سرشار تھے انہوں نے فوراً جواب دیا کہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام، وہ میرا مذاق اڑائیں یا عزت کریں، میں اپنے محبوب ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا، میں

یہاں مذاکرات کی کامیابی کی ضمانت لے کر نہیں آیا، میں اپنے آقا کا نمائندہ بن کر آیا ہوں، میرے سر سے پیر تک جو بھی چیز ہے وہ میرے آقا کی سیرت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہونی چاہئے اور رہی عزت سو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ. (المنفقون: ۸)

اور عزت صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول کا فرمانبردار ہوگا اسکو عزت ملے گی، ان کا راستہ چھوڑ کر عزت نہیں ملے گی، چاہے یہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام ہوں، یہ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے اور نہ میں ان کی خاطر اپنے محبوب کی سنت کو چھوڑ سکتا ہوں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی جواب تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ چودہ سو سال پہلے کفار مکہ اور دشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی شلواروں اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھا کرتے تھے اور چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے تہبند پنڈلیوں تک بلند رکھتے تھے، انکے تہبند ٹخنوں سے اونچے ہو تے تھے، تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنا کفارِ مکہ اور سردارانِ قریش کا طریقہ تھا اور آج کے دور میں انگریز کا فیشن دیکھ لیجئے، وہ بھی یہی ہے، ہمارے مسلمان

بچوں اور مَردوں نے جو آج کل پینٹ پتلون پہن رکھی ہے کیا یہ مسلمانوں کا لباس ہے؟ ہرگز نہیں یہ لباس مردود وملعون قوم انگریز کا ہے، اور بے غیرتی کے ساتھ ہم نے اسے قبول کرلیا ہے، غیرتِ ایمانی ہماری رخصت ہوگئی ہے اس لئے ہم نے بدترین قوم کا لباس اختیار کررکھا ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یعنی آج کے یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں اور ہم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انکے پیچھے چل رہے ہیں، انکی غلامی کررہے ہیں، ان کا لباس عام پہنا جارہا ہے حالانکہ پینٹ پتلون کو تو کافروں کا لباس سمجھتے ہوئے معیوب سمجھنا چاہئے تھا، نہ یہ کہ اسکو اپنے جسم پر چڑھائیں، ہماری غیرت ہی رخصت ہوگئی آج بھی ہمارا جو سب سے بڑا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے، مسلمانوں کا دشمن ہے، پاکستان کا دشمن ہے، اسکا لباس یہی پینٹ پتلون ہے جو آج مسلمانوں نے لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت یا بے غیرتی کے ساتھ زیبِ تن کرلیا ہے، پاکستان کا قومی لباس کیا اچھا نہیں ہے؟ اگر کچھ غیرتِ قومی ہوتی تو قومی لباس پہنتے۔

بہرحال! ٹخنوں سے نیچے خواہ پینٹ ہو یا پتلون یا شلوار کا کپڑا، یہ ایسا گناہ ہے کہ اگر یہ گناہ نماز میں ہو تو نماز قبول نہیں ہوتی اور جب تک آدمی

کے ٹخنے چھپے رہتے ہیں وہ برابر گناہ گار رہتا ہے، لہٰذا مَردوں کو چاہئے کہ اپنے ٹخنے ہمیشہ کھلے رکھیں، مسجد میں بھی، نماز میں بھی، گھر میں بھی، بازار میں بھی، آفس میں بھی، تقریب وتفریح میں بھی، ہر حال میں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف نماز کے لئے ہے، ہرگز نہیں بلکہ نماز اور نماز کے بعد ہرصورت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث ذکر کی گئی ہے، اس میں حالتِ نماز اور غیر حالتِ نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں خواتین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ٹخنے چھپاکے رکھیں۔

(۵) نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ انتہائی تاکید کے ساتھ ہم سے فرمایا:

أَ لَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِالْكَبَائِرِ اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّرِ (اوقول الزور).

ترجمہ

’’سنو! میں تمہیں بڑے گناہوں میں بڑے گناہ بتاتا

ہوں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانہ۔

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(۳) جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات کہنا۔"

(مسلم:۸۷)

نیز قرآن کریم میں جابجا اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف ترغیب دی ہے، بلکہ اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ اس لئے جو لوگ والدین کی نافرمانی میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ بڑی سخت اور سنگین وعید ہے کہ اس مبارک رات میں بھی ان کے گناہوں کی مغفرت نہیں ہوتی، لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے والدین سے معافی مانگیں، اپنے قول وفعل سے ان کو راضی کریں اور جائز امور میں ان کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کریں۔

(۶) چھٹے نمبر پر شرابی انسان ہے، یعنی جو شراب پینے کا عادی ہو، اس رات اس کی بھی بخشش نہیں ہوتی، شراب نوشی شریعت میں حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی واضح الفاظ میں اس کی حرمت ارشاد فرمائی ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ خُمْرٍ حَرَامٌ.

(أخرجه مسلم:۲۰۰۳)

ترجمہ

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور شراب حرام ہے"۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ. (أخرجه البخاري: ۵۵۷۵، ومسلم: ۲۰۰۳)

ترجمہ

"جو آدمی دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرلے"۔

(۷) ساتویں نمبر پر اس رات جس کی بخشش نہیں ہوتی وہ وہ انسان ہے جو ناحق کسی مسلمانوں کا خون بہاتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "۱۰/ذی الحجہ ۹ھ" کو بمقام منیٰ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ دِمَائِكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا. (أخرجه مسلم: ۱۶۷۹)

ترجمہ

"بلاشبہ تمہارے خون، تمہارے مال ومتاع، اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے ہی محترم ہیں، جیسے آج کا یہ دن، جیسے

تمہارا یہ شہر، اور جیسے یہ مہینہ محترم ہے''۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة في الدماء.

(أخرجه البخاری : ٦٥٣٣ ، و مسلم : ١٦٧٨)

ترجمہ

''قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلا فیصلہ ''خون'' کے متعلق ہوگا''۔

یہ سات گناہ وہ ہیں جن کے کرنے والے انسانوں کی بخشش اس شبِ مغفرت میں بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ ان سات گناہوں سمیت تمام گناہوں سے سچے دل سے گڑگڑا کر توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں، اور جو کرنے والے کام ابھی بیان ہوئے ہیں وہ کریں اور جو نہ کرنے والے کا بیان ہوئے ہیں ان سے مکمل اجتناب کریں، تاکہ اس رات ہماری بھی مغفرت ہوجائے، ہمیں اللہ پاک کی خوشنودی اور حقیقی رضا حاصل ہوجائے، اور ہم دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہوجائیں، اللہ پاک ہم سب کو توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ شبِ براءت

الحمد للہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا ط واشهد ان لا اله الا اللہ وحدہ لا شریک له واشهد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی اله واصحابه وبارک وسلم تسلیما کثیراً کثیراً .

اما بعد !

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (الذاریات:۵۶،۵۷،۵۸)

(صدق اللہ العظیم)

میرے قابلِ احترام بزرگو! اس وقت آپ کی خدمت میں اس مہینے میں آنے والی مبارک رات جسے شب براءت کہتے ہیں اور جو ۱۵/ شعبان کی رات ہوتی ہے، اس کے فضائل کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ خلاصہ میں دو باتیں آئیں گی کچھ باتیں وہ ہیں جو کرنے کی ہوں گی اور کچھ باتیں ایسی ہوں گی جن کا تعلق نہ کرنے سے ہوگا، اور زیادہ تر یہی باتیں ہوں گی جو نہ کرنے کی ہوں گی، ہمیں ابھی سے عمل کی بات پر عمل کرنے کی نیت کر لینی چاہئے اور اس نیت سے سننا اور بیٹھنا چاہئے کہ جو باتیں کرنے کی بتائی جائیں گی حسبِ استطاعت، حسبِ قوت اور حسبِ فرصت انشا اللہ ہم ان کو کریں اور جو باتیں بچنے اور نہ کرنے کی ہیں اور گناہ کی ہیں ان سے ہم مکمل طور پر بچیں گے، اگر پہلے سے وہ گناہ اور وہ کام ہم سے ہو رہے ہیں تو ان سے ابھی سے توبہ کر کے اُٹھیں، اور اگر پہلے نہیں کئے ہیں تو یہ نیت کر لیں کہ ہم آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تا زندگی نہیں کریں گے۔

ہمارے دین میں یہی دو قسم کی باتیں ہیں کہ فلاں فلاں کام کرو اور فلاں کاموں سے بچو، دونوں قسم کی باتوں پر عمل کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، یہ نہیں کہ کرنے کی چند باتوں پر تو عمل کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی ڈوبا رہے، ایسا شخص کامل مؤمن نہیں ہے اور ہمیں کامل

مؤمن بننا چاہئے اور کامل مؤمن بننے کیلئے دونوں پر عمل کرنیکی ضرورت ہے ،کرنے کی باتوں کو کرے اور بچنے کی باتوں سے بچے، غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔

پانچ راتوں کی فضیلت

یہ مبارک رات جو آرہی ہے ،معمولی نہیں ہے بڑی عظیم الشان رات ہے ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سال کے اندر پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان پانچ راتوں میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کے واجب ہونے کا فیصلہ لکھ دیتے ہیں ۔(الأصبهانی، الترغیب و الترهیب)

مؤمن کی زندگی کا مقصد چار باتیں ہیں

یہ بات آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا خلاصہ اور اس کی زندگی کا مقصود اصلی چار چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

(۲) جنت کا نصیب ہونا

(۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا

(۴) جہنم سے آزادی حاصل کرنا

ان چار کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے اندر بھیجا ہے اور ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ چار باتیں کریں۔ مرنے سے پہلے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق بن جائے۔ اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرے اس طرح ان چاروں باتوں کو حاصل کرے اور ان چار باتوں کو حاصل کرنا چوبیس گھنٹے ہمارے اختیار میں ہے جس طرح کھانا ،پینا ہمارے اختیار میں ہے ایسے ہی ان چاروں کو حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے، اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن کاموں کو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہم بجا لائیں اور حسبِ موقع ان کو انجام دیتے رہیں جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ اور استغفار کرکے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے، کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے اور کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے، اس کا تدارک یہ ہے کہ جہاں غلطی ہو جائے فوراً توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ بچنے کی پوری کوشش کرے۔ بہر حال! ہر جگہ ہر کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ،کھانے کے اندر بھی ، پینے کے اندر بھی ،سونے اور اٹھنے کے اندر بھی ،کاروبار کے اندر بھی ، ملازمت اور

زراعت کے اندر بھی، تجارت، صنعت وحرفت کے اندر بھی، غرض ہر جگہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام سے بچو، مومن کا ایمان ہر وقت اس سے یہی کہتا ہے کہ اے مومن! دیکھ! یہ گناہ ہے اس سے بچ، اور یہ نیکی ہے اس کو کر اور بجالا، نیکی مت چھوڑ اور بدی کے قریب مت جا، نیز اللہ نے ہر عمل کے بدلہ کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ فلاں کام کرو گے تو تم جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور فلاں کام کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے، وہ کام سارے گناہ ہی گناہ ہیں، حرام اور ناجائز کام ہیں، ہر گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے، نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ.

ترجمہ

''بیشک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے، اور بیشک جھوٹ گناہ ہے اور گناہ (آدمی کو) جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مشکوۃ)

فضائل شبِ براءت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس رات کے بارے میں دو باتیں عرض کرونگا، کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ بچنے کی ہیں، کرنے کی باتیں اللہ کی رضا کا باعث ہیں اور جو گناہ کی باتیں ہیں وہ سب اللہ کے غضب کا باعث ہیں اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان سے بچنا ضروری ہے سال کی پانچ راتوں میں سے یہ شب براءت بھی ایسی مبارک رات ہے کہ اگر کوئی اس رات میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح شریعت میں ہے، اور اُس طرح نہ کرے جیسے یہاں رائج ہے، اس طرح عبادت کرے جیسی عبادت سنت سے ثابت ہے، اُس طرح نہ کرے جس کا ہمارے ماحول و معاشرہ میں رواج ہے، تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ایسے عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت کا مستحق بنا دیں گے۔

پانچ راتوں کی عبادت، اور جنت کی ضمانت

ان پانچ راتوں میں سے ایک رات تو یہی شبِ براءت ہے، دوسری شب قدر ہے، تیسری عیدالفطر کی رات، چوتھی بقرعید کی رات اور پانچویں ۹ ذی الحجہ کی رات ہے، افسوس! ہم نہ عید کی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، نہ بقرعید کی رات میں جاگتے ہیں، ان راتوں کو تو یونہی

بازاروں کے اندر گھوم پھر کر ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دوراتیں بھی بڑی مبارک ہیں، اس میں بھی آدمی کو کچھ نہ کچھ جاگنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، گناہوں سے بچنا چاہئے، سال میں یہ پانچ راتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی اپنی عبادت سے ان کو زندہ رکھے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی ہونے کا پروانہ ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔

شبِ براءت کی دوسری فضیلت

اس رات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کے اندر بڑے اہم اہم فیصلے فرماتے ہیں، وہ اہم فیصلے اس طرح سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس دنیا کے اندر ہونا تھا اور ہر انسان کے ساتھ ہونا تھا اللہ پاک نے وہ سب انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ دنیا بنے گی اس میں اتنے انسان ہونگے، اور اتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں فلاں کام کریں گے، اللہ پاک نے ان سب کی پوری تفصیل اور پوری کفیت لوحِ محفوظ میں تحریر فرمادی، اسے شریعت کی اصطلاح میں ’’تقدیر‘‘ کہتے ہیں۔

شبِ براءت میں سال بھر کے امور کا فیصلہ

سال بھر میں جو کچھ دنیا میں ہونا ہے اور جس جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے وہ اگرچہ لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن شبِ برأت میں اللہ پاک لوح محفوظ سے نقل کروا کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ ان امور کو سرانجام دیں جو انہیں لکھ کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پندرھویں شعبان کے اندر یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور اسے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے اب اس کا نام مُردوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا اور وہ یہاں کاروبار کر رہا ہے، کھا پی رہا ہے، سو رہا ہے، جاگ رہا ہے، چل پھر رہا ہے اور سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے، اسی طرح اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ ہونا ہے، کسی کا کاروبار فیل ہوتا ہے، کسی کا کاروبار چمکتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے، کسی کو طلاق ہوتی ہے، کسی کے اولاد ہوتی ہے، یا کسی کو تنزلی کا شکار ہونا ہے، کسی کو عزت ملنی ہے یا کسی نے ذلیل ورسوا ہونا ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں اور ہر کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ اہم فیصلے ہیں جو اس رات لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں کہ تم ان کو انجام دو۔

شبِ براءت میں دعا کی قبولیت

ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی رحمت رکھی ہے کہ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ ہر رات رات کے تہائی حصہ میں اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اس وقت جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و مناجات کرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے اللہ پاک اس کی مناجات اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

روزانہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں

چوبیس گھنٹے میں دو وقت ایسے خاص ہیں کہ اگر اس وقت کوئی دل سے دعا مانگے تو اللہ پاک اس کی دعا رد نہیں فرماتے ایک رات کے آخری حصہ کی دعا اور ایک فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا یعنی جب امام سلام پھیر دے اسوقت اگر کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح رات کے تہائی حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

مصائب کے آنے اور دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ ہمیں قبولیتِ دعا کا موقعہ عطا فرماتے ہیں اور ہر رات کے آخری حصہ میں یہ دولت ہمیں عطا فرماتے ہیں، ہماری نالائقی ہے کہ فرضوں کے بعد بھی ہم دعا میں توجہ اور دھیان نہیں دیتے جس کے ہم بے انتہا محتاج ہیں، ہم میں سے ہر آدمی پریشان ہے، ہر آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہے، ہر آدمی کے ذہن میں بڑے بڑے افکار ہیں اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے سکون کی زندگی ملے اور میری ساری پریشانیاں دور ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دور کرنے کے لئے دن کے پانچ اوقات میں قبولیتِ دعا کا اعلان فرمایا ہے، لیکن ہم نے غفلت اور بے دھیانی میں انہیں گنوا رکھا ہے اور سلام پھیرتے ہی طوطے کی طرح رٹے رٹائے دعا کے چند کلمات پڑھے اور اُٹھ کر چل دیئے، اُٹھک بیٹھک کی طرح نماز پڑھی اور بھاگ لئے اور رہا رات کے آخری حصہ کی دعا کی قبولیت کا وقت؟ سو وہ خراٹوں اور نیند کی کروٹوں میں گزر جاتا ہے حالانکہ پہلے مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ نماز کے لئے دنیا کے سارے کام چھوڑ کر انتہائی آرام وسکون اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، یہی مطالبہ آج بھی ہم سے ہمارے دین وایمان کا ہے وہ لوگ دعا خوب توجہ اور دھیان سے مانگتے تھے اور تہجد میں اٹھنے کا عام معمول تھا، مسلمانوں

کے کسی محلّہ سے گزر ہوتا تو کہیں سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی اور کہیں سے ذکر کی آواز آتی، کہیں سے دعا میں رونے کی آواز آتی، کیا خوب کہا کسی نے

شب کی آہیں نہ رہیں   قلب کے نالے نہ رہے

نہ رونے والا سینہ رہا نہ آہیں کھینچنے والے دل رہے، وہ سب رخصت ہوگئے، رات ٹی وی دیکھنے یا نیند کے خراٹوں میں گزار دی، اور نمازِ فجر قضا کرکے پڑھی، تو بتایئے ایسی صورت میں دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے؟

دعا کی قبولیت کے لئے دو شرطیں

قبولیتِ دعا کے لئے دو شرطیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبولیتِ دعا کی پہلی شرط

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا پینا حلال کا ہو۔

جس آدمی کا کھانا پینا حلال کا نہیں ہوگا اس کی دعا نہ شبِ قدر میں قبول ہوگی، نہ شبِ عید و بقرعید میں قبول ہوگی، نہ رمضان میں قبول ہو گی، کیونکہ حلال کھانا قبولیتِ دعا کے لئے شرط ہے جیسے نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے کوئی شخص بغیر وضو کے کتنی ہی پیاری نماز پڑھے اور کتنے ہی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے اس کی نماز درست نہیں ہوگی ایسے ہی جس نے

حرام کھایا ہوگا یا پیا ہوگا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی جب بھی وہ دعا کرتے ہیں انکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ایک باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور دوسرے مسافر کی دعا کہ یہ بھی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری حدیث ہے کہ ایک آدمی کا بڑے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھی غبار آلود ہیں، سر کے بال بھی غبار آلود اور پراگندہ ہیں، ایسی خاکساری کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سا منے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یارب یارب کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے تو فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ الدُّعَاءُ اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دعا جس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، یہ بھی تب قبول ہوتی ہے جب وہ حلال کھائے اور حرام سے بچے۔

حرام آمدنی کی مختلف صورتیں

آج حرام خوری کا بڑا دروازہ کھلا ہوا ہے، سودی بینکوں کے اندر لوگ جو فکسڈ ڈپازٹ رکھتے ہیں اس کے اندر بنام نفع جو کچھ بھی وصول کرتے

ہیں وہ خالص سود ہوتا ہے، اصل رقم سے زائد جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود ہوتی ہے، انعامی بانڈز کے اندر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی خالص سود ہوتی ہے اسی طرح انشورنس کے اندر جمع کرائی گئی اصل رقم سے جتنی زائد رقم ملتی ہے وہ سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح رشوت لینے دینے کا ہمارے یہاں عام رواج ہے اور پگڑی سسٹم بھی ہمارے یہاں بہت عام ہے جس میں رسید بدلوائی اور پگڑی کی رقم حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

دیکھئے! معاملات وغیرہ کی کتنی صورتیں ہیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں، یہ ہمارے معاشرے میں عام ہیں جبکہ یہ سب حرام خوری کے دروازے ہیں اور یہ سب سودخوری کے دروازے ہیں، جب آدمی حرام کھائے گا، حرام پیئے گا، اور حرام آمدنی سے لباس پہنے گا تو نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ اس کا حج قبول ہوگا، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اس کی دعا قبول ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام کا ایک لقمہ حلق سے نیچے اتارا اور وہ لقمۂ حرام اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو چالیس دن تک اس کے نہ فرض قبول ہوں گے، نہ نفل قبول ہوں گے اور نہ دعا قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کی دوسری شرط

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے دعا کرے یعنی وہ ہمہ تن دعا میں متوجہ ہو، اس کا دماغ اور اس کا ذہن اس کے سب اعضاء پوری طرح اس طرح متوجہ ہوں کہ وہ اللہ کا محتاجِ محض ہے، اور دل میں یہ بات ہو کہ میں اس سے عرض کر رہا ہوں اور وہ میری دعا ضرور قبول کریں گے، اگر اس یقین کے ساتھ پوری توجہ، انہماک اور دھیان سے دعا کی جائے اور اس کے ساتھ پہلی شرط کا بھی لحاظ رکھا جائے تو اس کی دعا انشاءاللہ ضرور قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کا مطلب اور غلط فہمی کا ازالہ

دعا کی قبولیت کا مطلب بھی ذرا سمجھ لیں ہم دعا کی قبولیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ ملے، اگر وہ مل گیا تو سمجھو دعا قبول ہوگئی اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو گویا دعا قبول ہی نہیں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کی تین صورتیں

ہماری شریعت میں دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل ہو جائے، اگر تین میں سے کوئی ایک چیز مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے بعینہ وہی چیز انسان کو

مل جائے، مثال کے طور پر کاروبار مانگ رہے ہیں کاروبار چمک جائے، ملازمت مانگ رہے ہیں ملازمت مل جائے، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے رشتہ مل جائے، غرض! مطلوبہ چیز کامل جانا قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے یہ ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، حادثہ، پریشانی یا سانحہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا، جو ہمارے ساتھ ہونے والا تھا اس دعا کی بدولت اللہ جل شانہ اس کو دور فرما دیتے ہیں، بعض مرتبہ آدمی چھوٹی سی بیماری سے شفاء کی دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے آپریشن سے اس کی جان بچا دیتے ہیں، یہ بھی دعا کی قبولیت کی ایک صورت ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیتے ہیں یعنی بندہ جو دعا مانگتا ہے اسکی مراد دنیا میں بظاہر پوری نہیں ہوتی تاہم اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر قبولیت کی مہر لگا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں، جب آخرت کا دن آئے گا اللہ پاک اس وقت اس کا اجر وثواب بندہ کو عطا فرمائیں گے کیونکہ دنیا کی زندگی تو بہر حال گزر جاتی ہے آدمی اس میں جیسے تیسے گزارہ کر لے گا لیکن آخرت میں وہ ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور دعا کی بدولت آخرت کی

نعمتیں عطا فرمائیں گے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہاں ان کو بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ حیران ہوں گے کہ ہم تو اتنے نیک نہیں تھے اور یہ اتنی نعمتیں اللہ پاک نے ہمیں کیسے عطا فرما دیں، ہماری کونسی نیکی کا یہ بدلہ ہیں؟ فرشتے جواب میں کہیں گے کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں جو دعائیں تمہاری قبول نہیں ہوتی تھیں وہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہاں ذخیرہ کر رکھی ہیں، آج ان کے بدلے یہ محلات مل رہے ہیں، یہ باغات مل رہے ہیں، یہ نہریں مل رہی ہیں، یہ چمن مل رہے ہیں، یہ سب تمہاری ان دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو دنیا میں قبول نہیں ہوئیں، یہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کاش ہماری ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی، وہاں لیکر کیا کیا؟ یہاں ملتا تو سب سے بہتر تھا اس لئے کہ وہاں جو ملا وہ فنا ہو گیا جبکہ یہاں کی نعمت تو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

بہرحال! دعا کی قبولیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا میں تو مراد نہیں ملتی لیکن آخرت میں اس کے بدلہ نعمتیں ملتی ہیں۔

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

اب اصل بات سنو! جب ہم ذکر کردہ دو شرطوں کے ساتھ دعا کریں گے تو اگر ہماری تقدیر میں کوئی ضرر اور نقصان لکھا ہوگا، کوئی خسارہ لکھا

ہوگا، کوئی حادثہ یا کوئی مصیبت لکھی ہوگی، کوئی پریشانی یا نقصان لکھا ہوگا، کوئی آفت لکھی ہوگی، تو دعا ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے ایک طرف تو لوحِ محفوظ سے سال بھر میں پیش آنیوالے واقعات و حادثات نقل کروائے جارہے ہیں، اور دوسری طرف دعا کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے بلکہ خصوصیت سے کھولا جارہا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ عام دنوں میں تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے لیکن اس رات میں قبولیت کا دروازہ مغرب کے بعد سے کھل جاتا ہے اور صبح صادق تک برابر کھلا رہتا ہے نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ ساری رات فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے روزی مانگنے والا کہ ہم اس کو روزی دیں، کوئی ہے عافیت مانگنے والا کہ ہم اس کو عافیت دیں، کوئی ہے ہم سے اولاد مانگنے والا کہ ہم اس کو اولاد دیں، کوئی ہے رشتہ مانگنے والا کہ ہم اس کو رشتہ دیں، کوئی ہے عزت مانگنے والا کہ ہم اس کو عزت دیں، اس طرح کے اعلانات مغرب سے لے کر صبح صادق تک برابر ہوتے رہتے ہیں۔

کتنی بڑی رحمت اور کتنی بڑی فضیلت اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی تقدیر بھی بدلوا سکتے ہیں اور دعائیں مانگ مانگ کر ہم اپنی مصیبتیں ٹلوا سکتے ہیں ہماری قسمت میں اگر خیر نہیں ہے اور عزت نہیں ہے، عافیت نہیں ہے، صحت نہیں ہے اور خیر نہیں تو آج کی شب دعا مانگ

مانگ کر خیر لکھوالو، وہ اعلان کررہے ہیں بس آپ کے مانگنے کی دیر ہے، اُدھر سے قبولیت میں دیر نہیں ہے، مگر انہی دو شرطوں کے ساتھ دعا قبول ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، نیز قبولیت کے وہ تین معنی بھی ذہن میں رہنے چاہئیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

شبِ براءت میں بندگانِ خدا کی جہنم سے آزادی

اس مبارک رات کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری رات میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار نہیں، لاکھ دو لاکھ نہیں، کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرماتے ہیں، اس کی مثال حدیث میں یوں دی گئی ہے کہ عرب میں بنو کلب ایک قبیلہ تھا ان کے یہاں بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو کلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان بالوں کی تعداد سے زیادہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ سے بری فرماتے ہیں لہٰذا یہ رات مغفرت کی بھی ہے، اس لئے اس رات میں بخشش بھی مانگنی چاہئے، مغفرت بھی مانگنی چاہئے، اور یوں دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! میری، میرے والدین، میرے دادا دادی اور میری ساس وسسر اور اوپر تک جتنے مسلمان گزر چکے ہیں ان سب کی

اوران کی نسل میں جتنے مسلمان وفات پا چکے ہیں انکی اور جو آئندہ آئیں گے ان سب کی بخشش فرمادے اس کے بعد پھر یوں کہیں کہ یا اللہ! حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مسلمان اس دنیا سے جا چکے اور جتنے موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آئیں گے، مرد ہوں یا عورت، انسان ہوں یا جنات، ان سب کی مغفرت فرما، ان سب کی بخشش فرما اور سب کے درجات بلند فرما اور سب کو دوزخ سے بری فرما، بھئی! اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ مرنے والے کو بھی ان سب کا ثواب دیدیں، اس کا ثواب معلوم ہے کہ کتنا ہے؟ جتنے انسانوں کے لئے ہم نے دعا کی ہے اتنے انسانوں کے ساتھ ہم نے نیکی کی ہے، کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کر دینا، ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں تو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے اربوں کھربوں نیکیاں اسی لمحہ آپ کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ درج ہو جائیں گی، بلکہ اگر کوئی خوش نصیب انسان یہ معمول بنالے، روزانہ پچیس مرتبہ یا ستائیس مرتبہ یہ دعا کرلیا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ
وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ

''اے اللہ! تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں، تمام

مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے''۔

اور نیت یہ ہو کہ سارے مسلمان مرد اور ساری مسلمان عورتیں، انسان و جنات کی مغفرت ہو جائے یہ چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کم از کم پچیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے، یعنی اس کا پہلا انعام تو یہ ہوگا کہ یہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنا رزق پانے کا ذریعہ ہے

دوسروں کے لئے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں داخل فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت اور جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جن کے طفیل دوسروں کو روزی ملتی ہے کیا خود انہیں نہیں ملے گی؟ نہیں نہیں، بلکہ انہیں پہلے ملے گی اور اس کے طفیل دوسروں کو بھی ملے گی، اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

لفظ ''روزی'' کا مفہوم

شریعت اور دین میں جب روزی کا لفظ آتا ہے اس سے صرف دال روٹی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت مراد

ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت غیب سے پوری فرمائیں گے، بلکہ اس کے ذریعے اوروں کو بھی رزق دیں گے اور ان کی تمام ضروریات و حاجات پوری فرمائیں گے، یہ بڑی عظیم دعا ہے اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے والدین اور اہل وعیال کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو کل مومنین اور کل مومنات اور کل مسلمین وکل مسلمات کے لئے بھی دعا کرنا نہ بھولیں، اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور ان کا بھی فائدہ ہے۔

شبِ براءت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

چوتھی بات یہ ہے کہ اس مبارک رات کے اندر شریعت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں جس کا جس عبادت میں زیادہ دل لگے سنت کے مطابق اس کو انجام دے، جس کا تلاوت میں دل لگے وہ تلاوت کرتا رہے، جس کا ذکر میں دل لگے وہ ذکر کرتا رہے، جس کا دعا میں دل لگے وہ دعا کرتا رہے، جس کا نفلوں میں دل لگے وہ نفل پڑھتا رہے، جس کی قضا نمازیں رہتی ہوں وہ قضا نمازیں پڑھتا رہے، یہ بھی عبادت ہے، جس کا صدقہ دینے کو دل چاہے وہ صدقہ دیتا رہے۔

الغرض ! شریعت میں اس رات کی کوئی خاص عبادت مخصوص اور

مقرر نہیں۔

شبِ براءت کی عبادت کے لئے پھیلائے گئے اشتہارات کی حیثیت

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اس رات میں آپ کو اشتہارات تقسیم ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس بھی کوئی نہ کوئی اشتہار پہنچ جائے جس میں مختلف مقاصد کے لئے خاص خاص طریقوں سے نوافل پڑھنے کا طریقہ لکھا ہوگا، اور ان کے بڑے بڑے فضائل درج ہوں گے، وہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، نہ ان کی یہ فضیلت ثابت ہے، نہ ان کا یہ طریقہ ثابت ہے، سنت کے مطابق ہم جس طرح روزمرہ نفلیں پڑھتے ہیں اسی طرح اس رات میں بھی نفلیں پڑھنی چاہئیں، لیکن جو نمازیں ہم روزمرہ پڑھتے ہیں اکثر ''تو چل میں آیا'' والی اُٹھک بیٹھک ہوتی ہے، اس طرح کی نماز تو روزمرہ میں بھی ناجائز ہے، ہم بجائے سو نفلوں کے صرف دو نفل پڑھیں لیکن وہ دو نفل ایسی پڑھیں کہ گویا وہ زندگی کی آخری دو رکعتیں ہیں، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گی اُن ایک ہزار رکعت سے جو بغیر خشوع وخضوع کے جلدی جلدی اُلٹی سیدھی ادا کی گئی ہوں، اس لئے بیشک کم نوافل پڑھیں لیکن بڑے آرام، اطمینان اور سکون سے ادا کریں۔

شبِ براءت گزارنے کا طریقہ

اب میں آپ کو یہ رات گزارنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ ہم اس رات کو کیسے گزاریں، یہ طریقہ مسنون یا ضروری نہیں ہے، تجربہ سے نافع اور مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ ۱۴رشعبان کو صبح اشراق کے بعد خوب نیند کرلیں اس نیت سے کہ رات کو ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگ سکیں، اور دن بھر کام کاج بھی زیادہ محنت والا نہ کریں اور ظہر کے بعد قیلولہ کریں یعنی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد گھنٹہ پون گھنٹہ لیٹ جائیں، نیند نہ آئے تب بھی لیٹ جائیں، قیلولہ سے عجیب وغریب طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور عصر کے بعد اگر غسل کرکے نئے کپڑے پہن لیں تو بہت اچھی بات ہے، جیسے جمعہ کی تیاری کرتے ہیں ویسی ہی تیاری کرلیں اور خوشبو وغیرہ لگا کر مغرب کی آذان سے پہلے پہلے تیار ہوکر مسجد آجائیں، اگر اذان کے بعد بھی پہنچ جائیں تو کوئی حرج نہیں، یہ کوئی فرض واجب نہیں، میں صرف آسانی کے لئے عبادت کا طریقہ بتلا رہا ہوں، بہر حال! بہتر یہ ہے کہ آپ مسجد میں اذان سے پہلے پہلے پہنچ جائیں اور آذان ہوتے ہی سمجھ لیں کہ گویا اس رات کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہے، اور آپ مغرب کی نماز بڑے آرام وسکون سے ادا کریں اور نیت کرلیں کہ میں عشاء تک بنیتِ اعتکاف بیٹھوں گا، لہٰذا عشاء تک

نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں، لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عشاء تک اعتکاف کی نیت سے بیٹھنا کوئی اس رات کی خصوصیت نہیں ہے کسی بھی دن یہ نفلی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔

مغرب تا عشاء اعتکاف کی خصوصیت

مغرب تا عشاء اعتکاف کی فضیلت از روئے حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کے بعد عشاء تک کسی بھی دن اعتکاف کرلے اور دورانِ اعتکاف کسی سے بات چیت نہ کرے اور نہ کسی قسم کی دنیا کی بات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم اس رات میں اعتکاف کرلیں کیونکہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، دنیا کی باتوں میں نہ لگیں، فرائض ونوافل ادا کریں، مغرب کی سنتوں کے بعد اوّابین کی چھ رکعتیں پڑھیں بلکہ یہ تو ہر روز پڑھنی چاہئیں۔

اوّابین کی فضیلت

اوّابین کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے اتنے گناہ معاف فرمادیتے ہیں جتنے سمندر کے جھاگ ہیں یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ سے اوّابین کی جہاں چھ رکعتوں کا ثبوت

ہے وہاں بیس رکعت کا بھی ثبوت ہے ، اس لئے کبھی کبھی زندگی میں بیس رکعت بھی پڑھنی چاہئیں ، اس سنت کو کون زندہ کرے گا ؟ آپ ﷺ کی اُمت ہی زندہ کرے گی ، خواتین وحضرات کا کام ہے کہ اس سنت کو بھی زندہ کرلیں ، یہ رات بھی مبارک ہے اور عمل بھی مسنون ہے ، لہٰذا کوشش کریں کہ مغرب کے بعد مسجد ہی میں رہیں اور بجائے چھ رکعت کے بیس رکعت پڑھیں ، اور آرام وسکون سے پڑھیں ، ذرا سی دیر میں عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے گا ، اگر کوئی وقت بچ جائے تو دعا میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ اس رات قبولیتِ دعا کا وقت مغرب سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے درمیان میں وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی دعا مانگتے رہیں یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جائے ، اسی طرح خواتین بھی گھروں میں یہی عمل دہرائیں تو اچھا ہے۔

عشاء کے بعد کے معمولات

عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور معمول کے مطابق سنتیں اور نوافل پڑھیں ، عشاء کی سنتوں کے بعد دو نوافل تو عام ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اگر کوئی چار نفل پڑھ لے تو اس کو تہجد کا ثواب ملتا ہے یہ ایسا نسخہ ہے کہ آدمی بآسانی ساری زندگی تہجد کا ثواب حاصل کرسکتا ہے ، وجہ اسکی یہ ہے کہ تہجد کا

اصل وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے ، تہجد کا اوّل وقت جائز وقت ہے اور شب کا آخر وقت افضل وقت ہے اس لئے بھائی ! اگر آخر اور افضل وقت میں تہجد نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے بعد ابتدائی جائز وقت میں ہی تہجد کی نماز پڑھ لیا کریں ، البتہ اس میں سونا شرط نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ تہجد تو سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھنی چاہئے تہجد کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے ، تہجد رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھنے کا نام ہے ، چاہے ساری رات جاگتا رہا ہو یا سوکر اٹھا ہو ، لہٰذا بھئی ! جب ہم پڑھ کر بھی سو سکتے ہیں تو کیوں نہ تہجد پڑھ کر سوئیں اس سے نفس بھی نہیں پھولے گا کیونکہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے سے آدمی سمجھتا ہے کہ میں بڑا تہجد گذار ہوں اور میں بڑا عبادت گذار ہوں ، یہاں کون اس کو عبادت گذار سمجھے گا ، تو اچھا ہے کہ نفس نہ پھولے جتنا یہ پست ہوگا اتنا ہی اسکا ثواب بڑھے گا۔

تہجد کی رکعتوں کی تعداد

تہجد کیلئے بہتر یہ ہے کہ کم ازکم چار رکعت پڑھیں اور اس کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت پڑھیں اور سب سے افضل اور بہتر درجہ یہ ہے کہ بارہ رکعتیں پڑھیں ، اور مزید اگر ہمت ، قوت ، طاقت اور استطاعت ہو تو

صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ لیں، اس لئے کہ یہ رات بھی مغفرت کی ہے اور یہ نماز بھی باعثِ مغفرت ہے۔

صلوٰۃ التسبیح سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی وجہ سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے اور یہ رات بھی مغفرت کی ہے تو انشاء اللہ یہ سونے پہ سہاگہ ہو جائیگا، ویسے صلوٰۃ التسبیح بعد از مغرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور بارہ بجے سے پہلے بھی، آپ اپنی اپنی سہولت دیکھ لیں میں نے آپ کو ایک مسنون عمل بتایا ہے اس کے بعد دعا بھی کرلیں اور یہ تمام اعمال کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اگر نزدیک کوئی ایسا قبرستان ہو جس میں کوئی میلہ ٹھیلا نہ ہو، جیسا کہ آج کل قبرستانوں کو سجایا جاتا ہے اور وہاں مَردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے، ڈھولک، سارنگی اور قوالی بھی ہوتی ہے، جو کہ سب حرام اور ناجائز کام ہیں، ایسے قبرستان میں جانے سے پرہیز کریں، اس سے بہتر ہے کہ آپ گھروں کو چلے جائیں البتہ جو قبرستان سناٹے والا ہو، اور اس میں ایسی خرافات نہ ہوں اور آپ آسانی سے وہاں جا سکتے ہوں تو رات کو ۱۲ بجے سے پہلے یا ۱۲ بجے کے بعد چند منٹ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

قبرستان کے آداب اور مروّجہ رسمیں

قبرستان جا کر سورہ فاتحہ اور ۱۲ دفعہ قل ھو اللہ پڑھ کر کم از کم تمام مُردوں کو اس کا ثواب بخش دیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کر دیں۔

قبرستان جانا بھی نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ یہ صرف مستحب ہے اور ہر سال قبرستان جانا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے شبِ برأت میں قبرستان جانا زندگی میں صرف ایک یا دو مرتبہ ثابت ہے، جبکہ آپ کی زندگی میں شبِ برأت تئیس مرتبہ آئی۔

میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں نے اس کو فرض و واجب بنا رکھا ہے، انکے ہاں عشاء اور مغرب کی نماز بیشک فوت ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ٹھٹھہ[1] نہ جائے، اس کا ناغہ نہ ہونے پائے، یہ غلط ہے اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہاں انہیں سوائے میلے ٹھیلے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، یاد رکھئے! یہ ناجائز ہے، اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت طریقہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے اختیار کر لیا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

شبِ براءت میں اہلِ خانہ کو عبادت کے لئے آمادہ کریں

پھر گھر جا کر اگر بآسانی ممکن ہو تو اپنے گھر کے افراد کو جمع کریں، سب مل کر سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کی تسبیحات پڑھیں اور

[1] ٹھٹھہ کا قبرستان معروف ہے اور بعض حضرات اس رات میں وہاں جانے کا بہت اہتمام کیا کرتے ہیں۔

درود شریف کی تسبیح پڑھیں بچوں کو بھی پڑھوائیں تا کہ انکی تربیت ہو، ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معمول تھا، وہ بھی ہمیں اس رات میں بٹھایا کرتے اور ذکر کروایا کرتے تھے۔ لیکن اگر سب جمع نہ ہوں، الگ الگ عبادت کریں تب بھی مقصود حاصل ہے، جمع ہونا ضروری نہیں ہے، عبادت میں دل لگانے کے لئے ہے۔

بچوں کو عبادت پر آمادہ کرنے کا طریقہ

چھوٹے بچوں کو عبادت کے لئے آمادہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ انکے لئے کوئی انعام مقرر کر دیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کسی کے لئے ایک روپیہ اور کسی کے لئے دو روپے اور کسی کے لئے پانچ روپے مقرر کر دیں، پھر دیکھیں کہ بچوں میں کیسا جوش آتا ہے اور بوڑھے بھی جوان ہو جائیں گے اور سب ذوق وشوق سے عبادت کریں گے، بچے بھی کروڑوں نیکیاں کمالیں گے بہرحال جب تک طبیعت میں نشاط ہو عبادت میں مصروف رہیں۔

تین جامع دعائیں

اس کے بعد اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی دعا کریں، تین دعائیں بہت ہی جامع ہیں میں بتا دیتا ہوں ان میں جو سب سے جامع دعا ہے وہ قرآن میں ہے۔

پہلی دعا

پہلی دعا یہ ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ .(البقرة: ۲۰۱)

ترجمہ

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بہتری عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا''۔

یہ جامع ترین دعا ہے۔

دوسری دعا

دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! نبی کریم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی جتنی بھلائیاں مانگی ہیں وہ سب آپ ہمیں عطا فرما دیں اور جن جن چیزوں سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے آپ ہمیں ان سب سے پناہ عطا فرما دیں، تمام مخلوقات کی دعاؤں کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو تلقین فرمائی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعائیں حضور ﷺ کی دعاؤں کے اندر ہیں کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی مانگنے والا ہوا ہے، نہ ہوسکتا ہے، جس طرح

آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں ایسے ہی آپ ﷺ دعا مانگنے کے بھی امام ہیں، آپ کی بیشمار دعائیں ہیں، سب دعائیں آپ ﷺ نے مذکورہ دعا میں جمع فرمادی ہیں، یہ بہت ہی جامع دعا ہے، اس میں تمام خوبیاں ہیں اور تمام دعائیں اس کے اندر ہیں۔

تیسری دعا

تیسری دعا ان سب دعاؤں کا خلاصہ ہے اور وہ ہے عافیت کی دعا، یہ لفظ اگرچہ بہت چھوٹا سا ہے لیکن یہ ان ساری دعاؤں کا سردار ہے جیسے الحمدللہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے ان سب کا سردار ہے، اسی طرح جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جاتی ہے لفظ عافیت ان سب کا سردار ہے، ساری مخلوقات مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، آخرت کی خیر مانگے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کی دعا کرے اور ایک آدمی ایک طرف تنہا بیٹھ کر فقط عافیت کی دعا مانگے ، یہ دعا ان سب دعاؤں پہ بھاری ہے۔

یہ تین دعائیں میں نے آپکو بتائی ہیں یہ اوّل وآخر اور درمیان میں کریں اور تہجد پڑھ کر بھی کریں پھر جب نیند آنے لگے تو زبردستی عبادت نہ کریں، اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں انہوں

نے ساری رات جاگنا اپنی رحمت عطا کرنے کیلئے شرط قرار نہیں دیا۔

عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے رات بھر عبادت کا ثواب

جو مغرب کی نماز باجماعت پڑھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ عشاء کی نماز بھی باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے پڑھے گا اور جو عشاء کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ سے پڑھ لیتا ہے از روئے حدیث اس کو آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتا ہے اسکو باقی آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، روزانہ جو آدمی عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھدیا جاتا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ جب عبادت کے دوران نیند آنے لگے تو ایسی صورت میں زبردستی عبادت نہ کریں کیونکہ اب سونا نفع میں ہے، اب سو جانا بہتر ہے، تین ساڑھے تین گھنٹہ سو جائیں اس کے بعد پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جائیں، بچوں کے علاوہ جو سمجھ دار ہوں انکو بھی جگالیں، وہ سب ضروریات اور حاجات سے فارغ ہو کر تہجد میں مشغول ہو جائیں، صلوٰۃ التوبہ پڑھ لیں اور گڑگڑا کر اپنی ساری زندگی کے گناہوں کی معافی مانگیں اور اس کے بعد دل میں جتنی بھی

دعائیں ہیں وہ مانگیں اور پھر کچھ تسبیحات پڑھ لیں، رات کا یہ آخری حصہ بڑا قیمتی ہے، یہ خاص وقت ہے اللہ کی رحمت کا، ویسے تو روزانہ یہ وقت قبولیتِ دعا کا مخصوص وقت ہے، لیکن اب یہ شبِ برأت کا آخری حصہ بھی ہے اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ سے خوب اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، قرضوں کی ادائیگی کی دعا مانگیں اور اپنے لئے حج وعمرہ کی دعا مانگیں، رشتوں کی دعا مانگیں، کاروبار میں برکت کی دعا مانگیں، رمضان کے روزوں کے اندر خیر و برکت کی دعا مانگیں، صحت وعافیت کی دعا مانگیں، دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں مانگ لیں اور یقین رکھیں کہ جو کچھ مانگا ہے وہ سب ہمیں مل گیا، یقین سے مانگو گے تو انشاء اللہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ جو مانگا تھا وہ مل رہا ہے، اسکے بعد پھر سحری کھالیں اور سیدھے مسجد میں آئیں، گھر میں نہ بیٹھیں، کیونکہ سحری کھاتے ہی نیند کا نشہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے گھر بیٹھنے میں خطرہ ہے کہ کہیں نیند کے غلبہ میں جماعت نہ نکل جائے، اس لئے سیدھے مسجد میں آجائیں اور خواتین گھر میں مصلے پر بیٹھ جائیں وہ بھی ذکر اور دعا میں لگی رہیں یہاں تک کہ فجر کی آذان ہوجائے، مرد مسجد میں فجر کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھیں اور خواتین گھر میں اپنے اپنے وقت پر نماز ادا کریں، اس کے بعد اگر نیند نہ آرہی ہو تو اشراق پڑھ کر سو جانا بہتر ہے، اشراق پڑھ کر آپ رات بھر کی نیند پوری کرلیں، یہ رات گزارنے کا طریقہ ہے، انشاء اللہ

اسطرح سے یہ رات قیمتی بن جائے گی اور اس رات کے فضائل وبرکات انشاء اللہ ضرور حاصل ہونگے۔

بچنے کے کام

اب میں ایک دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں وہ تو کرنے کی ہوئیں اور انکی فضیلتیں بھی اوپر بیان ہوگئیں اب میں مختصراً وہ باتیں بتلاؤں گا جن کو اس رات میں کرنا حرام اور ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ نے انکے بارے میں بتلادیا کہ فلاں فلاں گناہ ایسے ہیں جنکی وجہ سے آدمی کی بخشش نہیں ہوتی اور کچھ گناہ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ کی پیداوار ہیں جن سے بچنا بھی ضروری ہے، جو بچے گا وہی اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا، اور جو گناہوں کو کرے گا تو اللہ کی رضا کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔

شبِ براءت میں سات آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی

کئی احادیث کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، چند احادیث میں آیا ہے کہ سات آدمیوں کی اس مبارک رات میں بخشش نہیں ہوتی الّا یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور باز آجائیں اور معافی مانگ لیں تو پھر انکی بھی بخشش ہوجائیگی۔

(۱) مشرک کی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی، سب جانتے ہیں کہ کفر وشرک تو بہت بڑا گناہ ہے، ایسے کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی، ہاں

اگر کافر بھی توبہ کر کے کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے تو اسکی بھی بخشش ہو جائے گی۔

(۲) دوسرے اُس آدمی کی بھی بخشش نہیں ہوتی جو اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ دے اور ان سے قطع تعلقی اور قطع رحمی اختیار کرے۔

قطع تعلقی اور قطع رحمی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اس رات میں بھی قطع تعلقی اختیار کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی، لہٰذا جن کی رشتہ داروں میں لڑائی ہو جاتی ہے اور جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ قطع تعلقی برقرار رکھ کر ہمیشہ کے لئے میل جول نہ چھوڑیں، شریعت میں اسکی گنجائش نہیں۔

اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو تین میں سے ایک کام کرو، اگر اپنی غلطی ہے تو معافی مانگ لو، دوسرے کی غلطی ہے تو بدلہ لے لو یا معاف کر دو، اسکی گنجائش نہیں ہے کہ قطع تعلقی برقرار رکھی جائے، اگر آپ کی غلطی ہے تو بلا تاویل اسکا اعتراف کر لو اور معافی مانگ لو، اور اگر دوسرے کی غلطی ہے تو اگر آپ میں ہمت ہے تو بدلہ لے لو ورنہ معاف کر دو، معاف کرنا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ

اور جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر

اللہ پر ہے۔

معاف کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اجر عطا فرمائیں گے، تو اجر ملنا بہتر ہے یا بدلہ لینا بہتر ہے؟ یقیناً اجر ملنا بہتر ہے، تو بہتری والا کام کیوں نہ کریں اس لئے معاف کرنا بہتر ہے لیکن اگر وہ نہ معاف کرے، نہ معافی مانگے، نہ بدلہ لے، تو پھر یہ شخص گنہگار ہوگا اور اسکا یہ عمل ناجائز ہے، اور لڑائی باقی رکھنا قطع رحمی ہے اور یہ ایسا بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے اس مبارک رات میں آدمی کی بخشش نہیں ہوتی۔

(۳) تیسرے نمبر پر کینہ رکھنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، لڑائی جھگڑے میں عموماً کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں کسی کی برائی چاہے اور اس کو تکلیف پہنچانے کا اپنے اختیار سے منصوبہ بنالے کہ فلاں فلاں نے مجھے فلاں دن ذلیل و رسوا کیا تھا، لہٰذا میں بھی موقع ملتے ہی اس کو رسوا کروں گا، دل میں بدخواہی اور اپنے اختیار سے دل میں دوسرے کی برائی چاہنے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اس کو کینہ کہتے ہیں، یہ حرام اور ناجائز ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے کہ اس رات میں اس کی بخشش نہ ہوگی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

کینہ کا علاج

کینہ کا علاج بھی وہی ہے جو باتیں میں نے ابھی اس سے پہلے

بیان کی ہیں کہ یا تو اسکو معاف کردو یا اس سے معافی مانگ لو یا بدلہ لے لو اور اپنا اپنا دل صاف کرلو، اپنے دلوں کو صاف کرنا ضروری ہے، سابقہ طرز کا میل جول رکھنا ضروری نہیں ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر وہ آدمی ہے جو اپنی شلوار ٹخنے سے نیچے رکھتا ہو اور اس نے اس کی عادت بنا رکھی ہو، یہ بھی معاشرہ کا سنگین گناہ ہے، بچے سے لیکر بوڑھے تک ۹۹ فیصد ہر مسلمان مرد اس گناہ میں مبتلا ہے پینٹ پتلون تو ہوتی ہی ٹخنے سے نیچے ہے، اس کو کون اوپر رکھتا ہے، شلوار بھی عموماً ٹخنے سے نیچے ہوتی ہے اور جو تہبند باندھتے ہیں تو وہ بھی ٹخنوں سے نیچے باندھتے ہیں، یہ ہمارے دین میں کبیرہ گناہ ہے اور جب تک آدمی کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اس کو برابر اس کا گناہ ملتا رہتا ہے اور آخرت میں اس کا عذاب یہ ہے کہ پورے کے پورے ٹخنے جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے، حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ

''تہبند (اور شلوار) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا''۔(مشکوٰۃ)

اور دنیا میں اسکا دوسرا وبال اور عذاب یہ ہے کہ شبِ براءت جیسی

مبارک رات میں بھی اسکی بخشش نہیں ہوتی، اسکی ایک وجہ یہ کہ ٹخنے چھپانا ہمیشہ سے کافروں کا طریقہ چلا آیا ہے جبکہ نبیوں کا طریقہ عبادت ہوتا ہے، کافروں کا طریقہ گناہ کرنا ہوتا ہے، حضور ﷺ کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں جتنے بھی کافر تھے وہ سب آپکی جان کے دشمن تھے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، اس سے بڑی دشمنی انکی کیا ہوگی کہ حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور ہجرت کرنے پر مجبور کردیا، ہر لحاظ سے آپ کو ستایا، پریشان کیا، مکہ کے ان کفاروں کا یہ فیشن تھا کہ جو جتنا بڑا کافر اور سردار ہوتا تھا اتنا بڑا اس کا تہبند زمین پر گھسٹتا تھا اور بڑے آدمی کا تہبند بھی زیادہ زمین پر گھسٹتا تھا، یہ مشرکین کا طریقہ تھا، جبکہ نبیِ اکرم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ کا تہبند آدھی پنڈلی پر ہوتا تھا، یہ بہتر طریقہ ہے ورنہ آدھی پنڈلی سے نیچے کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر اوپر رہے، ٹخنے چھپنے نہ پائیں، ٹخنے چھپانے کی شرعاً گنجائش نہیں کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا قصہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے چودہ سو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لائے، آپ اور آپکے صحابہ مکہ سے باہر ٹھہر گئے، اہلِ مکہ کو اپنی آمد سے مطلع کرنے اور مذاکرات

کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ میں اپنے رشتہ دار بھی تھے اور بہت سی جائیداد بھی تھی اور اپنا گھر بھی تھا لیکن آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا چکے تھے، مکہ میں آپؓ اپنے چچا زاد بھائی کے یہاں ٹھہر گئے، رات انکے ہاں گزاری، صبح جب سردارانِ قریش سے مذاکرات کیلئے نکلے تو انکا تہبند سنت کے مطابق آدھی پنڈلیوں تک تھا، آپکے چچا زاد بھائی نے آپ سے یہ کہا کہ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ تہبند ٹخنوں سے نیچے کرلیں لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آدھی پنڈلی تک نہ رکھیں ذرا سا نیچے کریں، وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ مکہ کے بڑے بڑے سردار ہیں اور تمہیں تو سرداروں کی عادت و روایت اور طریقہ کا پتہ ہے، اگر وہ تمہارے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا دیکھیں گے تو تمہارا مذاق اڑائیں گے، اس لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ ذرا سی دیر کیلئے تہبند ٹخنوں سے نیچے نہیں بلکہ صرف آدھی پندلی سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر کرلیجئے تاکہ تمہارے مذاکرات کامیاب ہوں اور تھوڑا سا بھرم ہمارا اور ہمارے خاندان کا بھی رہ جائے اور یہ اس لئے بھی تاکہ تمہاری بات میں وزن پیدا ہو، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے عشق میں سرشار تھے انہوں نے فوراً جواب دیا کہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام، وہ میرا مذاق اڑائیں یا عزت کریں، میں اپنے محبوب ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا، میں

یہاں مذاکرات کی کامیابی کی ضمانت لے کر نہیں آیا، میں اپنے آقا کا نمائندہ بن کر آیا ہوں، میرے سر سے پیر تک جو بھی چیز ہے وہ میرے آقا کی سیرت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہونی چاہئے اور رہی عزت سو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ. (المنفقون: ۸)

اور عزت صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول کا فرمانبردار ہوگا اسکو عزت ملے گی، ان کا راستہ چھوڑ کر عزت نہیں ملے گی، چاہے یہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام ہوں، یہ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے اور نہ میں ان کی خاطر اپنے محبوب کی سنت کو چھوڑ سکتا ہوں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی جواب تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ چودہ سو سال پہلے کفار مکہ اور دشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی شلواروں اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھا کرتے تھے اور چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے تہبند پنڈلیوں تک بلند رکھتے تھے، انکے تہبند ٹخنوں سے اونچے ہوتے تھے، تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنا کفارِ مکہ اور سردارانِ قریش کا طریقہ تھا اور آج کے دور میں انگریز کا فیشن دیکھ لیجئے، وہ بھی یہی ہے، ہمارے مسلمان

بچوں اور مَردوں نے جو آج کل پینٹ پتلون پہن رکھی ہے کیا یہ مسلمانوں کا لباس ہے؟ ہرگز نہیں یہ لباس مردود وملعون قوم انگریز کا ہے، اور بے غیرتی کے ساتھ ہم نے اسے قبول کرلیا ہے، غیرتِ ایمانی ہماری رخصت ہوگئی ہے اس لئے ہم نے بدترین قوم کا لباس اختیار کررکھا ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یعنی آج کے یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں اور ہم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انکے پیچھے چل رہے ہیں، انکی غلامی کررہے ہیں، ان کا لباس عام پہنا جارہا ہے حالانکہ پینٹ پتلون کو تو کافروں کا لباس سمجھتے ہوئے معیوب سمجھنا چاہئے تھا، نہ یہ کہ اسکو اپنے جسم پر چڑھائیں، ہماری غیرت ہی رخصت ہوگئی آج بھی ہمارا جو سب سے بڑا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے، مسلمانوں کا دشمن ہے، پاکستان کا دشمن ہے، اسکا لباس یہی پینٹ پتلون ہے جو آج مسلمانوں نے لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت یا بے غیرتی کے ساتھ زیبِ تن کرلیا ہے، پاکستان کا قومی لباس کیا اچھا نہیں ہے؟ اگر کچھ غیرتِ قومی ہوتی تو قومی لباس پہنتے۔

بہرحال! ٹخنوں سے نیچے خواہ پینٹ ہو یا پتلون یا شلوار کا کپڑا، یہ ایسا گناہ ہے کہ اگر یہ گناہ نماز میں ہو تو نماز قبول نہیں ہوتی اور جب تک آدمی

کے ٹخنے چھپے رہتے ہیں وہ برابر گناہ گار رہتا ہے، لہٰذا مَردوں کو چاہئے کہ اپنے ٹخنے ہمیشہ کھلے رکھیں، مسجد میں بھی، نماز میں بھی، گھر میں بھی، بازار میں بھی، آفس میں بھی، تقریب وتفریح میں بھی، ہر حال میں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف نماز کے لئے ہے، ہرگز نہیں بلکہ نماز اور نماز کے بعد ہر صورت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث ذکر کی گئی ہے، اس میں حالتِ نماز اور غیر حالتِ نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں خواتین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ٹخنے چھپاکے رکھیں۔

(۵) نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ انتہائی تاکید کے ساتھ ہم سے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (اوقول الزور).

ترجمہ

’’سنو! میں تمہیں بڑے گناہوں میں بڑے گناہ بتاتا

ہوں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانہ۔

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(۳) جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات کہنا۔''

(مسلم:۸۷)

نیز قرآن کریم میں جا بجا اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف ترغیب دی ہے، بلکہ اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ اس لئے جو لوگ والدین کی نافرمانی میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ بڑی سخت اور سنگین وعید ہے کہ اس مبارک رات میں بھی ان کے گناہوں کی مغفرت نہیں ہوتی، لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے والدین سے معافی مانگیں، اپنے قول وفعل سے ان کو راضی کریں اور جائز امور میں ان کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کریں۔

(۶) چھٹے نمبر پر شرابی انسان ہے، یعنی جو شراب پینے کا عادی ہو، اس رات اس کی بھی بخشش نہیں ہوتی، شراب نوشی شریعت میں حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی واضح الفاظ میں اس کی حرمت ارشاد فرمائی ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ.

(أخرجه مسلم:۲۰۰۳)

ترجمہ

''ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور شراب حرام ہے''۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا أَنْ يَّتُوْبَ. (أخرجه البخاري: ۵۵۷۵، ومسلم: ۲۰۰۳)

ترجمہ

''جو آدمی دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرلے''۔

(۷) ساتویں نمبر پر اس رات جس کی بخشش نہیں ہوتی وہ وہ انسان ہے جو ناحق کسی مسلمانوں کا خون بہاتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''۱۰/ذی الحجہ ۹ھ'' کو بمقام منیٰ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا. (أخرجه مسلم: ۱۶۷۹)

ترجمہ

''بلاشبہ تمہارے خون، تمہارے مال ومتاع، اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے ہی محترم ہیں، جیسے آج کا یہ دن، جیسے

تمہارا یہ شہر، اور جیسے یہ مہینہ محترم ہے‘‘۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة فى الدماء.

(أخرجه البخارى: ۶۵۳۳، و مسلم: ۱۶۷۸)

ترجمہ

’’قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلا فیصلہ ’’خون‘‘ کے متعلق ہوگا‘‘۔

یہ سات گناہ وہ ہیں جن کے کرنے والے انسانوں کی بخشش اس شبِ مغفرت میں بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ ان سات گناہوں سمیت تمام گناہوں سے سچے دل سے گڑگڑا کر توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں، اور جو کرنے والے کام ابھی بیان ہوئے ہیں وہ کریں اور جو نہ کرنے والے کا بیان ہوئے ہیں ان سے مکمل اجتناب کریں، تاکہ اس رات ہماری بھی مغفرت ہوجائے، ہمیں اللہ پاک کی خوشنودی اور حقیقی رضا حاصل ہوجائے، اور ہم دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہوجائیں، اللہ پاک ہم سب کو توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

اللہ

خطباتِ فقیر



معیت الٰہی

فضائل سیدنا صدیق اکبرؓ

علمائے دیوبند کا تاریخی پس منظر

اصلاحی باتیں

برکت یا کثرت

حفاظت قرآن

تائید غیبی

خوف خدا

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

فضائل
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں سب سے پہلے اس عمارت پر پڑتی ہیں جو سب سے بلند و بالا ہوتی ہے اسی طرح جب نبوت کا سورج طلوع ہوا تو اس کی پہلی کرنیں اس ہستی پر پڑیں جو امت میں سب سے بلند و بالا تھی وہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ذات تھی

فضائل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ○ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

صادقین سے مراد:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ اور سچوں کے ساتھ رہو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ صادقین سے مراد مشائخ صوفیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حکم دے رہے ہیں کہ ہم ایسے صاحب نسبت لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔

صادقین کا دوام:

آج دنیا کہتی ہے کہ جنید اور بایزید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تو اب نہیں ہیں۔ سچے آدمی تو ملتے نہیں، کیا کریں؟ یہ بات غور طلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادیا کہ اے ایمان والو! تم سچوں کی صحبت اختیار کرو، تو یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ اس لئے جب تک ایمان والے موجود رہیں گے تب تک صادقین بھی موجود رہیں گے۔ یہ ہو ہی نہیں ہوسکتا کہ صادقین ختم ہو جائیں اور

قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت ناقابل عمل ہو جائے۔ اگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت تک قرآن مجید قابل عمل کتاب ہے تو ہمیں یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہئے کہ صادقین کی جماعت بھی ہر دور اور ہر زمانے میں رہے گی۔

صادقین کی تلاش:

البتہ صادقین کی جماعت تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اسے ڈھونڈنا ہماری ذمہ داری ہے۔ دنیا کے معاملات میں ہم کتنی چیزوں کو ڈھونڈتے ہیں جب کہ یہ تو ہمارا اللہ رب العزت سے تعلق کا معاملہ ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اس معاملہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اور اگر زندگی میں کوئی ایسا آدمی مل جائے تو اس کی صحبت کو کیمیائے احمر کی مانند سمجھیں کیونکہ ان بزرگوں کی نظر تریاق ہوتی ہے اور ان کی توجہ میں دل کی شفا ہوتی ہے۔

برکت ہی برکت:

نسبت ایک نور ہے۔ وہ نور جب کسی کے سینے میں داخل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سراپا برکت بنا دیتے ہیں۔ اس کے دیکھنے میں برکت، بولنے میں برکت، اس کے عمل میں برکت، اس کے فیصلے میں برکت، اور وہ جہاں بیٹھتے ہیں اس جگہ پر برکتیں آ جاتی ہیں۔ بلکہ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو سراپا تبرک بن جاتے ہیں۔ وہ جس شہر سے گزر جائیں وہاں ان کی برکتیں اثر انداز ہو جاتی ہیں۔

برکت کے حصول کی ایک شرط:

ان برکتوں کو حاصل کرنے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ انسان ان صاحب نسبت لوگوں کے ساتھ محبت پیدا کرے۔ جتنی محبت راسخ ہوگی اتنا ہی فیض کا اجرا جلدی

ہو گا۔ جتنا تعلق مضبوط سے اضبط ہو گا اتنا ہی یہ برقی رو جلدی دوڑے گی۔ اور کبھی کبھی تو ایک لحہ کی توجہ بھی بندے کی زندگی کا مقصد پورا کر دیتی ہے۔ لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہوتا ہے۔

مادے سے پار دیکھنے والی نگاہیں:

اللہ والے اپنی مرضی سے توجہ نہیں ڈالتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں باتیں ڈالتے ہیں۔ خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں توجہ دوں تو ایک ہی لحہ میں پورے مجمع کو تڑپا کے رکھ دوں مگر اوپر سے مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ رب العزت ان کو بصیرت دے دیتے ہیں اور ان کی نگاہیں مادے سے پار دیکھتی ہیں۔

تکبیر تحریمہ سے پہلے بیت اللہ کی زیارت:

خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہاں علما کا پندرہ روزہ تربیتی پروگرام تھا۔ ایک عالم نے ان سے سوال کیا کہ حضرت! میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ جب بھی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اقامت ہو جاتی ہے مگر آپ جلدی نیت نہیں باندھتے، تھوڑا سا ٹھہر کر نیت باندھتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ آپ لوگ تو علما ہیں، آپ کی توجہ الی اللہ کی کیفیت ہر وقت بنی رہتی ہے مگر میں تو فقیر آدمی ہوں، نماز پڑھانے کے لئے مصلے پر کھڑا ہوتا ہوں تو جب تک مجھے سامنے بیت اللہ نظر نہیں آتا میں اس وقت تک نماز کی نیت نہیں باندھا کرتا۔ جن کو نسبت کا نور نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایسی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک دعا:

یہ وہ نعمت ہے جس کے بارے میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ اے اللہ! ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسے کہ وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو چیزوں کی حقیقت دکھا دیتے ہیں اور ان کے سامنے انسان کے دل بھی کھل جاتے ہیں۔ وہ انسانوں کے دلوں کو یوں پڑھ رہے ہوتے ہیں جیسے ہم کھلی ہوئی کتاب کو پڑھتے ہیں۔

لعنت ایسے پیر پر:

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کراچی میں تھے۔ ایک صاحب ان کو وہاں ملنے کے لئے آئے۔ کسی دوسرے آدمی نے کہا، حضرت! یہ شخص دل میں دنیا لے کر آپ کے پاس آیا ہے۔ حضرت نے جب اس کی یہ بات سنی تو اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے پیر پر جس کے پاس کوئی مرید آئے اور اسے پتہ بھی نہ چلے کہ یہ کس مقصد کے لئے آیا ہے۔

ایک ذاتی واقعہ:

یہ عاجز ایک مرتبہ ایک عالم کو لے کر حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چکوال حاضر ہوا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اتنے بڑے عالم میرے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ میں ان کے بارے میں حضرت کو کچھ بتا دوں۔ چنانچہ ہم جیسے ہی حضرت سے ملے، میں نے عرض کیا، حضرت! یہ ایک بڑے عالم ہیں جو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت فرمانے لگے ''چپ کر میں اسے پہلے ہی پڑھ چکا ہوں''۔

حضرت نے یہ الفاظ مسجد میں کھڑے ہو کر ارشاد فرمائے۔

دلوں کے جاسوس:

اللہ والے جواسیس القلوب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال ان پر کھول دیتے ہیں۔ اس لئے بندہ جب ان کی صحبت میں بیٹھے تو اپنے دل کو سنبھال کر بیٹھے۔ کہتے ہیں کہ جب کسی حاکم کی صحبت میں بیٹھو تو اپنی نگاہوں کو سنجال کر بیٹھو، کیونکہ حاکم کے علاوہ ادھر ادھر دیکھو گے تو وہ اپنا ڈنڈا چلائے گا اور اپنا اختیار استعمال کرے گا۔ اگر علما کی صحبت میں بیٹھو تو اپنی زبان کو سنبھال کر بیٹھو، اس لئے کہ اگر کوئی لفظ آگے پیچھے ہو گیا تو مفتی حضرات فتویٰ لگا دیں گے اور اگر اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے دلوں کو سنبھال کر بیٹھو۔

سپردگی اور شفقت:

دل متوجہ ہوں تو توجہ بھی ان پر اثر کرتی ہے۔ اس لئے جب بھی آدمی اپنے شیخ کی محفل میں بیٹھے ہمہ تن متوجہ ہو کر بیٹھے۔ ایک طرف سے محبت اور سپردگی ہو، دوسری طرف سے شفقت اور عنایت ہو تو اللہ تعالیٰ بندے کا کام بنا دیا کرتے ہیں۔ اس لئے شیخ کے ساتھ محبت کی نسبت کو اور زیادہ مضبوط کیجئے۔

سلسلہ ءنقشبندیہ کی وجہ تسمیہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نسبت اتحادی نصیب تھی۔ ہمارا یہ سلسلہ ءنقشبندیہ صدیقی نسبت رکھنے والا ہے۔ اس سلسلہ کا نام ابتدا میں ''صدیقیہ سلسلہ'' تھا۔ لیکن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس سلسلہ کا نام ''سلسلہ نقشبندیہ'' مشہور ہو گیا۔ کیونکہ ان کے بارے

میں آتا ہے کہ جب وہ سالکین کے دلوں پر اللہ اللہ کی ضرب لگاتے تھے تو کَادَ یُنَقِّشُ اِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی قُلُوْبِ السَّالِکِیْن وہ سالکین کے دلوں پر اللہ کا نام نقش کر دیتے تھے۔

صدیقیؓ نسبت ایک مضبوط نسبت:

نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کمالات ولایت سب سے زیادہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حاصل کیے اور کمالات نبوت سب سے زیادہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حاصل کیے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ میں سے سب سے زیادہ مضبوط نسبت حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تھی۔ ان کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اتنا تعلق تھا کہ اگر ان کے حالات زندگی کو پڑھا جائے تو بالکل ایک جیسے حالات نظر آتے ہیں۔ آج اس محفل میں بات کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آپ کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہماری نسبت صدیقی نسبت ہے جو کہ ایک مضبوط ترین نسبت ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے تمام کمالات صدیق اکبرؓ کے سینے میں منتقل ہوئے اور ان کے سینے سے قیامت تک یہ مشائخ کے سینوں میں منتقل ہوتے رہیں گے۔

نسبت اور خلافت:

نسبت کو تمنا بنا کر مانگنا عبادت ہے کیونکہ نسبت حاصل ہو جانے سے انسان کی عبادت کی کیفیت میں حضوری آجاتی ہے۔ نماز بہتر ہو جاتی ہے، تلاوت قرآن کی کیفیت بہتر ہو جاتی ہے، غفلت ختم ہو جاتی ہے، اور معصیت سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ خلافت کی تمنا دل میں رکھنا تصوف کی دنیا میں شرک کہلاتا ہے۔ خلافت کامل جانا کوئی اور چیز ہے۔ وہ تو ایک انتظامی امور کی بات ہے

اور نسبت کے حصول کی تمنا رکھنا اور چیز ہے۔ اس لئے یہ تمنا دل میں ہو کہ اے اللہ! ہمیں نور نسبت عطا فرما تا کہ ہم اپنی عبادت میں یکسوئی اور حضوری پیدا کر سکیں اور ہماری زندگی سے معصیت ختم ہو جائے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی فضیلت کی اصل وجہ:

اس نسبت کی عظمت ہر وقت دل پر حاوی رہنی چاہئے کہ یہ صدیقی نسبت ہے۔ جو کیفیت سیدنا صدیق اکبرؓ کے قلب مبارک کی تھی وہی منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔ ان کی اہلیہ فرماتی تھیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو دوسروں پر فضیلت نماز اور روزوں کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ دل کے اس درد اور غم کی وجہ سے تھی جو اللہ نے ان کو عطا کر دیا تھا۔

فضائل ومناقب

اب سیدنا صدیق اکبرؓ کے چند فضائل آپ کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں تا کہ ان کی محبت دل میں بیٹھ جائے اور یہ واضح ہو جائے کہ یہ کتنی عظیم نسبت ہے جو ہمارے مشائخ کے ذریعے سے منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے۔

بلا تامل قبول اسلام:

- سیدنا صدیق اکبرؓ وہ صحابی ہیں جنہوں نے بغیر تذبذب کے نبی علیہ السلام پر ایمان قبول فرما لیا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے، نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نے جس پر بھی ایمان کو پیش کیا ہر ایک نے کچھ سوچ و بچار کیا سوائے ابو بکر کے کہ جیسے ہی میں نے اس پر اسلام کو پیش کیا اس نے بغیر تذبذب

کے اسلام کو قبول کر لیا۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اسلام کو پیش کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ میں مشورہ کروں گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مرنے مارنے پر تل گئے تھے۔ یہ شان صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی کہ انہوں نے بغیر تذبذب کے اسلام قبول کر لیا۔ اور پھر ان کی وجہ سے کئی جلیل القدر صحابہ نے اسلام قبول کیا۔ جن میں سے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، ورسعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اب سوچیے کہ کتنی بابرکت نسبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی وجہ سے اسلام قبول کرنے والے بن گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی خوبی:

محترم جماعت! جب تاریخ بن جاتی ہے تو پھر تو دشمن بھی مان لیا کرتے ہیں، لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ انسان تاریخ بننے سے پہلے اس کو تسلیم کر لے۔ آج تو آپ کو ایسے ہندو بھی ملیں گے جنہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان مین نعتیں کہیں، ایسے سکھ بھی ملیں گے جنہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کتابیں لکھیں، بلکہ اب تو ساری دنیا مانتی ہے۔ لیکن جب نبی علیہ السلام نے نبوت کا اظہار فرمایا تھا اس وقت ابھی تاریخ نہیں بنی تھی۔ جنہوں نے اس وقت بغیر پس و پیش کے اس کو قبول کر لیا اللہ کے نزدیک وہ ہستیاں بڑی عظیم تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ کو اس وقت مان لیا تھا جب کہ ابھی تاریخ نہیں بنی تھی۔

امت میں بلند و بالا ہستی:

جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں سب سے پہلے اس عمارت پر پڑتی

ہیں جو سب سے بلند و بالا ہوتی ہے اسی طرح جب نبوت کا سورج طلوع ہوا تو اس کی پہلی کرنیں اس ہستی پر پڑیں جو امت میں سب سے بلند و بالا تھی۔ وہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی ذات تھی۔

عشق رسول ﷺ اور صدیق اکبرؓ:

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ حرم شریف میں تھے۔ کفار نے آ کر نبی علیہ الصلوۃ و السلام کو ایذا پہنچانی شروع کر دی۔ ایک کافر کہیں باہر نکلا۔ اس نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیکھا اور کہنے لگا۔ اَدْرِکْ صَاحِبَکْ کہ تو اپنے دوست کا خیال کر کہ اس کو تو کفار ایذا پہنچا رہے ہیں۔ آپ بھاگے ہوئے مسجد میں پہنچے اور مجمع کو چیر کر اندر گئے اور فرمانے لگے۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہ کیا تم اس ہستی کو مارنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔ اب کافروں نے نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ان کو مارنا شروع کر دیا۔ روایات میں آیا ہے کہ صدیق اکبرؓ زبان سے صرف اتنا کہہ رہے تھے تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام کفار نے اتنا مارا کہ بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ان کے قبیلے کے لوگ وہاں پہنچے اور ان کو اٹھا کر گھر لے آئے۔۔ بہت دیر تک ہوش میں نہ آئے، رات گزر گئی۔

جب ہوش میں آئے تو والدہ نے کہا، بیٹا! کچھ کھا لو۔ اس وقت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی والدہ سے پوچھا، اماں! مجھے یہ بتاؤ کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کس حال میں ہیں؟ اس نے کہا، بیٹے! تیرا اپنا یہ حال ہے کہ جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے، تم اب بھی پوچھ رہے ہو کہ ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہاں! جب تک مجھے ان کے حال کا پتہ نہیں چلے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ ان کی والدہ نے

کہا کہ مجھے تو نہیں پتہ کہ وہ کس حال میں ہیں ۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ام جمیلؓ کا نام بتایا اور فرمایا کہ ان کے پاس جائیے وہ آپ کو بتائیں گی ۔ چنانچہ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی علیہ السلام دارارقم میں ہیں ۔ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا پتہ چلا تو سیدنا صدیق اکبرؓ اپنی والدہ کے ساتھ دارارقم پہنچے ۔ روایت میں آیا ہے کہ جب صدیق اکبرؓ دارارقم پہنچے تو صدیق اکبرؓ کی اس کیفیت کو دیکھ کر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ابوبکر کا بوسہ لیا اور اس کے بعد سب صحابہ کرامؓ نے صدیق اکبرؓ کا بوسہ لیا ۔ سبحان اللہ ۔

حضرت امیر حمزہؓ کا قبول اسلام:

جس دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ ایذا دی گئی اس کے بعد اسی دن حضرت امیر حمزہؓ ایمان لے آئے ۔ چنانچہ کتابوں میں علما نے لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا مانگی تو عمر ابن الخطابؓ ایمان لے آئے اور ادھر ابوبکرؓ نے قربانی دی تو حضرت امیر حمزہؓ ایمان لے آئے ۔ ان کی قربانی بھی کتنی عظیم قربانی تھی کہ جس کی وجہ سے ایک جلیل القدر ہستی ایمان لے آئی ۔

جنت کی خوشخبری:

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام تشریف فرما تھے ۔ آپ ﷺ نے پوچھا، آج روزہ دار کون ہے؟ صحابہ کے پورے مجمع سے ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا، آج جنازے کے پیچھے کون چلا؟ اس پر بھی ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے ۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچھا، آج محتاج کو کھانا کس نے کھلایا؟ اس کے جواب میں بھی ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے ۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا، آج بیمار کی عیادت کس نے کی؟ اس

پر بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ جب چاروں مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے اندر یہ چار اوصاف موجود ہوں میں اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔

فضائل صدیقی رضی اللہ عنہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک سو اکیاسی (181) احادیث موجود ہیں اور اٹھاسی (88) احادیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں کے فضائل میں موجود ہیں، سترہ (17) احادیث ایسی ہیں جن میں خلفا ثلاثہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر ہے۔ اور چودہ احادیث ایسی ہیں جن میں خلفائے اربعہ کے فضائل موجود ہیں۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل کس قدر بیان ہوئے ہیں۔

لفظ ''ابوبکر'' کی لغوی تحقیق:

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ''ابوبکر'' بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر میدان میں دوسروں سے آگے کر دیا۔ وہ کیسے؟ طلبا جانتے ہیں کہ جس لفظ کا مادہ ب، ک، ر، ہو یعنی فا کلمہ، ع کلمہ، اور ل کلمہ ب، ک، ر ہو تو اس مادہ سے جو لفظ بنتا ہے اس کا ترجمہ ''سب سے پہلی چیز'' بنتا ہے۔ مثال کے طور پر بکرۃ، کل صبح، گویا دن کا پہلا حصہ۔ اسی طرح بکور اس پھل کو کہتے ہیں جو موسم کا پہلا پہلا پھل ہو۔ باکرہ کنواری لڑکی کو کہتے ہیں جس نے خاوند نہ دیکھا اور شادی ہو کر پہلی مرتبہ خاوند کے پاس آئے۔ تو ب۔ ک، ر جس لفظ کا مادہ ہو وہ اپنے میدان میں سب سے آگے ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے ''

ابو بکر'' رکھوایا لہٰذا ہر میدان میں دوسروں سے آگے رہے۔

اوّلیات صدیقیؓ:

دیکھیے، مردوں میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے، اس میں بھی وہ اوّل۔ قرآن مجید کا نام انہوں نے سب سے پہلے ''مصحف'' رکھا۔ اس میں بھی وہ سب سے اوّل۔ آپؓ خلیفہ راشد بنے، اس میں بھی سب سے اوّل۔ انہوں نے سب سے پہلے خلافت کا ولی عہد متعین کیا، اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کا لقب عتیق پڑا، اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کو لقب ''صدیق'' ملا اس میں بھی سب سے اوّل، انہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا اس میں بھی سب سے اوّل، ان کو اپنے باپ کی زندگی میں خلافت ملی اس میں بھی سب سے اوّل، انہوں نے بیت المال قائم کیا اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کا لقب خلیفۃ الرسول بنا اس میں بھی سب سے اوّل۔ اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ میری امت میں سے صدیق اکبرؓ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بھی سب سے اوّل۔ ان کو ''اوّلیات صدیقی'' کہا جاتا ہے۔

سفر ہجرت کی چند جھلکیاں

• ان کے ہجرت کے سفر کے بھی چند نکات سن لیجئے۔ آپ حضرات گوش ہوش سے سنئے گا۔

در صدیقؓ پر آمد رسول ﷺ:

ہجرت کا سفر جب ہونا تھا تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام صدیق اکبرؓ کے گھر

پہنچے۔ پہلے دو پہر کے وقت تشریف لائے اور پورے سفر کی تیاری کر لی گئی۔ پھر واپس تشریف لے گئے اور سفر پر روانہ ہونے کے لئے رات کو تشریف لائے۔ جب رات کو تشریف لائے تو ابھی دروازے پر تشریف لا کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ معمولی سی آہٹ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً باہر نکل آئے۔ پوچھا، ابوبکر! تم جاگ رہے تھے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! جی ہاں جاگ رہا تھا۔ پوچھا، کیا تم سوئے نہیں؟ عرض کیا، جی نہیں سویا۔ پوچھا، ابوبکر! کیوں نہیں سوئے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے یہ خیال رہا کہ آپ تشریف لائیں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور میں سویا ہوا ہوں، آپ کو انتظار میں چند لمحے کھڑا ہونا پڑے، اس خیال کے آنے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نیند ہی نہیں آئی، میں آپ کی راہ تکتا رہا۔

تخلیہ نبوی ﷺ:

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، مجھے تخلیہ کی ضرورت ہے۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میری دو بیٹیاں ہیں اور اہل خانہ ہیں ان کے علاوہ گھر میں اور کوئی نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، بہت اچھا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، سفر کی تیاری کرو۔ سامان میں سے کسی چیز کو باندھنے کی ضرورت تھی۔ آپ کی بڑی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دوپٹہ تھا۔ انہوں نے کپڑے کے دو ٹکڑے کر دیئے اور ایک میں سامان باندھ دیا اور دوسرا اپنے سر پر لے لیا۔

غار ثور میں خدمت نبوی ﷺ:

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کے سب لوگوں کے ذمے کام

لگائے۔ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم سارا دن قریش مکہ کی باتیں سننا اور ہمیں رات کے وقت غار ثور میں آ کر حالات بتا دینا، بیوی سے کہا کہ گھر میں کھانا بنا دینا، اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم چھوٹی ہو، تم یہ کھانا ہمیں غار ثور میں پہنچا دینا، اور اپنے غلام سے کہا کہ تم بکریاں چرانے کے بہانے ہمیں دودھ پلا جانا۔ گویا پورے گھرانے کو ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کے لئے مشغول کر دیا اور خود بھی ساتھ چلے گئے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سمجھداری:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار درہم و دینار تھے جن میں سے پانچ ہزار بچ گئے تھے، جاتے ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ بھی ساتھ لے گئے کہ ممکن ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی بھی ضرورت پیش آ جائے۔ جب وہ سب رقم لے کر چلے گئے تو ان کے بعد ان کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے پوچھا، ابو بکر کہاں ہے؟ جواب ملا کہ وہ تو سفر پر چلے گئے۔ وہ پریشان ہو گئے کہ پتہ نہیں کہ وہ گھر میں کچھ چھوڑ کر بھی گئے ہیں یا نہیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بڑی سمجھدار تھیں۔ انہوں نے کپڑے میں بہت سے پتھر بھر دیئے اور اپنے دادا کے سامنے رکھ کر کہا دادا جان! اس کپڑے میں کتنا کچھ ہے جو پیچھے چھوڑ چھوڑ گئے ہیں۔ وہ آنکھوں سے نابینا تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے اوپر سے ہاتھ لگایا تو انہیں کوئی سخت چیز محسوس ہوئی۔ وہ سمجھے کہ اس میں مال پیسہ ہے۔ کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں اگر وہ سفر پر چلے گئے ہیں تو ہمارے لئے بھی تو کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بچوں کے ایمان کو بھی اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ انہوں نے اپنے دادا کو تسلی دے دی اور یہ کہہ دیا کہ اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہمارے ابو سفر پر

گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے پیچھے ضائع نہیں فرمائیں گے۔

استقامت ہو تو ایسی:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو پہلے دن کھانا پہنچا آئیں۔ جب دوسرے دن پہنچانے کے لئے گئیں تو روایت میں آیا ہے کہ ان کے ماتھے پر زخم تھا اور کچھ مغموم سی تھیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا تو پوچھا، اسماء! آج مجھے تم پریشان اور غم زدہ نظر آتی ہو۔ جب آپ ﷺ نے پوچھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ پوچھا، اسماء! کیا بات ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! کل جب میں آپ کو کھانا دے کر واپس گئی تو راستے میں ابو جہل مل گیا۔ اس نے مجھے پکڑ لیا۔ کہنے لگا، ابو بکر کی بیٹی! تجھے پتہ ہو گا کہ تیرے والد کہاں ہیں اور تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ میں نے جواب میں کہہ دیا کہ ہاں مجھے پتہ ہے۔ وہ کہنے لگا، مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا میں نہیں بتاؤں گی۔ اس نے مجھے دھمکایا، ڈرایا اور کہنے لگا کہ اگر تم نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں بہت ماروں گا، سخت سزا دوں گا۔ میں نے کہا، میں ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ! اس نے مجھے یک دم زوردار تھپڑ لگایا تو میں نیچے گری؛ پتھر پر میری پیشانی لگی، اس میں سے خون نکل آیا اور میری آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے، پھر اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور کہا کہ بتا ورنہ تجھے اور ماروں گا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے اسے کہا، ابو جہل! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین:

یہ وہ وقت تھا جب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابو بکر! میں نے دنیا میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ شب براءت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا ط واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيراً كثيراً .

اما بعد !

فاعوذبالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (الذاريات:۵۶،۵۷،۵۸)

(صدق الله العظيم)

میرے قابلِ احترام بزرگو! اس وقت آپ کی خدمت میں اس مہینے میں آنے والی مبارک رات جسے شب براءت کہتے ہیں اور جو ۱۵/ شعبان کی رات ہوتی ہے، اس کے فضائل کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ خلاصہ میں دو باتیں آئیں گی کچھ باتیں وہ ہیں جو کرنے کی ہوں گی اور کچھ باتیں ایسی ہوں گی جن کا تعلق نہ کرنے سے ہوگا، اور زیادہ تر یہی باتیں ہوں گی جو نہ کرنے کی ہوں گی، ہمیں ابھی سے عمل کی بات پر عمل کرنے کی نیت کر لینی چاہئے اور اس نیت سے سننا اور بیٹھنا چاہئے کہ جو باتیں کرنے کی بتائی جائیں گی حسبِ استطاعت، حسبِ قوت اور حسبِ فرصت انشا اللہ ہم ان کو کریں اور جو باتیں بچنے اور نہ کرنے کی ہیں اور گناہ کی ہیں ان سے ہم مکمل طور پر بچیں گے، اگر پہلے سے وہ گناہ اور وہ کام ہم سے ہو رہے ہیں تو ان سے ابھی سے توبہ کر کے اُٹھیں، اور اگر پہلے نہیں کئے ہیں تو یہ نیت کر لیں کہ ہم آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تا زندگی نہیں کریں گے۔

ہمارے دین میں یہی دو قسم کی باتیں ہیں کہ فلاں فلاں کام کرو اور فلاں کاموں سے بچو، دونوں قسم کی باتوں پر عمل کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، یہ نہیں کہ کرنے کی چند باتوں پر تو عمل کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی ڈوبا رہے، ایسا شخص کامل مؤمن نہیں ہے اور ہمیں کامل

مؤمن بننا چاہئے اور کامل مؤمن بننے کیلئے دونوں پر عمل کرنیکی ضرورت ہے ،کرنے کی باتوں کو کرے اور بچنے کی باتوں سے بچے، غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔

پانچ راتوں کی فضیلت

یہ مبارک رات جو آرہی ہے ،معمولی نہیں ہے بڑی عظیم الشان رات ہے ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سال کے اندر پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان پانچ راتوں میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کے واجب ہونے کا فیصلہ لکھ دیتے ہیں ۔(الأصبهاني، الترغيب و الترهيب)

مؤمن کی زندگی کا مقصد چار باتیں ہیں

یہ بات آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا خلاصہ اور اس کی زندگی کا مقصود اصلی چار چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

(۲) جنت کا نصیب ہونا

(۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا

(۴) جہنم سے آزادی حاصل کرنا

ان چار کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے اندر بھیجا ہے اور ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ چار باتیں کریں۔ مرنے سے پہلے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق بن جائے ۔اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرے اس طرح ان چاروں باتوں کو حاصل کرے اور ان چار باتوں کو حاصل کرنا چوبیس گھنٹے ہمارے اختیار میں ہے جس طرح کھانا ،پینا ہمارے اختیار میں ہے ایسے ہی ان چاروں کو حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے، اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن کاموں کو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہم بجا لائیں اور حسبِ موقع ان کو انجام دیتے رہیں جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ اور استغفار کرکے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے، کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے اور کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے، اس کا تدارک یہ ہے کہ جہاں غلطی ہو جائے فوراً توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ بچنے کی پوری کوشش کرے۔ بہرحال ! ہر جگہ ہر کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ،کھانے کے اندر بھی ، پینے کے اندر بھی ،سونے اور اٹھنے کے اندر بھی ،کاروبار کے اندر بھی ، ملازمت اور

زراعت کے اندر بھی، تجارت، صنعت وحرفت کے اندر بھی، غرض ہر جگہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام سے بچو، مومن کا ایمان ہر وقت اس سے یہی کہتا ہے کہ اے مومن! دیکھ! یہ گناہ ہے اس سے بچ، اور یہ نیکی ہے اس کو کر اور بجالا، نیکی مت چھوڑ اور بدی کے قریب مت جا، نیز اللہ نے ہر عمل کے بدلہ کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ فلاں کام کرو گے تو تم جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور فلاں کام کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے، وہ کام سارے گناہ ہی گناہ ہیں، حرام اور ناجائز کام ہیں، ہر گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے، نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ.

ترجمہ

''بیشک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے، اور بیشک جھوٹ گناہ ہے اور گناہ (آدمی کو) جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ)

فضائل شبِ براءت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس رات کے بارے میں دو باتیں عرض کرونگا، کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ بچنے کی ہیں، کرنے کی باتیں اللہ کی رضا کا باعث ہیں اور جو گناہ کی باتیں ہیں وہ سب اللہ کے غضب کا باعث ہیں اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان سے بچنا ضروری ہے سال کی پانچ راتوں میں سے یہ شب براءت بھی ایسی مبارک رات ہے کہ اگر کوئی اس رات میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح شریعت میں ہے، اور اُس طرح نہ کرے جیسے یہاں رائج ہے، اس طرح عبادت کرے جیسی عبادت سنت سے ثابت ہے، اُس طرح نہ کرے جس کا ہمارے ماحول و معاشرہ میں رواج ہے، تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ایسے عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت کا مستحق بنا دیں گے۔

پانچ راتوں کی عبادت، اور جنت کی ضمانت

ان پانچ راتوں میں سے ایک رات تو یہی شبِ براءت ہے، دوسری شب قدر ہے، تیسری عید الفطر کی رات، چوتھی بقرعید کی رات اور پانچویں ۹ ذی الحجہ کی رات ہے، افسوس! ہم نہ عید کی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، نہ بقرعید کی رات میں جاگتے ہیں، ان راتوں کو تو یونہی

بازاروں کے اندر گھوم پھر کر ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دو راتیں بھی بڑی مبارک ہیں، اس میں بھی آدمی کو کچھ نہ کچھ جاگنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، گناہوں سے بچنا چاہئے، سال میں یہ پانچ راتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی اپنی عبادت سے ان کو زندہ رکھے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی ہونے کا پروانہ ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔

شبِ براءت کی دوسری فضیلت

اس رات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کے اندر بڑے اہم اہم فیصلے فرماتے ہیں، وہ اہم فیصلے اس طرح سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس دنیا کے اندر ہونا تھا اور ہر انسان کے ساتھ ہونا تھا اللہ پاک نے وہ سب انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ دنیا بنے گی اس میں اتنے انسان ہونگے، اور اتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں فلاں کام کریں گے، اللہ پاک نے ان سب کی پوری تفصیل اور پوری کفیت لوحِ محفوظ میں تحریر فرما دی، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

شبِ براءت میں سال بھر کے امور کا فیصلہ

سال بھر میں جو کچھ دنیا میں ہونا ہے اور جس جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے وہ اگرچہ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن شبِ برأت میں اللہ پاک لوحِ محفوظ سے نقل کروا کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ ان امور کو سرانجام دیں جو انہیں لکھ کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پندرھویں شعبان کے اندر یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور اسے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے اب اس کا نام مُردوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا اور وہ یہاں کاروبار کر رہا ہے، کھا پی رہا ہے، سو رہا ہے، جاگ رہا ہے، چل پھر رہا ہے اور سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے، اسی طرح اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ ہونا ہے، کسی کا کاروبار فیل ہوتا ہے، کسی کا کاروبار چمکتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے، کسی کو طلاق ہوتی ہے، کسی کے اولاد ہوتی ہے، یا کسی کو تنزلی کا شکار ہونا ہے، کسی کو عزت ملنی ہے یا کسی نے ذلیل ورسوا ہونا ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں اور ہر کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ اہم فیصلے ہیں جو اس رات لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں کہ تم ان کو انجام دو۔

شبِ براءت میں دعا کی قبولیت

ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی رحمت رکھی ہے کہ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ ہر رات رات کے تہائی حصہ میں اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اس وقت جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و مناجات کرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے اللہ پاک اس کی مناجات اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

روزانہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں

چوبیس گھنٹے میں دو وقت ایسے خاص ہیں کہ اگر اس وقت کوئی دل سے دعا مانگے تو اللہ پاک اس کی دعا رد نہیں فرماتے ایک رات کے آخری حصہ کی دعا اور ایک فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا یعنی جب امام سلام پھیر دے اسوقت اگر کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح رات کے تہائی حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

مصائب کے آنے اور دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ ہمیں قبولیتِ دعا کا موقعہ عطا فرماتے ہیں اور ہر رات کے آخری حصہ میں یہ دولت ہمیں عطا فرماتے ہیں، ہماری نالائقی ہے کہ فرضوں کے بعد بھی ہم دعا میں توجہ اور دھیان نہیں دیتے جس کے ہم بے انتہا محتاج ہیں، ہم میں سے ہر آدمی پریشان ہے، ہر آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہے، ہر آدمی کے ذہن میں بڑے بڑے افکار ہیں اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے سکون کی زندگی ملے اور میری ساری پریشانیاں دور ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دور کرنے کے لئے دن کے پانچ اوقات میں قبولیتِ دعا کا اعلان فرمایا ہے، لیکن ہم نے غفلت اور بے دھیانی میں انہیں گنوا رکھا ہے اور سلام پھیرتے ہی طوطے کی طرح رٹے رٹائے دعا کے چند کلمات پڑھے اور اُٹھ کر چل دیئے، اُٹھک بیٹھک کی طرح نماز پڑھی اور بھاگ لئے اور رہا رات کے آخری حصہ کی دعا کی قبولیت کا وقت؟ سو وہ خراٹوں اور نیند کی کروٹوں میں گزر جاتا ہے حالانکہ پہلے مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ نماز کے لئے دنیا کے سارے کام چھوڑ کر انتہائی آرام وسکون اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، یہی مطالبہ آج بھی ہم سے ہمارے دین وایمان کا ہے وہ لوگ دعا خوب توجہ اور دھیان سے مانگتے تھے اور تہجد میں اٹھنے کا عام معمول تھا، مسلمانوں

کے کسی محلّہ سے گزر ہوتا تو کہیں سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی اور کہیں سے ذکر کی آواز آتی، کہیں سے دعا میں رونے کی آواز آتی، کیا خوب کہا کسی نے ؎

شب کی آہیں نہ رہیں قلب کے نالے نہ رہے

نہ رونے والا سینہ رہا نہ آہیں کھینچنے والے دل رہے، وہ سب رخصت ہوگئے، رات ٹی وی دیکھنے یا نیند کے خراٹوں میں گزار دی، اور نمازِ فجر قضا کر کے پڑھی، تو بتایئے ایسی صورت میں دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے؟

دعا کی قبولیت کے لئے دو شرطیں

قبولیتِ دعا کے لئے دو شرطیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبولیتِ دعا کی پہلی شرط

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا پینا حلال کا ہو۔

جس آدمی کا کھانا پینا حلال کا نہیں ہوگا اس کی دعا نہ شبِ قدر میں قبول ہوگی، نہ شبِ عید و بقرعید میں قبول ہوگی، نہ رمضان میں قبول ہو گی، کیونکہ حلال کھانا قبولیتِ دعا کے لئے شرط ہے جیسے نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے کوئی شخص بغیر وضو کے کتنی ہی پیاری نماز پڑھے اور کتنے ہی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے اس کی نماز درست نہیں ہوگی ایسے ہی جس نے

حرام کھایا ہوگا یا پیا ہوگا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی جب بھی وہ دعا کرتے ہیں انکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ایک باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور دوسرے مسافر کی دعا کہ یہ بھی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری حدیث ہے کہ ایک آدمی کا بڑے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھی غبار آلود ہیں، سر کے بال بھی غبار آلود اور پراگندہ ہیں، ایسی خاکساری کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سا منے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یا رب یا رب کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر دعائیں کرتا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے تو فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ الدُّعَاءُ اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دعا جس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، یہ بھی تب قبول ہوتی ہے جب وہ حلال کھائے اور حرام سے بچے۔

حرام آمدنی کی مختلف صورتیں

آج حرام خوری کا بڑا دروازہ کھلا ہوا ہے، سودی بینکوں کے اندر لوگ جو فکسڈ ڈپازٹ رکھتے ہیں اس کے اندر بنام نفع جو کچھ بھی وصول کرتے

ہیں وہ خالص سود ہوتا ہے، اصل رقم سے زائد جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود ہوتی ہے، انعامی بانڈز کے اندر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی خالص سود ہوتی ہے اسی طرح انشورنس کے اندر جمع کرائی گئی اصل رقم سے جتنی زائد رقم ملتی ہے وہ سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح رشوت لینے دینے کا ہمارے یہاں عام رواج ہے اور پگڑی سسٹم بھی ہمارے یہاں بہت عام ہے جس میں رسید بدلوائی اور پگڑی کی رقم حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

دیکھئے! معاملات وغیرہ کی کتنی صورتیں ہیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں، یہ ہمارے معاشرے میں عام ہیں جبکہ یہ سب حرام خوری کے دروازے ہیں اور یہ سب سودخوری کے دروازے ہیں، جب آدمی حرام کھائے گا، حرام پیئے گا، اور حرام آمدنی سے لباس پہنے گا تو نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ اس کا حج قبول ہوگا، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اس کی دعا قبول ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام کا ایک لقمہ حلق سے نیچے اتارا اور وہ لقمۂ حرام اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو چالیس دن تک اس کے نہ فرض قبول ہوں گے، نہ نفل قبول ہوں گے اور نہ دعا قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کی دوسری شرط

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے دعا کرے یعنی وہ ہمہ تن دعا میں متوجہ ہو، اس کا دماغ اور اس کا ذہن اس کے سب اعضاء پوری طرح اس طرح متوجہ ہوں کہ وہ اللہ کا محتاجِ محض ہے، اور دل میں یہ بات ہو کہ میں اس سے عرض کر رہا ہوں اور وہ میری دعا ضرور قبول کریں گے، اگر اس یقین کے ساتھ پوری توجہ، انہماک اور دھیان سے دعا کی جائے اور اس کے ساتھ پہلی شرط کا بھی لحاظ رکھا جائے تو اس کی دعا انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کا مطلب اور غلط فہمی کا ازالہ

دعا کی قبولیت کا مطلب بھی ذرا سمجھ لیں ہم دعا کی قبولیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ ملے، اگر وہ مل گیا تو سمجھو دعا قبول ہوگئی اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو گویا دعا قبول ہی نہیں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کی تین صورتیں

ہماری شریعت میں دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل ہو جائے، اگر تین میں سے کوئی ایک چیز مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے بعینہ وہی چیز انسان کو

مل جائے،مثال کے طور پر کاروبار مانگ رہے ہیں کاروبار چمک جائے، ملازمت مانگ رہے ہیں ملازمت مل جائے، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے رشتہ مل جائے،غرض! مطلوبہ چیز کامل جانا قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے یہ ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، حادثہ، پریشانی یا سانحہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا، جو ہمارے ساتھ ہونے والا تھا اس دعا کی بدولت اللہ جل شانہ اس کو دور فرمادیتے ہیں، بعض مرتبہ آدمی چھوٹی سی بیماری سے شفاء کی دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے آپریشن سے اس کی جان بچادیتے ہیں، یہ بھی دعا کی قبولیت کی ایک صورت ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کردیتے ہیں یعنی بندہ جو دعا مانگتا ہے اسکی مراد دنیا میں بظاہر پوری نہیں ہوتی تاہم اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر قبولیت کی مہر لگا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج کردیتے ہیں، جب آخرت کا دن آئے گا اللہ پاک اس وقت اس کا اجر وثواب بندہ کو عطا فرمائیں گے کیونکہ دنیا کی زندگی تو بہرحال گزر جاتی ہے آدمی اس میں جیسے تیسے گزارہ کرلے گا لیکن آخرت میں وہ ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور دعا کی بدولت آخرت کی

نعمتیں عطا فرمائیں گے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہاں ان کو بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ حیران ہوں گے کہ ہم تو اتنے نیک نہیں تھے اور یہ اتنی نعمتیں اللہ پاک نے ہمیں کیسے عطا فرمادیں، ہماری کونسی نیکی کا یہ بدلہ ہیں؟ فرشتے جواب میں کہیں گے کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں جو دعائیں تمہاری قبول نہیں ہوتی تھیں وہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہاں ذخیرہ کررکھی ہیں، آج ان کے بدلے یہ محلات مل رہے ہیں، یہ باغات مل رہے ہیں، یہ نہریں مل رہی ہیں، یہ چمن مل رہے ہیں، یہ سب تمہاری ان دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو دنیا میں قبول نہیں ہوئیں، یہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کاش ہماری ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی، وہاں لیکر کیا کیا؟ یہاں ملتا تو سب سے بہتر تھا اس لئے کہ وہاں جو ملا وہ فنا ہوگیا جبکہ یہاں کی نعمت تو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

بہرحال! دعا کی قبولیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا میں تو مراد نہیں ملتی لیکن آخرت میں اس کے بدلہ نعمتیں ملتی ہیں۔

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

اب اصل بات سنو! جب ہم ذکر کردہ دوشرطوں کے ساتھ دعا کریں گے تو اگر ہماری تقدیر میں کوئی ضرر اور نقصان لکھا ہوگا، کوئی خسارہ لکھا

ہوگا، کوئی حادثہ یا کوئی مصیبت لکھی ہوگی، کوئی پریشانی یا نقصان لکھا ہوگا، کوئی آفت لکھی ہوگی، تو دعا ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے ایک طرف تو لوحِ محفوظ سے سال بھر میں پیش آنیوالے واقعات و حادثات نقل کروائے جارہے ہیں، اور دوسری طرف دعا کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے بلکہ خصوصیت سے کھولا جارہا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ عام دنوں میں تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے لیکن اس رات میں قبولیت کا دروازہ مغرب کے بعد سے کھل جاتا ہے اور صبح صادق تک برابر کھلا رہتا ہے نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ ساری رات فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے روزی مانگنے والا کہ ہم اس کو روزی دیں، کوئی ہے عافیت مانگنے والا کہ ہم اس کو عافیت دیں، کوئی ہے ہم سے اولاد مانگنے والا کہ ہم اس کو اولاد دیں، کوئی ہے رشتہ مانگنے والا کہ ہم اس کو رشتہ دیں، کوئی ہے عزت مانگنے والا کہ ہم اس کو عزت دیں، اس طرح کے اعلانات مغرب سے لے کر صبح صادق تک برابر ہوتے رہتے ہیں۔

کتنی بڑی رحمت اور کتنی بڑی فضیلت اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی تقدیر بھی بدلوا سکتے ہیں اور دعائیں مانگ مانگ کر ہم اپنی مصیبتیں ٹلوا سکتے ہیں ہماری قسمت میں اگر خیر نہیں ہے اور عزت نہیں ہے، عافیت نہیں ہے، صحت نہیں ہے اور خیر نہیں تو آج کی شب دعا مانگ

مانگ کر خیر لکھوالو، وہ اعلان کر رہے ہیں بس آپ کے مانگنے کی دیر ہے، اُدھر سے قبولیت میں دیر نہیں ہے، مگر انہی دو شرطوں کے ساتھ دعا قبول ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، نیز قبولیت کے وہ تین معنی بھی ذہن میں رہنے چاہئیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

شبِ براءت میں بندگانِ خدا کی جہنم سے آزادی

اس مبارک رات کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری رات میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار نہیں، لاکھ دو لاکھ نہیں، کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرماتے ہیں، اس کی مثال حدیث میں یوں دی گئی ہے کہ عرب میں بنو کلب ایک قبیلہ تھا ان کے یہاں بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو کلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان بالوں کی تعداد سے زیادہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ سے بری فرماتے ہیں لہٰذا یہ رات مغفرت کی بھی ہے، اس لئے اس رات میں بخشش بھی مانگنی چاہئے، مغفرت بھی مانگنی چاہئے، اور یوں دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! میری، میرے والدین، میرے دادا دادی اور میری ساس وسسر اور اوپر تک جتنے مسلمان گزر چکے ہیں ان سب کی

اوران کی نسل میں جتنے مسلمان وفات پا چکے ہیں انکی اور جو آئندہ آئیں گے ان سب کی بخشش فرمادے اس کے بعد پھر یوں کہیں کہ یا اللہ! حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مسلمان اس دنیا سے جاچکے اور جتنے موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آئیں گے، مرد ہوں یا عورت، انسان ہوں یا جنات، ان سب کی مغفرت فرما، ان سب کی بخشش فرما اور سب کے درجات بلند فرما اور سب کو دوزخ سے بری فرما، بھئی! اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ مرنے والے کو بھی ان سب کا ثواب دیدیں، اس کا ثواب معلوم ہے کہ کتنا ہے؟ جتنے انسانوں کے لئے ہم نے دعا کی ہے اتنے انسانوں کے ساتھ ہم نے نیکی کی ہے، کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کر دینا، ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں تو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے اربوں کھربوں نیکیاں اسی لمحہ آپ کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ درج ہو جائیں گی، بلکہ اگر کوئی خوش نصیب انسان یہ معمول بنالے، روزانہ پچیس مرتبہ یا ستائیس مرتبہ یہ دعا کر لیا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ

''اے اللہ! تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں، تمام

مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے''۔

اور نیت یہ ہو کہ سارے مسلمان مرد اور ساری مسلمان عورتیں، انسان و جنات کی مغفرت ہو جائے یہ چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کم از کم پچیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے، یعنی اس کا پہلا انعام تو یہ ہوگا کہ یہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنا رزق پانے کا ذریعہ ہے

دوسروں کے لئے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں داخل فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت اور جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جن کے طفیل دوسروں کو روزی ملتی ہے کیا خود انہیں نہیں ملے گی؟ نہیں نہیں، بلکہ انہیں پہلے ملے گی اور اس کے طفیل دوسروں کو بھی ملے گی، اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

لفظ ''روزی'' کا مفہوم

شریعت اور دین میں جب روزی کا لفظ آتا ہے اس سے صرف دال روٹی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت مراد

ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت غیب سے پوری فرمائیں گے، بلکہ اس کے ذریعے اوروں کو بھی رزق دیں گے اور ان کی تمام ضروریات وحاجات پوری فرمائیں گے، یہ بڑی عظیم دعا ہے اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے والدین اور اہل وعیال کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو کل مومنین اور کل مومنات اور کل مسلمین وکل مسلمات کے لئے بھی دعا کرنا نہ بھولیں، اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور ان کا بھی فائدہ ہے۔

شبِ براءت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

چوتھی بات یہ ہے کہ اس مبارک رات کے اندر شریعت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں جس کا جس عبادت میں زیادہ دل لگے سنت کے مطابق اس کو انجام دے، جس کا تلاوت میں دل لگے وہ تلاوت کرتا رہے، جس کا ذکر میں دل لگے وہ ذکر کرتا رہے، جس کا دعا میں دل لگے وہ دعا کرتا رہے، جس کا نفلوں میں دل لگے وہ نفل پڑھتا رہے، جس کی قضا نمازیں رہتی ہوں وہ قضا نمازیں پڑھتا رہے، یہ بھی عبادت ہے، جس کا صدقہ دینے کو دل چاہے وہ صدقہ دیتا رہے۔

الغرض! شریعت میں اس رات کی کوئی خاص عبادت مخصوص اور

مقرر نہیں۔

شبِ براءت کی عبادت کے لئے پھیلائے گئے اشتہارات کی حیثیت

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اس رات میں آپ کو اشتہارات تقسیم ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس بھی کوئی نہ کوئی اشتہار پہنچ جائے جس میں مختلف مقاصد کے لئے خاص خاص طریقوں سے نوافل پڑھنے کا طریقہ لکھا ہوگا، اور ان کے بڑے بڑے فضائل درج ہوں گے، وہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، نہ ان کی یہ فضیلت ثابت ہے، نہ ان کا یہ طریقہ ثابت ہے، سنت کے مطابق ہم جس طرح روزمرہ نفلیں پڑھتے ہیں اسی طرح اس رات میں بھی نفلیں پڑھنی چاہئیں، لیکن جو نمازیں ہم روزمرہ پڑھتے ہیں اکثر ''تو چل میں آیا'' والی اُٹھک بیٹھک ہوتی ہے، اس طرح کی نماز تو روزمرہ میں بھی ناجائز ہے، ہم بجائے سو نفلوں کے صرف دو نفل پڑھیں لیکن وہ دو نفل ایسی پڑھیں کہ گویا وہ زندگی کی آخری دو رکعتیں ہیں، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گی اُن ایک ہزار رکعت سے جو بغیر خشوع وخضوع کے جلدی جلدی اُلٹی سیدھی ادا کی گئی ہوں، اس لئے بیشک کم نوافل پڑھیں لیکن بڑے آرام، اطمینان اور سکون سے ادا کریں۔

شبِ براءت گزارنے کا طریقہ

اب میں آپ کو یہ رات گزارنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ ہم اس رات کو کیسے گزاریں، یہ طریقہ مسنون یا ضروری نہیں ہے، تجربہ سے نافع اور مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ ۱۴؍شعبان کو صبح اشراق کے بعد خوب نیند کرلیں اس نیت سے کہ رات کو ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگ سکیں، اور دن بھر کام کاج بھی زیادہ محنت والا نہ کریں اور ظہر کے بعد قیلولہ کریں یعنی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد گھنٹہ پون گھنٹہ لیٹ جائیں، نیند نہ آئے تب بھی لیٹ جائیں، قیلولہ سے عجیب وغریب طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور عصر کے بعد اگر غسل کرکے نئے کپڑے پہن لیں تو بہت اچھی بات ہے، جیسے جمعہ کی تیاری کرتے ہیں ویسی ہی تیاری کرلیں اور خوشبو وغیرہ لگا کر مغرب کی آذان سے پہلے پہلے تیار ہوکر مسجد آجائیں، اگر اذان کے بعد بھی پہنچ جائیں تو کوئی حرج نہیں، یہ کوئی فرض واجب نہیں، میں صرف آسانی کے لئے عبادت کا طریقہ بتلارہا ہوں، بہر حال! بہتر یہ ہے کہ آپ مسجد میں اذان سے پہلے پہلے پہنچ جائیں اور آذان ہوتے ہی سمجھ لیں کہ گویا اس رات کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہے، اور آپ مغرب کی نماز بڑے آرام وسکون سے ادا کریں اور نیت کرلیں کہ میں عشاء تک بنیتِ اعتکاف بیٹھوں گا، لہٰذا عشاء تک

نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں، لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عشاء تک اعتکاف کی نیت سے بیٹھنا کوئی اس رات کی خصوصیت نہیں ہے کسی بھی دن یہ نفلی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔

مغرب تا عشاء اعتکاف کی خصوصیت

مغرب تا عشاء اعتکاف کی فضیلت از روئے حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کے بعد عشاء تک کسی بھی دن اعتکاف کرلے اور دورانِ اعتکاف کسی سے بات چیت نہ کرے اور نہ کسی قسم کی دنیا کی بات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنادیتے ہیں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم اس رات میں اعتکاف کرلیں کیونکہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، دنیا کی باتوں میں نہ لگیں، فرائض ونوافل ادا کریں، مغرب کی سنتوں کے بعد اوّابین کی چھ رکعتیں پڑھیں بلکہ یہ تو ہر روز پڑھنی چاہئیں۔

اوّابین کی فضیلت

اوّابین کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے اتنے گناہ معاف فرمادیتے ہیں جتنے سمندر کے جھاگ ہیں یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ سے اوّابین کی جہاں چھ رکعتوں کا ثبوت

ہے وہاں بیس رکعت کا بھی ثبوت ہے ، اس لئے کبھی کبھی زندگی میں بیس رکعت بھی پڑھنی چاہئیں، اس سنت کو کون زندہ کرے گا ؟ آپ ﷺ کی اُمت ہی زندہ کرے گی ،خواتین وحضرات کا کام ہے کہ اس سنت کو بھی زندہ کرلیں، یہ رات بھی مبارک ہے اور عمل بھی مسنون ہے ، لہٰذا کوشش کریں کہ مغرب کے بعد مسجد ہی میں رہیں اور بجائے چھ رکعت کے بیس رکعت پڑھیں ، اور آرام وسکون سے پڑھیں، ذرا سی دیر میں عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے گا، اگر کوئی وقت بچ جائے تو دعا میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ اس رات قبولیتِ دعا کا وقت مغرب سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے درمیان میں وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی دعا مانگتے رہیں یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جائے ، اسی طرح خواتین بھی گھروں میں یہی عمل دہرائیں تو اچھا ہے۔

عشاء کے بعد کے معمولات

عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور معمول کے مطابق سنتیں اور نوافل پڑھیں، عشاء کی سنتوں کے بعد دو نوافل تو عام ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اگر کوئی چار نفل پڑھ لے تو اس کو تہجد کا ثواب ملتا ہے یہ ایسا نسخہ ہے کہ آدمی بآسانی ساری زندگی تہجد کا ثواب حاصل کرسکتا ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ تہجد کا

اصل وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے، تہجد کا اوّل وقت جائز وقت ہے اور شب کا آخر وقت افضل وقت ہے اس لئے بھائی ! اگر آخر اور افضل وقت میں تہجد نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے بعد ابتدائی جائز وقت میں ہی تہجد کی نماز پڑھ لیا کریں، البتہ اس میں سونا شرط نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ تہجد تو سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھنی چاہئے تہجد کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے ، تہجد رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھنے کا نام ہے، چاہے ساری رات جاگتا رہا ہو یا سو کر اٹھا ہو، لہٰذا بھئی ! جب ہم پڑھ کر بھی سو سکتے ہیں تو کیوں نہ تہجد پڑھ کر سوئیں اس سے نفس بھی نہیں پھولے گا کیونکہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے سے آدمی سمجھتا ہے کہ میں بڑا تہجد گذار ہوں اور میں بڑا عبادت گذار ہوں ، یہاں کون اس کو عبادت گذار سمجھے گا، تو اچھا ہے کہ نفس نہ پھولے جتنا یہ پست ہوگا اتنا ہی اسکا ثواب بڑھے گا۔

تہجد کی رکعتوں کی تعداد

تہجد کیلئے بہتر یہ ہے کہ کم از کم چار رکعت پڑھیں اور اس کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت پڑھیں اور سب سے افضل اور بہتر درجہ یہ ہے کہ بارہ رکعتیں پڑھیں ، اور مزید اگر ہمت ،قوت ،طاقت اور استطاعت ہو تو

صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ لیں، اس لئے کہ یہ رات بھی مغفرت کی ہے اور یہ نماز بھی باعثِ مغفرت ہے۔

صلوٰۃ التسبیح سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی وجہ سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے اور یہ رات بھی مغفرت کی ہے تو انشاء اللہ یہ سونے پہ سہاگہ ہو جائیگا، ویسے صلوٰۃ التسبیح بعد از مغرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور بارہ بجے سے پہلے بھی، آپ اپنی اپنی سہولت دیکھ لیں میں نے آپ کو ایک مسنون عمل بتایا ہے اس کے بعد دعا بھی کر لیں اور یہ تمام اعمال کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اگر نزدیک کوئی ایسا قبرستان ہو جس میں کوئی میلہ ٹھیلا نہ ہو، جیسا کہ آج کل قبرستانوں کو سجایا جاتا ہے اور وہاں مَردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے، ڈھولک، سارنگی اور قوالی بھی ہوتی ہے، جو کہ سب حرام اور ناجائز کام ہیں، ایسے قبرستان میں جانے سے پرہیز کریں، اس سے بہتر ہے کہ آپ گھروں کو چلے جائیں البتہ جو قبرستان سناٹے والا ہو، اور اس میں ایسی خرافات نہ ہوں اور آپ آسانی سے وہاں جا سکتے ہوں تو رات کو ۱۲ بجے سے پہلے یا ۱۲ بجے کے بعد چند منٹ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

قبرستان کے آداب اور مروّجہ رسمیں

قبرستان جا کر سورہ فاتحہ اور ۱۲ دفعہ قل ھو اللّٰہ پڑھ کر کم از کم تمام مُردوں کو اس کا ثواب بخش دیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کر دیں۔

قبرستان جانا بھی نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ یہ صرف مستحب ہے اور ہر سال قبرستان جانا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے شبِ برأت میں قبرستان جانا زندگی میں صرف ایک یا دو مرتبہ ثابت ہے، جبکہ آپ کی زندگی میں شبِ برأت تیئس مرتبہ آئی۔

میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں نے اس کو فرض و واجب بنا رکھا ہے، انکے ہاں عشاء اور مغرب کی نماز بیشک فوت ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ٹھٹھہ[1] نہ جائے، اس کا ناغہ نہ ہونے پائے، یہ غلط ہے اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہاں انہیں سوائے میلے ٹھیلے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، یاد رکھئے! یہ ناجائز ہے، اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت طریقہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے اختیار کر لیا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

شبِ براءت میں اہلِ خانہ کو عبادت کے لئے آمادہ کریں

پھر گھر جا کر اگر بآسانی ممکن ہو تو اپنے گھر کے افراد کو جمع کریں، سب مل کر سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ اکبر کی تسبیحات پڑھیں اور

۱؎ ٹھٹھہ کا قبرستان معروف ہے اور بعض حضرات اس رات میں وہاں جانے کا بہت اہتمام کیا کرتے ہیں۔

درود شریف کی تسبیح پڑھیں بچوں کو بھی پڑھوائیں تاکہ انکی تربیت ہو، ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معمول تھا، وہ بھی ہمیں اس رات میں بٹھایا کرتے اور ذکر کروایا کرتے تھے۔لیکن اگر سب جمع نہ ہوں، الگ الگ عبادت کریں تب بھی مقصود حاصل ہے، جمع ہونا ضروری نہیں ہے، عبادت میں دل لگانے کے لئے ہے۔

بچوں کو عبادت پر آمادہ کرنے کا طریقہ

چھوٹے بچوں کو عبادت کے لئے آمادہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ انکے لئے کوئی انعام مقرر کر دیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کسی کے لئے ایک روپیہ اور کسی کے لئے دو روپے اور کسی کے لئے پانچ روپے مقرر کر دیں، پھر دیکھیں کہ بچوں میں کیسا جوش آتا ہے اور بوڑھے بھی جوان ہو جائیں گے اور سب ذوق وشوق سے عبادت کریں گے، بچے بھی کروڑوں نیکیاں کما لیں گے بہر حال جب تک طبیعت میں نشاط ہو عبادت میں مصروف رہیں۔

تین جامع دعائیں

اس کے بعد اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی دعا کریں، تین دعائیں بہت ہی جامع ہیں میں بتا دیتا ہوں ان میں جو سب سے جامع دعا ہے وہ قرآن میں ہے۔

پہلی دعا

پہلی دعا یہ ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (البقرة: ۲۰۱)

ترجمہ

’’اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بہتری عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا‘‘۔

یہ جامع ترین دعا ہے۔

دوسری دعا

دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! نبیؐ کریم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی جتنی بھلائیاں مانگی ہیں وہ سب آپ ہمیں عطا فرما دیں اور جن جن چیزوں سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے آپ ہمیں ان سب سے پناہ عطا فرما دیں، تمام مخلوقات کی دعاؤں کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو تلقین فرمائی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعائیں حضور ﷺ کی دعاؤں کے اندر ہیں کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی مانگنے والا ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے، جس طرح

آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں ایسے ہی آپ ﷺ دعا مانگنے کے بھی امام ہیں، آپ کی بیشمار دعائیں ہیں، سب دعائیں آپ ﷺ نے مذکورہ دعا میں جمع فرمادی ہیں، یہ بہت ہی جامع دعا ہے، اس میں تمام خوبیاں ہیں اور تمام دعائیں اس کے اندر ہیں۔

تیسری دعا

تیسری دعا ان سب دعاؤں کا خلاصہ ہے اور وہ ہے عافیت کی دعا، یہ لفظ اگرچہ بہت چھوٹا سا ہے لیکن یہ ان ساری دعاؤں کا سردار ہے جیسے الحمداللہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کا شکرادا ہوتا ہے ان سب کا سردار ہے، اسی طرح جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جاتی ہے لفظ عافیت ان سب کا سردار ہے، ساری مخلوقات مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، آخرت کی خیر مانگے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کی دعا کرے اور ایک آدمی ایک طرف تنہا بیٹھ کر فقط عافیت کی دعا مانگے، یہ دعا ان سب دعاؤں پہ بھاری ہے۔

یہ تین دعائیں میں نے آپکو بتائی ہیں یہ اوّل وآخر اور درمیان میں کریں اور تہجد پڑھ کر بھی کریں پھر جب نیند آنے لگے تو زبردستی عبادت نہ کریں، اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں انہوں

نے ساری رات جاگنا اپنی رحمت عطا کرنے کیلئے شرط قرار نہیں دیا۔

عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے رات بھر عبادت کا ثواب

جو مغرب کی نماز باجماعت پڑھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ عشاء کی نماز بھی باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے پڑھے گا اور جو عشاء کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ سے پڑھ لیتا ہے از روئے حدیث اس کو آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتا ہے اسکو باقی آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، روزانہ جو آدمی عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھدیا جاتا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ جب عبادت کے دوران نیند آنے لگے تو ایسی صورت میں زبردستی عبادت نہ کریں کیونکہ اب سونا نفع میں ہے، اب سوجانا بہتر ہے، تین ساڑھے تین گھنٹہ سو جائیں اس کے بعد پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جائیں، بچوں کے علاوہ جو سمجھ دار ہوں انکو بھی جگالیں، وہ سب ضروریات اور حاجات سے فارغ ہو کر تہجد میں مشغول ہو جائیں، صلوٰۃ التوبہ پڑھ لیں اور گڑگڑا کر اپنی ساری زندگی کے گناہوں کی معافی مانگیں اور اس کے بعد دل میں جتنی بھی

دعائیں ہیں وہ مانگیں اور پھر کچھ تسبیحات پڑھ لیں، رات کا یہ آخری حصہ بڑا قیمتی ہے، یہ خاص وقت ہے اللہ کی رحمت کا، ویسے تو روزانہ یہ وقت قبولیتِ دعا کا مخصوص وقت ہے، لیکن اب یہ شبِ برأت کا آخری حصہ بھی ہے اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ سے خوب اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، قرضوں کی ادائیگی کی دعا مانگیں اور اپنے لئے حج وعمرہ کی دعا مانگیں، رشتوں کی دعا مانگیں، کاروبار میں برکت کی دعا مانگیں، رمضان کے روزوں کے اندر خیر و برکت کی دعا مانگیں، صحت وعافیت کی دعا مانگیں، دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں مانگ لیں اور یقین رکھیں کہ جو کچھ مانگا ہے وہ سب ہمیں مل گیا، یقین سے مانگو گے تو انشاءاللہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ جو مانگا تھا وہ مل رہا ہے، اسکے بعد پھر سحری کھالیں اور سیدھے مسجد میں آئیں، گھر میں نہ بیٹھیں، کیونکہ سحری کھاتے ہی نیند کا نشہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے گھر بیٹھنے میں خطرہ ہے کہ کہیں نیند کے غلبہ میں جماعت نہ نکل جائے، اس لئے سیدھے مسجد میں آجائیں اور خواتین گھر میں مصلے پر بیٹھ جائیں وہ بھی ذکر اور دعا میں لگی رہیں یہاں تک کہ فجر کی آذان ہوجائے، مرد مسجد میں فجر کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھیں اور خواتین گھر میں اپنے اپنے وقت پر نماز ادا کریں، اس کے بعد اگر نیند نہ آرہی ہو تو اشراق پڑھ کر سو جانا بہتر ہے، اشراق پڑھ کر آپ رات بھر کی نیند پوری کرلیں، یہ رات گزارنے کا طریقہ ہے، انشاءاللہ

اسطرح سے یہ رات قیمتی بن جائے گی اور اس رات کے فضائل و برکات انشاء اللہ ضرور حاصل ہونگے۔

بچنے کے کام

اب میں ایک دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں وہ تو کرنے کی ہوئیں اور انکی فضیلتیں بھی اوپر بیان ہوگئیں اب میں مختصراً وہ باتیں بتلاؤں گا جن کو اس رات میں کرنا حرام اور ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ نے انکے بارے میں بتلادیا کہ فلاں فلاں گناہ ایسے ہیں جنکی وجہ سے آدمی کی بخشش نہیں ہوتی اور کچھ گناہ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ کی پیداوار ہیں جن سے بچنا بھی ضروری ہے، جو بچے گا وہی اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا، اور جو گناہوں کو کرے گا تو اللہ کی رضا کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔

شبِ براءت میں سات آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی

کئی احادیث کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، چند احادیث میں آیا ہے کہ سات آدمیوں کی اس مبارک رات میں بخشش نہیں ہوتی الّا یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور باز آجائیں اور معافی مانگ لیں تو پھر انکی بھی بخشش ہوجائیگی۔

(۱) مشرک کی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی، سب جانتے ہیں کہ کفر وشرک تو بہت بڑا گناہ ہے، ایسے کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی، ہاں

اگر کافر بھی توبہ کر کے کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے تو اسکی بھی بخشش ہو جائے گی۔

(۲) دوسرے اُس آدمی کی بھی بخشش نہیں ہوتی جو اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ دے اور ان سے قطع تعلقی اور قطع رحمی اختیار کرے۔

قطع تعلقی اور قطع رحمی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اس رات میں بھی قطع تعلقی اختیار کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی، لہٰذا جن کی رشتہ داروں میں لڑائی ہو جاتی ہے اور جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ قطع تعلقی برقرار رکھ کر ہمیشہ کے لئے میل جول نہ چھوڑیں، شریعت میں اسکی گنجائش نہیں۔

اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو تین میں سے ایک کام کرو، اگر اپنی غلطی ہے تو معافی مانگ لو، دوسرے کی غلطی ہے تو بدلہ لے لو یا معاف کر دو، اسکی گنجائش نہیں ہے کہ قطع تعلقی برقرار رکھی جائے ،اگر آپ کی غلطی ہے تو بلا تاویل اسکا اعتراف کر لو اور معافی مانگ لو، اور اگر دوسرے کی غلطی ہے تو اگر آپ میں ہمت ہے تو بدلہ لے لو ورنہ معاف کر دو، معاف کرنا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ

ترجمہ

اور جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر

اللہ پر ہے۔

معاف کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اجر عطا فرمائیں گے، تو اجر ملنا بہتر ہے یا بدلہ لینا بہتر ہے؟ یقیناً اجر ملنا بہتر ہے، تو بہتری والا کام کیوں نہ کریں اس لئے معاف کرنا بہتر ہے لیکن اگر وہ نہ معاف کرے، نہ معافی مانگے، نہ بدلہ لے، تو پھر یہ شخص گنہگار ہوگا اور اسکا یہ عمل ناجائز ہے، اور لڑائی باقی رکھنا قطع رحمی ہے اور یہ ایسا بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے اس مبارک رات میں آدمی کی بخشش نہیں ہوتی۔

(۳) تیسرے نمبر پر کینہ رکھنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، لڑائی جھگڑے میں عموماً کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں کسی کی برائی چاہے اور اس کو تکلیف پہنچانے کا اپنے اختیار سے منصوبہ بنالے کہ فلاں فلاں نے مجھے فلاں دن ذلیل و رسوا کیا تھا، لہٰذا میں بھی موقع ملتے ہی اس کو رسوا کروں گا، دل میں بدخواہی اور اپنے اختیار سے دل میں دوسرے کی برائی چاہنے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اس کو کینہ کہتے ہیں، یہ حرام اور ناجائز ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے کہ اس رات میں اس کی بخشش نہ ہوگی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

کینہ کا علاج

کینہ کا علاج بھی وہی ہے جو باتیں میں نے ابھی اس سے پہلے

بیان کی ہیں کہ یا تو اسکو معاف کر دو یا اس سے معافی مانگ لو یا بدلہ لے لو اور اپنا اپنا دل صاف کر لو، اپنے دلوں کو صاف کرنا ضروری ہے، سابقہ طرز کا میل جول رکھنا ضروری نہیں ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر وہ آدمی ہے جو اپنی شلوار ٹخنے سے نیچے رکھتا ہو اور اس نے اس کی عادت بنا رکھی ہو، یہ بھی معاشرہ کا سنگین گناہ ہے، بچے سے لیکر بوڑھے تک ۹۹ فیصد ہر مسلمان مرد اس گناہ میں مبتلا ہے پینٹ پتلون تو ہوتی ہی ٹخنے سے نیچے ہے، اس کو کون اوپر رکھتا ہے، شلوار بھی عموماً ٹخنے سے نیچے ہوتی ہے اور جو تہبند باندھتے ہیں تو وہ بھی ٹخنوں سے نیچے باندھتے ہیں، یہ ہمارے دین میں کبیرہ گناہ ہے اور جب تک آدمی کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اس کو برابر اس کا گناہ ملتا رہتا ہے اور آخرت میں اس کا عذاب یہ ہے کہ پورے کے پورے ٹخنے جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے، حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ

''تہبند (اور شلوار) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا''۔(مشکوٰۃ)

اور دنیا میں اسکا دوسرا وبال اور عذاب یہ ہے کہ شبِ براٗت جیسی

مبارک رات میں بھی اسکی بخشش نہیں ہوتی، اسکی ایک وجہ یہ کہ ٹخنے چھپانا ہمیشہ سے کافروں کا طریقہ چلا آیا ہے جبکہ نبیوں کا طریقہ عبادت ہوتا ہے، کافروں کا طریقہ گناہ کرنا ہوتا ہے، حضور ﷺ کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں جتنے بھی کافر تھے وہ سب آپکی جان کے دشمن تھے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، اس سے بڑی دشمنی انکی کیا ہوگی کہ حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، ہر لحاظ سے آپ کو ستایا، پریشان کیا، مکہ کے ان کفاروں کا یہ فیشن تھا کہ جو جتنا بڑا کافر اور سردار ہوتا تھا اتنا بڑا اس کا تہبند زمین پر گھسٹتا تھا اور بڑے آدمی کا تہبند بھی زیادہ زمین پر گھسٹتا تھا، یہ مشرکین کا طریقہ تھا، جبکہ نبیِ اکرم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ کا تہبند آدھی پنڈلی پر ہوتا تھا، یہ بہتر طریقہ ہے ورنہ آدھی پنڈلی سے نیچے کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر اوپر رہے، ٹخنے چھپنے نہ پائیں، ٹخنے چھپانے کی شرعاً گنجائش نہیں کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا قصہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے چودہ سو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لائے، آپ اور آپکے صحابہ مکہ سے باہر ٹھہر گئے، اہلِ مکہ کو اپنی آمد سے مطلع کرنے اور مذاکرات

کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ میں اپنے رشتہ دار بھی تھے اور بہت سی جائیداد بھی تھی اور اپنا گھر بھی تھا لیکن آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا چکے تھے، مکہ میں آپؓ اپنے چچا زاد بھائی کے یہاں ٹھہر گئے، رات انکے ہاں گزاری، صبح جب سردارانِ قریش سے مذاکرات کیلئے نکلے تو انکا تہبند سنت کے مطابق آدھی پنڈلیوں تک تھا، آپکے چچا زاد بھائی نے آپ سے یہ کہا کہ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ تہبند ٹخنوں سے نیچے کرلیں لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آدھی پنڈلی تک نہ رکھیں ذرا سا نیچے کریں، وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ مکہ کے بڑے بڑے سردار ہیں اور تمہیں تو سرداروں کی عادت و روایت اور طریقہ کا پتہ ہے، اگر وہ تمہارے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا دیکھیں گے تو تمہارا مذاق اڑائیں گے، اس لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ ذرا سی دیر کیلئے تہبند ٹخنوں سے نیچے نہیں بلکہ صرف آدھی پندلی سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر کرلیجئے تاکہ تمہارے مذاکرات کامیاب ہوں اور تھوڑا سا بھرم ہمارا اور ہمارے خاندان کا بھی رہ جائے اور یہ اس لئے بھی تاکہ تمہاری بات میں وزن پیدا ہو، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے عشق میں سرشار تھے انہوں نے فوراً جواب دیا کہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام، وہ میرا مذاق اڑائیں یا عزت کریں، میں اپنے محبوب ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا، میں

یہاں مذاکرات کی کامیابی کی ضمانت لے کر نہیں آیا، میں اپنے آقا کا نمائندہ بن کر آیا ہوں، میرے سر سے پیر تک جو بھی چیز ہے وہ میرے آقا کی سیرت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہونی چاہئے اور رہی عزت سو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ. (المنفقون: ۸)

اور عزت صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول کا فرمانبردار ہوگا اسکو عزت ملے گی، ان کا راستہ چھوڑ کر عزت نہیں ملے گی، چاہے یہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام ہوں، یہ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے اور نہ میں ان کی خاطر اپنے محبوب کی سنت کو چھوڑ سکتا ہوں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی جواب تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ چودہ سو سال پہلے کفار مکہ اور دشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی شلواروں اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھا کرتے تھے اور چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے تہبند پنڈلیوں تک بلند رکھتے تھے، انکے تہبند ٹخنوں سے اونچے ہوتے تھے، تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنا کفارِ مکہ اور سردارانِ قریش کا طریقہ تھا اور آج کے دور میں انگریز کا فیشن دیکھ لیجئے، وہ بھی یہی ہے، ہمارے مسلمان

بچوں اور مَردوں نے جو آج کل پینٹ پتلون پہن رکھی ہے کیا یہ مسلمانوں کا لباس ہے؟ ہرگز نہیں یہ لباس مردود وملعون قوم انگریز کا ہے، اور بے غیرتی کے ساتھ ہم نے اسے قبول کرلیا ہے، غیرتِ ایمانی ہماری رخصت ہوگئی ہے اس لئے ہم نے بدترین قوم کا لباس اختیار کررکھا ہے۔ ۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یعنی آج کے یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں اور ہم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انکے پیچھے چل رہے ہیں، انکی غلامی کررہے ہیں، ان کا لباس عام پہنا جارہا ہے حالانکہ پینٹ پتلون کوتو کافروں کا لباس سمجھتے ہوئے معیوب سمجھنا چاہئے تھا، نہ یہ کہ اسکو اپنے جسم پر چڑھائیں، ہماری غیرت ہی رخصت ہوگئی آج بھی ہمارا جو سب سے بڑا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے، مسلمانوں کا دشمن ہے، پاکستان کا دشمن ہے، اسکا لباس یہی پینٹ پتلون ہے جو آج مسلمانوں نے لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت یا بے غیرتی کے ساتھ زیبِ تن کرلیا ہے، پاکستان کا قومی لباس کیا اچھا نہیں ہے؟ اگر کچھ غیرتِ قومی ہوتی تو قومی لباس پہنتے۔

بہرحال! ٹخنوں سے نیچے خواہ پینٹ ہو یا پتلون یا شلوار کا کپڑا، یہ ایسا گناہ ہے کہ اگر یہ گناہ نماز میں ہوتو نماز قبول نہیں ہوتی اور جب تک آدمی

کے ٹخنے چھپے رہتے ہیں وہ برابر گناہ گار رہتا ہے، لہٰذا مَردوں کو چاہئے کہ اپنے ٹخنے ہمیشہ کھلے رکھیں، مسجد میں بھی، نماز میں بھی، گھر میں بھی، بازار میں بھی، آفس میں بھی، تقریب وتفریح میں بھی، ہر حال میں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف نماز کے لئے ہے، ہرگز نہیں بلکہ نماز اور نماز کے بعد ہرصورت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث ذکر کی گئی ہے، اس میں حالتِ نماز اور غیر حالتِ نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں خواتین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ٹخنے چھپا کے رکھیں۔

(۵) نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ انتہائی تاکید کے ساتھ ہم سے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّرْرِ (اوقول الزور).

ترجمہ

''سنو! میں تمہیں بڑے گناہوں میں بڑے گناہ بتاتا

ہوں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانہ۔

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(۳) جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات کہنا۔''

(مسلم:۸۷)

نیز قرآن کریم میں جا بجا اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف ترغیب دی ہے، بلکہ اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔اس لئے جو لوگ والدین کی نافرمانی میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ بڑی سخت اور سنگین وعید ہے کہ اس مبارک رات میں بھی ان کے گناہوں کی مغفرت نہیں ہوتی،لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے والدین سے معافی مانگیں، اپنے قول وفعل سے ان کو راضی کریں اور جائز امور میں ان کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کریں۔

(۶) چھٹے نمبر پر شرابی انسان ہے،یعنی جو شراب پینے کا عادی ہو،اس رات اس کی بھی بخشش نہیں ہوتی،شراب نوشی شریعت میں حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی واضح الفاظ میں اس کی حرمت ارشاد فرمائی ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ خُمْرٍ حَرَامٌ.
(أخرجه مسلم:۲۰۰۳)

ترجمہ

''ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور شراب حرام ہے''۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا أَنْ يَّتُوْبَ. (أخرجه البخاري: ۵۵۷۵، ومسلم: ۲۰۰۳)

ترجمہ

''جو آدمی دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرلے''۔

(۷) ساتویں نمبر پر اس رات جس کی بخشش نہیں ہوتی وہ وہ انسان ہے جو ناحق کسی مسلمانوں کا خون بہاتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''۱۰/ذی الحجہ ۹ھ'' کو بمقام منیٰ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ دِمَائِكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا ، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا. (أخرجه مسلم: ۱۶۷۹)

ترجمہ

''بلاشبہ تمہارے خون، تمہارے مال ومتاع، اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے ہی محترم ہیں، جیسے آج کا یہ دن، جیسے

تمہارا یہ شہر، اور جیسے یہ مہینہ محترم ہے‘‘۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة في الدماء.

(أخرجه البخاري: ۶۵۳۳، و مسلم: ۱۶۷۸)

ترجمہ

’’قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلا فیصلہ ’’خون‘‘ کے متعلق ہوگا‘‘۔

یہ سات گناہ وہ ہیں جن کے کرنے والے انسانوں کی بخشش اس شبِ مغفرت میں بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ ان سات گناہوں سمیت تمام گناہوں سے سچے دل سے گڑگڑا کر توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں، اور جو کرنے والے کام ابھی بیان ہوئے ہیں وہ کریں اور جو نہ کرنے والے کا بیان ہوئے ہیں ان سے مکمل اجتناب کریں، تاکہ اس رات ہماری بھی مغفرت ہوجائے، ہمیں اللہ پاک کی خوشنودی اور حقیقی رضا حاصل ہوجائے، اور ہم دونوں جہانوں میں کامیاب وکامران ہوجائیں، اللہ پاک ہم سب کو توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمين۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ شبِ براءت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا ط واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيراً كثيراً .

اما بعد !

فاعوذبالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعِمُوْنِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (الذاريات:٥٦،٥٧،٥٨)

(صدق الله العظيم)

میرے قابلِ احترام بزرگو! اس وقت آپ کی خدمت میں اس مہینے میں آنے والی مبارک رات جسے شب براءت کہتے ہیں اور جو ۱۵/ شعبان کی رات ہوتی ہے، اس کے فضائل کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ خلاصہ میں دو باتیں آئیں گی کچھ باتیں وہ ہیں جو کرنے کی ہوں گی اور کچھ باتیں ایسی ہوں گی جن کا تعلق نہ کرنے سے ہوگا، اور زیادہ تر یہی باتیں ہوں گی جو نہ کرنے کی ہوں گی، ہمیں ابھی سے عمل کی بات پر عمل کرنے کی نیت کر لینی چاہئے اور اس نیت سے سننا اور بیٹھنا چاہئے کہ جو باتیں کرنے کی بتائی جائیں گی حسبِ استطاعت، حسبِ قوت اور حسبِ فرصت انشا اللہ ہم ان کو کریں اور جو باتیں بچنے اور نہ کرنے کی ہیں اور گناہ کی ہیں ان سے ہم مکمل طور پر بچیں گے، اگر پہلے سے وہ گناہ اور وہ کام ہم سے ہو رہے ہیں تو ان سے ابھی سے توبہ کر کے اُٹھیں، اور اگر پہلے نہیں کئے ہیں تو یہ نیت کر لیں کہ ہم آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تا زندگی نہیں کریں گے۔

ہمارے دین میں یہی دو قسم کی باتیں ہیں کہ فلاں فلاں کام کرو اور فلاں کاموں سے بچو، دونوں قسم کی باتوں پر عمل کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، یہ نہیں کہ کرنے کی چند باتوں پر تو عمل کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی ڈوبا رہے، ایسا شخص کامل مؤمن نہیں ہے اور ہمیں کامل

مؤمن بننا چاہئے اور کامل مؤمن بننے کیلئے دونوں پر عمل کرنیکی ضرورت ہے ،کرنے کی باتوں کو کرے اور بچنے کی باتوں سے بچے، غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔

پانچ راتوں کی فضیلت

یہ مبارک رات جو آرہی ہے ،معمولی نہیں ہے بڑی عظیم الشان رات ہے ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سال کے اندر پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان پانچ راتوں میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کے واجب ہونے کا فیصلہ لکھ دیتے ہیں ۔(الأصبهانی، الترغیب و الترهیب)

مؤمن کی زندگی کا مقصد چار باتیں ہیں

یہ بات آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا خلاصہ اور اس کی زندگی کا مقصود اصلی چار چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

(۲) جنت کا نصیب ہونا

(۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا

(۴) جہنم سے آزادی حاصل کرنا

ان چار کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے اندر بھیجا ہے اور ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ چار باتیں کریں۔ مرنے سے پہلے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق بن جائے ۔اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرے اس طرح ان چاروں باتوں کو حاصل کرے اور ان چار باتوں کو حاصل کرنا چوبیس گھنٹے ہمارے اختیار میں ہے جس طرح کھانا ،پینا ہمارے اختیار میں ہے ایسے ہی ان چاروں کو حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے، اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن کاموں کو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہم بجا لائیں اور حسبِ موقع ان کو انجام دیتے رہیں جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ اور استغفار کر کے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے ،کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے اور کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے، اس کا تدارک یہ ہے کہ جہاں غلطی ہو جائے فوراً توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ بچنے کی پوری کوشش کرے۔ بہرحال! ہر جگہ ہر کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ،کھانے کے اندر بھی ، پینے کے اندر بھی ،سونے اور اٹھنے کے اندر بھی ،کاروبار کے اندر بھی ، ملازمت اور

زراعت کے اندر بھی، تجارت، صنعت وحرفت کے اندر بھی، غرض ہر جگہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام سے بچو، مومن کا ایمان ہر وقت اس سے یہی کہتا ہے کہ اے مومن! دیکھ! یہ گناہ ہے اس سے بچ، اور یہ نیکی ہے اس کو کر اور بجالا، نیکی مت چھوڑ اور بدی کے قریب مت جا، نیز اللہ نے ہر عمل کے بدلہ کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ فلاں کام کرو گے تو تم جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور فلاں کام کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے، وہ کام سارے گناہ ہی گناہ ہیں، حرام اور ناجائز کام ہیں، ہر گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے، نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ.

ترجمہ

''بیشک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے، اور بیشک جھوٹ گناہ ہے اور گناہ (آدمی کو) جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ)

فضائلِ شبِ براءت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس رات کے بارے میں دو باتیں عرض کرونگا، کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ بچنے کی ہیں، کرنے کی باتیں اللہ کی رضا کا باعث ہیں اور جو گناہ کی باتیں ہیں وہ سب اللہ کے غضب کا باعث ہیں اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان سے بچنا ضروری ہے سال کی پانچ راتوں میں سے یہ شب براءت بھی ایسی مبارک رات ہے کہ اگر کوئی اس رات میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح شریعت میں ہے، اور اُس طرح نہ کرے جیسے یہاں رائج ہے، اس طرح عبادت کرے جیسی عبادت سنت سے ثابت ہے، اُس طرح نہ کرے جس کا ہمارے ماحول و معاشرہ میں رواج ہے، تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ایسے عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت کا مستحق بنا دیں گے۔

پانچ راتوں کی عبادت، اور جنت کی ضمانت

ان پانچ راتوں میں سے ایک رات تو یہی شبِ براءت ہے، دوسری شب قدر ہے، تیسری عیدالفطر کی رات، چوتھی بقرعید کی رات اور پانچویں ۹ ذی الحجہ کی رات ہے، افسوس! ہم نہ عید کی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، نہ بقرعید کی رات میں جاگتے ہیں، ان راتوں کو تو یونہی

بازاروں کے اندر گھوم پھر کر ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دوراتیں بھی بڑی مبارک ہیں، اس میں بھی آدمی کو کچھ نہ کچھ جاگنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، گناہوں سے بچنا چاہئے، سال میں یہ پانچ راتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی اپنی عبادت سے ان کو زندہ رکھے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی ہونے کا پروانہ ضرور عطا فرمادیتے ہیں۔

شبِ براءت کی دوسری فضیلت

اس رات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کے اندر بڑے اہم اہم فیصلے فرماتے ہیں، وہ اہم فیصلے اس طرح سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس دنیا کے اندر ہونا تھا اور ہر انسان کے ساتھ ہونا تھا اللہ پاک نے وہ سب انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ دنیا بنے گی اس میں اتنے انسان ہونگے، اور اتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں فلاں کام کریں گے، اللہ پاک نے ان سب کی پوری تفصیل اور پوری کفیت لوحِ محفوظ میں تحریر فرمادی، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

شبِ براءت میں سال بھر کے امور کا فیصلہ

سال بھر میں جو کچھ دنیا میں ہونا ہے اور جس جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے وہ اگرچہ لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن شبِ برأت میں اللہ پاک لوح محفوظ سے نقل کروا کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ ان امور کو سرانجام دیں جو انہیں لکھ کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پندرھویں شعبان کے اندر یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور اسے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے اب اس کا نام مُردوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا اور وہ یہاں کاروبار کر رہا ہے، کھا پی رہا ہے، سو رہا ہے، جاگ رہا ہے، چل پھر رہا ہے اور سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے، اسی طرح اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ ہونا ہے، کسی کا کاروبار فیل ہوتا ہے، کسی کا کاروبار چمکتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے، کسی کو طلاق ہوتی ہے، کسی کے اولاد ہوتی ہے، یا کسی کو تنزلی کا شکار ہونا ہے، کسی کو عزت ملنی ہے یا کسی نے ذلیل ورسوا ہونا ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں اور ہر کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ اہم فیصلے ہیں جو اس رات لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں کہ تم ان کو انجام دو۔

شبِ براءت میں دعا کی قبولیت

ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی رحمت رکھی ہے کہ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ ہر رات رات کے تہائی حصہ میں اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اس وقت جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و مناجات کرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے اللہ پاک اس کی مناجات اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

روزانہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں

چوبیس گھنٹے میں دو وقت ایسے خاص ہیں کہ اگر اس وقت کوئی دل سے دعا مانگے تو اللہ پاک اس کی دعا رد نہیں فرماتے ایک رات کے آخری حصہ کی دعا اور ایک فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا یعنی جب امام سلام پھیر دے اسوقت اگر کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح رات کے تہائی حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

مصائب کے آنے اور دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ ہمیں قبولیتِ دعا کا موقعہ عطا فرماتے ہیں اور ہر رات کے آخری حصہ میں یہ دولت ہمیں عطا فرماتے ہیں، ہماری نالائقی ہے کہ فرضوں کے بعد بھی ہم دعا میں توجہ اور دھیان نہیں دیتے جس کے ہم بے انتہا محتاج ہیں، ہم میں سے ہر آدمی پریشان ہے، ہر آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہے، ہر آدمی کے ذہن میں بڑے بڑے افکار ہیں اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے سکون کی زندگی ملے اور میری ساری پریشانیاں دور ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دور کرنے کے لئے دن کے پانچ اوقات میں قبولیتِ دعا کا اعلان فرمایا ہے، لیکن ہم نے غفلت اور بے دھیانی میں انہیں گنوا رکھا ہے اور سلام پھیرتے ہی طوطے کی طرح رٹے رٹائے دعا کے چند کلمات پڑھے اور اُٹھ کر چل دیئے، اُٹھک بیٹھک کی طرح نماز پڑھی اور بھاگ لئے اور رہا رات کے آخری حصہ کی دعا کی قبولیت کا وقت؟ سو وہ خراٹوں اور نیند کی کروٹوں میں گزر جاتا ہے حالانکہ پہلے مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ نماز کے لئے دنیا کے سارے کام چھوڑ کر انتہائی آرام وسکون اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، یہی مطالبہ آج بھی ہم سے ہماے دین وایمان کا ہے وہ لوگ دعا خوب توجہ اور دھیان سے مانگتے تھے اور تہجد میں اٹھنے کا عام معمول تھا، مسلمانوں

کے کسی محلّہ سے گزر ہوتا تو کہیں سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی اور کہیں سے ذکر کی آواز آتی، کہیں سے دعا میں رونے کی آواز آتی، کیا خوب کہا کسی نے

شب کی آہیں نہ رہیں　　　قلب کے نالے نہ رہے

نہ رونے والا سینہ رہا نہ آہیں کھینچنے والے دل رہے، وہ سب رخصت ہوگئے، رات ٹی وی دیکھنے یا نیند کے خراٹوں میں گزار دی، اور نمازِ فجر قضا کر کے پڑھی، تو بتایئے ایسی صورت میں دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے؟

دعا کی قبولیت کے لئے دو شرطیں

قبولیتِ دعا کے لئے دو شرطیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبولیتِ دعا کی پہلی شرط

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا پینا حلال کا ہو۔

جس آدمی کا کھانا پینا حلال کا نہیں ہوگا اس کی دعا نہ شبِ قدر میں قبول ہوگی، نہ شبِ عید و بقر عید میں قبول ہوگی، نہ رمضان میں قبول ہوگی، کیونکہ حلال کھانا قبولیتِ دعا کے لئے شرط ہے جیسے نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے کوئی شخص بغیر وضو کے کتنی ہی پیاری نماز پڑھے اور کتنے ہی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے اس کی نماز درست نہیں ہوگی ایسے ہی جس نے

حرام کھایا ہوگا یا پیا ہوگا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی جب بھی وہ دعا کرتے ہیں انکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ایک باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور دوسرے مسافر کی دعا کہ یہ بھی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری حدیث ہے کہ ایک آدمی کا بڑے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھی غبار آلود ہیں، سر کے بال بھی غبار آلود اور پراگندہ ہیں، ایسی خاکساری کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یا رب یا رب کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے تو **فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ الدُّعَاءُ** اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دعا جس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، یہ بھی تب قبول ہوتی ہے جب وہ حلال کھائے اور حرام سے بچے۔

حرام آمدنی کی مختلف صورتیں

آج حرام خوری کا بڑا دروازہ کھلا ہوا ہے، سودی بینکوں کے اندر لوگ جو فکسڈ ڈپازٹ رکھتے ہیں اس کے اندر بنام نفع جو کچھ بھی وصول کرتے

ہیں وہ خالص سود ہوتا ہے، اصل رقم سے زائد جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود ہوتی ہے، انعامی بانڈز کے اندر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی خالص سود ہوتی ہے اسی طرح انشورنس کے اندر جمع کرائی گئی اصل رقم سے جتنی زائد رقم ملتی ہے وہ سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح رشوت لینے دینے کا ہمارے یہاں عام رواج ہے اور پگڑی سسٹم بھی ہمارے یہاں بہت عام ہے جس میں رسید بدلوائی اور پگڑی کی رقم حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

دیکھئے! معاملات وغیرہ کی کتنی صورتیں ہیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں، یہ ہمارے معاشرے میں عام ہیں جبکہ یہ سب حرام خوری کے دروازے ہیں اور یہ سب سودخوری کے دروازے ہیں، جب آدمی حرام کھائے گا، حرام پیئے گا، اور حرام آمدنی سے لباس پہنے گا تو نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ اس کا حج قبول ہوگا، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اس کی دعا قبول ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام کا ایک لقمہ حلق سے نیچے اتارا اور وہ لقمۂ حرام اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو چالیس دن تک اس کے نہ فرض قبول ہوں گے، نہ نفل قبول ہوں گے اور نہ دعا قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کی دوسری شرط

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے دعا کرے یعنی وہ ہمہ تن دعا میں متوجہ ہو، اس کا دماغ اور اس کا ذہن اس کے سب اعضاء پوری طرح اس طرح متوجہ ہوں کہ وہ اللہ کا محتاجِ محض ہے، اور دل میں یہ بات ہو کہ میں اس سے عرض کر رہا ہوں اور وہ میری دعا ضرور قبول کریں گے، اگر اس یقین کے ساتھ پوری توجہ، انہماک اور دھیان سے دعا کی جائے اور اس کے ساتھ پہلی شرط کا بھی لحاظ رکھا جائے تو اس کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کا مطلب اور غلط فہمی کا ازالہ

دعا کی قبولیت کا مطلب بھی ذرا سمجھ لیں ہم دعا کی قبولیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ ملے، اگر وہ مل گیا تو سمجھو دعا قبول ہوگئی اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو گویا دعا قبول ہی نہیں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کی تین صورتیں

ہماری شریعت میں دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل ہو جائے، اگر تین میں سے کوئی ایک چیز مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے بعینہ وہی چیز انسان کو

مل جائے، مثال کے طور پر کاروبار مانگ رہے ہیں کاروبار چمک جائے، ملازمت مانگ رہے ہیں ملازمت مل جائے، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے رشتہ مل جائے، غرض! مطلوبہ چیز کامل جانا قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے یہ ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، حادثہ، پریشانی یا سانحہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا، جو ہمارے ساتھ ہونے والا تھا اس دعا کی بدولت اللہ جل شانہ اس کو دور فرمادیتے ہیں، بعض مرتبہ آدمی چھوٹی سی بیماری سے شفاء کی دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے آپریشن سے اس کی جان بچادیتے ہیں، یہ بھی دعا کی قبولیت کی ایک صورت ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کردیتے ہیں یعنی بندہ جو دعا مانگتا ہے اسکی مراد دنیا میں بظاہر پوری نہیں ہوتی تاہم اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر قبولیت کی مہر لگا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج کردیتے ہیں، جب آخرت کا دن آئے گا اللہ پاک اس وقت اس کا اجر وثواب بندہ کو عطا فرمائیں گے کیونکہ دنیا کی زندگی تو بہرحال گزر جاتی ہے آدمی اس میں جیسے تیسے گزارہ کرلے گا لیکن آخرت میں وہ ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور دعا کی بدولت آخرت کی

نعمتیں عطا فرمائیں گے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہاں ان کو بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ حیران ہوں گے کہ ہم تو اتنے نیک نہیں تھے اور یہ اتنی نعمتیں اللہ پاک نے ہمیں کیسے عطا فرمادیں، ہماری کونسی نیکی کا یہ بدلہ ہیں؟ فرشتے جواب میں کہیں گے کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں جو دعائیں تمہاری قبول نہیں ہوتی تھیں وہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہاں ذخیرہ کررکھی ہیں، آج ان کے بدلے یہ محلات مل رہے ہیں، یہ باغات مل رہے ہیں، یہ نہریں مل رہی ہیں، یہ چمن مل رہے ہیں، یہ سب تمہاری ان دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو دنیا میں قبول نہیں ہوئیں، یہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کاش ہماری ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی، وہاں لیکر کیا کیا؟ یہاں ملتا تو سب سے بہتر تھا اس لئے کہ وہاں جو ملا وہ فنا ہوگیا جبکہ یہاں کی نعمت تو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

بہرحال! دعا کی قبولیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا میں تو مراد نہیں ملتی لیکن آخرت میں اس کے بدلہ نعمتیں ملتی ہیں۔

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

اب اصل بات سنو! جب ہم ذکر کردہ دو شرطوں کے ساتھ دعا کریں گے تو اگر ہماری تقدیر میں کوئی ضرر اور نقصان لکھا ہوگا، کوئی خسارہ لکھا

ہوگا، کوئی حادثہ یا کوئی مصیبت لکھی ہوگی، کوئی پریشانی یا نقصان لکھا ہوگا، کوئی آفت لکھی ہوگی، تو دعا ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے ایک طرف تو لوحِ محفوظ سے سال بھر میں پیش آنیوالے واقعات و حادثات نقل کروائے جارہے ہیں، اور دوسری طرف دعا کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے بلکہ خصوصیت سے کھولا جارہا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ عام دنوں میں تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے لیکن اس رات میں قبولیت کا دروازہ مغرب کے بعد سے کھل جاتا ہے اور صبح صادق تک برابر کھلا رہتا ہے نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ ساری رات فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے روزی مانگنے والا کہ ہم اس کو روزی دیں، کوئی ہے عافیت مانگنے والا کہ ہم اس کو عافیت دیں، کوئی ہے ہم سے اولاد مانگنے والا کہ ہم اس کو اولاد دیں، کوئی ہے رشتہ مانگنے والا کہ ہم اس کو رشتہ دیں، کوئی ہے عزت مانگنے والا کہ ہم اس کو عزت دیں، اس طرح کے اعلانات مغرب سے لے کر صبح صادق تک برابر ہوتے رہتے ہیں۔

کتنی بڑی رحمت اور کتنی بڑی فضیلت اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی تقدیر بھی بدلوا سکتے ہیں اور دعائیں مانگ مانگ کر ہم اپنی مصیبتیں ٹلوا سکتے ہیں ہماری قسمت میں اگر خیر نہیں ہے اور عزت نہیں ہے، عافیت نہیں ہے، صحت نہیں ہے اور خیر نہیں تو آج کی شب دعا مانگ

مانگ کر خیر لکھوالو، وہ اعلان کر رہے ہیں بس آپ کے مانگنے کی دیر ہے، اُدھر سے قبولیت میں دیر نہیں ہے، مگر انہی دو شرطوں کے ساتھ دعا قبول ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، نیز قبولیت کے وہ تین معنی بھی ذہن میں رہنے چاہئیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

شبِ براءت میں بندگانِ خدا کی جہنم سے آزادی

اس مبارک رات کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری رات میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار نہیں، لاکھ دو لاکھ نہیں، کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرماتے ہیں، اس کی مثال حدیث میں یوں دی گئی ہے کہ عرب میں بنو کلب ایک قبیلہ تھا ان کے یہاں بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو کلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان بالوں کی تعداد سے زیادہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ سے بری فرماتے ہیں لہٰذا یہ رات مغفرت کی بھی ہے، اس لئے اس رات میں بخشش بھی مانگنی چاہئے، مغفرت بھی مانگنی چاہئے، اور یوں دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! میری، میرے والدین، میرے دادا دادی اور میری ساس وسسر اور اوپر تک جتنے مسلمان گزر چکے ہیں ان سب کی

اور ان کی نسل میں جتنے مسلمان وفات پا چکے ہیں انکی اور جو آئندہ آئیں گے ان سب کی بخشش فرمادے اس کے بعد پھر یوں کہیں کہ یا اللہ! حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مسلمان اس دنیا سے جا چکے اور جتنے موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آئیں گے، مرد ہوں یا عورت، انسان ہوں یا جنات، ان سب کی مغفرت فرما، ان سب کی بخشش فرما اور سب کے درجات بلند فرما اور سب کو دوزخ سے بری فرما، بھئی! اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ مرنے والے کو بھی ان سب کا ثواب دیدیں، اس کا ثواب معلوم ہے کہ کتنا ہے؟ جتنے انسانوں کے لئے ہم نے دعا کی ہے اتنے انسانوں کے ساتھ ہم نے نیکی کی ہے، کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کر دینا، ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں تو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے اربوں کھربوں نیکیاں اسی لمحہ آپ کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ درج ہو جائیں گی، بلکہ اگر کوئی خوش نصیب انسان یہ معمول بنالے، روزانہ پچیس مرتبہ یا ستائیس مرتبہ یہ دعا کرلیا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ

''اے اللہ! تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں، تمام

مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے''۔

اور نیت یہ ہو کہ سارے مسلمان مرد اور ساری مسلمان عورتیں، انسان و جنات کی مغفرت ہو جائے یہ چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کم از کم پچیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنادیں گے، یعنی اس کا پہلا انعام تو یہ ہوگا کہ یہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنادیں گے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنا رزق پانے کا ذریعہ ہے

دوسروں کے لئے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں داخل فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت اور جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جن کے طفیل دوسروں کو روزی ملتی ہے کیا خود انہیں نہیں ملے گی؟ نہیں نہیں، بلکہ انہیں پہلے ملے گی اور اس کے طفیل دوسروں کو بھی ملے گی، اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

لفظ ''روزی'' کا مفہوم

شریعت اور دین میں جب روزی کا لفظ آتا ہے اس سے صرف دال روٹی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت مراد

ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت غیب سے پوری فرمائیں گے، بلکہ اس کے ذریعے اوروں کو بھی رزق دیں گے اور ان کی تمام ضروریات وحاجات پوری فرمائیں گے، یہ بڑی عظیم دعا ہے اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے والدین اور اہل وعیال کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو کل مومنین اور کل مومنات اور کل مسلمین وکل مسلمات کے لئے بھی دعا کرنا نہ بھولیں، اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور ان کا بھی فائدہ ہے۔

شبِ براءت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

چوتھی بات یہ ہے کہ اس مبارک رات کے اندر شریعت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں جس کا جس عبادت میں زیادہ دل لگے سنت کے مطابق اس کو انجام دے، جس کا تلاوت میں دل لگے وہ تلاوت کرتا رہے، جس کا ذکر میں دل لگے وہ ذکر کرتا رہے، جس کا دعا میں دل لگے وہ دعا کرتا رہے، جس کا نفلوں میں دل لگے وہ نفل پڑھتا رہے، جس کی قضا نمازیں رہتی ہوں وہ قضا نمازیں پڑھتا رہے، یہ بھی عبادت ہے، جس کا صدقہ دینے کو دل چاہے وہ صدقہ دیتا رہے۔

الغرض! شریعت میں اس رات کی کوئی خاص عبادت مخصوص اور

مقرر نہیں۔

شبِ براءت کی عبادت کے لئے پھیلائے گئے اشتہارات کی حیثیت

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اس رات میں آپ کو اشتہارات تقسیم ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس بھی کوئی نہ کوئی اشتہار پہنچ جائے جس میں مختلف مقاصد کے لئے خاص خاص طریقوں سے نوافل پڑھنے کا طریقہ لکھا ہوگا، اور ان کے بڑے بڑے فضائل درج ہوں گے، وہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، نہ ان کی یہ فضیلت ثابت ہے، نہ ان کا یہ طریقہ ثابت ہے، سنت کے مطابق ہم جس طرح روزمرہ نفلیں پڑھتے ہیں اسی طرح اس رات میں بھی نفلیں پڑھنی چاہئیں، لیکن جو نمازیں ہم روزمرہ پڑھتے ہیں اکثر ''تو چل میں آیا'' والی اُٹھک بیٹھک ہوتی ہے، اس طرح کی نماز تو روزمرہ میں بھی ناجائز ہے، ہم بجائے سونفلوں کے صرف دو نفل پڑھیں لیکن وہ دو نفل ایسی پڑھیں کہ گویا وہ زندگی کی آخری دو رکعتیں ہیں، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گی اُن ایک ہزار رکعت سے جو بغیر خشوع وخضوع کے جلدی جلدی اُلٹی سیدھی ادا کی گئی ہوں، اس لئے بیشک کم نوافل پڑھیں لیکن بڑے آرام، اطمینان اور سکون سے ادا کریں۔

شبِ براءت گزارنے کا طریقہ

اب میں آپ کو یہ رات گزارنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ ہم اس رات کو کیسے گزاریں، یہ طریقہ مسنون یا ضروری نہیں ہے، تجربہ سے نافع اور مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ ۱۴ رشعبان کو صبح اشراق کے بعد خوب نیند کرلیں اس نیت سے کہ رات کو ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگ سکیں، اور دن بھر کام کاج بھی زیادہ محنت والا نہ کریں اور ظہر کے بعد قیلولہ کریں یعنی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد گھنٹہ پون گھنٹہ لیٹ جائیں، نیند نہ آئے تب بھی لیٹ جائیں، قیلولہ سے عجیب وغریب طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور عصر کے بعد اگر غسل کر کے نئے کپڑے پہن لیں تو بہت اچھی بات ہے، جیسے جمعہ کی تیاری کرتے ہیں ویسی ہی تیاری کرلیں اور خوشبو وغیرہ لگا کر مغرب کی آذان سے پہلے پہلے تیار ہو کر مسجد آجائیں، اگر اذان کے بعد بھی پہنچ جائیں تو کوئی حرج نہیں، یہ کوئی فرض واجب نہیں، میں صرف آسانی کے لئے عبادت کا طریقہ بتلا رہا ہوں، بہر حال! بہتر یہ ہے کہ آپ مسجد میں اذان سے پہلے پہلے پہنچ جائیں اور آذان ہوتے ہی سمجھ لیں کہ گویا اس رات کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہے، اور آپ مغرب کی نماز بڑے آرام وسکون سے ادا کریں اور نیت کرلیں کہ میں عشاء تک بنیتِ اعتکاف بیٹھوں گا، لہٰذا عشاء تک

نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں، لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عشاء تک اعتکاف کی نیت سے بیٹھنا کوئی اس رات کی خصوصیت نہیں ہے کسی بھی دن یہ نفلی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔

مغرب تا عشاء اعتکاف کی خصوصیت

مغرب تا عشاء اعتکاف کی فضیلت از روئے حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کے بعد عشاء تک کسی بھی دن اعتکاف کرلے اور دورانِ اعتکاف کسی سے بات چیت نہ کرے اور نہ کسی قسم کی دنیا کی بات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم اس رات میں اعتکاف کرلیں کیونکہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، دنیا کی باتوں میں نہ لگیں، فرائض ونوافل ادا کریں، مغرب کی سنتوں کے بعد اوّابین کی چھ رکعتیں پڑھیں بلکہ یہ تو ہر روز پڑھنی چاہئیں۔

اوّابین کی فضیلت

اوّابین کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمادیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے اتنے گناہ معاف فرمادیتے ہیں جتنے سمندر کے جھاگ ہیں یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ سے اوّابین کی جہاں چھ رکعتوں کا ثبوت

ہے وہاں بیس رکعت کا بھی ثبوت ہے ، اس لئے کبھی کبھی زندگی میں بیس رکعت بھی پڑھنی چاہئیں، اس سنت کو کون زندہ کرے گا ؟ آپ ﷺ کی اُمت ہی زندہ کرے گی ،خواتین وحضرات کا کام ہے کہ اس سنت کو بھی زندہ کرلیں ، یہ رات بھی مبارک ہے اور عمل بھی مسنون ہے ، لہٰذا کوشش کریں کہ مغرب کے بعد مسجد ہی میں رہیں اور بجائے چھ رکعت کے بیس رکعت پڑھیں ، اور آرام وسکون سے پڑھیں، ذرا سی دیر میں عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے گا، اگر کوئی وقت بچ جائے تو دعا میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ اس رات قبولیتِ دعا کا وقت مغرب سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے درمیان میں وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی دعا مانگتے رہیں یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جائے ، اسی طرح خواتین بھی گھروں میں یہی عمل دہرائیں تو اچھا ہے۔

عشاء کے بعد کے معمولات

عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور معمول کے مطابق سنتیں اور نوافل پڑھیں، عشاء کی سنتوں کے بعد دو نوافل تو عام ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اگر کوئی چار نفل پڑھ لے تو اس کو تہجد کا ثواب ملتا ہے یہ ایسا نسخہ ہے کہ آدمی بآسانی ساری زندگی تہجد کا ثواب حاصل کرسکتا ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ تہجد کا

اصل وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے، تہجد کا اوّل وقت جائز وقت ہے اور شب کا آخر وقت افضل وقت ہے اس لئے بھائی! اگر آخر اور افضل وقت میں تہجد نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے بعد ابتدائی جائز وقت میں ہی تہجد کی نماز پڑھ لیا کریں، البتہ اس میں سونا شرط نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ تہجد تو سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھنی چاہئے تہجد کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے، تہجد رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھنے کا نام ہے، چاہے ساری رات جاگتا رہا ہو یا سو کر اٹھا ہو، لہٰذا بھئی! جب ہم پڑھ کر بھی سو سکتے ہیں تو کیوں نہ تہجد پڑھ کر سوئیں اس سے نفس بھی نہیں پھولے گا کیونکہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے سے آدمی سمجھتا ہے کہ میں بڑا تہجد گذار ہوں اور میں بڑا عبادت گذار ہوں ، یہاں کون اس کو عبادت گذار سمجھے گا، تو اچھا ہے کہ نفس نہ پھولے جتنا یہ پست ہوگا اتنا ہی اسکا ثواب بڑھے گا۔

تہجد کی رکعتوں کی تعداد

تہجد کیلئے بہتر یہ ہے کہ کم از کم چار رکعت پڑھیں اور اس کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت پڑھیں اور سب سے افضل اور بہتر درجہ یہ ہے کہ بارہ رکعتیں پڑھیں ، اور مزید اگر ہمت ،قوت، طاقت اور استطاعت ہو تو

صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ لیں، اس لئے کہ یہ رات بھی مغفرت کی ہے اور یہ نماز بھی باعثِ مغفرت ہے۔

صلوٰۃ التسبیح سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی وجہ سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے اور یہ رات بھی مغفرت کی ہے تو انشاء اللہ یہ سونے پہ سہاگہ ہو جائیگا، ویسے صلوٰۃ التسبیح بعد از مغرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور بارہ بجے سے پہلے بھی، آپ اپنی اپنی سہولت دیکھ لیں میں نے آپ کو ایک مسنون عمل بتایا ہے اس کے بعد دعا بھی کرلیں اور یہ تمام اعمال کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اگر نزدیک کوئی ایسا قبرستان ہو جس میں کوئی میلہ ٹھیلا نہ ہو، جیسا کہ آج کل قبرستانوں کو سجایا جاتا ہے اور وہاں مَردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے، ڈھولک، سارنگی اور قوالی بھی ہوتی ہے، جو کہ سب حرام اور ناجائز کام ہیں، ایسے قبرستان میں جانے سے پرہیز کریں، اس سے بہتر ہے کہ آپ گھروں کو چلے جائیں البتہ جو قبرستان سناٹے والا ہو، اور اس میں ایسی خرافات نہ ہوں اور آپ آسانی سے وہاں جا سکتے ہوں تو رات کو ۱۲ بجے سے پہلے یا ۱۲ بجے کے بعد چند منٹ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

قبرستان کے آداب اور مروّجہ رسمیں

قبرستان جا کر سورہ فاتحہ اور ۱۲ دفعہ قل ھو اللّٰہ پڑھ کر کم از کم تمام مُردوں کو اس کا ثواب بخش دیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کر دیں۔

قبرستان جانا بھی نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ یہ صرف مستحب ہے اور ہر سال قبرستان جانا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے شبِ برأت میں قبرستان جانا زندگی میں صرف ایک یا دو مرتبہ ثابت ہے، جبکہ آپ کی زندگی میں شبِ برأت تئیس مرتبہ آئی۔

میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں نے اس کو فرض و واجب بنا رکھا ہے، انکے ہاں عشاء اور مغرب کی نماز بیشک فوت ہو جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ٹھٹھہ[1] نہ جائے، اس کا ناغہ نہ ہونے پائے، یہ غلط ہے اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہاں انہیں سوائے میلے ٹھیلے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، یاد رکھئے! یہ ناجائز ہے، اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت طریقہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے اختیار کر لیا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

شبِ براءت میں اہلِ خانہ کو عبادت کے لئے آمادہ کریں

پھر گھر جا کر اگر بآسانی ممکن ہو تو اپنے گھر کے افراد کو جمع کریں، سب مل کر سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ اکبر کی تسبیحات پڑھیں اور

[1] ٹھٹھہ کا قبرستان معروف ہے اور بعض حضرات اس رات میں وہاں جانے کا بہت اہتمام کیا کرتے ہیں۔

درود شریف کی تسبیح پڑھیں بچوں کو بھی پڑھوائیں تاکہ انکی تربیت ہو، ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معمول تھا، وہ بھی ہمیں اس رات میں بٹھایا کرتے اور ذکر کروایا کرتے تھے۔لیکن اگر سب جمع نہ ہوں، الگ الگ عبادت کریں تب بھی مقصود حاصل ہے، جمع ہونا ضروری نہیں ہے، عبادت میں دل لگانے کے لئے ہے۔

بچوں کو عبادت پر آمادہ کرنے کا طریقہ

چھوٹے بچوں کو عبادت کے لئے آمادہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ انکے لئے کوئی انعام مقرر کر دیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کسی کے لئے ایک روپیہ اور کسی کے لئے دو روپے اور کسی کے لئے پانچ روپے مقرر کر دیں، پھر دیکھیں کہ بچوں میں کیسا جوش آتا ہے اور بوڑھے بھی جوان ہو جائیں گے اور سب ذوق وشوق سے عبادت کریں گے، بچے بھی کروڑوں نیکیاں کما لیں گے بہر حال جب تک طبیعت میں نشاط ہو عبادت میں مصروف رہیں۔

تین جامع دعائیں

اس کے بعد اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی دعا کریں، تین دعائیں بہت ہی جامع ہیں میں بتا دیتا ہوں ان میں جو سب سے جامع دعا ہے وہ قرآن میں ہے۔

پہلی دعا

پہلی دعا یہ ہے:

رَبَّنَـآ اٰتِـنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.(البقرة : ۲۰۱)

ترجمہ

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بہتری عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا''۔

یہ جامع ترین دعا ہے۔

دوسری دعا

دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! نبیٔ کریم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی جتنی بھلائیاں مانگی ہیں وہ سب آپ ہمیں عطا فرما دیں اور جن جن چیزوں سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے آپ ہمیں ان سب سے پناہ عطا فرما دیں، تمام مخلوقات کی دعاؤں کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو تلقین فرمائی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعائیں حضور ﷺ کی دعاؤں کے اندر ہیں کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی مانگنے والا ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے، جس طرح

آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں ایسے ہی آپ ﷺ دعا مانگنے کے بھی امام ہیں، آپ کی بیشمار دعائیں ہیں، سب دعائیں آپ ﷺ نے مذکورہ دعا میں جمع فرمادی ہیں، یہ بہت ہی جامع دعا ہے، اس میں تمام خوبیاں ہیں اور تمام دعائیں اس کے اندر ہیں۔

تیسری دعا

تیسری دعا ان سب دعاؤں کا خلاصہ ہے اور وہ ہے عافیت کی دعا، یہ لفظ اگرچہ بہت چھوٹا سا ہے لیکن یہ ان ساری دعاؤں کا سردار ہے جیسے الحمدللہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے ان سب کا سردار ہے، اسی طرح جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جاتی ہے لفظ عافیت ان سب کا سردار ہے، ساری مخلوقات مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، آخرت کی خیر مانگے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کی دعا کرے اور ایک آدمی ایک طرف تنہا بیٹھ کر فقط عافیت کی دعا مانگے، یہ دعا ان سب دعاؤں پہ بھاری ہے۔

یہ تین دعائیں میں نے آپکو بتائی ہیں یہ اوّل وآخر اور درمیان میں کریں اور تہجد پڑھ کر بھی کریں پھر جب نیند آنے لگے تو زبردستی عبادت نہ کریں، اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں انہوں

نے ساری رات جاگنا اپنی رحمت عطا کرنے کیلئے شرط قرار نہیں دیا۔

عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے رات بھر عبادت کا ثواب

جو مغرب کی نماز باجماعت پڑھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ عشاء کی نماز بھی باجماعت مع تکبیر اولیٰ کے پڑھے گا اور جو عشاء کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ سے پڑھ لیتا ہے از روئے حدیث اس کو آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتا ہے اسکو باقی آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، روزانہ جو آدمی عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھدیا جاتا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ جب عبادت کے دوران نیند آنے لگے تو ایسی صورت میں زبردستی عبادت نہ کریں کیونکہ اب سونا نفع میں ہے، اب سوجانا بہتر ہے، تین ساڑھے تین گھنٹہ سو جائیں اس کے بعد پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جائیں، بچوں کے علاوہ جو سمجھ دار ہوں انکو بھی جگالیں، وہ سب ضروریات اور حاجات سے فارغ ہو کر تہجد میں مشغول ہو جائیں، صلوٰۃ التوبہ پڑھ لیں اور گڑگڑا کر اپنی ساری زندگی کے گناہوں کی معافی مانگیں اور اس کے بعد دل میں جتنی بھی

دعائیں ہیں وہ مانگیں اور پھر کچھ تسبیحات پڑھ لیں، رات کا یہ آخری حصہ بڑا قیمتی ہے، یہ خاص وقت ہے اللہ کی رحمت کا، ویسے تو روزانہ یہ وقت قبولیتِ دعا کا مخصوص وقت ہے، لیکن اب یہ شبِ برأت کا آخری حصہ بھی ہے اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ سے خوب اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، قرضوں کی ادائیگی کی دعا مانگیں اور اپنے لئے حج وعمرہ کی دعا مانگیں، رشتوں کی دعا مانگیں، کاروبار میں برکت کی دعا مانگیں، رمضان کے روزوں کے اندر خیر و برکت کی دعا مانگیں، صحت وعافیت کی دعا مانگیں، دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں مانگ لیں اور یقین رکھیں کہ جو کچھ مانگا ہے وہ سب ہمیں مل گیا، یقین سے مانگو گے تو انشاءاللہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ جو مانگا تھا وہ مل رہا ہے، اسکے بعد پھر سحری کھالیں اور سیدھے مسجد میں آئیں، گھر میں نہ بیٹھیں، کیونکہ سحری کھاتے ہی نیند کا نشہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے گھر بیٹھنے میں خطرہ ہے کہ کہیں نیند کے غلبہ میں جماعت نہ نکل جائے، اس لئے سیدھے مسجد میں آجائیں اور خواتین گھر میں مصلے پر بیٹھ جائیں وہ بھی ذکر اور دعا میں لگی رہیں یہاں تک کہ فجر کی آذان ہوجائے، مرد مسجد میں فجر کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھیں اور خواتین گھر میں اپنے اپنے وقت پر نماز ادا کریں، اس کے بعد اگر نیند نہ آرہی ہو تو اشراق پڑھ کر سوجانا بہتر ہے، اشراق پڑھ کر آپ رات بھر کی نیند پوری کرلیں، یہ رات گزارنے کا طریقہ ہے، انشاءاللہ

اسطرح سے یہ رات قیمتی بن جائے گی اور اس رات کے فضائل وبرکات انشاء اللہ ضرور حاصل ہونگے۔

بچنے کے کام

اب میں ایک دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں وہ تو کرنے کی ہوئیں اور انکی فضیلتیں بھی اوپر بیان ہوگئیں اب میں مختصراً وہ باتیں بتلاؤں گا جن کو اس رات میں کرنا حرام اور ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ نے انکے بارے میں بتلادیا کہ فلاں فلاں گناہ ایسے ہیں جنکی وجہ سے آدمی کی بخشش نہیں ہوتی اور کچھ گناہ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ کی پیداوار ہیں جن سے بچنا بھی ضروری ہے، جو بچے گا وہی اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا، اور جو گناہوں کو کرے گا تو اللہ کی رضا کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔

شبِ براءت میں سات آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی

کئی احادیث کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، چند احادیث میں آیا ہے کہ سات آدمیوں کی اس مبارک رات میں بخشش نہیں ہوتی الّا یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور باز آجائیں اور معافی مانگ لیں تو پھر انکی بھی بخشش ہوجائیگی۔

(۱) مشرک کی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی، سب جانتے ہیں کہ کفر وشرک تو بہت بڑا گناہ ہے، ایسے کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی، ہاں

اگر کافر بھی توبہ کر کے کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے تو اسکی بھی بخشش ہو جائے گی۔

(۲) دوسرے اُس آدمی کی بھی بخشش نہیں ہوتی جو اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ دے اور ان سے قطع تعلقی اور قطع رحمی اختیار کرے۔

قطع تعلقی اور قطع رحمی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اس رات میں بھی قطع تعلقی اختیار کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی، لہٰذا جن کی رشتہ داروں میں لڑائی ہو جاتی ہے اور جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ قطع تعلقی برقرار رکھ کر ہمیشہ کے لئے میل جول نہ چھوڑیں، شریعت میں اسکی گنجائش نہیں۔

اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو تین میں سے ایک کام کرو، اگر اپنی غلطی ہے تو معافی مانگ لو، دوسرے کی غلطی ہے تو بدلہ لے لو یا معاف کر دو، اسکی گنجائش نہیں ہے کہ قطع تعلقی برقرار رکھی جائے، اگر آپ کی غلطی ہے تو بلا تاویل اسکا اعتراف کر لو اور معافی مانگ لو، اور اگر دوسرے کی غلطی ہے تو اگر آپ میں ہمت ہے تو بدلہ لے لو ورنہ معاف کر دو، معاف کرنا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ

ترجمہ

اور جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر

اللہ پر ہے۔

معاف کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اجر عطا فرمائیں گے، تو اجر ملنا بہتر ہے یا بدلہ لینا بہتر ہے؟ یقیناً اجر ملنا بہتر ہے، تو بہتری والا کام کیوں نہ کریں اس لئے معاف کرنا بہتر ہے لیکن اگر وہ نہ معاف کرے، نہ معافی مانگے، نہ بدلہ لے، تو پھر یہ شخص گنہگار ہوگا اور اسکا یہ عمل ناجائز ہے، اور لڑائی باقی رکھنا قطع رحمی ہے اور یہ ایسا بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے اس مبارک رات میں آدمی کی بخشش نہیں ہوتی۔

(۳) تیسرے نمبر پر کینہ رکھنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، لڑائی جھگڑے میں عموماً کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں کسی کی برائی چاہے اور اس کو تکلیف پہنچانے کا اپنے اختیار سے منصوبہ بنالے کہ فلاں فلاں نے مجھے فلاں دن ذلیل و رسوا کیا تھا، لہٰذا میں بھی موقع ملتے ہی اس کو رسوا کروں گا، دل میں بدخواہی اور اپنے اختیار سے دل میں دوسرے کی برائی چاہنے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اس کو کینہ کہتے ہیں، یہ حرام اور ناجائز ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے کہ اس رات میں اس کی بخشش نہ ہوگی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

کینہ کا علاج

کینہ کا علاج بھی وہی ہے جو باتیں میں نے ابھی اس سے پہلے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائلِ شبِ براءت

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا ط واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیراً کثیراً.

اما بعد!

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (الذاریات:۵۶،۵۷،۵۸)

(صدق اللہ العظیم)

میرے قابلِ احترام بزرگو! اس وقت آپ کی خدمت میں اس مہینے میں آنے والی مبارک رات جسے شب براءت کہتے ہیں اور جو ۱۵/ شعبان کی رات ہوتی ہے، اس کے فضائل کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ خلاصہ میں دو باتیں آئیں گی کچھ باتیں وہ ہیں جو کرنے کی ہوں گی اور کچھ باتیں ایسی ہوں گی جن کا تعلق نہ کرنے سے ہوگا، اور زیادہ تر یہی باتیں ہوں گی جو نہ کرنے کی ہوں گی، ہمیں ابھی سے عمل کی بات پر عمل کرنے کی نیت کر لینی چاہئے اور اس نیت سے سننا اور بیٹھنا چاہئے کہ جو باتیں کرنے کی بتائی جائیں گی حسبِ استطاعت، حسبِ قوت اور حسبِ فرصت انشا اللہ ہم ان کو کریں اور جو باتیں بچنے اور نہ کرنے کی ہیں اور گناہ کی ہیں ان سے ہم مکمل طور پر بچیں گے، اگر پہلے سے وہ گناہ اور وہ کام ہم سے ہو رہے ہیں تو ان سے ابھی سے توبہ کر کے اُٹھیں، اور اگر پہلے نہیں کئے ہیں تو یہ نیت کر لیں کہ ہم آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تا زندگی نہیں کریں گے۔

ہمارے دین میں یہی دو قسم کی باتیں ہیں کہ فلاں فلاں کام کرو اور فلاں کاموں سے بچو، دونوں قسم کی باتوں پر عمل کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، یہ نہیں کہ کرنے کی چند باتوں پر تو عمل کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی ڈوبا رہے، ایسا شخص کامل مؤمن نہیں ہے اور ہمیں کامل

مؤمن بننا چاہئے اور کامل مؤمن بننے کیلئے دونوں پرعمل کرنیکی ضرورت ہے ،کرنے کی باتوں کوکرے اور بچنے کی باتوں سے بچے، غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔

پانچ راتوں کی فضیلت

یہ مبارک رات جوآرہی ہے ،معمولی نہیں ہے بڑی عظیم الشان رات ہے ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ سال کے اندر پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جومسلمان خواہ وہ مرد ہو یاعورت ان پانچ راتوں میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کے واجب ہونے کا فیصلہ لکھ دیتے ہیں ۔(الأصبهاني، الترغيب و الترهيب)

مؤمن کی زندگی کا مقصد چار باتیں ہیں

یہ بات آپ حضرات کومعلوم ہے کہ ہرمسلمان کی زندگی کا خلاصہ اوراس کی زندگی کامقصود اصلی چار چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

(۲) جنت کا نصیب ہونا

(۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا

(۴) جہنم سے آزادی حاصل کرنا

ان چار کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے اندر بھیجا ہےاور ہرمومن کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ چار باتیں کریں۔ مرنے سے پہلے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق بن جائے ۔اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرے اس طرح ان چاروں باتوں کوحاصل کرے اوران چار باتوں کو حاصل کرنا چوبیس گھنٹے ہمارے اختیار میں ہے جس طرح کھانا ،پینا ہمارے اختیار میں ہے ایسے ہی ان چاروں کو حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے،اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن کاموں کو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہم بجا لائیں اورحسبِ موقع ان کوانجام دیتے رہیں جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ اوراستغفار کرکے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے ،کہیں نہ کہیں بھول ہوجاتی ہے اور کہیں نہ کہیں غلطی ہوہی جاتی ہے،اس کا تدارک یہ ہے کہ جہاں غلطی ہو جائے فوراً توبہ کرے اور معافی مانگے اورآئندہ بچنے کی پوری کوشش کرے۔ بہرحال! ہر جگہ ہر کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ،کھانے کے اندربھی ، پینے کے اندربھی ،سونے اوراٹھنے کے اندربھی ،کاروبار کے اندربھی ، ملازمت اور

زراعت کے اندر بھی، تجارت، صنعت وحرفت کے اندر بھی، غرض ہر جگہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام سے بچو، مومن کا ایمان ہر وقت اس سے یہی کہتا ہے کہ اے مومن! دیکھ! یہ گناہ ہے اس سے بچ، اور یہ نیکی ہے اس کو کر اور بجالا، نیکی مت چھوڑ اور بدی کے قریب مت جا، نیز اللہ نے ہر عمل کے بدلہ کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ فلاں کام کرو گے تو تم جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور فلاں کام کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے، وہ کام سارے گناہ ہی گناہ ہیں، حرام اور ناجائز کام ہیں، ہر گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے، نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ.

ترجمہ

''بیشک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے، اور بیشک جھوٹ گناہ ہے اور گناہ (آدمی کو) جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ)

فضائل شبِ براءت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس رات کے بارے میں دو باتیں عرض کرونگا، کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ بچنے کی ہیں، کرنے کی باتیں اللہ کی رضا کا باعث ہیں اور جو گناہ کی باتیں ہیں وہ سب اللہ کے غضب کا باعث ہیں اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان سے بچنا ضروری ہے سال کی پانچ راتوں میں سے یہ شب براءت بھی ایسی مبارک رات ہے کہ اگر کوئی اس رات میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح شریعت میں ہے، اور اُس طرح نہ کرے جیسے یہاں رائج ہے، اس طرح عبادت کرے جیسی عبادت سنت سے ثابت ہے، اُس طرح نہ کرے جس کا ہمارے ماحول و معاشرہ میں رواج ہے، تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ایسے عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت کا مستحق بنادیں گے۔

پانچ راتوں کی عبادت، اور جنت کی ضمانت

ان پانچ راتوں میں سے ایک رات تو یہی شبِ براءت ہے، دوسری شب قدر ہے، تیسری عیدالفطر کی رات، چوتھی بقرعید کی رات اور پانچویں ۹ ذی الحجہ کی رات ہے، افسوس! ہم نہ عید کی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، نہ بقرعید کی رات میں جاگتے ہیں، ان راتوں کو تو یونہی

بازاروں کے اندر گھوم پھر کر ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دوراتیں بھی بڑی مبارک ہیں، اس میں بھی آدمی کو کچھ نہ کچھ جاگنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، گناہوں سے بچنا چاہئے، سال میں یہ پانچ راتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی اپنی عبادت سے ان کو زندہ رکھے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی ہونے کا پروانہ ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔

شبِ براءت کی دوسری فضیلت

اس رات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کے اندر بڑے اہم اہم فیصلے فرماتے ہیں، وہ اہم فیصلے اس طرح سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس دنیا کے اندر ہونا تھا اور ہر انسان کے ساتھ ہونا تھا اللہ پاک نے وہ سب انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ دنیا بنے گی اس میں اتنے انسان ہونگے، اور اتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں فلاں کام کریں گے، اللہ پاک نے ان سب کی پوری تفصیل اور پوری کفیت لوحِ محفوظ میں تحریر فرمادی، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

شبِ براءت میں سال بھر کے امور کا فیصلہ

سال بھر میں جو کچھ دنیا میں ہونا ہے اور جس جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے وہ اگرچہ لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن شبِ براَت میں اللہ پاک لوح محفوظ سے نقل کروا کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ ان امور کو سرانجام دیں جو انہیں لکھ کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پندرھویں شعبان کے اندر یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور اسے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے اب اس کا نام مُردوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا اور وہ یہاں کاروبار کر رہا ہے، کھا پی رہا ہے، سو رہا ہے، جاگ رہا ہے، چل پھر رہا ہے اور سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے، اسی طرح اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ ہونا ہے، کسی کا کاروبار فیل ہوتا ہے، کسی کا کاروبار چمکتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے، کسی کو طلاق ہوتی ہے، کسی کے اولاد ہوتی ہے، یا کسی کو تنزلی کا شکار ہونا ہے، کسی کو عزت ملنی ہے یا کسی نے ذلیل ورسوا ہونا ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں اور ہر کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ اہم فیصلے ہیں جو اس رات لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں کہ تم ان کو انجام دو۔

شبِ براءت میں دعا کی قبولیت

ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی رحمت رکھی ہے کہ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ ہر رات رات کے تہائی حصہ میں اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اس وقت جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و مناجات کرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے اللہ پاک اس کی مناجات اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

روزانہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں

چوبیس گھنٹے میں دو وقت ایسے خاص ہیں کہ اگر اس وقت کوئی دل سے دعا مانگے تو اللہ پاک اس کی دعا رد نہیں فرماتے ایک رات کے آخری حصہ کی دعا اور ایک فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا یعنی جب امام سلام پھیر دے اسوقت اگر کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح رات کے تہائی حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

مصائب کے آنے اور دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ ہمیں قبولیتِ دعا کا موقعہ عطا فرماتے ہیں اور ہر رات کے آخری حصہ میں یہ دولت ہمیں عطا فرماتے ہیں، ہماری نالائقی ہے کہ فرضوں کے بعد بھی ہم دعا میں توجہ اور دھیان نہیں دیتے جس کے ہم بے انتہا محتاج ہیں، ہم میں سے ہر آدمی پریشان ہے، ہر آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہے، ہر آدمی کے ذہن میں بڑے بڑے افکار ہیں اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے سکون کی زندگی ملے اور میری ساری پریشانیاں دور ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دور کرنے کے لئے دن کے پانچ اوقات میں قبولیتِ دعا کا اعلان فرمایا ہے، لیکن ہم نے غفلت اور بے دھیانی میں انہیں گنوا رکھا ہے اور سلام پھیرتے ہی طوطے کی طرح رٹے رٹائے دعا کے چند کلمات پڑھے اور اُٹھ کر چل دیئے، اُٹھک بیٹھک کی طرح نماز پڑھی اور بھاگ لئے اور رہا رات کے آخری حصہ کی دعا کی قبولیت کا وقت؟ سو وہ خراٹوں اور نیند کی کروٹوں میں گزر جاتا ہے حالانکہ پہلے مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ نماز کے لئے دنیا کے سارے کام چھوڑ کر انتہائی آرام وسکون اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، یہی مطالبہ آج بھی ہم سے ہمارے دین وایمان کا ہے وہ لوگ دعا خوب توجہ اور دھیان سے مانگتے تھے اور تہجد میں اٹھنے کا عام معمول تھا، مسلمانوں

کے کسی محلّہ سے گزر ہوتا تو کہیں سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی اور کہیں سے ذکر کی آواز آتی، کہیں سے دعا میں رونے کی آواز آتی، کیا خوب کہا کسی نے ؎

شب کی آہیں نہ رہیں قلب کے نالے نہ رہے

نہ رونے والا سینہ رہا نہ آہیں کھینچنے والے دل رہے، وہ سب رخصت ہوگئے، رات ٹی وی دیکھنے یا نیند کے خراٹوں میں گزار دی، اور نمازِ فجر قضا کر کے پڑھی، تو بتایئے ایسی صورت میں دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے؟

دعا کی قبولیت کے لئے دو شرطیں

قبولیتِ دعا کے لئے دو شرطیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبولیتِ دعا کی پہلی شرط

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا پینا حلال کا ہو۔

جس آدمی کا کھانا پینا حلال کا نہیں ہوگا اس کی دعا نہ شبِ قدر میں قبول ہوگی، نہ شبِ عید و بقرعید میں قبول ہوگی، نہ رمضان میں قبول ہو گی، کیونکہ حلال کھانا قبولیتِ دعا کے لئے شرط ہے جیسے نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے کوئی شخص بغیر وضو کے کتنی ہی پیاری نماز پڑھے اور کتنے ہی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے اس کی نماز درست نہیں ہوگی ایسے ہی جس نے

حرام کھایا ہوگا یا پیا ہوگا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی جب بھی وہ دعا کرتے ہیں انکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ایک باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور دوسرے مسافر کی دعا کہ یہ بھی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری حدیث ہے کہ ایک آدمی کا بڑے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھی غبار آلود ہیں، سر کے بال بھی غبار آلود اور پراگندہ ہیں، ایسی خاکساری کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یارب یارب کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے تو فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَہٗ الدُّعَاءُ اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دعا جس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، یہ بھی تب قبول ہوتی ہے جب وہ حلال کھائے اور حرام سے بچے۔

حرام آمدنی کی مختلف صورتیں

آج حرام خوری کا بڑا دروازہ کھلا ہوا ہے، سودی بینکوں کے اندر لوگ جو فکسڈ ڈپازٹ رکھتے ہیں اس کے اندر بنام نفع جو کچھ بھی وصول کرتے

ہیں وہ خالص سود ہوتا ہے، اصل رقم سے زائد جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود ہوتی ہے، انعامی بانڈز کے اندر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی خالص سود ہوتی ہے اسی طرح انشورنس کے اندر جمع کرائی گئی اصل رقم سے جتنی زائد رقم ملتی ہے وہ سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح رشوت لینے دینے کا ہمارے یہاں عام رواج ہے اور پگڑی سسٹم بھی ہمارے یہاں بہت عام ہے جس میں رسید بدلوائی اور پگڑی کی رقم حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

دیکھئے! معاملات وغیرہ کی کتنی صورتیں ہیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں، یہ ہمارے معاشرے میں عام ہیں جبکہ یہ سب حرام خوری کے دروازے ہیں اور یہ سب سودخوری کے دروازے ہیں، جب آدمی حرام کھائے گا، حرام پیئے گا، اور حرام آمدنی سے لباس پہنے گا تو نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ اس کا حج قبول ہوگا، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اس کی دعا قبول ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام کا ایک لقمہ حلق سے نیچے اتارا اور وہ لقمۂ حرام اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو چالیس دن تک اس کے نہ فرض قبول ہوں گے، نہ نفل قبول ہوں گے اور نہ دعا قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کی دوسری شرط

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے دعا کرے یعنی وہ ہمہ تن دعا میں متوجہ ہو، اس کا دماغ اور اس کا ذہن اس کے سب اعضاء پوری طرح اس طرح متوجہ ہوں کہ وہ اللہ کا محتاجِ محض ہے، اور دل میں یہ بات ہو کہ میں اس سے عرض کر رہا ہوں اور وہ میری دعا ضرور قبول کریں گے، اگر اس یقین کے ساتھ پوری توجہ، انہماک اور دھیان سے دعا کی جائے اور اس کے ساتھ پہلی شرط کا بھی لحاظ رکھا جائے تو اس کی دعا انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کا مطلب اور غلط فہمی کا ازالہ

دعا کی قبولیت کا مطلب بھی ذرا سمجھ لیں ہم دعا کی قبولیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ ملے، اگر وہ مل گیا تو سمجھو دعا قبول ہوگئی اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو گویا دعا قبول ہی نہیں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کی تین صورتیں

ہماری شریعت میں دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل ہو جائے، اگر تین میں سے کوئی ایک چیز مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے بعینہ وہی چیز انسان کو

مل جائے، مثال کے طور پر کاروبار مانگ رہے ہیں کاروبار چمک جائے، ملازمت مانگ رہے ہیں ملازمت مل جائے، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے رشتہ مل جائے، غرض! مطلوبہ چیز کامل جانا قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے یہ ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، حادثہ، پریشانی یا سانحہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا، جو ہمارے ساتھ ہونے والا تھا اس دعا کی بدولت اللہ جل شانہ اس کو دور فرما دیتے ہیں، بعض مرتبہ آدمی چھوٹی سی بیماری سے شفاء کی دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے آپریشن سے اس کی جان بچا دیتے ہیں، یہ بھی دعا کی قبولیت کی ایک صورت ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیتے ہیں یعنی بندہ جو دعا مانگتا ہے اسکی مراد دنیا میں بظاہر پوری نہیں ہوتی تاہم اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر قبولیت کی مہر لگا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں، جب آخرت کا دن آئے گا اللہ پاک اس وقت اس کا اجر وثواب بندہ کو عطا فرمائیں گے کیونکہ دنیا کی زندگی تو بہر حال گزر جاتی ہے آدمی اس میں جیسے تیسے گزارہ کر لے گا لیکن آخرت میں وہ ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور دعا کی بدولت آخرت کی

نعمتیں عطا فرمائیں گے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہاں ان کو بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ حیران ہوں گے کہ ہم تو اتنے نیک نہیں تھے اور یہ اتنی نعمتیں اللہ پاک نے ہمیں کیسے عطا فرما دیں، ہماری کونسی نیکی کا یہ بدلہ ہیں؟ فرشتے جواب میں کہیں گے کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں جو دعائیں تمہاری قبول نہیں ہوتی تھیں وہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہاں ذخیرہ کر رکھی ہیں، آج ان کے بدلے یہ محلات مل رہے ہیں، یہ باغات مل رہے ہیں، یہ نہریں مل رہی ہیں، یہ چمن مل رہے ہیں، یہ سب تمہاری ان دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو دنیا میں قبول نہیں ہوئیں، یہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کاش ہماری ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی، وہاں لیکر کیا کیا؟ یہاں ملتا تو سب سے بہتر تھا اس لئے کہ وہاں جو ملا وہ فنا ہو گیا جبکہ یہاں کی نعمت تو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

بہر حال! دعا کی قبولیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا میں تو مراد نہیں ملتی لیکن آخرت میں اس کے بدلہ نعمتیں ملتی ہیں۔

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

اب اصل بات سنو! جب ہم ذکر کردہ دو شرطوں کے ساتھ دعا کریں گے تو اگر ہماری تقدیر میں کوئی ضرر اور نقصان لکھا ہوگا، کوئی خسارہ لکھا

ہوگا، کوئی حادثہ یا کوئی مصیبت لکھی ہوگی، کوئی پریشانی یا نقصان لکھا ہوگا، کوئی آفت لکھی ہوگی، تو دعا ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے ایک طرف تو لوحِ محفوظ سے سال بھر میں پیش آنیوالے واقعات و حادثات نقل کروائے جارہے ہیں، اور دوسری طرف دعا کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے بلکہ خصوصیت سے کھولا جارہا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ عام دنوں میں تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے لیکن اس رات میں قبولیت کا دروازہ مغرب کے بعد سے کھل جاتا ہے اور صبح صادق تک برابر کھلا رہتا ہے نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ ساری رات فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے روزی مانگنے والا کہ ہم اس کو روزی دیں، کوئی ہے عافیت مانگنے والا کہ ہم اس کو عافیت دیں، کوئی ہے ہم سے اولاد مانگنے والا کہ ہم اس کو اولاد دیں، کوئی ہے رشتہ مانگنے والا کہ ہم اس کو رشتہ دیں، کوئی ہے عزت مانگنے والا کہ ہم اس کو عزت دیں، اس طرح کے اعلانات مغرب سے لے کر صبح صادق تک برابر ہوتے رہتے ہیں۔

کتنی بڑی رحمت اور کتنی بڑی فضیلت اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی تقدیر بھی بدلوا سکتے ہیں اور دعائیں مانگ مانگ کر ہم اپنی مصیبتیں ٹلوا سکتے ہیں ہماری قسمت میں اگر خیر نہیں ہے اور عزت نہیں ہے، عافیت نہیں ہے، صحت نہیں ہے اور خیر نہیں تو آج کی شب دعا مانگ

مانگ کر خیر لکھوالو، وہ اعلان کررہے ہیں بس آپ کے مانگنے کی دیر ہے، اُدھر سے قبولیت میں دیر نہیں ہے، مگر انہی دو شرطوں کے ساتھ دعا قبول ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، نیز قبولیت کے وہ تین معنی بھی ذہن میں رہنے چاہئیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

شبِ براءت میں بندگانِ خدا کی جہنم سے آزادی

اس مبارک رات کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری رات میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار نہیں، لاکھ دو لاکھ نہیں، کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرماتے ہیں، اس کی مثال حدیث میں یوں دی گئی ہے کہ عرب میں بنو کلب ایک قبیلہ تھا ان کے یہاں بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو کلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان بالوں کی تعداد سے زیادہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ سے بری فرماتے ہیں لہٰذا یہ رات مغفرت کی بھی ہے، اس لئے اس رات میں بخشش بھی مانگنی چاہئے، مغفرت بھی مانگنی چاہئے، اور یوں دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! میری، میرے والدین، میرے دادا دادی اور میری ساس وسسر اور اوپر تک جتنے مسلمان گزر چکے ہیں ان سب کی

اوران کی نسل میں جتنے مسلمان وفات پا چکے ہیں انکی اور جو آئندہ آئیں گے ان سب کی بخشش فرمادے اس کے بعد پھر یوں کہیں کہ یا اللہ! حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مسلمان اس دنیا سے جا چکے اور جتنے موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آئیں گے، مرد ہوں یا عورت، انسان ہوں یا جنات، ان سب کی مغفرت فرما، ان سب کی بخشش فرما اور سب کے درجات بلند فرما اور سب کو دوزخ سے بری فرما، بھئی! اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ مرنے والے کو بھی ان سب کا ثواب دیدیں، اس کا ثواب معلوم ہے کہ کتنا ہے؟ جتنے انسانوں کے لئے ہم نے دعا کی ہے اتنے انسانوں کے ساتھ ہم نے نیکی کی ہے، کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کر دینا، ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں تو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے اربوں کھربوں نیکیاں اسی لمحہ آپ کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ درج ہو جائیں گی، بلکہ اگر کوئی خوش نصیب انسان یہ معمول بنالے، روزانہ پچیس مرتبہ یا ستائیس مرتبہ یہ دعا کرلیا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ

''اے اللہ! تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں، تمام

مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے''۔

اور نیت یہ ہو کہ سارے مسلمان مرد اور ساری مسلمان عورتیں، انسان و جنات کی مغفرت ہو جائے یہ چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کم از کم پچیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنادیں گے، یعنی اس کا پہلا انعام تو یہ ہوگا کہ یہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنادیں گے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنا رزق پانے کا ذریعہ ہے

دوسروں کے لئے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں داخل فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت اور جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جن کے طفیل دوسروں کو روزی ملتی ہے کیا خود انہیں نہیں ملے گی؟ نہیں نہیں، بلکہ انہیں پہلے ملے گی اور اس کے طفیل دوسروں کو بھی ملے گی، اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

لفظ ''روزی'' کا مفہوم

شریعت اور دین میں جب روزی کا لفظ آتا ہے اس سے صرف دال روٹی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت مراد

ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت غیب سے پوری فرمائیں گے، بلکہ اس کے ذریعے اوروں کو بھی رزق دیں گے اور ان کی تمام ضروریات وحاجات پوری فرمائیں گے، یہ بڑی عظیم دعا ہے اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے والدین اور اہل وعیال کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو کل مومنین اور کل مومنات اور کل مسلمین وکل مسلمات کے لئے بھی دعا کرنا نہ بھولیں، اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور ان کا بھی فائدہ ہے۔

شبِ براءت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

چوتھی بات یہ ہے کہ اس مبارک رات کے اندر شریعت میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں جس کا جس عبادت میں زیادہ دل لگے سنت کے مطابق اس کو انجام دے، جس کا تلاوت میں دل لگے وہ تلاوت کرتا رہے، جس کا ذکر میں دل لگے وہ ذکر کرتا رہے، جس کا دعا میں دل لگے وہ دعا کرتا رہے، جس کا نفلوں میں دل لگے وہ نفل پڑھتا رہے، جس کی قضا نمازیں رہتی ہوں وہ قضا نمازیں پڑھتا رہے، یہ بھی عبادت ہے، جس کا صدقہ دینے کو دل چاہے وہ صدقہ دیتا رہے۔

الغرض! شریعت میں اس رات کی کوئی خاص عبادت مخصوص اور

مقرر نہیں۔

شبِ براءت کی عبادت کے لئے پھیلائے گئے اشتہارات کی حیثیت

یہ میں اس لئے عرض کررہا ہوں کہ اس رات میں آپ کو اشتہارات تقسیم ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کے پاس بھی کوئی نہ کوئی اشتہار پہنچ جائے جس میں مختلف مقاصد کے لئے خاص خاص طریقوں سے نوافل پڑھنے کا طریقہ لکھا ہوگا، اور ان کے بڑے بڑے فضائل درج ہوں گے، وہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، نہ ان کی یہ فضیلت ثابت ہے، نہ ان کا یہ طریقہ ثابت ہے، سنت کے مطابق ہم جس طرح روزمرہ نفلیں پڑھتے ہیں اسی طرح اس رات میں بھی نفلیں پڑھنی چاہئیں، لیکن جو نمازیں ہم روزمرہ پڑھتے ہیں اکثر ''تو چل میں آیا'' والی اُٹھک بیٹھک ہوتی ہے، اس طرح کی نماز تو روزمرہ میں بھی ناجائز ہے، ہم بجائے سو نفلوں کے صرف دو نفل پڑھیں لیکن وہ دو نفل ایسی پڑھیں کہ گویا وہ زندگی کی آخری دو رکعتیں ہیں، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں گی اُن ایک ہزار رکعت سے جو بغیر خشوع وخضوع کے جلدی جلدی اُلٹی سیدھی ادا کی گئی ہوں، اس لئے بیشک کم نوافل پڑھیں لیکن بڑے آرام، اطمینان اور سکون سے ادا کریں۔

شبِ براءت گزارنے کا طریقہ

اب میں آپ کو یہ رات گزارنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ ہم اس رات کو کیسے گزاریں، یہ طریقہ مسنون یا ضروری نہیں ہے، تجربہ سے نافع اور مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ ۱۴ رشعبان کو صبح اشراق کے بعد خوب نیند کرلیں اس نیت سے کہ رات کو ہم زیادہ سے زیادہ عبادت میں لگ سکیں، اور دن بھر کام کاج بھی زیادہ محنت والا نہ کریں اور ظہر کے بعد قیلولہ کریں یعنی دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد گھنٹہ پون گھنٹہ لیٹ جائیں، نیند نہ آئے تب بھی لیٹ جائیں، قیلولہ سے عجیب وغریب طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے اور عصر کے بعد اگر غسل کرکے نئے کپڑے پہن لیں تو بہت اچھی بات ہے، جیسے جمعہ کی تیاری کرتے ہیں ویسی ہی تیاری کرلیں اور خوشبو وغیرہ لگا کر مغرب کی آذان سے پہلے پہلے تیار ہوکر مسجد آجائیں، اگر اذان کے بعد بھی پہنچ جائیں تو کوئی حرج نہیں، یہ کوئی فرض واجب نہیں، میں صرف آسانی کے لئے عبادت کا طریقہ بتلا رہا ہوں، بہر حال! بہتر یہ ہے کہ آپ مسجد میں اذان سے پہلے پہلے پہنچ جائیں اور آذان ہوتے ہی سمجھ لیں کہ گویا اس رات کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہے، اور آپ مغرب کی نماز بڑے آرام وسکون سے ادا کریں اور نیت کرلیں کہ میں عشاء تک بنیتِ اعتکاف بیٹھوں گا، لہٰذا عشاء تک

نفلی اعتکاف کی نیت کرلیں، لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عشاء تک اعتکاف کی نیت سے بیٹھنا کوئی اس رات کی خصوصیت نہیں ہے کسی بھی دن یہ نفلی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔

مغرب تا عشاء اعتکاف کی خصوصیت

مغرب تا عشاء اعتکاف کی فضیلت از روئے حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مغرب کے بعد عشاء تک کسی بھی دن اعتکاف کرلے اور دورانِ اعتکاف کسی سے بات چیت نہ کرے اور نہ کسی قسم کی دنیا کی بات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم اس رات میں اعتکاف کرلیں کیونکہ اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے، دنیا کی باتوں میں نہ لگیں، فرائض ونوافل ادا کریں، مغرب کی سنتوں کے بعد اوّابین کی چھ رکعتیں پڑھیں بلکہ یہ تو ہر روز پڑھنی چاہئیں۔

اوّابین کی فضیلت

اوّابین کی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے اتنے گناہ معاف فرما دیتے ہیں جتنے سمندر کے جھاگ ہیں یعنی گناہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، لیکن آنحضرت ﷺ سے اوّابین کی جہاں چھ رکعتوں کا ثبوت

ہے وہاں بیس رکعت کا بھی ثبوت ہے، اس لئے کبھی کبھی زندگی میں بیس رکعت بھی پڑھنی چاہئیں، اس سنت کو کون زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ کی اُمت ہی زندہ کرے گی، خواتین وحضرات کا کام ہے کہ اس سنت کو بھی زندہ کرلیں، یہ رات بھی مبارک ہے اور عمل بھی مسنون ہے، لہٰذا کوشش کریں کہ مغرب کے بعد مسجد ہی میں رہیں اور بجائے چھ رکعت کے بیس رکعت پڑھیں، اور آرام وسکون سے پڑھیں، ذرا سی دیر میں عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے گا، اگر کوئی وقت بچ جائے تو دعا میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ اس رات قبولیتِ دعا کا وقت مغرب سے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے درمیان میں وقفہ وقفہ سے کوئی نہ کوئی دعا مانگتے رہیں یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو جائے، اسی طرح خواتین بھی گھروں میں یہی عمل دہرائیں تو اچھا ہے۔

عشاء کے بعد کے معمولات

عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں اور معمول کے مطابق سنتیں اور نوافل پڑھیں، عشاء کی سنتوں کے بعد دو نوافل تو عام ہی پڑھی جاتی ہیں لیکن اگر کوئی چار نفل پڑھ لے تو اس کو تہجد کا ثواب ملتا ہے یہ ایسا نسخہ ہے کہ آدمی بآسانی ساری زندگی تہجد کا ثواب حاصل کرسکتا ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ تہجد کا

اصل وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے، تہجد کا اوّل وقت جائز وقت ہے اور شب کا آخر وقت افضل وقت ہے اس لئے بھائی! اگر آخر اور افضل وقت میں تہجد نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے بعد ابتدائی جائز وقت میں ہی تہجد کی نماز پڑھ لیا کریں، البتہ اس میں سونا شرط نہیں ہے جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ تہجد تو سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھنی چاہئے تہجد کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے، تہجد رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھنے کا نام ہے، چاہے ساری رات جاگتا رہا ہو یا سو کر اٹھا ہو، لہٰذا بھئی! جب ہم پڑھ کر بھی سو سکتے ہیں تو کیوں نہ تہجد پڑھ کر سوئیں اس سے نفس بھی نہیں پھولے گا کیونکہ رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے سے آدمی سمجھتا ہے کہ میں بڑا تہجد گذار ہوں اور میں بڑا عبادت گذار ہوں، یہاں کون اس کو عبادت گذار سمجھے گا، تو اچھا ہے کہ نفس نہ پھولے جتنا یہ پست ہوگا اتنا ہی اسکا ثواب بڑھے گا۔

تہجد کی رکعتوں کی تعداد

تہجد کیلئے بہتر یہ ہے کہ کم از کم چار رکعت پڑھیں اور اس کا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت پڑھیں اور سب سے افضل اور بہتر درجہ یہ ہے کہ بارہ رکعتیں پڑھیں، اور مزید اگر ہمت، قوت، طاقت اور استطاعت ہو تو

صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ لیں، اس لئے کہ یہ رات بھی مغفرت کی ہے اور یہ نماز بھی باعثِ مغفرت ہے۔

صلوٰۃ التسبیح سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی وجہ سے دس قسم کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے اور یہ رات بھی مغفرت کی ہے تو انشاء اللہ یہ سونے پہ سہاگہ ہو جائیگا، ویسے صلوٰۃ التسبیح بعد از مغرب بھی پڑھ سکتے ہیں اور بارہ بجے سے پہلے بھی، آپ اپنی اپنی سہولت دیکھ لیں میں نے آپ کو ایک مسنون عمل بتایا ہے اس کے بعد دعا بھی کرلیں اور یہ تمام اعمال کرکے اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اگر نزدیک کوئی ایسا قبرستان ہو جس میں کوئی میلہ ٹھیلا نہ ہو، جیسا کہ آج کل قبرستانوں کو سجایا جاتا ہے اور وہاں مَردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع بھی ہوتا ہے، ڈھولک، سارنگی اور قوالی بھی ہوتی ہے، جو کہ سب حرام اور ناجائز کام ہیں، ایسے قبرستان میں جانے سے پرہیز کریں، اس سے بہتر ہے کہ آپ گھروں کو چلے جائیں البتہ جو قبرستان سناٹے والا ہو، اور اس میں ایسی خرافات نہ ہوں اور آپ آسانی سے وہاں جا سکتے ہوں تو رات کو ۱۲ بجے سے پہلے یا ۱۲ بجے کے بعد چند منٹ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

قبرستان کے آداب اور مروّجہ رسمیں

قبرستان جاکر سورہ فاتحہ اور ۱۲ دفعہ قل ھو اللّٰہ پڑھ کر کم از کم تمام مُردوں کو اس کا ثواب بخش دیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کردیں۔

قبرستان جانا بھی نہ فرض ہے نہ سنت بلکہ یہ صرف مستحب ہے اور ہر سال قبرستان جانا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے شبِ برأت میں قبرستان جانا زندگی میں صرف ایک یا دو مرتبہ ثابت ہے، جبکہ آپ کی زندگی میں شبِ برأت تیئس مرتبہ آئی۔

میں یہ اس لئے عرض کررہا ہوں کہ لوگوں نے اس کو فرض وواجب بنا رکھا ہے، انکے ہاں عشاء اور مغرب کی نماز بیشک فوت ہو جائے لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ ٹھٹھہ[1] نہ جائے، اس کا ناغہ نہ ہونے پائے، یہ غلط ہے اور جو لوگ وہاں جاتے ہیں وہاں انہیں سوائے میلے ٹھیلے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، یاد رکھئے! یہ ناجائز ہے، اسکا کوئی ثبوت نہیں، یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت طریقہ ہے جو لوگوں نے اپنی طرف سے اختیار کرلیا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

شبِ براءت میں اہلِ خانہ کو عبادت کے لئے آمادہ کریں

پھر گھر جاکر اگر بآسانی ممکن ہو تو اپنے گھر کے افراد کو جمع کریں، سب مل کر سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ اکبر کی تسبیحات پڑھیں اور

[1] ٹھٹھہ کا قبرستان معروف ہے اور بعض حضرات اس رات میں وہاں جانے کا بہت اہتمام کیا کرتے ہیں۔

درود شریف کی تسبیح پڑھیں بچوں کو بھی پڑھوائیں تاکہ انکی تربیت ہو، ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی معمول تھا، وہ بھی ہمیں اس رات میں بٹھایا کرتے اور ذکر کروایا کرتے تھے۔لیکن اگر سب جمع نہ ہوں، الگ الگ عبادت کریں تب بھی مقصود حاصل ہے، جمع ہونا ضروری نہیں ہے، عبادت میں دل لگانے کے لئے ہے۔

بچوں کو عبادت پر آمادہ کرنے کا طریقہ

چھوٹے بچوں کو عبادت کے لئے آمادہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ انکے لئے کوئی انعام مقرر کردیں، اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کسی کے لئے ایک روپیہ اور کسی کے لئے دو روپے اور کسی کے لئے پانچ روپے مقرر کردیں، پھر دیکھیں کہ بچوں میں کیسا جوش آتا ہے اور بوڑھے بھی جوان ہوجائیں گے اور سب ذوق وشوق سے عبادت کریں گے، بچے بھی کروڑوں نیکیاں کمالیں گے بہرحال جب تک طبیعت میں نشاط ہو عبادت میں مصروف رہیں۔

تین جامع دعائیں

اس کے بعد اپنے گھر میں بیٹھ کر بھی دعا کریں، تین دعائیں بہت ہی جامع ہیں میں بتادیتا ہوں ان میں جو سب سے جامع دعا ہے وہ قرآن میں ہے۔

پہلی دعا

پہلی دعا یہ ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.(البقرة: ۲۰۱)

ترجمہ

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بہتری عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بہتری عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا''۔

یہ جامع ترین دعا ہے۔

دوسری دعا

دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! نبی کریم ﷺ نے دنیا اور آخرت کی جتنی بھلائیاں مانگی ہیں وہ سب آپ ہمیں عطا فرمادیں اور جن جن چیزوں سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے آپ ہمیں ان سب سے پناہ عطا فرمادیں، تمام مخلوقات کی دعاؤں کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو تلقین فرمائی ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی دعائیں حضور ﷺ کی دعاؤں کے اندر ہیں کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی مانگنے والا ہوا ہے، نہ ہوسکتا ہے، جس طرح

آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں ایسے ہی آپ ﷺ دعا مانگنے کے بھی امام ہیں، آپ کی بیشمار دعائیں ہیں، سب دعائیں آپ ﷺ نے مذکورہ دعا میں جمع فرمادی ہیں، یہ بہت ہی جامع دعا ہے، اس میں تمام خوبیاں ہیں اور تمام دعائیں اس کے اندر ہیں۔

تیسری دعا

تیسری دعا ان سب دعاؤں کا خلاصہ ہے اور وہ ہے عافیت کی دعا، یہ لفظ اگرچہ بہت چھوٹا سا ہے لیکن یہ ان ساری دعاؤں کا سردار ہے جیسے الحمدللہ جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہوتا ہے ان سب کا سردار ہے، اسی طرح جن کلمات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگی جاتی ہے لفظ عافیت ان سب کا سردار ہے، ساری مخلوقات مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، آخرت کی خیر مانگے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچنے کی دعا کرے اور ایک آدمی ایک طرف تنہا بیٹھ کر فقط عافیت کی دعا مانگے، یہ دعا ان سب دعاؤں پہ بھاری ہے۔

یہ تین دعائیں میں نے آپکو بتائی ہیں یہ اوّل وآخر اور درمیان میں کریں اور تہجد پڑھ کر بھی کریں پھر جب نیند آنے لگے تو زبردستی عبادت نہ کریں، اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں انہوں

نے ساری رات جاگنا اپنی رحمت عطا کرنے کیلئے شرط قرار نہیں دیا۔

عشاء اور فجر کی نماز با جماعت پڑھنے سے رات بھر عبادت کا ثواب

جو مغرب کی نماز با جماعت پڑھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ عشاء کی نماز بھی با جماعت مع تکبیر اولیٰ کے پڑھے گا اور جو عشاء کی نماز با جماعت تکبیر اولیٰ سے پڑھ لیتا ہے از روئے حدیث اس کو آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لیتا ہے اسکو باقی آدھی رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، روزانہ جو آدمی عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھدیا جاتا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ جب عبادت کے دوران نیند آنے لگے تو ایسی صورت میں زبردستی عبادت نہ کریں کیونکہ اب سونا نفع میں ہے، اب سو جانا بہتر ہے، تین ساڑھے تین گھنٹہ سو جائیں اس کے بعد پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جائیں، بچوں کے علاوہ جو سمجھ دار ہوں انکو بھی جگا لیں، وہ سب ضروریات اور حاجات سے فارغ ہو کر تہجد میں مشغول ہو جائیں، صلوٰۃ التوبہ پڑھ لیں اور گڑگڑا کر اپنی ساری زندگی کے گناہوں کی معافی مانگیں اور اس کے بعد دل میں جتنی بھی

دعائیں ہیں وہ مانگیں اور پھر کچھ تسبیحات پڑھ لیں، رات کا یہ آخری حصہ بڑا قیمتی ہے، یہ خاص وقت ہے اللہ کی رحمت کا، ویسے تو روزانہ یہ وقت قبولیتِ دعا کا مخصوص وقت ہے، لیکن اب یہ شبِ برأت کا آخری حصہ بھی ہے اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ سے خوب اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، قرضوں کی ادائیگی کی دعا مانگیں اور اپنے لئے حج وعمرہ کی دعا مانگیں، رشتوں کی دعا مانگیں، کاروبار میں برکت کی دعا مانگیں، رمضان کے روزوں کے اندر خیر و برکت کی دعا مانگیں، صحت وعافیت کی دعا مانگیں، دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں مانگ لیں اور یقین رکھیں کہ جو کچھ مانگا ہے وہ سب ہمیں مل گیا، یقین سے مانگو گے تو انشاء اللہ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ جو مانگا تھا وہ مل رہا ہے، اسکے بعد پھر سحری کھالیں اور سیدھے مسجد میں آئیں، گھر میں نہ بیٹھیں، کیونکہ سحری کھاتے ہی نیند کا نشہ شروع ہوجاتا ہے اس لئے گھر بیٹھنے میں خطرہ ہے کہ کہیں نیند کے غلبہ میں جماعت نہ نکل جائے، اس لئے سیدھے مسجد میں آجائیں اور خواتین گھر میں مصلے پر بیٹھ جائیں وہ بھی ذکر اور دعا میں لگی رہیں یہاں تک کہ فجر کی آذان ہوجائے، مرد مسجد میں فجر کی نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھیں اور خواتین گھر میں اپنے اپنے وقت پر نماز ادا کریں، اس کے بعد اگر نیند نہ آرہی ہو تو اشراق پڑھ کر سوجانا بہتر ہے، اشراق پڑھ کر آپ رات بھر کی نیند پوری کرلیں، یہ رات گزارنے کا طریقہ ہے، انشاء اللہ

اسطرح سے یہ رات قیمتی بن جائے گی اور اس رات کے فضائل و برکات انشاء اللہ ضرور حاصل ہونگے۔

بچنے کے کام

اب میں ایک دوسرا پہلو بیان کرتا ہوں جو باتیں اوپر ذکر ہوئیں وہ تو کرنے کی ہوئیں اور انکی فضیلتیں بھی اوپر بیان ہوگئیں اب میں مختصراً وہ باتیں بتلاؤں گا جن کو اس رات میں کرنا حرام اور ناجائز ہے، حضور اکرم ﷺ نے انکے بارے میں بتلادیا کہ فلاں فلاں گناہ ایسے ہیں جنکی وجہ سے آدمی کی بخشش نہیں ہوتی اور کچھ گناہ وہ ہیں جو ہمارے معاشرہ کی پیداوار ہیں جن سے بچنا بھی ضروری ہے، جو بچے گا وہی اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا، اور جو گناہوں کو کرے گا تو اللہ کی رضا کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے۔

شبِ براءت میں سات آدمیوں کی بخشش نہیں ہوگی

کئی احادیث کا خلاصہ بیان کرتا ہوں، چند احادیث میں آیا ہے کہ سات آدمیوں کی اس مبارک رات میں بخشش نہیں ہوتی الاّ یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور باز آجائیں اور معافی مانگ لیں تو پھر انکی بھی بخشش ہوجائیگی۔

(۱) مشرک کی اس رات میں بخشش نہیں ہوگی، سب جانتے ہیں کہ کفر وشرک تو بہت بڑا گناہ ہے، ایسے کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی، ہاں

اگر کافر بھی توبہ کر کے کلمہ پڑھ لے اور مسلمان ہو جائے تو اسکی بھی بخشش ہو جائے گی۔

(۲) دوسرے اُس آدمی کی بھی بخشش نہیں ہوتی جو اپنے رشتہ داروں سے ناطہ توڑ دے اوران سے قطع تعلقی اور قطع رحمی اختیار کرے۔

قطع تعلقی اور قطع رحمی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے اس رات میں بھی قطع تعلقی اختیار کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی، لہٰذا جن کی رشتہ داروں میں لڑائی ہو جاتی ہے اور جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ قطع تعلقی برقرار رکھ کر ہمیشہ کے لئے میل جول نہ چھوڑیں، شریعت میں اسکی گنجائش نہیں۔

اگر لڑائی جھگڑا ہو جائے تو تین میں سے ایک کام کرو، اگر اپنی غلطی ہے تو معافی مانگ لو، دوسرے کی غلطی ہے تو بدلہ لے لو یا معاف کر دو، اسکی گنجائش نہیں ہے کہ قطع تعلقی برقرار رکھی جائے، اگر آپ کی غلطی ہے تو بلا تاویل اسکا اعتراف کرلو اور معافی مانگ لو، اور اگر دوسرے کی غلطی ہے تو اگر آپ میں ہمت ہے تو بدلہ لے لو ورنہ معاف کر دو، معاف کرنا بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معافی کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ

ترجمہ

اور جو شخص معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر

اللہ پر ہے۔

معاف کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اجر عطا فرمائیں گے، تو اجر ملنا بہتر ہے یا بدلہ لینا بہتر ہے؟ یقیناً اجر ملنا بہتر ہے، تو بہتری والا کام کیوں نہ کریں اس لئے معاف کرنا بہتر ہے لیکن اگر وہ نہ معاف کرے، نہ معافی مانگے، نہ بدلہ لے، تو پھر یہ شخص گنہگار ہوگا اور اسکا یہ عمل ناجائز ہے، اور لڑائی باقی رکھنا قطع رحمی ہے اور یہ ایسا بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے اس مبارک رات میں آدمی کی بخشش نہیں ہوتی۔

(۳) تیسرے نمبر پر کینہ رکھنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، لڑائی جھگڑے میں عموماً کینہ پیدا ہو جاتا ہے اور کینہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل میں کسی کی برائی چاہے اور اس کو تکلیف پہنچانے کا اپنے اختیار سے منصوبہ بنالے کہ فلاں فلاں نے مجھے فلاں دن ذلیل و رسوا کیا تھا، لہٰذا میں بھی موقع ملتے ہی اس کو رسوا کروں گا، دل میں بدخواہی اور اپنے اختیار سے دل میں دوسرے کی برائی چاہنے کی جو خواہش پیدا ہوتی ہے اس کو کینہ کہتے ہیں، یہ حرام اور ناجائز ہے اور بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا گناہ ہے کہ اس رات میں اس کی بخشش نہ ہوگی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔

کینہ کا علاج

کینہ کا علاج بھی وہی ہے جو باتیں میں نے ابھی اس سے پہلے

بیان کی ہیں کہ یا تو اسکو معاف کر دو یا اس سے معافی مانگ لو یا بدلہ لے لو اور اپنا اپنا دل صاف کر لو، اپنے دلوں کو صاف کرنا ضروری ہے، سابقہ طرز کا میل جول رکھنا ضروری نہیں ہے۔

(۴) چوتھے نمبر پر وہ آدمی ہے جو اپنی شلوار ٹخنے سے نیچے رکھتا ہو اور اس نے اس کی عادت بنا رکھی ہو، یہ بھی معاشرہ کا سنگین گناہ ہے، بچے سے لیکر بوڑھے تک ۹۹ فیصد ہر مسلمان مرد اس گناہ میں مبتلا ہے پینٹ پتلون تو ہوتی ہی ٹخنے سے نیچے ہے، اس کو کون اوپر رکھتا ہے، شلوار بھی عموماً ٹخنے سے نیچے ہوتی ہے اور جو تہبند باندھتے ہیں تو وہ بھی ٹخنوں سے نیچے باندھتے ہیں، یہ ہمارے دین میں کبیرہ گناہ ہے اور جب تک آدمی کا ٹخنہ ڈھکا رہتا ہے اس کو برابر اس کا گناہ ملتا رہتا ہے اور آخرت میں اس کا عذاب یہ ہے کہ پورے کے پورے ٹخنے جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے، حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِيْ النَّارِ

ترجمہ

''تہبند (اور شلوار) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا''۔(مشکوٰۃ)

اور دنیا میں اسکا دوسرا وبال اور عذاب یہ ہے کہ شبِ برأت جیسی

مبارک رات میں بھی اسکی بخشش نہیں ہوتی، اسکی ایک وجہ یہ کہ ٹخنے چھپانا ہمیشہ سے کافروں کا طریقہ چلا آیا ہے جبکہ نبیوں کا طریقہ عبادت ہوتا ہے، کافروں کا طریقہ گناہ کرنا ہوتا ہے، حضور ﷺ کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں جتنے بھی کافر تھے وہ سب آپکی جان کے دشمن تھے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمن تھے، اس سے بڑی دشمنی انکی کیا ہوگی کہ حضور ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا، ہر لحاظ سے آپ کو ستایا، پریشان کیا، مکہ کے ان کفاروں کا یہ فیشن تھا کہ جو جتنا بڑا کافر اور سردار ہوتا تھا اتنا بڑا اس کا تہبند زمین پر گھسٹتا تھا اور بڑے آدمی کا تہبند بھی زیادہ زمین پر گھسٹتا تھا، یہ مشرکین کا طریقہ تھا، جبکہ نبیٔ اکرم ﷺ کی سنت یہ تھی کہ آپ کا تہبند آدھی پنڈلی پر ہوتا تھا، یہ بہتر طریقہ ہے ورنہ آدھی پنڈلی سے نیچے کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ کپڑا ٹخنوں سے اوپر اوپر رہے، ٹخنے چھپنے نہ پائیں، ٹخنے چھپانے کی شرعاً گنجائش نہیں کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا قصہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے چودہ سو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لائے، آپ اور آپکے صحابہ مکہ سے باہر ٹھہر گئے، اہلِ مکہ کو اپنی آمد سے مطلع کرنے اور مذاکرات

کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ میں اپنے رشتہ دار بھی تھے اور بہت سی جائیداد بھی تھی اور اپنا گھر بھی تھا لیکن آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا چکے تھے، مکہ میں آپؓ اپنے چچا زاد بھائی کے یہاں ٹھہر گئے، رات انکے ہاں گزاری، صبح جب سردارانِ قریش سے مذاکرات کیلئے نکلے تو انکا تہبند سنت کے مطابق آدھی پنڈلیوں تک تھا، آپکے چچازاد بھائی نے آپ سے یہ کہا کہ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ تہبند ٹخنوں سے نیچے کرلیں لیکن میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آدھی پنڈلی تک نہ رکھیں ذرا سا نیچے کریں، وجہ اسکی یہ ہے کہ یہ مکہ کے بڑے بڑے سردار ہیں اور تمہیں تو سرداروں کی عادت و روایت اور طریقہ کا پتہ ہے، اگر وہ تمہارے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا دیکھیں گے تو تمہارا مذاق اڑائیں گے، اس لئے میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ ذرا سی دیر کیلئے تہبند ٹخنوں سے نیچے نہیں بلکہ صرف آدھی پندلی سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر کر لیجئے تا کہ تمہارے مذاکرات کامیاب ہوں اور تھوڑا سا بھرم ہمارا اور ہمارے خاندان کا بھی رہ جائے اور یہ اس لئے بھی تا کہ تمہاری بات میں وزن پیدا ہو، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے عشق میں سرشار تھے انہوں نے فوراً جواب دیا کہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام، وہ میرا مذاق اڑائیں یا عزت کریں، میں اپنے محبوب ﷺ کی سنت نہیں چھوڑ سکتا، میں

یہاں مذاکرات کی کامیابی کی ضمانت لے کر نہیں آیا، میں اپنے آقا کا نمائندہ بن کر آیا ہوں، میرے سر سے پیر تک جو بھی چیز ہے وہ میرے آقا کی سیرت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہونی چاہئے اور رہی عزت سو وہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّة وَلِرَسُوْلِهٖ. (المنٰفقون : ۸)

اور عزت صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول کا فرمانبردار ہوگا اسکو عزت ملے گی، ان کا راستہ چھوڑ کر عزت نہیں ملے گی، چاہے یہ مذاکرات کامیاب ہوں یا ناکام ہوں، یہ مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے اور نہ میں ان کی خاطر اپنے محبوب کی سنت کو چھوڑ سکتا ہوں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قطعی جواب تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ چودہ سو سال پہلے کفار مکہ اور دشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی شلواروں اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے رکھا کرتے تھے اور چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے تہبند پنڈلیوں تک بلند رکھتے تھے، انکے تہبند ٹخنوں سے اونچے ہوتے تھے، تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنا کفارِ مکہ اور سردارنِ قریش کا طریقہ تھا اور آج کے دور میں انگریز کا فیشن دیکھ لیجئے، وہ بھی یہی ہے، ہمارے مسلمان

بچوں اور مَردوں نے جو آج کل پینٹ پتلون پہن رکھی ہے کیا یہ مسلمانوں کا لباس ہے؟ ہرگز نہیں یہ لباس مردود وملعون قوم انگریز کا ہے، اور بے غیرتی کے ساتھ ہم نے اسے قبول کرلیا ہے، غیرتِ ایمانی ہماری رخصت ہوگئی ہے اس لئے ہم نے بدترین قوم کا لباس اختیار کررکھا ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یعنی آج کے یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے جانی دشمن ہیں اور ہم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی انکے پیچھے چل رہے ہیں، انکی غلامی کررہے ہیں، ان کا لباس عام پہنا جارہا ہے حالانکہ پینٹ پتلون کو تو کافروں کا لباس سمجھتے ہوئے معیوب سمجھنا چاہئے تھا، نہ یہ کہ اسکو اپنے جسم پر چڑھائیں، ہماری غیرت ہی رخصت ہوگئی آج بھی ہمارا جو سب سے بڑا دشمن ہے، اسلام کا دشمن ہے، مسلمانوں کا دشمن ہے، پاکستان کا دشمن ہے، اسکا لباس یہی پینٹ پتلون ہے جو آج مسلمانوں نے لاعلمی، جہالت اور ناواقفیت یا بے غیرتی کے ساتھ زیبِ تن کرلیا ہے، پاکستان کا قومی لباس کیا اچھا نہیں ہے؟ اگر کچھ غیرتِ قومی ہوتی تو قومی لباس پہنتے۔

بہرحال! ٹخنوں سے نیچے خواہ پینٹ ہو یا پتلون یا شلوار کا کپڑا، یہ ایسا گناہ ہے کہ اگر یہ گناہ نماز میں ہو تو نماز قبول نہیں ہوتی اور جب تک آدمی

کے ٹخنے چھپے رہتے ہیں وہ برابر گناہ گار رہتا ہے، لہٰذا مَردوں کو چاہئے کہ اپنے ٹخنے ہمیشہ کھلے رکھیں، مسجد میں بھی، نماز میں بھی، گھر میں بھی، بازار میں بھی، آفس میں بھی، تقریب وتفریح میں بھی، ہر حال میں ٹخنے کھلے رکھنا ضروری ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم صرف نماز کے لئے ہے، ہرگز نہیں بلکہ نماز اور نماز کے بعد ہر صورت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اوپر حدیث ذکر کی گئی ہے، اس میں حالتِ نماز اور غیر حالتِ نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ ہاں خواتین کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ٹخنے چھپا کے رکھیں۔

(۵) نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے شخص کی بھی بخشش نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ انتہائی تاکید کے ساتھ ہم سے فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (اوقول الزور).

ترجمہ

''سنو! میں تمہیں بڑے گناہوں میں بڑے گناہ بتاتا

ہوں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔

(۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(۳) جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات کہنا۔"

(مسلم:۸۷)

نیز قرآن کریم میں جا بجا اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نہ صرف ترغیب دی ہے، بلکہ اس کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ اس لئے جو لوگ والدین کی نافرمانی میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ بڑی سخت اور سنگین وعید ہے کہ اس مبارک رات میں بھی ان کے گناہوں کی مغفرت نہیں ہوتی، لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے والدین سے معافی مانگیں، اپنے قول وفعل سے ان کو راضی کریں اور جائز امور میں ان کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری کریں۔

(۶) چھٹے نمبر پر شرابی انسان ہے، یعنی جو شراب پینے کا عادی ہو، اس رات اس کی بھی بخشش نہیں ہوتی، شراب نوشی شریعت میں حرام ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی واضح الفاظ میں اس کی حرمت ارشاد فرمائی ہے:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَكُلُّ خُمْرٍ حَرَامٌ.

(أخرجه مسلم:٢٠٠٣)

ترجمہ

"ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور شراب حرام ہے"۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا أَنْ يَتُوبَ. (أخرجه البخاري: ٥٥٧٥، ومسلم: ٢٠٠٣)

ترجمہ

"جو آدمی دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرلے"۔

(۷) ساتویں نمبر پر اس رات جس کی بخشش نہیں ہوتی وہ وہ انسان ہے جو ناحق کسی مسلمانوں کا خون بہاتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "۱۰/ذی الحجہ ۹ھ" کو بمقام منیٰ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ، حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا. (أخرجه مسلم: ١٦٧٩)

ترجمہ

"بلاشبہ تمہارے خون، تمہارے مال ومتاع، اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے ہی محترم ہیں، جیسے آج کا یہ دن، جیسے

تمہارا یہ شہر، اور جیسے یہ مہینہ محترم ہے''۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة في الدماء.

(أخرجه البخاري: ۲۵۳۳، و مسلم: ۱۶۷۸)

ترجمہ

''قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلا فیصلہ ''خون'' کے متعلق ہوگا''۔

یہ سات گناہ وہ ہیں جن کے کرنے والے انسانوں کی بخشش اس شبِ مغفرت میں بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ ان سات گناہوں سمیت تمام گناہوں سے سچے دل سے گڑ گڑا کر توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کریں، اور جو کرنے والے کام ابھی بیان ہوئے ہیں وہ کریں اور جو نہ کرنے والے کا بیان ہوئے ہیں ان سے مکمل اجتناب کریں، تاکہ اس رات ہماری بھی مغفرت ہو جائے، ہمیں اللہ پاک کی خوشنودی اور حقیقی رضا حاصل ہو جائے، اور ہم دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہو جائیں، اللہ پاک ہم سب کو توفیقِ عمل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ شبِ براءت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا ط واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله واصحابه وبارك وسلم تسليما كثيراً كثيراً .

اما بعد !

فاعوذبالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ط مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعِمُوْنِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ. (الذاريات:۵۶،۵۷،۵۸)

(صدق الله العظيم)

میرے قابلِ احترام بزرگو! اس وقت آپ کی خدمت میں اس مہینے میں آنے والی مبارک رات جسے شب براءت کہتے ہیں اور جو ۱۵/ شعبان کی رات ہوتی ہے، اس کے فضائل کا خلاصہ اور لُبِّ لُباب سرکارِ دوعالم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں انشاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔ خلاصہ میں دو باتیں آئیں گی کچھ باتیں وہ ہیں جو کرنے کی ہوں گی اور کچھ باتیں ایسی ہوں گی جن کا تعلق نہ کرنے سے ہوگا، اور زیادہ تر یہی باتیں ہوں گی جو نہ کرنے کی ہوں گی، ہمیں ابھی سے عمل کی بات پر عمل کرنے کی نیت کر لینی چاہئے اور اس نیت سے سننا اور بیٹھنا چاہئے کہ جو باتیں کرنے کی بتائی جائیں گی حسبِ استطاعت، حسبِ قوت اور حسبِ فرصت انشا اللہ ہم ان کو کریں اور جو باتیں بچنے اور نہ کرنے کی ہیں اور گناہ کی ہیں ان سے ہم مکمل طور پر بچیں گے، اگر پہلے سے وہ گناہ اور وہ کام ہم سے ہورہے ہیں تو ان سے ابھی سے توبہ کر کے اُٹھیں، اور اگر پہلے نہیں کئے ہیں تو یہ نیت کر لیں کہ ہم آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ تازندگی نہیں کریں گے۔

ہمارے دین میں یہی دوقسم کی باتیں ہیں کہ فلاں فلاں کام کرو اور فلاں کاموں سے بچو، دونوں قسم کی باتوں پر عمل کرنا ہر مومن کی ذمہ داری ہے، یہ نہیں کہ کرنے کی چند باتوں پر تو عمل کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ گناہوں میں بھی ڈوبا رہے، ایسا شخص کامل مؤمن نہیں ہے اور ہمیں کامل

مؤمن بننا چاہئے اور کامل مؤمن بننے کیلئے دونوں پر عمل کرنیکی ضرورت ہے ،کرنے کی باتوں کو کرے اور بچنے کی باتوں سے بچے ،غلطی ہو جائے تو توبہ کرے۔

پانچ راتوں کی فضیلت

یہ مبارک رات جو آرہی ہے ،معمولی نہیں ہے بڑی عظیم الشان رات ہے ایک حدیث میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رحمت کائنات جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سال کے اندر پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان پانچ راتوں میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کے واجب ہونے کا فیصلہ لکھ دیتے ہیں ۔(الأصبهانی، الترغیب و الترهیب)

مؤمن کی زندگی کا مقصد چار باتیں ہیں

یہ بات آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان کی زندگی کا خلاصہ اور اس کی زندگی کا مقصود اصلی چار چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

(۲) جنت کا نصیب ہونا

(۳) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنا

(۴) جہنم سے آزادی حاصل کرنا

ان چار کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا کے اندر بھیجا ہے اور ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے یہ چار باتیں کریں۔ مرنے سے پہلے پہلے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق بن جائے ۔اس کی ناراضگی سے بچ جائے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرے اس طرح ان چاروں باتوں کو حاصل کرے اور ان چار باتوں کو حاصل کرنا چوبیس گھنٹے ہمارے اختیار میں ہے جس طرح کھانا ،پینا ہمارے اختیار میں ہے ایسے ہی ان چاروں کو حاصل کرنا بھی ہمارے اختیار میں ہے، اس کا طریقہ وہی ہے جو میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ جن کاموں کو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان کو ہم بجا لائیں اور حسبِ موقع ان کو انجام دیتے رہیں جہاں کہیں کمی کوتاہی ہو جائے بلا تاخیر فوراً توبہ اور استغفار کرکے اس کمی کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں، کیونکہ انسان غلطی کا پتلا ہے ،کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے اور کہیں نہ کہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے، اس کا تدارک یہ ہے کہ جہاں غلطی ہو جائے فوراً توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ بچنے کی پوری کوشش کرے۔ بہر حال! ہر جگہ ہر کام میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں ،کھانے کے اندر بھی ، پینے کے اندر بھی ،سونے اور اٹھنے کے اندر بھی ،کاروبار کے اندر بھی ، ملازمت اور

زراعت کے اندر بھی، تجارت، صنعت وحرفت کے اندر بھی، غرض ہر جگہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام سے بچو، مومن کا ایمان ہر وقت اس سے یہی کہتا ہے کہ اے مومن! دیکھ! یہ گناہ ہے اس سے بچ، اور یہ نیکی ہے اس کو کر اور بجالا، نیکی مت چھوڑ اور بدی کے قریب مت جا، نیز اللہ نے ہر عمل کے بدلہ کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ فلاں کام کرو گے تو تم جنت کے مستحق ہو جاؤ گے اور فلاں کام کرو گے تو تم اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے، وہ کام سارے گناہ ہی گناہ ہیں، حرام اور ناجائز کام ہیں، ہر گناہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو انسان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا ہے، نیکی چاہے کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو آدمی کو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ.

ترجمہ

''بیشک سچائی نیکی ہے اور نیکی جنت کی طرف لیجاتی ہے، اور بیشک جھوٹ گناہ ہے اور گناہ (آدمی کو) جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مشکوٰۃ)

فضائل شبِ براءت

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس رات کے بارے میں دو باتیں عرض کرونگا، کچھ باتیں کرنے کی ہیں اور کچھ بچنے کی ہیں، کرنے کی باتیں اللہ کی رضا کا باعث ہیں اور جو گناہ کی باتیں ہیں وہ سب اللہ کے غضب کا باعث ہیں اور دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ ہیں ان سے بچنا ضروری ہے سال کی پانچ راتوں میں سے یہ شب براءت بھی ایسی مبارک رات ہے کہ اگر کوئی اس رات میں جاگے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح شریعت میں ہے، اور اُس طرح نہ کرے جیسے یہاں رائج ہے، اس طرح عبادت کرے جیسی عبادت سنت سے ثابت ہے، اُس طرح نہ کرے جس کا ہمارے ماحول و معاشرہ میں رواج ہے، تو اس کی فضیلت یہ ہے کہ ایسے عبادت گزار کو اللہ تعالیٰ لازمی طور پر جنت کا مستحق بنا دیں گے۔

پانچ راتوں کی عبادت، اور جنت کی ضمانت

ان پانچ راتوں میں سے ایک رات تو یہی شبِ براءت ہے، دوسری شب قدر ہے، تیسری عیدالفطر کی رات، چوتھی بقرعید کی رات اور پانچویں ۹ ذی الحجہ کی رات ہے، افسوس! ہم نہ عید کی رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، نہ بقرعید کی رات میں جاگتے ہیں، ان راتوں کو تو یونہی

بازاروں کے اندر گھوم پھر کر ضائع کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دوراتیں بھی بڑی مبارک ہیں، اس میں بھی آدمی کو کچھ نہ کچھ جاگنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، گناہوں سے بچنا چاہئے، سال میں یہ پانچ راتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی اپنی عبادت سے ان کو زندہ رکھے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنتی ہونے کا پروانہ ضرور عطا فرما دیتے ہیں۔

شبِ براءت کی دوسری فضیلت

اس رات کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کے اندر بڑے اہم اہم فیصلے فرماتے ہیں، وہ اہم فیصلے اس طرح سے فرماتے ہیں کہ جو کچھ اس دنیا کے اندر ہونا تھا اور ہر انسان کے ساتھ ہونا تھا اللہ پاک نے وہ سب انسانوں کو پیدا کرنے سے پہلے بلکہ اس دنیا کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا کہ دنیا بنے گی اس میں اتنے انسان ہونگے، اور اتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے، فلاں دن، فلاں وقت، فلاں فلاں کام کریں گے، اللہ پاک نے ان سب کی پوری تفصیل اور پوری کفیت لوحِ محفوظ میں تحریر فرما دی، اسے شریعت کی اصطلاح میں ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

شبِ براءت میں سال بھر کے امور کا فیصلہ

سال بھر میں جو کچھ دنیا میں ہونا ہے اور جس جس کے ساتھ جو کچھ ہونا ہے وہ اگر چہ لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن شبِ برأت میں اللہ پاک لوح محفوظ سے نقل کروا کر ان فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں جن کی یہ ڈیوٹی ہوتی ہے کہ اپنے اپنے وقت پر وہ ان امور کو سرانجام دیں جو انہیں لکھ کر دیئے گئے ہیں، چنانچہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پندرھویں شعبان کے اندر یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور اسے لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے کہ فلاں وقت فلاں شخص کی روح قبض کرنی ہے اب اس کا نام مُردوں کی لسٹ میں لکھ دیا گیا اور وہ یہاں کاروبار کر رہا ہے، کھا پی رہا ہے، سو رہا ہے، جاگ رہا ہے، چل پھر رہا ہے اور سالہا سال کے منصوبے بنا رہا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں میں لکھا جا چکا ہے، اسی طرح اگر کسی کے ساتھ کوئی حادثہ ہونا ہے، کسی کا کاروبار فیل ہوتا ہے، کسی کا کاروبار چمکتا ہے، کسی کی شادی ہوتی ہے، کسی کو طلاق ہوتی ہے، کسی کے اولاد ہوتی ہے، یا کسی کو تنزلی کا شکار ہونا ہے، کسی کو عزت ملنی ہے یا کسی نے ذلیل ورسوا ہونا ہے، یہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا ہے لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں اور ہر کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے۔

یہ وہ اہم فیصلے ہیں جواس رات لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں کہ تم ان کو انجام دو۔

شبِ براءت میں دعا کی قبولیت

ایک طرف تو یہ بات ہے اور دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ پاک نے ایک بہت بڑی رحمت رکھی ہے کہ اس رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، یوں تو اللہ تعالیٰ ہر رات رات کے تہائی حصہ میں اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اس وقت جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض و مناجات کرتا ہے اور دعائیں مانگتا ہے اللہ پاک اس کی مناجات اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

روزانہ قبولیتِ دعا کی گھڑیاں

چوبیس گھنٹے میں دو وقت ایسے خاص ہیں کہ اگر اس وقت کوئی دل سے دعا مانگے تو اللہ پاک اس کی دعا رد نہیں فرماتے ایک رات کے آخری حصہ کی دعا اور ایک فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا یعنی جب امام سلام پھیر دے اسوقت اگر کوئی دعا مانگتا ہے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح رات کے تہائی حصہ میں جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

مصائب کے آنے اور دعا کے قبول نہ ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ دن میں پانچ مرتبہ ہمیں قبولیتِ دعا کا موقعہ عطا فرماتے ہیں اور ہر رات کے آخری حصہ میں یہ دولت ہمیں عطا فرماتے ہیں، ہماری نالائقی ہے کہ فرضوں کے بعد بھی ہم دعا میں توجہ اور دھیان نہیں دیتے جس کے ہم بے انتہا محتاج ہیں، ہم میں سے ہر آدمی پریشان ہے، ہر آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہے، ہر آدمی کے ذہن میں بڑے بڑے افکار ہیں اور ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے سکون کی زندگی ملے اور میری ساری پریشانیاں دور ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دور کرنے کے لئے دن کے پانچ اوقات میں قبولیتِ دعا کا اعلان فرمایا ہے، لیکن ہم نے غفلت اور بے دھیانی میں انہیں گنوا رکھا ہے اور سلام پھیرتے ہی طوطے کی طرح رٹے رٹائے دعا کے چند کلمات پڑھے اور اُٹھ کر چل دیئے، اُٹّھک بیٹھک کی طرح نماز پڑھی اور بھاگ لئے اور رہا رات کے آخری حصہ کی دعا کی قبولیت کا وقت؟ سو وہ خراٹوں اور نیند کی کروٹوں میں گزر جاتا ہے حالانکہ پہلے مسلمانوں کا یہ دستور تھا کہ نماز کے لئے دنیا کے سارے کام چھوڑ کر انتہائی آرام وسکون اور خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے، یہی مطالبہ آج بھی ہم سے ہمائے دین وایمان کا ہے وہ لوگ دعا خوب توجہ اور دھیان سے مانگتے تھے اور تہجد میں اٹھنے کا عام معمول تھا، مسلمانوں

کے کسی محلّہ سے گزر ہوتا تو کہیں سے تلاوتِ قرآن کی آواز آتی اور کہیں سے ذکر کی آواز آتی، کہیں سے دعا میں رونے کی آواز آتی، کیا خوب کہا کسی نے ؎

شب کی آہیں نہ رہیں   قلب کے نالے نہ رہے

نہ رونے والا سینہ رہا نہ آہیں کھینچنے والے دل رہے، وہ سب رخصت ہوگئے، رات ٹی وی دیکھنے یا نیند کے خراٹوں میں گزار دی، اور نمازِ فجر قضا کر کے پڑھی، تو بتایئے ایسی صورت میں دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہم اللہ کی رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے؟

دعا کی قبولیت کے لئے دو شرطیں

قبولیتِ دعا کے لئے دو شرطیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

قبولیتِ دعا کی پہلی شرط

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ کھانا پینا حلال کا ہو۔

جس آدمی کا کھانا پینا حلال کا نہیں ہوگا اس کی دعا نہ شبِ قدر میں قبول ہوگی، نہ شبِ عید و بقرعید میں قبول ہوگی، نہ رمضان میں قبول ہو گی، کیونکہ حلال کھانا قبولیتِ دعا کے لئے شرط ہے جیسے نماز کی صحت کے لئے وضو شرط ہے کوئی شخص بغیر وضو کے کتنی ہی پیاری نماز پڑھے اور کتنے ہی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے اس کی نماز درست نہیں ہوگی ایسے ہی جس نے

حرام کھایا ہوگا یا پیا ہوگا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی جب بھی وہ دعا کرتے ہیں انکی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ایک باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں اور دوسرے مسافر کی دعا کہ یہ بھی ضرور قبول ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسری حدیث ہے کہ ایک آدمی کا بڑے لمبے لمبے سفر کرتا ہے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے کپڑے بھی غبار آلود ہیں، سر کے بال بھی غبار آلود اور پراگندہ ہیں، ایسی خاکساری کی حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سا منے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یا رب یا رب کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کرتا ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام ہے اس کا پینا بھی حرام ہے اس کا لباس بھی حرام کا ہے تو **فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَهٗ الدُّعَاءُ** اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر کی دعا جس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، یہ بھی تب قبول ہوتی ہے جب وہ حلال کھائے اور حرام سے بچے۔

حرام آمدنی کی مختلف صورتیں

آج حرام خوری کا بڑا دروازہ کھلا ہوا ہے، سودی بینکوں کے اندر لوگ جو فکسڈ ڈپازٹ رکھتے ہیں اس کے اندر بنام نفع جو کچھ بھی وصول کرتے

ہیں وہ خالص سود ہوتا ہے، اصل رقم سے زائد جو اضافی رقم ملتی ہے وہ سود ہوتی ہے، انعامی بانڈز کے اندر انعام کے نام پر جو رقم ملتی ہے وہ بھی خالص سود ہوتی ہے اسی طرح انشورنس کے اندر جمع کرائی گئی اصل رقم سے جتنی زائد رقم ملتی ہے وہ سود اور جوئے پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح رشوت لینے دینے کا ہمارے یہاں عام رواج ہے اور پگڑی سسٹم بھی ہمارے یہاں بہت عام ہے جس میں رسید بدلوائی اور پگڑی کی رقم حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔

دیکھئے! معاملات وغیرہ کی کتنی صورتیں ہیں جو میں نے آپ کو بتائی ہیں، یہ ہمارے معاشرے میں عام ہیں جبکہ یہ سب حرام خوری کے دروازے ہیں اور یہ سب سود خوری کے دروازے ہیں، جب آدمی حرام کھائے گا، حرام پیئے گا، اور حرام آمدنی سے لباس پہنے گا تو نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ اس کا حج قبول ہوگا، نہ روزہ قبول ہوگا، نہ اس کی دعا قبول ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام کا ایک لقمہ حلق سے نیچے اتارا اور وہ لقمۂ حرام اس کے حلق سے نیچے اتر گیا تو چالیس دن تک اس کے نہ فرض قبول ہوں گے، نہ نفل قبول ہوں گے اور نہ دعا قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کی دوسری شرط

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دل سے دعا کرے یعنی وہ ہمہ تن دعا میں متوجہ ہو، اس کا دماغ اور اس کا ذہن اس کے سب اعضاء پوری طرح اس طرح متوجہ ہوں کہ وہ اللہ کا محتاجِ محض ہے، اور دل میں یہ بات ہو کہ میں اس سے عرض کر رہا ہوں اور وہ میری دعا ضرور قبول کریں گے، اگر اس یقین کے ساتھ پوری توجہ، انہماک اور دھیان سے دعا کی جائے اور اس کے ساتھ پہلی شرط کا بھی لحاظ رکھا جائے تو اس کی دعا ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

قبولیتِ دعا کا مطلب اور غلط فہمی کا ازالہ

دعا کی قبولیت کا مطلب بھی ذرا سمجھ لیں ہم دعا کی قبولیت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے مانگا ہے وہ ملے، اگر وہ مل گیا تو سمجھو دعا قبول ہوگئی اور اگر مطلوبہ چیز نہ ملی تو گویا دعا قبول ہی نہیں ہوئی یہ صحیح نہیں ہے۔

قبولیتِ دعا کی تین صورتیں

ہماری شریعت میں دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک چیز حاصل ہو جائے، اگر تین میں سے کوئی ایک چیز مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا قبول ہوگئی۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگ رہا ہے بعینہ وہی چیز انسان کو

مل جائے، مثال کے طور پر کاروبار مانگ رہے ہیں کاروبار چمک جائے، ملازمت مانگ رہے ہیں ملازمت مل جائے، رشتہ ڈھونڈ رہے تھے رشتہ مل جائے، غرض! مطلوبہ چیز کامل جانا قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔

(۲) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مانگتے ہیں وہ نہیں ملتا بلکہ اس کے بدلے یہ ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت، حادثہ، پریشانی یا سانحہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا، جو ہمارے ساتھ ہونے والا تھا اس دعا کی بدولت اللہ جل شانہ اس کو دور فرمادیتے ہیں، بعض مرتبہ آدمی چھوٹی سی بیماری سے شفاء کی دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑے آپریشن سے اس کی جان بچادیتے ہیں، یہ بھی دعا کی قبولیت کی ایک صورت ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کردیتے ہیں یعنی بندہ جو دعا مانگتا ہے اسکی مراد دنیا میں بظاہر پوری نہیں ہوتی تاہم اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس پر قبولیت کی مہر لگا کر اس کے نامۂ اعمال میں درج کردیتے ہیں، جب آخرت کا دن آئے گا اللہ پاک اس وقت اس کا اجر وثواب بندہ کو عطا فرمائیں گے کیونکہ دنیا کی زندگی تو بہرحال گزر جانی ہے آدمی اس میں جیسے تیسے گزارہ کرلے گا لیکن آخرت میں وہ ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب عطا فرمائیں گے اور دعا کی بدولت آخرت کی

نعمتیں عطا فرمائیں گے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے لوگ جب آخرت میں پہنچیں گے تو وہاں ان کو بہت سی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ حیران ہوں گے کہ ہم تو اتنے نیک نہیں تھے اور یہ اتنی نعمتیں اللہ پاک نے ہمیں کیسے عطا فرمادیں، ہماری کونسی نیکی کا یہ بدلہ ہیں؟ فرشتے جواب میں کہیں گے کہ تم دنیا میں جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں جو دعائیں تمہاری قبول نہیں ہوتی تھیں وہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہاں ذخیرہ کررکھی ہیں، آج ان کے بدلے یہ محلات مل رہے ہیں، یہ باغات مل رہے ہیں، یہ نہریں مل رہی ہیں، یہ چمن مل رہے ہیں، یہ سب تمہاری ان دعاؤں کا ثمرہ اور نتیجہ ہے جو دنیا میں قبول نہیں ہوئیں، یہ دیکھ کر لوگ کہیں گے کاش ہماری ایک دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی، وہاں لیکر کیا کیا؟ یہاں ملتا تو سب سے بہتر تھا اس لئے کہ وہاں جو ملا وہ فنا ہوگیا جبکہ یہاں کی نعمت تو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

بہرحال! دعا کی قبولیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ دنیا میں تو مراد نہیں ملتی لیکن آخرت میں اس کے بدلہ نعمتیں ملتی ہیں۔

دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے

اب اصل بات سنو! جب ہم ذکر کردہ دو شرطوں کے ساتھ دعا کریں گے تو اگر ہماری تقدیر میں کوئی ضرر اور نقصان لکھا ہوگا، کوئی خسارہ لکھا

ہوگا، کوئی حادثہ یا کوئی مصیبت لکھی ہوگی، کوئی پریشانی یا نقصان لکھا ہوگا، کوئی آفت لکھی ہوگی، تو دعا ایسی چیز ہے جو تقدیر کو بدل دیتی ہے ایک طرف تو لوحِ محفوظ سے سال بھر میں پیش آنیوالے واقعات و حادثات نقل کروائے جارہے ہیں، اور دوسری طرف دعا کا دروازہ بھی کھول رکھا ہے بلکہ خصوصیت سے کھولا جارہا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ عام دنوں میں تو رات کے آخری تہائی حصہ میں قبولیت کا دروازہ کھلتا ہے لیکن اس رات میں قبولیت کا دروازہ مغرب کے بعد سے کھل جاتا ہے اور صبح صادق تک برابر کھلا رہتا ہے نہ صرف کھلا رہے گا بلکہ حدیث میں ہے کہ ساری رات فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے روزی مانگنے والا کہ ہم اس کو روزی دیں، کوئی ہے عافیت مانگنے والا کہ ہم اس کو عافیت دیں، کوئی ہے ہم سے اولاد مانگنے والا کہ ہم اس کو اولاد دیں، کوئی ہے رشتہ مانگنے والا کہ ہم اس کو رشتہ دیں، کوئی ہے عزت مانگنے والا کہ ہم اس کو عزت دیں، اس طرح کے اعلانات مغرب سے لے کر صبح صادق تک برابر ہوتے رہتے ہیں۔

کتنی بڑی رحمت اور کتنی بڑی فضیلت اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنی تقدیر بھی بدلوا سکتے ہیں اور دعائیں مانگ مانگ کر ہم اپنی مصیبتیں ٹلوا سکتے ہیں ہماری قسمت میں اگر خیر نہیں ہے اور عزت نہیں ہے، عافیت نہیں ہے، صحت نہیں ہے اور خیر نہیں تو آج کی شب دعا مانگ

مانگ کر خیر لکھوالو، وہ اعلان کررہے ہیں بس آپ کے مانگنے کی دیر ہے، اُدھر سے قبولیت میں دیر نہیں ہے، مگر انہی دو شرطوں کے ساتھ دعا قبول ہوگی جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، نیز قبولیت کے وہ تین معنی بھی ذہن میں رہنے چاہئیں جو ابھی ذکر کئے گئے ہیں۔

شبِ براءت میں بندگانِ خدا کی جہنم سے آزادی

اس مبارک رات کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری رات میں اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے طفیل دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہزار دو ہزار نہیں، لاکھ دو لاکھ نہیں، کروڑ دو کروڑ نہیں بلکہ ان گنت اور بے شمار انسانوں کو جہنم کی آگ سے رہائی عطا فرماتے ہیں، اس کی مثال حدیث میں یوں دی گئی ہے کہ عرب میں بنو کلب ایک قبیلہ تھا ان کے یہاں بھیڑ بکریاں بہت زیادہ تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ بنو کلب کی بھیڑ بکریوں کے جسم پر جتنے بال ہیں ان بالوں کی تعداد سے زیادہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ اس رات میں دوزخ سے بری فرماتے ہیں لہٰذا یہ رات مغفرت کی بھی ہے، اس لئے اس رات میں بخشش بھی مانگنی چاہئے، مغفرت بھی مانگنی چاہئے، اور یوں دعا کرنی چاہئے، یا اللہ! میری، میرے والدین، میرے دادا دادی اور میری ساس وسسر اور اوپر تک جتنے مسلمان گزر چکے ہیں ان سب کی

اوران کی نسل میں جتنے مسلمان وفات پا چکے ہیں انکی اور جوآئندہ آئیں گے ان سب کی بخشش فرمادے اس کے بعد پھر یوں کہیں کہ یا اللہ! حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لیکر آج تک جتنے مسلمان اس دنیا سے جا چکے اور جتنے موجود ہیں اور جتنے قیامت تک آئیں گے، مرد ہوں یا عورت، انسان ہوں یا جنات، ان سب کی مغفرت فرما، ان سب کی بخشش فرما اور سب کے درجات بلند فرما اور سب کو دوزخ سے بری فرما، بھئی! اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ مرنے والے کو بھی ان سب کا ثواب دیدیں، اس کا ثواب معلوم ہے کہ کتنا ہے؟ جتنے انسانوں کے لئے ہم نے دعا کی ہے اتنے انسانوں کے ساتھ ہم نے نیکی کی ہے، کسی نے ہم سے نہیں کہا کہ ہمارے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کر دینا، ہم اللہ کے لئے کر رہے ہیں تو ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے سے اربوں کھربوں نیکیاں اسی لمحہ آپ کے نامۂ اعمال میں ان شاء اللہ درج ہو جائیں گی، بلکہ اگر کوئی خوش نصیب انسان یہ معمول بنالے، روزانہ پچیس مرتبہ یا ستائس مرتبہ یہ دعا کر لیا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

ترجمہ

''اے اللہ! تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں، تمام

مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے''۔

اور نیت یہ ہو کہ سارے مسلمان مرد اور ساری مسلمان عورتیں، انسان و جنات کی مغفرت ہو جائے یہ چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اگر کوئی شخص روزانہ کم از کم پچیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کرنے والے کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے، یعنی اس کا پہلا انعام تو یہ ہوگا کہ یہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا، اس کی دعا قبول ہو جائے گی، اللہ پاک اس کو مستجاب الدعوات بنا دیں گے۔

دوسروں کے لئے دعا کرنا رزق پانے کا ذریعہ ہے

دوسروں کے لئے دعا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں داخل فرماتے ہیں کہ جن کی بدولت اور جن کے طفیل اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو روزی عطا فرماتے ہیں، تو جن کے طفیل دوسروں کو روزی ملتی ہے کیا خود انہیں نہیں ملے گی؟ نہیں نہیں، بلکہ انہیں پہلے ملے گی اور اس کے طفیل دوسروں کو بھی ملے گی، اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور آخرت کا بھی فائدہ ہے۔

لفظ ''روزی'' کا مفہوم

شریعت اور دین میں جب روزی کا لفظ آتا ہے اس سے صرف دال روٹی مراد نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انسان کی دنیا اور آخرت کی ہر ضرورت مراد

ماہنامہ الامداد لاہور

جلد: ۱
رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ
شمارہ: ۱

فضائل و احکام رمضان المبارک

تالیف

محدث کبیر حضرت مولانا سید اصغر حسین حسنی حنفی قدس سرہٗ

حواشی

فقیہ العصر حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

سلسلۂ تبلیغ
۶۳

تعداد بار اول
۳۵۰۰

شعبۂ نشر و اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۸

فون: ۵۴۲۲۲۱۳ - ۵۴۲۸۰۶۰

مدیر مسئول مشرف علی تھانوی نے ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الامداد" جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس ذات پاک کے لیے جس نے قلم کے ذریعہ سے انسان کو علم سکھایا اور وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اور درود و سلام ہو نبی کل کائنات پر جنکی وجہ سے اللہ پاک نے اس کائنات کو وجود بخشا۔

مختلف احباب اور متعلقین دار العلوم الاسلامیہ لاہور کافی عرصہ سے حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی، شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ سے اس بات کی خواہش کا اظہار کر رہے تھے کہ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ سے ایک ماہنامے کا اجراء کیا جائے۔ جس کے جواب میں حضرت یہ ارشاد فرماتے کہ یہ جو اتنے رسائل مختلف اداروں سے طبع ہو رہے ہیں ہمارے ہی تو ہیں۔ مثلاً لاہور سے الحسن، الصیانہ، خدام الدین، انوار مدینہ اور دیگر شہروں سے، البلاغ، الفاروق، الاشرف، بینات، الخیر اور سینکڑوں رسائل و جرائد ہیں جو ہر ماہ الحمدللہ طبع ہوتے ہیں اور لوگ ان سے استفادہ کر رہے ہیں ان سب کی موجودگی میں کسی نئے رسالے کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مواعظ جو مکتبہ تھانوی سے "الابقاء" کے نام سے طبع ہوتے تھے اب بند ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے کو جاری کرنیکی ضرورت ہے تاکہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ مئی ۱۹۹۲ء میں حضرت کے مشورے سے جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کی طرف سے حضرت تھانویؒ کے مواعظ کو ترتیب جدید پر عنوانات، عربی، فارسی اشعار کے ترجموں اور مفید حواشی کے اضافہ کے ساتھ طبع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ جو بحمد اللہ بہت مقبول ہوا اور اب جب دار العلوم نے سلسلہ

التبلیغ کے نام سے حضرت تھانویؒ اور کچھ دوسرے اکابرین کے ۹۲ وعظ طبع کیے ہیں۔

حکیم الامت تھانویؒ کے مواعظ و ملفوظات کی اشاعت کا کام سب سے پہلے حضرت کے بھتیجے حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ نے تھانہ بھون سے شروع کیا اور "الامداد" کے نام سے ایک رسالہ نکالا جس میں حضرت تھانویؒ کے مواعظ و ملفوظات طبع کیے جاتے تھے۔

پاکستان بن جانے کے بعد حضرت کے متعلقین پاکستان منتقل ہو گئے اور یہ سلسلہ بند ہو گیا، پھر کراچی سے مولانا محمد عبد المنان صاحب نے مکتبہ تھانوی سے ایک رسالہ "الابقاء" کا اجراء کیا جس میں حضرت کے مواعظ کے طبع کا اہتمام کیا گیا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انتہائی نامساعد حالات میں بھی وہ حتی المقدور اس سلسلے کو چلاتے رہے، پوری امت مسلمہ پر ان کا یہ احسان ہے کہ انہوں نے اس علمی ذخیرہ کو محفوظ رکھا اگرچہ رف کاغذ پر لیتھو چھپائی کے ساتھ بغیر کسی عنوان کے یہ مواعظ چھپتے رہے۔ اور بسا اوقات تو ایک وعظ دو اور تین قسطوں میں بھی چھپتا تھا جس کی وجہ سے پڑھنے والے کو پریشانی کا سامنا ہوتا تھا کہ مضمون کی تکمیل کے لیے اس کو ایک دو ماہ تک انتظار کی زحمت اٹھانا پڑتی۔ قیام پاکستان کے بعد جبکہ وسائل کی انتہائی کمی اور پریشانیوں کا ہجوم ہر شخص کو گھیرے ہوئے تھا ان نامساعد حالات میں اس سلسلہ کو جاری رکھنا مولانا عبد المنان صاحب کی کرامت اور اخلاص ہی تھا۔ اور اس پر ان کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، مولانا موصوف کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ پھر بند ہو گیا۔

اور مئی ۱۹۹۲ء میں اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کے مقدر میں لکھ دی۔ دار العلوم سے بھی وسائل کی کمی کے پیش نظر یہ مواعظ ہر ماہ طبع نہیں

ہوسکے کوشش کے باوجود کبھی کبھی تعطل آجاتا تھا۔

اب حضرت مہتمم صاحب مدظلہم العالی کی رائے گرامی یہ ہوئی کہ اس سلسلے کو مستقل کیا جائے اس تعطل کو ختم کیا جائے اور باقاعدگی سے ہر ماہ وعظ کے طبع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں "الامداد" کے نام سے ڈیکلیریشن کے لیے درخواست دی گئی کہ یہ حضرت تھانویؒ کا تجویز کردہ نام ہے اور مواعظ سب سے پہلے اسی نام سے طبع ہوتے رہے ہیں انشاء اللہ مزید خیر و برکت کا باعث ہوں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ اس نے ہماری اس کوشش کو بار آور کیا اور حکومت پاکستان نے اس نام سے رسالہ کے اجراء کی منظوری دیدی، ہم ان تمام احباب کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس سلسلے میں ادارہ کے ساتھ تعاون کیا۔ اور اس نام کی منظوری میں کسی بھی قسم کی کوشش کی اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے اور اس سلسلے تبلیغ کو ہمارے لیے ذریعہ آخرت بنائے ۔ آمین

آئندہ سے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے سلسلہ التبلیغ کے تحت چھپنے والے مواعظ و ملفوظات انشاء اللہ "الامداد" کے نام سے طبع ہونگے۔ گذشتہ ماہ حضرت تھانویؒ کا وعظ التہذیب نمبر ۳ طبع کیا گیا تھا جو آپ حضرات کو موصول ہوچکا ہوگا، التہذیب نمبر ۴ انشاء اللہ آئندہ طبع کیا جائیگا۔ "الامداد" کے اس پہلے شمارے میں ماہ رمضان المبارک کی مناسبت سے محدث اعظم حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب قدس سرہ کی ایک مختصر تصنیف "فضائل و احکام رمضان المبارک" جس پر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا حاشیہ ہے ہدیہ قارئین کی جارہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت تھانویؒ اور دیگر حضرات

اکابرین کی کتابوں سے ماخوذ رمضان المبارک کی حکمتیں اور مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کے مفت کے خزانے اور رمضان المبارک پر مفتی صاحب کی ایک نظم پیش کی جارہی ہے۔ جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کے ترجمان "الامداد" کے لیے فی الحال باقاعدہ ماہانہ چندہ کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ قارئین کو یہ رسالہ انشاء اللہ حسب سابق ہی پیش کیا جائیگا۔ البتہ اگر کوئی صاحب از خود دعوت و تبلیغ کے اس سلسلے میں معاونت کرنا چاہیں تو مدیر "الامداد" یا مہتمم جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کے نام چیک یا منی آرڈر بھیج سکتے ہیں۔ فقط

خلیل احمد تھانوی

خادم ادارہ اشرف التحقیق

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد ہے اس ذات بیمثال ذوالجلال کو جس نے اپنی حکمت سے رمضان المبارک مقرر فرما کر ہم ناچیز گنہگار بندوں کے لیے رحمت و مغفرت کا سامان فرمایا اور درود سلام ہو سردار عالم رسول اکرم ﷺ اور اس کی اولاد اور دوستوں پر جس نے ہم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے روزہ کا حکم سنایا اور سیدھا راستہ بتایا اس کے بعد عرض ہے کہ رمضان المبارک کے متعلق مسائل میں اگرچہ بعض اُردو کے رسالے اس سے پہلے لکھے گئے ہیں لیکن چونکہ اکثر مسائل کو تفصیل سے علیحدہ علیحدہ نہیں لکھا گیا۔ اس سے عوام کو دشواری ہوتی ہے۔ لہذا احقر نے حدیث و فقہ کی نہایت معتبر کتابوں سے مختصر طور پر یہ مسائل جمع کر کے بفضل خدا تعالیٰ ماہ رجب ۱۳۳۴ھ میں ایسی سیدھی سادی عبارت اور عام فہم طور سے لکھ دیے ہیں۔ کہ عام مسلمانوں کو نفع ہو خدا تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہمارے لیے باعث نجات بنا دے۔ آمین۔

سید اصغر حسین

رمضان المبارک اور روزہ کے فضائل اور فرضیت کا بیان

رمضان میں خدا تعالیٰ کی رحمت اہلِ دنیا کی طرف خاص طور سے نازل ہوتی ہے۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ کیسا برکت کا مہینہ ہے کہ اکثر آسمانی کتابوں کا نزول اسی ماہ میں ہوا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو صحیفے اسی مہینے میں تیسری تاریخ کو عطا ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور اسی ماہ مبارک کی اٹھارہ تاریخ کو مرحمت ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت بھی چھ تاریخ رمضان کو دی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

انجیل بھی تیرہ رمضان کو نازل فرمائی گئی اور اہل اسلام کی سب سے بڑی نعمت یعنی کلام مجید بھی اسی ماہ مبارک میں لوح محفوظ سے آسمان پر نازل کیا گیا اور پھر حسب موقع و ضرورت تئیس برس تک رفتہ رفتہ رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوتا رہا اور ہر رمضان المبارک میں حضور سرور عالم ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے اور سب سے آخری رمضان میں آپ نے دو مرتبہ دور فرمایا۔ اس ماہ میں اکثر شیاطین قید ہوجاتے ہیں جس کا ظاہر اثر یہ ہے کہ گناہ اس مہینہ میں بہت ہی کم (۱) ہوجاتے ہیں۔ خصوصاً رمضان کے اخیر دنوں میں بہت ہی کم ہوجاتے ہیں یہ ایسی بات ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں صدقات و خیرات کا ثواب اس ماہ میں معمول سے صد با درجہ زیادہ ملتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا تیسرا فرض ہے جو اس کا انکار کرے مسلمان نہیں رہتا اور جو شخص اس فرض کو چھوڑ دے وہ سخت گنہگار اور فاسق ہوتا ہے۔

روزہ میں نیت کی ضرورت کا بیان

روزہ کے لیے نیت شرط ہے (نیت کہتے ہیں دل کے قصد اور ارادے کو) اگر روزہ کا ارادہ نہیں کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو روزہ نہ ہوگا۔ رمضان کے روزے کی نیت آدھے (۲) دن تک کرسکتا ہے نذر معین کے روزے کی نیت بھی آدھے دن تک کرسکتا ہے (نذر معین کہتے ہیں دن مقرر کرکے روزہ ماننے کو مثلاً یوں کہے کہ اس ہفتہ جو جمعرات آوے گی اس میں خدا کے لیے روزہ رکھوں گا۔ اور

(۱) یعنی کم کرنے کی قدرت ہوجاتی ہے ذرا سی توجہ سے کم ہوسکتے ہیں کوئی توجہ ہی نہ کرے تو دوسری بات ہے۔

(۲) شرعی دن صبح صادق سے غروب تک ہوتا ہے اس کے آدھے تک۔

آدھے دن کا یہ مطلب ہے کہ صبح صادق ہونے سے سورج چھپنے تک جس قدر فاصلہ ہو اس کے آدھے وقت نیت کرسکتا ہے یعنی تھمینا گیارہ (۱) بجے تک اس کے بعد نیت کرنے کا اعتبار نہیں) قضا روزے کی نیت رات سے کرنی ضروری ہے۔ کفارہ کے روزہ کی نیت بھی رات سے ضروری ہے۔ نذر معین کی نیت بھی رات سے ضروری ہے۔ یعنی صبح صادق ہونے سے پہلے پہلے نیت کرلے (نذر غیر معین یہ ہے کہ کوئی دن معین نہ کرے بلکہ خدا کے لیے اپنے اوپر روزے واجب کرلے یا مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا بھائی تندرست ہوگیا تو پانچ روزے رکھوں گا) زبان سے نیت کرنی ضروری نہیں لیکن اگر چاہے تو سحری کھا کر اس طرح نیت کرلیا کرے بصوم (۲) غد نویت من شھر رمضان اگر کھانا کھانے سے پہلے نیت کرے پھر بھی جائز ہے بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ نیت کرنے کے بعد کھانا پینا جائز نہیں یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ صبح (۳) ہونے سے پہلے پہلے کھانا پینا سب جائز ہے خواہ نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ رمضان میں اگر نفل وغیرہ روزہ کی نیت کرے تو رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا۔ نفل نہ ہوگا۔

ان باتوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا

بھول کر کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا۔ روزہ یاد نہ رہا۔ اور صحبت کرلی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ بلا اختیار حلق میں دھواں یا گرد وغبار یا مکھی مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۴)۔ آٹا پیسنے والے اور تمباکو وغیرہ کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر جاتا ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کان میں پانی چلا جاوے یا خود قصداً

(۱) پاکستان اسٹینڈرڈ ٹائم کے مطابق گیارہ بجے سے چند منٹ پہلے
(۲) میں نے کل رمضان کے روزہ کی نیت کی۔
(۳) صبح صادق جس کی روشنی آسمان کے کناروں میں پھیلتی ہے۔
(۴) جان بوجھ کر داخل کریگا تو ٹوٹ جائیگا (تعلیل)

کان میں پانی ڈال لے خود بخود قے آجائے یا خواب میں غسل کی حاجت ہو جائے یا قے آکر خود بخود لوٹ جائے ان سب باتوں سے روزہ نہیں جاتا اور کچھ خلل نہیں آتا۔ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں جاتا۔ خوشبو سونگھنے سے کچھ خلل نہیں آتا۔ بلغم دماغ سے اترا اور اس کو نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا تھوڑی سی قے (یعنی منہ بھر سے کم) اگر قصداً بھی کرلے تو روزہ نہیں جاتا۔ اگر کوئی شخص بھول کر روزے میں کھا پی رہا ہے اگر وہ قوی و تندرست ہے تو اس کو یاد دلانا بہتر ہے اور اگر ضعیف و ناتواں ہے تو یاد نہ دلانا چاہیئے اگر تل یا خشخاش کا دانہ چبالیا تو روزہ نہیں جاتا کیونکہ وہ منہ میں رہ جائیگا حلق میں نہیں پہنچتا۔ اگر دانتوں میں سے خون جاری ہو مگر حلق میں نہ جائے تو روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا۔ اگر خواب میں یا صحبت سے غسل کی حاجت ہو گئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہ کیا تو روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ بلکہ اگر آفتاب نکلنے کے بعد بھی غسل کریگا جب بھی روزہ درست و صحیح رہیگا۔ البتہ غسل میں تاخیر کرکے نماز قضا کرنے کی وجہ سے گنہگار و عاصی ہو گا۔

بعض وہ باتیں جن سے روزہ جاتا رہتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں

کان اور ناک میں دوا ڈالنا قصداً منہ بھر کر قے کرنا۔ منہ بھر کر قے آئی تھی، اسکو لوٹا کر نگل جانا۔ کلی کرتے ہوئے منہ میں پانی چلا جانا۔ یہ سب چیزیں روزے کو توڑنے والی ہیں۔ مگر صرف قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ عورت کو چھونے سے انزال ہو جائے یا بوسہ لینے سے انزال ہو جانے تو روزہ جاتا رہتا ہے۔ مگر صرف قضا واجب ہوتی ہے، کنکر یا لوہے تانبے وغیرہ کا ٹکڑا یا کچا گیہوں نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا آئے گی۔ ہاتھ سے مل کر منی نکالنا حرام ہے اور اس کی وجہ سے

دنیا اور آخرت میں نہایت نقصان و عذاب اور وبال پڑتا ہے۔ اگر روزہ میں ایسا کریگا تو روزہ جاتا رہے گا۔ صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ حقہ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ تل یا خشخاش کا دانہ ثابت نگل جانے سے روزہ جاتا رہے گا۔

حقہ[1] پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ واجب ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس اگر عود کی یا لوبان وغیرہ کی دھونی سلگا کر عمداً ناک یا حلق میں دھواں پہنچائے تب بھی روزہ جاتا رہے گا اور قضا واجب ہوگی۔ اگر کسی ظالم نے قتل[2] کا خوف دلایا بہت سخت مارنے سے ڈرا کر یا زبردستی منہ چیر کر کچھ کھلا پلا دیا تو روزہ جاتا رہا۔ اگر کسی نے بھول کر کھایا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا۔ پھر قصداً کھالیا تو روزہ گیا اور قضا واجب ہوئی۔ رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھائی تو قضا واجب ہوگی۔ اگر سوتے ہوئے کسی نے منہ میں پانی ڈال دیا تو صرف قضا واجب ہوگی۔ دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ سمجھ کر روزہ کھول لیا کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ تو صرف قضا واجب ہوگی۔ ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔

ان چیزوں کا بیان جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا بھی واجب ہوتی ہے اور کفارہ بھی

جان بوجھ کر بدوں بھولنے کے صحبت کرنا یا کھانا پینا روزہ کو توڑتا ہے اور قضا بھی لازم آتی ہے اور کفارہ بھی (اگر بھول کر یہ کام کرے تو روزہ نہیں جاتا اس

---

(۱) یہ مسئلہ اگلے بیان کے مناسب ہے۔ انگریٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ خلیل ا

(۲) بشرطیکہ اس کو ایسا کرنے پر قدرت اور روزہ دار کو اس کے ایسا کر گزرنے کا گمان غالب ہو بلکہ اسے بھی باتھ پیر کوئی عضو توڑ دینے کا یقین ہو۔

کا بیان ہوچکا ہے) روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو (یعنی اتنی قیمت کا مقدور نہیں رکھتا یا اس ملک میں غلام نہیں ملتا جیسے آج کل ہندو پاکستان میں) تو متواتر[1] ساٹھ روزے رکھے یعنی درمیان میں کوئی دن خالی نہ جائے اگر کوئی دن چھوٹ جائے گا تو پھر تمام روزے شروع سے رکھنے پڑیں گے۔ اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا[2] کھلاوے لیکن شرط یہ ہے کہ جن لوگوں کو پہلے وقت کھلایا تھا انہیں کو دوسرے وقت کھلاوے اگر ان کے سوا دوسروں کو کھلاوے گا تو کفارہ ادا نہ ہوگا اگر ایک مسکین کو برابر ساٹھ دن تک دونوں وقت کھانا کھلایا کرے تب بھی کفارہ ادا ہوجائے گا۔ اگر[3] جو یا خرما یا چنا دینا چاہے تو ہر مسکین کو ساڑھے تین سیر دینا پڑے گا۔ اگر ہر ایک مسکین کو پونے دو سیر گیہوں کی قیمت دیدی تب بھی جائز ہے۔ کسی عورت نے قصداً کچھ کھا کر یا پی کر روزہ توڑ ڈالا اور پھر اسی روز حیض آگیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا صرف قضا واجب ہوگی۔ کسی شخص پر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوا اور پھر اسی روز بیمار[4] ہو گیا تو کفارہ ذمے سے ساقط ہوجائے گا۔ صرف قضا رہے گی۔ اگر مسافر اپنے وطن میں پہنچا اور اسی دن روزہ توڑ ڈالا تو صرف قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ نابالغ لڑکا یا لڑکی یا مجنون آدمی اپنا روزہ توڑ ڈالے

---

(۱) برابر اور لگاتار۔

(۲) بٹھا کر کھلانے جتنا وہ کھا سکے کھانا اس کو دیا نہ جائے آٹا دینا ہو تو ہر مسکین کو پونے دو سیر دینا ہوگا اگر گندم کا ہوگا ورنہ دوگنا ساڑھے تین سیر۔

(۳) اگر گندم کا دینا ہوگا تو ہر مسکین کو پونے دو سیر دینا ہوگا۔ اسی تولہ کے سیر سے جو آج کل چل رہا ہے۔

(۴) ایسا بیمار جو روزہ نہ رکھ سکے یا روزہ رکھنے سے مرض بڑھتا ہو جو حکیم سے معلوم ہوگا خود سے معتبر نہ ہوگا۔

تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ ماہ رمضان کے سوا اگر کسی اور قضا یا نذر کا کفارہ یا نفل روزے کو توڑ ڈالے تو کفارہ واجب نہیں ہوتا صرف قضا کرنا آتا ہے۔

ان باتوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

مسواک کرنا، سر یا مونچھوں پر تیل لگانا، آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں سرمہ لگانا مکروہ نہیں اور سرمہ لگا کر سو رہنے سے بھی روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا۔ اگر شہوت سے امن میں ہو یعنی یہ اندیشہ نہ ہو کہ بوسہ لینے سے انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو جائے گا تو بوسہ لینا مکروہ نہیں۔ خوشبو سونگھنا مکروہ نہیں اگر بی بی کو اپنے خاوند کا اور نوکر کو اپنے آقا کے غصہ کا اندیشہ ہو تو کھانے کا نمک چکھ کر تھوک دینا جائز ہے۔ نہ روزہ جاتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا اور کپڑا تر کر کے بدن پر لپیٹنا مکروہ نہیں[1]۔

وہ چیزیں جو روزے میں مکروہ ہیں لیکن روزہ ان سے نہیں جاتا

بلا ضرورت کسی چیز کو چبانا یا نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا ایسی حالت میں بوسہ لینا کہ انزال کا خوف ہو یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ تمام دن جنابت یعنی غسل کی حالت میں رہنا فصد[2] کرانا بہت پچھنے لگوانا یہ سب چیزیں مکروہ ہیں مگر روزہ ان سے نہیں جاتا۔ غیبت کرنی حرام ہے۔ اور غیبت سے روزہ نہایت

(۱) حسب روایت مفتی اگر شبہ ہو تو فقہ اور حدیث کی معتبر کتابیں مثلاً ابوداؤد وغیرہ کی روایت دیکھو۔ سید اصغر حسین

(۲) فصد کہتے ہیں جونک لگوا کر خون نکلوانا آج کل سرنج کے ذریعہ خون نکالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا (خلیل)

سخت مکروہ ہوجاتا ہے۔ روزے میں لڑنا جھگڑنا گالی دینا مکروہ ہے۔ اگر کوئی لڑے تو اپنے دل میں خیال کرلو کہ ہم روزہ سے ہیں۔ ہم کو لڑنا نہ چاہیے یا اس سے بھی کہہ دو کہ اس وقت ہم روزہ دار ہیں تم کو جواب نہیں دے سکتے۔ جو شخص روزے میں غیبت بد گوئی جھوٹ فریب اور گالی کو نہ چھوڑے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کو اس کے روزے کی کچھ پروا نہیں۔ ان باتوں سے روزہ کا ثواب بہت ہی کم ہوجائے گا اور روزہ مقبول نہ ہوگا۔

وہ عذر جن سے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوجاتی ہے

اگر مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو رمضان میں روزہ نہ رکھے، تندرستی کے وقت قضا کرے۔ اگر روزہ رکھنے سے مرض کے زیادہ ہونے کا خوف ہے تب بھی روزہ چھوڑ دینا جائز ہے جو عورت حمل سے ہو اور روزہ رکھنے سے بچے کو یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا جائز ہے جو عورت اپنے یا غیر کے بچے کو دودھ پلاتی ہو۔ اگر ضرورت سمجھے تو روزہ نہ رکھے پھر قضا کرلے۔ مسافر کو اجازت ہے کہ حالت سفر میں رمضان میں روزہ نہ رکھے سفر سے واپس ہونے کے بعد قضا کرلے اگر کچھ تکلیف اور دقت نہ ہو تو بہتر اور افضل یہی ہے کہ رمضان میں سفر ہی میں روزہ رکھ لے اگر کوئی مسافر دوپہر سے پہلے اپنے وطن کو واپس آگیا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں تو اس پر واجب ہے کہ روزے کو پورا کرلے کیونکہ سفر کا عذر اب باقی نہیں رہا اگر کسی مسافر کو سفر میں روزہ رکھنے سے کچھ تکلیف نہیں ہوتی لیکن اس کے ساتھ والوں کو اس کے روزہ سے دشواری پیش آتی ہے تو افضل اس کو یہ ہے کہ یہ بھی روزہ نہ رکھے۔ واپسی کے بعد قضا کرلے۔ سفر

میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت جب ہوتی ہے کہ تین روز کا سفر ہو جس کی مقدار علماء نے چھتیس کوس[1] یعنی اڑتالیس میل مقرر فرمادی ہے خواہ ریل کے ذریعہ سے سفر کرے یا کسی اور سواری پر یا پیادہ پا یعنی اگر کسی تیز[2] سواری پر یا ریل میں اڑتالیس میل دو چار گھنٹے میں چلا جائے گا۔ تب بھی مسافر کی اجازت اور رخصت اس کے لیے حاصل ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اس قدر بوڑھا ضعیف ہو گیا ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا اسکو بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے ہر ایک روزے کے بدلے میں پونے دو سیر گیہوں[3] مسکین کو دیوے اور اگر اتفاق سے اس ضعیف بوڑھے میں اتنی طاقت آجائے کہ روزہ رکھ سکتا ہے تو جو روزے چھوڑ دیے تھے ان کی قضا لازم ہوگی اور ہر روزہ کے بدلے میں پونے دو سیر غلہ گندم یعنی فدیہ جو ادا کر چکا ہے وہ کافی نہ[4] ہوگا اگر کوئی شخص زبردستی کرے اور مار ڈالنے کا خوف دلائے[5] تب بھی رمضان میں روزہ قضا کر دینا جائز ہے۔ عورت کو اپنے معمولی عذر (یعنی حیض) کے ایام میں روزہ رکھنا جائز ہی نہیں۔ اسی طرح پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے ان ایام میں بھی روزہ جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں ایسے عذر ہیں کہ ان میں اگر کوئی نا واقف روزہ رکھے بھی تو ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ پاک ہونے کے بعد قضا کرنا چاہیے یہاں تک ان عذر والوں کا بیان ہوا جن کو رمضان میں روزہ چھوڑ دینا جائز ہے لیکن ان لوگوں کو یہ نہیں چاہیئے کہ سب کے سامنے بلا تکلف کھاتے پھریں۔ بلکہ رمضان المبارک کی تعظیم لازم ہے ایک دفعہ تنہائی میں کھانے پینے کی ضرورت رفع کرکے

---

(۱) ایک کوس میل سے زائد ہوتا ہے۔ (۲) مثلاً جہاز (خلیل)

(۳) بوزن انگریزی۔

(۴) لیکن اس کی خیرات کا ثواب الگ ملے گا۔

(۵) بشرطیکہ اس کو مار ڈالنے کی قدرت بھی ہو اور روزہ دار کو ایسا کر گزرنے کا گمان غالب ہو۔ بلکہ اگر ہاتھ پیر کوئی عضو توڑ ڈالنے کو اسی طرح کہے تو بھی جائز ہے۔

پھر روزہ داروں کی طرح رکے رہیں۔ اگر کسی عورت کو روزے میں حیض آگیا تو شام تک اس کو کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے اگرچہ قضا واجب ہوگی لیکن اس طرح انشاء اللہ ثواب اس روزہ کا بھی مل جائے گا۔ اگر بلا عذر کوئی شخص رمضان کا روزہ نہ رکھے تو اس کے عوض میں اگر تمام عمر بھی روزے رکھے جب بھی وہ ثواب اور فضیلت حاصل نہ ہوگی جو رمضان میں ہوتی البتہ قضا روزہ رکھ لینے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔

روزہ توڑدینے کا بیان

نفل روزہ کو بلا عذر توڑ دینا بھی جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور قضا واجب ہوگی اور اگر خفیف سا عذر پیش آگیا۔ تو توڑ دینا مکروہ بھی نہیں بلکہ بعض صورتوں میں توڑنا مستحب ہوجاتا ہے اور کبھی ضروری مثلاً کوئی مہمان آگیا جس کے ساتھ کھانا مناسب ہے تو روزہ توڑ دینا مستحب ہے یا کسی نے دعوت کردی اگر وہاں جاکر نہ کھائے گا تو اس کو رنج ہوگا تو روزہ توڑ دینا مستحب ہے اگر اس کے رنج کا اندیشہ ہو تو بھی توڑ دینا جائز ہے اگر کوئی مرض یا سفر پیش آگیا یا محنت کا کام پڑ گیا تب بھی توڑنا جائز ہے۔ اگر ایسا مرض یا عذر پیش آگیا کہ روزہ نہ توڑنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہے تو روزہ توڑ دینا واجب و لازم ہوجاتا ہے۔ لیکن ان سب صورتوں میں توڑے ہوئے روزہ کی قضا رکھنا واجب ہے اور فرض روزے کو بلا کسی شدید اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں پس اگر ایسا سخت بیمار ہوگیا کہ اگر روزہ نہ توڑے تو جان جانے کا اندیشہ ہے یا بیماری بڑھ جانے کا خوف ہے تو روزہ توڑ ڈالنا جائز ہے اگر ایسی شدید پیاس لگی کہ روزہ تمام کرے گا تو مرجائے گا تب بھی روزہ توڑنا جائز بلکہ واجب ہے کسی جانور نے کاٹ لیا یا کوئی زخم لگ گیا تب بھی روزہ توڑ کر دوا پینا اور علاج کرنا جائز

ہے ایسی سب صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ آئیگا اگر تپ و لرزہ کی باری کا دن تھا اور یقین تھا کہ تپ لرزہ آئے گا اس نے پہلے ہی سے روزہ توڑ ڈالا اور پھر تپ لرزہ نہ آیا تب بھی کفارہ نہیں صرف قضا واجب ہے دعوت و مہمان کی وجہ سے جیسے نفل روزہ توڑنا جائز ہے۔ فرض کو توڑنا ہرگز جائز نہیں اگر رمضان میں ایسا کرے گا تو کفارہ واجب ہوگا جس کا بیان گزر چکا ہے۔

قضا روزے رکھنے کا بیان

اگر کسی عذر سے روزے قضا ہوگئے ہوں تو جب عذر جاتا رہے جلد ادا کرلینا چاہئیے کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں کیا خبر ہے کہ موت آجائے اور فرض ذمہ پر رہ جائے مثلاً بیمار کو مرض سے صحت پانے کے بعد اور مسافر کو سفر سے واپس ہونے کے بعد جلد ادا کرلینا چاہئیے۔ رمضان کے روزے اگر قضا ہوگئے تو اختیار ہے کہ متواتر (یعنی برابر لگاتار) رکھے یا جدا جدا متفرق طور پر رکھ لے۔ اگر گذرے ہوئے رمضان کے روزے کسی وجہ سے ادا نہ ہوسکے اور دوسرا رمضان آپہنچا تو پہلے اس رمضان کو ادا کرے جو روزے گذشتہ رمضان کے ذمہ پر ہیں ان کو پیچھے ادا کرے۔ اگر رمضان میں سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھا اور پھر واپس ہونے سے پہلے مر گیا تو ذمہ سے قضا جاتی رہی۔ اسی طرح اگر رمضان میں مرض کیوجہ سے روزہ نہ رکھا اور پھر تندرست ہونے سے پہلے مر گیا تو ذمہ سے قضا جاتی رہی۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اسے ادا کرنے کا وقت ہی نہ ملا۔ اگر سفر میں بیس روزے قضا ہوئے اور واپس آ کر صرف دس روز وطن میں رہا تو دس روز ہی کی قضا سر پر واجب رہی۔ اسی طرح اگر بیماری سے تندرست ہونے کے بعد چار دن زندہ رہا تو چار ہی دن کی قضا واجب ہوگی۔ اگر کسی شخص کے ذمہ پر روزے قضا واجب تھے اور ادا کرنے کا وقت بھی

پایا مگر ادا نہیں کیا اور مر گیا تو اس کے وارثوں اور رشتہ داروں کو مناسب ہے کہ ہر ایک روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو یا چنا یا مکئی، جوار وغیرہ یا اسی قدر غلہ کی قیمت فقرا و مساکین کو دے دیں انشاء اللہ اس کے ذمہ سے روزہ ادا ہو جائے گا۔ اور وہ شخص مال بھی چھوڑ گیا ہے اور اپنے روزے کے عوض میں فدیہ دینے کی وصیت بھی کر گیا ہے تو وارثوں کے اوپر اس کو ادا کرنا واجب اور ضروری ہے۔

سحر کے کھانے کا بیان اور فضیلت

روزہ کے لیے سحر کا کھانا بہت مسنون اور باعث ثواب ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ سحر کھایا کرو اس میں برکت ہوتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ خوب پیٹ بھر کر کھاوے بلکہ ایک دو لقمہ یا دو چار دانے یا چھوہارے کا ٹکڑا بھی کھا لے گا تو سنت ادا ہو جائے گی۔ اس آسان اور مفید سنت کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے اس کی وجہ سے روزہ میں قوت اور تسلی رہتی ہے اور سنت نبوی ﷺ ادا ہونے سے ثواب بے حساب حاصل ہوتا ہے اگرچہ نصف رات گزرنے کے بعد کھانے جس وقت کھائے گا سنت ادا ہو جائے گی لیکن افضل اور بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری (۱) حصہ میں صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے کھاوے اگر سحر کھانے کو اٹھا اور شبہ ہوا کہ شاید صبح ہو گئی تو اگر غالب گمان صبح ہو جانے کا ہے تو سحر نہ کھانا چاہیئے اور اگر رات ہونے کا گمان غالب ہو تو کھا لینا چاہیئے پھر اگر کسی وجہ سے معلوم ہو گیا کہ جس وقت کھانا کھایا صبح ہو گئی تھی تو صرف قضا واجب ہو گی۔ مگر اس روز بھی تمام دن کچھ کھانا پینا نہ چاہیئے اگر صبح ہونے کا شک ہو اور کسی جانب گمان غالب نہ ہو تو ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ نہ کھائے لیکن اگر کھا لے گا تو روزہ ہو جائے

---

(۱) غروب سے صبح صادق تک کے وقت کے چھ حصے کر کے آخری چھٹے حصہ میں۔

گا اور پھر اگر کسی طرح معلوم ہوگیا کہ صبح ہوگئی تھی تو شام تک رکنا اور قضا رکھنا واجب ہے۔

فائدہ:

صبح صادق[1] ہونے سے تقریباً ایک گھنٹہ بیس منٹ کے بعد آفتاب نکلتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد پس اگر اتفاق سے کسی روز آپ کی گھڑی غلط ہو یا یہ معلوم نہ ہو کہ کس وقت صبح صادق ہوتی ہے اور آپ کو اشتباہ ہوجائے کہ آج ہم نے سحر کا کھانا صبح صادق سے پہلے کھایا ہے یا پیچھے اور آج کا روزہ ہوگا یا نہیں تو اس اشتباہ اور شک کو رفع کرنے کی بہت عمدہ صورت یہ ہے کہ کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی اپنے پاس یا مسجد میں یا محلہ میں کسی کے پاس گھڑی دیکھ لو کہ اس وقت کتنا بجا ہے اور کیا وقت ہے اور پھر صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے کے منتظر رہو۔ آفتاب نکلنے کے وقت پھر گھڑی دیکھ کر حساب لگالو کہ اس وقت کھانا کھانے کو کس قدر عرصہ گذرا ہے اگر ایک گھنٹہ بیس منٹ گزر گئے یا پورا ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا تو سمجھ لو کہ یقیناً روزہ ہوگیا ورنہ سمجھو کہ نہیں ہوا اگر روزہ نہ ہوا جب شام تک کھانے پینے سے باز رہے تو انشاء اللہ ثواب کامل ہوجائے گا۔ لیکن قضا رکھنا واجب ہوگا۔ اگر کسی مؤذن یا مرغ نے صبح ہونے سے پہلے اذان دیدی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں جب تک کہ واقع میں صبح صادق نہ ہوجائے۔ سحر کے بعد اگر منہ میں پان لیکر سو گیا تو جب تک حلق میں پیک پہنچنے کا یقین نہ ہوجائے صرف شک[2] سے روزہ میں خلل نہیں آئے گا۔

---

(۱) یہ سب مضمون تقریبی ہے ایسی مجبوری میں جہاں کچھ نہ مل سکے ورنہ رواجی جنتری یا نقشہ سحر و افطار سے حساب لگائیں۔ (۲) لیکن لعاب کے ساتھ مل مل کر حلق میں جانا یقینی ہوتا ہے اس لیے روزہ ٹوٹ جائے گا مگر سونے کی حالت کی وجہ سے قضا آئے گی کفارہ نہ ہوگا اور شب کی صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ منہ نیچے کو جھکا کر سوئے اس صورت میں جو شک آئے گا اس سے روزہ نہ جائے گا۔

روزہ افطار کرنے کا بیان

آفتاب غروب ہوجانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنا چاہیے۔ البتہ جس روز ابر ہو اس دن کسی قدر احتیاط کے لیے دیر کرنا بہتر ہے کھجور یا خرما سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے اگر خرما نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا چاہیے آگ کی پکی ہوئی چیز (مثلاً روٹی، چاول، شیرنی وغیرہ) سے افطار کرنے میں بالکل خرابی اور نقصان روزہ میں نہیں آتا۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی دوسری چیز ہو اور اگر خرما ہو تو سب سے افضل ہے روزہ افطار کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھو اللھم لک[۱] صمت و علی رزقک افطرت روزہ افطار کرنے کے بعد نماز سے پہلے کلی کرلو تاکہ نماز میں کھانے کا مزا[۲] منہ میں نہ رہے۔ کسی کو افطار کے لیے کچھ کھانا یا خرما وغیرہ دے کر روزہ افطار کرانے سے اسی قدر ثواب حاصل ہوتا ہے جس قدر روزہ رکھنے سے اگر تم کو کوئی شخص افطار کے لیے کچھ دے تو لے لو کیونکہ اس سے تمہارے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی اس کو ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔ پھر تم کیوں بخل کرتے ہو۔ البتہ رشوت خوار، سود خوار کی افطاری سے روزہ افطار نہ کرنا ورنہ ثواب کم ہوجائے گا۔ اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے میں مغرب کی نماز و جماعت میں دس بارہ منٹ کی تاخیر کردیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ مسئلہ حدیث سے ثابت ہے اور اسی پر عمل تھا ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا۔

نماز تراویح کا بیان

جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور شب کو حسب طاقت عبادت کرے

(۱) اے اللہ میں نے آپ کے لیے ہی روزہ رکھا اور آپ کے ہی رزق پر افطار کیا ہے۔
(۲) گو اس سے نماز میں خلل نہیں ہوگا۔

صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لیے تو اس کے تمام پہلے کیے ہوئے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ رمضان المبارک میں عشاء کی فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت تراویح مسنون ہے خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چند روز تراویح باجماعت ادا فرمائی ہے اور پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ نے بھی تراویح پڑھی ہے (بعض لوگ کہتے ہیں کہ تراویح کی بیس رکعت بدعت ہیں یہ غلط ہے ا بیس رکعت سے کم تراویح پڑھنا نہ کسی حدیث سے ثابت ہے نہ کسی امام کا قول ہے نہ کسی مجتہد کا بارہ یا آٹھ رکعتوں کا جو احادیث میں ذکر ہے وہ تہجد کی نماز ہے۔ تراویح کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ (تراویح بیس سے کم کہیں ثابت نہیں) تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے اگر تمام اہل محلہ جماعت چھوڑ دیں اور تنہا تنہا مکان میں پڑھا کریں تو سب گنہگار ہوں گے اگر محلہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہے لیکن ایک شخص تنہا گھر میں اپنی تراویح علیحدہ پڑھتا ہے تو سنت ادا ہوجائے گی لیکن بہت بڑا ثواب اور فضیلت ہاتھ سے جاتی رہی تمام رمضان میں ایک قرآن شریف ضرور ختم کردینا چاہیے۔ تین دن سے کم میں ایک قرآن تراویح میں ختم کرنا اچھا نہیں اگر تراویح میں دو رکعت پر بیٹھنا بھول گیا۔ اور پوری چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرا تو ان چاروں رکعتوں کو دو کی جگہ شمار کرنا چاہیے۔ چار نہ سمجھنا چاہیے اگر امام بیٹھ کر تراویح پڑھاوے اور مقتدی کھڑے رہیں تو جائز ہے اگر ایک حافظ ایک مسجد میں بیس رکعت تراویح پڑھا چکا ہے اور وہی حافظ دوسری مسجد میں جا کر تراویح پڑھاوے تو جائز ہے مگر اچھا نہیں جس شخص کی دو چار رکعت تراویح کی رہ گئی ہوں وہ اگر وتر پڑھ لے اور پھر اپنی چھوٹی ہوئی تراویح ادا کرے تو درست ہے جو شخص وتر کی جماعت میں دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہو۔ جب امام دعائے قنوت پڑھے تو وہ بھی پڑھ لے اور امام کے بعد جب اپنی رکعتیں ادا کرے تو ان میں صرف الحمد اور

سورت پڑھے لیکن اگر غلطی سے اس نے دوبارہ بھی دعاء قنوت پڑھی تو نماز میں کچھ خلل نہیں آئے گا۔ جو حافظ روپیہ کے خیال سے تراویح میں قرآن مجید ختم کرتا ہے اس کے پیچھے پڑھنے سے الم ترکیف پڑھانے والے کے پیچھے پڑھنا بہتر ہے۔ جو مال کی طمع سے نہ پڑھتا ہو اور اگر اجرت[1] مقرر کر کے حافظ سے تراویح میں قرآن سنا جائے تو کسی کو ثواب نہیں ہوتا نہ امام کو نہ مقتدی کو قرآن کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں بڑا گناہ ہے۔ اس صورت میں نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو۔ قوی اور بہت صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔

اعتکاف کا بیان

رمضان المبارک کے آخر عشرہ میں اعتکاف سنت[2] ہے اگر سارے محلہ میں یا تمام بستی میں سے کوئی شخص بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے۔ اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ نیت کر کے مسجد میں رہنا اور سوائے ضروری حاجت اور غسل اور وضو کے لیے باہر نہ آنا۔ خاموش رہنا اعتکاف میں بالکل ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے البتہ نیک کلام کرے اور بد کلامی لڑائی جھگڑے سے بچنا چاہیے۔ اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں بلکہ نماز و تلاوت قرآن یا پڑھنا پڑھانا جو عبادت دل چاہے کرتا رہے اعتکاف اس مسجد میں

---

(۱) اور اگر اجرت مقرر تو نہیں مگر وہاں رواج اس کا ہے کہ پڑھنے والے ضرور کچھ دیتے ہیں تو اس طرح بھی مقرر کرنے کی طرح ہے لینے والے گنہگار ہوں گے۔

(۲) سنت مؤکدہ ہے مگر علی الکفایہ یعنی اگر محلہ میں سے ایک نے بھی کر لیا تو کوئی سنت کا تارک نہ شمار ہوگا اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب ترک سنت والے ہوں گے۔

ہوسکتا ہے جس میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہو جمعہ (۱) کی نماز کے لیے اندازہ کرکے ایسے وقت میں چلا جاوے کہ جامع مسجد میں جاکر سنتیں پڑھ لے اور خطبہ سن لے اگر کچھ زیادہ دیر لگ جائے گی تو اعتکاف میں نقصان نہ آئے گا۔ اور اگر جامع مسجد ہی میں اعتکاف کرے تو بہت افضل ہے اگر بلا ضرورت طبعی (۲) و شرعی ایک منٹ کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ خواہ بھول کر نکلے یا عمداً اگر اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے مسجد میں چلا جاوے۔ اور جب عید کا چاند نظر آجائے تب اعتکاف سے باہر ہو۔

شب قدر کا بیان

لیلۃ القدر نہایت قدر والی رات ہے چونکہ اس امت کی عمریں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے ایک شب ایسی مقرر فرمادی کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے (ہزار مہینہ کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں) لیکن اس کو پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ اس کی تلاش میں کوشش کریں اور ثواب بے حساب پاویں۔ تمام رمضان کی راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہیے خصوصاً آخری عشرہ میں اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس، انتیسویں شب میں زیادہ احتمال ہے۔ لہٰذا ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اگر تمام رات جاگنے کی طاقت نہ ہو یا خوف بیماری کا ہو یا اپنے ضروری کام کے حرج کا خیال ہو تو جس قدر طاقت ہو شب بیداری کرے۔ نفل نماز پڑھے یا قرآن

---

(۱) اگر وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو اور جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جانا پڑے۔

(۲) پاخانہ، پیشاب، غسل، وضو، نماز وغیرہ۔ مگر غسل سے مراد فرض غسل ہے جمعہ کا یا گرمی کا نہیں اور وضو کے لیے جبکہ کوئی جگہ کنارہ پر نہ ہو یا پانی لانے والا نہ ہو اور نماز جماعت کی ہو۔

مجید پڑھے اور کسی قسم کی عبادت میں مشغول رہے شب قدر میں کسی چیز کا نظر آنا ضروری نہیں اور اگر کبھی کوئی نور اور تجلی نظر پڑے تو کچھ بعید بھی نہیں۔

صدقۂ فطر کا بیان

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے کہ اس کے پاس ساڑھے باون روپیہ(۱) نقد یا اس سے زیادہ ہوں یا زیور یا کوئی مال(۲) زمین جائیداد یا تجارت کا مال ساڑھے باون روپیہ یا اس سے زیادہ قیمت کا ہو (صدقہ واجب ہونے میں یہ شرط نہیں کہ سال بھر گزر جائے) پس جس شخص کی ملک میں اتنا مال ہو جس کا ذکر کیا گیا اور اس کو اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے بھی صدقات الفطر ادا کرنے چاہئیں بڑی یعنی بالغ) اولاد کی طرف سے باپ پر صدقہ واجب نہیں اگر خود ان کی ملک میں مذکورہ بالا مقدار کا مال ہو تو ان پر واجب ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ بی بی کا فطرہ خاوند کے ذمہ واجب نہیں لیکن اس زمانہ میں مناسب(۳) یہ ہے۔ کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہونے کی وجہ سے صدقہ واجب ہو تو خاوند اس کو ادا کرے اور اگر خاوند ادا نہ کرے تو عورت کو خود فکر چاہئیے۔ اگر کسی کے پاس رہنے سے زائد مکان یا دکان ہو۔ اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے جس شخص کے ذمہ اتنا قرض ہو کہ اگر اس کے ادا کرنے کا حساب لگایا جائے تو تمام مال صرف ہو کر ساڑھے(۴) باون روپیہ کی مالیت سے بھی کم رہ جائے

---

(۱) یہ اس وقت تھا جب روپیہ چاندی کا تھا اب تو ساڑھے باون تولہ چاندی پر ہے۔ جس زمانہ میں جو قیمت بنتی ہوگی اس پر ہوگا۔ مثلاً دو روپیہ تولہ نرخ ہو تو ۱۰۵ پر، زیادہ نرخ ہو تو زیادہ پر۔

(۲) روزمرہ کی ضرورت سے زائد۔

(۳) کیونکہ عورت کے پاس اکثر مال زیور جائداد کے سوا نہیں ہوتا اگر ہو تو خود دے اور ہر بالغ کی طرف سے اجازت پر کافی ہوگا بلا اجازت نہ ہوگا۔

(۴) ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کی مالیت۔

یا کچھ بھی نہ رہے تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ صدقہ فطر ایک آدمی کی طرف سے پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو اور چنا وغیرہ(۱) دینا چاہیئے۔ صدقہ فطر ایسے لوگوں میں تقسیم کرو جو مفلس و محتاج ہوں اگر تمہارے عزیز و رشتہ دار غریب و مفلس ہوں تو ان سے زیادہ کوئی مستحق نہیں۔ امامت یا اذان کے عوض میں صدقہ فطر دینا جائز نہیں صدقہ فطر کی قیمت مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں چند(۲) آدمیوں کا فطرہ ایک محتاج کو دے دینا جائز ہے۔ صدقہ فطر عید کی نماز سے پہلے ادا کر دینے کا بہت ثواب(۳) ہے جو شخص عید کے دن صبح صادق سے پہلے مر جائے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا۔ صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزے رکھنا شرط نہیں بلکہ جس نے غفلت سے یا کسی عذر سے روزے نہ رکھے ہوں وہ بھی صدقہ فطر ادا کرے۔

عید کا بیان

خوشبو(۴) میسر ہو تو لگاؤ۔ نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرو۔ نماز کے لیے سویرے عیدگاہ میں جاؤ۔ جس راستے(۵) سے گئے تھے اسے چھوڑ کر دوسرے راہ سے واپس آو۔ عید کے روز جس قدر خیرات و صدقات کرنے کی طاقت ہو کرو اور غریبوں و مفلسوں کی مدد کرو۔

---

(۱) یا ان کی قیمت۔

(۲) اور ایک کا چند کو بھی دینا جائز ہے جو حاجت مند ہوں۔

(۳) لیکن اگر اس وقت تک ادا نہیں کی تو ساری عمر ذمہ رہے گا اور رمضان میں بھی دینا جائز ہے۔

(۴) یہ سب باتیں مستحب ہیں۔

(۵) آہستہ آہستہ تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ کہتے ہوئے

ترکیب نمازِ عید[1]

جب امام کھڑا ہو تو تم بھی کھڑے ہو کر زبان سے یا دل سے یہ نیت کرو کہ عید کی نماز مع چھ تکبیروں کے خدا کے واسطے امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اول دفعہ اللہ اکبر سن کر تم بھی اللہ اکبر کہو اور ہاتھ باندھ لو اور سبحانک اللھم پڑھو اور دوسری دفعہ اللہ اکبر سن کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دو۔ تیسری بار اللہ اکبر[2] سن کر پھر اسی طرح کرو چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر کان تک ہاتھ اٹھا کر باندھ لو اور جس طرح ہمیشہ نماز میں رہتے ہو رہو، دوسری رکعت میں جب امام سورت ختم کریگا تب اللہ اکبر کہے گا۔ اسی وقت تم اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دو۔ دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی کرو ان تینوں دفعہ ہاتھ باندھو چوتھی مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جاؤ۔ باقی نماز حسب دستور تمام کرو اور خطبہ سن کر واپس آجاؤ اللہ کا شکر کرو کہ عبادت تمام ہوئی۔

ختم شد

---

(۱) نماز واجب ہے اور خطبہ سنت مگر اس کا سننا واجب ہے۔

(۲) اور کہہ کر۔

روزہ کی حکمتیں

اے ایمان والو - تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا- تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ- (قرآن مجید)

انسان کی عقل کو اس کے نفس پر غلبہ ہونا چاہیئے کیونکہ عقل بادشاہ ہوتی ہے اور نفس غلام ہوتا ہے مگر بعض دفعہ گناہوں کے سبب نفس انسانی کو عقل انسانی پر غلبہ ہوجاتا ہے اس لیے نفس کو مغلوب کرنے کے لیے اسلام نے روزہ مقرر فرمایا ہے روزہ سے انسان میں خدا کا خوف اور تقویٰ پیدا ہوجاتا ہے- روزہ سے انسان کو اپنی محتاجی اور خدا تعالیٰ کی طاقت اور جلال پر نظر پڑتی ہے- روزہ سے روحانیت ترقی کرتی ہے اور فرشتوں سے قرب ہوجاتا ہے-

انسانی ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور صبر انسان میں پیدا ہوجاتا ہے اور صبر تمام نیکیوں کی ماں ہے- روزہ سے جسم اور روح کی صحت قائم رہتی ہے چنانچہ اطبا نے لکھا ہے کہ کم کھانا صحت کے لیے مفید ہے- صوفیاء کرام نے لکھا ہے کہ کم کھانا دل کی صفائی کے لیے مفید ہے- روزہ ایک روحانی غذا ہے جو آئندہ جہان میں انسان کو غذا کا کام دیگی- جو روزہ نہیں رکھتے وہ عالم بالا میں بھوکے پیاسے ہوں گے اور ان پر روحانی افلاس چھا جائے گا کیونکہ انہوں نے روزہ رکھ کر روحانی غذا کو ساتھ نہیں لیا-

(ماخوذ المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ)

مصنف: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

شیخ المشائخ غوث الاعظم
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان باطن کی صفائی اور وفا کا مہینہ ہے۔ یہ ذکر کرنے والوں، صبر کرنے والوں اور سچوں کا مہینہ ہے۔ جب یہ مہینہ تیرے دل کی اصلاح کرنے تجھے خدا کی نافرمانی سے باز رکھنے اور بدبخت نافرمان لوگوں سے دور رکھنے میں ناکام رہا تو پھر کونسی چیز تیرے دل پر اثر کرے گی۔ اور پھر کس نیکی کی تجھ سے توقع رکھی جاسکتی ہے۔ کونسی بدبختی ہے جو تجھ میں نہیں اور کون سی فلاح اور کامیابی ہے جس کی تجھ سے امید رکھی جائے۔ ہوشیار ہوجاؤ رحمت خداوند نازل ہوچکی ہے۔ خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اور بقیہ مہینہ توبہ و استغفار میں گزارو۔ خدا تعالیٰ کے احکام بجالاؤ اور اس سے بخشش طلب کرتے رہو۔ ہوسکتا ہے کہ تم بھی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہوجاؤ جنہیں خدا تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی میسر آنیوالی ہے۔ ماہ رمضان کو عاجزی اور آنسوؤں سے رخصت کرو اور اپنے گناہوں پر روتے رہو۔

اللہ تعالیٰ پورے ماہ رمضان فرماتا رہتا ہے اے میرے بندو اور کنیزو تم کو بشارت ہو صبر کرو اور ثابت قدمی دکھاؤ قریب ہے کہ تمہاری تکلیف اور دکھ درد کو دور کروں اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دو۔ (غنیۃ الطالبین)

ماہ رمضان کی مثال دوسرے مہینوں میں اس طرح ہے جس طرح سینوں میں دل ہوتے ہیں۔ انسانوں میں پیغمبر ہوتے ہیں اور شہروں میں مکہ مکرمہ ہے۔

جس طرح مکہ مکرمہ اپنے سے دجال لعین کو دور رکھتا ہے اسی طرح ماہ رمضان اپنے سرکش شیطانوں کو دور رکھتا ہے اور وہ قید ہوجاتے ہیں۔ جس طرح انبیاء

کرام علیہم السلام گنہگاروں کی شفاعت کرتے ہیں اسی طرح رمضان روزہ داروں کی شفاعت کرنے والا ہے جس طرح دل نور معرفت اور ایمان سے مزین ہوتا ہے اسی طرح ماہ رمضان تلاوت قرآن کے نور سے روشن اور مزین ہوتا ہے۔ پس جس شخص کی ماہ رمضان میں بخشش نہ ہوئی تو پھر اور کون سے مہینے میں مغفرت ہوگی۔

(غنیۃ الطالبین)

شیخ المشائخ سلطان العارفین حضرت سید علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ

فرماتے ہیں کہ روزہ آنکھوں کو بد نگاہی سے بچانے۔ کانوں کو غیبت، لغو اور جھوٹی باتیں سننے سے بچانے اور زبان کو غیبت اور فحش باتوں سے محفوظ رکھنے اور جسم کو تمام خلاف شرع افعال سے روکنے کا نام ہے۔ (کشف المحجوب)

خاتم المحدثین امام المتکلمین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

فرماتے ہیں کہ جب مسلمان اس ماہ میں روزے رکھتے ہیں نمازیں پڑھتے اور انوار الہی کے سمندر میں غوطے لگاتے ہیں اور ان کی دعائیں ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں تو اس وقت ادنیٰ لوگوں پر بھی اولیائے کاملین کے انوار کا پرتو پڑتا ہے اور ان کی برکات جماعت پر چھا جاتی ہیں اور ہر شخص عبادات سے قریب اور گناہوں سے دور ہو جاتا ہے تو اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جنت کے

دروازے کھل گئے اور دوزخ کے دروازے بند ہوگئے۔ کیونکہ جنت کی حقیقت خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اور جہنم کی حقیقت خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

شمس العارفین حضرت بشر حافیؒ

فرماتے ہیں کہ بھوک (روزہ) دل کو صاف کرتی ہے اور نفسانی خواہشات کو مار دیتی ہے اور مشکل علوم سکھاتی ہے۔ (عوارف المعارف)

رمضان المبارک اور لیلۃ القدر کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے سال کے تمام دنوں میں جو خیر و برکت رکھی ہے وہ تمام رمضان المبارک میں جمع فرمادی اور تمام رمضان کی خیر و برکت کو آخری عشرہ میں پھر جمع فرمادیا اور آخری عشرہ کی تمام خیر و برکت کو پھر لیلۃ القدر میں جمع فرمایا۔ غرض رمضان تمام خیر و برکت کا عطر اور روح ہے۔ اس لیے اکثر اکابر صوفیائے کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نیکی کرنا چاہے مگر توفیق نہ ہوتی ہو تو رمضان المبارک میں وہ نیکی ہمت کر کے کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سارا سال توفیق رہے گی۔

(ماخوذ کتب تصوف)

حدیث شریف

رمضان کی پہلی رات کو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور آخری رات تک کھلے رہتے ہیں رمضان کی راتوں میں نماز پڑھنے سے ہر رکعت کے عوض ڈھائی ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ رمضان کا پہلا روزہ رکھنے کی وجہ سے ایک سال کے صغیرہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اور روزانہ صبح سے شام تک ستر ہزار

فرشتے اس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ (بیہقی بطول)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر لوگوں کو رمضان کی ساری فضیلتوں اور برکتوں کا پتہ چل جاتا تو آرزو کیا کرتے کہ سارا سال ہی رمضان رہتا۔

حدیث قدسی

حضور اقدس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہر نیکی کا اجر دس گناہ تک ہوتا ہے اور کبھی سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں لیکن روزہ سب نیکیوں سے علیحدہ نیکی ہے۔ اس نیکی کا تعلق خاص طور پر میرے ساتھ ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا۔

بندے نے کھانے پینے کی خواہش کو میری ہی وجہ سے ترک کیا ہے لہذا میں ہی اس کا صلہ اور اجر دوں گا۔ (مسلم)

حدیث شریف

روزہ میری شے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں (بخاری و مسلم)

شرح:

روزہ میری شے ہے۔ روزہ کو اپنا کیوں فرمایا ہے اس کے مختلف پہلو ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس قدر عبادات ہیں ان کی کچھ نہ کچھ صورت بھی محسوس ہوتی ہے مثلاً نماز کی صورت رکوع، سجود، قیام، قعود محسوس ہے۔ زکوٰۃ کی صورت اعطاء محسوس ہے۔ حج کی صورت ارکان مخصوصہ امکنہ مخصوصہ میں ادا کرنا محسوس ہے۔ مگر روزہ ایسی شے ہے کہ اس کی کوئی صورت محسوس نہیں ہے۔ نماز پڑھو تو

سب کو معلوم ہوجاوے گا کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ حج کرو تو سب دیکھیں گے۔ بخلاف روزے کے کہ کسی کو خبر نہیں ہوتی کیونکہ اس کی حقیقت چند اشیاء کا ترک ہے اور وہ محسوس نہیں۔ (الصوم)

تارک روزہ کی سزا

حضرت ابوعامہؓ سے ابن خزیمہ میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ الٹے لٹکے ہوئے ہیں۔ ان کے جبڑے چرے ہوئے ہیں۔ ان سے خون بہہ رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ روزہ خور ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے احمد ابو داؤد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی شریف میں روایت ہے کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کا ایک روزہ ترک کردینا اتنا سخت ہے کہ ساری عمر روزے رکھنے کے بعد بھی اس کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔

حدیث شریف

روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے (نسائی، ابن ماجہ، حاکم، ابن خزیمہ)۔

شرح:

ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک

روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔ بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک ایسی ہیں جیسے کہ کھانا پینا وغیرہ سب روزہ کو توڑنے والی اشیاء ہیں۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں مگر روزہ کی برکات جاتے رہنے سے تو کسی کو بھی انکار نہیں۔ (فضائل رمضان)۔

شب قدر کی دعا

رمضان المبارک کی اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں یہ دعا پڑھو۔ **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی.**

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ بلاشبہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہذا تو مجھے معاف فرمادے۔ (حصن حصین)

افطار کے بعد کی دعا

ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ: پیاس ختم ہوگئی اور رگیں تر ہوگئیں اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہوچکا۔ (ابوداؤد)

حضرت سلمان فارسیؓ سے بیہقی منذری اور ابن خزیمہ شریف میں روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہم لوگوں کو شعبان کی آخری تاریخ میں وعظ فرمایا کہ۔

تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز (سنت) فرمایا جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے۔ وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔ (اس ماہ میں نفل عبادت کا ثواب فرض عبادت کے برابر ملتا ہے)"۔

یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی کا روزہ افطار کرائے اس کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا (کہ پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔

یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو ہلکا کرے (روزہ کی وجہ سے اس سے کم کام لے) تو حق تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتے ہیں۔ اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں۔ اس مہینے میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔

پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ (جہنم) سے پناہ مانگو۔

جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے کہ جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

یہ خطبہ مبارک ارشاد فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی لوگوں کو رمضان کے متعلق ضروری باتیں معلوم ہوجائیں تاکہ ان مبارک دنوں میں کوئی گھڑی بھی غفلت سے نہ گزرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفت کے خزانے:

کیا خوب مہینہ ہے مہینہ رمضان کا
رحمت کا خزینہ ہے مہینہ رمضان کا

منٹوں میں لکھ پتی بلکہ ارب پتی

★ -رمضان المبارک کا ایک ایک روزہ سال بھر کے تین سو چون مسلسل روزوں سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

★ -بلا عذر اگر اس کا ایک روزہ بھی نہ رکھا گیا تو عمر بھر کے روزے بھی اس کی جگہ کافی نہیں ہوں گے۔

★ -رمضان میں ہر فرض کا ثواب ستر گنا، ہر نفل، اعتکاف وذکر اور ہر نیک کام کا ثواب ستر گنا ہو کر فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔

★ - نماز کا ثواب گھر پر ایک کا، مسجد میں پچیس کا، جامع مسجد میں پچاس کا تھا لیکن رمضان میں ستر گنا اور زائد ہوگا اس لیے رمضان میں گھر پر ستر، مسجد میں سترہ سو پچاس، جامع مسجد میں تین ہزار پانچ سو ہو جاتا ہے اور پانچوں نمازوں کا گھر پر تین سو پچاس کا، مسجد میں آٹھ ہزار سات سو پچاس کا، اور جامع مسجد میں سترہ ہزار پانچ سو کا روزانہ ثواب ہوگا۔

★ - جماعت کا ستائیس گنا، پنج وقتہ ایک سو پینتیس اور رمضان کا ستر گنا نو ہزار چار سو پچاس ثواب ہوگا۔

★ - قرآن مجید کے ہر حرف پر دس نیکیاں تو رمضان میں سات سو ہونگی قرآن مجید کے کل حروف تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکہتر، اس طرح پورے قرآن مجید کا ثواب رمضان میں بائیس کروڑ پینسٹھ لاکھ انہتر ہزار سات سو بنتا ہے۔ سننے والے کو بھی اتنا ہی ثواب اور جو سمجھ کر پڑھے یا سنے اسے اتنا ہی مزید ثواب اور جو پڑھے بھی، خود سنے بھی اور سمجھے بھی اسے اس ثواب کا تین گنا یعنی سڑسٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ نو ہزار ایک سو ثواب ملے گا۔ اس کے علاوہ قرآن کو مس کرنا یعنی چھونا اور دیکھنا یہ بھی دس دس گنی زیادہ عبادات ہے۔ اس طرح پورا قرآن مجید پڑھنے پر تیرہ ارب انسٹھ کروڑ اکیس لاکھ بیاسی ہزار ثواب ہوگا۔

★ - قرآن مجید پڑھنے کا یہ عظیم الشان ثواب شبینہ کی ایک رات میں حاصل ہوسکتا ہے بشرطیکہ کسی مکروہ یا خلافِ شرع یا ریاء و نمود سے اس شبینہ کو ملوث نہ کیا جائے۔

★ - بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جو سب کو یاد ہے اس کے انیس حرف ہیں اور رمضان میں تیرہ ہزار تین سو نیکیاں صرف بسم اللہ کے پڑھنے پر ملیں گی اور جو جو سورتیں حفظ ہوں، وضو یا بے وضو چلتے پھرتے ہر حرف پر اتنی نیکیاں مفت ملیں گی۔

★ - ہر ادنی سے ادنی نیک کام کا ثواب ستر گنا ہے۔ خواہ راستہ سے کانٹا ہٹانا ہی ہو۔

★ - ایک بار درود شریف پر دس نیکیاں اور رحمتیں جو رمضان میں سات سو ہوتی ہیں۔ سب سے چھوٹا درود "صلی اللہ علیہ وسلم" ہے جو ایک منٹ میں سو بار ہوسکتا ہے جس کا ثواب رمضان میں ستر ہزار فی منٹ ہوا تو

ڈیڑھ منٹ میں ایک لاکھ پانچ ہزار نیکیوں سے لکھ پتی ہوگئے۔

★ - شب قدر ہزار ماہ یعنی تیس ہزار دن اور تیس ہزار رات کے برابر یعنی ساٹھ ہزار گنا ثواب ہے۔ غروب شمس سے صبح صادق تک ہر منٹ کا ثواب ساٹھ ہزار منٹ کے برابر ہے۔ ایک منٹ کا ضائع کرنا بھی کسقدر خسارہ کی بات ہے۔

★ - نیکی کی ترغیب پر اتنا ہی ثواب ہے جتنا کرنے والے کو ہے اس لیے ہر وقت ہر نیک کام کی ترغیب دی جائے تاکہ اس کے برابر ثواب ملتا رہے۔ اور ہر برے کام سے روکنے کی تدبیر بھی۔ تاکہ اس کے بچنے کے برابر بھی ثواب حاصل ہو۔

★ - اعتکاف پر انسان اور دوزخ کے درمیان تین خندق کا فاصلہ ہوجاتا ہے۔ مسجد میں قدم رکھتے ہی واپسی تک کے نفلی اعتکاف کی نیت سے مفت کا یہ ثواب حاصل ہوگا۔

★ - زکوٰۃ و عشر میں اور صدقہ و خیرات میں رمضان کی وجہ سے ستر گنا ثواب زائد ہوگا اللہ کی راہ میں دیے ہوئے کا ثواب رمضان میں انچاس ہزار ہے۔

★ - ان سب کاموں میں ایصال ثواب کی بھی نیت کی جاسکتی ہے۔ خواہ مردہ کو خواہ زندہ کو خواہ ان لوگوں کی جو ابھی پیدا ابھی نہیں ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ ایصال ثواب میں سب مسلمانوں کی نیت کرنی چاہیے کیونکہ ثواب تقسیم نہیں ہوسکتا بلکہ پورے کا پورا ہر ایک کو ملتا ہے۔ فقط

والله اعلم بالصواب

(مفتی) جمیل احمد تھانویؒ

(فقیہ العصر حضرت مولانا) جمیل احمد تھانویؒ

رمضان شریف

نعمتیں آئیں مہینہ رمضان کا آیا
ہر مسلمان کے لیے رحمت و برکت لایا
دین و دنیا کی عجب نعمت عظمیٰ آئی
گھر کے ہر سمت سے اب رحمت مولیٰ آئی

ہم مسلمان ہیں دیتے ہیں فقط حکم پہ جان
کیا ہے پھر دانہ و آب حقہ و سگریٹ اور پان
ہم کو اسلام کا دعویٰ تو ہے سچا دعویٰ
اس لیے ظاہر و باطن میں ہے کرنا تقویٰ

نام اسلام کا ہے عشق کی وادی میں قدم
سر میں سودائے طلب ہاتھ میں حکموں کا علم
سر کے بل چلتے ہیں حکموں پہ مسلمان سارے
ہم بھی مسلم ہیں تو اس کام سے ہم کیوں ہارے

جب یہ منظور ہے انسان ہو فرشتوں کا مثیل
ہم بھی ہر خواہش نفسی پہ کریں صبر جمیل
نفل کا اجر ہے فرضوں کے برابر اس میں
اجر ہر فرض کا ہوجاتا ہے ستر اس میں

خوب نفلیں بھی ہوں اور ذکر تلاوت بھی ہو
ہر برائی سے بچاؤ بھی ہو نفرت بھی ہو

خوب خیرات کریں خوب زکوٰتیں بھی دیں
یعنی کچھ پیسوں میں جنت کا بھی سودا کرلیں

نیک برتاؤ ہو اخلاق ہو نیکی ہیں آئیں
اور ہر کام کو بھی سچ کے اندر لائیں

توبہ کرکے گناہوں کی جڑیں دور کریں
ظلمت قلب کو پھر نور سے معمور کریں

غیبت و ظلم کا ہرگز نہ چلیں ہم رستہ
رکھ رکھا کر اسے کھودیں نہیں روزہ سستا

کوئی الجھے تو یہ کہہ دیجیے روزہ ہے مرا
گالیاں سن کے بھی ہو صبر تو ہے کیا اچھا

دوزخیں بند ہیں، شیطان ہیں اس میں قیدی
ہر بری بات سے بچنے کی سہولت دیدی

پھر بھی غافل رہیں ہم اور نہ کریں کچھ کوشش
کیسے انصاف سے پھر کیوں نہ ہو اسکی پرسش

اک مہینہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں
دل پہ قابو نہ ہو کچھ دن یہ کوئی بات نہیں

چلتے پھرتے بھی رہے لب پہ اگر ذکر اور درود
کام بھی سارے رہیں اجر بھی ہو، نا محدود

پھر کرم یہ کہ اگر بھول کے کھاپی لیں گے
روزہ باقی ہے ثواب اس کا بھی کافی لیں گے

پیٹ میں جائیگی یا مغز کے اندر کوئی شئے
تب تو روزہ نہ رہا ورنہ ابھی باقی ہے
کھائی جاتی ہو غذا کرکے وہ شئے یا کہ دوا
تب توکفارہ بھی ہے ورنہ فقط ایک قضا
خطرہ جاں میں افطار کیا جاتا ہے
اور بلا خطرہ کے کفارہ دیا جاتا ہے
سرمہ و تیل ہو یا ٹیکہ ۔ فصد ، انجکشن
آپ کے روزہ میں اس سے نہیں آئیگا شکن
قے اگر ہوگئی اور چاہے وہ خود لوٹ گئی
گو زیادہ بھی ہو روزہ میں نہیں آتی کمی
تھوڑی لوٹانے سے گر حلق میں پھر جا پہنچے
تب بھی باقی ہے، جو منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹے
حلق میں کلی ہے اک بوند اگر جائے گی
روزہ جاتا رہا اب اس کی قضا آئے گی
دھوکے سے یا غلطی سے کبھی ایسا ہوا گر
وقت میں کھایا گیا کچھ تو قضا ہے سر پر
ہر سفر، سخت کہ بیمار ہو کوئی ایسا
جس کو روزہ سے ہو تکلیف تو کرے وہ قضا
عورتیں عذر مہینہ، پہ قضا کردیں گی
جب سہولت ہو تو پھر اس کو قضا کرلینگی
روزہ رکھنے میں مزا یہ ہے ریا ہے ہی نہیں
بے کہے دوسرے لوگوں کو پتہ ہے ہی نہیں

اجر ہر کام کا آتا ہے فرشتوں کے ساتھ
اجر روزے کا مگر دیگا خود اللہ کا ہاتھ

روزہ سے منہ میں جو ہوجاتی ہے کچھ کچھ بو
ہے وہ اللہ کے نزدیک نہایت خوشبو

دن میں روزہ ہو، تراویح ادا ہوں شب میں
آئے پھر مغفرت و رحمت و برکت سب میں

غیب سے رزق کی ہوتی ہے کشائش اس میں
اور سب پچھلے گناہوں کی ہے بخشش اس میں

روزے اس ماہ کے ہوتے ہیں مفید صحت
سال بھر تک کی نکل جاتی ہے ساری علت

معدہ امراض کی جڑ ہوتا ہے کندن اس میں
دل تاریک بھی بن جاتا ہے گلشن اس میں

پیاسے رہتے ہیں جو روزے میں بہت روزہ دار
مچھلیاں کرتی ہیں تب ان کے لیے استغفار

وعدہ ہے گرمی کے روزہ میں پیاسے کے لیے
خوب سیرابی ہے محشر کی حرارت میں اسے

حکم ہے روزہ جو رکھے گا خدا ہی کے لیے
ہوگا دوزخ سے وہ سوسال مسافت سے پرے

ہے ہر ایک نیک مسلمان کے لیے باغ جناں
روزہ والوں کے لیے خاص ہے باب الریاں

جب قیامت میں برے اچھے عمل تلتے ہیں
نیک اعمال مظالم کے عوض ڈھلتے ہیں
روزہ بدلے میں نہ جائیگا کسی شئے کے کبھی
یہ خدا کا ہے خدا ان کو کرے گا رضی

وقت افطار کی ہوتی ہیں دعائیں مقبول
روزے رکھ کے دعاؤنکا بنالو معمول
اک خوشی حشر میں، اور ایک بوقت افطار
یہ مہینہ ہے کہ عیدوںکی ہے اس میں بوچھار

اجر روزے کا سمجھیئے کہ ہے بیحد و حساب
اک اک روزہ پہ کھل جاتے ہیں رحمت کے باب
کرتے ہیں ستر ہزار اعلیٰ فرشتے ابرار
صبح سے شام تلک اس کے لیے استغفار

روزہ دار اجر ہر ایک شے سے سوالیتا ہے
روزہ اک ڈھال ہے دوزخ سے بچا لیتا ہے
حق تعالیٰ کا ہے ارشاد کہ روزہ ہے مرا
اجر میں دونگا کہ میرے ہی لیے سب چھوڑا

ہر عبادت کے لیے ہے جزا سات سو تلک
روزے کے اجر کو پہنچے نہیں انسان و ملک
جس کے اس ماہ میں ہوں صوم و تلاوت دونوں
حشر میں اس کی کریں گے یہ شفاعت دونوں

روزے لوگوں کے جو افطار کرادیتے ہیں
اس سے وہ اپنے کو دوزخ سے بچا لیتے ہیں
اور ملتی ہیں فرشتوں کی دعائیں کل ماہ
کون ہے جس کو نہیں ان کی دعاؤں کی چاہ

لیلۃ القدر میں پھر ملتے ہیں ان سے جبریل
رقت قلب نمی چشم کی ہے اس پہ دلیل
کیسے پیارے ہیں جو چوکھٹ پہ ہی جا پڑتے ہیں
اعتکافوں میں جو بخشش کے لیے اڑتے ہیں

رات دن گریہ و زاری و دعا و توبہ
ذکر و فکر اور عبادات کا لیکر تحفہ
کوئی اس طرح اگر آئے ہمارے در پر
ہم بھی دیں گے اسے اور وہ تو ہے رحمت ہی کا در

اعتکاف عشرۂ آخر کا تو سنت ہے مگر
تین دن آخری کرلو یہ نہ کر پاؤ اگر
اتنی فرصت بھی نہ ہو تو بھی ہے یہ بہت آسان
جب بھی مسجد میں رہو کرلو تم اس کا بھی دھیان

کام کچھ بھی نہیں اور مفت میں ملتا ہے ثواب
کچھ تو ہو جائیں گے ہم داخل بزم احباب
عورتیں اپنی نمازوں کی جگہ پر بیٹھیں
گھر میں بیٹھے ہی وہ اس طرح سے دولت لوٹیں

ہے شب قدر بہت قدر کی شب نور بہار
کم سے کم اجر میں ہوجاتی ہے جو تیس ہزار
طاق راتیں جو ہیں پانچ عشرہ آخر میں یہاں
لیلۃ القدر کوئی ایک ہے ان میں پنہاں
جاگنا کونسی بڑی بات ہے کل پانچ ہی رات
ایک اک چھوڑ کے تو اور بھی ہے سہل سی بات
پوری شب جس سے عبادت نہ ہو اتنا تو کرے
روز کے کام سے کچھ کام زیادہ تو کرے
کم سے کم یہ تو ہو توبہ کریں اور استغفار
کیا تعجب ہے اسی رات میں بیڑا ہو پار
یہ مہینہ ہے کہ جو دن میں تو روزے رکھے
اور شب بھر بہت اخلاص سے نفلیں پڑھ لے
اس کے ہوجاتے ہیں پھر سارے گناہ ایسے معاف
جیسے پیدا ہوا وہ ماں سے ابھی پاک اور صاف
اس مہینے میں ہے اللہ کی جانب سے ندا
طالب خیر بڑھو، صاحب شر، تو ہٹ جا
ہے اسی ماہ میں قرآن مجید و با نور
لوح محفوظ سے آیا، فلک دنیا پہ یہ نور
اس مہینے میں تو لازم ہے سب کو اکل حلال
پاک روزی سے ہو افطار و سحر یہ ہے کمال

ایسا کرنے پہ فرشتوں کی دعائیں، ہیں اسے
اک دو دن نہیں، ہیں سارے مہینے کے لیے
اور اگر ہو نہیں سکتی کوئی ایسی تدبیر
کیجیے ایسا کہ پھر ہو نہیں اس کی تاثیر
خرچ کرلیجیے لیکر کسی کافر سے ادھار
قرض پھر دیجیے ناپاک کمائی سے اتار
قرض ناپاک نہیں، خرچ تو ہوگا یوں پاک
اور ناپاک کو ناپاک سے ہی سے کیا باک
اس مہینے میں جو کھلتے ہیں فلک کے سب در
ختم تک بند نہیں، کیسی ہے رحمت کی نظر
اس کی راتوں میں نمازوں کے ہر اک سجدے پر
نیکیاں ڈیڑھ ہزار اور محل اک بہتر
سارا یاقوت کا اور اس کے ہیں در تیس ہزار
جس کے ہر در پہ ہے یاقوت کے ضیا کی بہار
اور ہر سجدہ کے بدلے شجر سایہ دار
پانچسو سال چلے جس کے تلے گھوڑا سوار
جس نے پایا یہ مہینہ نہ ہوئی پھر بخشش
زندگی اس کی عبث فیل ہوئی ہر کوشش
وقت ہے وقت کہیں ہاتھ سے جاتا نہ رہے
نفس ہم کو کہیں غفلت میں سلاتا نہ رہے

مجوزہ میزانیہ برائے تعلیمی سال ۲۱-۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء

تنخواہ مدرسین (کامران بلاک۔ مصطفےٰ ٹاؤن۔ پرانی انار کلی۔ اردو نگر۔ راوی بلاک)	1857120/=
تنخواہ عملہ انتظامی (کامران بلاک۔ پرانی انار کلی) (ایک فرد کی مزید ضرورت ہے)	561106/=
تنخواہ عملہ مساجد (کامران بلاک۔ مصطفےٰ ٹاؤن)	149207/=
تنخواہ عملہ ادارہ اشرف التحقیق (دو افراد کی مزید ضرورت ہے)	162585 /=
اخراجات گیس۔ بجلی۔ پانی اور فون (کامران بلاک۔ مصطفےٰ ٹاؤن پرانی انار کلی)	841443/=
مصارف مطبخ طلباء مع وظائف طلباء (کامران بلاک، مصطفےٰ ٹاؤن، پرانی انار کلی)، پوشاک، کتب و سٹیشنری،	2130189/=
اور علاج معالجہ طلباء کامران بلاک، مصطفےٰ ٹاؤن، پرانی انار کلی	100,000/=
اسٹیشنری و ڈاک جامعہ ماہانہ پمفلٹوں کی ترسیل اس میں شامل ہے	37922/=
تبلیغ، نشر و اشاعت (ماہانہ رسائل کی اشاعت بھی شامل ہے)	200692/=
مرمت اشیاء و عمارات جامعہ (کامران بلاک، مصطفےٰ ٹاؤن، پرانی انار کلی)	250000/=
توضیع سامان جامعہ (کامران بلاک۔ مصطفےٰ ٹاؤن۔ پرانی انار کلی)	10000/=
اخراجات امتحانی سنٹر جامعہ وفاق المدارس	32600 /=
مفروشات جامعہ (کامران بلاک۔ مصطفےٰ ٹاؤن۔ پرانی انار کلی)	
مفروشات مساجد (کامران بلاک۔ مصطفےٰ ٹاؤن۔ نیز کرایہ شامیانہ)	85587/=
اخراجات باغبانی۔ حصول چرم قربانی	94689/=
سفر خرچ اندرون و بیرون شہر کار ادارہ	50339/=
متفرق اخراجات	20528/=
میزان..	65,84,007/=

توضیحات

تنخواہ عملہ : اساتذہ و منتظمین محققین ادارہ اشرف التحقیق، خطیب و مؤذن اور ملازمین ادارہ کل ۷۰ افراد کام کر رہے ہیں۔ بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر مزید تقرریاں بھی ممکن ہیں۔ اس مرتبہ تنخواہوں میں سالانہ اضافہ کے ساتھ سابق حکومت کا دیا ہوا بنیادی تنخواہ کا 20% اضافہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

مرمت اشیاء و عمارات جامعہ : جامعہ کی زیر استعمال اشیاء کی حسب ضرورت مرمت کرائی جاتی ہے اور جامعہ کی پرانی اور نئی عمارات میں رنگ و روغن، سفیدی اور ضروری مرمت کرائی جاتی ہے۔

تواضع مہمانان جامعہ : ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے علماء اور مہمانان کی ضیافت کی جاتی ہے۔

اخراجات امتحانی سینٹر : جامعہ ہذا کے تمام درجات کے امتحانات سال میں دو مرتبہ منعقد کرائے جاتے ہیں۔ نیز وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات کا سینٹر بھی جامعہ ھذا کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں قناتوں کا کرایہ و دیگر انتظامی اخراجات، نگران حضرات کی تواضع اور وفاق المدارس کے نگران حضرات نیز نگران اعلیٰ کے قیام و طعام کا بندوبست جامعہ کے ذمہ ہے۔

مفروشات، شامیانہ : ادارہ کی ضرورت کے مطابق چٹائیاں، مساجد کے لئے دریاں اور صفیں خرید کی جاتی ہیں۔ نیز جامع مسجد سراج میں موسم گرما میں جمعہ کے روز شامیانے لگائے جاتے ہیں جس کا کرایہ جامعہ کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

اخراجات باغبانی و حصول چرم قربانی : جگہ کی قلت کے باوجود جامعہ میں گھاس کے مختلف پلاٹ چھوڑے گئے ہیں۔ جن کے چاروں طرف موسم کے مطابق مختلف قسم کے پھول لگائے جاتے ہیں جو روح پرور منظر پیش کرتے ہیں۔ اس کام کے لئے مستقل مالی بھی رکھا گیا ہے۔ اور پھول، پودوں کی پرورش کے لئے مختلف ادویہ، اور کھاد خریدا جاتا ہے۔ نیز عید قربان کے موقع پر چروم قربانی کے حصول، نقل و حمل اور سنبھال پر معقول رقم خرچ ہوتی ہے۔

سفر خرچ : ادارہ کی ضرورت کیلئے اندرون و بیرون شہر سفر کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مہتمم ادارہ اور بکار جامعہ دوسرے سفر کرنے والے حضرات کو اخراجات سفر دیے جاتے ہیں۔

اخراجات گیس، بجلی، پانی اور فون : درس گاہوں، دارالاقامہ اور دفاتر میں ہر جگہ بجلی، پنکھے، گیس لیمپ، گیس چولہے حسب موقع فراہم کئے گئے ہیں۔ درس گاہوں میں روم کولر اور گیس ہیٹر بھی نصب ہیں۔ فون بھی ادارہ کی اہم ضرورت ہے۔

مصارف مطبخ طلباء مع وظائف طلباء : امسال جامعہ میں ۸۴۷ طلباء زیر تعلیم رہے، ان میں سے ۳۵۸ طلباء کے قیام و طعام کا خرچ ادارہ کے ذمہ رہتا ہے۔ نیز بلحاظ درجہ طلباء کو نقد وظائف دیئے جاتے ہیں۔ نیز اعلیٰ نمبروں میں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات دیے جاتے ہیں۔

پوشاک، علاج معالجہ اور کتب واسٹیشنری طلباء : جامعہ میں مقیم طلباء کو گاہ بگاہ نئے کپڑے دیے جاتے ہیں اور علاج معالجہ کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ نیز پرہیزی خوراک مہیا کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں درسی کتب اور حسب موقع اسٹیشنری بھی جامعہ کی طرف سے طلباء کو دی جاتی ہے۔

اسٹیشنری اور ڈاک جامعہ : دفتری امور کو چلانے اور ان میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کی اسٹیشنری اور رجسٹر خریدے جاتے ہیں نیز جامعہ کا شعبہ دعوت تبلیغ ہر ماہ ایک دینی رسالہ تین ہزار شائع کرتا ہے، جو بذریعہ ڈاک معاونین اور دیگر حضرات کو بھیجا جاتا ہے۔ ادارہ کا تعارفی لٹریچر اور رسیدات معطی حضرات کو رجسٹرڈ اور عام ڈاک سے بھیجے جاتے ہیں۔ اس مد میں اس کی ترسیل کے اخراجات شامل ہیں۔

تبلیغ و نشر و اشاعت : ادارہ کی طرف سے ہر ماہ دینی معلومات پر مشتمل ایک وعظ اصلاح و تبلیغ کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے جو مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ محافل قرأت اور اصلاح و تربیت کی مجالس منعقد کرائی جاتی ہیں۔ نیز جامعہ کی تقریبات کے اشتہارات اور تعارفی پمفلٹ شائع کیے جاتے ہیں۔



شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن

فضائل و برکات رمضان شریف

مؤلف

حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

- فضائل رمضان
- فضائل قرآن
- فضائل اعتکاف
- فضائل شب قدر
- صدقہ فطر

مکتبۃ الحسن لاہور

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین اما بعد:

زیر نظر رسالہ رمضان کے فضائل اور قرآن کی عظمت کے سلسلے میں تحریر کیا گیا ہے اور اس میں چالیس احادیث مبارکہ کا انتخاب کر کے آنحضرت ﷺ کی اس دعا کو مقصد بنایا گیا ہے جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس شخص نے میری چالیس احادیث امت کو پہنچائیں تو میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دینے والا اور سفارشی بنوں گا حق شانہ ہماری اس معمولی سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے تو کیا عجب یہ حقیر سا عمل ہمارے لئے نجات کا باعث بن جائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر اس میں کوئی غلطی و کوتاہی ہو یا مفید مشورہ ہو تو مطلع فرما کر کرم فرمائیں آخر میں درخواست ہے کہ اس کتاب کے معاونین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں خصوصا مولوی عبدالوحید سلمہ اور مولوی محمد اسلم سلمہ کو کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب میں

تعاون کیا ہے۔

اللہ جل شانہ ان کو اور تمام معاونین کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے اور اس رسالے کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے انتہائی مؤدبانہ گزارش ہے کہ احقر اور اہل وعیال کے لئے عافیت اور حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

جزاکم اللہ تعالی احسن الجزا

محتاج دعا

مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب

استاذ الحدیث ونائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

فہرست

فہرست

① استقبال رمضان

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِیْمٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِیْهِ لَیْلَةٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

مشکوۃ ج ۱، ص ۱۷۳ (مکتبہ المصباح لاہور)

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ کو ہمیں خطبہ دیا فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے، بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے یعنی شب قدر۔

تشریح حدیث مذکورہ میں آنحضرت ﷺ نے جس اہمیت کے ساتھ رمضان سے ایک دن پہلے صحابہ کو جمع فرما کر جن برکات کا ذکر کیا ہے یہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے عظیم سبق ہے تاکہ اس ماہ مبارک سے نفع اٹھانے کے لئے انسان تیار ہو جائے۔

مسئلہ کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ طاقت کے لئے لگوایا جائے۔

۲ ایک فرض کا ستر فرض کے برابر ثواب

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْ مَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ ۔

مشکوٰۃ ج ۱، ص ۱۷۳

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے۔ اور اس کے قیام (تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسے غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔ اور جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے وہ ایسا ہے گویا کہ ستر فرض ادا کیے غیر رمضان میں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں ایک فرض کی ادائیگی پر ستر فرائض کے برابر ثواب اور تراویح اور دیگر نیکیوں کی وجہ سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کا سنہری موقع

ہے تراویح کی نماز میں چالیس سجدے مقرر فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ حالت سجدہ میں اللہ کا قرب سب سے زیادہ حاصل ہوتا ہے جو قرب اللہ جل شانہ کا بندہ کو ملتا ہے وہ غیر سجدہ میں نہیں مل سکتا اسی کو حدیث میں "الصلوۃ معراج المؤمنین" فرمایا ہے۔

مسئلہ کسی عذر سے رگ کے ذریعے طاقت کے لئے گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اللّٰھم
صل علی محمد وعلی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللّٰھم
بارک علی محمد وعلی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم
انک حمید مجید

۳ رمضان کے پہلے دوسرے اور تیسرے حصہ کی فضیلت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔

مشکوۃ ج ۱، ص ۱۷۳

ترجمہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس مہینہ کا اول حصہ رحمت ہے اوسط حصہ مغفرت ہے اور آخر حصہ آگ سے آزادی ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اس مبارک مہینہ کا ایک ایک لمحہ اللہ کی مغفرت اور بخشش کو بیان کر رہا ہے۔ رمضان کے آغاز سے لے کر پہلا عشرہ کہ جس میں رحمت کا ذکر ہے اور دوسرا عشرہ جو مغفرت اور بخشش کا ذریعہ ہے۔ اور آخری حصہ جہنم سے خلاصی کا ذریعہ بن رہا ہے۔ اللہ جل شانہ ہمیں رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ خود بخود قے کے آجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

⑷ روزہ افطار کرانے کی فضیلت

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : مَنْ فَطَّرَ فِیْهِ صَائِمًا کَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ ؕ

ترمذی ج ۱، ص ۲۷۸ (مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو یہ اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔

تشریح حدیث مذکورہ میں افطار کی عظیم فضیلت بیان ہوئی ہے۔ جس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوئی کہ حق جل شانہ اس ماہ مبارک میں بندوں کی مغفرت اور بخشش کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ روزہ دار کو افطار کرانے والے کے لئے گناہ کی معافی اور آگ سے خلاصی کی بشارت ہے۔

مسئلہ سوتے ہوئے احتلام ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۵ رضاءِ خداوندی کا نسخہ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ
مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُونَ
بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ
عَنْهُمَا فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ
تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ
لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُونَهُ وَأَمَّا
الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ
عَنْهُمَا فَتَسْئَلُونَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَ
تَعَوَّذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ ط

الترغیب ج ۲، ص ۲۸۹ (اشرف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزوں کی اس میں (رمضان میں) کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں

کہ تم جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ پکڑو۔

تشریح حدیث مذکورہ میں آنحضرت ﷺ رمضان میں چار چیزوں پر رمضان میں عمل کرنے کی ترغیب دلائی۔

۱۔ کلمہ طیبہ ۲۔ استغفار ۳۔ جنت کا سوال ۴۔ جہنم سے پناہ۔

ان چاروں چیزوں کے حصول کے لئے اسلاف نے ایک وظیفہ بیان فرمایا ہے جسے میرے شیخ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی نے احقر سے فرمایا اور وہ یہ ہے۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ

وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ"۔

مسئلہ ایسی آکسیجن لینا جو خالص ہو اور اس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

⑥ غلاموں پر شفقت کرنا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْ رَمَضَانَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَ اَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ ۔ مشکوۃ ج ۱، ص ۱۷۴

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں اپنے غلام (خادم) کے بوجھ کو ہلکا کر دے حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے اس کو آزادی عطا فرماتے ہیں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں حکم دیا گیا ہے کہ رمضان میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک، نرمی اور شفقت ومحبت کا معاملہ کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اور رمضان میں سہولت دینے والوں کے لئے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے خلاصی کی بشارت ہے۔

مسئلہ آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا مفسد صوم نہیں ہے۔

۷ حوض کوثر سے پانی کا حصول

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : مَنْ سَقٰی صَائِمًا سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ ۔

مشکوۃ ج ۱، ص ۱۷۴

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے پانی پلایا روزہ دار کو حق تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کو میرے حوض سے پانی پلائے گا وہ ایسا پانی ہوگا کہ اس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

تشریح حدیث مذکورہ میں روزہ دار کی پیاس کو بجھانے والے کے لیے کتنی بڑی بشارت ہے۔ کہ حضور ﷺ حوض کوثر کا پانی پلانے کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ کہ جس کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر اپنی امت کی ملاقات کے لئے موجود ہوں گا۔ اللہ جل شانہ، ہم سب کو حوض کوثر کا پانی جناب رسول اللہ ﷺ کے دست شفقت سے عنایت فرمائے۔ (آمین)

مسئلہ عطر یا پھولوں کی خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

⑧ اللہ کی پسندیدہ خوشبو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ۔

مسلم ج ۱، ص ۳۶۳ (قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں روزہ دار کے منہ سے بھوک کی وجہ سے بدبو کی اس قدر تعریف، فرمائی گئی ہے کہ اللہ جل شانہ کے ہاں مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ اللہ ہمیں اس کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ غیبت کرنا، لڑنا جھگڑنا اور گالی گلوچ کرنا خواہ کسی انسان کو گالی دے یا بے جان کو تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر سخت ناپسندیدہ ہے۔

⑨ جبرائیل علیہ السلام کی بددعا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ جِبْرَئِيْلَ
عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ
رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ اٰمِيْنَ۔

الترغیب ج ۲، ص ۲۸۵، ۲۸۶

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے سامنے آئے اور انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا! آمین۔

تشریح حدیث مذکورہ میں بڑی سخت تنبیہ فرمائی گئی ہے ان لوگوں کے لئے جن کو رمضان کا مہینہ ملے اور وہ اپنی بخشش کی کوشش نہ کریں۔ تعجب ہے اس شخص پر کہ جس کے سامنے جہنم جیسی آگ اور اس سے بچنے کا راستہ مل رہا ہو اور پھر بھی وہ کوشش نہ کرے۔ اس کو قرآن کریم نے فرمایا فما اصبرھم علی النار۔ کہ جہنم جیسی آگ سہنے کے لئے انسان کس طرح اپنے آپ کو تیار کر رہا ہے۔

مسئلہ کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

١٠ رحمت خاصہ کا نزول

قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم : حَضَرَنَا رَمَضَانُ أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرُ بَرَكَةٍ يَغْشَاكُمُ اللهُ فِيهِ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَيَسْتَجِيبُ فِيهِ الدُّعَاءَ ط

الترغيب ج ٢، ص ٢٩٥

ترجمہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں۔ دعاء کو قبول فرماتے ہیں۔

تشریح حدیث مبارکہ میں اللہ جل شانہٗ کی اس ماہ مبارک میں رحمت خاصہ کے نازل ہونے کا ذکر ہے۔ اور پھر خصوصیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ کو راضی کرنے اور منوانے اور اپنی حاجات و مقاصد کو حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مسئلہ غسل جنابت کو قصداً صبح صادق تک موخر کرنا مفسدِ صوم نہیں ہے۔

⑪ دعا کی یقینی قبولیت

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّ لِکُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ دَعْوَۃً مُّسْتَجَابَۃً ۔ الترغیب ج ۲، ص ۲۹۵

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں ہر مسلمان کے لئے ہر شب وروز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں ایک دعا کی قبولیت کا یقینی ذکر ہے۔ میرے بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر وہ ایک دعا یہ مانگ لی جائے کہ یا اللہ میری ساری دعائیں قبول فرما تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس کی کوئی دعا رد نہ ہوگی اللہ ہمیں دل سے دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مسئلہ واڑھ نکلوانے کے لئے منہ میں ٹیکہ لگوایا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۲ روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَا تُرَدُّ دَعْوَةُ الصَّائِمِ حَتّٰى يُفْطِرَ (الترغیب ج ۲، ص ۲۸۲)

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اس بات کو بیان فرمایا گیا ہے کہ افطار کا وقت قبولیت دعا کا وقت ہے۔ لہٰذا اس وقت آدمی کھانے پینے کی اشیاء کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا کا معمول بنائے اس لئے کہ یہ قبولیت کی گھڑی ہے۔

مسئلہ کسی شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ بوس و کنار کیا اور اسے انزال بھی ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

⑬ سحری کھانے کی اہمیت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الْمُتَسَحِّرِیْنَ ؕ

الترغیب ج ۲، ص ۳۱۱

ترجمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خود حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے خصوصی رحمت کے نازل ہونے کی گھڑی کا ذکر ہے سحری میں غفلت کرنے والوں کو اس بات کی طرف خیال کرنا چاہیے کہ اللہ جل شانہ کی رحمت کے ملنے کی یہ گھڑی ہے۔ اور آدمی غفلت کی نیند سو کر اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے بڑی بدنصیبی ہے۔

مسئلہ بیماری یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے روزہ افطار کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۴ سحری کھانے کی برکت

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً ؕ

بخاری شریف ج ۱، ص ۲۵۷ (قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کہ سحری میں برکت ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اس بات کی بشارت ہے کہ سحری کھانے والوں کے مال اولاد اور گھر میں برکت آتی ہے سحری کا وقت قبولیت دعا کا اور اللہ جل شانہ سے اپنی تمام مرادوں کے مانگنے کا وقت ہے سحری کا کھانا عبادت اور چند نوافل تہجد کی نیت سے پڑھ لیئے جائیں۔ اور اس کے انوار و برکات سال بھر انسان کو محسوس ہوتے ہیں۔

مسئلہ سحری کا وقت خیال کر کے صبح صادق ہوجانے کے بعد سحری کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۵ صوم رمضان کی اہمیت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ فِیْ غَیْرِ رُخْصَۃٍ رَخَّصَہَا اللّٰہُ لَہٗ لَمْ یَقْضِ عَنْہُ صِیَامُ الدَّھْرِ

بخاری شریف ج ۱، ص ۲۵۹

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کی دی ہوئی رخصت کے بغیر رمضان میں روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے اس کی کمی پوری نہ کر سکیں گے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں رمضان کے روزے کی اہمیت کا اندازہ لگایئے رمضان کے ایک روزہ کے بدلے عمر بھر کے روزے بھی رکھے جائیں تو اس کمی کو پوری نہ کر سکیں گے کوتاہی غفلت اور سستی کی بنا پر روزہ چھوڑنے والے کو اس سے سبق لینا چاہیے۔

مسئلہ جان جانے کا خطرہ ہو تو ماہر دین دار طبیب یا ڈاکٹر کی اجازت سے روزہ توڑنا جائز ہے۔

(١٦) جہنم سے خلاصی

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : وَلِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْ شَھْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ ط

کنزالعمال ج۸، ص ۴۷۹ (مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی عطا فرماتے ہیں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں افطار کے وقت اتنی بڑی بشارت کہ جہنم سے خلاصی کا روزانہ پروانہ ملتا ہے۔ اس وقت یہ دعا ضرور کریں کہ اے اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرما جن کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ اس متبرک وقت میں جہنم سے خلاصی دی جارہی ہے۔

مسئلہ حاملہ عورت اپنی یا بچہ کی جان کو نقصان سے بچانے کے لیے روزہ چھوڑ سکتی ہے مگر بعد میں قضا کرنا پڑے گی۔

١٧ رضوان علیہ السلام اور مالک علیہ السلام کو خصوصی حکم

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ یَا رِضْوَانُ اِفْتَحْ اَبْوَابَ الْجِنَانِ وَیَا مَالِكُ اَغْلِقْ اَبْوَابَ الْجَحِیْمِ عَنِ الصَّائِمِیْنَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ صلی اللہ علیہ وسلم

کنز العمال ج۸، ص ۲۷، ح ۲۳۷۲۳

ترجمہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دو اور مالک (داروغۂ جہنم) سے فرماتے ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کرو۔

تشریح حدیثِ مذکورہ میں حق جل شانہ نے بخشش کا ایسا دربار رمضان میں کھولا کہ حکم دیا جاتا ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں بخشش کے اس بے بہا موقع سے فائدہ نہ اٹھانا کس قدر محرومی ہے اللہ ہمیں اس کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ بچے کو دودھ پلانے والی عورت، اگر کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ سکتی ہے بعد میں قضا کرے گی۔

(۱۸) سال بھر کے روزوں کا ثواب

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِسِتَّةٍ مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ ط

مسلم ج ۱، ص ۳۶۹

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی طرح ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں شوال کے چھ روزوں کے بارے میں کتنی بڑی بشری ہے گویا کہ عمر بھر کے روزوں کے برابر ثواب دیا جارہا ہے سلف صالحین نے شوال کے روزوں کے بارے میں اپنے تجربات کی روشنی میں بے شمار فوائد تحریر فرمائے ہیں۔

مسئلہ شیخ فانی کے لئے روزہ چھوڑ کر فدیہ دینا جائز ہے۔

(۱۹) قرآن کی سفارش

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِیٌّ وَّلَا مَلَكٌ وَّلَا غَيْرُهٗ ط

سنن دارمی ج ۱، ص ۷۰

ترجمہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی اور۔

تشریح حدیث مذکورہ میں قرآن پاک کی کتنی بڑی عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ قیامت کی سختی کے وقت کونسا ایسا شخص ہوگا۔ جو سفارش کا متلاشی نہ ہو ایسے وقت میں سب سے بڑا سفارشی یہی کلام اللہ ہوگا۔ اللہ اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مسئلہ کسی شخص نے یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہوگیا اور افطار کرلیا حالانکہ سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۲۰ علانیہ اور خفیہ صدقہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : اَلْجَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ کَالْجَاھِرِ بِالصَّدَقَۃِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ کَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَۃِ [1] ترمذی ج ۲، ص ۵۸۵

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام اللہ کا علانیہ پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں کلام اللہ کی تلاوت کرنیوالے کو صدقہ کرنے والے کی طرح ثواب کی بشارت دی گئی ہے جس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی کہ قرآن مجید کی تلاوت وہ عظیم صدقہ جاریہ ہے کہ جس کے برکات انسان کی زندگی میں اور موت کے بعد ملتے رہیں گے۔

مسئلہ قصداً منہ بھر کر قے کر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲۱) بہترین انسان

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ط ترمذی ج ۲، ص ۵۸۳

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ روئے زمین پر سب سے بہتر وہ انسان ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے قرآن کریم کے طلباء اور اساتذہ اس حدیث مبارکہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ حضور کتنی بڑی بشارت اور خوشخبری عطا فرما رہے ہیں۔ اللہ ہمیں قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ لوبان یا عود وغیرہ کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(۲۲) قربِ الٰہی کا ذریعہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَی اللّٰہِ بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْہُ یَعْنِي الْقُرْاٰنَ ۔

ترمذی ج ۲، ص ۵۸۴

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اللہ جل شانہ نے سب سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا ذریعے تلاوتِ قرآن کو قرار دیا ہے۔ قرآن کی تلاوت کرنے والا مقام قرب میں ہوتا ہے۔ اسی لئے تلاوت کے بعد مانگی جانے والی دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔

مسئلہ انہیلر کو روزہ کی حالت میں استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲۳) ویران گھر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ ۔ ترمذی ج ۲، ص ۵۸۴

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی نہ ہو وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اس دل کو کہ جس میں قرآن کریم کا کوئی حصہ نہ ہو اس ویران اور تباہ گھر کے مثل فرمایا گیا ہے۔ بڑا محروم ہے وہ شخص کہ جس کا دل اللہ کی یاد اور اس کی کلام سے خالی ہو۔

مسئلہ انجائنا کے مریضوں کا گولی زبان کے نیچے رکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲۴) اخروی بلندی اور تذلل

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ ؕ سنن ابن ماجہ ص ۲۰ (قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند کرتا اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں یہ بات بڑے واضح انداز میں فرمائی گئی ہے قرآن وہ نعمت ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ اپنے بندوں کو دنیا اور آخرت میں ترقیاں اور بلندیاں نصیب کرتا ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو اس قرآن کے چھوڑنے کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں ذلیل کرتا ہے مسلمان کی عزت اور سربلندی قرآن پاک پر عمل کرنے میں ہے۔

مسئلہ ٹوتھ پیسٹ یا منجن کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

۲۵ معجزہ قرآن

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِهَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ۔

مشکوۃ شریف ج ۱، ص ۱۸۶

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قرآن شریف کو چمڑے میں رکھ کر آگ میں ڈال دیا جائے تو وہ نہ جلے گا۔

تشریح حدیث مذکورہ میں قرآن کریم کے اس معجزے کو بیان کیا گیا ہے اگر چمڑے میں رکھ کر آگ میں ڈالا جائے تو اللہ جل شانہ بطور معجزہ کے اس کو محفوظ فرماتے ہیں۔

مسئلہ ضرورت کے وقت کسی چیز کو چکھ کر تھوک دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲۶) وجہ افتخار

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ لِکُلِّ شَیءٍ شَرَفًا یَتَبَاهَوْنَ بِهٖ وَاِنَّ بَهَاءَ اُمَّتِیْ وَشَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ ۔ رواہ فی الحلیة

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت وافتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کرتا ہے میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اس امت کی رونق اور افتخار کو قرآن کریم سے جوڑا گیا ہے کس قدر خوش نصیب ہیں وہ طلبہ اور اساتذہ جن کو اللہ نے اس امت کی رونق قرار دیا ہے۔ اللہ جل شانہ اس کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ بھول کر کھانا کھانے یا کوئی چیز پینے سے یا بھول کر بیوی سے صحبت کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲۷) دنیا کا نور اور آخرت کا ذخیرہ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَإِنَّهُ نُوْرٌ لَّكَ فِي الْأَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّكَ فِي السَّمَاءِ ۔ رواہ ابن حبان

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں تلاوت قرآن کا اہتمام کرنے والے کے لئے یہ بشری ہے کہ دنیا میں یہ وہ نور اور روشنی ہے کہ جس کے ذریعے انسان کو قدم قدم پر راہنمائی ملتی ہے اور آخرت میں نیک اعمال کے ثمرات کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔

مسئلہ اپنی بیوی سے قصداً صحبت کرنا روزہ کو توڑ دیتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہو جاتے ہیں۔

(۲۸) اللہ کا کنبہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : اِنَّ اَھْلَ الْقُرْاٰنِ ھُمْ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ

سنن ابن ماجہ ص ۱۹

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف والے اللہ کے اہل ہیں اور اس کے خواص ہیں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں کو اللہ کا کنبہ اور اس کے خواص قرار دیا گیا ہے بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی عظمت ہو گی جس کو اللہ جل شانہ کا یہ قرب اور خصوصی رحمت مل جائے۔ قابل رشک ہیں وہ طلبہ اور وہ قراء وحفاظ جو قرآن کریم کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

مسئلہ ایسی چیز جو دوا یا غذا یا لذت کے لئے استعمال کی جاتی ہو تو قصداً کھا پی لینے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور قضا و کفارہ دونوں ادا کرنا ہوں گے۔

(۲۹) غافلین سے نکلنا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ قَرَءَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فِیْ لَیْلَۃٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ط الترغیب ج۳، ص ۳۰۲، ۳۰۳

ترجمہ جو شخص کسی رات میں قرآن کی دس آیتوں کی تلاوت کرے وہ اس رات غافلین میں سے شمار نہیں ہوگا۔

تشریح حدیث مذکورہ میں دس آیتوں کی تلاوت کرنے والوں کو غافلین کی فہرست سے باہر نکالے جانے کی کتنی بڑی بشارت ہے بھلا دس آیتیں پڑھنے پر کتنا وقت لگتا ہے اللہ ہمیں قرآن کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مسئلہ مسواک خواہ خشک ہو یا تازہ کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۳۰) درجات جنت کا حصول

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا ۔

ترمذی ج۲، ص ۵۸۴

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں صاحب قرآن کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے درجوں پہ) چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو دنیا میں پڑھتا تھا۔ پس تیری آخری منزل وہ ہوگی جو تو آخری آیت پڑھے گا۔

تشریح حدیث مذکورہ میں تلاوت قرآن کرنے والے کو ایک ایک کلمہ پر درجات کی بلندی نصیب ہوتی ہے بشرطیکہ تلاوت ترتیل یعنی اس کی ادائیگی میں تلفظ اور مخارج کا خیال رکھا جائے قرآن حکیم کو صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا اسی طرح فرض ہے کہ جس طرح نماز۔

مسئلہ سخت ضرورت کے وقت خون چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۳۱) اعتکاف کی فضیلت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : اَلْمُعْتَكِفُ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ يُجْرٰى لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا

مشکوۃ ج ۱، ص ۱۸۳

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کے کرنے والے کے لئے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اعتکاف کرنے والے کے لئے اگر وہ سویا بھی رہے تو اس کے اعمال نامہ میں تسلسل کے ساتھ نیکیاں لکھی جارہی ہیں۔ اعتکاف حقیقت میں اللہ جل شانہ کے در پر جا کر بیٹھ جانا ہے تا کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی بندہ کو حاصل ہو جائے۔

مسئلہ اعتکاف بیٹھنے کے لئے عورت کو شوہر کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۳۲) دوزخ سے دوری

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ ط الترغیب ج ۲، ص ۳۲۴، ۳۲۵

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی رضا کے واسطے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتا ہے۔ جن کی چوڑائی آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں اللہ کی رضا کے واسطے اخلاص کے ساتھ اعتکاف کرنے والے کو جہنم سے حفاظت کا وعدہ ہے بشرطیکہ اللہ کی رضا کے واسطے ہو اس میں اخلاص ہو، ریاکاری اور شہرت سے پرہیز ہو۔

مسئلہ بیوی جب شوہر کی اجازت سے اعتکاف بیٹھ جائے تو پھر خاوند کے لئے جائز نہیں کہ وہ بیوی سے ہم بستری کرے۔

(۴۳) گناہوں کی معافی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : مَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ ط مشکوۃ ج ۱، ص ۱۷۳

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے کھڑا ہوا (عبادت کے لئے) اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں شب قدر میں ثواب کی نیت سے عبادت کرنے والے کے لئے کتنی بڑی بشارت ہے کہ چند گھنٹے اللہ کی عبادت کرنا سارے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

مسئلہ تراویح سنت موکدہ ہے مرد اور عورت دونوں لئے ایک ہی حکم ہے۔

(۴۴) ہزار مہینوں سے افضل رات

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنَّ ھٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ

مشکوۃ ج ۱، ص ۱۷۳

ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا وہ ساری خیر سے محروم رہ گیا۔

تشریح حدیث مذکورہ میں ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے زیادہ افضل قرار دی گئی ہے۔ اور قرآن کریم کی ایک پوری سورت اسی مضمون کو بیان کر رہی ہے سچ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ ہر قسم کی خیر سے محروم رہ گیا۔

مسئلہ اگر کسی شخص کی عشاء کی جماعت فوت ہو گئی تو وہ اکیلا فرض پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔

۳۵ لیلۃ القدر کی تلاش

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ط البخاری ج ۱، ص ۲۷۱

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

تشریح حدیث مذکورہ میں شب قدر کو آخری عشرہ اور اس کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم دے کر آسانی پیدا فرما دی کہ چند راتیں جاگ کر اللہ کی عبادت کرنے سے کم وبیش 83 برس کی عبادت کا ثواب دیا جاسکتا ہے اللہ ہمیں اس کی قدر اور ان راتوں کی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مسئلہ کسی وجہ سے تراویح فوت ہو جانے پر اس کی قضا لازم نہیں ہے۔

(۳۶) بہترین دعا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنْ وَجَدْتَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قُلْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ط سنن ابن ماجہ ص ۲۷۳

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم لیلۃ القدر کو پاؤ تو دعا کرو! اے اللہ تو بے شک معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرمادے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں شب قدر کے بارے میں خصوصیت سے ایک دعا کا ذکر فرمایا جس کے ترجمہ پر غور فرمائیں یہ ہر قسم کی خیر کو جمع کر رہا ہے اس رات میں کثرت سے دعائیں تلاوت، نوافل، استغفار اور درود شریف کا پڑھنا انتہائی مفید ہے۔

مسئلہ دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا بشرطیکہ وہ لعاب دہن سے کم ہو اور اس کا ذائقہ بھی منہ میں نہ آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۳۷ مزدور کی مزدوری

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يُغْفَرُ لَهُمْ فِيْ اٰخِرِ لَيْلَةٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ الْعَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّٰى اَجْرُهٗ اِذَا قَضٰى عَمَلَهٗ ط

کنز العمال ج۸، ص ۱۷۳، ۲۷۲

ترجمہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت ہوتی ہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا یہ شب قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں رمضان کی آخری رات یعنی لیلۃ العید کو انعام کی رات قرار دیا گیا کہ اس رات کو روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے والوں کے لئے اس قدر بشارت ہے کہ آج اس محنت کے مکمل ہونے پر حق جل شانہٗ کی طرف سے بھرپور اجر اور ثواب کی نوید سنائی جارہی ہے۔ اللہ جل شانہٗ رمضان کا مہینہ ہم سب کے لئے جہنم سے خلاصی اور جنت کے حصول کا ذریعہ بنائے (آمین)

مسئلہ اپنے لعاب دہن کو نگل لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

۳۸ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَائِیْلُ فِیْ کَبْکَبَۃٍ مِّنَ الْمَلٰئِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَّذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ۔

مشکوٰۃ ج ۱، ص ۱۸۲

ترجمہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر میں حضرت جبرائیل ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لئے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو دعائے رحمت کرتے ہیں۔

تشریح حدیث مذکورہ میں شب قدر کے بارے میں کس قدر بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو کھڑے اور بیٹھے اللہ کا ذکر کریں تو جبرائیل امین ان کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں شب قدر میں قرآن کی تلاوت درود شریف، استغفار، جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ کثرت سے مانگیے ساتھ ہی ساتھ جتنی کثرت سے پڑھا جا سکے کلمہ طیبہ کا ورد ضرور کیجیے۔ شب قدر میں لا الٰہ الا اللہ کا ورد حسن خاتمہ کا ذریعہ ہے۔

مسئلہ حلق میں بلا اختیار دھواں گرد وغبار یا مکھی وغیرہ کے چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۳۹) فرضیت صدقہ فطر

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ: اَنَّہٗ فَرَضَ صَدَقَۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ اَوْ تَمْرٍ عَلَی الصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْکِ

البخاری ج ۱، ص ۲۰۴

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور صدقہ فطر مقرر فرمایا۔

تشریح حدیث مذکورہ میں تقریبا ۶ کلو کھجور کا ذکر فرمایا ہے۔ جس میں اس بات کی طرف حکم فرمایا گیا کہ جہاں دو کلو آٹا یا اس کی قیمت دینا فطرانہ بنتا ہے۔ وہاں اہل ثروت حضرات کو کھجور صدقہ فطر میں دینے کی طرف رغبت دلائی گئی ہے کہ یہ بھی سنت ہے۔

مسئلہ صدقہ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے۔

۴۰ غرباء پر خصوصی شفقت

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم : فَرَضَ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ طُھْرَۃً لِّلصِّیَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ ؕ

الترغیب ج ۲، ص ۳۳۳

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو لغو اور بیہودہ بات سے روزہ کو پاک کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

تشریح حدیث مذکورہ میں صدقہ فطر کو روزے میں ہر قسم کی کمی اور کوتاہی کو صاف کرنے کا ذریعہ فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی اس میں یہ درس ہے کہ عید کی خوشی کے موقع پر غرباء اور مساکین کو اپنی اس خوشی میں شامل کرنے کے لئے صدقہ فطر واجب قرار دیا ہے۔

مسئلہ صدقہ فطر کا ادا کرنا واجب ہے اور نماز عید ادا کرنے سے پہلے دینا مستحب ہے۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۰

فضیلت علم وحکمت:

تالیف:۔

خالد سیف اللہ القاسمی

خادم حدیث وافتاء جامعہ اشرف العلوم رشیدی
گنگوہ سہارنپور یوپی

ابن

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ۔

مؤسس وبانی جامعہ ہذا۔

ناشر:۔

مکتبہ شریفیہ گنگوہ سہارنپور یوپی انڈیا۔

تفصیلات

نام کتاب:..................فضیلتِ علم وحکمت

نام مؤلف: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ۔
صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نقشبندی مجددی۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم
پیر طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہ العالی، برطانیہ۔
جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب مدظلہ العالی، خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

کمپوزنگ: محمد دلشاد رشیدی۔

تحسین وتزئین: ابوسعد/عبدالواجد عفا اللہ عنہ

تعداد طباعت: 1100

طبع اول: 1413ھ

طبع ثانی: 1429ھ

قیمت: 35

ملنے کا پتہ

مکتبہ شریفیہ گنگوہ۔

فہرستِ مضامین

انتساب

ناکارہٗ خلائق مؤلف اپنی اس تالیف کو اپنی عزیز مادر علمی جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی طرف جس کا فیض تقریبا ستر سال مدت میں دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچا ہزاروں افراد حافظ، قاری، عالم، داعی، مبلغ مفسر، محدث متکلم، خطیب، واعظ بنے جو آج ہندوستان کے ممتاز اداروں میں شمار ہوتا ہے جہاں بے شمار اولیاء اللہ تشریف لائے اور خوش ہوکر دعائیں دیکر واپس تشریف لے گئے ان اکابر کی برکات سے یہ ادارہ آج علم وعمل دعوت وتبلیغ ذکر اللہ کتاب وسنت کے علوم کی اشاعت حفظ قرآن قرأت وتجوید اور دیگر عصری علوم کا ایک بہت بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔

جہاں فی الحال تشنگان علوم ومعرفت اپنی پیاس بجھانے کے لئے ایک بڑی تعداد میں جمع ہیں اور یہ خطہ تلاوت وذکر اللہ تعلیم وتعلم کی آوازوں سے منور اور معطر اور بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور یہ سب اس اللہ کے عاشق اور اللہ کے حبیب کے دیوانے کے خلوص، مجاہدہ اور محنت ولگن کا نتیجہ ہے جو رات دن اللہ کے دین کی اشاعت، اللہ کی محبت میں فنا تھے اور ایک بہت بڑے معلم اور داعی ومبلغ ،تلاوت، عبادت، ذکر اللہ، کے وصف کے ساتھ ساتھ (علماء مشائخ ،طلبہ، اور عوام الناس) کی خدمت کرنے والے عظیم انسان تھے بہترین تربیت کرنے والے

ایک والد تھے (یعنی حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ پاک انکو مغفرتِ اُولٰی سے نوازے! جنت میں بلند ترین درجات نصیب فرمائے! انبیاء، صحابہ، صدیقین، شہداء وصالحین کی مرافقت نصیب فرمائے اور ہمیں اور تمام متعلقین کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی پوری پوری توفیق نصیب فرمائے مرضیات الٰہیہ کا تابع بنائے ہر قسم کی ضلالت اور فساد سے حفاظت فرمائے

آمین یارب العالمین !!

ابو حذیفہ / خالد سیف اللہ

عفا اللہ عنہ!

خادم الحدیث والافتاء و جامعہ اشرف العلوم رشیدی۔

جامعہ کے صدر دروازہ کا اندرونی منظر

گزارش اوّلیں

الحمد للہ الذی جعل العلماء ورثۃ الأنبیاء والصلوۃ والسلام علیٰ من بعث ھادیا ومعلما وعلی آلہٖ واصحابہ وسلم تسلیماً۔ امابعد:۔

علم کی فضیلت وشرافت پر علماء، صلحاء، حکماء، فقہاء وعقلاء سب نے بہت کچھ فرمایا ہے اور لکھا بھی ہے اور جا بجا اس کا اظہار کر کے امتِ مسلمہ کو حصول علم پر برانگیختہ کیا ہے اسی کی برکت ہے جو آج چاروں طرف تعلیمی ادارے، تعلیمی بورڈ، تعلیمی سینٹر کھلے ہوئے ہیں، کہیں دنیا کی تعلیم دی جارہی ہے اور کہیں آخرت کے علوم کی، کہیں خیر کی اور کہیں شر کی ہر جگہ تعلیم ہی تعلیم ہے مگر ان تمام علوم میں بعض علوم ایسے بھی ہیں جو نافع ومفید ہونے کے بجائے مضرت ونقصان فساد وحرمان کا باعث بنتے ہیں۔

اس لئے قرآن کریم میں اللہ پاک نے فرمایا ہے **وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ** ۔ ایسے علوم سیکھتے ہیں جو نقصان دینے والے ہیں جن سے کوئی فائدہ معتبرہ حاصل نہیں ہوتا ہے، ایسے علوم جن سے اسلامی عقائد میں شک وشبہ پیدا ہو آخرت سے غفلت ولاپرواہی بلکہ نفرت کی نوبت پہنچ جائے تمام کے علوم ہیں بلکہ باعثِ مصیبت والم ہیں، ان سے تو جاہل رہنا ہی بہتر ہے۔

اصل میں علوم وہی مفید ہیں جو انبیاءؑ لے کر مبعوث ہوئے ہیں ان کا حصول عین عبادت بلکہ افضل العبادات ہے اور دارین کی صلاح وفلاح کی ضمانت ہے، قرآن کریم وسنت میں مذکورہ جملہ فضائل ومناقب انہیں کے ساتھ خاص ہیں، مگر یہ مناقب وفضائل اس وقت ہیں جب کہ ان علوم ومعارف کا حصول محض خوشنودیٔ رب کے لئے ہو، حلال وحرام کی تمیز کے ساتھ زندگی گزارنے کا قصد ہو آخرت کی تیاری کرنا مقصود ہو اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا چاہتا ہو، لیکن اگر اس نے ان علوم الٰہیہ، معارفِ ربانیہ کو دنیائے دنی کے حصول کا واسطہ بنانے کا ارادہ کرلیا ہو تو ایسے شخص کے لئے کس قدر مذمت اور حرمان وبدنصیبی کا مقام ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

من طلب العلم للمعاد فاز بفضل من الرشاد

فیا لخسران طالبیہ لنیل فضل من العباد

ترجمہ اشعار:۔

جس نے علم طلب کیا آخرت کے لئے: کامیاب ہوا ہدایت کی فضیلت کے ساتھ

اور خسارہ اور نقصان ہوگا ان طالبان کا: جن کا مقصد بندوں سے عزت فضیلت حاصل کرنا

خلاصہ یہ ہے کہ علم کے تمام فضائل جو کتاب وسنت میں مذکور ہیں وہ علوم دینیہ کے ساتھ مخصوص ہیں اگرچہ دنیوی علوم وفنون حاصل کرنا دنیوی مقاصد واغراض کے لئے مذموم نہیں بشرطیکہ ایسے علوم نہ ہوں جن سے اسلامی عقائد میں

شک وشبہ پیدا ہو اور اعمال صالحہ سے غفلت ہو جائے ،نیز پھر ان فضائل اورکمالات کے مستحق اوران کا مصداق طالبان علوم نبوت میں صرف وہی ہوں گے جن کی نیت میں خلوص وللّٰہیت مرضیاتِ رب پر چلنا چلانا خواہشات نفس سے بچنا اور بچانا اور وہ علم دین کو آخرت کے لئے ہی پڑھتے پڑھاتے ہوں دنیا کی عزت مرتبہ وشہرت اور عوام الناس سے اکرام وتعظیم اور دوسرے علماء سے مجادلہ ومناظرہ بحث بازی اور غلبہ، مال کا حصول مقصد نہ ہوالغرض خالص اللہ پاک ہی مقصود ہوں تب وہ صحیح معنی میں عالم بنے گا اور عالَم کے لئے رحمت ثابت ہوگا، اللہ پاک اس سے اصلاح عالم کا کام لیں گے۔

کتب خانہ جامعہ

غرضِ تالیف :۔

۱۴۱۳ھ میں تفسیرِ کلام پاک پڑھانے کے وقت خوش قسمتی سے ہاتھوں میں اکثر تفسیرِ کبیر امام رازیؒ رہا کرتی تھی امام رازیؒ کو اللہ پاک نے جو علوم ومعارف عطاء فرمائے ہیں وہ انہیں کا حصہ ہے۔

حضرت امام رازیؒ نے عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔ کے تحت علم کی فضیلت پر عجیب کلام فرمایا ہے جو دوسری کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا تھا یہ قیمتی خزانہ ہاتھ لگا تو اس کو نقل کرنا شروع کر دیا اصل مضمون امام رازیؒ کا ہے اور ان کی عظیم الشان علمی شخصیت مشہور اور مقبول بین العوام والخواص ہے علوم وفنون میں امام کا درجہ رکھتے ہیں۔

ابتداء میں صرف امام رازیؒ کے کلام پر اکتفاء کرنے کا ارادہ تھا پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کی مختصر شرح کر دی جائے تو طلبۂ عزیز کے لئے نافعیت میں اضافہ ہو جائے گا اس لئے بندۂ ناکارہ نے اس پر مختصر مختصر نوٹ تحریر کر دئے ہیں اور ساتھ میں دوسری کچھ علمی چیزوں کو بھی ملا دیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ وَمَنِّهٖ وَفَضْلِهٖ ناکارہ کی یہ ادنی کاوش قبول ہوئی اور اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہوئے ایک طویل عرصہ گذر گیا اور مؤلف اس درمیان میں بہت سے انقلابات اور حوادثات وتجربات سے گذر گیا

اوراس درمیان اللہ پاک نے اور بہت سی تالیفات کی توفیق عطاء فرمائی اور وہ طبع ہوکر شائع ہوگئیں اور قریب الختم ہوگئیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی دوبارہ طباعت کا انتظام فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق سے نوازے۔

ان کتابوں کی اشاعت اس محبوب والد کی تمنا کا ظہور ہے جو اپنی حیات میں اس بات کی بار بار تاکید کرتے رہتے تھے ان تالیفات کو دوبارہ شائع کراؤ اللہ پاک انکے درجات بلند سے بلند فرمائے اور ناظرین کرام کو اس کتاب سے فیضیاب فرمائے!

اہل علم صاحبِ نظر حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کسی جگہ علمی خامی نظر آئے تو بندہ کو مطلع فرمادیں، ان شاء اللہ العزیز اس کی اصلاح کردی جائے گی اس کتاب کی تالیف میں جنھوں نے خاص تعاون کیا ہے یا فی الحال کر رہے ہیں جیسے عزیزم مخلصم مولانا عبدالواجد صاحب رشیدی مدرس جامعہ ہذا بندہ انکا شکریہ ادا کرتا ہے اور اُن کے لئے صمیمِ قلب سے علم ،عمل ،اخلاص وبرکت کی دعاء کرتا ہے اللہ پاک ان سب کو اجر عظیم عطاء فرمائے!!!

آمین یا رب العالمین!!!

ابوحذیفہ خالدسیف اللہ عفا اللہ عنہ!

خادم الحدیث والافتاء وجامعہ اشرف العلوم رشیدی۔

حضرت امام رازیؒ کا مختصر ترجمہ

عالم کبیر الشان، فخیم المرتبت، جلیل القدر، عظیم الشہرۃ فی العالم، امام رازی قدس سرہ **کا نام ونسب**، محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن بن علی، لقب فخر الدین کنیت ابوعبداللہ الرازی ہے۔

مقامِ ولادت: طبرستان ہے آپ کا نسب قریش سے ملتا ہے اس لئے آپ قریشی کہلاتے ہیں مسلکاً شافعی ہیں۔

زمانۂ ولادت رمضان میں ۵۴۴ھ میں جلوہ افروزِ عالم ہوئے آپ کی پیدائش کے سلسلہ میں مزید اور بھی اقوال ہیں مگر مشہور واصح قول یہی ہے۔

نشوونما: ایک علمی گھرانہ میں آپ کی نشوونما ہوئی آپ کے والد بزرگوار امام ضیاء الدین عمر اپنے دور کے علماء شافعیہ کے رئیس مانے جاتے تھے مقام رائے میں خطیب وزبردست علامہ سمجھے جاتے تھے چنانچہ علم فقہ وکلام میں آپ کے والد بزرگوار کی تالیفات بھی ہیں جسمیں **غایۃ المرام فی علم الکلام** نہایت مضبوط کتاب ہے شیخ ابن السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے شیخ فخر الدین شروع ہی سے نہایت قوی الحفظ، کثیر الضبط، فصیح اللسان، قوی الجنان، فقیہ کامل، اصولی، خطیب، محدث، ادیب، مفسر،

جامع العلوم والکمالات واقع ہوئے تھے، اوپر سے مجاہدہ ومحنت اور اکابر کی توجہات سے مرکز علم، مرکز علماء، مرجع علوم وفنون، علوم وفنون کی روح، بلکہ روح رواں بنتے چلے گئے، اولاً آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تربیت فرمائی ،ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ علمی وروحانی تربیت کا بہت زیادہ خیال فرمایا کرتے تھے، چنانچہ امام رازیؒ اپنے والد بزگوار کو اپنی تالیفات میں شیخ والد، یا والد استاذ سے یاد کرتے ہیں جب تک والد بزگوار حیات رہے ہر طرح کی کفالت فرماتے رہے 559ھ میں ان کا انتقال ہوگیا تو امام رازیؒ بہت افسوس فرماتے تھے اور اس بات کی تمنا فرماتے تھے کہ کاش کوئی ایک لمحہ بھی بے کار ضائع نہ کرتا حتی کہ وہ وقت جو کھانے پینے میں صرف ہوتا ہے وہ بھی علمی مصروفیات میں لگتا تو اچھا تھا امام رازیؒ اس پر بھی افسوس فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ وقت بہت عزیز القدر چیز ہے اس کا ضیاع بڑا خسارہ ہے۔

دور، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ چھٹی صدی کا درمیانی حصہ اور ساتویں صدی کے شروع کا دور ہے یہ وہ دور تھا کہ اسلامی حیات داخلی طور پر بد دینی کا شکار تھی اور خارجی طور پر اسلام اور بلاد اسلامیہ پر صلیبی حملے پے درپے جاری تھے خلافت عباسیہ بڑھاپے کو پہنچ چکی تھی اور سلطان کا اپنی عوام اور رعایا پر کوئی کنٹرول باقی نہ رہا تھا سوائے بعض امور کے ہم اس دور کے تمام احوال سے بحث نہیں کرنا چاہتے کیونکہ یہ ایک مستقل موضوع ہے۔

ہاں مگر اتنا لکھنا کافی ہے کہ یہ دور ثقافتی اور علمی وعملی اعتبار سے نہایت ضعیف ہو چکا تھا امام رازیؒ کو اللہ پاک نے ایسے دور میں پیدا فرمایا اور اسلامی اقدار میں نئی روح پیدا فرمادی جیسا کہ پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ امام رازیؒ علوم وفنون کے عاشق تھے ہمہ وقت تحصیل علوم وفنون میں غایت درجہ انہماک رکھتے تھے ایک لمحہ بھی بے کار ضائع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

نظریہ: پھر امام رازیؒ کا نظریہ یہ تھا کہ تمام علوم وفنون سے واقفیت ضروری ہے اس وجہ سے آپ نے بلا تخصیص تمام علوم وفنون کی طرف توجہ فرمائی پھر امام محض کتابوں کے اوراق گردانی پر اکتفاء نہ فرماتے تھے بلکہ پوری طرح بحث، تحقیق، تنقیح وتدقیق فرمایا کرتے تھے جس کی برکت سے وہ اپنے سے پہلے کے علماء کے مقلد محض نہ تھے بلکہ ہر مقام پر اپنی مستقل رائے رکھتے تھے، اس لئے امام رازیؒ کے علوم ومعارف اس قدر وسیع ہوئے جس کی انتہا نہ تھی آپ ہمہ گیر شخصیت تھے جن کو اکثر علوم وفنون میں امامت کا درجہ حاصل تھا ایک طرف آپ اصولی تھے تو دوسری طرف کامل فقیہ، متکلم، مفسر عظیم، فیلسوف، لغوی، نحوی، ادیب، شاعر، خطیب، مربی تھے۔

عظمت: اسی لئے اصحاب شافعیہ واشاعرہ نے آپ کو علم کلام وفقہ میں امام کا لقب دیا ہے اور جب وہ اپنے علم کلام، اصولِ فقہ وغیرہ میں امام کا لفظ

استعمال کرتے ہیں تو امام رازیؒ کو مراد لیا کرتے ہیں۔

ہرات میں آپ کا لقب شیخ الاسلام تھا خداوند تعالیٰ نے آپ میں پانچ باتیں ایسی جمع فرمادی تھیں جو دوسروں میں موجود نہ تھیں (1) قدرۃ علی الکلام وسعت کے ساتھ (2) قوت فکریہ (3) علوم پر اس قدر دسترس اور واقفیت واطلاع جس کی ان کے زمانہ میں مثال نہیں تھی (4) ایسا قوت حافظہ جو اپنے خزانہ عامرہ میں تمام علوم کو جمع کرنے والا تھا (5) براھین ودلائل کی ایسی تقریر دل پزیر کہ مخاطب تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے۔

امام عالی مقامؒ نے جملہ علومِ معروفہ میں اپنی قیمتی تالیفات چھوڑی ہیں اور ایسے آثار چھوڑے ہیں جو امام عالی مقامؒ کے مقامِ رفیع اور علمی مرتبہ اور معاصرین اور بعد میں آنے والوں پر ان کی فوقیت اور افضلیت پر شاہدِ عدل ہیں

تصنیفات وتالیفات:

آپؒ کی جملہ تصنیفات سے متعلق کلام بہت طول وفراغ چاہتا ہے یہاں صرف مشہور کتب کا تذکرہ مناسب ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ آپؒ کی تالیفات کو وہ اہمیت حاصل ہوئی جو آپؒ کے معاصر حضرات کی تالیفات کو حاصل نہ تھی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت امام رازیؒ کی تالیفات کی تعداد 200, بلکہ اس سے زائد ہے اتنی بڑی تعداد کا تذکرہ باعثِ طول ہے جس کے لئے فراغِ طویل

درکار ہے یہاں صرف چند پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

تفسیر کبیر ، سبحان اللہ علوم وفنون کا ایسا بحرِ بیکراں ہے کہ سارے علوم وفنون پر حاوی اور جامع کتاب ہے اس کی عظمت واہمیت کا اندازہ وہی کرسکتا ہے جس کو اللہ پاک نے مطالعہ کی سعادت عطاء فرمائی ہے اور جن حضرات نے اس کے بارے میں **کل شئي سوی التفسیر** کہا ہے بندہ کے ناقص خیال میں وہ غلط ہے بلکہ کل شئی مع التفسیر کہنا چاہیے تھا۔

الموصول ، علم اصول فقہ میں جملہ کتابوں پر حاوی ہے عبارت نہایت واضح تعبیر اپنی نہ محض نقل امثلہ جدیدہ وقدیمہ ہر باب میں پیش فرمائی ہیں اس کتاب سے قبل جو کچھ اس موضوع پر لکھا گیا ہے اس سب پر فائز ہے۔

علم کے فضائل ودلائل:۔

فضیلتِ علم پر پہلی دلیل:۔ (فضیلتِ آدم کاراز)

حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ربانی ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُوْنِى بِأَسْمَآءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۰
(سورۂ بقرہ پارہ ارکوع ۴ آیت ۳۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جملہ اشیاء کے نام سکھلادیئے، پھر اللہ پاک نے آدمؑ کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا تو فرمایا کہ مجھکو ان چیزوں کے نام بتلاؤ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

یہ آیتِ کریمہ سیدنا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کے ساتھ ساتھ علم کی شرافت وفضیلت پر واضح دلیل ہے جسکی مختصر تشریح یہ ہے کہ اللہ رب العزت والجلال نے اپنی قدرتِ کاملہ سے جب عالمِ ارض وسماوات کی تخلیق فرمادی تو خلافتِ ارضیہ کے منصبِ جلیل اور مقامِ رفیع پر کس کو فائز کیا جائے اس کے لئے حق جل مجدہ کی نظرِ انتخاب منبع الفیوض والبرکات، علمی وعملی کمالات کے مرکز، اوصافِ حسنہ وخصائصِ حمیدہ کے جامع، تجلیاتِ ربانیہ کے مظہرِ اتم حضرت آدم علیہ السلام پر واقع ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مخلوق ملائکہ پر اس کا اظہار اس طرح فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ ونائب مقرر کرنے والا ہوں (سورہ بقرہ پارہ ۱رکوع ۴ آیت ۳۰)

یہ سنکر ان قدسی الاصل مخلوق نے عرض کیا:

اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ بقرہ پارہ ۱رکوع ۴ آیت ۳۰)

اے رب قدیر کیا آپ زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا خون ریزی کریگا حالانکہ ہم آپکی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں اللہ پاک نے فرمایا کہ ان چیزوں کو میں جانتا ہوں جنکو تم نہیں جانتے۔

جبکہ اللہ پاک نے ان قدسی صفات مخلوق کے سامنے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) فرمایا: توان حضرات نے اپنی رائے کے اظہار کی گنجائش محسوس کرتے ہوئے اس خَلِیْفَۃُ اللّٰہ کے بارے میں فَسَادِ فِی الارضِ و سفك دماء (یعنی زمین میں فساد پھیلانے اور خون بہانے) جیسے اوصافِ رزیلہ کا اظہار کردیا جن کا علم خود ان کو اللہ پاک نے ہی دیا تھا۔

کما فی التفسیر الوجیز صفحہ ۱۱۷ ، قال ابن زید وغیرہ ان اللہ تعالی اعلمھم بانہ سیکون من ذریۃ قومٌ یفسدون ویسفکون الدمآء فقالوالذلك ھذہ المقالۃ۔

اور ساتھ ہی اجتہاد سے کام لیکر آگے بڑھ گئے اور پکار اٹھے۔

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ اور ہم آپ کی تسبیح وتحمید بیان کرنے لگے • (سورہ بقرہ پارہ ا رکوع ۴ آیت ۳۰) کے لئے کافی ہیں۔

اب تک آپ کی حمد وتوصیف میں محض آپ کی توفیق سے ہم مشغول تھے اگر خلافتِ ارضی کا منصبِ جلیل بھی ہمیں ہی حاصل ہو جائے تو ہمیں آپ کی عبادت کی مزید سعادت میسر آجائے گی اور آپ کا ہم پر بڑا فضل واحسان ہو جائے گا اور ہم اس شرافت سے بھی مشرف ومسعود ہو سکیں گے۔

مگر اللہ رب العزت والجلال عالم الغیب والشہادۃ کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لئے ان حضرات کی گذارش نہ صرف قابلِ قبول ہوئی بلکہ ربِ کائنات کو ناپسندیدہ بھی ہوئی کہ میں جس شخص کو خلیفہ بنانے والا ہوں اس کے بارے میں ایسے رذیل اوصاف سامنے لائے ہیں اور اس کی عمدہ خوبیوں اور اس کے کمالات سے صرفِ نظر کر لی گئی ہے اس لئے ربِ قدیر نے یہ کہہ کر ان کے منہ پر مہر لگادی اِنِّیْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ خبردار تم نے صرف ظاہری برائیوں کو دیکھا ان کے اصلی جوہر، ان کی قلبی کیفیات، عشق ومحبت کو نہیں دیکھا۔

انتظامِ عالم انصرامِ کائنات سے متعلق اس کی تدبیر اور علم واطلاع اور قدرتِ تصرف جیسے اوصاف تمہارے اُوپر مخفی ہیں تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ان سے مجھے کیا کام لینا ہے اس کو میں ہی جانتا ہوں۔

ان کی اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو بڑے بڑے فرشتوں سے لامتناہی درجہ افضل ہوگا خود یہ بھی تم پر اپنی سیرت اور علمی کمالات میں افضل ہوں گے جس کو تم جان کر مان بھی لوگے خیر وہ وقت بھی آیا جب اللہ پاک نے اس کا اظہار اور مشاہدہ کرادیا کہ آدم علیہ السلام کو ان اشیاء کا جو انتظامِ عالم تدبیر کائنات کے ساتھ متعلق تھیں جملہ فوائد وکلیات ،فروع وجزئیات ،اشیاء کے اسماء وخواص ان کے حقائق اسرار وحکم ورموز وغوامض سکھلائے اور ان پر پوری قدرت وتصرف کا انتظامی حق بھی کمال درجہ عطا فرمایا ،مزید برآں اپنی ذات وصفات کا علم مبارک بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمایا اور پھر فرشتوں پر پیش کیا تو سب نے عجز وقصور کا اعتراف کیا اور اپنے نقصان علم پر اللہ کے سامنے معترف بنکر فوراً **سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ**، کہنے لگے اور علم وحکمت کو ذاتِ باری عز اسمہ کے ساتھ مخصوص کردیا، پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا گیا کہ بس آدم علیہ السلام کی فضیلت وشرافت کا زبانی اعتراف کرلیں بلکہ عملی طور پر اعتراف کرنے کے لئے ان تمام کو حکم ہوا کہ **خلیفۃ اللہ فی الارض** کو سجدہ اطاعت کریں چونکہ انتظام کے لئے سلطان وخلیفہ کے سامنے افراد کا مطیع ہونا ضروری ہے اس لئے یہ سجدہ کرایا گیا جو سجدہ عبادت نہیں تھا بلکہ سجدہ اطاعت وتعظیم تھا انتظام عالم میں معاونت وفرمابرداری کا ایک عہد اور تابعداری کا اقرار تھا شیطان نے اس کو سجدہ عبادت سمجھا جو سراسر اس کی جہالت

تھی اور اس نے ربِ قدیر کے حکم سے انحراف کیا جس کا انجام اس کے حق میں نہایت خراب ہوا کہ ہمیشہ کے لئے مردود ہوگیا ۔الغرض سیدنا آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف خلافتِ الٰہیہ کی وجہ سے ہوا اور خلافتِ الٰہیہ ارضیہ کا مدار علم پر ہے پھر قدرت وتصرف پر اس لئے پورے واقعہ میں جو چیز نظر آتی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی بزرگی وشرافت کے ساتھ ساتھ علم کا کمال وفضیلت ہے!

فضیلت علم پر دوسری دلیل :۔(علم بمعنی حکمت)

علم کی فضیلت وبزرگی پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رب السمٰوات والارض نے علم کو حکمت سے تعبیر فرمایا ہے اور پھر حکمت کی اللہ تعالی نے بڑی تعریف فرمائی اور نہایت اھمیت قرار دی ہے یہ سب علم کی عظمتِ شان پر دلیل ہے اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ کلام مجید فرقان حمید میں جگہ جگہ علم کو حکمت کے معنی میں لیا گیا ہے امام المفسرین حضرت امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلمۂ حکمت قرآن پاک میں چار معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(1) حکمت بمعنی مواعظ قرآنی (2) بمعنی علم وفہم (3) بمعنی نبوت (4) بمعنی قرآن جسکی تفصیل آگے پڑھیں۔

(1) حکمت بمعنی مواعظ قرآنی:۔

حکمت بمعنی قرآنی مواعظ اس معنی میں متعدد جگہ آیا ہے، مثلاً سورۂ بقرہ میں ارشاد باری ہے:

(1) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(سورہ بقرہ پارہ۲ رکوع۱۳ آیت۲۳۱)

اور یاد کرو اللہ کی نعمتیں اور اس کی کتاب وحکمت کو جو اللہ نے تم پر اس حیثیت سے نازل فرمائی ہے کہ تم کو اس کے ذریعہ نصیحت فرماتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

فائدہ: اس آیتِ مبارکہ میں خداوند قدوس نے خاص طور پر نعمتِ ایمان واسلام یاد کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جو اللہ کی عظیم الشان نعمت ہے ساری خوبیوں کا سرچشمہ اور منبع ایمان ہی ہے جملہ انوار وبرکات اسی سے وابستہ ہیں ایمان کے بغیر کوئی کمال کمال نہیں ایمان ایک نور ہے جس سے دل منور ہو جاتا ہے نورِ اطاعت، نورِ ایمانی کے ساتھ ملنے سے نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِ اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ کا مصداق بن جاتا ہے اور یہ نور اس کے اعضاء وجوارح پر دوڑنے لگتا ہے جیسے فرمایا گیا نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ۔

اس کے بعد فرمایا قرآن وحکمت جس کے ذریعہ سے اللہ نے تم کو نصیحت فرمائی ہے اس کو معمولی مت خیال کرو بلکہ اللہ کی بیش بہا نعمتیں ہیں جن

سے انسان کی زندگی میں صالح انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور انسان حقیقی زیورات (مواعظ قرانی) سے آراستہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ لاتعداد انسانوں نے علم قرآن کے ذریعہ اپنے قلوب کو روشن کیا اور حیوانیت سے انسانیت اور نحوست سے سعادت ان کو حاصل ہوئی کتنے بیمار دل اس سے شفایاب ہوئے ہیں اس کے بعد تقوی کا حکم فرماتے ہیں جو جملہ اعمال کی روح ہے پھر خاص صفت علم میں کمال کا اظہار **اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** بیشک اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے فرما کر کیا ہے۔

(۲) سورہ نساء رکوع نمبر ۱۳ میں ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً۔

(سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۱۴ آیت ۱۱۳)

اور اللہ پاک نے آپ پر اپنی کتاب مقدس اور حکمت کی باتیں نازل فرمائی ہیں اور ایسے علوم آپ کو بتلائے جو آپ نہیں جانتے تھے اور یہ اللہ کا آپ پر بڑا زبردست احسان ہے۔

فائدہ: بقول حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حکمت سے مراد مواعظ قرآنی ونصائح ربانی ہیں جن کے انزال کو کتاب اللہ کے ساتھ رب العزت نے موضع امتنان میں ذکر فرمایا ہے اور آگے چل کر اپنے پیارے رسول ﷺ پر احسان وافضال کا ذکر فرمایا ہے جو صفت علم ہی سے متعلق ہے کہ

خاص کرہم نے اپنے رسول ﷺ کو ایسے مخصوص علم اپنی ذات وصفات کے بارے میں عطا فرمائے جو دوسروں کو نہیں دیئے گئے تھے اور یہ اللہ رب العزت کا آپ پر خصوصی احسان ہے، اس آیت پاک میں علم کو فضل عظیم قرار دیا گیا ہے واقعی اس میں کیا شک وشبہ ہے کہ علم باللہ ہی سب سے بڑا کمال ہے انسان کا مابہ الامتیاز علم ہی ہے جس نے اس کو افضل کائنات اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

(3) آیت جہاں حکمت بمعنی مواعظ قرآنیہ ہے سورۂ ال عمران رکوع ۱۷ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ•

(سورہ ال عمران پارہ ۴ رکوع ۸ آیت ۱۶۴)

تحقیق کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں انہیں کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو حق تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور لوگوں کے اخلاق کا تصفیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اللہ وحکمت سکھلاتے ہیں اور اس سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔

یہاں بھی حکمت سے بقول امام مقاتلؒ کے مواعظ قرآنیہ مراد ہیں۔

(2) حکمت بمعنی علم وفہم :۔

(1) سورۂ آلِ عمران میں فرمایا گیا ہے وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ اس معنی میں یہ لفظ قرآن کریم میں بکثرت وارد ہوا ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ جو سورۂ آل عمران میں واقع ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے اوپر سے حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ چلا آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے قبل حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت تولد عیسیٰؑ سنائی تھی اور ان کے اوصاف بتلائے تھے کہ وہ لوگوں سے بچپن اور کہولت کے دور میں یکساں باتیں کریں گے اور صالحین میں سے ہونگے اور خدائے پاک ان کو علم وفہم کی باتیں خاص کر تورات وانجیل سب کی تعلیم فرمائیں گے، یہاں حکمت علم وفہم کے معنی میں وارد ہے۔ تفسیر بغوی صفحہ ۳۰۲ / ر

(2) وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۔ (سورۂ مریم رکوع ۲)

یہ آیت مبارکہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کی تعریف میں وارد ہوئی ہے فرماتے ہیں۔

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ اے یحیٰی تورات کو مضبوطی سے پکڑ لو اس میں (سورہ مریم پارہ ۱۶ رکوع ۴ آیت ۱۲) جو حکم ہے ان سب کو اچھی طرح سے بجالاؤ۔

اور فرماتے ہیں کہ ہم نے یحیٰی کو بچپن میں عقل ودانائی علم وفہم کی باتیں دیدی تھیں اور اپنی خاص مہربانی سے آپ کو مشرف فرمایا تھا اور صفائی ستھرائی کا وافر حصہ ان کو مرحمت فرمایا تھا اور یحیٰی گناہوں سے بہت بچنے والے تھے وکان تقیاً ۔

فائدہ: سات سال کی عمر کیا ہوتی ہے کہ محلّہ کے لڑکے حضرت کو کھیل کود کے لئے بلاتے تھے تو ان کے جواب میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کام کے لئے نہیں بھیجا ہے بلکہ اللہ نے عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے کس قدر علم وفہم کی بات ہے جو اتنی کم عمری میں اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھی اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔

یہاں بھی حکم وحکمت بمعنی علم وفہم ہے صاحب روح المعانی نے لکھا ہے **والظاهر ان الحكم بمعنى الحكمة وقيل بمعنى العقل وقيل معرفة آداب الخدمت** اور لکھتے ہیں **اعطى الفهم والعبادة وهو ابن سبع سنين ۔** روح المعانی / صفحہ ۷۲ / جلد ۱۲ سورہ مریم۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مراد نبوت ہے۔ کذافی التفسیر البغوی / صفحہ ۱۹۰ /

(3) وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۔

(سورہ لقمان پارہ ۲۱ رکوع ۱۱ آیت ۱۲)

ارشاد پاک ہے۔ تحقیق ہم نے لقمان کو حکمت دی ہے اور یہ حکم فرمایا کہ شکر ادا کرو اور جو شخص خدا کا شکر ادا کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کو پہونچتا ہے اور جو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے تو اس سے اللہ پاک کا کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے اللہ پاک مستغنی ہے اور ان کی ذات عالی ہر حال میں محمود ہے

اس آیت میں حضرت لقمانؑ کو حکمت سے سرفراز کرنا مذکور ہے روح المعانی صفحہ ۸۲

فائدہ: لقمان عجمی لفظ ہے عربی نہیں، والد کا نام باعوراء بتایا گیا ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے یا خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو پایا تھا اور ان کے شاگرد تھے ان سے علوم حاصل کئے تھے بعض اکابرین نے نبی اور اکثر نے ولی قرار دیا ہے اور یہی اصح ہے، بعض علماء نے حکمت سے مراد نبوت لیکر ان کے نبی ہونے کا قول نقل کیا ہے لیکن اکثر حضرات کے نزدیک یہاں حکمت علم وفہم کے معنیٰ میں ہے اور اسی عظیم نعمت پر خدا کا شکر ادا کرنے کا حکم ہوا اللہ تعالیٰ نے پھر شکر کا فائدہ بیان کیا ہے کہ اس سے مزید نعمت میں ترقی ہوتی ہے اس کا فائدہ خود انسان کی طرف راجع ہے خالق تعالیٰ کے لئے شکر ناشکری دونوں برابر ہیں اس کی ذات پہلے سے ہی مستغنی ہے اور وہ ہر جگہ ہر حال میں لائق حمد ہی ہے۔

الغرض بقول امام رازیؒ اس جگہ حکمت سے مراد علم وفہم ہے

تفسیر کبیر صفحہ ۱۷۹ رجلد ۱۔

(4) ارشاد باری ہے!

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۔

(سورہ انعام پارہ ۷ رکوع ۱۶ آیت ۸۹)

یہ رسولوں اور پیغمبروں کا گروہ اور مقدس جماعت جس کو ہم نے کتابیں اور حکم (علم وفہم) اور نبوت سے سرفراز فرمایا تھا پھر اگر ان باتوں کو یہ مکہ والے نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کے لئے ایسے لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو انکار وکفر نہیں کریں گے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں باری عزاسمہ نے ۱۸ر انبیاء کا اوپر ذکر فرمایا اور ان کی تعریف کی **اُولٰٓئِکَ** سے ان ۱۸ ر کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا کہ ہم نے ان کو کتابیں اور حکمت ونبوت سے نوازا تھا حکم سے مراد صاحب روح المعانی علامہ محمود الوسی حنفیؒ اور دیگر مفسرین نے لوگوں کے درمیان انصاف کرنا اور فیصلہ کرنا لیا ہے بعض نے معرفت حقائق اشیاء سے تفسیر کی ہے امام رازیؒ نے علم وفہم سے تفسیر فرمائی ہے اگر فصل خصومات مراد لیا جائے تب بھی علم وفہم سے تفسیر صحیح ہے چونکہ قضا بالحق بھی علم وفہم پر موقوف ہے۔

(۳) حکمت بمعنی نبوت:۔

(1) سورۂ نساء میں ارشاد ربانی ہے۔ ترجمہ

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرٰهِيمَ الْكِتَابَ پس تحقیق کہ ہم نے ابراھیم کی اولاد کو **وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا** کتاب وحکمت کی دولت سے نوازا تھا اور ان کو بڑی بادشاہت بھی عطا کی گئی تھی۔ (سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۴ آیت ۵۴)

فائدہ: اس جگہ حکمت کی تفسیر نبوت سے کی گئی ہے اس آیت میں اوپر سے یہ تذکرہ چلا آرہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والے جب مؤمنین کثیر ہوگئے تو یہ لوگ جن کو گذشتہ دور میں آسمانی کتابیں عطا کی گئی تھیں (یہود ونصاری) اللہ کے رسول کو ترک کر کے طاغوت (بتوں اور شیطانوں) پر ایمان لے آئے اور ایمان والوں کے مقابلہ میں کفار کو ہدایت یافتہ کہنے لگے اور

یہ صرف نبی علیہ السلام کے متبعین اور آپ کی ذات سے حسد کی وجہ سے تھا، حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے آل ابراہیم میں کتاب اللہ کے علومِ نبوت ہمیشہ سے رکھے ہیں اور اب ان کا مصداق رحمتِ کائنات فخر دو عالم سرورِ کونین ﷺ اور ان کے مقلدین ہیں لہٰذا ہم نے آل ابراہیم میں جس طرح دوسروں کو حکمت یعنی نبوت اور سلطنت سے نوازا تھا اگر ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو ان خوبیوں سے نواز دیا تو حسد کی کیا بات ہے یہ بھی اولادِ ابراہیم میں شامل ہیں بلکہ ان میں سب سے زائد حضرت ابراہیم کے قریب تو یہی ہیں۔

(2) اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورال عمران پارہ ۳ رکوع ۱۴ آیت ۶۸) لوگوں میں سب سے زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو اس کے ساتھ تھے اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ ولی ہے مسلمانوں کا۔

الحاصل یہاں حکمت سے مراد نبوت ہے۔

نیز سورہ ص میں حکمت نبوت کے معنی میں مستعمل ہے فرمایا:

وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔ (سورہ ص پارہ ۲۳ رکوع ۱۱ آیت ۲۰) اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو نبوت وفیصلہ کی قوت عطا فرمائی تھی۔

یہ آیت مبارکہ سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے اوپر سے حضرت داؤدؑ کی بزرگی اور انکے مقامِ بلند کا ذکر چلا آرہا ہے کہ جانوروں کو اللہ نے

ان کے تابع بنا کر ان کے سامنے جمع کر دیا تھا وہ سب آپ کے تابعدار تھے اور ان کو مضبوط ملک بھی عطا فرمایا تھا ۳۴ ہزار آدمی ہر رات ان کی چوکیداری کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ قوتِ فیصلہ زبردست طریقہ پر ان کو دی گئی تھی دین و دنیا کی جملہ خوبیاں ان کو عطا فرمائی گئی تھیں کمالِ علمی و کمالِ عملی گویا سارے کمالات ان میں جمع تھے۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں رصفحہ ۱۷۷/ **النبوة وكمال العلم وقيل اتيان العمل وعلم الشرائع وقيل كل كلام وافق الحكمة**

(3) ارشاد خداوندی ہے **وَآتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ** یہاں بھی حکمت نبوت کے معنی میں آیا ہے اور یہ آیت بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے اس جگہ اوپر سے یہ مضمون چلا آرہا ہے کہ حضرت طالوتؑ نے جالوت بادشاہ کے خلاف جہاد میں جس لشکر کو تیار کیا تھا اس میں حضرت داؤدؑ بھی تھے آپ نے جوانمردی سے اس نالائق جالوت کا خاتمہ کیا اور اس طرح پورے لشکر پر اس لشکرِ اسلامی نے قابو پالیا تھا۔

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ (سورہ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۱۷ آیت ۲۵۱)

مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے شکست دیدی اور داؤدؑ نے جالوت کو مار ڈالا اور اللہ نے ان کو باشاہت اور نبوت سے سرفراز فرمایا تھا اور اپنی مشیت کے مطابق بہت سے علوم سکھائے۔

اس آیت میں داؤدؑ کی بزرگی وفضیلت کا بیان تھا جس کا حاصل ان کو نبوت اور سلطنت سے سرفراز کرنا ہے اور یہی سب سے بڑی نعمتیں ہیں ایک دینی اعتبار سے اور ایک دنیاوی اعتبار سے۔

(4) حکمت بمعنی قرآن:۔

خالق السمٰوات والارض کا ارشادِ عالی ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۰

(سورہ نحل رب ۱۴ ررکوع ۲۲ آیت ۱۲۵)

اے ہمارے رسول ﷺ اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف مخلوق خدا کو حکمت (قرآن) کے ذریعہ اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلایئے اور ان سے ایسے طریقہ سے بحث کی جیئے جو اچھا ہو نرمی اور خوش روئی کے ساتھ اچھے مقدمات ترتیب دیکر ہو۔

دعوت وتبلیغ کے اصول ثلثہ:۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں دعوت وتبلیغ کے اصول ثلثہ، دعوت بالحکمہ، دعوت بالموعظۃ الحسنۃ، دعوت بالمجادلہ کا ذکر کیا گیا ہے، یہاں سبیل رب سے مراد

اسلام ہے جس کو بعض مرتبہ صراطِ مستقیم سے اور بعض مرتبہ ملت ابراہیمی سے تعبیر کیا گیا ہے اور امام رازیؒ کے قول کے مطابق تو اس آیت میں قرآن پاک مراد ہے اب مطلب یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کے مضامین کے ذریعہ لوگوں کو دعوت **الٰی سبیل ربك** دیجئے جو شبہات و وساوس کا قاطع ہے اور ایسے کلام کا نام حکمت ہے جو سننے والے پر اثر کرے اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔

موعظت حسنہ یعنی نہایت محبت غایتِ شفقت سے سمجھاتے رہے۔

چنانچہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا حکیمانہ پہلو ہے کہ آپ نے ناشائستہ افعال پر اتنی محبت سے سمجھایا کہ اسکا دل آپ کے قابو میں آگیا اور اس نے عملی شکل میں لبیک کہا، ایک بدوی نے مسجد میں پیشاب کیا لوگوں نے ڈانٹا مگر آپ نے منع فرمایا اور پھر بڑے پیار سے سمجھایا کہ مسجد ذکر اللہ، تلاوت، عبادت کے لئے ہے اس جیسی حرکات کے لئے نہیں اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی شفقت بھی عجیب ہے ماقھرنی ولاشتمنی کہ نہ ڈانٹا اور نہ برا بھلا کہا اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ معاندین کیساتھ جو بھی مناظرہ اور گفتگو ہو دلائل نہایت مضبوط ہوں، مگر لہجہ نہایت عمدہ نرمی اور خوش روئی کے ساتھ براہان اور دلائل کی قوت کے ساتھ ہو، چونکہ لوگوں کے حالات مختلف ہیں اس وجہ سے اس کے دعوت دینے کے اصول بھی الگ الگ ہیں، جو پاکیزہ نفوس رکھتے ہیں،

قوی الاستعداد ہیں فقط حکمت سے کلام کافی ہے اور جن کے نفوس میں کدورت ہے ضعیف الاستعداد ہیں محسوسات سے غایت درجہ محبت رکھتے ہیں رسومات سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو موعظ حسنہ سے صراط مستقیم دین قیم کی جانب دعوت دیجئے اور جو معاند اور ضدی ہیں باطل پر مصر ہیں اپنے آباء و جہال کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں عقائد باطلہ ان کے قلوب میں راسخ ہو گئے ہیں مواعظ ان کے لئے سودمند نہیں عبرتیں کافی نہیں ان کے ساتھ بھی مجادلت احسن طریقہ پر ضروری ہے اگر سختی کرو گے تو وہ اپنی ضد اور عناد میں اور زیادہ سخت ہو جائیں گے نرمی اور خوش روئی کے ساتھ ان سے کلام ہونا چاہئے اور پھر مزید یہ بھی جاننا چاہئے کہ اللہ عزوجل نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو دعوت و تبلیغ کے تین اصول بتائے ہیں تا کہ حسب ضرورت ان سے کام لیں۔

(1) حکمت (2) موعظت حسنہ (3) مجادلہ و مناظرہ، کیونکہ کسی بھی مذھب و عقیدہ کی طرف جب کسی کو بلایا جاتا ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ مضبوط دلیل پیش کر کے دعوت دے ورنہ انسان اپنے مذھب سابق کو جو اس کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے کسی بھی طرح ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا اس کا طریقہ اس کے علاوہ اور کیا ہوگا کہ ایسی بات اس کے سامنے لائی جائے کہ اس کا دل مان جائے یہ الگ بات ہے کہ عناد اور سرکشی سے اس پر عمل پیرا نہ ہو اور نہ دعوت کے لئے یہ ضروری ہے، مگر حجت اور دلیل سے دو چیزیں

مقصود ہوں گی (1) سامع کے قلب کو مطمئن کرنا اس کے دل میں اپنے مضمون کو راسخ کر دینا (2) یا اس کو الزام دے کر خاموش کر دینا۔

پہلی قسم کہ جس میں سامع کو مطمئن کرنا مقصود ہو دو قسموں پر ہے اول وہ حجت و دلیل قطعی اور یقینی ہو جملہ قسم کے شکوک و شبہات سے پاک ہو کہ دل میں اتر جائے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ حجت و دلیل اس درجہ قوی اور قطعی تو نہ ہو مگر ظاہر طور پر ظن غالب کے درجہ میں تسلی و اطمینان کا باعث ضرور بن جائے اول قسم کا نام حکمت ہے یعنی دلیل قطعی و یقینی سے دعوت دینا اور یہی جملہ درجات میں اعلیٰ و اشرف مقام ہے **وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا** کا مصداق ہے۔

دوسری قسم کا نام موعظت حسنہ ہے اور اگر مقصود دلائل سے مقابل کا منہ بند کرنا ساکت کر دینا ہے تو اس کا نام جدال ہے مناظرہ ہے پھر یہ بھی دو قسم پر ہے، (1) اگر دلائل ایسے مقدمات سے مرکب ہوں جو قائل یا سامع کے نزدیک مسلم ہوں تو اس کا نام جدال حسن ہے۔

(2) اور اگر وہ دلائل ایسے مقدمات سے مرکب ہوں جو باطل ہوں محض شور و شغب کرنا ہو تو یہ خالی جدال ہے جو آج کل اکثر مناظرہ کرنے والے حضرات کا طریقہ کار ہے، حالانکہ مناظرہ کا مقصود یہ ہے کہ طرفین سے جوبات

قابلِ قبول اور لائقِ عمل سامنے آئے اسکو تسلیم کیا جائے، اپنی بات پر ضد اور اصرار نہ ہو، مگر عصر رواں میں مناظرہ، مقابلہ اور مجادلہ ہی نہیں بلکہ مغالبہ ہے اسی لئے امام اعظم علیہ الرحمہ بعد میں اس سے اجتناب کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

کذا فی تفسیر الکبیر رازی صفحہ/۱۳۸ سورہ بقرہ رکوع ۱۵/

معانی حکمت:۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ	دین کا فہم جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں
يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا	اور جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو
كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا	بڑی خیر کی چیز مل گئی اور نصیحت وہی
أُولُو الْأَلْبَابِ	لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں

(سورہ بقرہ پارہ ۳ رکوع ۵ آیت ۲۶۹)

(بیان القرآن)

اس جگہ حضرت ابن عباسؓ نے حکمت سے مراد معرفت قرآن پاک کو لیا ہے کہ ناسخ و منسوخ متشابہ و محکم مقدم و مؤخر حلال و حرام جیسے امور کی واقفیت حاصل کرے اور دوسری روایت میں ان سے مروی ہے کہ فقہ فی القرآن مراد ہے اور یہی حضرت قتادہؓ سے مروی ہے اور علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ ابن عباسؓ نے حکمت سے مراد نبوت بھی لیا ہے، اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو الدرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ حکمت سے مراد قرأت قرآن و تفکر فی القرآن ہے امام مجاہدؒ سے مروی ہے کہ قول و فعل کی درستگی مراد ہے دوسری روایت میں ان سے مروی ہے کہ

حکمت سے مراد علم قرآن اور علم فقہ ہے اور ایک قول میں ان سے مروی ہے کہ وہ علم حکمت ہے جس کا فائدہ جلیل اور منفعت عظیم ہو۔

حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ حکمت سے معرفتِ خداوندی مراد ہے بعض نے اتقان علم وعمل سے تفسیر فرمائی ہے، روح المعانی صفحہ 41 سورۂ مریم میں وَاٰتَیْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا کے تحت حکمت کی تفسیر الفراسۃ الصادقہ سے بھی کی گئی ہے ایسے ہی بعض نے فرمایا آدابِ معرفتِ خداوندی اور بعض نے فرمایا ہے معرفت موجودات اور بعض نے معرفت حقائق اشیاء سے تفسیر کی ہے اور بعض نے فرمایا ہے فِعْلَ الْخَیْرَاتِ توفیق عمل کا نام حکمت ہے۔

حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ حکمت نام ہے حق وصواب کی معرفت کا بعض نے فرمایا اتباع حق حکمت ہے ہر موقع کے مناسب بات اور عمل کا نام حکمت ہے البحر المحیط میں تقریباً 40/ اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان سب کو بندہ کی کتاب فوائد شریفیہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

نیز کہا گیا کہ نصیحت والی گفتگو کا نام حکمت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے جس سے نفسانی کمالات پیدا ہوتے ہوں حکمت ہے اخلاق فاضلہ کا نام حکمت ہے اور حکمت اس کو عطا ہوتی ہے جو مغلوب الغضب نہ ہو اور نفس کو ہر وقت قابو میں رکھتا ہو اور وہ شخص کہ جس کو بات کہنے اور مخالف کی بات سننے اور نتیجہ سامنے رکھ کر کام کرنے کا طریقہ مل جاتا ہے وہ شخص حکمت تک پہونچ جاتا ہے جو امر

آسان نہیں دشوار ہے۔

فضیلت علم پر تیسری دلیل :۔

پھر اس میں تفکر کرنا چاہئے کہ اللہ پاک نے علم کا قلیل حصہ انسانوں کو دیا ہے اور اکثر حصہ اپنے پاس رکھا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: **وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔**

(پارہ ۱۵ رکوع ۹ سورہ بنی اسرائیل)

اس لئے کسی کو اپنے علم پر ناز و فخر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے **وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ!**

اور پھر ساری دنیا و مافیہا کو قلیل فرمایا ہے **قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ** جس شئی کو اللہ پاک نے قلیل فرمایا ہے اور ہم اس کی کمیت تک نہیں پہونچ رہے ہیں تو جس شئی کو اللہ پاک نے کثیر فرمایا ہے اس شئی کی مقدار کو ہم کہاں سے پا سکیں گے (اور وہ حکمت ہے) جس کو کثیر فرمایا ہے۔

عقلی دلیل دنیا کی قلت اور ذلت پر اور حکمت کی کثرت پر یہ ہے کہ دنیا متناہی المقدار ہے متناہی العدد ہے متناہی المدت ہے اور علم کی مقدار کی انتہاء نہیں جس عدد اور مدت کی غایت نہیں ہے اور نہ ان سعادتوں کی انتہاء ہے جو علم و حکمت سے حاصل ہوتی ہیں یہ سب علم کی شرافت و عظمت کے دلائل ہیں۔ رازی رحمۃ اللہ علیہ

روح کیا ہے؟

فائدہ: اوپر کی آیت میں روح کا ذکر چلا آرہا ہے کہ جس کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کو اللہ نے فرمایا۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا . کہ لوگ آپ ﷺ سے روح کے متعلق معلوم کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ روح میرے رب کا حکم ہے اس کے احوال کا علم اللہ کو ہے اور تم کو تو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے (سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ ارکوع ۱۰ آیت ۸۵)

روح کے بارے میں بقول امام رازیؒ کے ایک ہزار تک اقوال ملتے ہیں علامہ ابن قیمؒ نے مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہی کتاب الروح ہے، روح مدارِ بدن اور مبدأ حیات ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے علماءِ اسلام نے فرمایا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کی شکل وصورت ہے، اور وہ صاحب روح کی شکل وصورت کے موافق ہوتی ہے۔

فلاسفہ کے نزدیک روح جوہر مجرد ہے غیر مادی شئی ہے شاہ ولی اللہؒ نے الطاف القدس اور حجۃ اللہ البالغہ اور تفہیمات میں روح کی حقیقت پر کلام فرمایا ہے ارسطو فلسفی یونانی نے مستقلاً ایک رسالہ لکھا ہے شیخ ابو العباس احمد سرخسی نے کتاب النفس والروح رسالہ لکھا ہے امام غزالیؒ نے معارج القدس میں روح پر کلام کیا ہے شیخ محی الدین ابن العربی نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام بھی کتاب

الروح ہے اسی نام کا ابن قیم کا رسالہ ہے، حافظ قاسم سہیلی اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے عمدہ ابحاث فرمائی ہیں۔ کذا فی معارف السنن شرح ترمذی صفحہ ۳۴۳ جلد اول،

علامہ انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک عالَم خلق ہے اور ایک عالَم امر ہے عالَم خلق نام ہے اس کا جو آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے اور جو غیر مشہود ہے وہ عالم امر ہے اور روح بھی عالم امر سے ہے (فیض الباری)

اور بقول شاہ ولی اللہ کہ روح کی مثال ایسی ہے جیسی کہ گل میں خوشبو ہوتی ہے اور مزید فرمایا کہ اللہ پاک کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روح کی حقیقت کوئی نہیں جانتا بلکہ یہ مطلب ہے کہ اللہ پاک نے روح کا علم ہر کس وناکس کو نہیں دیا خاص متعلقین روح کی حقیقت سے واقف ہیں اللہ پاک نے ان پر اس کی حقیقت کو منکشف کیا ہے اور یہ اللہ پاک کا ان پر خصوصی فضل وکرم ہے۔

حجة الله البالغه واللہ اعلم۔

فضیلت علم پر چوتھی دلیل:۔

علم کی شرافت وکرامت کا مزید اعلان کرتے ہوئے خالق ارض وسمٰوت مالک انس وجان نے فرمایا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ؟

امام رازی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مقدس میں

سات جگہ فرق کا اعلان فرمایا ہے یعنی یہی فرق سات جگہ ملحوظ ہے۔

(1) آیت منکورہ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ؟

(2) قُلْ لَا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔

(3) قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ۔

(4) اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ

(5) وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ

(6) وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ

(7) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ***فرق بین الجنة و النار*** کا ذکر فرمایا گیا اس کے علاوہ ارشاد پاک ہے وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرَانِ

فائدہ : آیت نمبر (1) جس میں فرمایا گیا ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں اس میں اوپر سے یہ مضمون چلا آرہا ہے کہ بھلا وہ شخص جو اللہ کی تابعداری اور فرماں برداری کرے اللہ کی بندگی میں حاضر رہے راتوں کی گھڑیوں میں کبھی سجدہ کی حالت میں اور کبھی قیام کی حالت میں ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور رحمت کا امیدوار ہو آپ ﷺ فرمادیجئے کہ کیا عالم وغیر عالم برابر ہیں اور نصیحت عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

عبرت : یہاں اس آیت میں عالم کا اطلاق مقتضی علم پر عمل کرنے

والے راتوں کوشب بیداری کرنے والے سجدہ وقیام اور رکوع میں رات گذار
نے والے پر فرمایا گیا ہے اور جو علم کے باوجود مقتضیاتِ علم پر عمل نہ کرے راتوں
کو علم کا حق ادا نہ کرے فسق وفجور میں مبتلاء ہو وہ اس آیت کا مصداق نہیں
ہوسکتا ہے اس آیت سے جہاں علم کی فضیلت نکلتی ہے وہیں اس سے عالم باعمل
اور عالم بے عمل کا فرق بھی واضح ہوجاتا ہے، پھر جس طرح عالم جاہل کے
درمیان فرق کیا ہے ایسے ہی بقول امام رازیؒ کے دوسری اشیاء کے درمیان بھی
فرق کیا ہے جیسے خبیث وطیب یعنی حلال وحرام کے مابین یعنی ردی اور عمدہ شئی
برابر نہیں ہوسکتی ہیں، یہ بھی حکم عام ہے جملہ اشیاء کے اندر جاری ہوتا ہے
اللہ رب العزت کے یہاں بھی اور انسانوں کے نزدیک بھی۔

فائدہ:۔ (2)

اس جگہ خبیث وطیب کی تفسیر میں چند باتیں لکھی گئی ہیں (1) خبیث سے
مراد کفار ہیں (2) طیب سے مراد مؤمنین ہیں (3) خبیث سے مراد حرام ہے
طیب سے مراد حلال ہے۔ روح المعانی صفحہ ۲۷ جلد ۴

ایک شخص نے فخر دو عالم ﷺ سے معلوم کیا کہ میری تجارت شراب کی ہے
اس میں سے میں نے بہت سامال کمایا تھا اگر میں اس کو اللہ کی طاعت میں خرچ
کروں تو کیا مجھے فائدہ ہوگا فرمایا کہ اگر حج وجہاد میں سب کا سب مال بھی خرچ
کردے تب بھی مچھر کے پر کے برابر بھی فائدہ نہ ہوگا اس کے بعد آخری آیت

میں تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم فرمایا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔

فائدہ آیت (3):۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ یعنی جو شخص اللہ کی عبادت اور اس کے حقوق سے غیر واقف ہے اور وہ شخص جو حقوق اللہ وغیرہ سے واقف ہے دونوں عنداللہ کیسے برابر ہو جائیں گے یہ تفسیر حضرت امام مجاہدؒ سے منقول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ الاعمٰی سے مراد باطل و غافل ہے اور ثانی سے مراد معبود حقیقی حق جل مجدہ ہیں۔

فائدہ آیت (4):۔ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ ۚ اس آیت میں ظلمات سے مراد کفر کی تاریکیاں ہیں اور نور سے مراد ایمان و توحید کا نور ہے اور ظلمات صیغۂ جمع کے ساتھ کفر کی کثرت کی وجہ سے لائے ہیں کیونکہ کفار کا کفر علیحدہ ہے نصاریٰ کا علیحدہ ہے مجوس کا علیحدہ ہے مگر اس کے باوجود سب کے سب کفر کی ملتِ واحدہ ہیں۔

فائدہ آیت (5):۔ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ اس جگہ ظل یعنی سایہ سے مراد ثواب ہے اور حرور سے مراد عقاب ہے (2) ظل سے مراد جنت اور حرور سے مراد نار یعنی جہنم ہے، حرور، حر سے فعول کے وزن پر شدتِ حرارت کے معنی میں ہے۔ روح المعانی صفحہ ۱۸۶ جلد ۱۲۔

فائدہ آیت (6):۔ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ یعنی وہ

لوگ جو بعثت کے بعد ایمان میں داخل ہو گئے اور وہ کافر جو اپنے کفر پر رہے اور مزید تکبر و عناد میں مبتلاء ہوئے دونوں برابر نہیں بعض علماء نے فرمایا کہ احیاء سے علماء اور اموات سے جہلاء مراد ہیں۔

مسئلہ سماع موتٰی:۔

فائدہ: آیت (7):۔مذکورہ آیتوں کے بعد ارشاد عالی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۔ اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں سنا دیتے ہیں اور آپ قبر والوں کو سنا نہیں سکتے

(سورہ فاطر پارہ۲۲ رکوع۱۵ آیت۲۲)

سماعِ موتٰی کا مسئلہ بہت اہم ہے، تفصیل کا یہ موقع نہیں مگر علامہ سیوطیؒ کے اشعار ضرور یاد کر لیجئے انشاء اللہ بہت کام دینگے، اشعار یہ ہیں:

سماع موتی کلام الخلق قاطبةً
قد صحت لنا الآثار فیه بالکتب

وآیة النفی معناها سماعُ هدی
لایسمعون ولایصغون للأدب

یعنی مُردوں کا مخلوق کے کلام کو سننا آثارِ کتاب اللہ و سنت سے ثابت ہے اور جس آیت میں نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت کا سننا اب ان کے لئے

بند ہو چکا ہے۔

لھذا اب وہ نہیں سنتے ہیں اور نہ مانتے ہیں اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ آیت میں نفی اس بات کی ہے کہ تم سنا نہیں سکتے اپنی قوت وطاقت سے تم اس پر قادر نہیں ہو کہ تم انکو سناؤ ہاں اللہ پاک ان کو سنادیں یہ اور بات ہے مُردے سنتے ہیں اس لئے قبرستان میں مُردوں کو سلام کرنے کا حکم آیا ہے، یہاں تک کہ آیا ہے کہ مردے چلنے والوں کے چپلوں کی آواز بھی سنتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ زندوں کا کام بھی بناتے ہیں ایسا عقیدہ رکھنا اور اس غرض سے مزارات پر جانا اور ان سے فریادیں کرنا اور ان سے اپنی مشکلات کا حل چاہنا شرک و بدعت ہے مؤمن کا کام یہ ہے کہ ہر حال میں ہر مشکل وپریشانی میں ہر راحت وخوشی میں صرف اللہ پاک ہی کو پکارے اور انہیں سے مدد مانگے ارشاد باری تعالی ہے **وَلَاتَدْعُوْ مَعَ اللّٰهِ اَحَداً** اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

نافع وضار جز اللہ نہیں ہے کوئی
مؤمن ہو کے پھر شرک سے تجھکو کیا کام

دلیل (5): علم کی شرافت وکرامت پر امام رازیؒ نے صفحہ ۹۷ اپر آیت مبارکہ

اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ یعنی اللہ کی اور ان کے رسول کی اور ذمہ داروں کی اطاعت وفرماں برداری کرو

سے بھی استدلال فرمایا ہے، یہاں اس جگہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے بعد تیسرے نمبر پر علماء کرام کی اطاعت کا حکم فرمایا گیا اس جگہ اولی الامر کے مصداق کے بارے میں دو قول ہیں (1) ملوک وسلاطین (2) علماء کرام اور یہی قول راجح ہے کیونکہ ملوک پر بھی علماء کی اطاعت لازم ہے پھر اس رتبہ عظیم کو بھی دیکھیے کہ اللہ رب العزت نے اہل علم کو دو جگہوں میں مرتبہ ثانیہ میں ذکر فرما کر مزید شرافت عطا فرمائی ہے۔

(1) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًاۢ بِالۡقِسۡطِ ؕ یعنی اللہ پاک خود اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسرا کوئی معبود برحق نہیں اور فرشتے وعلماء بھی اس پر گواہ ہیں

(سورہ آل عمران پارہ ۳ رکوع ۱۰ آیت ۱۸)

یہاں اللہ پاک نے فرشتوں کے بعد علماء کا تذکرہ فرمایا ہے جو کتنی عظیم فضیلت ہے۔

فائدہ : یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب نصاری نجران نے آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ تشریف آوری پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت اور اُن

کے بارے میں محاجہ اور مناظرہ کیا تھا اور وہ دلائل حقہ کے سامنے مغلوب اور لاجوا ب ہو گئے مگر پھر بھی حق کو قبول وتسلیم نہیں کیا یہ انکی خباثت تھی اگر چہ یہاں **اُوْلُوْالْعِلْمِ** سے مراد انبیاء، مہاجرین وانصار ہیں مگر جملہ علماءِ حقانین بھی اس میں شامل ہیں۔

(2) راسخین فی العلم اور اُن کی علامات:۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ یعنی متشابہات قرآنی کے معنی سوائے اللہ عزوجل اور راسخین فی العلم کے دوسرا نہیں جانتا۔ (سورہ آل عمران پارہ ۳ رکوع ۹ آیت ۷)

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد راسخون فی العلم کا نام لیکر ان کی شرافت وبزرگی پر مہر لگادی ہے اس جگہ راسخون فی العلم پر اگر وقف کیا جائے تب یہ کلام ہے۔

راسخین فی العلم سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم وعمل میں ثابت قدم ہیں اور ان کے قدم پھسلتے نہیں ہیں جہاں اور لوگوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں لرز جاتے ہیں، راسخین کی علامات حدیث میں بتائی گئی ہیں، **من صدق حدیثه وبر فی یمینه وعف فرجه وبطنه فذالك الراسخون فی العلم اللّٰهم اجعلنی منهم برحمتك یا ارحم الراحمین۔** (معارف القرآن ادریسی)

یعنی وہ آدمی جو بات میں سچا ہو، عمل صالح میں پکا ہو، غلط قسم کبھی نہ کھاتا ہو

۴عفت کاملہ در فرج وبطن اس کو حاصل ہو تو یہ سب راسخون فی العلم میں داخل ہیں رسوخ، کے معنی ہیں کمال اور پختگی قيل الراسخ في العلم من وجد في علمه اربع اشياء التقوى بينه وبين الله والتواضع بينه وبين الخلق والزهد بينه وبين الدنيا والمجاهدة بينه وبين نفسه

کذا فی البغوی صفحہ ۱۲۸۰ ر جلد اول۔

اور کہا گیا ہے راسخ فی العلم وہ ہے جس میں چار خصوصیات ہوں (1) تقوی و پرہیزگاری (2) تواضع (3) زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی (4) مجاہدہ بہرحال اس آیت میں اللہ پاک نے علماء کو دوسرے نمبر پر ذکر فرمایا ہے۔

ایک جگہ اور ہے جہاں اللہ عزوجل نے علماء کو مرتبہ ثانیہ میں ذکر فرماتے ہیں

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۔ آپ فرمادیجئے اللہ رب العالمین میرے اور تمہارے مابین گواہی دینے کے لئے کافی ہے اور وہ جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔ (سورہ ابراہیم پارہ ۱۳ رکوع ۱۲ آیت ۴۳)

یہاں اہل علم کی شان کتنی بلند فرمائی ہے کہ ان کو اللہ تعالی کے بعد گواہ بنائے جانے میں دوسرے مرتبہ پر فائز کیا گیا ہے۔

رفعت اہل علم:۔

علم کی شرافت و بزرگی کا بیان و اظہار کرتے ہوئے رب العزت والجلال

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنْكُمْ اللہ پاک نے ایمان والوں کے اور
وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ، خاص کر اہل علم کے درجات بلند
(سورہ حشر پارہ ۲۸ رکوع ۲ آیت ۱۱) فرمائے ہیں۔

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ اللہ رب العزت والجلال نے چار اصناف کے درجات کا تذکرہ فرمایا ہے:

(1) ان مؤمنین کے لئے جو اہل بدر میں سے ہیں فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ !

یہاں تک کہ فرمایا:

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ، سورہ انفال پارہ ۹۔

اس آیت مبارکہ میں رحمٰن تعالیٰ نے ایک مخصوص قوم کے مخصوص اوصاف کی بنا پر مدح سرائی کی ہے، کہ حقیقت میں اہل ایمان ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ پاک نے اہل بدر کو جملہ ایمان والوں پر فضیلت دی ہے پھر علماء کرام کو جملہ اصناف پر بدرجہا فضیلت دی ہے لہذا علماء کرام افضل

الناس ہیں مگر یہ علماء آخرت کے فضائل ہیں جو علم وعمل اخلاص اور دیانت کے پیکر ہوں۔ اللهم اجعلنی منهم !!!

نیز فرمایا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا بس اللہ پاک سے علماء ہی خشیت رکھتے ہیں۔

بقول علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے کہ علم کا سیماء خشیت ہے جس عالم کے اندر وصف خشیت نہیں ہے اس کو حقیقی علم نصیب نہیں ہوا ہے چاہے علامہ زماں اور حضرت جی کا عنوان اختیار کرلے۔

علم کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ اہل علم کو حلال وحرام کا امتیاز نصیب کرتا ہے اور عالم اپنے علم کی ضیاء میں اللہ پاک سے ڈر ڈر کر قدم رکھتا ہے، یہی وہ علم تھا جس کی وجہ سے حضرت صدیق اکبرؓ فرمایا کرتے تھے کاش میں کوئی پرندہ ہوتا جس سے حساب وکتاب نہ ہوتا یہی وہ علم تھا کہ اکابر اولیاء روتے روتے بے ہوش ہوجاتے تھے راتوں راتوں روتے رہتے تھے یہی وہ علم تھا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ راتوں کو بیدار رہتے تھے اور رویا کرتے تھے اتنا روتے تھے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا جن کے قلوب میں اللہ تعالی سے خشیت محبت ووصل ومعرفت نسبت کے ساتھ پیدا ہوجاتی ہے ان کی کیفیت ہی عجیب ہوجاتی ہے تلاوت، آیات ربانی سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اپنے رب پر ان کو کامل بھروسہ وتوکل ہوتا ہے نماز قائم کرتے ہیں راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں یہی تو حقیقت میں

ایمان والے ہیں اور ان کے لئے جنت میں بڑے بڑے درجات ہونگے ان کے لئے بخشش اور رزق کریم ہوگا، اگرچہ امام رازیؒ نے اس آیت پاک کو اس جگہ اہل بدر کے لئے خاص قرار دیا ہے مگر دوسرے مفسرین کے نزدیک عام ہے جو یہ اوصاف پیدا کرے گا وہ ان وعدوں کا مستحق بن جائے گا **اللهم اجعلني وذريتي منهم**

(2) مجاہدین کے لئے درجات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں **وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْراً عَظِيْماً**

۔ سورۂ نساء پارہ ۴/

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اوپر سے مجاہدین کے فضائل ذکر فرماتے ہوئے اخیر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر یعنی جہاد نہ کرنے والوں پر اجر عظیم دیکر فضیلت دی ہے۔ (3) صالحین اور نیک لوگوں کے لئے درجات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَأْتِهٖ مُؤْمِناً قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى۔ یعنی جو شخص ایمان واعمال صالحہ کو لیکر اللہ پاک کے پاس آئے گا تو عند اللہ اس کے لئے بلند درجات ہونگے۔

(سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶ رکوع ۱۴ آیت ۷۵)

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ بلند درجات نیک اعمال کرنے والوں کے لئے ہونگے اور علم سے نیک عمل ہی مقصود ہے ورنہ علم بلا عمل حجت وبال بن جائے گا۔

علماء کے اوصاف:۔

حضرت امام رازیؒ مزید ایک جگہ پر لکھتے ہیں کہ خداوند قدوس نے علماء کے پانچ اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

(1) ایمان کامل رکھتے ہیں الراسخون فی العلم یقولون امنا بہٖ یعنی جو علم میں راسخ و مستحکم ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں (جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے ہم اس سب کو دل و جان سے مانتے ہیں۔

(2) توحید و شہادت ارشاد ربانی ہے: یعنی علماء حقانین توحید و شہادت میں بہت مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں ان کو توحید کا حقیقی ذوق حاصل ہوتا ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ میں اسی کا بیان ہے۔

(3) بکاء یعنی اللہ پاک کی یاد میں اور ان کے خوف سے کثرت سے روتے رہتے ہیں: وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ ۔ میں اسی کا بیان ہے۔

(4) خشوع و خضوع کرتے ہیں یعنی ان کا دل اللہ کی محبت و عشق میں لگ کر پگھل جاتا ہے اور وہ بہت نرم اور متواضع ہو جاتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۔

سورہ بنی اسرائیل پارہ/۱۵ رکوع ۱۲/ آیت ۱۰۹

یعنی وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں یا اللہ آپ کی ذات پاک ہے اور یعنی وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں یا اللہ آپ کی ذات پاک ہے اور

یہ ہیں علماء کے حقیقی اوصاف پہلے اکابرین اور علماء میں یہ اوصاف پائے جاتے تھے ان کے چہروں سے علم تقویٰ کے آثار نظر آتے تھے اور آج جب کہ علم کا دور دورہ ہے اور علم کے پڑھنے پڑھانے والے بھی کثیر ہیں مگر یہ اوصاف نظر نہیں آتے الا ماشاء اللہ۔

(5) خشیت فرماتے ہیں اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ یعنی اللہ پاک سے حقیقت میں ڈرنے والے علماء ہی ہیں

اس آیت پاک میں زبردست تنبیہ ہے کہ علم سے مقصود اللہ پاک کا خوف ہے اور خوف وخشیت باری تعالیٰ عزاسمہ ہی علم وحکمت کا اصل سرچشمہ ہے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس دن میں اللہ پاک سے ڈرتا ہوں تو میں اپنے اندر حکمت کے چشمے جاری پاتا ہوں اس زمانہ میں علم کی تو کثرت ہے مگر اہل علم سے اللہ کا خوف اور خشیت نکلتا جارہا ہے اور جرأت بڑھتی جارہی ہے۔

احادیثِ شریفہ وآثار:۔

علم کی بزرگی اس کی شرافت پر آیات کریمہ کے بعد احادیث شریفہ اور آثار واقوال پیش کئے جاتے ہیں:

حضرت ثابتؒ نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ان لوگوں کو دیکھنا چاہے جو جہنم سے آزاد ہیں تو وہ طالب علموں کو دیکھ لے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو طالب علم طلب علم کے لئے کسی عالم کے دروازہ کا چکر لگاتا ہے تو اللہ پاک اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک شہر تیار ہوتا ہے وہ زمین پر چلتا ہے تو زمین خود اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے وہ صبح شام کرتا ہے اس حال میں کہ وہ بخشا ہوا ہے ملائکہ اس کے لئے اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جہنم سے آزاد ہے۔ (تفسیر رازی صفحہ ۱۸۰)

(2) حضرت انس بن مالکؓ کی دوسری روایت میں ہیکہ جو شخص طلب علم کے لئے نکلا لیکن اللہ کے لئے نہیں بلکہ دوسری نیت کے ساتھ نکلے تب بھی ایک نہ ایک دن اس کو اچھی توفیق ہو جاتی ہے اور وہ علم اللہ کے لئے ہو جائے گا اور جو شروع ہی سے اللہ کی رضا کا قصد کرتا ہے وہ **صائم النهار قائم الليل** کے برابر ہے اور علم صحیح کا ایک باب سیکھنا اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جبل ابوقیس اس کے لئے سونے کا بن جائے اور وہ اس کو راہِ خدا میں خرچ کرے۔

(3) حضرت حسنؓ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جس شخص کو علم طلب کرتے ہوئے موت آ جائے جس کا مقصد اسلام کی خدمت کرنا تھا تو اس کے درمیان اور حضرات انبیاءؑ کے درمیان جنت میں فقط ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

(4) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اللہ پاک قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کو زندہ جمع فرمائے گا اور پھر ان میں سے علماء کو ممتاز کرے گا کہ اے علماء کی جماعت کیا میں نے اپنا نور تمہارے اندر نہیں رکھا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ میں تم کو عذاب نہیں دونگا لہذا تم جنت میں چلے جاؤ کہ میں نے تمہیں بخشدیا ہے۔

(5) نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص لوگوں کو علم دین سکھاتا ہے جب وہ مرجاتا ہے تو آسمان کے پرندے اور زمین کے جانور بھی اس کے فراق میں روتے ہیں اور سمندر کی مچھلیاں بھی جو اس کے لئے دعاء مغفرت کیا کرتی تھیں روتی ہیں۔

(6) حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص نے کسی عالم حقانی کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔

(7) حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ عالم حقانی کی فضیلت عابد سے ستر درجہ زائد ہے اور ہر درجہ کی مسافت ایک تیز رفتار گھوڑے کے ستر سال دوڑنے کے برابر ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب شیطان کوئی بدعت

نکلتا ہے تو عالم اس کو زائل کر دیتا ہے۔ (تفسیر رازی صفحہ ۱۸۰ جلد اول)

(8) حضرت حسنؓ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما عرض کیا گیا آپؐ کے خلفاء کون لوگ ہیں ؟ فرمایا جو میری سنتوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیتے ہیں۔

(9) **نیز** مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم طلب کرنے کی غرض سے نکلتا کہ اس کے ذریعہ باطل کا ابطال کرے اور حق کا اثبات کرے تو اس کا یہ عمل چالیس برس کی عبادت سے بہتر و افضل ہوگا۔

(10) آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ اے علی تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو بھی ہدایت نصیب ہوگئی تو یہ ان تمام اشیاء سے افضل ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

(11) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم طلب کرنے کے لئے چلا ہو کہ لوگوں کو حق سمجھائے مقصد صرف رضاء الٰہی کا حصول ہو تو اس کو اللہ پاک ستر ہزار انبیاءؑ کا ثواب مرحمت فرمائیں گے۔

(12) عامر الجھنی کی روایت ہے کہ طالب علم کی روشنائی اور شہید کا خون لایا جائے گا مگر ایک دوسرے پر نہیں بڑھے گا اور ایک روایت میں ہے کہ علماء کی روشنائی بڑھ جائے گی جس سے وہ لکھا کرتے تھے۔

(13) واقد لیثی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے اور لوگ آپ ﷺ کے قریب قریب تھے تین آدمی آئے ایک نے درمیان میں خالی جگہ دیکھی وہاں بیٹھ گیا دوسرا آدمی پیچھے ہی بیٹھ گیا اور تیسرا لوٹ گیا جب نبی پاک ﷺ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو فرمایا ان تین اشخاص کے بارے میں کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ ایک آدمی اس نے اللہ پاک کے پاس جگہ حاصل کرنی چاہی اللہ پاک نے اس کو جگہ نصیب فرمائی، دوسرے نے اللہ پاک سے حیاء کی اللہ نے اس سے حیاء فرمائی، تیسرے نے اعراض کیا اللہ پاک نے بھی اعراض کر لیا۔

(14) ارشاد نبوی ہے مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰه لَه طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ۔ (مشکوۃ شریف)

یعنی جو شخص طلب علم میں سفر کرتا ہے اللہ پاک اس کے لئے جنت کا سفر آسان کر دیں گے۔

(15) فَضلُ العَالِمِ علی العابِدِ کفضلی علیٰ اَدنٰکم۔

عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ مجھے (نبی کریم ﷺ کو) تمہارے ادنی آدمی پر فضیلت حاصل ہے۔

(16) حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل ہمارے سامنے ایسی تقریر فرمائی جو نہایت بلیغ تھی اس میں ارشاد فرمایا مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَتَوَاضَعَ لِلْعِلْمِ وَعَلَّمَه عِبَادَاللّٰهِ يُرِيْدُ مَاعِنْدَاللّٰهِ كَمْ مَنْ

فِیْ الْجَنَّةِ اَفْضَلُ ثَوابًا مِنه وَلَااَعْظَمُ مَنْزِلَةً وَلَادَرَجَةٌ رَفِیْعَةٌ نَفِیْسَةٌ اِلَّاکَانَ فِیْهَا اَوْفَرَ النَّصِیْبِ وَاَشْرَفَ الْمَنَازِلِ ۔ (تفسیر رازی صفحہ ۱۹۸)

ترجمہ:

جو شخص علم شریعت سیکھے اور تواضع کے ساتھ سیکھے اور اللہ کے بندوں کو سکھائے اخلاص کے ساتھ اجر وثواب کی امید میں تو جنت میں کوئی اس سے افضل ثواب کے اعتبار سے نہ ہوگا اور نہ کوئی اس سے بڑھ کر مقام ومنزلہ پر فائز ہوگا۔

(17) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک علماء سے فرمائیں گے کہ میں نے اپنا علم خاص تمہارے اندر رکھا ہے تا کہ تم کو عذاب نہ دوں لہذا جنت میں داخل ہوجاؤ۔

(18) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن سونے کے منابر رکھے جائیں گے ان پر چاندی کے قبے ہونگے پھر کوئی اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ حضرات جنھوں نے امت محمدیہ علیہا الصلاۃ والسلام کو علم سکھایا تھا اللہ کی خوشنودی کے واسطے ان ممبروں پر تشریف رکھو آج ان پر کوئی خوف نہیں ہے حتی کہ جنت میں داخل مل جائے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ امت محمدیہ میں علماء حکماء ہونگے فقہ کے اعتبار سے گویا کہ وہ انبیاء ہیں رزق یسیر پر قناعت کریں گے لا الہ الا اللہ کی بدولت جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

نیز ارشاد ہے مَنْ اِغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ حَرَّهٗ عَلَى النَّارِ۔

یعنی جس کے پاؤں علم شریعت کی طلب میں غبار آلود ہوں گے تو اللہ پاک ان کے جسم کو جہنم پر حرام کردیں گے اور فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے اگر طلب علم کی حالت میں مر جائے گا تو شہید مرے گا گویا کہ اس کی قبر رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ہے اس کے لئے قبر میں تاحدِ نگاہ فراخی کردی جائے گی اور اس کی قبر کے آس پاس چالیس قبریں اس کی برکت سے منور ہو جائیں گی اور عالم کا سونا عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اس کا مذاکرہ تسبیح ہے اور اس کا نفس صدقہ ہے اور اس کا ہر وہ قطرہ جو خشیتِ الٰہی میں اس کی آنکھ سے نکلتا ہے جہنم کی آگ بجھانے کے لئے کافی ہے۔

جس شخص نے عالم کی توہین کی اس نے نبی کی توہین کی اور جس نے نبی کی توہین کی تو اس نے جبرئیلؑ کی توہین کی اور جس نے جبرئیل کی اہانت کی تو اس نے اللہ پاک کی توہین کی اور جس نے رب تعالیٰ کی توہین کی تو اللہ رب العزت اس کی ایسی توہین کریگا کہ کوئی عزت دینے والا نہ ہوگا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۔ (تفسیر رازی)

☆☆☆☆☆

اقوالِ متفرقہ:۔

(1) استاذ عالم طالب علم پر ماں باپ سے زائد محسن ہے اس لئے کہ ماں باپ تو دنیا کی نار سے تحفظ کرتے ہیں، اور عالم استاذ اس کو آخرت کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہے وہاں کے شدائد سے حفاظت کرتا ہے۔

(2) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے اتنا علم کیسے پایا فرمایا کہ **بلسان سؤول** یعنی سوال کرنے والی زبان سے وقلب عقول اور سمجھنے والے دل سے۔

(3) بعض حضرات نے فرمایا کہ بے وقوف بنکر سوال کرو اور عقلمندوں کی طرح محفوظ کرلو۔

(4) حضرت مصعب بن زبیرؓ نے اپنے صاجزادے کو فرمایا کہ بیٹا علم حاصل کرو کیونکہ اگر تمہارے پاس مال ہو تو یہ علم تمہارے لئے جمال وزینت ہوگا ورا گر مال نہیں ہے تو علم ہی تمہارے لئے مال ہوگا۔

(5) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ علم کی بات سے خاموش رہنے میں کوئی خیر وبھلائی کی بات نہیں ہے جیسے کہ جہالت کی بات میں کوئی خیر وبھلائی نہیں ہے۔

علماء کی قسمیں:۔

بعض محققین نے فرمایا کہ عالم کی تین قسمیں ہیں:

(1) عَالِمٌ بِاللّٰہِ، غَیْرُ عَالِمٍ بِاَمْرِاللّٰہِ

(2) عَالِمٌ بِاَمْرِاللّٰہِ غَیْرُ عَالِمٍ بِاللّٰہِ

(3) عَالِمٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَعَالِمٌ بِاللّٰہِ

اول وہ آدمی جس نے اللہ پاک کی عبادت کی اور معرفت الٰہیہ اس کے قلب پر اس قدر غلبہ واستیلاء کرگئی کہ وہ ہمہ وقت جلال کے نور کے مشاہدہ میں رہتا ہے اور کبریائی حق وعظمتِ ربانیہ سے متجلی ہوگیا کہ اب اس کو احکام ،فروع، جزئیات کے تعلم کی فرصت وموقع نہیں ہے ہاں مگر جو ضروری ہے اس کو جانتا ہے۔

(2) دوسرے نمبر پر وہ عالم ہے جو امرِ الٰہی حکمِ خداوندی کا ماہر ہے حلال وحرام سے واقف ہے احکام کے حقائق ورموز سے آگاہ ہے مگر اللہ کی معرفت سے محروم ہے جلال وجمال کے اسرار سے غیر واقف ہے۔

(3) تیسرے عالم باللہ اور عالم بامراللہ ہے وہ عالم ہے کہ وہ عالم معقولات اور عالَم محسوسات کے مابین حدِ مشترک پر فائز ہے کبھی وہ اللہ کے ساتھ محبت ومعرفت کے ذریعہ لگ جاتا ہے اور کبھی مخلوق پر شفقت وکرم میں لگ جاتا ہے جب اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو ذکر وفکر کی کیفیات سے سرور پاتا ہے اس وقت مخلوق سے بالکل برطرف گویا ان کے ساتھ کوئی واسطہ ہی نہیں

رکھتا ہے اور جب مخلوق کے ساتھ لگ جاتا ہے تو ان پر پورا متوجہ ہو جاتا ہے مگر وہاں بھی خالق تعالیٰ کی مرضی پیش نظر رکھتا ہے یہی مرسلین وصدیقین کا طریقہ ہے اور یہی مراد ہے جس نے کہا ہے سَلِ الْعُلَمَاء وَخَالِطِ الْحُكَمَاء وَجَالِسِ الْكُبَرَاء۔ یعنی جو عالم حقانی ہو ان سے مانگ، سوال کر، اور حکمت والوں کے پاس جا اور بڑے لوگوں کے پاس بیٹھ۔

علاماتِ علماء:۔

حضرت شقیق بلخیؒ نے ہر ایک کی ان میں سے تین تین علامتیں بتائی ہیں:

(1) یعنی جو عالم بامر اللہ ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

(1) وہ صرف زبان سے ذکر کرتا ہے نہ کہ قلب سے۔

(2) وہ خائف من الناس ہے نہ کہ خائف من اللہ ہے۔

(3) لوگوں کی شرم کرتا ہے نہ کہ اللہ پاک کی۔

(2) دوسرے جو عالم باللہ ہے وہ ذاکر بالقلب ہوتا ہے خائف من اللہ ہوتا ہے اور اللہ سے شرم کرتا ہے صرف ظاہر میں نہیں بلکہ باطن میں بھی اللہ پاک کے ساتھ ہے یعنی اللہ سے اس کا تعلق قلب سے ہے۔

(3) تیسرے جو عالم باللہ عاشق رب عارف ذات بھی ہے اور احکام شرع کا ماہر بھی ایک طرف جام شریعت اور دوسری طرف سندان عشق رکھتا ہے یعنی وہ ان جملہ خصائص کا جو دونوں میں مذکور ہوئی ہیں حامل ہے یعنی اس میں وہ

تمام خصوصیتیں ہیں جو صرف عالم باللہ یا صرف عالم بامر اللہ میں ہیں، اور یہی حقیقتاً معلم و مربی ہے پہلے والے دونوں فریق اس ثالث کے محتاج ہیں اور یہ دونوں سے مستغنی ہوتا ہے۔

اس کی مثال جو صرف عارف ہے چاند جیسی ہے جو کبھی مکمل ہوتا ہے کبھی ناقص رہ جاتا ہے۔

اور دوسرے کی مثال جو عالم بامر اللہ ہے چراغ جیسی ہے خود جلتا ہے اور دوسروں کو روشن کرتا ہے۔

اور ثالث کی مثال جو عارف باللہ بامر اللہ ہے سورج جیسی ہے کہ نہ زیادتی ہوتی ہے اور نہ کمی پورے عالم کو روشن کرتا ہے نسبت ظاہری و باطنی کا مجمع البحرین سنت، شریعت وطریقت کا سنگم ہے ہمارے اکابر و اسلاف ایسے ہی تھے ۔

علم غذاءِ قلب ہے:۔

شیخ فتح موصلیؒ نے فرمایا کہ بیمار آدمی جب اس کا کھانا پینا بند ہو جائے تو مر جائے گا ایسے ہی قلب ہے اس کی بھی غذا ہے اور وہ غذا علم وفکر ہے یہ غذا جب قلب کو نہ پہنچے گی تو حکمت سے جدا رہے گا اس کی موت آ جائے گی۔

حضرت شقیق بلخیؒ نے فرمایا کہ جب لوگ میری مجلس سے اٹھتے ہیں تو تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(1) کافر محض (2) منافق محض (3) مؤمن محض۔

کیونکہ قرآن پاک کی تفسیر بیان کرتا ہوں اور اس کے مقدس رسول ﷺ کی باتیں بیان کرتا ہوں جو تصدیق نہ کرے وہ محض کافر ہے اور جس کا دل تنگ ہو جائے وہ منافق ہے اور جو کئے پر نادم ہو آئندہ کے لئے عازم ہو توبہ کرے وہ مؤمن خالص ہے، انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ نوم تین قسم پر ہے جن کو اللہ پاک ناپسندیدگی اور ناراض گی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور تین قسم کا ہنسنا ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔

اقسامِ نوم

(1) فجر کے بعد سونا (2) عشاء سے قبل سونا (3) نماز میں سونا۔

اقسامِ ضحک

(1) جنازہ کے پیچھے ہنسنا (2) قبرستان میں ہنسنا (3) ذکر کی مجلس میں ہنسنا۔

مثالِ علم بارش سے:۔

بعض علماء کرام نے اللہ پاک کے ارشاد **فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا** کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں سیل سے مراد علم لیا گیا ہے اللہ پاک نے علم کو بارش کے ساتھ پانچ وجوہات سے تشبیہ دی ہے (1) بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے ایسے ہی علم آسمان سے اترا ہے، (2) جس طرح زمین کی اصلاح بارش کے پانی سے ہوتی ہے ایسے ہی مخلوق کی اصلاح علم کے ساتھ متعلق ہے۔

(3) جیسے کھیتی اور نبات بغیر باراں کے وجود میں نہیں آتی اسی طرح اعمال صالحہ وطاعات بغیر علم کے وجود میں نہیں آتے۔ (4) جس طرح بارش رعد و برق کی فرع ہے اسی طرح علم وعدہ وعید کی فرع ہے یعنی مبشرات اور عذابات کی۔

(5) جس طرح بارش نافع وضار دونوں ہوتی ہے ایسے ہی علم نفع وضرر دونوں کے پہلو رکھتا ہے جو عمل کرے گا اسکے لئے نافع ہے اور جو عمل سے بھاگے گا اس کے لئے ضار ہے۔ کتنے مذکر باللہ ہیں جو خود خدا تعالیٰ کو بھولے ہوئے ہیں اور کتنے دوسروں کو اللہ سے ڈرانے والے ہیں؟ مگر خود احکاماتِ ربانیہ کے خلاف جرأت سے اقدام کرتے ہیں کتنے ہیں جو دوسروں کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، مگر خود اللہ سے بھاگ رہے ہیں کتنے ہیں جو دوسروں کو اللہ سے قریب کر رہے ہیں مگر خود باری تعالیٰ عز اسمہ سے دور ہو جاتے ہیں کتنے ہیں جو اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں مگر خود اللہ کی آیات سے دور ہیں۔ تفسیر رازی ص ۱۸۲/ ج ۱

بستانِ عالَم :۔

دنیا ایک باغ ہے جس کو پانچ اشیاء سے مزین کیا گیا ہے۔

(1) علماء کے علم سے۔ (2) امراء کے عدل سے۔ (3) عباد وزھاد کی عبادت وزھد سے۔ (4) تجار (تاجروں) کی تجارت سے (5) محترفین (حرفت وصنعت) کرنے والوں کے پیشوں سے۔

لعین ابلیس آیا وہ بھی پانچ اشیاء لایا اور ان کو ان میں سے ہر ایک کے پہلو

میں کھڑا کر گیا۔

(1) ابلیس آیا حسد کو لایا اور اس کو علم کے پہلو میں کھڑا کر گیا.

(2) ابلیس آیا ظلم ساتھ لایا اور عدل کے پہلو میں چھوڑ گیا.

(3) ابلیس آیا ریاء کو لایا اور اس کو عبادت کے پہلو میں کھڑا کر گیا.

(4) ابلیس آیا خیانت لایا اور امانت کے پہلو میں رکھ گیا.

(5) ابلیس آیا غش، دھوکہ، بدخواہی یعنی کھوٹ لایا اور اس کو نصیحت وخیر خواہی ہمدردی کے برابر میں چھوڑ گیا۔

☆☆☆☆☆

حسن بصریؒ کی فضیلت[1]

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کو اللہ پاک نے تابعین پر پانچ باتوں سے فضیلت دی ہے۔

(1) جب تک عمل نہ کر لیتے اس شئی کا حکم نہ فرماتے۔

(2) جب تک کسی کام سے خود نہ رکتے دوسروں کو منع نہ فرماتے۔

(3) علم وعمل کی بات بتانے میں کبھی بخل سے کام نہ لیتے تھے۔

(4) اپنے علم کی وجہ سے لوگوں سے استغناء برتتے تھے۔ (5) انکا ظاہر وباطن برابر تھا

---

[1] اکابر امت اعلام دین میں سے ہیں آپ کی بزرگی علم وعمل تقوی وخلوص مسلم ہے

علم نافع وضار کی پہچان کا طریقہ

جب تو اے مخاطب یہ جاننا چاہے تیرا علم نافع ہے یا ضار ہے تو تو اپنے سے پانچ باتوں کا مطالبہ کر۔(1) فقر کی محبت تا کہ آخرت میں بوجھ کم ہو۔(2) طاعت کی محبت تا کہ آخرت میں ذخیرہ ہو۔(3) زہد فی الدنیا کی چاہت ومحبت تا کہ فراغت تامہ حاصل ہو۔(4) حکمت کی محبت اصلاح قلب کے لئے تا کہ منفعتِ تامہ حاصل ہو۔(5) خلوت کی محبت مناجاتِ رب کے لئے تا کہ لذتِ عشق ومحبت حاصل ہو

پانچ باتوں کو پانچ اشیاء میں طلب کرو۔

(1) عزت کو تواضع میں نہ کہ مال وخاندان میں۔

(2) غناء کو قناعت میں نہ کہ کثرتِ مال میں۔

(3) امن کو جنت میں نہ کہ دنیا میں۔

(4) راحت کو قلت میں نہ کہ کثرت میں۔

(5) علم کی منفعت کو عمل میں نہ کہ کثرتِ بیان وتقریر میں۔

عالم کی ذمہ داری پانچ طبقات پر ہے:۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ اس امت میں فساد پانچ افراد سے آتا ہے۔

(1) علماء کی وجہ سے۔(2) عابدوں زاھدوں کی طرف سے۔

(3) تاجروں کی طرف سے۔(4) مجاہدین کی طرف سے۔

(5) حاکموں اور لیڈروں کی طرف سے۔

علماء وارثین انبیاء ہیں، عابد وزاہد لوگ زمین کے ستون ہیں، مجاہدین اللہ کا لشکر ہے تاجر لوگ اللہ کے امین ہیں، جب خیر و برکات کے ستونوں میں فساد، بگاڑ پیدا ہوجائے تو دنیا میں ہر طرف فتنہ، فساد، شر، جور، ظلم وفریب کا دور دورہ ہوجائے گا جیسا کہ مشاہدہ ہورہا ہے خاص طور پر ارباب حکومت وسلطنت کی بد دیانتی نے پورے ممالک کو تباہ کردیا ہے فالی اللہ المشتکی۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بجا فرمایا ہے آج سارا فساد انہیں طبقات کی وجہ سے ہے اللہ پاک ہی فضل کرنے والے اور ہدایت دینے والے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ علم کو مال پر سات طریقوں سے افضلیت حاصل ہے۔

(1) علم میراث انبیاءؑ ہے اور مال فرعون کی میراث ہے۔

(2) علم خرچ کرنے سے بجائے کم ہونے کے زیادہ ہوتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔(3) مال محافظ کا محتاج ہوتا ہے اور علم خود محافظ ہے۔

(4) مال مؤمن وکافر بھی کو مل جاتا ہے اور علم صرف مؤمن کو حاصل ہوتا ہے۔

(5) علم انسان کے ساتھ قبر میں جاتا ہے اور مال باہر ہی رہ جاتا ہے۔

(6) تمام انسان صاحب علم کے محتاج ہیں صاحب مال کے نہیں۔

(7) علم آدمی کو پل صراط پر گذرنے میں قوت دیتا ہے اور مال مانع اور رکاوٹ بنے گا۔

فقیہ ابوالیثؒ نے فرمایا کہ جو شخص عالم کے پاس بیٹھتا ہے اور علم کے حصول پر قدرت نہیں رکھتا ہے اس کو بھی سات کرامتیں حاصل ہوتی ہیں۔

(1) طالب علم کی فضیلت حاصل کرتا ہے۔

(2) جب تک اس کے پاس ہے گناہوں سے محفوظ ہے۔

(3) جب ان پر رحمتِ خداوندی کا نزول ہوگا تو اسکو بھی حصہ ملے گا۔

(4) جب اپنے مکان سے نکلے گا تو رحمت خداوندی کا مستحق ہوگا۔

(5) جب تک سننے میں رہے گا استماع علم کا ثواب پائے گا طاعت لکھی جائے گی۔

(6) جب سنے گا اور نہیں سمجھے گا تو دل تنگ ہوگا اور ادراکِ علم سے محروم رہنے پر احساس کرے گا تو یہ غم اس کے لئے اللہ پاک کے یہاں بہت پسند آئے گا **انا عند المنکسرة قلوبھم** کا مصداق ہوگا۔

(7) جب مسلمانوں کو عالم کی عزت کرتا دیکھے گا تو فسق سے نفرت کرے گا اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے علماء کے پاس مجالست کا حکم فرمایا ہے۔

علماء کے لئے خوف کا مقام:۔

علماء میں سے بعض ایسے ہیں جو بخل کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ وہ چیز دوسروں کے پاس نہ ہو یہ جھنم کے درک اول میں ہونگے اور بعض علماء سلطان کے مانند ہوتے ہیں جب ان پر کوئی تردید کرتا ہے تو غضبناک ہوجاتے ہیں یہ جھنم کے دوسرے درجہ میں ہوں گے اور بعض عالم اپنے حقائق ومعارف صرف امراء کے لئے رکھتے ہیں فقراء کو محروم کرتے ہیں یہ جھنم کے تیسرے درجہ میں ہوں گے اور بعض ایسے ہیں فتویٰ دینے کیلئے بیٹھتے ہیں اور قصداً غلط مسائل بتاتے ہیں تو یہ جھنم کے چوتھے طبقہ میں ہوں گے۔

اور بعض علماء ایسے ہیں جو خود پسندیدگی میں مبتلاء ہیں اگر ان کے سامنے کوئی نصیحت کرتا ہے تو ان کو برا لگتا ہے یہ پانچویں طبقہ میں ہوں گے اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے علم سیکھا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ایسے علماء چھٹے طبقۂ نار میں ہوں گے اور بعض ایسے ہیں جو باطل پرست لوگوں کے کلام کو سیکھتے ہیں اور دین کے ساتھ ملا دیتے ہیں ایسے علماء جھنم کے ساتویں طبقہ میں ہوں گے۔ **اللھم احفظنا منھم ولاتجعلنامعھم**!!!

آمین یا رب العالمین

آٹھ قسم کے افراد:۔

فقیہ ابوالیثؒ نے فرمایا کہ جو آدمی آٹھ قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو آٹھ قسم کی چیزیں اس میں زائد ہو جاتی ہیں۔

(1) جو آدمی اغنیاء کے ساتھ بیٹھتا ہے تو دنیا کی محبت ورغبت اس میں زائد ہو جاتی ہے۔

(2) جو شخص فقراء کے ساتھ مجالست رکھتا ہے تو اللہ پاک اس کی طبیعت میں شکر ورضاء پیدا کر دیتے ہیں پھر وہ اللہ پاک کی تقسیم پر خوش رہتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے۔

(3) جو آدمی بادشاہ کے پاس بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں قساوت اور تکبر پیدا کر دیتے ہیں۔

(4) جو شخص عورتوں کے پاس زائد بیٹھتا ہے تو اس میں جہالت اور شہوت زائد ہو جاتی ہے۔

(5) جو شخص بچوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو لہو ولعب مذاق و دل لگی اس میں زائد ہو جاتی ہے۔

(6) جو آدمی فساق و فجار کے پاس بیٹھتا ہے تو اس میں گناہوں کی جرأت اور توبہ سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔

(7) جو صالحین اولیاء اللہ کے پاس بیٹھتا ہے تو اس میں نیکیوں کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ان جیسا بننے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔

(8) جو علماء کے پاس بیٹھتا ہے اس میں علم و پرہیز گاری کا شوق پیدا ہوجاتا ہے۔

علم کے متعلق حضرت بایزید بسطامی وغیرہ اکابرؒ کے اقوال:۔

(1) حضرت بایزید بسطامیؒ جو بہت بڑے ولی گذرے ہیں سلسلہ نقشبندیہ کے امامِ وقت تھے فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال مجاہدہ میں گزارے مگر علم سے سخت کوئی چیز نہیں پائی کہ علم کے بعد اس کے مقتضا پر عمل کرنا آسان نہیں ہے۔

(2) حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اعمال سیۂ بیماری ہے اور علماء اس بیماری کی دوا ہیں اور جب علماء ہی خراب ہوجائیں گے تو علاج کیا کریں گے اور کس کا کریں گے۔

(3) نیز سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ فرائض کے بعد طلب علم سے افضل دوسرا کوئی عمل نہیں ہے۔

(4) اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہم برابر علم حاصل کرتے رہے جب تک کہ ہمیں کوئی نہ کوئی تعلیم دینے والا ملتا رہا۔

(5) نیز ارشاد فرمایا کہ طلب علم سے افضل دوسرا کوئی عمل نہیں ہے جب کہ نیت درست ہو خالص اللہ کی رضا مقصود ہو۔

(6) نیز ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ علم سیکھو اور اس کے ساتھ ساتھ حلم بھی

اور ہنسی مذاق سے اس کو ضائع مت کرو۔

(7) نیز ارشاد فرمایا کہ علم فقط روایت کا نام نہیں ہے بلکہ علم سے خشیت الٰہی مقصود ہے اور اللہ پاک کی رضاء مطلوب ہے ۔

(8) آپ نے فرمایا کہ علم میں مشغولیت اور بقدر گذارہ رزق عمدہ ترین چیزیں ہیں جن کی حضرات انبیاء واولیاء نے دعا فرمائی ہے۔

☆ کذا فی حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۔☆

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال:۔

(1) وقال الشافعی رحمۃ اللہ علیہ طلب العلم أفضل من النافلۃ یعنی علم کا حاصل کرنا نوافل سے افضل و بہتر ہے۔

(2) آپ کا فرمان ہے کہ جو شخص دنیا طلب کرنا چاہتا ہے تو وہ علم حاصل کرے اور جو آخرت چاہے وہ بھی علم حاصل کرے، یعنی علم ایسی شئی ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے مگر مقصود فائدہ اخروی ہے اگر چہ دنیاوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہوں۔

(3) نیز فرمایا کرتے تھے کہ فرائض کے بعد جس چیز سے زائد تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے وہ علم ہے۔

(4) نیز فرمایا کہ جو علم حاصل کرتا ہے عزت وراحت سے اس کو علم نہیں آسکتا اور جو محنت ومشقت اور اساتذہ کے ساتھ ذلت وتواضع اختیار کرتا ہے اس کو علم آتا ہے۔

علم کی اقسام:۔

اللہ پاک نے سات قسم کے علم سات قسم کے افراد کو عطا فرمائے ہیں:

(1) تمام اشیاء کے ناموں کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطاء فرمایا۔

(2) علمِ فراست، تکوینیات وباطنی معاملات کا علم حضرت خضر علیہ السلام کو عطاء فرمایا۔

(3) علمِ تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کو عطاء کیا۔

(4) ذرہیں بنانے کا علم حضرت داؤد علیہ السلام کو عطاء کیا۔

(5) پرندوں کی بولیوں کا علم سلیمان علیہ السلام کو عطاء کیا۔

(6) توریت وانجیل کا علم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطاء فرمایا۔

(7) علم شریعت وتوحید پیغمبرِ خدا جناب رسول اللہ ﷺ کو عطاء فرمایا۔

نتائج وثمرات:۔

(1) حضرت آدم علیہ السلام کا علم سجدہ وتحیہ کا ذریعہ بنا۔

(2) حضرت خضر علیہ السلام کا علم موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوشع جیسے شاگرد پانے کا ذریعہ بنا۔

(3) حضرت یوسف علیہ السلام کا علم حکومت اہل وعیال پانے کا ذریعہ بنا

(4) حضرت داؤد علیہ السلام کا علم ریاست مرتبہ جاہ وجلال کا ذریعہ بنا۔

(5) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم تہمت کے زوال اور دیگر کمالات وفوائد کا ذریعہ بنا۔

(6) حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بلقیس اور اس پر غلبہ وحکومت عالم کا ذریعہ بنا۔

(7) حضرت محمد ﷺ کا علم مبارک شفاعت کبریٰ وغیرہ کمالات، وفضائل کا ذریعہ بنا۔ (تفسیر رازی صفحہ ۱۸۴ جلد اول)

(1) حضرت آدم علیہ السلام نے علم کی بدولت فرشتوں کا سلام وسجدہ پایا۔

(2) حضرت خضر علیہ السلام نے علم کی بدولت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مصاحبت ومرافقت پائی۔

(3) حضرت یوسف علیہ السلام نے علم کی بدولت قید سے نجات پائی، لہذا اے طالبانِ علوم نبوت علمِ الٰہی کی بدولت یہ شرافتیں کیوں نہیں حاصل کرتے اے عالم تو اپنے اوپر خدا کا احسان کیوں نہیں یاد کرتا، اللہ پاک نے تجھے قرآن وحدیث کا علم دیا اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ تجھ کو اپنے مخصوص کلام کا شارح اور مفسر بنادیا اور اپنے نبی ﷺ کا وارث بنادیا اپنی مخلوق کا داعی بنادیا اپنے بندوں کا واعظ بنادیا اپنے شہر کا چراغ بنادیا اور مخلوق کو جنت میں داخل کرنے کا قائد بنادیا جہنم سے روکنے کا ذمہ دار بنادیا جیسا کہ مروی ہے کہ علماء سردار ہیں فقہاء قائد ہیں اور ان کی مجالست ایمان میں زیادتی کرتی ہے۔

مؤمن چھ باتیں دیکھ کر رغبت کرتا ہے:۔

مؤمن آدمی علم کے حصول کی جانب اس وقت رغبت کرتا ہے جب اپنے میں چھ باتیں دیکھ لیتا ہے۔

(1) یہ بات سمجھ لے اور اقرار کرلے کہ اللہ پاک نے مجھے فرائض کی ادائیگی کا حکم فرمایا اور یہ بغیر علم کے ممکن نہیں۔

(2) یہ دیکھ لے کہ اللہ رب العزت والجلال نے مجھے معاصی سے رکنے کا حکم دیا ہے اور اس کے اجتناب و پرہیز پر قدرت بدون علم ممکن نہیں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت پر شکر کو واجب فرمایا ہے اور اس پر قدرت بغیر علم کے ممکن نہیں ہے۔

(4) اللہ پاک نے اپنی مخلوق کے سات انصاف کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اس چیز پر قدرت بدون علم آدمی نہیں پاسکتا۔

(5) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بلاؤں پر صبر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اس پر قابو بغیر علم کے کیسے ہوسکتا ہے۔

(6) اللہ پاک نے شیطان سے عداوت کا حکم فرمایا ہے اور یہ بھی علم کے بغیر حاصل ہونے والی شئی نہیں ہے۔

طریق جنت:۔

یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ جنت کا راستہ چار آدمیوں کے ہاتھ میں ہے

(1) عالم (2) زاہد (3) عابد (4) مجاہد۔

عالم اگر اپنے دعوی میں پکا اور سچا ہے تو رب کائنات علیم وقدیر اس کو حکمت عطاء کریں گے **زاہد** اگر اپنے دعوی میں صادق ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو امن وامان نصیب فرمائیں گے **عابد** اگر اپنے دعوی میں سچا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنا خوف وخشیت نصیب فرمائیں گے **مجاہد** اگر اپنے دعوی میں صحیح ہے تو رب العالمین اپنی رضاء وانعام نصیب فرمائیں گے۔

چار چیزوں کو چار سے تلاش کیجئے:۔

(1) جگہ میں سلامتی کو (2) دوست سے کرامت وشرافت کو (3) مال سے فراغت کو (4) علم سے منفعت کو لہذا جب جگہ میں سلامتی نہ پائے تو اس سے سجن (قید) بہتر ہے اور جب دوست سے حیاء وشرم اور شرافت وعزت کی بات نہ پائے تو کلب یعنی کتا اس سے اولیٰ ہے اور جب مال سے فراغت حاصل نہ ہو تو ڈھیلے وپتھر اس سے بہتر ہیں اور جب علم سے صحیح فائدہ اخرویہ حاصل نہ ہو تو موت اس سے بہتر ہے۔

چار چیزیں چار چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتیں:۔

(1) دین کی تکمیل بغیر تقویٰ کے (2) قول بغیر عمل کے (3) مروت بدون تواضع (4) علم بغیر عمل کے، عمل بدون اخلاص کے لہذا خالی دین بلا تقویٰ خطرہ پر ہے قول بلا عمل کے ھدر ہے مروت بدون تواضع، شجر بلا ثمرہ کے مانند ہے ،اور علم بغیر عمل کے، بادل بلا بارش کے مانند ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو فرمایا تھا کہ دنیا کا مدار، قوام یعنی ٹھراؤ چار اشخاص کی بدولت ہے۔

(1) وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو (2) وہ جاہل جو حصول علم میں حیاء وعار سے کام نہ لیتا ہو (3) وہ غنی ہے جو مال کو صحیح مصرف میں خرچ کرنے میں بخل نہ کرتا ہو (4) وہ فقیر جو اپنی آخرت دنیا کے عوض فروخت نہ کرے ورنہ ایسے لوگوں کے لئے ویل وہلاکت ہے ستر بار۔

شیخ خلیلؒ نے فرمایا کہ رجال چار قسم کے ہیں:۔

(1) وہ آدمی جو علم رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ عالم ہے لہذا اس کی اتباع کرو۔

(2) ایک وہ آدمی ہے جو جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے تو وہ نائم ہے اس کو بیدار کرو۔

(3) وہ آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا اور اس کو اپنے عدم علم کا احساس بھی نہیں ہے وہ شیطان محض ہے اس سے اجتناب کرو۔

(4) علم تو نہیں رکھتا ہے مگر اس کو اپنی جہالت کا احساس ہے تو اس کی رہنمائی کرو اس کو بتلاؤ سکھلاؤ یہی اصل دین ہے۔ تفسیر رازی ص ۱۸۵ ج ۱

چار چیزوں سے عار نہ کی جائے اگرچہ اس پر سخت بار کیوں نہ ہو:۔

(1) اپنے والد کے لئے تعظیماً قیام کرنا (2) مہمان کی خدمت کرنا (3) اپنے اساتذہ کی خدمت کرنا (4) جس چیز کا علم نہیں ہے اس کا سوال کر لینا

نیز حضرت امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب علماء حضرات حلال کو جمع کرنے میں لگ جاتے ہیں تو عوام مشتبہ مال کھانے والے بن جاتے ہیں اور جب علماء شبہات سے احتراز کرنا ترک کر دیں گے تو عوام الناس حرام کھائیں گے اور عوام جب حرام کو حلال سمجھنے لگیں گے تو کافر ہو جائیں گے اس زمانہ میں بہت سے علماء کی بد احتیاطی کی وجہ سے عوام پر بہت برے اثرات پڑ رہے ہیں۔

علم کی شرافت وکرامت پر عقلی دلیل:۔

(1) اول قسم وہ ہے جس سے عقل راضی وخوش ہو شہوت خوش نہیں ہے

(2) قسم اس کے برعکس ہے یعنی شہوت اس سے راضی ہو اور عقل خوش نہیں۔

(3) تیسری چیز ایسی ہے جس سے دونوں خوش ہیں۔

(4) چوتھی چیز وہ ہے جس سے نہ عقل خوش ہے اور نہ شہوت خوش ہے یعنی دونوں ناراض ہیں اول امراض ہیں اور مکارہ فی الدنیا ہیں جو طبیعت پر ثقیل ہیں، دوسرے معاصی ہیں، تیسرے علم ہے، چوتھے جہل ہے، علم جنت کا راستہ ہے اور جہالت جہنم کا راستہ ہے، تو جیسے عقل و شہوت جہنم سے ناراض ہیں ایسے ہی جہالت سے بھی ناراض ہیں لہذا جو آدمی جہالت سے راضی ہے معلوم ہوا کہ وہ جہنم سے راضی ہے۔

فضائلِ علم پر مزید آیات وروایات وغیرہ:۔

(1) علم کی فضیلت پر سب سے اہم دلیل اول ما نزل من القرآن **اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔** ہے یہاں خاص طور پر تعلیم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس لئے کہ اگر علم کے علاوہ کوئی دوسرا مقام یہ عظمت و شرافت رکھتا تو اس کا تذکرہ کیا جاتا دوسری بات یہ ہے کہ اسی میں فرمایا گیا ہے۔

اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ سورہ علق پارہ ۳۰ ترجمہ: پڑھئے اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے لوگوں کو قلم کے ذریعے علم سکھایا ہے۔ (رکوع ۲۱ آیت ۳/۴)

اوراصول فقہ میں یہ ثابت ومسلم ہے کہ کسی حکم کا ترتب کسی وصف پر اس کی دلیل ہوا کرتا ہے کہ وہ وصف اس حکم کی علت ہے لہذا اکرمیت کے وصف کے مستحق اللہ جل شانہ ہیں کیونکہ انہوں نے علم دیا ہے،

(2) اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (بس اللہ سے اسکے علماء بندے ہی ڈرتے ہیں)۔

اس آیت میں متعدد طریقوں سے علم کی فضیلت کا بیان فرمایا گیا ہے

(الف) علماء جنتی ہوں گے کیوں کہ اہل خشیت کے لئے جنت کا وعدہ ہے.

فرمایا ھے جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یہاں تک کہ فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّه

(ب) نیز ارشاد ربانی ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ

ان تمام آیات میں علماء کی فضیلت کبریٰ کا بیان ہے کیونکہ حقیقی خشیت اللہ پاک سے ان کو حاصل ہوتی ہے۔

(2) ارشاد ربانی ہے وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

اس میں علم کی نفاست اور علومرتبت پر دلیل ہے کہ اللہ پاک کو علم سے کتنی محبت ہے اور آپ ﷺ سے کتنی محبت ہے کہ اپنے پیغمبر ﷺ کو علم کی زیادتی کا امر خاص طور پر فرمایا ہے حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی علم پر اکتفاء کرتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کرتے اور یہ نہ فرماتے:

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔ (سورہ کہف پارہ ۱۶ رکوع ۲۱ آیت ۶۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا آپ کہیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں اس بات پر کہ آپ مجھے وہ رشد و بھلائی سکھلائیں جو اللہ پاک نے آپ کو سکھائی ہے۔

(3) حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بادشاہت اور سلطنت عطا فرمائی تھی کہ جو کسی دوسرے کو نہیں ملی تھی مگر انہوں نے اس پر فخر نہیں فرمایا بلکہ علم پر فخر فرمایا! ارشاد ربانی ہے:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ۔ (سورہ نمل پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ آیت ۱۶)

اے لوگو ہم کو سکھائی گئی ہیں بولیاں اڑنے والے جانوروں کی اور دیا ہم کو ہر چیز میں بڑا حصہ یہ یقینی طور پر بڑی واضح فضیلت کی بات ہے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی بولیاں جاننے پر فخر کیا تو مؤمن کو بدرجہ اولیٰ معرفت ربانی عطا کرنے والے علم پر فخر کرنا چاہئے اور شکر کرنا چاہئے نہ کہ غرور۔

(4) **نیز** جب اللہ عزاسمہ نے انبیاء کے احوال کا تذکرہ فرمایا تو علم وحکمت کو مقدم فرمایا **وَكُلًّا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا** پھر اللہ پاک نے ان اشیاء کا تذکرہ فرمایا جو احوال دنیا سے متعلق تھیں یہ اس کی دلیل ہے کہ علم اشرف ترین شئی ہے۔

(5) بعض علماء نے لکھا ہے کہ ہدہد پرندہ باوجود کمزور وضعیف ہونے کے جب عتاب کی جگہ سلیمانؑ کے دربار میں کھڑا ہوا تو اس نے کہا

اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ کہ مجھے ایسی چیز کا علم ہے جس کا آپ کو نہیں ہے۔ (سورۂ نمل پارہ ۱۹ رکوع ۱۷ آیت ۲۲)

یہ علم ہی کا کمال تھا کہ اس چھوٹے سے پرندہ کو ایک عظیم الشان سلطان السلاطین رسول کے سامنے جرأت تکلم حاصل ہوئی اور اس نے اتنی بڑی بات کہہ دی **اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ** اگر علم اشرف الاشیاء نہ ہوتا تو وہ کیسے بولتا یہی وجہ ہے کہ بعض کمزور وذلیل لوگ جب علم حاصل کر لیتے ہیں تو بڑوں کے بڑوں کے سامنے بولنے لگتے ہیں۔

(6) **نیز** نبی پاک ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور اس کی فضیلت کی دو وجہیں ہیں:

(الف) تفکر اللہ تک وصول کا ذریعہ بنتا ہے اور عبادت ثواب کا ذریعہ بنتی ہے جو اللہ تک پہونچائے وہ افضل ہے۔

(ب) تفکر عملِ قلب ہے اور طاعت عملِ جوارح ہے اور قلب جوارح سے افضل ہے اور قولِ باری عزاسمہ **وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ** اس کی حمایت کرتا ہے کیونکہ صلوۃ کو وسیلۂ ذکر بنایا گیا ہے اور مقصود وسیلہ سے اشرف ہے یہ علم کی فضیلت پر دال ہے۔

(7) وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً

یہاں علم کو فضل عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے اور حکمت کو خیراً کثیراً فرمایا گیا ہے اور حکمت علم کا دوسرا نام ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نعمتِ علم کو دوسری جملہ نعمتوں پر مقدم فرمایا ہے یہ سب علم کی فضیلت پر دلائل ہیں۔

(8) تمام کتب الہیہ جیسے توریت زبور انجیل بھی علم کی فضیلت پر ناطق ہیں توریت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ حکمت کی بڑائی سمجھو اور میں نے جس کے قلب میں حکمت رکھدی تو اس کی مغفرت ضرور کروں گا لہذا حکمت سیکھو سکھاؤ عمل کرو اور اس کی اشاعت کرو۔

زبور میں ارشاد فرمایا کہ اے داؤد بنی اسرائیل سے اور انکے عابدوں سے کہو کہ اتقیاء حضرات سے کلام کیا کریں اگر وہ نہ ملیں تو علماء سے بات کریں اور ان کے پاس بیٹھیں اگر وہ نہ ملیں تو پھر عقلاء کے پاس بیٹھیں کیونکہ تقوی، علم ،عقل یہ تین درجات ہیں اور جس میں ایک بھی ہوگا میں اس کو ہلاک نہ کروں گا یہاں تقوی کو علم پر مقدم فرمایا ہے کیونکہ وہ بھی بدون علم کے ممکن نہیں ہے جیسے خشیت خداوندی بغیر علم کے ممکن نہیں۔

علم علماء کا سفارشی ہے ان کا رفیق ہے ان کا دوست ہے ان کا ناصح ہے انکو نجات عطا کرنے والا ہے بفضل اللہ تعالیٰ۔

اللہ پاک قیامت میں علماء سے فرمائیں گے اے گروہ علماء تمہارا اپنے

رب کے بارے میں کیا گمان ہے وہ کہیں گے ہمارا رب ہمیں معاف کرے گا اور وہ ہم پر رحم فرمائے گا اللہ پاک فرمائیں گے میں ایسا کر چکا ہوں **فادخلوا فی صالحی عبادی وادخلو اجنتی برحمتی** ۔یعنی میرے نیک بندوں کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت مقاتل بن سلیمانؓ نے فرمایا کہ میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت عیسیٰؑ کو فرمایا کہ اے عیسیٰؑ علماء کی تعظیم کرو ان کی فضیلت پہچانو کیونکہ میں نے ان کو اپنی تمام مخلوق پر فوقیت وفضیلت دی ہے سوائے انبیاء مرسلین کے جیسا کہ سورج کو جملہ کواکب پر فضیلت حاصل ہے جیسے آخرت کو دنیا پر اور جیسے مجھکو ہر شئی پر فضیلت حاصل ہے۔

(9) **نیز** نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا **الا اخبر کم باجود الاجواد قالوا نعم یارسول اللہ** ﷺ فرمایا اللہ اجود الاجواد ہے اور اولاد آدمؑ میں سب سے اجود و سخی میں ہوں اور میرے بعد وہ آدمی ہے جس کو اللہ پاک نے علم دیا ہے اور وہ علم پھیلا رہا ہے، وہ قیامت کے دن ایک امت بن کر اٹھے گا اور وہ آدمی جس نے راہ خدا میں جہاد کیا ہوگا وہ اجود ہے کہ جان کی سخاوت پیش کر دی

نیز ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جو مومن آدمی دوسرے مومن آدمی کی چھوٹی سی پریشانی دور کرے گا تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کی بڑی

پریشانی دور فرمائیں گے اور جو کسی تنگ دست کے لئے آسانی کریگا تو اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانی پیدا فرمائیں گے اور جو ایسی راہ طے کرے کہ اس سے علم طلب کرنا مقصود ہو تو اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیں گے اور جو لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور کتاب اللہ کی تلاوت اور اس کا مذاکرہ کرتے ہیں اس کے احکام سیکھتے اور سکھاتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت خداوندی ان پر سایہ فگن ہوتی ہے اور فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ پاک ان کا اپنی نورانی مجلس میں تذکرہ کرتے ہیں۔ (رواہ مسلم)

نیز رحمت عالم ﷺ نے فرمایا وہ قیامت کے دن تین آدمی شفارش کریں گے (1) انبیاء علیہم السلام (2) علماء کرام (3) شہید حضرات۔

یہاں درمیانی مقام علماء کا ہے، یہاں حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم علم سیکھو کیونکہ علم سیکھنا خشیت ہے اس کی طلب عبادت ہے اس کا مذاکرہ تسبیح ہے اس میں بحث کرنا جہاد ہے اس کی تعلیم صدقہ ہے اور اس کا بذل یعنی خرچ کرنا قربت ہے اور اس کے ذریعہ حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے اور جنت کے راستوں کی شناخت ہوتی ہے اور وحشت میں رفیق ہے خلوت میں انیس ہے اعداء و دشمنوں پر سلاح اور ہتھیار ہے اور علم اختلاف کے وقت فیصل و حاکم ہے۔

علم وہ شئی ہے جس سے کتنے لوگ بلندی پر فائز ہو گئے اور علم نے ان کو

قائد بنا کر پیش کر دیا ہے جن سے ہدایت پاتے ہیں یہ خیر و بھلائی میں لوگوں کے امام بن جاتے ہیں جن کے آثار کی لوگ پیروی کرتے ہیں اور ان کے افعال وکردار سے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں اور انکی آراء سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں حضرات ملائکہ ان کے پیدا ہونے میں رغبت کرتے ہیں کہ لوگ خوب علماء بنیں اور اپنے بازوؤں کو بچھاتے ہیں اور نماز میں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں حتی کہ ہر رطب ویابس حیطان بحر اور ہوام وسباع آسمان کے تارے سب دعا کرتے ہیں کیونکہ علم حیات قلوب کا ذریعہ ہے ظلمت میں نور ہے اور ابدان کی غذا ہے جس کے ذریعہ بلند مقامات طے کئے جاتے ہیں۔ تفسیر رازی رص ۱۹۰رج ار

نیز حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ آقا ءنامدار تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین اشیاء منقطع نہیں ہوتی۔

(1) صدقہ جاریہ (۲) علم نافع جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے (2) ولد صالح جو آدمی کے لئے خیر کی دعائیں کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنی ضروریات کے بارے میں سوال کرو تو لوگوں سے کرو عرض کیا گیا وہ کون سے لوگ ہیں فرمایا کہ اہل علم ہیں دین دار حضرات ہیں۔

ان جملہ فضائل کو پڑھ کر یا سن کر بھی کوئی شخص طلب علم کے لئے وقت فارغ نہ کرے تو وہ کس قدر غافل ہے حالانکہ طلب علم فرض ہے چاہے کتابوں

سے ہو یا علماء سے سیکھنا ہی برکت وخیر کا باعث ہے اصل علم وہی ہے جو باقاعدہ سیکھا گیا ہو انما العلم بالتعلم حضرت موسیٰؑ نے بھی طلب علم کے لئے سفر فرمایا اور خضرؑ کی خدمت میں پہنچے جس کا تذکرہ بالتفصیل قرآن پاک میں آیا ہے۔

فوائد مختلفہ متعلقہ بالعلم:۔

جاننا چاہئے کہ علم دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے (1) تعلیم انسانی (2) تعلیم ربانی، تعلیم انسانی کے طریقے معلوم ومشہور ہیں مثلاً کتاب سے، استاذ سے، اور تعلیم ربانی دو قسم پر ہے القاء وحی، الہام وحی کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم نبوی کہلاتا ہے اور جو الہام کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ علم لدنی کہلاتا ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا ہے:

عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً علم لدنی نبی اور ولی دونوں کو ہوتا ہے جب کہ وحی نبی کے ساتھ خاص ہے، حکمت حقیقت میں علم لدنی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ علم لدنی بھی مواہب ربانیہ میں سے ہے اور حکمت بھی مواہب ربانیہ میں سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَآءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيْراً، جو حضرات علم لدنی کو پہنچ جاتے ہیں پھر وہ علم ظاہری کی تحصیل سے

مستغنی ہو جاتے ہیں پھر ان کو علم ظاہری کی تحصیل میں بہت زیادہ محنت ،تعب، مشقت وتکلیف برداشت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے وہ تھوڑا سیکھتے ہیں اور بہت زیادہ سکھاتے ہیں تعب کم برداشت کرتے ہیں آرام زیادہ کرتے ہیں۔

كذا في التعليق صفحه ۱۲۹/جلد اول/

نیز علامہ شاطبیؒ نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے لئے دو شرطیں ہیں

اقبال الي الآخرة اعراض عن الدنيا یعنی آخرت کا شوق اور توجہ اور دنیاء سے اعراض اور بے توجہی

فائدہ: علم ہونا چاہئے مگر علم کا غرور و پندار نہ ہونا چاہئے کہ وہ نقصان دہ اور ممنوع ہے اس ذیل میں اس پر بطور دلیل وعبرت تین واقعات پیش خدمت ہیں۔

(1) بخاری شریف صفحہ 17/میں ہے کہ ایک بار حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے آپ نے ان کے سامنے خطاب فرمایا اور علوم ومعارف کا دریا بہایا جس سے متاثر ہوکر ایک شخص نے حضرت سے معلوم کیا کہ حضرت کیا آپ سے بڑا بھی کوئی عالم اس وقت موجود ہے جس کو آپ جانتے ہوں حضرت نے فرمایا کہ نہیں اللہ پاک نے اسی وقت وحی بھیجی کہ ہمارا ایک بندہ خضر ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے حضرت موسیٰؑ نے اللہ پاک سے ان کا پتہ معلوم کیا تو اللہ پاک نے ان کو ساحل بحر کا پتہ بتایا جہاں وہ رہتے تھے اور مچھلی کو ساتھ رکھنے کے لئے فرمایا کہ جہاں یہ مچھلی گم ہوجائے گی وہی جگہ ان سے ملاقات

کرنے کی ہوگی، چنانچہ آپ نے سفر فرمایا اور یوشع کو اپنے ساتھ رکھا اور ایک مکتل میں مچھلی لے لی اور یوشع بن نون کو ساتھ لیکر مجمع البحرین کے قصد سے چل دیئے جس کا قرآن تذکرہ فرماتا ہے:

بہر حال اللہ پاک نے فقط یہ کہنے پر گرفت فرمائی کہ اس وقت میں سب سے بڑا عالم ہوں حالانکہ یہ بالکل درست ہے کہ نبی اپنے دور میں سب سے بڑا عالم ہوتا ہے مگر یہ قول تواضع اور عبدیت کے خلاف تھا اس لئے علیم وعلاّم کو پسند نہ آیا اور خضرؑ کی خدمت میں جانے کا حکم ہوا پھر کسی اور کے لئے کیا موقع ہے کہ وہ علم کا دعوی کرے اور اس پر ناز وغرور کرے۔

قصہ نمبر (2)

حضرت امام مقاتلؒ جو تفسیر کے زبردست عالم ہیں یہاں تک کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تفسیر جاننے میں لوگ مقاتل کے محتاج ہیں ان کے بچے ہیں، ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے جو چاہو سوال کرلو عرش کے علاوہ کے بارے میں سب باتوں کا جواب دے سکتا ہوں ایک شخص اٹھا اس نے معلوم کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے ان کے سر کا حلق کس نے کیا تھا؟ حضرت مقاتل حیران رہ گئے اور فرمایا کہ میرے دل میں اپنے علم سے جو عجب کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی اللہ پاک نے تمہارے ذریعہ اس کی اصلاح وعلاج فرمادیا پھر استغفار فرمایا۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مقاتل نے پھر اسی طرح کا دعوی کیا ایک شخص اٹھا اور اس نے معلوم کیا کہ حضرت نملہ (چیونٹی) کا معدہ کہاں ہوتا ہے اس کے شروع حصہ میں یا اخیر میں حضرت اس سوال سے حیران ہوگئے اور جواب نہ دے سکے حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے جان لیا کہ حضرت کو دعوی علم کی سزا ملی ہ۔ کذا فی وفیات الاعیان لابن خلکان رحمہ اللہ المنان صفحہ ۲۵۵ جلد ۴

قصہ نمبر (3)

روح الایمان فی مناقب النعمان صفحہ 47 میں ہے کہ ایک بار حضرت قتادہؒ جو تفسیر کے امام مانے جاتے ہیں کوفہ تشریف لائے

بہت سے لوگ حضرت کی خدمت میں زیارت وملاقات کے لئے پہنچے حضرت نے حاضرین سے فرمایا تم لوگ مجھ سے جو چاہو معلوم کرو اس وقت امام ابوحنیفہ صغیر السن تھے وہاں موجود تھے آپ نے معلوم کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی مذکر تھی یا مؤنث یہ سن کر وہ حیران ہوگئے جب حضرت کو تامل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مؤنث تھی اس لئے اللہ پاک نے فرمایا وقالت نملۃ اگر مذکر ہوتی تو فرماتے وقال نملۃ اس لئے کہ نملہ کا اطلاق عربی میں مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مدارس کی فضیلت:۔

مذکورہ آیات وروایات وآثار سے علم وعلماء کے فضائل کے ساتھ ساتھ مدارس کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے صراحۃً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَايَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔

سورہ بقرہ پارہ ۳/رکوع ۵/آیت ۲۷۳

ترجمہ: صدقات وغیرہ خرچ کرو غریب فقیر لوگوں پر جو ہر وقت اللہ پاک کے راستہ میں محصور ہیں (مشغول ومصروف ہیں) علاقوں میں تجارت کے لئے گھومنے کی طاقت نہیں رکھتے (اپنی علمی وجہادی مصروفیات کی وجہ سے) جاہل لوگ ان کو مالدار سمجھتے ہیں، سوال نہ کرنے کی وجہ سے لوگ ان کو پہچان لیتے ہیں ان کی مخصوص علامتوں سے وہ لوگوں سے زبردستی نہیں مانگتے اور جو کچھ خرچ کروگے اللہ پاک سب جانتے ہیں۔

تشریح:

حضرت امام بغویؒ وغیرہ حضرات مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کا مصداق اصحاب صفہ ہیں یعنی حضرت نبی پاک ﷺ کے مدرسہ کے طلبہ جن کی تعداد بسا اوقات 400 سے بھی زیادہ ہوجاتی تھی ان کے پاس مدینہ پاک میں نہ اپنی

رہائش گاہ کا انتظام تھا اور نہ کھانے پینے کا کوئی نظم ونسق تھا حصولِ علم کی خاطر ہر وقت آقاء نامدار رسول پاک ﷺ کے دربار گوہر بار میں مقیم رہتے تھے نہ تجارت کرتے تھے اور نہ سوال کرتے تھے جو مل جاتا کھالیتے ورنہ صبر وقناعت سے کام لیتے تھے جیسا کہ راویٔ اسلام حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے واقعات میں تفصیلاً ذکر کیا ہے کہ بیہوش تک ہوجاتے تھے۔ (دیکھئے ترمذی وغیرہ)

یہاں طلبہ عزیز کے لئے بھی غور وفکر کا مقام ہے کہ ان کو اپنا مقصد طلب علم بنانا چاہئے اور اس سے صرف رضاء الٰہی ہونا چاہئے اور مل جانے پر شکر اور نہ ملنے پر صبر وقناعت کرنا چاہئے کہ حصول علم ان پر فرض ہے دوسرے معاون ہیں اور یہ کہ ان کو سوال کرنے سے بچنا ضروری ہے جس سے ذلت آتی ہے ہمارے بزگوں نے فقر وفاقہ برداشت کیا مگر دور طالب علمی میں مانگنے کو گناہ سمجھا صبر وقناعت کی برکت سے اللہ پاک نے فتوحات کے دروازے کھولدیئے اور سب کچھ عطاء فرمایا۔

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ کے تحت امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ ان کی علامت خشوع وخضوع ہے حضرت امام ضحاکؒ نے فرمایا کہ ان کے رنگ محنت ومجاہدہ کی وجہ سے زرد پڑجاتے ہیں، بہر حال ان کی اپنی ایک شناخت وپہچان ہے جس سے لوگ پہچان لیتے ہیں اور آج کل طلبہ نے اپنی پہچان لمبے بال، خرافات، کرکٹ، کھیل، وغیرہ بنا رکھی ہے اللہ پاک عقلِ سلیم اور فہمِ صحیح عطا فرمائے!!!

اہل مدارس کو یاد رکھنا چاہئے کہ بذات خود مدارس مقصود نہیں بلکہ مدارس سے مقصود رضاء الٰہی ہے جیسا کہ امامِ ربانی حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہے لہذا مصلحتًا ایسے کام کرنا جو رضاءِ الٰہی کے خلاف ہوں جائز نہیں ہیں اور جن لوگوں نے مدرسہ سے مقصود ہی دنیا کو بنالیا ہو وہ علم وعلماء کو بدنام کرنے والے ہیں اور کرر ہے ہیں ایسے لوگ حلال وحرام جائز، ناجائز، سچ اور جھوٹ کا فرق نہ کرتے ہوئے بے خوف ہوکر دین کو استعمال کرر ہے ہیں اللہ پاک ہدایت وسمجھ عطافرمائے !!!ان کو چاہئے کہ صحیح کام کریں ورنہ جائز طور پر تجارت کریں کہ تجارت کے بڑے فضائل ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۔

ترجمہ: وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوۃ دینے سے ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ شیخ الہند۔

سچے تاجروں کو انبیاء وصدیقین کے ساتھ جگہ ملے گی، اور اس طرح دین کو استعمال کرنے پر بڑی سخت وعیدات وارد ہوئی ہیں دنیادار عالم کے لئے کتنی سخت وعیدات ہیں ان پر غور کرنا چاہئے اور اپنی آخرت کو خراب کرنے سے بچنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

علماء سوء:

علماء سوء کے لئے اس سے بڑھکر کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ پاک نے ان کی مثال اس گدھے کے ساتھ دی ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۰

سورہ جمعہ پارہ ۲۸ رکوع ۱ آیت ۵

یعنی وہ لوگ جن کو تورات دی گئی تھی پھر اس کا حق ادا نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے جیسی ہے جس نے کتابوں کو اٹھا رکھا ہو سو بری مثال ہے ان کی جو جھٹلاتے ہیں اللہ پاک کی آیات کو اور اللہ پاک ھدایت نہیں دیتے ظالموں کو

یہ آیت اگرچہ علماء یہود کے بارے میں ہے مگر جس میں یہ صفت ہوگی عمل نہ کرنا اور عقیدۃً یا عملاً تکذیب آیات کرنا وہ اس کا مصداق ہو جائے گا یہ بہت ڈرنے کا مقام ہے۔

نیز ایک دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۰

سورہ اعراف پارہ ۹ رکوع ۱۲ آیت ۱۷۵

کیا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کو ھم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا وہ پھر اس سے نکل گیا اور شیطان نے اس کا پیچھا کر لیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

یہ آیت ایک یہودی عالم و بزرگ بلعم باعوراء وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بنی اسرائیل کا ایک عالم و عابد تھا بعد میں خرابی آگئی تھی اور حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں اترا اور گمراہ ہوا، مگر اس میں ان سب کے لئے بڑی زبردست عبرت و نصیحت ہے جو علم کے باوجود عمل نہ کریں اور دوسری گمراہیوں میں جا پڑیں صرف مال و دولت یا عزت و شہرت کو مقصود بنا لیں اور علم کو وسیلۂ آخرت بنانے کے بجائے وسیلۂ معاش و دنیا بنائیں۔

ہمارے اکابر و اسلاف نے علم کو وسیلۂ معاش کے طور پر نہیں اپنایا تھا اس کے لئے وہ مستقل تجارت و کاروبار کیا کرتے تھے اور تعلیم و تعلم کو صرف آخرت کے لئے کرتے تھے اللہ پاک ہمیں ان کی اتباع کی توفیق بخشے۔!!!

عالم فاسق دنیا کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے زیادہ اپنی امت پر خوف عالم فاسق کا ہے یعنی جو صرف زبان سے حقائق و دقائق علوم و معارف بیان کرے گا اور اندر سے خالی ہوگا اللہ کے خوف سے آخرت کے شوق سے خشوع و خضوع سے توکل علی اللہ سے انابت و توجہ الی اللہ سے خلوص و للّٰہیت سے اللہ پاک کے سامنے رونے دھونے سے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ پاک ہمیں علماء آخرت میں بنائے اور ان فضائل و کمالات کا مصداق بنائے اور علماء سوء بننے سے ہماری حفاظت فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

جامعہ اشرف العلوم رشیدی پر ایک نظر

قیام جامعہ ــــــــــــــــــــــ 1944ء مطابق 1364ھ۔

بانی وموسس :- فنا فی اللہ عاشق رسول اللہ حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ۔
آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ بمقام محلہ کوٹلہ گنگوہ 1348ھ مطابق 1928ء میں ہوئی۔ آپ کی وفات چہار شنبہ بوقت ۸ بجے دن، 24 ربیع الاول / 1425ھ میں ہوئی، آپ نے تمام عمر دین کی خدمت کی اور قرآن وسنت کے سلسلہ میں خدمات جلیلہ انجام دیں اللہ تبارک وتعالیٰ بے حد قبول فرمائے اور اللہ پاک آپکو درجات عالیہ سے نوازے، ابزرگوں سے آپکو خلافت واجازت کا بھی شرف حاصل ہوا، نیز آخری وقت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں حاصل ہوئی اور بعد الوفات بشارات ومناسبہ ظاہر ہوئے جنکی ایک بہت طویل فہرست ہے۔

جامعہ کے شعبہ جات :

(1) شعبہ افتاء (2) شعبہ دورۂ حدیث پاک (3) شعبہ تمرین (4) شعبہ فارسی (5) شعبہ تجوید وقرآت (6) شعبہ حفظ قرآن پاک (7) شعبہ ناظرہ قرآن کریم (8) شعبہ دینیات (9) شعبہ اردو (10) شعبہ پرائمری درجات (11) شعبہ جونیئر درجات (12) شعبہ تبلیغ وارشاد (13) شعبہ اصلاح معاشرہ وتزکیہ نفوس اور مجلس ذکر اللہ (14) شعبہ کمپیوٹر (15) خطابت (16) شعبہ کتابت۔

نقشہ تعداد فارغین از 1364ھ تا 1428ھ مطابق 1944ء تا 2007ء جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

فارغین افتاء	1411ھ تا 1428ھ	1991ء تا 2007ء	160
فارغین دورۂ حدیث	1405ھ تا 1428ھ	1985ء تا 2007ء	1924
فارغین تجوید وقرآت	1385ھ تا 1428ھ	1965ء تا 2007ء	1853
فارغین حفاظ	1369ھ تا 1428ھ	1949ء تا 2007ء	1065
فارغین ناظرہ کلام پاک	1369ھ تا 1428ھ	1949ء تا 2007ء	2898
فارغین پرائمری درجہ 5	1385ھ تا 1428ھ	1965ء تا 2007ء	1398
فارغین جونیئر درجہ 8	1424ھ تا 1428ھ	2003ء تا 2007ء	72

کل تعداد مدرسین وملازمین	70
کل تعداد طلبہ مقامی وبیرونی	1670
کل آمد 1428ھ	533074 8=50
کل صرفہ 1428ھ	5692036=46

فضیلتِ تقویٰ

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر
مکتبہ شریفیہ گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی

نام کتاب :۔ فضیلت تقویٰ

نام مؤلف : حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ۔

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔

اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔

و پیر طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ

و جامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ

کتابت :۔ محمد دلشاد (رشیدی) کھیڑوی

طبع اول :۔ ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء جون

طبع ثانی :۔ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

تعداد طباعت : 1100

قیمت : 35

ناشر :

مکتبہ شریفیہ گنگوہ

فہرست مضامین

انتساب

ناچیز مؤلف اپنی اس تالیف کو امام العارفین محمد احمد صاحبؒ اور جامع اسرار وحکم ماہر شریعت وطریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہ العالی نیز اپنے والد بزرگوار ذوالعزم والہمت صاحب الاخلاص والاستقلال حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ بانی ومؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کی طرف منسوب کرتا ہے، جن کی دعاؤں اور فیض کا یہ کرشمہ ہے کہ اس ناکارہ طالب علم کو اس کی توفیق حاصل ہوئی ہے، اللہ پاک ان حضرات کے فیوض وبرکات سے پوری امت کو مستفیض فرمائے آمین۔

مجھے اور عزیزم محمد حذیفہ سلمہ کو صالحین میں شامل فرمائے آمین۔

ابوحذیفہ

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد!

بزرگانِ محترم! برادرانِ اسلام! تقویٰ وپرہیزگاری کا اسلام میں عظیم الشان مقام ہے جبکہ دین کا مدار تقویٰ واحتیاط پر ہی ہے، یہیں سے انسانی کمالات پیدا ہوتے ہیں، اخلاقی شرافتیں، روحانی اقدار، فطری محاسن، ترقی وبلندی کی معراجیں، حزم واحتیاط کے ساتھ مربوط ہیں، علمی خوبیاں ہوں یا عملی، تقویٰ خوفِ خداوندی کے بغیر ناتمام وناقص ہیں، بلکہ مقصودِ علم وعمل غایت شرائع وحکم تقویٰ ہی ہے اور اسی پر رضاءِ الٰہی موقوف ہے، انسانی سعادتوں کا نقطۂ آغاز بھی یہی ہے اور نقطۂ انتہا بھی یہی ہے، سعادت ازلیہ، ابدیہ، دنیویہ، اخرویہ کا لب لباب وماحصل دنیا وعقبیٰ کی تمام انواعِ خیر، اقسامِ برکات کو اگر کسی ایک جلی عنوان سے تعبیر کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی مبارک کلمہ ہے، جس کی ابتداء توحید ہے، لہٰذا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی کلمۂ تقویٰ قرار پایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری عز اسمہ میں اسی طرف اشارہ وتلمیح ہے والزمھم کلمة التقویٰ وکانوا احق بھا ○ قرآن کریم میں اللہ پاک عزّ شانہ نے اس

مضمون کو اس قدر زیادہ بیان فرمایا کہ اگر تمام آیات کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، قرآن مقدس میں دیکھو کہ باری تعالیٰ عزّ اسمہ کس قدر کثرت سے تقویٰ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس پر ثواب وفضیلت کو معلّق کرتے ہیں اور اخروی و دنیوی کرامت ظاہری و باطنی شرافت کا اس پر وعدہ کرتے ہیں، مگر ہم نے ان تمام وعدوں اور فضیلت کے اسباب کو نذرِ غفلت کر دیا ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اولاً خود اپنے آپ کو شرم وعار دلاؤں، آیات واحادیث، واقعاتِ سلف سے غفلت کے گہرے خواب میں مستغرق نفس کو بیدار کروں اور اس کو متقیوں اللہ والوں کے کلمات سے تقویٰ کے میدان میں لا کھڑا کروں، ثانیاً اپنے احباب و متعلقین کو بھی اس مہتم بالشان امر سے واقف کروں کہ اصل چیز یہی ہے جس کے حصول کی انسان (اشرف المخلوقات) کو کوشش کرنی چاہئے اور سبقت کر کے اس کو اٹھا لینا چاہئے، تاکہ حیات ابدیہ میں شرمندگی وعار نہ ہو، جب کہ وہاں ہزاروں انسان اس سعادت کے ساتھ حاضر ہوں گے اور تیرے پاس کچھ بھی نہ ہوگا، تو ان کے سامنے ذلیل ورسوا ہو کر رہ جائے گا اور اس وقت کفِ افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا، جیسا کہ حضرت سفیان ثوریؒ جو اپنے دور میں صالحین متقین کے امام تھے، اکثر اس مضمون کو ان اشعار کے ذریعہ ادا فرماتے تھے:

اذا انت لم ترحل بزادٍ من التقي　　ولاقيت بعدالموت من قد تزودا

ندمت علی ان لاتکون کمثله وانك لم ترصد کما کان ارصدا

یعنی جبکہ تو زادِ سفر کے بغیر رحلت کر کے میدان محشر میں حاضر ہوگا اور وہاں ایسے لوگوں سے تیری ملاقات ہوگی جن کے پاس زادِ سفر ''تقویٰ'' موجود ہوگا تو اس وقت بجز شرمندگی وحسرت کے تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا اور اس وقت احساس ہوگا کہ تو بھی ان جیسا ہوتا اور ان جیسی تیاری تیرے پاس بھی ہوتی مگر وہاں اس وقت ندامت وحسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا، اس لئے ابھی تیاری واستعداد کا اچھا موقع ہے اور یہی عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ آدمی پہلے سے مستعد اور تیار ہو جائے۔

تقویٰ کا مفہوم ومعانی

اس مختصر تمہید کے بعد تقویٰ کے معنی اور اس سلسلہ میں وارد ہونے والی نصوص کا تذکرہ کیا جاتا ہے، تقویٰ کے معنی بچنے کے ہیں، مراد اللہ پاک کی نافرمانی والے جملہ اسباب وافعال سے بچنا ہے، جس کے ضمن میں اوامر کی تعمیل اور نواہی ومنکرات سے اجتناب خود بخود شامل ہے، تقویٰ ''وقایۃ'' سے ہے، جس کا مطلب ہے خوب حفاظت کرنا، مرضیات ربانیہ کی امتثال میں سعی مسلسل کرنا، اصل میں تقویٰ کا لفظ قرآن پاک میں متعدد معانی ومضامین کیلئے استعمال ہوا ہے۔

تقویٰ بمعنی خشیت

کبھی خشیت کے مفہوم کو تعبیر کرنے کیلیے جیسا کہ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت ھدی للمتقین میں ہے، حضرات مفسرین ترجمہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم ہدایت دیتا ہے اللہ پاک سے ڈرنے والوں کو۔

صفاتِ متقین

مکمل ارشاد باری تعالیٰ اس طرح ہے الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پارہ ۱/) ''الٓمٓ'' اس کی مراد اللہ پاک ہی جانتے ہیں اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے (یعنی قطعی اور یقینی امر ہے کہ یہ من جانب اللہ ہے) یہ کتاب راہ بتاتی ہے اللہ پاک سے ڈرنے والوں کو اور وہ ایسے لوگ ہیں جو بغیر دیکھی چیزوں کو مانتے ہیں (جنت وجہنم وغیرہ) نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ سے قبل اتاری گئی ہیں اور آخرت پر

یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ حقیقت میں اپنے رب کی ہدایت پر چلنے والے ہیں اور یہی اصل میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

فائدہ: ان آیات مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے کتاب اللہ العظیم کی مدح وتعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے اس کے بعد متقی لوگوں کی صفات، ایمان بالغیب، اقامۃ صلاۃ، انفاق مال فی سبیل اللہ، ایمان بالقرآن، ایمان بالکتب السابقہ، ایمان بالآخرۃ اور یقین کامل کا تذکرہ فرمایا ہے اور ان اوصاف وکمالات سے متصف ہونے والے اچھے حضرات کے بارے میں فیصلہ سنایا ہے یہی لوگ ہدایت کاملہ پر ہیں اور فلاح انہی کا حصہ ہے، ان آیات میں غور وفکر کریں اور مذکورہ صفات کو اپنے اندر خوب جذب کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ ہدایت اور اس پر مرتب ہونے والے نتیجۂ اخروی فلاح ونجات، رضاء الٰہی عزاسمہ حاصل ہو جائے یہی زندگی کا مقصد ہے۔

دوسری آیت جہاں تقویٰ بمعنیٰ خشیت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (سورۂ نساء پارہ ۴ رکوع ۱)۔

اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے تم کو پیدا کیا ہے ایک جان سے اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد

اور عورتیں پیدا کر کے پھیلائے اور اللہ پاک سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور ڈرتے رہو رشتہ داریاں توڑنے سے بیشک اللہ پاک تم پر نگہبان ہے۔

سببِ تخلیقِ انسان

مطلب یہ ہے کہ پہلے رب العزت والجلال نے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر ان سے ہماری ماں حواء علیہا السلام کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا اور پھر ان دونوں سے مرد وعورت لاکھوں کی تعداد میں پیدا کر کے عالم میں پھیلا دئے، لہذا جب تم سب کو عدم سے وجود میں لانے والا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھنے والا وہی خالق تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہے تو ان سے ڈرنا اور فرمانبرداری کرنا لازم وضروری ہے، یہاں اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ اصل خالق اللہ پاک ہے، جس نے عالم اسباب میں انسانوں کے سلسلۂ آغاز کا واسطہ وذریعہ آدم علیہ السلام کو بنایا۔

حاصل یہ ہے کہ تمام انسانوں کا خالق ومالک رب رحمٰن ورحیم ہے لہذا ان کی عبادت واطاعت فرض ہے اور جب تم سب آدمؑ کی اولاد ہو تو ایک دوسرے کے بھائی اور رشتہ دار ہو تو تم کو آپس میں مودت ومحبت، خیر وبھلائی کے ساتھ رہنا چاہئے، یعنی خالق تعالیٰ شانہ کے حقوق بھی مکمل طور پر ادا کرو اور مخلوق کے حقوق بھی حسب مراتب ودرجات ادا کرو۔

تیسری آیت جہاں تقویٰ بمعنی خشیت ہے

سورۂ حج کی آیت یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (پارہ ۱۷ سورۂ حج)۔

اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی خطرناک چیز ہے جس دن تم اس کو دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جس کو دودھ پلا رہی ہوگی (بچے کو) اور حاملہ کا حمل گر جائے گا اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں سمجھو گے حالانکہ وہ حقیقتاً نشے میں نہ ہوں گے لیکن اللہ پاک کا عذاب سخت ہوگا جس سے ایسی کیفیت طاری ہوگی کہ ہوش و حواس ختم ہو جائیں گے، انتہائی گھبراہٹ، کرب، بے چینی و پریشانی طاری ہوگی، لہٰذا ایسے وقت کے آنے سے قبل تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو وہاں اس کے علاوہ اور کچھ کام نہ دے گا۔

چوتھی آیت جہاں تقویٰ بمعنی خوف ہے

دعوت تقویٰ بزبان نوح علیہ السلام سورۂ شعراء رکوع نمبر ۹ رمیں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ جب فرمایا ان سے ان کے بھائی نوح علیہ السلام نے کیا تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے میں تمہارے واسطے امانت دار رسول ہوں اور میں تم سے اس کی اجرت بھی نہیں مانگتا ہوں میرا اجر وثواب تو فقط اللہ پاک کے ذمہ ہے سو تم اللہ پاک سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

فائدہ: آیت مبارک میں نوح علیہ السلام کو بھائی سے تعبیر فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ ان کی قوم میں سے تھے تو ان کے رشتہ دار بھی ہوتے تھے، کاش کہ اسی اخوت وقرابت کا خیال کر لیتے اور مان جاتے اور ان کی تکذیب سے اور غیر اللہ کی عبادت سے بچتے اور زندگی کا رخ درست کر لیتے لیکن مزاجوں میں اس قدر فساد تھا کہ اس طرح سمجھانے کے باوجود جواب ملتا ہے "قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ" کہنے لگے کہ اے نوح! اگر تم اس سے باز نہیں آؤ گے تو تم کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا اور تم مرجوم لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

متقین ومنکرین کا انجام

اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے دکھے دل سے باری تعالیٰ سے فریاد کی "قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

بَعْدُ الْبَاقِیْنَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَّمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ‘‘ عرض کیا کہ اے میرے معبود میری قوم نے انتہائی تکذیب کی اور ساتھ ہی رجم کرنے کی دھمکی بھی دی سو فیصلہ کردیجئے میرے اور ان کے درمیان اچھا فیصلہ اور مجھ کو اور میرے ساتھ میں ایمان والوں کو نجات عطاء فرمایئے، چنانچہ ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو لدی ہوئی کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کرڈالا، اس میں عبرت کی نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان والے نہیں تھے، بیشک آپ کا پروردگار عزت وغلبہ والا اور مہربان ہے۔

دعوتِ تقویٰ بزبان ہود علیہ السلام

ایسے ہی حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ کی نصیحت کی مگر ان کو بھی ان کی قوم نے جھٹلایا جس کی وجہ سے ان کا انجام بھی خراب ہوا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کَذَّبَتْ عَادُنِ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْقَالَ لَھُمْ اَخُوْھُمْ ھُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ (سورۂ شعراء پارہ ۱۹) قوم عاد نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا جب کہ کہا ان سے ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے کیا تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ اور میں تمہارے پاس معتبر پیغام لانے والا ہوں لہٰذا اللہ پاک سے ڈرو اور میرا کہا مانو ’’فَکَذَّبُوْہُ فَاَھْلَکْنٰھُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَّمَا کَانَ اَکْثَرُھُمْ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ‘‘ پھر انہوں

نے ان کو جھٹلایا اس لئے ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بیشک اس میں عبرت کی نشانی ہے اور ان میں اکثر بے ایمان تھے اور بیشک آپ کا رب زبردست رحم والا ہے۔

دعوتِ تقویٰ بزبان لوط علیہ السلام

ایسے ہی حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ کی نصیحت وتاکید کی مگر انہوں نے بھی اسی طرح کا معاملہ کیا ان کا انجام بھی خراب ہوا ارشاد باری تعالیٰ ہے "كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّي لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ " (سورۂ شعراء پارہ نمبر ۱۹) جھٹلایا قوم لوط نے رسولوں کو جب کہ فرمایا ان کے بھائی لوط نے کہ تم خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ بلاشبہ میں تمہارے واسطے اللہ کا پیغمبر ہوں (یعنی امین) لہٰذا تم اللہ پاک سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، مگر ان محروم القسمت لوگوں نے اطاعت کے بجائے جواب میں کہا " قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ " کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم اس وعظ ونصیحت سے باز نہ آئے تو تم کو نکال دیا جائے گا، اس وقت حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں اے میرے اللہ مجھے اور میرے گھر والوں کو نجات عطا فرما، ارشاد باری ہے "قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ''(سورہ شعراء پارہ۱۹) کہ میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں اور اے میرے معبود مجھے اور میرے گھر والوں کو نجات عطا فرما، چنانچہ ہم نے ان کو اور ان کے اہل خانہ کو نجات دے دی، مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں یہ ان کی بیوی تھی جو بدمعاشوں سے مل رہی تھی، عذاب میں یہ بھی ہلاک ہوگئی، پھر اُکھاڑ دیا ہم نے دوسروں کو اور برسایا ان پر ایک برساؤ تو کیا بُرا برساؤ تھا ان ڈرائے جانے والوں کا (یعنی قوم لوط کا) اس سلسلہ میں بڑی عبرت کا سامان ہے اور ان میں کے اکثر بے ایمان تھے اور بیشک تیرا رب زبردست ہے اور رحم والا ہے۔

دعوتِ تقویٰ بزبان شعیب علیہ السلام

ایسے ہی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ پاک سے ڈرنے کی نصیحت کی مگر ان کی قوم نے بھی تکذیب وانکار کا معاملہ کیا ان کا انجام بھی خراب ہوا، ارشاد باری عز اسمہ ہے'' کَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ '' جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے رسولوں کو جب کہ فرمایا حضرت شعیبؑ نے اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میں تمہارے واسطے معتبر وامانت دار رسول ہوں لہذا تم اللہ پاک سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، حقوق العباد میں انصاف سے کام لو، ناپ تول میں درستگی رکھو مگر ان لوگوں نے بھی اطاعت کے بجائے نہایت

سخت جواب دیا ''فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ''انہوں نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا پس عذاب الٰہی نے ان کو گرفتار کر ڈالا اور وہ عذاب سائبان کی طرح تھا، ابر آیا اور اس سے آگ برسی، نیچے زمین میں زلزلہ آیا اور سخت ہولناک آواز آئی، اس طرح یہ سب قوم ہلاک وتباہ ہوگئی، اس میں عبرت ہے الخ، اسی طرح پارہ ۲۰ / سورۂ عنکبوت رکوع ۱۴ / اور آیت ۱۶ / میں مذکور ہے۔

دعوت تقویٰ بزبان ابراہیم علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے لوگوں سے فرمایا اللہ پاک کی عبادت کرو اور ان سے ڈرو، ارشاد ربانی ہے ''وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ''اور ابراہیم علیہ السلام جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اور ان سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

فائدہ: ان سب آیات میں تقویٰ بمعنی خوف خدا واقع ہوا ہے، ان بزرگوں نے اپنی اپنی قوم کو شرک اور اعمال سیئہ سے بچنے کی ہدایت کی اور خدا کے خوف کو یاد دلایا ہے، ان تمام واقعات سے مقصود ربانی ان کے بعد والے تمام انسانوں کو عبرت دلانا ہے۔

تقویٰ، اتحاد، اعتصام بحبل اللہ کی تاکید:

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا وَّکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ آیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ'' (پارہ ۴ر سورہ آل عمران رکوع ۲ر آیت ۱۰۲)۔

اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرو جیسا کہ ان سے ڈرنے کا حق ہے اور جینے کی طرح تمہارا مرنا بھی اسلام کی حالت میں ہونا چاہئے اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ پاک کی عظیم نعمت کو یاد کرو تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اس نے تمہارے قلوب میں محبت پیدا کردی اور تم اس کی برکت سے بھائی بھائی ہوگئے ہو اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو نجات دیکر بچایا ہے، اللہ پاک نے تمہارے سامنے تمام ہدایت کی چیزیں واضح طور پر بیان فرمادیں ہیں تاکہ تم ہدایت حاصل کرلو۔

فائدہ: انصار مدینہ کے دو خاندانوں (اوس وخزرج) میں اسلام سے قبل سخت عداوت چل رہی تھی مگر پیغمبر خدا ﷺ کی برکت سے اللہ پاک نے نفرت وعداوت کو مودّت ومحبت میں ایسا تبدیل فرمایا کہ باہم شیر وشکر بن گئے، مگر ایک موقع پر شیطان کے خاص شاگرد شماس بن قیس یہودی ملعون نے

دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت وعداوت سابقہ ابھارنا چاہی اور لڑائی شروع ہونے کے قریب تھی کہ رسول کریم ﷺ مہاجرین کی جماعت کو لے کر وہاں موقعہ پر پہنچ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اللہ سے ڈرو میں تمہارے درمیان موجود ہوں پھر یہ جاہلیت کی خرافات کیسے ہوگئی؟ اللہ پاک نے تمہیں اسلام سے مشرف فرمایا اور جاہلیت کی تاریکیوں سے نکالا، کیا پھر تم انہی کفریات کی طرف لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے؟ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سارے حلقے ایک ایک کرکے ٹوٹ گئے اور اوس وخزرج نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے، اسی سے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں (فوائد عثمانیہ ص ۸۱) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کی اسلام سے دشمنی اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی کی سازشیں ابتداء اسلام سے ہی شروع ہوگئی تھیں جو اب تک برابر جاری ہیں اور رہیں گی، اسی لئے باربار قرآن کریم میں ان سے متنبہ کیا گیا ہے، الغرض ان آیات مبارکہ میں مکمل طور پر تقویٰ کا حکم فرمایا گیا ہے ''حق تقاتہ'' کہہ کر سخت تاکید فرمائی ہے، تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا ''حق تقویٰ'' یہ ہے کہ اطاعت کی جائے اس کے بعد نافرمانی نہ ہو، اللہ پاک کو یاد کیا جائے اس کے بعد بھول نہ جائے، شکر کرے اس کے بعد ناشکری نہ کرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا ''حق تقویٰ'' جب

ادا ہوگا جب کہ زبان کی بھی مکمل طور پر حفاظت کرے گا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ راہ خدا میں مکمل طور پر جہاد کرے اور اللہ کی محبت میں ''لومۃ لائم'' کا خوف نہ کرے اور انصاف جاری کرے، اپنے اوپر بھی اور اپنے متعلقین کے سلسلہ میں بھی اور مداومت علی احکام الاسلام والطاعات رکھے تو انشاء اللہ موت بھی استقامت علی الایمان کے ساتھ ہوگی اور پھر اسی کے ساتھ مبعوث ہوگا ''حبل اللہ'' سے مراد نور مبین قرآن کریم ہے، اس کے بعد اختلاف وانتشار کی ممانعت ہے اور نعم خداوندی یاد کرکے ان کے حقوق کی ادائیگی مراد ہے۔

سود سے پرہیز کا حکم

ارشاد باری ہے ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ'' (پارہ۳ سورۂ بقرہ رکوع ٦)

اے ایمان والو اللہ پاک سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم واقعی ایمان دار ہو، اور اگر نہیں چھوڑ وگے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

فائدہ: ان آیات میں اللہ پاک نے سود سے بچنے کا اس قدر تاکیدی حکم فرمایا ہے جس سے زائد متصور نہیں ہوسکتا ہے کہ سودی کاروبار نہ چھوڑنے پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا کھلا اعلان ہے، اس کی کون تاب

لاسکتا ہے العیاذ باللہ! مسلمان تو اس کے تصور سے لرزنے لگتا ہے بشرطیکہ ایمان حقیقی موجود ہو، لہذا دارالحرب کا کمزور سہارا لے کر سود کو مباح سمجھنے والوں اور کھانے والوں کیلئے ڈرنے اور عبرت کا مقام ہے (پارہ ۴، سورۃ آل عمران رکوع ۵)۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں: ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ'' اے ایمان والو سود مت کھاؤ دو گنا چوگنا کر کے اور ڈرو اللہ پاک سے تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اس آگ سے بچو جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا تاکہ تم پر خدا کی رحمت ہو، ان آیات مبارکہ میں ''اضعافا مضعفۃ'' دور جاہلیت کے سودی معاملہ کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تھوڑا سود لینا مباح اور جائز ہے، اسلام میں سودی کاروبار کی سخت مذمت فرمائی گئی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس بارے میں اس قدر سخت ہے کہ امام الائمہ سراج الامۃ حضرت ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ خوفناک آیت ہے جس میں مسلمانوں کو جو سودی کاروبار کرنے والے ہیں اس آگ سے ڈرایا گیا ہے جو کفار کیلئے تیار کی گئی ہے، اگر وہ سود سے احتیاط نہیں کریں گے تو اس میں داخل کئے جائیں گے، العیاذ باللہ من النار (کذا فی الخازن ص ۳۰۰، ج ۱)۔

مزید صفاتِ متقین

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں "وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ" (سورہ آل عمران رکوع ۴) اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و زمین جیسا ہے اور وہ جنت متقیوں کیلئے تیار کی گئی ہے اور ایسے حضرات جو خرچ کیے جاتے ہیں خوشی میں بھی اور تکلیف میں بھی اور غصہ دبانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ پاک نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کرلیں یا برا کام اپنے حق میں تو فوراً اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے لگتے ہیں اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ سوائے خدا کے دوسرا کون معاف کرسکتا ہے اور اپنے گناہوں پر اصرار بھی نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کی جزاء مغفرت ان کے رب کی طرف سے ہے، اور ایسے باغات ہیں کہ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ

بہترین بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا۔

فائدہ: ان آیات مقدسہ میں سود کی ممانعت اور وعید شدید کے بعد اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کاملہ کی فضیلت، مغفرت عظیمہ، جنت کریمہ کا تذکرہ فرمایا گیا جو متقیوں کا انعام ہے، اس کے ساتھ ساتھ متقین کی چند صفات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) انفاق فی السراء والضراء: یعنی وہ حضرات اپنے جان و مال و متعلقات کو حسب امر باری تعالیٰ خرچ کرتے ہیں چاہے ان پر خوشی وعیش کی حالت ہو اور چاہے غم و پریشانی کی حالت ہو ان کی سخاوت برابر چلتی رہتی ہے، اور یہ سخاوت اور دریا دلی ان کو اللہ پاک سے قریب کر دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے اور لوگوں کے بھی قریب ہوتا ہے، جنت کے بھی قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے، بخیل اللہ پاک سے دور ہوتا ہے اور لوگوں سے بھی دور ہوتا ہے، جنت سے بھی دور ہوتا ہے جہنم کے قریب ہوتا ہے، اور جاہل سخی انسان عابد بخیل سے افضل ہے (رواہ الترمذی کذافی الخازن ص ۳۹۱ رج ۱)۔

دوسری صفت ''کظم غیظ'': یعنی غصہ کا گھونٹ پی جاتے ہیں اور یہ بڑی ہمت کا کام ہے، چنانچہ اس کی فضیلت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص غصہ نافذ کرنے پر قادر ہو اور پھر وہ ضبط سے کام لے اور غصہ پی جائے تو اللہ پاک قیامت میں علی رؤس الشہاد (یعنی سب کے سامنے اس کو بلائیں گے

اور اختیار دیں گے کہ وہ جس حور سے چاہے نکاح کرے، نیز ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ بہادر وہ نہیں ہے جو میدان مقابلہ میں دشمن کو زیر کردے، اصل بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر کنٹرول رکھے (کذا فی الخازن ص ۳۰)۔

تیسری صفت ''عفو'' ہے: چنانچہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے''وَاِنْ تَعْفُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى'' اور تم عفو ودرگذر سے کام لو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے، یعنی جب کوئی ان پر جنایت کرتا ہے ان کے ساتھ گستاخی وبدتمیزی سے پیش آتا ہے تو وہ انتقام لینے کے بجائے معاف کردیتے ہیں جو بڑی ہمت کا کام ہے، انتقام لینا آسان ہے مگر معاف کرنے کیلئے دل چاہئے، عفو کرنا حق تعالیٰ کی بھی صفت خاص ہے، لہذا جو بندہ جس قدر اس صفت سے متصف ہوتا ہے وہ اتنا ہی اللہ پاک کو محبوب ہوتا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ بھی اس صفت کے ساتھ کامل طور پر متصف تھے اور کیوں نہ ہوتے جب آپ ﷺ صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم تھے'' ﷺ الف الف مرة بقدر کل ذرة'' اور مامور بہ من عند اللہ تھے، جیسا کہ ارشاد باری ہے''خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ'' (سورۂ اعراف)۔

معاف کرنے کی عادت اختیار فرمایئے اور نیک کام کا حکم فرمایئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے، چنانچہ اس امر کے مطابق برابر آپ مشرکین سے درگذر کرتے رہتے اسکے بعد ان پر سختی کا حکم آیا (کذا فی تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳)۔

(۲) مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا معلوم نہیں اللہ تعالیٰ سے معلوم کرکے بتلاؤنگا پھر معلوم کرکے واپس آئے اور بتایا کہ اللہ نے فرمایا قطع تعلقات کرنیوالے سے رشتہ جوڑیے، صلہ رحمی کیجئے اور جو آپ پر ظلم کرے اس کو معاف فرمایئے اور جو آپ کے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کیجئے، حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت سے زائد جامع مکارم اخلاق کی قرآن کریم میں دوسری آیت نہیں (کذا فی البغوی ص ۲/۲۷)۔

بہر حال جو شخص اپنے اندر سب صفات جمع کرے گا وہ حد درجہ متقی بھی ہوگا اور اس کا محسنین میں شمار بھی ہوگا، یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ متقی حضرات ممنوعات سے بچنے کا فکر واہتمام کرتے ہیں، اس کے باوجود کبھی اگر بتقاضہ بشریت ان سے کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا سرزد ہوجاتا ہے تو وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور جمے نہیں رہتے بلکہ فوراً شرمندگی وندامت کے سمندر میں غرق ہوجاتے ہیں اور رب العزت والجلال سے مغفرت وعفو طلب کرتے لگتے اور استغفار کثیر کرنے لگتے ہیں، جس کی برکت سے نہ یہ کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں بلکہ قرب خداوندی میں اور ترقی کرجاتے ہیں اور اپنے سابق گناہوں کا احساس وندامت ان کیلئے انابت وخشوع، آہ وبکاء، یاد الٰہی میں اور زائد تقویت پیدا کرتا ہے اور وہ تلافی ماسبق میں لگ جاتے ہیں،

اس سے معلوم ہوا کہ متقی حضرات سے بھی گناہ کا صدور ہوتا ہے اور اس میں شرعاً کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے، عصمت تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے دوسرا کوئی معصوم نہیں ہے مگر عوام کے مقابلے میں متقی حضرات زائد حساس ہوتے ہیں، اس لئے فوراً تلافی کر لیتے ہیں اور گناہ پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ اصرار بلاشبہ تقوے کے خلاف ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صغائر سے اجتناب کرنا کیا اس کے مفہوم میں داخل ہے یعنی صغائر سے بھی بچے تب متقی ہوگا، چنانچہ ایک جماعت کی یہی رائے ہے کہ تقویٰ کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ صغائر سے اجتناب کرے اور ایک جماعت نے فرمایا کہ اس میں داخل نہیں ہے ہاں مگر اعلیٰ درجہ ضرور ہے اور توبہ سب سے ضروری ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے (کذا قال الامام الرازیؒ فی التفسیر الکبیر ص ۲۱ ج ۴)۔

تذکر و بصیرت تقویٰ کا ذریعہ ہے

اسی مضمون کے قریب دوسری آیت کریمہ ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ" (سورۂ اعراف) بیشک وہ حضرات جو اللہ پاک سے ڈرتے ہیں جب کبھی ان کو شیطانی وسوسے گھیر لیتے ہیں تو وہ اللہ پاک کی یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ خدا رسیدہ انسانوں کو بھی شیطان بعض مرتبہ بڑے نامناسب اور غلط امور

پر ابھارتا ہے مگر فوراً وہ لوگ متنبہ ہو جاتے ہیں اور حقیقت حال ان پر منکشف ہو جاتی ہے اور وہ خدائے پاک کی یاد اور توبہ واستغفار میں لگ جاتے ہیں اور اس کی برکت سے شیطانی جال تارتار ہو جاتا ہے، اللہ پاک ان کی حفاظت کر لیتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ جو آخری تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ کبھی آدمی غصہ کرنے لگتا ہے مگر اللہ پاک کی یاد آتے ہی غصہ پی لیتا ہے، امام المفسرین حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ بعض دفعہ آدمی غلط کام کا خیال وارادہ کرتا ہے پھر اللہ کے خوف ویاد سے اس کو چھوڑ دیتا ہے یہ مراد ہے، حضرت مقاتلؒ سے مروی ہے فرمایا متقی آدمی پر جب کبھی شیطانی وسوسہ طاری ہوتا ہے تو وہ اللہ پاک کو یاد کرنے لگتا ہے اور اس بات کا معصیت ہونا جانتا ہے تو گھبرا کر اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہے، بخلاف ان کے جو لوگ شیطان کے تابع ہیں وہ اس کے بھائی ہیں، شیطان ان کو گمراہی میں کھینچتا چلا جاتا ہے اور وہ تابعین شیطان پھر گمراہی سے باز نہیں رہتے (کذا فی البغوی ص ۲۲۵)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ عام متقین کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا ہے: ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے ممتد ولمبی غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے ٹھوکر لگی اور فوراً سنبھل گئے سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں غفلت کا پردہ اٹھ گیا نیکی بدی کا

انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے، ان آیات میں بھی تقویٰ بمعنی خوف خداوندی استعمال ہوا ہے۔

حج میں تقویٰ

چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے" اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ" (سورہ بقرہ رکوع ۸)

حج کے چند متعین مہینے معلوم ومشہور ہیں جس شخص نے ان میں حج کا عمل اختیار کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ بے حیائی، گناہ اور جھگڑے سے نہایت اجتناب کرے، یہ چیزیں حج کو خراب کردینے والی ہیں اور جو تم خیر وبھلائی کا کام کروگے اللہ پاک سب جانتے ہیں اور زادِ راہ ضرور لے لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو اے عقلمندو! معلوم ہوا کہ اصل غرض اس پورے سفر سے انسان کو خیر وبھلائی اور تقویٰ کا عادی وخوگر بنانا ہے جس کی صورتیں مختلف ہیں اور بہترین زاد اور رختِ سفر تقویٰ ہی ہے جو ہر قسم کے سفر میں انسان کا معین وصالح رفیق خیر ہے۔

ذکر تقویٰ مع رمی جمرات

ارشاد باری تعالیٰ ہے" وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ

فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ لِمَنِ اتَّقٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ''(سورۂ بقرہ) اور یاد کرو اللہ پاک کو گنتی کے چند دنوں میں خاص طور پر پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو اس پر بھی گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہو اللہ پاک سے اور اللہ پاک سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

فائدہ: یہاں ''ایام معدودات'' سے مراد ذی الحجہ کی ۱۱/۱۲/۱۳ تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے، ان میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے اور دیگر اوقات میں بھی ان دنوں میں تکبیر اور ذکر الٰہی کی کثرت کرنی چاہئے اور ممنوعات شرعیہ سے اجتناب کرے، اللہ پاک کا خوف وڈر ہر وقت مستحضر رکھے تو پھر منیٰ میں دو دن قیام کرے یا تین دن سب طرح درست ہے، گو افضل تین روز ہیں، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ''(سورۂ بقرہ رکوع ۷)۔

حرمت والا مہینہ قابلِ احترام ہے جبکہ دوسرا بھی اس احترام کا خیال رکھے اور جو تم پر زیادتی کرے تو تم اسی حساب سے اس سے بدلہ لے سکتے ہو، اور اللہ پاک سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ بیشک اللہ پاک پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دار الامن تھا، کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہر حرام (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے، ان میں تمام عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی اور کوئی کسی سے کچھ نہ کہتا، ذیقعدہ ۶ھ میں حضرت نبی کریم ﷺ جماعت صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کے مقصد سے مکہ کی زیارت کیلئے تشریف لائے جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو مشرکین لڑنے کو تیار ہو گئے اور مسلمانوں کو روک دیا آخر اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بغیر زیارت کئے چلے جاؤ اور اگلے برس آنا اور صرف تین دن اطمینان سے مکہ میں رہنا، اس کے مطابق جب آپ ﷺ ۷ھ میں بقصد عمرہ تشریف لائے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اندیشہ ہوا کہ اگر کفار مکہ وعدہ خلافی کریں اور لڑنے کو تیار ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے ادھر تو مہینے حرمت والے ادھر مکہ امن وحرمت کا شہر ہے عمرہ کرنا بھی مشکل ہو جائے گا، اس پر حکم الٰہی آیا کہ تم اپنی طرف سے ابتداء مت کرنا اگر وہ لڑنے بھڑنے کو تیار ہو جائیں اور غداری کریں تو تم ان کا جواب دینا اس میں تم پر گناہ نہیں ہے، کیونکہ تم مجبور ہو گئے، لہذا معذور ہو گئے، بہر حال جان کا تحفظ ضروری ہے، اس وقت چونکہ تم نے تقویٰ اختیار کیا ہے لہذا اللہ کی معیت ونصرت تمہارے ساتھ ہو گئی تم کسی طرح ظلم مت کرنا اور حساب سے زیادہ کسی سے بدلہ مت لینا کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے، بہر حال تقویٰ پر معیت الٰہیہ کا ترتب فرمایا ہے جس سے تقویٰ کی

فضیلت آشکارا ہو جاتی ہے یہی مقصود ہے۔

آخرت کا ڈر پیدا کرو

ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ" (سورۂ بقرہ)۔

اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی شخص کسی کے کام نہ آئے گا کچھ بھی اور نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی اور نہ بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کا ذکر ہے کہ وہ ایسا خطرناک دن ہوگا کہ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، جب کوئی کسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اول تو اس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا تو سعی وسفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں، یہ بھی نہ ہو تو پھر تاوان وفدیہ دے کر چھڑاتے ہیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بالآخر اپنے مددگاروں کو جمع کر کے پھر اس کی نجات کی فکر کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے اسی ترتیب کے موافق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی کیسا ہی مقربِ خداوندی ہو مگر کسی نافرمان عدو اللہ کافر کو منجملہ چاروں طریقوں میں سے کسی بھی طرح نفع نہیں پہنچا سکتا ہے، بنی اسرائیل کہا کرتے تھے کہ ہمیں ہمارے آباء واجداد جو پیغمبر ہیں وہ بخشوالیں گے، خدا وند تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی ہے، اس سے اس سفارش کا انکار لازم نہیں آتا جس کا ثبوت

دوسری نصوص سے ہوتا ہے جس کو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں (فوائد عثمانیہ)

الحاصل ان آیات میں تقویٰ بمعنیٰ خوف خداوندی استعمال ہوا ہے۔

تقویٰ اور حصول تقویٰ کا طریقہ

حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" (سورۂ توبہ)۔

اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرو اور سچے انسانوں کا ساتھ اختیار کرو۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں تقویٰ کا حکم فرمانے کے بعد سچے انسانوں کی مصاحبت و ہمنشینی کا حکم فرمایا گیا ہے، حقیقت میں یہ ایک آیت ہی انسان کی تمام زندگی اور مکمل حیات میں پیش آنے والے امور پر حاوی ہے، کیونکہ تقویٰ کا تعلق ہر کلی وجزئی معاملۂ دنیویہ ودینیہ سے ہے، چاہے اس کا تعلق ذاتی زندگی سے ہو یا اجتماعی معاشرہ سے، اصلاحِ ظاہر و باطن ہو، فرد و مجتمع، عبادات، اخلاق، معاشرتِ داخلیہ خارجیہ غرضیکہ ہر شعبہ میں تقویٰ کی خاص ضرورت ہے، یہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کا واحد ضامن وکفیل ہے، اس کے بغیر کوئی صحیح قدم اٹھایا جانا غیر ممکن ہے اور دوسری چیز جو تقویٰ کے حصول میں ممد و معاون ہے وہ ہے صالح ماحول جس کا جزو دوم "وکونوا مع الصادقین" میں تصریح ہے کہ معیت صالحین وصادقین ہی سے تقویٰ وخشیت، صلاح وصدق حاصل ہوگا اور اس انسان کا شمار بھی انہیں میں ہونے لگے گا، کیونکہ

صحبت کا اثر مسلّم امر ہے، اسی لئے علماء وصلحاء اچھی صحبت پر زور دیتے ہیں اور بری صحبت سے منع کرتے ہیں، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ ہدایۃ الہدایہ رص ۴۰ر میں حضرت علی ﷺ کے حوالے سے یہ اشعار نقل فرماتے ہیں:

ولا تصحب اخاالجهل وایاك وایاه

فكم من جاهل اردی حليما حين واخاه

يقاس المرء بالمرء اذا ماالمرء ماشاء

كحذ والنعل بالنعل اذا ماالنعل حاذاه

وللشئی من الشئی مقايسٌ واشباهٌ

وللقلب علی القلب دليلٌ حين يلقاه

جاہل کی مصاحبت سے دور رہو، نہایت بچو، کیونکہ بہت سے جاہل اچھوں کو بھی خراب کردیتے ہیں جبکہ اس سے دوستی کرتے ہیں، آدمی کا اندازہ اس کے ہم قرین سے لگایا جاتا ہے، جیسے ایک چپل دوسری چپل کے برابر تیار کی جاتی ہے، ایسے ہی دوست دوست کے نقش قدم پر چلنے لگتا ہے اور ایک چیز کو سمجھنے کیلئے دوسری چیز سے اندازے اور قرینے اور مثالیں تلاش کی جاتی ہیں اور ایک دل کا دوسرے دل پر اثر پڑتا ہے جبکہ وہ اس کے ساتھ ملتا ہے، چنانچہ اچھے آدمی سے مل کر اچھی باتوں کا شوق ابھرتا ہے اور برے کی مصاحبت سے برائیوں کی طرف میلان ہوتا ہے۔

(وقیل بمعناه)

اِذَاصَاحَبْتَ فَاصْحَبْ صَاحِباً ذاحیاءٍ واعفافٍ واکرامٍ

قائلاً للشئی لااذاقلت لا   واذاقُلْتَ نَعَمْ قال نَعَمْ

یعنی اچھے دوست کے ساتھ رہو جو حیادار عفت وکرم رکھنے والا ہو اور تمہاری موافقت کرنے والا ہو جب تم ''نا'' کہو تو وہ بھی ''نا'' کہے اور جب تم ''ہاں'' کہو تو وہ بھی ''ہاں'' کہے۔

تقویٰ و صلح کا حکم

ارشاد باری عزّ اسمہ ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۂ انفال)۔

آپ سے لوگ غنیمت کا حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور ان کے رسول ﷺ کا ہے، لہٰذا تم اللہ پاک سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر واقعی تم ایمان دار ہو، جس کو نہایت تاکید کے ساتھ اس سے قبل والی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ: یہ سورۂ انفال کی ابتدائی آیات ہیں، یہ سورت مدنی سورت ہے، جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی، غزوۂ بدر میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس کے متعلق

صحابہ کرام ﷺ میں نزاع ہوا، نوجوان جو آگے بڑھ کر لڑے تھے وہ کل مالِ غنیمت کو اپنا حق تصور کرتے تھے، بڑے لوگ جو نوجوانوں کی پشت پر تھے ان کا کہنا تھا کہ ہمارے سہارے سے کامیابی ہوئی ہے لہذا مالِ غنیمت ہم کو ملنا چاہئے، ایک جماعت جو حضرت نبی کریم ﷺ کی حفاظت کررہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی، ان آیات میں بتلا دیا گیا کہ فتح ونصرت اللہ پاک کی مدد سے آتی ہے کسی کا سہارا یا زور کچھ نہیں ہے اگر اللہ نصرت نہ فرمائیں۔

لہذا مال کا مالک خداوند قدوس ہے اور پیغمبر خدا ﷺ ان کے نائب وخلیفہ ہیں، جس طرح وہ اپنے رسول کو حکم فرمائیں گے اس طرح تقسیم ہوگا، پکے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور آپس میں صلح سے رہیں، ذرا سی بات میں جھگڑا نہ کریں اور اپنی آراء وجذبات سے قطع نظر کرکے محض خدا اور رسول ﷺ کا حکم تسلیم کریں (کذا فی فوائد عثمانیہ) آگے دو آیات میں کامل الایمان، تام الیقین حضرات کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں کہ حقیقت میں ایمان والے وہ حضرات ہیں کہ جب اللہ پاک کا نام ان کے سامنے آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ پاک کا کلام ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان کے ایمان میں زیادتی ہوجاتی ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے ان کو مال وزر دیا ہے اس میں سے اللہ پاک کے راستے میں خرچ بھی کرتے ہیں، حقیقت

میں یہی ایمان والے ہیں، ایسے حضرات کے لئے ان کے رب کے یہاں بلند درجات ہیں اور مغفرت کا وعدہ ہے اور عزت والا رزق ہے۔

خشیت وتقویٰ نسخۂ کامیابی ہے

اسی طرح رحمٰن ورحیم محبوبِ حقیقی کا ارشاد پاک ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَى اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور جو شخص خداوند قدوس کی اطاعت وفرماں برداری کرے گا اور ان سے ڈرے گا اور پرہیز گاری بھی اختیار کرے گا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے، اس آیت پاک کی تفسیر میں ترجمان القرآن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ پاک کی اطاعت کرے چاہے غم کی حالت ہو یا خوشی کی حالت ہو، ہردم فرمان حق سامنے ہو اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان پر ڈرتا ہو اور آئندہ بچنے کا اہتمام کرتا ہو تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے (کذا فی تفسیر البغوی ص ۳۵۲ ج ۳)۔

مجلسِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب

ارشادِ باری جل شانہ ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورۂ حجرات)۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت مت کرو اور اللہ پاک سے ڈرو بیشک اللہ پاک سننے والے جاننے والے ہیں۔

فائدہ: یہ سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات ہیں، اس مقدس سورت کا آغاز ہی تقویٰ کے مضمون سے ہوا ہے اور اخیر تک تقریباً تقویٰ کی جزئیات وامور پر کلام دائر ہوتا چلا گیا ہے، قصہ ان آیتوں کے نزول کا یہ ہے کہ ایک بار بنوتمیم کے کچھ لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی اس مجلس میں موجود تھے، باہم اس بات میں گفتگو کرنے لگے کہ ان لوگوں پر حاکم کس کو بنایا جائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے دی اور گفتگو بڑھ کر دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ان میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت سے پہلے کسی قول وفعل میں سبقت مت کرو، یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا معلوم نہ ہو گفتگو مت کرو جیسا کہ اس جگہ انتظار کرنا چاہئے تھا یا تو آپ خود کچھ فرماتے یا آپ پوچھتے تب اپنی رائے ظاہر کرتے، آپ کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو شاید یہ بات مرضی رسول ﷺ کے خلاف ہے جو تقویٰ کے خلاف ہے، ان آیات میں کتنا بڑا سبق ہے کہ بزرگوں کی مجلس میں ان سے پہلے کلام نہ کرے (مستفاد از بیان القرآن)۔

ہاں اگر وہ ہی حکم کریں تو پھر ان کے حکم کی تعمیل کرے، کیونکہ مشہور ہے ”الامر فوق الادب“ امتثال ہی ادب ہے، مذکورہ ادب نبی کریم ﷺ کی

وفات کے بعد بھی قائم ہے، احادیث کی مجلس میں، نیز قبر اقدس پر حاضری کے وقت نیز علماء ربانیین صلحاء سب کا ادب درجہ بدرجہ ضروری ہے (کذا فی فوائد عثمانیہ ص ۶۶۹) اس کے بعد ان اکابر (حضرت ابوبکر وعمرؓ) کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ آپ کی مجلس میں نہایت مؤدب ہوتے تھے اور آواز پست کر کے کلام کرتے تھے، جس پر رب العزّت والجلال نے ان حضرات کی تعریف اس طرح کی ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ بیشک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کیلئے خالص کر دیا ہے، یعنی ان کے قلوب میں تقویٰ کے علاوہ دوسری کوئی شئی نہیں ہے، لہذا ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے، ان آیات کے بعد اس مقدس سورت میں انتہائی قیمتی نصائح ارشاد فرمائی گئی ہیں جن پر فرد و معاشرہ کی اصلاح موقوف ہے۔

غیبت و بدظنی سے اجتناب

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (سورہ حجرات)۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کے عیب کا سراغ مت لگاؤ اور کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرو (آگے غیبت کی مذمت ہے) کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اور اللہ پاک سے ڈرو بیشک اللہ پاک توبہ قبول فرمانے والے ہیں اور پیار کرنے والے ہیں۔

فائدہ: ان مبارک آیات میں بدظنی اور بدگمانی سے روکا گیا ہے یہ فرما کر کہ بلا دلیل بدظنی بھی گناہ ہے، آدمی اس کی بنیاد پر محل تعمیر کر لیتا ہے اور بڑے بڑے فسادات اور ہنگامے رونما ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ چیز غلط ثابت ہوتی ہے، ایسے ہی دوسروں کے عیوب کی تلاش مذموم امر ہے، اس سے بھی فتنہ پیدا ہوتا ہے، عیوب سے کون خالی ہے سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کہ وہ بالکل پاک وصاف ہے جملہ نقائص وخرابیوں سے **"تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً سبوحٌ وقدوسٌ ربنا ورب الملائکۃ والروح"** اس کے بعد غیبت کی مذمت ہے، آج ہمارے معاشرہ کی تباہی وبربادی میں اس مرض کو بہت دخل ہے ہماری مجالس کا لطف اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے اور نہ کسی کا تقرب اس کے بغیر حاصل ہوتا ہے العیاذ باللہ!، حالانکہ یہ سب امور بالکل خلافِ قرآن وسنت ہیں، یہاں ارشاد ہوا ہے کہ مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ کر

کھائے، کیا اس کو کوئی انسان پسند کریگا؟ بس سمجھ لو غیبت اس سے زیادہ شنیع حرکت ہے(فوائدِ عثمانیہ)۔

اخوت اور حسب ونسب پر طعنہ زنی کی اصلاح

اس سے قبل ارشاد ہوا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ بیشک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ پاک سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔

فائدہ: کبھی کبھی مسلمان بھائیوں میں آپس میں نزاع وجدال ہوجاتا ہے تو اس کی اصلاح کا امر فرمایا ہے کہ صلح کرادو کہ اس سے بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے، عزتوں، جانوں اور مالوں کا تحفظ ہوتا ہے جو صلح کرانے والے کیلئے بھی عظیم صدقۂ جاریہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ صلح بھی صدقہ ہے، آگے چل کر ارشاد ہوا ہے یَاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (سورۂ حجرات)۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف ذاتوں اور خاندانوں میں بنایا ہے تاکہ اس کی پہچان ہو، تحقیق کہ عزت والا تم میں سے اللہ کے یہاں وہ ہے جو متقی وپرہیز گار ہے۔

حضرت علامہ شبیر عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر غیبت، لعن، تشنیع اور عیب جوئی کا منشاء کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے تو اس آیت میں اسکو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا، چھوٹا، معزز اور حقیر ہونا ذات پات اور خاندان سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت مؤدب اور پرہیز گار ہوگا اسی قدر اللہ کے یہاں محترم اور مکرم ہوگا، نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد وعورت (آدم وحواء علیہا السلام) کی اولاد ہیں یہاں تک کہ فرمایا، بہر حال مجد وشرف اور فضیلت وعزت کا اصلی معیار نسب نہیں ہے بلکہ تقویٰ وطہارت ہے اور متقی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا۔

فائدہ: آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ مرض بھی عام ہوتا جا رہا ہے کہ محض نسب اور پیشہ کی وجہ سے بعض لوگ دوسروں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، عوام تو عوام کالانعام ہیں علماء کرام کہے جانے والے حضرات بھی اس گندی ذہنیت سے مستثنیٰ نہیں ہیں، دوسروں کے قلوب کو مجروح کرنے میں کچھ جرم محسوس نہیں کرتے، حالانکہ تفاخر بالانساب کی ان آیات میں ممانعت منصوص ہے، ان آیات کا شان نزول حضرات مفسرین نے اس طرح لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ شریف پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم فرمایا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ بہت اچھا ہوا کہ اللہ پاک نے میرے باپ کی روح آج کا منظر دیکھنے سے

پہلے ہی قبض کرلی ہے کہ حبشی غلام بیت اللہ شریف پر چڑھ کراذان دے رہا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ محمد ﷺ کو اس کالے کوے کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ملا تھا جس سے یہ کام کرایا جاتا اور بعض اس قسم کی باتیں کرنا چاہتے تھے مگر پھر اس خوف سے باز رہے کہ اللہ پاک ان کی ان باتوں کی خبر اپنے رسول ﷺ کو دیدیں گے، لیکن باری تعالیٰ احکم الحاکمین کو کہاں گوارا تھا کہ اس گندی ذہنیت کو اسلام میں گنجائش دیں چنانچہ اصلاح کیلئے یہ آیت نازل فرمائی اور صاف اعلان کرایا گیا کہ خاندان حسب ونسب پر فخر کرنے والو اور دوسروں کے قلوب پر طعن تشنیع کے خنجر چلانے والو خوب سمجھ لو یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، یہاں اکرمیت وافضلیت اور اشرفیت کا معیار ومدار تقویٰ وطہارت ہے، حسب ونسب نہیں ہے، خاندانوں اور ذاتوں برادریوں کی تقسیم تفاخر کیلئے نہیں ہے تعارف کیلئے ہے، اس سے زائد اور کیا ہوسکتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام رحمتِ عالم ﷺ نے آباء واجداد پر تفاخر کرنے والوں کو تو اس قدر سخت لہجے میں ڈانٹا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آباء واجداد پر فخر کرتے ہیں باز آجائیں، وہ ان پر فخر کررہے ہیں حالانکہ وہ جہنم کا کوئلہ بن چکے ہیں، نیز فتح مکہ کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس ذات پاکیزہ صفات کیلئے ثابت ہیں جس نے تم سے جاہلیت کی نخوت وتکبر کو ختم کردیا، اب تمام انسان اس طرح تقسیم ہیں کہ ''متقی'' جو عند اللہ کریم ومقدم ہے اور ''فاجر''

جو بد بخت اور ذلیل عند اللہ ہے، پھر مذکورہ آیات تلاوت فرمائی:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

دراں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

اس کے باوجود تعجب ہے کہ ہم میں سے یہ مرض نہیں جاتا اور ہم ایک دوسرے کو نسب کا طعن کرتے ہیں حالانکہ سید عالم ﷺ نے فرمایا چار چیزیں میری امت میں دور جاہلیت کی ہیں ان میں ایک طعن بالانساب بھی شمار کرایا ہے، امام مسلمؒ وغیرہ نے اس روایت کو اس طرح ذکر کیا ہے اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَرْبَعٌ فِی اُمَّتِی مِنْ اَمرِ الْجاهلية لايتركونهن الفخر الانساب والطعن في الانساب والاستقاء بالنجوم النياحة (مسلم ص ۳۰۳ ج ۱)۔

نیز حجۃ الوداع میں جناب رسول کریم ﷺ نے اسلامی مساوات کا اسقدر مضبوط وصاف اعلان فرمادیا لافضل لعربي على عجمي لا لأحمر على اسود كلكم بنو آدم وآدم خلق من تراب کسی عربی کو عجمی پر محض علاقہ کی وجہ سے اور لال کو کالے پر محض رنگ کی وجہ سے اسلام میں شرافت نہیں ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا فرمائے گئے ہیں، جب سب آدم کی اولاد ہو کر نبی زادے ہوئے تو اس سعادت میں سب برابر ہیں۔

تقویٰ کی بات سے اعراض وانکار تکبر ہے

الحاصل ان آیات میں تقویٰ بمعنی خوفِ خداوندی استعمال ہوا ہے، اسی

طرح آیات میں وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (سورۂ بقرہ) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو نفرت وغرور اس کو مزید گناہ پر ابھارتا ہے، ایسے شخص کیلئے جہنم کافی ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

فائدہ: اوپر سے آیات میں منافق کے حالات کا بیان چل رہا ہے کہ ظاہر میں خوشامد کرتا ہے اور اپنے سچے ہونے پر اللہ کو گواہ بناتا ہے مگر جھگڑے کے وقت کمی نہیں کرتا اور لوٹ مار بھی مچاتا ہے اور منع کرنے سے اور زیادہ ضد پر اتر جاتا ہے اور گناہ میں ترقی کرنے لگتا ہے، یہ آیات کسی کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہوں مگر جو بھی ان اوصاف رذیلہ سے متصف ہو وہی اس کا مصداق ہوگا العیاذ باللہ! یہاں بھی تقویٰ بمعنی خوف خداوندی استعمال ہوا ہے۔

کتمان حق کر کے مال وصول کرنا تقویٰ کے خلاف ہے

نیز ربُّ السموات والارض کا ارشاد ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ (سورۂ بقرہ) اور میری آیات کے بدلے تھوڑا مول مت لو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

فائدہ: اوپر سے بنی اسرائیل پر نعمتوں کا تذکرہ چلا آرہا ہے اور ان کو نعمتوں پر اللہ پاک کا ذکر و شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، پھر ایمان لانے اور کفر سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، اس کے بعد یہ ارشاد ہوا ہے کہ ہماری آیات کے بدلے دنیا مت لو یہ دنیا کتنی بھی ہو "ثمن قلیل" ہے جس کی "آیات اللہ" کے

مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے کہ وہ اس کا بدلہ بن سکے، اس کے تحت بیان القرآن میں ہے: کہ میرے احکام کو چھوڑ کر، بدل کر اور چھپا کر عوام الناس سے دنیائے حقیر و ذلیل کی وصولی مت کرو جیسا کہ ان کی عادت تھی، چنانچہ تفسیر بغوی میں ہے کہ رؤساء یہود اور ان کے علماء نے اپنے عوام سے ان کی کھیتیوں، تجارتوں اور مال میں سے ایک رقم سالانہ لینا طے کر رکھا تھا جو وہ لیا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ کی صفات عالیہ مذکورہ فی التوراۃ کو صحیح صحیح ظاہر کرتے ہوئے ان کو خوف دامن گیر ہونے لگا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہماری روزی روٹی بند ہو جائے گی، اس لئے حضرت رسول کریم ﷺ کی نعت و اوصاف چھپاتے تھے اور ان کو چھپا کر اپنے عوام سے مال وغیرہ وصول کیا کرتے تھے، اس کی ممانعت فرمائی گئی، یہ عمل بالکل خلاف شرع حرام و ممنوع اور سخت گناہ ہے اور اس طرح کچھ لینا ''اشتراء بآیات اللہ'' ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے ورنہ سخت گرفت ہوگی۔

نسخۂ فوز و کامرانی تقویٰ ہی ہے

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورۂ نور) اور جو شخص اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اور اللہ پاک سے ڈرتا رہے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا تو ایسے لوگ ضرور کامیاب ہوں گے، یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو گذشتہ تقصیرات پر نادم ہو اور خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ برے راستہ

سے بچ کر چلے تو اس کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے (فوائد عثمانیہ ص ۴۶۳)۔

فائدہ: تفسیر بغوی ص ۳۵۲ ج ۲ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے خوشی کی حالت ہو یا غم کی حالت ہو اور اپنے سابقہ گناہوں پر اللہ پاک سے ڈرتا ہو اور بعد میں نادم ہو اور تقویٰ اختیار کرے ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں، یہ سورۂ نور کی آیات ہیں یہ سورت نور ہی نور ہے اور کثیر انوار و برکات کا خزانہ ہے، دوسری سورتوں کی طرح بلکہ کچھ زائد، اس سورت کے احکام پر عمل کرنے سے داخلی و خارجی زندگی روشن و منور ہوتی چلی جاتی ہے، اللہ پاک کے عظیم نور کی تمثیل بھی اس میں واقع ہوئی ہے، اللہ پاک اس کے نور سے ہمارے قلوب اور حیات بھی منور فرمادیں آمین یارب العالمین، بہر حال اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیت و تقویٰ یہ سب اسباب نورانیت قلوب ہیں، اس جگہ خشیت کے ساتھ عمل صالح بھی مراد ہے۔

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جہاں تقویٰ بمعنی خشیتِ خداوندی استعمال ہوا ہے، اوپر کی آیات بطور نمونہ اور مثال لکھی گئی ہیں۔

تقویٰ بمعنی ایمان

اور کبھی تقویٰ بمعنی ایمان بھی آیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری عزّ اسمہ ہے،

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا (سورۂ فتح)۔

اور ہم نے ان پر توحید وایمان کی بات لازم کردی اور وہ اس کے زیادہ حقدار بھی تھے، مکمل مضمون اس طرح سے ہے: اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ یعنی جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں حمیت وضد جاہلیت والی تو اتارا باری تعالیٰ نے اپنا خاص اطمینان وسکون اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور قائم رکھا ان کو تقویٰ کی بات پر اور وہ اس کے زائد حقدار بھی تھے "کلمہ التقویٰ" کی تفسیر روایات میں کلمۂ ایمان لا الہ الا اللہ سے فرمائی گئی ہے، کیونکہ تمام تر تقویٰ وطہارت کی بنیاد کلمہ ہے، جس کے اٹھانے اور حق ادا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول ﷺ کو چن لیا تھا اور واقعی اللہ کے علم میں وہی اس کے مستحق اور اہل تھے (کذا فی فوائد عثمانیہ ص ۶۶۷)۔

فضیلت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بربنائے تقویٰ

بقول حضرت امام رازیؒ کے آیت کریمہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (سورۂ حجرات) میں تقویٰ بمعنی ایمان ہے۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں حضرت حق تعالیٰ نے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وتوصیف فرمائی ہے کہ اللہ پاک نے ان کے قلوب کا امتحان تقویٰ

وایمان کے باب میں لے لیا ہے اور وہ اس پر مکمل اترے ہیں، جس کا صلہ ان کو مغفرت اور اجر عظیم کی شکل میں حاصل ہوگا اور خود خداوند قدوس نے یہ بشارت امتحان لینے کے بعد سنا بھی دی ہے تاکہ بعد میں آنے والے ان حضرات کے طریقہ کو اپنائیں اور ان کو اپنا اسوۂ کاملہ اور معیار کامل قرار دیکر عنداللہ مقبولیت حاصل کریں، اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک نے تمام بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو رحمت عالم فخر موجودات رسول کریم ﷺ کے قلب مجلیٰ ومزکیٰ کو اپنایا پھر دوبارہ اپنے بندوں پر نظر ڈالی تو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کیلئے اختیار ومنتخب فرمایا، لہذا ان پر تنقید حرام وناجائز ہے اور ان حضرات کی محبت قربِ خداوندی کا ذریعۂ عظیمہ ہے اور بقول حجۃ الاسلام امام رازیؒ کے کبھی تقویٰ بمعنی توبہ آتا ہے۔

تقویٰ بمعنی توبہ

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰىٓ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پارہ۹) اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں آسمان اور زمین سے، لیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے ان کو انکے اعمال کے بدلے۔

برکتِ تقویٰ: فائدہ: ان آیات میں اللہ پاک نے ایمان وتقویٰ یعنی توبہ

واطاعت کرنے پر آسمان وزمین سے برکتیں عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے جس سے ایمان وتقویٰ کی فضیلتِ عظمیٰ ثابت ہوتی ہے اور عنداللہ ان چیزوں کا مقام عظیم معلوم ہوتا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ باری تعالیٰ عزاسمہ بلاوجہ لوگوں کو ہلاک وبرباد نہیں کرتے بلکہ ہلاکت وعذاب جب بھی آتا ہے تو لوگوں کے خود اعمال بد ہی اس کا وسیلہ وذریعہ بنتے ہیں لہذا اعمال بد سے اجتناب کرنا چاہئے اور ایمان وتقویٰ اختیار کرنا چاہئے تاکہ آسمان وزمین کی برکات حاصل ہوسکیں اور بقول امام رازیؒ کے تقویٰ کبھی بمعنی اطاعت بھی استعمال ہوتا ہے۔

تقویٰ بمعنی اطاعت

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (سورۂ نحل)۔

آ پہنچا ہے اللہ کا حکم لہذا تم جلد بازی مت کرو، وہ پاک ہیں اور بلند وبالا ہیں ان چیزوں سے جن کو لوگ ان کے ساتھ شریک کرتے ہیں، نازل فرماتے ہیں فرشتوں کو اپنے اسرار وحکم کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے کہ خبردار کردو کہ دوسرا کوئی معبود نہیں ہے سوائے میرے لہذا میری ہی اطاعت کرو۔

توحید اصل تقویٰ ہے

فائدہ: یہ سورۂ نحل کی ابتدائی آیات ہیں اس سورت کا نام ’’نحل‘‘ اس واسطے ہے کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھی کا تذکرہ ہے جو اللہ پاک کے عجائبات میں سے ہے کہ کس طرح پھولوں اور پھلوں میں سے شہد (جو کثیر الفوائد و شفاءِ امراض ہے) مہیا کرتی ہے اور اس مکھی کا ایک مفصل نظام ہے جو محیر العقول ہے، بہرحال اللہ پاک نے فرمایا کہ اے لوگو! قیامت وعذاب کے سلسلے میں جلدی مت کرو جیسا کہ کفار کہا کرتے تھے کہ ہم کفر وشرک کرتے ہیں اور تم ہمیں عذاب قیامت سے ڈراتے ہو تو اپنا عذاب قیامت لے آؤ، اس پر اللہ پاک نے ان کی اس احمقانہ بات کا جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے اس میں تاخیر کرتے ہیں ورنہ تم تو اس لائق ہو کہ علی الفور ہلاک کردیے جاؤ، اور وحی ورسالت کے ساتھ اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں خاص کرلیتے ہیں اور انبیاء ورسل علیہم السلام کو اپنے بندوں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجتے ہیں کہ خود بھی عبادت کریں اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیا کریں اور ان لوگوں کو وحدانیت کی تعلیم کریں یہی اصل تقویٰ ہے۔

تقویٰ بمعنی ترکِ معصیت

بقول امام المفسرین رازیؒ کبھی تقویٰ بمعنی ترک معصیت بھی آتا ہے

جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (پارہ ۲/۸) اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ پاک کی نافرمانی مت کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فائدہ: یہاں تقویٰ بمعنی ترک معصیت واقع ہوا ہے اور اس پر فلاح کا ترتب فرمایا ہے اور اصول کی پابندی اور کاموں کو صحیح طور پر کرنے کا اشارہ ہے، چاہے وہ گھر میں داخل ہونا ہو یا دوسرے معاملات ہوں، اگر چہ عنوان خاص ہے مگر جملہ امور کو ان کے صحیح طریقہ سے کرنا مراد ہے، آیت کریمہ کا شان نزول اس طرح لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر احرام حج وغیرہ باندھ لیتے اور پھر کوئی ضرورت گھر آنے کی پیش آتی تو دروازے سے نہ جاتے بلکہ پیچھے سے چھت پر چڑھ کر اندر اترتے یا نقب لگا کر داخل ہوتے اور اس کو نیکی تصور کرتے تھے مگر یہ دستور سب عربوں کا نہیں تھا بلکہ قریش، کنانہ، خزاعہ وغیرہم اس کے مخالف تھے اور وہ دروازوں سے داخل ہوتے تھے، البتہ انصار میں یہ رواج تھا، ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے مکان میں بعد الاحرام دروازہ سے داخل ہوئے تو آپ کے پیچھے پیچھے ایک انصاری رفاعہ بن التابوت بھی اسی طرح داخل ہو گئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ تم حالتِ احرام میں دروازہ سے کیوں آئے جب کہ یہ تمہارا عمل

ورواج نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کی اتباع وتقلید میں ایسا کیا ہے اور آپ کے دین وطریقہ کو پسند کرتا ہوں تو اس موقعہ پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں (کذا فی تفسیر البغوی ص ۱۶۱ ج ارزبدۃ التفسیر)۔

تقویٰ بمعنی اخلاص

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی تقویٰ بمعنیٰ اخلاص بھی آتا ہے جیسا کہ ارشاد باری عز اسمہ ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبُ (پارہ ۱۷) اور جو شخص اللہ پاک کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اخلاص اور تقویٰ کی بات ہے جو اس کے قلب میں ہے۔

فائدہ: مذکورہ آیت سورۂ حج کی آیات میں سے ہے یہاں فرمایا ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبُ اور اس سے قدرے اوپر فرمایا ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ تو اس ''حرمات اللہ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ پاک نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کو بھاری سمجھ کر چھوڑ دو اور جن چیزوں کو محترم بنایا ہے ان کا ادب واحترام قائم رکھو، جیسے قربانی کا جانور، بیت اللہ شریف، صفا مروہ، منیٰ، عرفات، مسجدیں، قرآن کریم بلکہ تمام احکام الٰہیہ خصوصیت سے مسجد حرام اور ہدی کے جانوروں کی تعظیم پر زور دینا مقصود ہے، اسی کی مزید تاکید واہتمام کیلئے تعظیم شعائر اللہ کا عنوان اختیار فرمایا ہے، بہر حال حرمات اللہ اور شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم اور ان کے

فضیلتِ تقویٰ

آداب کا لحاظ وہی شخص قائم رکھ سکتا ہے جس کے قلب میں تقویٰ، اخلاص، للٰہیت، خشوع وخضوع اللہ پاک کی عظمت ومحبت موجود ہو اور جس کا قلب ان صفات سے خالی ہوگا وہ شعائر اللہ اور حرمات اللہ کے ساتھ مطلوبہ معاملہ بھی نہیں کرسکتا ہے اور جو شخص ان کے حقوق ادا کریگا تو عند اللہ اس کیلئے خیر ہی خیر ہے (مستفاد از فوائد عثمانیہ ص ۳۳۴)۔

بہرحال مقام تقویٰ نہایت شریف وعظیم الشان ہے، اسی کے ساتھ معیت خداوندی موقوف ہے اور اسی پر نصرت ربانی موعود ہے جیسا کہ ارشاد باری جل شانہ ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ بیشک اللہ پاک ساتھ ہیں متقیوں کے اور اچھے کام کرنے والے حضرات کے۔

فائدہ: اس آیت پر سورۂ نحل مکمل ہوگئی ہے، اس سورۂ عظیمہ کے آغاز میں بھی تقویٰ کا مضمون ہے اور خاتمہ بھی تقویٰ کے مضمون ہی پر فرمایا ہے، درمیان میں بھی تقویٰ کی جزئیات وتفصیلات (احکام) بیان فرمائے گئے ہیں اور یہاں یہ بتلایا گیا ہے کہ متقی اور پرہیزگاروں کو غیروں کے مقابلہ گھبرانے اور تنگ دل ہونے کی ضرورت نہیں ہے ان کے ساتھ اللہ پاک کی معیت ہمہ وقت ہوتی ہے، لہذا ان کو استغناء رکھنا چاہئے اور ہر وقت رب العزت والجلال پر بھروسہ کرنا چاہئے اللھم اجعلنا من المتقین الابرار یاربنا الغفار، نیز سورۂ نحل میں دوسری جگہ ارشاد باری ہے وَقِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَا اَنْزَلَ

رَبُّکُمْ قَالُوْا خَیْرًا لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَّلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ وَّلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَایَشَاءُوْنَ کَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی، جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں ان کیلئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی شرک سے بچنے والوں کا وہ اچھا ٹھکانہ ہے وہ ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں یہ متقین داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ان کے لئے وہاں وہ چیز ہوگی جس کو ان کا جی چاہے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو بدلہ دیں گے اور جن کی روح فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں فرشتے کہتے جاتے ہیں ''السلام علیکم'' کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمال کی وجہ سے۔

فائدہ: ان آیات مبارکہ میں متقیوں کیلئے بشارتِ عظمٰی اور فضیلتِ کبریٰ ہے کہ دارین میں ان کیلئے راحت ہی راحت ہے، دنیا میں حسنہ یعنی حیاتِ طیبہ ہے کہ ان کا مال وجان، عزت محفوظ ہے اور وہ مدح وثناء کے مستحق ہیں دشمنوں پر ان کے لئے غلبہ وکامیابی ہے اور مجاہدات ومکاشفات اور

الطافِ ربانیہ کے ابواب ان کیلئے مفتوح وکھلے ہوئے ہیں اور وہ ہر وقت قربِ خداوندی کی نعمتِ لازوال سے مشرف ومسعود ہیں اور بوقتِ موت فرشتے مردے کوسلام کرتے ہیں السلام علیکم یا ولیَ اللہِ اللہ یقری علیك السلام ویبشرك بالجنة کہتے ہیں کہ اے اللہ کے ولی! تم پر من جانب اللہ سلامتی ہو اللہ پاک تم کو سلام کہتے ہیں اور جنت کی بشارت سناتے ہیں اور آخرت میں ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اپنے اعمالِ صالحہ کی برکت سے اور فضلِ ربانی سے، بخلاف کفار کے کہ موت کے وقت ان کے ساتھ نہایت سختی کا معاملہ ہوتا ہے اور موت کے بعد جہنم میں داخل کر دیے جائیں گے، جیسا کہ اوپر آیات میں مذکور ہوا ہے، لہذا ہم سب کو تقویٰ اور اخلاص کا شوق پیدا کرنا چاہئے تاکہ مذکورہ فضیلت ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔

نیز اللہ پاک نے فرمایا ہے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورۂ زمر) نیز اللہ رب العزت والجلال پارہ ۲۳ رمیں فرماتے ہیں قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ آپ کہہ دیجئے میری طرف سے کہ اے ایمان لانے والے بندو ڈرو اپنے پروردگار سے، ان کے لئے جو اچھے

اعمال کریں گے اس دنیا میں بھی بھلائی ہوگی اور اللہ پاک کی زمین کشادہ ہے، بیشک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر وثواب بلا حساب پورا عطا ہوگا۔

فائدہ: یہاں ایمان والے بندوں سے حق تعالیٰ شانہ کس شفقت ومحبت کے ساتھ خطاب فرماتے ہیں وہ بھی بواسطہ محبوب ﷺ جو رب العالمین اور ایمان والے دونوں کے محبوب ہیں اور محبوب کی بات محبّ کے قلب میں جلد راسخ ہوجاتی ہے، فرمایا کہ کہہ دیجئے گا کہ ایمان والے میرے بندے اپنے رب سے ڈریں، یعنی ان کے عذاب سے ڈریں اور اس سے بچنے کیلئے معاصی چھوڑ کر اطاعت کریں تب ان کیلئے دنیا میں حسنہ یعنی صحت وعافیت ہے، جیسا کہ سدیؒ سے بغویؒ نے نقل کیا ہے صفحہ ۳۷ر پر اور آخرت میں بھی ان کیلئے حسنہ یعنی جنت ہے، جیسا کہ اس جگہ حضرت مقاتلؒ نے حسنہ کی تفسیر جنت سے کی ہے اور اسی کو صاحب جلالین نے لیا ہے للذین احسنوا الخ کا مضمون دونوں پر صادق آتا ہے اور تقویٰ وپرہیزگاری کا اگر اپنی جگہ رہتے ہوئے موقعہ نہ ہو تو اس کیلئے ہجرت کریں اللہ پاک کی زمین وسیع ہے، یعنی دوسری جگہ جہاں ماحول اچھا ہو تلاش کریں، وہ لوگ جو اپنے دین پر صبر واستقامت کے ساتھ عمل پیرا ہوں گے اور اس بارے میں آنے والی تکالیف برداشت کریں گے انشاء اللہ العزیز ان کے لئے آخرت میں اجر وثواب مکمل طور پر بلا نقص وکمی ملے گا، یہ آیات مبارکہ اگرچہ خاص بعض اصحاب رسول

ﷺ (یعنی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب جنہوں نے دنیوی مصائب کو اللہ کیلئے برداشت کیا صبر کیا اور ہجرت بھی کی) کے بارے میں نازل ہوئی مگر ہر مسلمان جو صبر و ہجرت، استقامت علی الدین کے ساتھ متصف ہوگا اس وعدۂ خداوندی کا مستحق قرار پائے گا اور قیامت میں جب صابروں کو اجر و ثواب بلاحساب حاصل ہوگا تب یہ منظر دیکھ کر دوسرے جو صحت و عافیت سے دنیا میں رہتے تھے تمنا کریں گے کاش! ان کے بدن بھی راہِ خدا میں قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے (بغوی ص ۷۰/ ج ۴)۔

اسی طرح متقین کی فضیلت و کرامت کا اظہار کرتے ہوئے خالق ارض و سماوات نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (پارہ ۲۹) بلاشبہ اللہ پاک سے ڈرنے والے لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے جو ان کا دل چاہے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمالِ نیک کے صلہ میں خوب مزے سے کھاؤ اور پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ سورۂ مرسلات کی آیات ہیں اس سورۃ مقدسہ کے نزول کے بارے میں معارف القرآن صفحہ ۶۷۷/ ج ۸/ پر ابن کثیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے اچانک سورۂ مرسلات نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ اس کو پڑھتے جاتے تھے اور میں آپ ﷺ کے منہ سے اس کو سنتا اور یاد کرتا جاتا تھا، آپ ﷺ کا دہنِ مبارک اس سورۃ کی تلاوت سے رطب وشاداب ہورہا تھا، اچانک ایک سانپ نے ہم پر حملہ کیا نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا ہم اس کی طرف جھپٹے مگر وہ نکل بھاگا، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح تم اس کے شر سے محفوظ رہے وہ بھی تمہارے شر سے محفوظ ہوگیا.... وكذا في روح المعاني، قال كنا مع النبي ﷺ في غار فنزلت عليه صفحہ ۲۹۰ رج ۱۶ رصاوی میں ہے کہ یہ لیلۃ الجن کا واقعہ ہے یعنی جس رات نبی کریم ﷺ جنات کو تبلیغ اسلام کے لئے منیٰ تشریف لے گئے تھے اور منیٰ میں یہ غار غار المرسلات سے مشہور ہے (کذا فی تفسیر جلالین) بہر حال ان آیات میں متقین کا اعزاز اخروی دخول جنت اور وہاں کا دائمی وابدی آرام وراحت مذکور ہوا ہے جو تقویٰ یعنی شرک وکفر اور معاصی وسیئات سے اجتناب واحتیاط کرنے سے ان کو نصیب ہوگا رص ۲۸۵ رج ۲ رلہذا ہمیں تقویٰ اختیار کرنا چاہئے تاکہ یہ اخروی فضائل حاصل ہوں جن کا اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے۔

نیز متقین کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا وَّكَاْسًا دِهَاقًا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا خدا سے ڈرنے والوں

کے لئے بے شک کامیابی ہے یعنی باغ اور انگور اور نوخاستہ ہم عمر عورتیں اور لبالب بھرے ہوئے جامِ شراب، وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ، یہ بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے (ترجمہ از بیان القرآن)۔

فائدہ: متقی حضرات چونکہ دنیا میں اللہ پاک کے خوف سے لذائذ ومحرمات سے بچتے تھے اسلئے اللہ پاک ان کو وہاں یہ سب چیزیں اپنی طرف سے عنایت فرمائیں گے اور جنت میں وہ ہر قسم کے آرام میں ہوں گے۔

وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور متوجہ ورجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اطاعت کے ساتھ اور فرمانبرداری اختیار کرو اس کی اخلاص کے ساتھ قبل اس کے کہ آپہنچے تم پر عذاب الیم اور اس وقت تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی، اس وقت کوئی کہے گا ہائے افسوس وحسرت اس بات پر کہ میں اللہ کے امر میں، طاعت میں، حق میں برائی ہی کرتا رہا ہوں اور میں تو اللہ کے دین کا مذاق ہی اڑایا کرتا تھا یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ پاک مجھے ہدایت دیتے تب متقیوں میں سے ہوتا، یا کہنے لگے جب عذاب دیکھے گا

کہ اے کاش مجھے دوبارہ دنیا میں اعمالِ صالحہ کرنے کیلئے موقع مل جاتا اور میں بھی اچھے اعمال کرنے والوں میں سے ہوتا۔

فائدہ: مگر اس وقت کی حسرت وافسوس کچھ فائدہ نہ دیگی اور اس سے کہا جائے گا کہ تیرے پاس اللہ کی آیات، رسل وانبیاءؑ، کتب ونصائح وغیرہ سب آچکے تھے مگر تو نے ان کے ساتھ تکذیب وانکار کا معاملہ کیا ہے اس وقت ان کفار کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور اللہ پاک تقویٰ وپرہیزگار انسانوں کو نجات دیں گے جیسا کہ فرماتے ہیں: وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور باری تعالیٰ شانہ نجات دیں گے متقیوں کو بچاؤ کی جگہ پہنچا کر سعادت سے مالا مال کر کے جہاں ان کو بالکل پریشانی وبرائی نہ پہنچے گی اور نہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے، نیز جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ بیشک اللہ کے دوستوں پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم وافسوس میں مبتلا ہوں گے اور اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ پاک سے ڈرتے تھے، اس کے بعد اسی سورت میں متقین حضرات کے بارے میں بشارت سنائی گئی ہے کہ ان کے گروہوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور سلام ہوگا، چنانچہ ارشاد باری اس طرح ہے: وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى

الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اور چلائے جائیں گے اللہ پاک سے ڈرنے والے جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر، یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے اور کھول دیئے جائیں گے جنت کے ابواب اور کہیں گے ان کو جنت کے داروغہ تم پر سلامتی ہو اور تم پاکیزہ اور عمدہ حالت میں ہو داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ،تب وہ کہیں گے الحمدللہ تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ ہم سے سچ کر دکھایا ہے اور ہمیں وارث بنا دیا جنت کا جہاں ہم جس جگہ چاہیں رہتے ہیں سو کیا بدلہ ہے محنت کرنے والوں کا۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں حضرات متقین کیلئے جنت میں داخلہ اور سلامتی اور خلودِ دائمی کی بشارت ہے جس پر وہ جنت میں شکر ادا کریں گے اور یہ سب دیکھ کر کہیں گے کہ واقعی جو وعدے انبیاءؑ کی زبانی اور کتب منزلہ میں اللہ نے ہم سے کئے تھے وہ سب سچ کر دکھائے الحمدلله علي ذالك ،لہذا ہمیشہ مرضیۂ دائمہ اور جنت کی نعم ولذائذ کے حصول کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور اس کیلئے مرضی مولیٰ پر ہر وقت قربان ہو جانا چاہئے ،اللہ پاک ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سورہ ص تہ رمیں متقین کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے: وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ اور یاد کیجئے حضرت اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو اور یہ سب بہترین حضرات میں سے تھے، یہ ایک تذکرہ ہے اور بیشک اللہ پاک سے ڈرنے والوں کیلئے شاندار انجام ہے یعنی ٹھہرنے کے باغات ہیں جن کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کیلئے منگوائیں جائیں گے ہر قسم کے میوے اور ہر قسم کا شربت اور ان کے پاس ایسی عورتیں ہوں گی جن کی نگاہیں نیچی رہتی ہوں گی اور جو سب ایک ہی عمر کی ہوں گی اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے حساب کے دن یہ ہمارا رزق ہے یہ کبھی ختم و منقطع نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ ان آیات مبارکہ میں اکابر انبیاءؑ حضرت اسماعیل، حضرت ذوالکفل، حضرت یسع کا ذکر جمیل ہے اور بلا ریب یہ اکابر متقین بلکہ متقین وصالحین کے امام وپیشوا ہیں، دوسری جگہ یعنی سورۂ انبیاء میں ان اکابر کو صابرین میں سے فرمایا گیا ہے اور صبر وتقویٰ کا ربط باہمی معلوم وظاہر ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند اور پیغمبر

جلیل ہیں اور حضرتِ ذوالکفل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرتِ ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کا نام بشر ہے، ان کے نبی ہونے نہ ہونے میں دونوں قول ہیں، جمہور نے نبی قرار دیا ہے اور ذوالکفل کہلائے جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ مکمل دن صیام اور مکمل لیل قیام کا تکفل فرماتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ ستر انبیاء نے قتل سے فرار ہو کر ان کا سہارا لیا تو انہوں نے ان سب کی کفالت کی (کذا فی الجلالین)۔

تفسیر بغوی رص ۲۶۷ رج ۳ رمیں حضرت عطاءؒ سے نقل فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی پر اللہ پاک نے وحی نازل فرمائی کہ تمہاری روح قبض کرنا چاہتا ہوں لہذا اپنے ملک کو بنی اسرائیل پر پیش کر دو جو تمہاری کفالت کرے کہ رات بھر قیام کرے اللہ کی عبادت میں گذارے اور دن بھر روزہ رکھے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرے اور غصہ نہ کرے تو تم اپنا ملک اس کے حوالہ کر دو یہ سن کر ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اسنے ان سب امور کی کفالت کی اللہ پاک نے اس کو قبول فرمایا اور نبی بنا دیا اور نام اس کا ذوالکفل رکھا گیا۔

جملہ اعمالِ صالحہ سے مقصود تقویٰ ہی ہے

(۱) نماز سے مقصود بھی انسان کو متقی بنانا ہی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ بیشک نماز انسان کو

بے حیائی اور برے کاموں سے روک دیتی ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلَاةَ اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ آپ تلاوت کیجئے اس کتاب کی جس کی وحی کی گئی ہے آپ کی طرف اور نماز قائم کیجئے بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور برے کاموں سے اور اللہ پاک کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ پاک جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔

فائدہ:۔ اس آیت کریمہ میں تلاوت کتاب کا حکم فرمانے کے بعد نماز قائم کرنے کا امر صریح فرمایا گیا ہے اور نماز کا فائدہ بتایا گیا ہے کہ وہ انسان کو برے کاموں اور بے حیائی سے روکتی ہے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہوسکتا ہے، ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت وتاثیر رکھی ہے کہ نمازی کو گناہوں سے روک دے، جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے اس صورت میں یادرکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہوجائے، یعنی دوائیں مقدار میں خاص مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے، بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو، پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں

اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور برقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاصی مدت اس پر مواظبت کی جائے اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے، دوسرے معنیٰ یہ ہوسکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضیٰ ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہِ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع وخشوع، حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت وشہنشاہی کا اظہار واقرار کر کے آیا ہے مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہِ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو، گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلّی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او! بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ! اور بزبانِ حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت وسرکشی سے باز آ! اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلا شبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (سورۂ نحل)۔

پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی نہ رکنا ان کا محل تعجب نہیں، ہاں یہ واضح رہے کہ ہر

نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو، کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اُٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں، سب سے بڑی چیز اس خدا کی یاد ہے، نمازی ارکانِ صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قرأتِ قرآن یا دعا وتسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو مستحضر اور زبان ودل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں معاون ومؤثر ثابت ہوگی ورنہ جو نماز قلب لاہی اور لاپرواہی سے ادا ہو وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی جس کی نسبت حدیث میں فرمایا گیا ہے: لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلاً اسی نماز کی نسبت لَمْ یَزْدُدْ بِھَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْداً کی وعید آئی ہے۔

روزہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۂ بقرہ) اے ایمان والو! فرض کیا گیا ہے تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

فائدہ:۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعی طور پر حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت اور شہوت میں بھی ضعف آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے، بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس

سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں انکا کرنا سہل ہو جائے اور تم متقی بن جاؤ۔

جاننا چاہئے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا تو **لعلکم تتقون** میں ان پر تعریض ہے معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود و نصاریٰ کے اس میں خلل نہ ڈالو۔

حج، زکوٰۃ اور اعتکاف سے مقصود بھی تقویٰ ہے

حج سے مقصود بھی اجتماعی طور پر تقویٰ و صلاح، تحمل و برداشت سکھانا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ** حج کے چند مہینے ہیں معلوم، پھر جس نے لازم کرلیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورتوں سے اور نہ گناہ کرنا اور جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں اور جو تم نیکی کروگے اللہ پاک اس کو جانتے ہیں اور زاد راہ لے لیا کرو بیشک بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندوں! مجھ ہی سے ڈرتے رہو، معلوم ہوا کہ مقصود سفر حج سے انسان کو تقویٰ وصبر کی تعلیم دینا ہے اور حقیقی زاد تقویٰ ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ دنیوی زاد بھی ضروری ہے تاکہ دست سوال نہ پھیلانا پڑے جو حج کے خلاف ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ سے مقصود بھی تقویٰ ہے کہ اس کے ذریعہ بخل جیسی برائیاں نکل کر تعاون فقراء اور انفاق فی سبیل اللہ کی عادت پیدا ہو جائے ، جیسا کہ تفصیلاً گذرا ہے کہ زکوٰۃ بھی تقویٰ کی جزئیات اور فرعیات میں سے ہے۔

اعتکاف

اعتکاف سے مقصود بھی تقویٰ ہی ہے مگر بصورت خلوت مع اللہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ اور پورا کرو روزوں کو رات تک اور نہ ملو عورتوں سے اعتکاف کی حالت میں یہ اللہ پاک کی حدیں ہیں ان کے قریب مت جاؤ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ پاک اپنی آیات لوگوں کے واسطے تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

فائدہ:۔ صوم تقویٰ میں کمال پیدا کرتا ہے اور اعتکاف سے اس میں مزید چار چاند لگ جاتے ہیں اور یکسوئی دخلوت میں ذکر اللہ اور تلاوت غور و تفکر سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے مؤمن متقی کمال کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے ، قربانی سے مقصود بھی تقویٰ و اخلاص ہے۔

تقویٰ کے بارے میں اکابر کے اقوال

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ نام ہے ترك الاصرار علی المعصية وعدم الاغترار بالطاعة یعنی معصیت پر اصرار نہ کرے اور طاعت کر کے مغرور نہ ہوجائے کیونکہ غرور سے سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔

(۲) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: التقوىٰ ان لاتختار علی الله سوی الله وتعلم ان الامور كلها بيدالله تعالیٰ تقویٰ کہتے ہیں اس بات کو کہ تم اللہ پاک کی محبت کے سامنے کسی چیز کو اختیار نہ کرو اور اس بات کا یقین کرلو کہ تمام معاملات صرف اللہ پاک کے ہاتھ میں ہیں یعنی کامل توحید اختیار کرو۔

(۳) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا: التقوىٰ ان لا يجد الخلق فی لسانك عيباً ولا يجد الملائكة فی افعالك عيباً ولا ملك العرش فی سرك عيباً یعنی تقویٰ اس کا نام ہے کہ مخلوق تمہاری زبان وکلام میں کوئی عیب شرعی نہ پائے اور نہ فرشتے تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی خلاف شرع چیز پائیں اور نہ عرش کا سلطان ومالک تمہارے باطن میں کوئی بات خلاف حق پائے یعنی ظاہراً وباطناً جملہ عقائد واعمال وافکار میں صالح ہی صالح ہو۔

(۴) واقدیؒ نے فرمایا ہے: التقوىٰ ان تزين سرك للحق كما زينت ظاهرك للخلق یعنی تقویٰ نام ہے کہ باطن کو حق جل شانہ کیلئے مزین بالعقائد الصحيحه والاعمال الصالحه کرلو معرفت ومحبت حاصل

کر لو جیسا کہ تم نے ظاہر کو اپنے لباس زینت سے مزین کیا ہے۔

(۵) کہا گیا ہے: التقویٰ ان لایراك مولاك حیث نھاك یعنی جہاں سے رب نے منع فرمایا ہے وہاں بندہ کھڑا ہوا نظر نہ آئے گناہوں سے اجتناب کر لے۔

(۶) کہا گیا ہے کہ متقی وہ ہے جو مصطفیٰ کے راستے پر چلے اور دنیا کو پس پشت ڈال دے اور نفس کو اخلاص اور وفا شعاری کا مکلف بنائے اور حرام و جفا سے اجتناب کرے، المتقی من سلك سبیل المصطفیٰ و نبذ الدنیا وراء القفاء و کلف نفسه الاخلاص والوفاء واجتنب الحرام والجفاء (رازی، ص۲۰، ج۲) یعنی اتباعِ سنت، ترکِ دنیا، اخلاص و وفاداری، حرام و ظلم سے اجتناب کا نام اتقاء ہے۔

(۷) قال ابن عباس ﷺ: المتقی من یتقی الشرك والکبائر والفواحش، متقی وہ ہے جو شرک اور کبائر و فواحش سے بچے۔

(۸) شہر بن حوشبؒ نے فرمایا ہے: المتقی الذی یترك مالا باس به حذراً مما به بأس۔

(۹) قال عمر بن عبدالعزیزؒ: التقویٰ ترك ماحرم الله تعالیٰ واداءماافترض الله تعالیٰ محرمات سے بچنا اور فرائض و مامورات کو ادا کرنا تقویٰ ہے۔

(۱۰) کہا گیا ہے: التقویٰ هو اقتداء رسول الله ﷺ نبی کریم

ﷺ کی اتباع وتقلید تقویٰ ہے۔

(۱۱) حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ابتداء تقویٰ حسن نیت ہے اور انتہا توفیق یزدانی ہے اور درمیان میں بہت سی گھاٹیاں ہیں نفس وشیطان کی طرف سے جن کو متقی عبور کرتا ہے۔

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **التقوی ان لاتری نفسك خیراً من احد** ، اپنے آپ کو کسی سے افضل وبہتر نہ سمجھے یعنی انتہائی درجہ متواضع رہے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ مراتب تقویٰ پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تقویٰ کے تین مدارج ہیں پہلا درجہ **تقویٰ عن الکفر والشرك** ، کفروشرک سے اجتناب کرنا، دوسرا درجہ **تقویٰ عن المعاصی والمحرمات** ، محرمات اور گناہ کی چیزوں سے احتیاط کرنا، تیسرا درجہ مشتبہات اور مشکوکات سے اجتناب کرنا ہے یعنی کبائر سے بھی بچے اور صغائر سے بھی بچنے کی کوشش کرے، اگر ارتکاب ہوجائے تو توبہ واستغفار کرے فوراً تدارک کرے بعض صالحین نے فرمایا متقی حضرات کی چند علامات ہیں جن کے ذریعہ وہ پہچانے جاتے ہیں بلاؤں پر صبر کرنا، تقدیر وقضاء پر راضی رہنا، نعمتوں پر شکر کرنا اور قرآن کریم کے احکام کے تابع ومسخر ہوجانا۔

(۱۳) بعض عارفین نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو حق کو خلق پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دے۔

یرید المرء ان یعطی مناہ ویابی اللہ الا ما لا اراد

یقول المرء فائدتی ومالی وتقوی اللہ خیراً ما استفادا

(۱۴) بعض کاملین کا ارشاد ہے کہ تقویٰ کی انتہائی منزل یہ ہے کہ قلب جملہ ماسوی اللہ سے بالکل خالی ہو جائے اور سوائے حق کے اور کوئی باقی نہ رہ جائے۔

خل الذنوب صغیرھا وکبیرھا ذاک التقوی واصنع کماش

فوق ارض الشوک یحذر مایری لاتحقرنّ صغیرۃ ان الجبال من الحصی

(۱۵) اور بعض اکابر نے فرمایا: التبری عن الحول والقوۃ (۱۶) وقیل التنزہ عن کل مایشغل السر عن الحق تعالیٰ (روح المعانی ص ۱۰۸/ ج ۱) (۱۷) وقیل المتقی من یجتنب الکبائر ولایصبر علی الصغائر ویواظب علی الطاعات (۱۸) قال البسطامیؒ المتقی من اذا قال قال للہ و اذا عمل عمل للہ (۱۹) وقال ابو سلیمان الدارانی المتقون الذین ینزع اللہ عن قلوبھم حب الشھوات (۲۰) وقیل المتقی الذی اتقی الشرک برئ من النفاق فی القول والعمل (۲۱) قال الشیخ ابو السعود ان التقویٰ ھو التبرع عن کل مافیہ شبھۃ ہر شبہ والی چیز سے اجتناب کرنا تقویٰ ہے (۲۲) عن محمد بن حنیف انہ مجانبۃ کل ما یبعدک عن اللہ تعالیٰ ہر وہ چیز جو تجھ کو اللہ پاک سے دور کرے اس سے اجتناب کرنا تقویٰ ہے (۲۳) عن میمون بن مھران لایکون الرجل تقیاً حتی یکون اشد محاسبۃ لنفسہ من

الشریک الشحیح والسلطان الجائر (۲۴)عن بعض المشائخ الاجتناب عن ماسوی اللہ والتقبیل الیہ بالکلیہ (۲۵)التقوی الاحتیاط عن فعل الخیرات والطاعات وترک المنکرات (۲۶)التقویٰ الاحتیاط عما یضر الانسان فی الآخرۃ (۲۷) حضرت عثمانؓ کا ارشاد ہے کہ متقی کی علامت یہ ہے کہ سب لوگوں کو نجات پانے والا اور اپنے آپ کو ہلاک ہونے والا سمجھے،سبحان اللہ !فناءِ ہستی کی کیسی عمدہ تعلیم دی ہے(اقوال سلف رص ۵۷)(۲۸) حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ تم لوگ عمل سے زیادہ عمل کی مقبولیت کی فکر کرو اور مقبولیت تقویٰ کے ساتھ ہے(۲۹) حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے کہ سب سے بڑی سمجھ داری تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی حماقت فسق وفجور ہے اور بدترین خیانت جھوٹ ہے(اقوال سلف)۔

تقوے پر انعاماتِ ربانیہ

اللہ پاک نے متقین کے لئے سعادت دنیویہ اور کرامت اخرویہ کے تعلق سے ۱۲/ انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۱) تقویٰ کو اللہ پاک نے بڑے کاموں میں سے شمار فرماتے ہوئے تعریف کی :قال اللہ تعالیٰ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ کہ اگر صبر کرو اور تقوی سے کام لو تو یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے۔

(۲) تقویٰ کی وجہ سے منجانب اللہ حفاظت ہوتی ہے قَالَ اللّٰہ تعالیٰ وَاِنْ

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئاً کہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ سے کام لو تو کفار وفجار کے مکروفریب اور غلط تدبیریں تم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گی۔

(۳) تقویٰ سے اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْنَ بیشک اللہ پاک ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں (مدد وتائید کے ساتھ) جو ان سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں۔

(۴) تقویٰ کی برکت سے رزق کی دشواریاں دور ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجاً وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ پاک اس کیلئے پریشانیوں سے نکلنے کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو اس طرح رزق عطا فرماتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

(۵) تقویٰ کی برکت سے انسان کے سب کام درست ہوجاتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ کہ اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈرو اور سچی بات کہو، اللہ پاک تمہارے سارے کام صحیح اور درست کردیں گے۔

(۶) تقویٰ کی برکت سے گناہوں کی معافی ہوجاتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ کہ اللہ پاک تمہارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

(۷) تقویٰ کی برکت سے اللہ پاک کی محبت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ

فرماتے ہیں ان اللہ یحب المتقین کہ اللہ پاک متقی حضرات سے محبت کرتے ہیں۔

(۸) تقویٰ کی برکت سے اعمال کی قبولیت ہوتی ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ بیشک اللہ پاک متقی حضرات کے اعمال قبول فرماتے ہیں۔

(۹) متقی حضرات کا اکرام واعزاز ہوتا ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ بیشک تم میں سب سے زیادہ قابل اکرام اللہ پاک کے یہاں وہ ہوگا جو تم میں زیادہ متقی ہوگا۔

(۱۰) موت کے وقت بشارت حاصل ہوتی ہے اللہ پاک فرماتے ہیں اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْریٰ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَۃِ وہ لوگ جو ایمان اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے ان کو دنیا میں بھی بشارت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بشارت حاصل ہوگی۔

(۱۱) نجات تقویٰ کے ساتھ وابستہ ہے اللہ پاک فرماتے ہیں ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا پھر ہم ان کو نجات دیں گے جو اللہ پاک سے ڈرتے تھے۔

(۱۲) جنت میں دائمی نعمتیں متقیوں ہی کو حاصل ہوں گی اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَائِقَ وَاَعْنَابًا وَکَوَاعِبَ اَتْرَابًا بیشک متقی حضرات کے لئے کامیابی ہے اور باغات ہوں گے اور انگور ہوں گے۔

دنیا کے سب سے بڑے متقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

عن انس رضی اللہ عنہ قال جاء ثلثة رھط الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی فلما اخبر وا لھا کانھم تقالو ھا فقالوا این نحن عن النبی وقد

غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فقال احدهم اما انا فاصلى الليل ابداً وقال الاخر انا اصوم النهار ابدا ولا افطر وقال الآخر انا اعتزل النساء ولا اتزوج ابداً فجاء النبی ﷺ فقال انتم قلتم كذا وكذا اما والله انی لاخشاكم واتقاكم لكنی اصوم وافطر اصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فليس منی متفق عليه (مشکوٰۃ شریف ر۲۷ ج۱)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ تین اشخاص نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آپ ﷺ کی عبادت معلوم کرنے آئے جب ان کو آپ کی عبادت معلوم ہوئی تو انہوں نے اس کو کم سمجھا اور پھر یہ کہا کہ ہم کہاں اور نبی کریم ﷺ کہاں آپ تو مغفور ہیں اس لئے کم عبادت بھی کافی ہے ہمیں بہت زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے، ان میں سے ایک نے کہا اب میں مسلسل روزے رکھوں گا اور دوسرے نے کہا کہ اب میں عورتوں سے الگ رہونگا شادی نہ کروں گا، ایک نے کہا کہ مسلسل راتوں کو نمازیں پڑھوں گا نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ان کے پاس آئے اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس طرح کہا ہے اور ارادہ کیا، میں تم سب میں اللہ پاک سے سب سے زائد ڈرنے والا ہوں اور تقویٰ والا ہوں پھر میں سب اعمال کرتا ہوں روزہ کے وقت روزہ رکھتا ہوں اور افطار کے وقت افطار اور ترک بھی کر دیتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور عورتوں

سے شادی بھی کرتا ہوں، لہذا جو میری سنتوں سے اعراض کرے گا وہ ہم سے تعلق رکھنے والا شمار نہ ہوگا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ تقویٰ اصل اتباع سنت کا نام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام انسانوں میں سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار انسان سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تقویٰ واقعات کی روشنی میں

اس امت مرحومہ میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بڑا متقی وہ شخص ہے جس کی تعریف تقویٰ کے بارے میں خود اللہ پاک نے فرمائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى اور عنقریب دور رکھا جائے گا اس آگ سے وہ شخص جو سب سے بڑا متقی ہے اور جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزگی حاصل کرے، اس جگہ باتفاق مفسرین (اتقی) سے حضرت ابوبکر صدیقؓ مراد ہیں (اشقی) سے امیہ بن خلف مراد ہے جو ایک طرف کافر و مشرک تھا تو دوسری طرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت ایذائیں پہنچاتا تھا جو اس کے غلام تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے پنجے سے آزاد کرایا اس طرح سے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک غلام تھا اسود اللون واسود القلب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم یہ غلام لے لو یہ تمہارے مذہب پر ہے اور بلال رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو وہ اس پر تیار ہوگیا۔

یہ بھی تقویٰ کا جزء ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی جائے اور مصائب سے آزاد کرادیا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر ؓ نے حضرت بلال ؓ کو آزاد کرایا اور اسی طرح آپ نے دوسرے سات اشخاص کو خرید کر آزاد فرمایا اور اس میں حضرت ابوبکر ؓ نے مال خطیر خرچ فرمایا ہے جس کی اللہ پاک نے مذکورہ آیت میں تعریف فرمائی ہے (کذا فی فتح القدیر ص ۳۳۴ ج ۴)۔

اقوال سلف ص ۵۲ ج ا میں مذکور ہے کہ آپ جب بھی مشتبہ کھانا تناول فرمالیتے تو اس کی تحقیق کے بعد قے کردیتے اور اللہ پاک سے دعا کرتے کہ اے اللہ اس کھانے کا جو اثر میری رگوں اور آنتوں میں سرایت کر گیا ہے اس پر میرا مواخذہ نہ فرمانا۔۔۔۔نیز حضرت صدیق اکبر ؓ فرمایا کرتے تھے کہ خبردار کوئی کسی شخص کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ چھوٹے درجے کا مسلمان بھی اللہ پاک کے نزدیک بڑا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے بزرگی کو تقویٰ میں پایا اور تونگری کو یقین میں اور عزت کو تواضع میں (اقوال سلف ص ۵۳ ج ۱)۔

حضرت صدیق اکبر ؓ کا تقوی

حضرت صدیق اکبر ؓ کے تقویٰ کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ آپ نے ایک دن اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ پی لیا تھا جب تحقیق کی اور وہ مالِ مشتبہ میں سے ظاہر ہوا تو آپ نے انگلی منہ میں ڈال کر اس کو قے کرکے نکال دیا، احیاء العلوم وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور بیت المال میں آپ کی احتیاط کا یہ حال تھا

کہ آپ کے حصہ میں جو چیز آئی ہوئی تھی اور وہ ابھی آپ کے پاس باقی رہی ہوئی تھی اس کو بیت المال میں واپس کرادیا، یہ مروی ہے عائشہؓ سے اور حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ وغیرہما سے کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ اور عبادات میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں رات کے اول حصہ میں پڑھ لیتا ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ آخر شب میں تو آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کے لئے فرمایا کہ انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا احتیاط کی بناء پر اور عمر رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ انہوں نے یہ اختیار کیا قوت کی بناء پر، اس کو ابوداؤدؒ اور مالکؒ نے روایت کیا اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا تھی اللھم ارنی الحق الخ اے اللہ مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور مجھے اس کے اتباع کی توفیق بخشد یجئے اور مجھے باطل کا باطل ہونا دکھا دیجئے اور اس سے بچنے کی توفیق بخشد یجئے اور حق کو مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہش نفسانی کا اتباع کرنے لگوں، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اور زبان کو روکے رکھنا اس درجہ تھا کہ ابوبکرؓ اپنے منہ میں سنگریزہ رکھ لیا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے نفس کو کلام سے روکیں، احیاء العلوم میں ایسا ہی ہے، اور حضرت عمرؓ پہنچے حضرت ابوبکرؓ کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ

رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے رک جاؤ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اسی نے تو مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا، اس کو مالکؒ نے روایت کیا ہے، احیاء العلوم میں اس موقع پر ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے کسی بزرگ کو حضرت ابوبکرؓ خواب میں دکھائے گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی زبان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ وہ ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا تو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو اس نے جنت میں داخل کر دیا (ماخوذ از ازالۃ الخفاء ص ۸۱/ج ۳)۔

پہلا خطبہ خطبۃ التقویٰ

صاحب سیرۃ المصطفیٰ فرماتے ہیں یہ وہ خطبہ ہے جس کا ہر لفظ دریائے فصاحت و بلاغت کی گہرائی میں ڈوبا ہوا ہے اور جس کا ہر حرف امراض نفسانی کیلئے شفا اور مردہ دلوں کیلئے آب حیات ہے اور جس کا ہر کلمہ ارباب ذوق کیلئے رحیق مختوم سے کہیں زیادہ شیریں اور لذیذ ہے۔

الحمد لله احمده واستعينه واستغفره واستهديه واؤمن به ولا اكفره واعادي من يكفره واشهد ان لااله الا الله وحده لاشريك له وان محمداً عبده ورسوله ارسله بالهدى والنور والموعظة على فترة عن الرسل وقلة من العلم وقرب من الاجل من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضل ضلالاً بعيداً اوصيكم بتقوى

فضیلتِ تقویٰ

اللـه فـانه خير ما اوصى به المسلم المسلم ان يخصه على الاخرة وان

يـامـره بتـقـوى اللـه فـاحذروا ماحذركم الله من نفسـه ولا الافضل من

ذلك نصيحة ولا افضل من ذلك ذكرى وان تقوى الله لمن عمل به

عـلـى وجـل ومخافة من ربه عون صدق على ما تبتغون من امر الا خرة

ومـن يـصـلـح الـذى بيـنـه وبين الله من امره فى السر والعلانية لاينوى

بـذلك الاوجـه اللـه يـكـن لـه ذكرا فى عاجل امرى وذخرا فيما بعد

الموت حين يفتقر المرأ الى ماقدم وما كان من سوى ذلك تود لو

ان بيـنهـا وبينه امداً بعيداً يحذركم الله نفسـه والله رؤف بالعباد والذى

صـدق قـولـه انجز وعده لاخلف لذلك فانه يقول مايبدل القول لدى

ومـا انـا بـظلّام للعبيد فاتقوا الله فى عاجل امركم واجله فانه من يتق الله

فى السر والعلانية فانه من يتق الله يكفر عنه سيأته ويعظم له اجراً ومن يتق

الـله فقد فاز فوزاً عظيماً وا ن تقوى الله ويؤتى عقوبته ويوتى بحظكم ولا

تـفـرطـوا فى جنب الله قد علمكم الله كتابه ونهج لكم سبيله ليعلم الذين

صـدقـوا ولـيعلم الكذ بين فاحسنوا كما احسن الله اليكم وعادوا اعدائه

واجتبـا كـم وسـمـا كم المسلمين ليهلك من هلك عن بينة ويحيٰ من

حى عـن بينة ولا قوة الا بالله فاكثروا ذكر الله واعملوا لما بعد اليوم فانه

مـن يـصـلـح مـابيـنه وبين الله يكفه الله مابينه وبين الناس ذلك بان الله

یقضی علی الناس ولا یقضون علیه ویملك من الناس ولا یملكون منه الله اکبر ولا قوة الا بالله العظیم (کذافی البدایة والنهایة)۔

الحمدللہ اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت ومغفرت اور ہدایت کا طلب گار ہوں اور اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا بلکہ اسکے کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں جس کو اللہ نے ہدایت اور نور حکمت اور موعظت دیکر ایسے وقت میں بھیجا جب کہ انبیاء ورسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور قیامت کا قرب تھا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے ہدایت پائی اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ پرہیزگاری کا اس کو حکم کرے بس بچو اس چیز سے کہ اللہ نے جس سے تم کو ڈرایا ہے، تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت و موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور خوف خداوندی آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے اور جو شخص ظاہر وباطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کرلے جس سے مقصود محض رضاء خداوندی ہو اور کوئی دنیوی غرض

و مصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اس کیلئے باعث عزت و شہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا غایت درجہ محتاج ہوگا اور خلاف تقویٰ امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ حائل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عظمت وجلال سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں ، اللہ اپنے قول میں سچا اور وعدہ وفا کرنے والا ہے،ان کے قول اور وعدہ میں خلف نہیں **ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید** پس دنیا اور آخرت میں ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرو تحقیق جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطاء فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرے تحقیق کہ وہ شخص بلاشبہ بڑا کامیاب ہوا اور تحقیق کہ اللہ کا تقویٰ ایسی شئی ہے کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا اور رضاء خداوندی اور رفع درجات کا وسیلہ و ذریعہ ہوگا اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو لے لو اور اس میں کمی نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کیلئے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لئے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہو جائے پس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا

اسی طرح تم حسن وخوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھواس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو، اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا لقب ہی مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا، بس اس نام کی لاج رکھو، منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں، پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کیلئے عمل کرو جو شخص اپنا معاملہ خدا کے ساتھ درست کرلے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفالت کرلے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے، اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کرو لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ پاک سب کی کفایت کرے گا،

اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت امام اعظمؒ کا خشیت وتقویٰ

(۱) کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ ایک صاحب سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک اس نے امام صاحب سے کہا کہ **اتق اللہ** خدا سے ڈر اس لفظ کا اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ امام صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا سر جھکا لیا اور یہ کہنے لگے کہ

بھائی خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ جب کسی کو علم پر ناز ہونے لگے اس وقت وہ اس کا مستحق ومحتاج ہو جاتا ہے کہ اس کو خدا یاد دلائے۔

(۲) ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک صاحب نے کہا کہ آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر تھا، آپ نے فرمایا اس مکان والے پر میرا قرض ہے لہذا اس کی کسی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس کے گھر کا سایہ ہی کیوں نہ ہو سود ہے اور سود ناجائز وحرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کل قرض جر نفعاًفهو رباً الخ۔

(۳) روح الایمان فی مناقب النعمان رص ۱۱۸ ر پر منقول ہے کہ ایک بکری کوفہ میں گم ہوگئی تھی آپ نے لوگوں سے معلوم فرمایا کہ بکری کتنی مدت زندہ رہتی ہے؟ کسی نے کہا سات برس تو آپ نے سات برس کسی بکری کا گوشت نہیں کھایا اس گمان سے کہ شاید وہ مفقودہ بکری کا گوشت ہو اور اس کے کھانے سے قلب میں ظلمت وقساوت پیدا ہو جائے اس لئے کہ غذائے حرام کی یہی شان ہے۔

(۴) حسن بن صالحؒ کہتے ہیں کہ امام صاحب تقویٰ اور ورع میں کمال رکھتے تھے محرمات ومشتبہات سے نہایت مجتنب اور پرہیزگار تھے اور نہایت خوف رکھنے والے تھے، یہاں تک کہ بوجہ شبہ کے بہت سی حلال چیزوں

کو بھی چھوڑ دیا تھا اور موت تک آپ کو تقویٰ کا اہتمام رہا ہے، یہ تھا آپ کے ورع وتقویٰ کا کمال اور حدیث پر عمل۔

(۵) منقول ہے کہ امام محمدؒ طالب علمی کے زمانے میں بہت شکیل وجمیل تھے، امام صاحبؒ نے بجز ایک دفعہ کے ان کو کبھی نہیں دیکھا کیونکہ اس وقت ان کے ڈاڑھی نہیں نکلی تھی کیونکہ امرد صبیح الوجہ کو دیکھنا منع ہے اس لئے امام صاحبؒ نے ان کو ستون مسجد کی آڑ میں بیٹھنے کیلئے فرمایا اور اسی طرح ان کو تعلیم دیتے رہے (کذا فی روح الایمان رص ۱۱۹)۔

امام بخاریؒ کے تقویٰ کے واقعات

حضرت امام بخاری قدس سرہ کے والد ماجد بہت بڑے مالدار غنی ومتمول آدمی تھے اور دولت کی کثیر مقدار چھوڑ کر فوت ہوئے تھے، امام بخاریؒ کو اپنے والد ماجد کے ترکہ میں سے کافی دولت ملی تھی مگر وہ تمام دولت آپ نے فی سبیل اللہ طلب علم میں خرچ کی حتی کہ بعض اوقات امام بخاریؒ کو فاقہ کی وجہ سے گھاس کھانے کی نوبت آ گئی تھی (فضل الباری رص ۶۵ رج ۱)۔

سوال سے احتراز اور نصرتِ الٰہی

علامہ شمس الدین الذہبیؒ سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۸ رج ۱۲ رمیں بحوالہ محمد بن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

اس درمیان کہ میں اپنے استاذ و شیخ حضرت آدم بن ابی ایاسؒ کے پاس علم میں مشغول تھا، میرے پاس خرچے ختم ہوگئے اور مجھے گھاس کھا کر گزارہ کرنا پڑا مگر میں نے اپنی حالت کا کسی سے اظہار نہیں کیا، جب تین روز ایسی حالت میں گزر گئے تو رات میں ایک شخص آیا جس کو میں جانتا نہ تھا اس نے مجھے دینار کی ایک تھیلی دی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس کو اپنے اوپر خرچ کرلیا کرو۔

حسین بن محمد سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری قدس سرہ کے اندر تین بڑی ممتاز صفات ہیں ان عمدہ دیگر صفات کے ساتھ جو وہ اپنے اندر رکھتے تھے۔

(۱) قلیل الکلام تھے (۲) لوگوں کے مال و دولت پر ان کی نظرِ طمع بالکل نہ تھی وہ مستغنی آدمی تھے (۳) وہ لوگوں کی طرح مختلف معاملات میں اپنا وقت خراب نہ کرتے تھے، ان کی تمام مشغولیات علم کے سلسلہ میں ہوتی تھیں، **کل شغله كان في العلم** (سیر اعلام النبلاء، ص ۴۴۸، ج ۱۲)۔

بغیر تنخواہ کے خدمتِ حدیث

سلیم بن مجاہدؒ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ خالص اللہ پاک کی رضاء جوئی کے لئے لوگوں کو علمِ حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس تعلیم پر وہ لوگوں سے کچھ لیا بھی نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں نے امام بخاریؒ جیسا فقیہ اور محدث اور بزرگ تقویٰ و پرہیزگاری میں کامل انسان نہیں دیکھا اور آپ بڑے عابد و زاہد ولی انسان تھے (سیر اعلام النبلاء، ص ۴۴۹، ج ۱۲)۔

حضرت الامام قدس سرہ العزیز کا مزید تقویٰ، حسنِ نیت، صدقِ عزیمت اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار امام کی خدمت میں کچھ ہدایا پیش کئے گئے، ایک تاجر نے حاضر ہو کر ان ہدایا کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور پانچ ہزار درہم نفع کے لگائے، امام نے فرمایا کل آؤ اس وقت سوچ کر جواب دوں گا، وہ تاجر چلا گیا امام نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اس معاملہ کو قبول کر لوں گا، اس کے بعد ایک دوسرا تاجر آیا اور اس نے دس ہزار درہم نفع کے لگائے، ظاہر ہے کہ فتویٰ کے اعتبار سے امام پر کوئی پابندی نہیں تھی کیونکہ آنے والے تاجر سے کوئی معاملہ صراحۃً طے نہیں ہوا تھا، امام نے صرف یہ فرمایا تھا کہ کل آنا تب جواب دونگا، مگر دل میں اس کے ساتھ معاملہ کرنے کے لئے ارادہ ہو گیا تھا اس وجہ سے آپ نے دوسرے تاجر سے معذرت فرمادی حالانکہ آپ کو نفع میں پانچ ہزار درہم زیادہ مل رہے تھے، یہ آپ کا کمال تقویٰ ہے اور فرمایا لا احب ان انقض نیتی (تاریخ دمشق رص ۲۸ رج ۴۲)۔

اور یہ صرف اس وجہ سے کہ اعمال کا ایک وجود مخفی طور پر عند اللہ نیت سے ہو جاتا ہے، اگر چہ اس پر فقہی احکام مرتب نہیں ہوتے ہیں، اس دقیق تحقیق کی بناء پر امام بخاریؒ نے اپنے آپ کو اللہ پاک کے سامنے کاذب ہونے سے بچالیا، سبحان اللہ! حضرت امام قدس سرہ کی نظر کس قدر دقیقہ رس تھی اگر چہ یہ چیز لوگوں سے مخفی ہے (فضل الباری رص ۶۲ رج ۱)۔

حضرت علامہ ذہبیؒ نے بھی اس قصہ کو لکھا ہے (سیر اعلام النبلاء رص ۴۴۷ رج ۱۲)۔

قرض خواہ کے ساتھ رحم دلی کا معاملہ

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا ایک صاحب کے ذمہ ۲۵ ؍ ہزار روپے بطور قرض تھے مگر وہ بہت تنگ کرتا تھا اور ادھر ادھر بھاگتا رہتا تھا، دوسرے حضرات نے امام صاحب سے بارہا کہا کہ ہم اس کو پکڑلیں اور اس کے لئے فلاں فلاں اس دور کے حکام وسلاطین سے بات کریں گے اور ہم نے حضرت کو بتائے بغیر جب اس کے بارے میں حکام وسلاطین سے بات کی اور سختی کرانی چاہی تو حضرت نے منع فرمادیا اور اس کو بہت سہولت دیدی کہ تم ہر سال صرف دس درہم دیدیا کرو، اللہ اکبر! امام بخاریؒ کا تقویٰ کتنا تھا اور اخلاق کس قدر وسیع تھے ۲۵ ؍ ہزار درہم میں سے کتنے حضرت کو وصول ہوئے ہونگے اللہ ہی جانتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ؍ ص ۴۴۶ ؍ ج ۱۲)۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ ایک صاحب کے مکان میں بطور کرایہ دار رہتے تھے اور کافی زمانہ رہے مگر فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اس کی دیوار اور زمین میں سے کچھ لے کر استنجے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا اس بات کا خیال رکھا کہ مکان دوسرے کا ہے (سیر اعلام النبلاء ؍ ص ۴۴۷ ؍ ج ۱۲)۔

بیع میں تقویٰ

حضرت امامؒ کو باندی کی ضرورت تھی، آپ ایک صاحب کو ساتھ لیکر باندیاں دیکھنے گئے، وہاں خوبصورت سے خوبصورت باندیاں تھیں مگر ایک

باندی جو صورت وشکل میں زیادہ اچھی نہ تھی آپ نے اس کو دیکھا اور دیکھتے ہوئے آپ کا ہاتھ اس کی ذقن پر لگ گیا، آپ نے ساتھی سے فرمایا کہ اسی کو خرید لو، ساتھی نے کہا کہ دوسری اور باندیاں خوبصورت اور کم قیمت کی بھی موجود ہیں مگر حضرت امامؒ نے اسی کو خریدا اور فرمایا اب یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی جب اس کو مس کرلیا گیا تو اب اسی کو خریدنا ہے، چنانچہ اسی باندی کو خریدا گیا حالانکہ آپ کو قیمت زیادہ ادا کرنی پڑی (سیر اعلام النبلاء، ص ۲۴۷، ج ۱۲)۔

فہرست

مراجع وماخذ

تفسیر ابن کثیر	تفسیر بغوی
تفسیر بیان القرآن	مسلم شریف
تفسیر روح البیان	مشکوۃ شریف
روح الایمان فی مناقب النعمان	البدایہ والنہایہ
تفسیر ابو السعود	تفسیر خازن
تفسیر کبیر	ترمذی شریف
فوائد عثمانیہ	اقوال سلف
فتح القدیر	معارف القرآن
سیرۃ المصطفیٰ	صفوۃ التفسیر

اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا (التوبہ ۱۱۱)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں یہ اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے

حضرت علامہ ابن النحاس ابو زکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہید رحمۃ اللہ علیہ

کی ایمان افروز مقبول کتاب مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ومثیر الغرام الی دار السلام کی

اُردو تلخیص و تشریح

فضائلِ جہاد (کامل)

از قلم

مولانا محمد مسعود اظہر

ناشر

جیشِ محمد ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب کا نام: فضائل جہاد کامل

مترجم، ملخص و معلق: مولانا محمد مسعود اظہر صاحب

اصل کتاب: مشارع الاشواق الی مصارع العشاق (لابن نحاس)

باہتمام: طاہر حمید، خادم مکتبہ جیش محمد ﷺ وادارۃ الخیر

ناشر: مرکزی شعبہ نشریات جیش محمد ﷺ

طبع اول تا طبع پنجم	محرم الحرام تا جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ	تعداد	۱۰۰۰۰
طبع ششم	ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ فروری ۲۰۰۰ء	تعداد	۳۰۰۰
طبع ہفتم	صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مئی ۲۰۰۰ء	تعداد	۲۰۰۰
طبع ہشتم	ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ اگست ۲۰۰۰ء	تعداد	۲۰۰۰
طبع نہم	رجب المرجب ۱۴۲۱ھ اکتوبر ۲۰۰۰ء	تعداد	۲۰۰۰
طبع دہم	رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ دسمبر ۲۰۰۰ء	تعداد	۲۰۰۰

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ "جیش محمد ﷺ"۔ امین مارکیٹ دکان نمبر ۳، نزد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فون و فیکس 4852256

☆ کتاب گھر بالمقابل دار الافتاء والارشاد ناظم آباد نمبر ۴ کراچی

☆ پاکستان میں "ضرب مومن" کے تمام دفاتر سے دستیاب ہے

☆ پاکستان میں "جیش محمد ﷺ" کے تمام دفاتر سے دستیاب ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

يَاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں کو قتال (جہاد) کا شوق دلایئے (القرآن)

سورۃ الانفال آیت نمبر ۶۵

اکیسواں باب

انتیسواں باب

تیسواں باب

اکتیسواں باب

بتیسواں باب

تینتیسواں باب

تعارف فضائل جہاد کامل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☐ زیر نظر کتاب "فضائل جہاد کامل" علامہ ابن النحاس شہیدؒ (متوفی ۸۱۴ھ) کی ایمان افروز اور مقبول کتاب "مشارع الاشواق الی مصارع العشاق ومثیر الغرام الی دار السلام" کی اردو تلخیص وتشریح ہے۔

☐ مشارع الاشواق کا جو نسخہ بندہ کے سامنے ہے وہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت نے ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء کو شائع کیا ہے یہ نسخہ دو جلدوں پر مشتمل ہے دونوں جلدوں کے صفحات کی تعداد بارہ سو ستائیس ہے جن میں سے ایک ہزار پچیس صفحات پر کتاب کا اصل مواد ہے جبکہ باقی صفحات پر دیگر الحاقی مواد اور مختلف فہرستیں ہیں یہ کتاب جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے دو متخصصین شیخ محمد علی اور شیخ محمد خالد اسطنبولی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

☐ بندہ کے پیش نظر اصل کتاب کی تلخیص وتشریح تھی اس لئے بندہ نے اس کے حاشیے کو موضوع بحث نہیں بنایا۔

☐ مصنف جو آٹھویں صدی کے اخیر اور نویں صدی کے آغاز کی مشہور علمی، روحانی اور جہادی شخصیت ہیں نے اپنی اس کتاب کی ترتیب میں قرآن مجید کے علاوہ ایک سو اکتیس سے زائد کتب سے مدد لی ہے چنانچہ ان تمام کتابوں کے حوالے آپ کو بکثرت ملیں گے۔

☐ کتاب کی تلخیص وتشریح کا کام مورخہ ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۴/ ستمبر ۱۹۹۸ء

بروز جمعۃ المبارک شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے اس کا مبارک اختتام مورخہ ۱۶/ جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ بمطابق ۸/ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات کو ہوا۔

☐ کتاب کی تلخیص و تخریج کے دوران کہیں خالص ترجمے اور کہیں خالص تخریج کا انداز اختیار کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر مفید تبدیلیاں اور اضافے بھی کئے گئے ہیں بعض بہت زیادہ ضعیف احادیث، مکررات اور دور حاضر کے اعتبار سے بعض غیر اہم مباحث کو حذف کر دیا گیا ہے اور ہر باب کے آخر میں دعوت جہاد یا دعوت فکر کا بطور تعلیق اضافہ کیا گیا ہے بندہ کی طرف سے کئے جانے والے اکثر اضافات کے اول اور آخر میں یہ نشان [ ] لگا دیا گیا ہے البتہ خاتمۃ الکتاب کے دونوں حصوں میں مصنف اور مترجم کی عبارت کے درمیان امتیازی خط نہیں ہے کیونکہ اس میں کافی تبدیلی کی گئی ہے۔

☐ کتاب کے مصنف علامہ ابن النحاس ابوزکریا احمد بن ابراہیم بن محمد دمشقی ثم دمیاطی شہید نور اللہ مرقدہ ایک خوش نصیب عالم دین اور بزرگ تھے انہوں نے مشارع الاشواق جیسی جامع اور مقبول کتاب لکھی جس کی ہر سطر اپنے پڑھنے والے کے دل میں ایمان کی حلاوت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق پیدا کرتی ہے۔ یہ کتاب مصنفؒ کے لئے بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ دوسری طرف مصنفؒ خود بھی جانباز مجاہد تھے اور وہ صلیبیوں کے خلاف مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے اور انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھے ہوئے تمام فضائل کا خود کو مستحق ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد حق کی شہادت کو بھی قبول فرمائے اور ان کی اس جذبات آفریں کتاب کو بھی۔ آمین۔

☐ اس کتاب کی تلخیص و تخریج کے دوران عزیز القدر سلطان احمد میانا نے کتاب کے مسودے کی ترتیب میں نہایت شفقت اور جانفشانی سے تعاون کیا ہے نیز عزیز القدر شاہد لطیف نے اپنی مخلصانہ خدمت اور محنت کے ذریعے کتاب کا کام کرنے میں سہولت پہنچائی نیز عزیز القدر حافظ ناصر اکرام نے بھی حتی الوسع ہاتھ بٹایا۔

اللہ تعالیٰ اپنے رستے میں قید ان تینوں نوجوانوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

امید ہے کہ قارئین کرام ہم سب کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کامیابی اور سرخروئی کی دعا فرمائیں گے اور اللہ کے راستے میں قید دیگر تمام مجاہدین کے لئے بھی دعاء فرمائیں گے۔

☐ تقریباً ساڑھے سات سال قبل بندہ نے فضائل جہاد کے عنوان سے کام شروع کیا تھا اور اس کتاب کا حصہ اول جس میں صحیح بخاری کی چالیس جہادی احادیث کی تشریح و توضیح کی گئی تھی بار بار شائع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبولیت سے نوازا بندہ کا ارادہ اس کتاب کو دس حصوں میں مکمل کرنے کا تھا مگر حصہ اول کے بعد کام رک گیا اور اس کتاب کو مکمل کرنے کی تمنا پوری نہ ہو سکی مگر اب الحمد للہ زیر نظر کتاب نے کسی حد تک اس تمنا کو پورا کر دیا ہے اور اس کتاب میں وہ اکثر مواد موجود ہے جس کو فضائل جہاد کے دس حصوں میں پیش کرنے کا ارادہ تھا چنانچہ اس کتاب کو اب "فضائل جہاد کامل" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اور "فضائل جہاد حصہ اول" کو بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے۔

اللہ ارحم الراحمین کا شکر ہے کہ اس نے اس دیرینہ ایمانی و قلبی تمنا کو پورا فرمایا اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ کاوش کو آخرت میں بخشش، نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو مسلمانوں کی بیداری اور مجاہدین کے جذبوں کی تازگی کا ذریعہ بنائے آمین ثم آمین۔

☐ بندہ کے مربی، مرشد اور محسن، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا اس کار خیر میں بہت بڑا حصہ ہے آپ کی بے پناہ شفقت، ہمت بخش حوصلہ افزائی اور بے لوث تعاون بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت اقدس کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے انوارات کو تا قیامت تابندہ و جاری رکھے۔

نیز حضرت اقدس کے خلیفہ ارشد اور جانشین حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ العالی کا بھی بھرپور تعاون شامل رہا بلکہ حقیقت میں وہی اس کار خیر کے اصل محرک ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله واصحابه وسلم تسليما كثيراً كثيراً

محمد مسعود اظہر

۱۹/ جمادی الآخرۃ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۸ء یوم الاحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ، فضائل جہاد کامل

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

امابعد! رات کے سوا دس بج چکے ہیں مغرب کے بعد سے ہجری تاریخ بدل چکی ہے یعنی جمادی الاول ۱۴۱۹ھ کی دسویں تاریخ شروع ہو چکی ہے مگر شمسی تاریخ ابھی تک نہیں بدلی اس میں ابھی پونے دو گھنٹے باقی ہیں یعنی ابھی تک ستمبر ۱۹۹۸ء کی پہلی تاریخ چل رہی ہے میرے سامنے دو کتابوں کی فوٹو اسٹیٹ جلدیں رکھی ہوئی ہیں یہ جہاد کی مشہور و مفید کتاب مشارع الاشواق کی دو جلدیں ہیں۔

کتاب کیا ہے علم و معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ میرے پیر و مرشد مربی و محبوب حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مجھ ناچیز گناہگار پر بے پناہ شفقتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے تقریباً ڈھائی سال پہلے تہاڑ جیل میں یہ کتاب بھجوائی تھی۔ اس مبارک کتاب کے چند صفحات پڑھ کر فوراً ہی یہ خیال ذہن پر سوار ہو گیا کہ اس کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ یا کم از کم تلخیص ضرور ہونی چاہئے کیونکہ اس کتاب میں تقریباً ان تمام شبہات کا جواب موجود ہے جو جہاد کے خلاف خصوصی طور پر برصغیر پاک و ہند میں پھیلائے گئے ہیں اور اب تک پھیلائے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف اس کتاب کی ایک نہایت اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مصنف علامہ ابوزکریا احمد بن ابراہیم بن محمد الدمشقی ثم الدمیاطی المعروف علامہ ابن النحاسؒ اپنے وقت کے عظیم مجاہد تھے۔ ان کی پوری زندگی علم و جہاد کے گرد گھومتی ہے اور بالآخر انہیں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت کی عظیم نعمت بھی نصیب ہوئی۔ آپ خود سوچئے اس طرح کے عالم با

عمل مجاہد و شہید کے قلم سے نکلنے والی تحریر کس قدر پر اثر ہوگی۔

حضرت مصنف شہیدؒ نے نہایت عرق ریزی اور جگر سوزی سے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ یہ کتاب ایک طرف جہاد کے تقریباً تمام قابل ذکر پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اور دوسری طرف اس میں نہایت درد کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کی نعمت، عظمت اور ضرورت بتائی گئی ہے۔ گذشتہ اڑھائی سال میں میں نے جب بھی اس کتاب کے چند اوراق اپنے ہم قفس رفقاء کو سنائے تو انہوں نے بار بار ایک ہی سوال پوچھا کہ کیا اس کتاب کا اردو ترجمہ دستیاب نہیں ہے اور ہر کسی نے یہ کہا کہ اگر یہ کتاب اردو میں دستیاب ہو جائے تو ہماری دعوت جہاد کو زبان نصیب ہو جائے گی اور ہمیں اپنے اہل خانہ کو کسی طرح کی مزید ترغیب و تسلی دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ مگر مجھے نہ تو یہ معلوم تھا کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ ہوا ہے یا نہیں اور نہ یہ معلوم تھا کہ کسی نے ابھی تک اس کار خیر کو شروع فرمایا ہے یا نہیں؟ زندگی کے دن رات جیل کی زنگ آلود سلاخوں کے پیچھے تیزی سے گزرتے گئے اور مجھے اس کتاب پر کام کرنے کا نہ ہی موقع ملا اور نہ فرصت۔ ابھی کچھ دن سے پھر یہ خیال مجھ پر مسلط ہو گیا ہے کہ جہادی دعوت اور جہادی علم کا یہ عظیم خزینہ کسی نہ کسی شکل میں اردو خواں طبقے کے سامنے آ جانا چاہئے۔ چنانچہ فوراً اپنے اکابر سے استشارہ کیا تو یہی جواب ملا کہ اگر تم یہ کام کر دو تو بہت فائدہ ہوگا۔ اکابر کے اس حکم کے بعد اب میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور مجھے صرف یہی حرص ہے کہ جہاد کی موثر دعوت جلد سے جلد مسلمانوں تک پہنچ جائے اور اس مبارک کام کی بدولت مجھ گناہگار کی بخشش کا کچھ سامان ہو جائے۔ میں آج رات کام شروع کرنے کا ارادہ کر کے بیٹھ گیا ہوں مگر ایک طرف تو میری جہالت میرے لئے ایک آڑ ہے۔ کیونکہ اس فصیح و بلیغ کتاب کی تلخیص و ترجمے کے لئے جس علمی استعداد کی ضرورت ہے وہ میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ ترجمہ تو کوئی خاص مشکل کام نہیں ہے مگر ایک باعمل شخص کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ کی ترجمانی کا حق

ادا کرنا بے شک ایک مشکل کام ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ہی اس میں آسانی کے لئے استعانت کرتا ہوں۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ دوسری طرف جیل کے وہ حالات ہیں جو ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ حالات کیا ہیں؟ اور کیسے ہیں؟ نہ تو انہیں بیان کرنے کا کچھ فائدہ ہے اور نہ میری خواہش ہے کہ انہیں تفصیل سے بیان کروں۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حالات سے نجات عطا فرمائے اور کھلی فضا میں اپنے دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

یہاں خطوط پر سخت قسم کا سنسر ہے اپنے ان رشتہ داروں کے علاوہ جن کے نام جیل حکام نے لکھ رکھے ہیں کسی اور کو خط لکھنے کی اجازت نہیں ہے خط لکھ کر کھلے لفافے میں جیل حکام کے حوالے کیا جاتا ہے وہ اسے پڑھنے اور اس پر غور کرنے کے بعد اگر مناسب سمجھتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں ورنہ فائلوں میں محفوظ کر لیتے ہیں کسی بھی خط میں جہاد کا تذکرہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس پر نہ صرف خط روک لیا جاتا ہے بلکہ لکھنے والے کی حتی الوسع زبانی یا جسمانی خاطر تواضع بھی کی جاتی ہے، یہی حال آنے والے خطوط کا ہے جیل حکام کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ مجاہد قیدیوں کو دبا کر رکھیں۔ اور انہیں ذہنی و جسمانی طور پر مفلوج کر دیں ابھی جب میں نے یہ الفاظ لکھنا شروع کئے تو چکی نمبر ۱۵ سے ایک ساتھی کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آئیں میں نے کاغذ قلم چھوڑ کر آہنی دروازے میں موجود نگرانی والے چھوٹے سے سوراخ سے آواز دیکر پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ ساتھی سخت بیمار تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اسے ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا تو وہاں موجود ایک جیل ملازم نے اسے ماں بہن کی غلیظ گالیاں بکیں اور شراب کے نشے میں نا معلوم اس بیچارے کو کیا کچھ کہا۔ پانچ سال سے گرفتار یہ ساتھی ذہنی مریض ہو چکا ہے وہ مسلسل چیخ رہا تھا کہ مجھے ماں بہن کی گالیاں کیوں دیں۔ میں نے آواز دے کر اسے تسلی دی کہ صبح انشاء اللہ ہم ان سے نمٹ لیں گے ابھی تم دوائی لے کر

آرام کرو۔ معلوم نہیں گالیوں کے طوفان بدتمیزی میں یہ کام پورا ہو سکے گا یا نہیں؟ مجھے تو بس اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے اگر میرے برے اعمال آڑے نہ آئے تو انشاء اللہ وہ ضرور مدد فرمائے گا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر اسی طرح کتابوں کی بھی سخت کمی ہے لغت اور تفسیر وحدیث کی محض چند کتابیں دستیاب ہیں چنانچہ ذہن میں بہت کچھ ہونے کے باوجود کتابوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے حوالے وغیرہ لکھنے اور تفصیلات سمجھنے کے مواقع بے حد محدود ہیں۔ ان حالات میں ان دنوں کی قدر آتی ہے جب بڑے بڑے کتب خانے دسترس میں تھے اور ہزاروں کتابوں تک بڑی سہولت سے رسائی تھی مگر اب تو وہ مناظر محض افسانہ معلوم ہوتے ہیں اس کے علاوہ جیل میں ایسے چھوٹے بڑے واقعات روزمرہ کا معمول ہیں جو انسان کو یکسو نہیں رہنے دیتے بلکہ مستقل ذہنی تشویش میں مبتلا رکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طاقت اور رحمت لامحدود ہے اب تک اس نے جس طرح سے دستگیری فرمائی ہے اگر اس کے کچھ واقعات لکھوں تو یقیناً ایک مفصل کتاب بن سکتی ہے جسے پڑھنے والے کو اور کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور قوت کا یقین ضرور حاصل ہو جائے گا۔ مگر ان واقعات کو فی الحال نہ لکھنا ہی مناسب بلکہ قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان کرشموں کا اثر ماضی میں وقتاً فوقتاً محبوب قارئین تک پہنچتا رہا ہے وہ خود اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بلکہ کچھ دن پہلے پاکستان کی ایک جیل میں اسیر میرے ایک محترم ومکرم دوست کا اخبار میں مطبوعہ خط نظر سے گزرا جس میں انہوں نے میرے جیل میں درس وتدریس کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے اور یہ تحریر کیا ہے کہ پاکستان کی جیل میں جو سختی کی جارہی ہے وہ ہندوستان کی جیلوں میں نہیں ہے۔ یہ خط پڑھ کر میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے حد شکر ادا کیا جس نے واقعی مجھے جیل میں بے حد سہولتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سہولتیں جیل حکام کی طرف سے یا انڈیا حکومت کی طرف سے قطعاً نہیں ہیں۔ بلکہ انہوں نے تو ہمیں تمام تر انسانی حقوق

سے بھی محروم کر رکھا ہے۔ پانچ سال ہونے کو ہیں ابھی تک کسی کورٹ یا جج کی شکل نہیں دیکھی۔ رہائی اور ضمانت کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ابھی تک نہ تو چالان پیش ہوا ہے اور نہ فرد جرم عائد کی گئی ہے اپنے گھر والوں سے ملنے کی تو کیا بات اسی جیل میں بند کشمیری مجاہدین اور مسلمانوں سے ملنے کی بھی پابندی ہے مگر اللہ کی طاقت وقدرت پر لاکھوں بار قربان ہو جاؤں کہ اس نے اس کنوئیں میں بھی روح کی تسکین کے بے شمار ایسے اسباب عطاء فرما رکھے ہیں جو نہ کوئی اور دے سکتا ہے اور نہ کوئی چھین سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخفی رحمت اس انداز سے برس رہی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی دوربینیں اور ریڈار انہیں دیکھنے سے قاصر ہیں کاش ہمارے اعمال اچھے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور زیادہ برستیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیش بہا نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ ابھی تک دل میں جذبہ جہاد زندہ ہے اور الحمدللہ ہر آئے دن جہاد کی دعوت عام کرنے کا ولولہ بڑھتا جارہا ہے۔

بلکہ ہر واقعہ اور ہر سانحہ یہی سبق سکھا رہا ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کے لئے بیدار کیا جائے اسی میں بے شمار مسائل کا حل ہے ابھی چند منٹ پہلے جب چکی نمبر ۱۵ سے رونے اور چیخنے پکارنے کی آوازیں آرہی تھیں تو دل میں یہی خیال آرہا تھا کہ ایک مشرک بنیے کو آخر یہ ہمت کس طرح ہو گئی کہ اس نے امت مسلمہ کے ایک نوجوان کو ماں بہن کی گالیاں دیں اگر آج امت مسلمہ زندہ ہوتی اور بیدار ہوتی تو یہ نوجوان اس ذہنی کرب کا شکار نہ ہوتا مگر یہ نوجوان چیختا رہا اور نا معلوم کتنے نوجوان بوڑھے اور بچے اس طرح چیخ رہے ہوں گے۔ کراہ رہے ہوں گے۔ مگر کون ان کی آواز سنے؟ کسی کو ہنسنے اور قہقہے لگانے سے فرصت ہو تو یہ تکلیف گوارا کرے ہم بحیثیت ایک امت مُردہ ہو چکے ہیں اسی لئے ہم میں سے کچھ چیخ رہے ہیں اور کچھ قہقہے لگا رہے ہیں لیکن اگر یہی صورت حال رہی تو پھر قہقہے بھی چیخوں میں دب جائیں گے۔ رات کی تاریکی میں مظلوموں کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو آسمانی عذاب کو بلا رہے ہیں۔ اور وہ عذاب اب پھیلتا جارہا ہے۔ اس عذاب کا علاج صرف ایک ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔

مسجد اقصیٰ اور بابری مسجد کے بعد اب کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی ﷺ کی گرم آہیں ہمیں بیدار کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بابری مسجد کا منبر گر چکا ہے کاش اس کے بعد ہر مسجد کا منبر اپنے جگر کا خون آنکھوں اور زبان سے بہا کر ہر مسلمان کو مساجد کا محافظ بنا دیتا مگر کسی مسجد کی کمیٹی اجازت نہیں دیتی تو کہیں خطیب خود اس درد سے محروم ہے جو درد اس منبر پر بیٹھنے والے ہر فرد کے لئے فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارے اکابر ہمیں رو رو کر، جھولیاں پھیلا پھیلا کر گورے انگریز کی مکاری، کیادی اور ناپاک عزائم بتاتے رہے مگر ہم مسلم لیگ اور کانگریس کے نعروں میں الجھ کر اس دعوت سے بہرے بن گئے جس کے نتیجے میں آج گورے کافر نے حجاز مقدس پر قبضہ جمانے کے لئے وہ سب کچھ کر لیا ہے جو وہ حجاز کی محافظ غافل قوم کے خلاف کر سکتا تھا۔ آج ایک طرف تو حرم کی فضاؤں میں امریکی اور برطانوی طیاروں کی منحوس آواز گونج رہی ہے جبکہ دوسری طرف حرم شریف کے منبر و محراب سے یہود و نصاریٰ کے خلاف تقریر تو در کنار بد دعا کرنے کی بھی پابندی ہے آج ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر ہمارے بھائیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے ہمارے ہی ملکوں کی فضا سے گزار کر دشمنوں کے میزائل ہمارے سینے پر داغے جاتے ہیں۔ مگر ہر طرف خاموشی ہے اور ہر طرف سناٹا۔ کیونکہ ہم بزدل ہو چکے ہیں ہمیں زندہ رہنے کا سلیقہ تک بھول چکا ہے۔ ہمیں تو بس خوبصورت گاڑی، مضبوط بنگلے، موبائل ٹیلیفون اور ٹھنڈے ائرکنڈیشنر کی ضرورت ہے اور یہ سب کچھ پانے کے لئے ہمیں امریکہ کی غلامی کرنی پڑتی ہے اگر ہم جو کی روٹی کھا کر عزت سے جینا جانتے تو ہمارے ملکوں میں جو اور گندم وافر مقدار میں ہوتی ہے اگر ہم بے غیرتی کے زرق برق لباس کی بجائے اون اور سوت کا باعزت لباس پہنتے تو اس کے لئے ہمیں نہ کسی سے قرضہ لینے کی ضرورت ہے اور نہ کافروں کی استعمال شدہ مشینیں خریدنے کی۔ ہمارے نبی ﷺ کا لباس کیا تھا؟ آپ ﷺ کی خوراک کیا تھی؟ اگر کائنات کے سب سے حسین شخص آقائے دو جہان ﷺ سر میں تیل ڈال سکتے تھے تو آج شیمپو کی کیا ضرورت پیش

آ گئی۔ کیا ہم اپنے ملک میں پیدا ہونے والے پھلوں کا خود رس نکال کر نہیں پی سکتے؟ پھر ہمیں امریکی کوکا کولا اور پیپسی کی کیا ضرورت ہے؟ گھروں میں پڑا ہوا سونا اور ہیرے جواہرات کس کام کے ہیں؟ کیا ان کی وجہ سے ہمارے گھر چمکتے ہیں؟ یا ان کی بدولت ہم محفوظ رہتے ہیں؟ ایسا سونا کس کام کا جس کے ہوتے ہوئے ہم اپنے خوبصورت بوسنیائی بھائیوں کو کفن تک نہ دے سکے ایسے جواہرات کس کام کے جن کے ہوتے ہوئے ہم ماضی میں اپنی افغانی بہنوں کو قبر تک نہ دے سکے؟ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے پاس کتنا سونا تھا؟

کیا اس سونے سے وہ اسلحہ نہیں خریدا جا سکتا جو حجاز کے ریگستانوں کو امریکی ابو جہل صفت فوجوں کا قبرستان بنا دے۔ بے شک خریدا جا سکتا ہے مگر یہ کام تو وہی کرے گا جسے اسلام سے محبت ہوگی۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے جنت کا خریدار ہوگا اور جس میں صحابہ کرامؓ والی غیرت ہوگی۔ مگر ہم لوگ ابھی تک پورے مسلمان ہی نہیں ہوئے بلکہ ہم ہندوؤں کی طرح صرف شادی کارڈوں پر ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں آخر یہ کارڈ کس کام کے ہیں جبکہ ہماری عصمتیں بازاروں میں نیلام ہو رہی ہیں شادی پر لاکھوں روپے آخر کس غرض سے خرچ کئے جاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں ہے ہمارے ہر طرف غم کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر طرف سے سسکیاں اور آہیں سنائی دے رہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے اور جنہوں نے ہمارے خون کو چوس کر نام نہاد ترقی حاصل کر رکھی ہے وہ ہمارے دشمن ہیں مگر ہم انہیں کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں لاکھوں روپے فیس جمع کرا کے اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں کیا ہم اتنے گر چکے ہیں کہ ہمیں روزی کے لئے اپنی زبان نہیں بلکہ دوسروں کی بولی سیکھنی پڑتی ہے۔ کبھی آپ نے اس مسئلے پر غور کیا؟ آخر یہ کون لوگ ہم پر مسلط ہیں جو ہمیں اپنی زبان تک نہیں بولنے دیتے یہ چاہیں تو صرف تین منٹ میں ایک قرارداد پاس کر کے انگریزی زبان کو دھکے دے کر اپنے ملک سے باہر نکال دیں مگر یہ خاندانی غلام ایسا نہیں کرتے کیونکہ انہیں حکومت صرف اسی لئے ملی ہے

تاکہ وہ ہمیں گوروں کا غلام بنائے رکھیں۔ اللہ کی قسم ہم نے جہاد چھوڑ کر سوائے ذلت کے اور کچھ نہیں پایا۔ آج ہمیں ترقی کے نام پر بندروں کی طرح نچایا جا رہا ہے۔ گورا ظالم ہم سے کروڑوں ڈالر لے کر ہمیں بلیڈ دیتا ہے تاکہ ہم اپنی شکل اس کی طرح بنانے کے لئے اپنا منہ رگڑیں۔ گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں جوتے ۔ بھیجتا ہے تاکہ ہم اسی کے بنائے ہوئے جوتوں کو گلے کا ہار اور اپنی عزت کا تاج سمجھیں۔ حالانکہ ہم خود اپنے جوتے بنا سکتے ہیں گورا ظالم کروڑوں ڈالر لے کر ہمارے لئے پتلونیں، ٹائیاں اور جیکٹیں بھیجتا ہے تاکہ ہم اپنے فطری تشخص سے محروم رہیں گورا ظالم اربوں ڈالر لے کر ہمیں ایسی دوائیاں بھیجتا ہے جنہیں کھا کر دس مزید بیماریاں لگتی ہیں اور بالآخر ہم ان کے علاج کے لئے پھر گورے کے ملک جا پہنچتے ہیں حالانکہ ہمارے نبی کی سیرت میں اور ہمارے جنگلات کی بوٹیوں میں ہماری صحت کے لئے سب کچھ موجود ہے گورا ظالم کھربوں ڈالر لے کر ہمارے لئے گاڑیاں بھیجتا ہے تاکہ ہم گھوڑوں کی پیٹھ سے محروم رہیں اور اس کے روز روز کے نئے ماڈلوں کے چکر میں پڑ کر خود کوئی گاڑی نہ بنائیں۔ گورا ظالم کیمرے، ٹی وی، وڈیو اور کمپیوٹر کے ذریعے ہمارے ملکوں میں فحاشی پھیلاتا ہے اور اس کے بھی ہم سے اربوں ڈالر وصول کرتا ہے۔ گورا ظالم ہماری عورتوں کے لئے فیشن اور بے حیائی کے سامان بھیج کر ہماری جیبوں سے کروڑوں ڈالر نکال لیتا ہے مگر ہم بے وقوف جانوروں کی طرح اس کے سامنے ناچتے ہیں اسے جھک کر سجدے کرتے ہیں اور اس جیسا بننے کے لئے ہر بے وقوفی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم اگر میں وہ طریقے لکھوں جنہیں اپنا کر گوروں نے عربوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے اور وہ ان کی دولت دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہا ہے تو غم کی وجہ سے آپ کا کلیجہ منہ کو آجائے گا یہ سب کچھ میں نے یورپ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور میرا دل خون کے آنسو رویا۔

یاد رکھئے! ہمیں اپنی ترقی کے لئے یورپ اور امریکہ کی ذرہ بھر ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان کھٹملوں اور مچھروں کو زندہ رہنے کے لئے ہمارے خون کی ضرورت ہے وہ صدیوں

تک ہمیں جزیہ دے کر آپس میں لڑتے مرتے رہے مگر پھر انہوں نے کچھ گر سیکھ لئے اور ہم اپنے راستے کو بھول گئے ایک زمانے میں یورپ کی سلطنت کے ساتھ بادشاہزادے سلطان بایزید یلدرم نے زندہ گرفتار کئے تھے اور پھر انہیں زندگی کی بھیک دے کر چھوڑ دیا تھا۔ مگر آج ہمارا ایک شہزادہ اسامہ بن لادن امریکی میزائلوں کی زد میں ہے کل تک یورپ کی قومیں ہمارے جوتے صاف کرتی تھیں مگر آج ہمارے حکمران ان کے تلوے چاٹ رہے ہیں اور ان کے بدبودار رخساروں پر ہمارے کسان کی خون پسینے کی کمائی نچھاور کر رہے ہیں۔ کل تک اہل یورپ ہمارے غلام تھے مگر اب ہم نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور ہم ترقی کے جھوٹے فریب کا شکار ہو چکے ہیں آج اگر ہمارے ملکوں کا سرمایہ یورپ جانا بند ہو جائے اور ہم یورپ اور امریکہ کی تمام اشیاء کا بائیکاٹ کر دیں اور جوتے اور کپڑوں میں اپنی عزت ڈھونڈنے کی بجائے عزت کا فیصلہ میدان جنگ میں کریں تو انشاء اللہ پھر یہی امریکہ اور یورپ اپنا وجود کھو بیٹھیں گے اور وہ ہماری غلامی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے ممکن ہے آپ کو یہ سب کچھ ناممکن نظر آئے مگر میں ہزار بار مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ ممکن ہے ماضی کی روم وفارس کی سلطنتیں آج کے امریکہ اور یورپ سے زیادہ طاقتور تھیں مگر ان کا کیا حشر ہوا؟

آج کا یورپ اور امریکہ تو اندر سے دیمک خوردہ ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائے اور ہر شخص جہاد کی تربیت حاصل کرے اور تمام مسلمان منظم ہو کر ایک امیر کی اطاعت میں جہاد کے لئے متحرک ہو جائیں اور اقوام متحدہ اور امریکہ کے احکامات کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کا اعلان کریں، اپنی زندگیوں کو سادہ بنائیں اور اپنے معاشرے کو اسلامی بنائیں امریکہ اور تمام اسلام دشمن طاقتوں کے ہر طرح کے سامان کا بائیکاٹ کریں، دوسروں کے سامان پر انحصار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ فطری اسباب اور صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں اور اپنے اندر غیرت ایمانی کے جذبے کو جگائیں۔ جب تک اجتماعی طور پر کوئی ترتیب نہ بنے ہر مسلمان انفرادی طور پر یہ سارے کام کرے اور

یہ نیت رکھے کہ اگر مجھ اکیلے کو پوری دنیا کے کفر سے ٹکرانا پڑا تو میں اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ دوسروں کو دیکھنے کی بجائے ہر شخص اپنی ذمے داری کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اگر کسی کو دیکھنا ہو تو پھر طالبان کو دیکھے جو الحمد للہ اسلامی عظمت کا تابندہ نشان بن کر طلوع ہوئے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں کسی اور سے نہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں کسی اور کے سامنے نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بالکل سچ ہے کہ اگر پوری دنیا تمہیں نفع پہنچانے کے لئے جمع ہو جائے تو اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ اور اگر پوری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے متحد ہو جائے تو صرف اتنا نقصان پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ تو جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر اقوام متحدہ اور امریکہ کے سامنے جھکنے کی کیا ضرورت ہے۔

یاد رکھئے! اسلام دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے مگر ہماری بزدلی، نفس پرستی اور ناجائز خواہشات نے آج کفر کو غالب کر رکھا ہے، تو یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے اور اس جرم کی تلافی صرف اور صرف جہاد کے ذریعے سے کی جا سکتی ہے۔ اپنی مسلمان قوم کو یہی دعوت دینے اور یہی پیغام سمجھانے کے لئے میں نے زیر نظر کتاب کی تلخیص کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنا خصوصی فضل فرما کر مجھے اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائے اور میرے سامنے جو رکاوٹیں سینہ تانے کھڑی ہیں انہیں دور فرمائے۔ اور اس کاوش کو مسلمانوں کی بیداری اور میری بخشش کا ذریعہ بنائے۔

والسلام

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲/ ستمبر ۱۹۹۸ء

بوقت ایک بجے شب

پہلا باب

کفار سے جہاد کا حکم اور اس کی فرضیت اور ان لوگوں کے لئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں پہلی فصل میں مصنفؒ نے قرآن مجید کی سات آیات اور انتیس احادیث و آثار سے جہاد کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرہ-۲۱۶)

قتال کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) برا لگتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۲) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (البقرہ-۲۴۴)

اور لڑو اللہ کے راستے میں اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۳) وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم

اور اگر اللہ تعالیٰ کا بعض لوگوں کے ذریعے بعض

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ (البقرہ-٢٥١)

کو دفع کرانانہ ہوتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہاں والوں پر بڑے مہربان ہیں (کہ انہوں نے جہاد کا حکم نازل فرماکر فساد کے خاتمے اور امن کے قیام کی صورت پیدا فرمادی)

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا۔

(٤) فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبہ-٥)

ان مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو اور پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

(٥) قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ. (التوبہ-٢٩)

لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور حرام نہیں سمجھتے ان چیزوں کو جن کو اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور سچے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے اہل کتاب میں سے یہاں تک کہ وہ ذلیل (ماتحت) ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دینا منظور نہ کرلیں۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے۔

(٦) وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ

اور اگر اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹاتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ (الحج-٤٠)

کا نام لیا جاتا ہے سب ڈھادیے جاتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابو عبداللہ الحلیمی اپنی کتاب شعب الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بات کھول کر سمجھادی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ [مجاہد] مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ روکیں اور مسلمانوں کو اس بات کی قوت عطا نہ فرمائیں کہ وہ مشرکوں اور کافروں سے مرکز اسلام کا دفاع کرسکیں اور کافروں کی طاقت کو توڑ سکیں اور ان کی قوت کو پارہ پارہ کرسکیں تو شرک زمین پر چھا جائے گا اور دین تباہ و برباد ہو جائے گا۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاد ہی دین کی بقا اور دینداروں کی اپنی عبادات میں آزادی کا واحد راستہ ہے جب جہاد کا یہ مقام ہے تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ وہ ارکان ایمان میں سے ایک رکن ہو اور مسلمانوں کو چاہئے کہ جس قدر ہو سکے وہ اپنے اندر جہاد کرنے کی حد درجہ حرص پیدا کریں۔" (کتاب المنہاج فی شعب الایمان ص ٣٦٦ ج-٢)

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(٧) فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ (محمد-٤)

پس جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم پر میدان جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑانا لازم ہے۔ یہ چند آیات تو بطور نمونہ ہیں ورنہ وہ آیات جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین اور اسلام دشمنوں کے ساتھ جہاد کا حکم دیا ہے بہت زیادہ ہیں

[آیئے اب اس موضوع پر کچھ احادیث شریفہ اور آثار کو پڑھ کر اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں]۔

☆بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لاالہ الااللہ کا اقرار نہ کرلیں پھر جب وہ لاالہ الااللہ کا اقرار کرلیں گے تو ان کے جان ومال سوائے شرعی حق کے ہم سے محفوظ ہوجائیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔ (بخاری)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد تم پر واجب ہے ہر امیر کے ساتھ [وہ امیر] نیک ہو یا فاسق۔ نماز تم پر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے وہ نیک ہو یا فاسق اگرچہ کبائر کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔ (ابوداؤد)

☆حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں۔

۱۔ جو شخص لاالہ الااللہ کا اقرار کرے اس سے [ہاتھ اور زبان کو] روکنا کہ ہم نہ تو کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر قرار دیں اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج سمجھیں۔

۲۔ جہاد جاری رہے گا جب سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے یہاں تک کہ میری امت کے آخری لوگ دجال سے لڑیں گے کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل اس جہاد کو نہیں روک سکے گا۔

۳۔ تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (ابوداؤد)

☆حضرت ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے میرے سامنے یہ شرطیں رکھیں کہ تم لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دوگے، پانچ وقت کی نمازیں

پڑھو گے، زکوٰۃ ادا کرو گے، بیت اللہ شریف کا حج کرو گے، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو گے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ان میں سے دو چیزوں [یعنی زکوٰۃ اور جہاد] کی میں طاقت نہیں رکھتا، زکوٰۃ کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ میرے پاس چند اونٹ ہیں جو میرے گھر والوں کے دودھ اور سواری کے کام آتے ہیں اور جہاد کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ لوگ کہتے ہیں جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر میدان سے بھاگ جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میدان جنگ میں میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا دل گھبرا جائے [اور میں بھاگ کھڑا ہوں] ابن الخصاصیہ فرماتے ہیں کہ [یہ بات سن کر] حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اسے ہلایا اور فرمایا نہ صدقہ دوگے، نہ جہاد کروگے تو جنت میں کیسے داخل ہوگے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں آپ سے [تمام شرطوں کے ساتھ] بیعت کرتا ہوں پس آپ ﷺ نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمالیا۔ (المستدرک)

فائدہ۔ یہ روایت امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں بھی ذکر فرمائی ہے۔

☆حضرت سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ گھوڑے چھوڑ دیئے گئے ہیں اور اسلحہ رکھ دیا گیا ہے اور کچھ لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ اب لڑائی [جہاد] ختم ہو چکی ہے [یہ سن کر] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ [جو جہاد ختم ہونے کا گمان کر رہے ہیں] جھوٹے ہیں جہاد تو ابھی شروع ہوا ہے اور میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتی رہے گی اور اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خاطر کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کرے گا تاکہ ان کے ذریعے ان [مجاہدین] کو روزی دے۔ [یعنی امت کے یہ مجاہد لوگ کافروں سے لڑیں گے تو ان کے مال ان کے ہاتھ آئیں گے] یہ [مجاہدین] قیامت تک جہاد کرتے رہیں گے اور

گھوڑوں کی پیشانی میں ہمیشہ کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے قیامت کے دن تک۔ [اور] جہاد بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ یاجوج ماجوج نکل آئیں۔ (نسائی)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد کرو مشرکوں کے ساتھ اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے۔

(ابوداؤد۔ نسائی، حاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

السنکم [یعنی اپنی زبانوں سے جہاد کرو] کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کی ایسی مذمت کرو اور انہیں ایسی سخت باتیں سناؤ جو انہیں بری لگیں اور انہیں ان باتوں کے سننے سے تکلیف ہو۔

☆ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو اور ہر [مسلمان] میت کی نماز جنازہ ادا کرو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد کرو۔ (ابن ماجہ۔ ابن عساکر)

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ اسلام قبول کرنا ایک حصہ ہے۔ نماز ایک حصہ ہے۔ زکوٰۃ ایک حصہ ہے۔ حج ایک حصہ ہے۔ جہاد ایک حصہ ہے۔ رمضان کے روزے ایک حصہ ہے۔ امر بالمعروف ایک حصہ ہے۔ نہی عن المنکر ایک حصہ ہے اور محروم ہو گیا وہ شخص جس کے پاس [ان حصوں میں سے] کوئی حصہ بھی نہ ہو۔ (ابو یعلی)

فائدہ۔ یہی روایت حضرت عمرؓ سے بھی موقوفاً مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

فائدہ۔ حضرت حذیفہؓ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کا حکم دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع فرمایا [لوگ جمع ہو گئے اور ان سے] مسجد بھر گئی اور کچھ لوگ [باہر] اونچی جگہوں پر بیٹھ گئے تب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں کے بارے میں حکم دیا ہے کہ میں [خود] ان پر عمل کروں اور تمہیں بھی اس نے ان باتوں پر عمل کا حکم فرمایا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ بے شک اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس شخص کی مانند ہے جس نے خالص اپنے مال یعنی سونے چاندی سے ایک غلام خریدا اور اسے کہا یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کاروبار ہے پس تم یہ کاروبار کرو اور اس کا نفع مجھے لا کر دو پس وہ غلام کام تو کرتا ہے مگر اس کا نفع اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کو دے دیتا ہے۔ پس تم میں سے کون شخص یہ بات پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو [جس طرح تم اپنے غلام کے بارے میں یہ پسند نہیں کرتے اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں یہ پسند نہیں فرماتا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں] اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم فرمایا ہے پس جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ کیا کرو کیونکہ جب تک بندہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزے کا حکم دیا ہے بے شک روزے دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی جماعت میں مشک کی تھیلی لے کر بیٹھا ہو چنانچہ وہ خوشبو سب کو اچھی لگتی ہے اور بے شک روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ بے شک صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی مانند ہے جسے دشمن قید کر لیں اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر اسے قتل کرنے کے لئے لے جائیں تب وہ کہے کہ میں اپنا تمام تھوڑا زیادہ مال تمہیں بطور

فدیہ دیتا ہوں پس وہ مال دیکر اپنی جان چھڑالے [اسی طرح صدقہ دینے والا شخص صدقہ دیکر عذاب الٰہی اور آفات سے خود کو بچالیتا ہے] اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو بے شک اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس کے پیچھے دشمن دوڑ رہا ہو اور وہ کسی مضبوط قلعے میں پناہ لے کر اپنی جان دشمن سے بچالے اسی طرح بندہ صرف اللہ کے ذکر کی بدولت ہی شیطان سے محفوظ ہو سکتا ہے پھر فرمایا حضور اکرم ﷺ نے کہ میں تمہیں [یعنی اس امت کو] پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں ان باتوں کا حکم مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ۱۔ [امیر کے حکم کو] سننا۔ ۲۔ [امیر کی] اطاعت کرنا۔ ۳۔ جہاد کرنا۔ ۴۔ ہجرت کرنا۔ ۵۔ [مسلمانوں کی] جماعت کو لازم پکڑنا۔ بے شک جو شخص ایک بالشت کے برابر جماعت سے الگ ہوا اس نے اسلام کی رسی کو اپنے گلے سے نکال دیا مگر یہ کہ وہ دوبارہ جماعت میں لوٹ آئے۔ (ترمذی وقال حدیث حسن صحیح، نسائی (مختصرا) وابن خزیمہ۔ ابن حبان۔ حاکم)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی البتہ جہاد اور نیت جہاد باقی ہے اور جب تمہیں [امیر کی طرف سے] نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم [جہاد میں] نکل پڑو۔ (مسلم)

فائدہ۔ یہی حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

☆ عبدالمومن خالد کہتے ہیں مجھ سے نجدہ بن نفیع نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے قرآن مجید کی اس آیت الاتنفروا یعذبکم [اگر تم جہاد میں نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ التوبہ ۳۹] کا مطلب پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا تو انہوں نے سستی کی پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بطور عذاب کے بارش بند کر دی۔ (ابوداؤد۔ حاکم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اور اس سے پچھلی حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس مسلمان کو جہاد میں نکلنے کا حکم امیر کی طرف سے دے دیا جائے اس پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے اس وقت جہاد فرض کفایہ ہو۔

☆ حضرت ابو قتادہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطبے میں جہاد کا ذکر فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

امام بیہقی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد [عام حالات میں] فرض کفایہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اس پر فرض نماز کو آپ ﷺ نے فضیلت دی کیونکہ نماز فرض عین ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جہاد [ہمیشہ فرض کفایہ نہیں رہتا بلکہ] کبھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ آئے گا۔

فائدہ۔ [قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے انفروا خفافا وثقالا (توبہ۔ ۴۱) اس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ جہاد میں نکل پڑو ہلکے اور بوجھل۔ ہلکے اور بوجھل یا خفیف و ثقیل سے کیا مراد ہے؟ مصنفؒ نے اسی کی وضاحت کے لئے آگے کئی آثار پیش فرمائے ہیں اور اس آیت سے بھی جہاد کی فرضیت کو ثابت فرمایا ہے]

☆ ابو راشد الحبرانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی وہ حمص [نامی شہر میں] کسی صراف کے چھوٹے صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے اور جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دے دیا ہے [پھر آپ اس بڑھاپے میں جہاد کی مشقت میں خود کو کیوں ڈال رہے ہیں] حضرت مقدادؓ نے فرمایا کہ منافقوں کے راز کھولنے والی سورۃ [یعنی سورۃ توبہ] مجھے نہیں بیٹھنے دیتی [اس سورۃ میں] اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے انفروا خفافا وثقالا [یعنی جس حال میں بھی ہو جہاد میں نکلو] (تفسیر ابن جریر طبری)

☆ حضرت ابو صالحؒ قرآن مجید کی آیت انفروا خفافا وثقالا کا مطلب یہ بیان

فرماتے ہیں کہ بوڑھے ہو یا جوان [ہر حال میں جہاد میں نکلو] (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت حسن بصری بھی خفافاً و ثقالاً کی یہی تفسیر فرماتے ہیں [یعنی خفافاً سے مراد جوانی ثقالاً سے مراد بڑھاپا] (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت قتادہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں چست ہو یا غیر چست [یعنی طبیعت ہشاش بشاش اور دل جہاد میں نکلنے پر راضی ہو۔ تب بھی نکلو اور اگر طبیعت ہشاش بشاش نہ ہو اور دل نہ چاہے تب بھی جہاد میں نکلو] (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے بارے میں ابو العوام بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سال جہاد کا ناغہ فرمایا پھر انہوں نے یہ آیت انفروا خفافا وثقالا پڑھی تو فوراً جہاد میں نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس آیت میں مجھے تو کوئی چھوٹ نظر نہیں آتی۔

☆ حضرت حکمؒ اس آیت انفروا خفافا وثقالا کا یہ مطلب بیان فرماتے ہیں کہ مشغول ہو یا فارغ [یعنی اگر دینی یا دنیوی، ذہنی یا جسمانی طور پر مصروف ہو تب بھی جہاد میں نکلو اور اگر فارغ ہو تب بھی نکلو] (مصنف ابن ابی شیبہ)

مشغول اور فارغ کا ایک معنی یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جس شخص کے پاس ایسی چیزیں [باغات تجارت وغیرہ] ہوں جنہیں چھوڑ کر جانا اسے ناگوار گزرتا ہو ایسا شخص مشغول ہے اور جس کے پاس ایسی چیزیں نہ ہوں وہ غیر مشغول ہے۔

☆ ابن زیدؒ فرماتے ہیں خفیف [ہلکے] سے مراد بہادر اور ثقیل [بھاری] سے مراد بزدل ہے [یعنی تم بزدل ہو یا بہادر ہر حال میں جہاد کے لئے نکل پڑو] (تفسیر ابن جریر طبری)

تفسیر قرطبی میں حضرت امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آیت [انفروا خفافا وثقالا] کا درست مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا ہے خواہ جہاد میں نکلنا ان کے لئے آسان ہو یا مشکل۔

☆ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیبؒ ایک مرتبہ جہاد کے لئے

ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی ایک آنکھ کام نہیں کر رہی تھی ان سے کہا گیا کہ آپ تو بیمار ہیں [پس اس مجبوری و معذوری کی وجہ سے گھر میں بیٹھے رہیں] یہ سن کر فرمانے لگے اللہ سے توبہ کرو اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری سب کو نکلنے کا حکم دیا ہے۔ اگر میرے لئے میدان میں جا کر لڑنا ممکن نہ بھی ہوا تو میں مجاہدین کی تعداد بڑھاؤں گا اور ان کے سامان کی بھی حفاظت کروں گا۔

اسی طرح روایت ہے کہ شام کے غزوات میں ایک شخص نے ایک ایسے بزرگ کو میدان جنگ میں لڑتے دیکھا جن کی پلکیں بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اس شخص نے کہا چچا جان اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے [پھر آپ اس بڑھاپے میں کیوں اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں] یہ سن کر وہ فرمانے لگے۔ اے بھتیجے ہم خفیف [ہلکے] ہوں یا ثقیل [بھاری] ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ حضرت عمرو بن ام مکتوم نے غزوہ احد کے دن فرمایا میں نابینا آدمی ہوں آپ لوگ لشکر کا جھنڈا مجھے دے دیں کیونکہ اگر علمبردار [جھنڈے والا] پیچھے ہٹ جائے تو پورا لشکر شکست کھا جاتا ہے مجھے تو یہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کون مجھ پر وار کرنا چاہتا ہے چنانچہ میں اپنی جگہ پر ڈٹا رہوں گا [اور کسی حملے کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹوں گا] [یہ تو ان کا جذبہ تھا مگر] اس دن جھنڈا برداری کی سعادت حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو نصیب ہوئی۔

(الجامع لاحکام القرآن)

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک عطیہ بن ابی عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کوفہ کی لڑائی کے دنوں میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو دیکھا کہ وہ [شوق جہاد میں اپنی لمبی زرہ کو لشکر کی صفوں کے درمیان گھسیٹتے پھر رہے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت انفروا خفافا وثقالا پڑھی تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں

جہاد کا حکم دیا ہے اور ہم بوڑھے ہوں یا جوان ہمیں نکلنے کا حکم دیا ہے [ان کے عزم اور تیاری کو دیکھ کر] ان کے بیٹے کہنے لگے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ اور حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانے میں جہاد فرمایا ہے اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے [مگر وہ خود نکلے] پھر انہوں نے سمندری لڑائی میں حصہ لیا اور دوران جہاد جہاز ہی پر انتقال فرمایا ان کے رفقاء نے کوئی جزیرہ ڈھونڈنا شروع کیا تاکہ انہیں دفن کر سکیں مگر انہیں سات دن بعد اس میں کامیابی ملی [ان سات دنوں میں] حضرت ابو طلحہ کے جسم مبارک میں کوئی تغیر نہ آیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت امام ضحاکؒ آیت کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جہاد کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ گراں گزری پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر و ثواب ان کی فضیلت اور شہادت کے بعد ان کی زندگی اور ان کے لئے [خاص] روزی کا بیان فرمایا تو پھر [اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر] یقین رکھنے والوں نے جہاد پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دی پس انہوں نے جہاد کو اپنا محبوب بنا لیا اور اس میں انہیں خوب رغبت ہو گئی یہاں تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں جانے کے لئے سواری مانگتے تھے۔ مگر جب اللہ کے رسول ان کے لئے سواری نہ پاتے تو وہ روتے ہوئے واپس لوٹتے تھے اس غم میں کہ ان کے پاس جہاد کے لئے خرچہ نہیں ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگوں پر تین سفر لازم کر دیئے گئے ہیں حج، عمرہ اور جہاد۔

☆ حضرت مکحولؒ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کر دس قسمیں کھاتے اور فرماتے کہ جہاد تم پر فرض ہے پھر فرماتے کہ اگر تم چاہو تو میں [تمہارے اطمینان قلب کے لئے] مزید قسمیں بھی کھا سکتا ہوں۔ (مصنف عبد الرزاق)

فصل

فرض عین۔ فرض کفایہ

[اس فصل میں مصنفؒ نے جہاد کا حکم بیان فرمایا ہے کہ جہاد کب تک فرض کفایہ رہتا ہے اور کب فرض عین ہو جاتا ہے اسی ضمن میں مصنفؒ نے فرض کفایہ اور فرض عین کا معنی بھی بیان فرمایا ہے اور جہاد کے حکم کے بارے میں مختلف فقہاء کرام کے اقوال کو بھی اس فصل میں جمع فرما دیا ہے آیئے اب ان اقوال اور مسائل کو ترتیب کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ غور کرتے ہیں کہ ان اقوال و مسائل کی روشنی میں ہمارے زمانے میں جہاد کا حکم کیا ہے]۔

(۱) تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے ملکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔

(۲) حضرت سعید ابن المسیب اور علامہ ابن شبرمہ [جیسے حضرات تابعین] کے نزدیک ہر حال میں جہاد فرض عین ہے [کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرض عین ہے اسی لئے جہاد بھی فرض عین ہے یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر اس طرح کے اور بھی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرض عین ہونے پر پیش فرماتے ہیں]

(۳) فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں رہتا لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گناہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گناہگار ہوں گے معذور بھی اور غیر

معذور بھی۔

(۴) فرض کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزار دیں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، مسلمانوں کی کمزوری دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ [یعنی ان ضروریات اور اعذار کی وجہ سے فرض کفایہ جہاد کو موخر کیا جاسکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیاری کر سکیں لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو پھر موخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا] لیکن اگر تاخیر کے لئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا ناغہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اس بات کو امام شافعیؒ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(کتاب الام ص ۱۶۸ ج ۔ ۴)

(۵) امام الحرمینؒ (المتوفی ۴۷۸ ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اصولیین کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک قہری دعوت ہے [یعنی اسلام ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کار فرما ہوتی ہے] اس لئے جس قدر ممکن ہو اسے ادا کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں یا تو مسلمان باقی رہیں یا ذمی [یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں] چنانچہ [فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے] سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے حضرات فقہاء کرام نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور پر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جاسکے۔ (روضۃ الطالبین ص ۲۰۹ ج ۔ ۱)

(۶) حنابلہ میں سے صاحب المغنی [علامہ ابن قدامہؒ] فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا [یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا] فرض ہے۔ اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے [تو جب تک کفایت نہ ہو اس کی فرضیت باقی رہے گی] اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی ص ۳۴۸ ج ۔ ۸)

(۷) امام قرطبیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنان اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے امام یا تو خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتمد کو بھیجے گا۔ پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنان اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور [دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں] ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک [ان سے لڑیں گے] کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کرلیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ص ۱۵۲ ج ۔ ۸)

(۸) جہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کر سکے۔ لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سر درد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو یہ امام احمدؒ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی [فقیہ] کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ۔ ص ۳۴۷ ۔ ۳۴۸ ۔ ج ۔ ۸)

(۹) علماء کرام کا اتفاق ہے کہ [فرض کفایہ] جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے ماں باپ کی غیر موجودگی میں دادا دادی کا بھی یہی حکم ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی دادا دادی سے اجازت ضروری ہے۔

(المغنی لابن قدامہ ۔ ص ۳۵۸ ج ۔ ۸)

مسئلہ : اگر کسی کو اس کے والدین نے جہاد کی اجازت دے دی مگر پھر انہوں نے

اجازت واپس لے لی اب اگر اجازت کی واپسی ان کے لڑکے کے محاذ جنگ پر پہنچنے سے پہلے ہوئی ہے تو لڑکے پر لازم ہے کہ واپس آجائے مگر یہ کہ واپسی میں اسے جان ومال کا یا دوسرے مجاہدین کے دل ٹوٹنے کا خطرہ ہو [اگر ایسا ہو تو وہ واپس نہ آئے] اگر اسے راستے میں ماں باپ کی طرف سے اجازت واپس لینے کی اطلاع ملی مگر وہ اکیلا واپس آنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے تو اگر اسے راستے میں کہیں قیام کی جگہ مل جائے تو وہاں رکا رہے اور جب لشکر واپس آئے تو ان کے ساتھ یہ بھی لوٹ آئے لیکن اگر والدین نے جنگ شروع ہونے کے بعد اپنی اجازت واپس لے لی تو ایسے وقت میں اس کے لئے واپس آنا حرام ہے۔ [کیونکہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور فرض عین میں والدین کی اجازت ضروری نہیں ہوتی]۔ (المغنی لابن قدامہ ص ۵۹ ج ۸)

(۱۰) [جہاد اگر فرض کفایہ ہو تو] اس آدمی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو۔ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں امام ابوبکر ابن المنذر نے کتاب الاشراف میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے تو ایسے مقروض شخص کو جہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ ہو امام اوزاعیؒ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رخصت دی ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام ص ۱۶۳ ج ۴)

ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد جہاد میں نکلے تھے حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

اور حضور اکرم ﷺ اور حضرت جابرؓ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد منع نہیں ہے بشرطیکہ اس نے ایسا زر کہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو

سکتی ہو۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے اور انہوں نے ابن المنذر کی طرح حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ بن حرام کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ص ۳۶۰ ج ۸) واللہ اعلم۔

امام ابوزکریا نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے جہاد سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر مقروض تنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرضے کی ادائیگی کے لئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجود مال میں سے قرض ادا کر سکے تو ایسے مقروض کو جہاد میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کے لئے نکلنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر قرضے کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے تو پھر [اس وقت سے پہلے] مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (روضۃ الطالبین ص ۲۱۰ ج ۱۰)

جہاد اگر فرض عین ہو جائے

(۱۱) مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ سارے مسائل اس وقت کے ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو۔ لیکن اگر کافر ہمارے کسی شہر [یا علاقے] میں داخل ہو جائیں یا اس پر چڑھائی کر دیں یا شہر کے دروازے کے باہر آکر حملے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں اور ان کی تعداد اس علاقے کے مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ بشرطیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔ امام ابوحنیفہؒ،

امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اس شخص پر تنہا لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے۔ جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ مارا جائے گا۔ یہ مسئلہ ہر مسلمان کے لئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار، اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور [بچ کر] گرفتار بھی تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز۔ اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیئے تو [غلیظ] ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے اگرچہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے کیونکہ جان بچانے کے لئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

علامہ اذرعیؒ [المتوفی ۷۸۳ھ] اپنی کتاب غنیۃ المحتاج میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر ابھی یا آئندہ بے حیائی کا ارتکاب کر سکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر [اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کے لئے جان کی قربانی دینی چاہئے] اور اگر جس علاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مقابلے پر نکل چکے ہوں جو مقابلے کے لئے کافی ہوں تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے۔ اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مسافت سفر [یعنی اڑتالیس میل کی مسافت] پر ہوں تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا جیسا کہ اس علاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔ علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے۔ اقدامی نہیں رہا اس وجہ سے یہ ہر اس شخص پر فرض ہوگا جو اس کی طاقت رکھتا ہو [تاکہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دفاع کیا جا سکے جو کہ فرض عین ہے]۔ اور

جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے مسافت سفر [اڑتالیس میل] کی دوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اس شہر کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہو اگرچہ وہ خود اس شہر یا اس کے آس پاس کا رہنے والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کے لئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیت تو ساقط ہو جائے گی لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجر عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافت سفر کے اندر والوں پر سے فرضیت ساقط نہیں ہو گی اگرچہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدان جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہوگا۔

(۱۲) وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے مسافت سفر [اڑتالیس میل] سے زیادہ دور رہتے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مسافت سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہاد الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے اس میں کسی مسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے بلکہ قریب والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ خبر آجائے کہ کافروں کو شکست ہو گئی اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

(۱۳) جو شخص لڑائی والے شہر سے مسافت سفر کے اندر ہوگا اس پر جہاد کی فرضیت کے لئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ اگر مسافت سفر سے دور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ توشے کا ہونا جہاد کی فرضیت کے لئے شرط ہے کوئی قریب ہو یا دور۔

(۱۴) اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور ویرانوں میں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام الحرمین نقل فرماتے ہیں کہ دار الاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا [اس لئے ان کو نکالنے کے لئے جہاد فرض عین ہوگا]۔ لیکن خود امام الحرمین کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آبادی نہیں ہے ان کے لئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دار الاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں (روضۃ الطالبین ص ۲۱۹ ج ۱۰)۔ واللہ اعلم

(۱۵) علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دار الاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آچکے ہوں تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کے لئے باہر نکلیں [اور لڑتے رہیں] یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو اور مرکز اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل و خوار ہو جائے۔ [الجامع لاحکام القرآن ص ۱۵۱ ج ۸]

اور یہی مطلب ہے علامہ بغوی کے اس قول کا کہ اگر کافر دار الاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرض کفایہ رہتا ہے [بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں] (شرح السنہ ص ۳۷۳ ج ۱۰) یہ مسئلہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

[مصنفؒ فرماتے ہیں] اس باب کی مناسبت سے یہ چند مسائل میں نے یہاں ذکر کر دیئے ہیں ان مسائل کی تفصیلات کی اصل جگہ فقہ کی کتابیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

[آپ نے جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے یہی وہ بحث ہے جسے آڑ بنا کر آج بہت سارے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں الجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ آپ نے

خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے امن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ کیا آج مسلمان امن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ و پکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور عقوبت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز امن میں نہیں ہیں بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو سفاک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے اندر ہوں۔ مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سربیائی درندے ہوں یا اسرائیلی، ایتھوپیا کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے تو کیا اب بھی جہاد فرض کفایہ ہے۔ امریکی راکٹ اسلامی امارت پر گر رہے ہیں برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدود حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے۔ کیا ان حالات میں بھی جہاد فرض کفایہ ہی رہے گا اگر جہاد اب بھی فرض کفایہ ہے تو پھر فرض عین کب ہوگا؟ کیا اس وقت جب امت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی تکبیر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ منورہ میں جشن منا رہے ہوں گے کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریسٹورنٹوں میں پکا کر کھایا جائے گا۔ شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ ہمارے بچوں کے سروں سے فٹ بال تک کھیلی جا چکی ہے۔ شعائر اسلام کو دنیا بھر میں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے۔ چلئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر کے اور دل تھام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو ذرا بتایئے کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے فرض کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر

کافروں کے ملک پر حملہ کریں یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہو رہا ہے فرض کفایہ میں تو مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں مگر آج خود ہم پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مسلح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں مگر آج تو ہمارے ملکوں میں ہماری نسلوں کو مرتد کیا جا رہا ہے فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو پھر ہمارے اقتدار اعلی کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر امن سے رہو۔ مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدار اعلی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی۔ معلوم ہوا کہ فرض کفایہ بھی ادا نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آج پوری امت ذلت و پستی کا شکار ہے اور کافر قومیں اسے نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان موقوف ہے۔ تم اسے فرض عین سمجھو یا فرض کفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اتر آئے ہیں کل تک مسلمانوں کے پاس مرکزیت کا فقدان تھا مگر الحمدللہ آج افغانستان میں اسلامی امارت قائم ہو چکی ہے۔ اے محمد عربی ﷺ کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے تمہاری غیرت کسطرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن علاقوں کو تمہارے پاک نبیؐ نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا اب وہ پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں فضول لفظی بحثیں چھوڑو زمین پر دیکھو کفر تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔

فصل

ان لوگوں کے لئے بعض وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں، اس سے پہلو تہی کریں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (التوبہ-۲۴)

آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بند ہو جانے کا تم کو ڈر ہے اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اسکے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم (عذاب و سزا) بھیج دیں اور اللہ تعالی نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

اس آیت شریفہ میں ان لوگوں کے لئے کافی تنبیہ، ملامت اور دعوت خوف ہے جو بے رغبتی یا اہل و مال میں مگن ہونے کی وجہ سے جہاد چھوڑ دیتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

☆ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہلاک ہو گئے وہ لوگ جنہیں اپنے ماں باپ کی وجہ سے دوزخ میں گھسیٹا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے۔

(۲) یا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا

اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا؟ جب تم سے

قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ. أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا قَلِيْلٌ. إِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا. وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.
(التوبہ۔۳۸،۳۹)

کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] کوچ کرو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو (حالانکہ) دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا تو آخرت کے مقابلے میں (کچھ بھی نہیں) بہت تھوڑا ہے اگر تم (جہاد میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جہاد چھوڑنے پر سخت وعید اور جہاد سے پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب کا بیان ہے اثاقلتم الی الارض کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ زمین پر زندگی کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے میں مگن ہو کر جہاد چھوڑ دیتے ہو یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں زمین پر زندہ رہنے کا شوق جہاد سے دور رکھتا ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جہاد سے ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اسے چھوڑ دینا ہر مسلمان پر حرام ہے۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا امیر کچھ خاص لوگوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دے دے تو اطاعت امیر کی بنا پر ان لوگوں کے ذمے جہاد فرض عین ہو جائے گا اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے وہ فرض نہ ہوا ہو۔ چنانچہ [اسی آیت کریمہ کے حکم کے مطابق] ان لوگوں کے لئے تثاقل یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

[اللہ تعالیٰ غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے منافقوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں]

(۳) فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا أَنْ يُّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ. قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا. لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ. فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ أَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا. إِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ. وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهِ. إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ. (سورۃ التوبہ ۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴)

یہ پیچھے رہ جانے والے (منافق) خوش ہو گئے رسول اللہ ﷺ کے (تشریف لے جانے کے) بعد اور انہیں اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنا ناگوار ہوا اور (وہ دوسروں کو بھی) کہنے لگے کہ تم گرمی میں نہ نکلو آپ فرما دیجئے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی، پس وہ ہنس لیں تھوڑا (یعنی چند روز) اور روئیں بہت (یعنی آخرت میں) اپنے اعمال کے بدلے میں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے واپسی پر) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائیں پھر یہ لوگ آپ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرما دیجئے کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہیں نکلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا پس تم لوگ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو اور ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی بھی آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیے اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور حالت کفر پر ہی مرے ہیں۔

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اس آیت میں غور کرو کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں اور اس میں جان و مال خرچ نہ کرنے والوں کے لئے کتنی سخت وعید، کتنی بڑی

رسوائی اور کتنا دردناک وبال ہے یہ آیات اگرچہ کچھ خاص [منافق] لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن ان میں ان تمام افراد کے لئے سخت تنبیہ اور وعید ہے جو ان منافقوں جیسے کام کریں گے اور منافقوں کی طرح فرض جہاد سے پیچھے رہ جائیں گے۔ بس اسی سے اندازہ لگا لو کہ جہاد کا چھوڑنا کتنا برا کام ہے [کہ مسلمان کو منافقوں کی صف میں شامل کر دیتا ہے] اور اسپر کتنی سخت وعید ہے۔ **لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔**

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم خرید و فروخت میں مشغول ہو جاؤ گے اور گائے کی دم پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی سے دل لگاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط فرما دے گا اور اس وقت تک تم سے اس ذلت کو نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں لوٹ آؤ گے۔ (ابو داؤد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب جہاد کو چھوڑ کر کھیتی باڑی اور اسطرح کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے تو ذلت اور پستی ان کا مقدر بن جائے گی اور وہ اس ذلت سے اسی وقت چھٹکارا پا سکیں گے جب کافروں سے جہاد کریں گے ان سے نفرت اور سختی کا برتاؤ کریں گے، دین کو نافذ کریں گے، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر اور کافروں کو مغلوب کرنے کے لئے محنت کریں گے [یاد رکھئے] یہ سب کچھ ان کے ذمے [اللہ تعالیٰ کی طرف سے] لازم ہے۔

اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ حتی ترجعوا الی دینکم [یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ] اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دنیاداری میں پڑ کر جہاد کو چھوڑ دینا دین اسلام کو چھوڑنا اور اس سے الگ ہونا ہے [استغفر اللہ] اسی سے اندازہ لگائیے کہ ترک جہاد کتنا بڑا اور کھلا گناہ ہے۔

☆ حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ایک بار جہاد کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا [جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو ہم نے تو کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے] حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ سے یہ حدیث سننے کے بعد اب کون جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھے گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ شخص جہاد چھوڑے گا جس پر اللہ کی لعنت اور اسکا غضب ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہو گا یہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو جہاد کو نہیں مانتے ہوں گے۔ میرے رب نے یہ عہد کر رکھا ہے اور اس عہد کو وہ نہیں توڑے گا کہ ان منکرین جہاد میں سے جو بھی اس سے ملے گا وہ اسے ایسا عذاب دے گا جو جہاں والوں میں سے کسی اور کو نہیں دے گا۔ یہ حدیث ابن عساکر نے روایت کی ہے [اور یہ حدیث بہت ضعیف ہے]

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ایک سال بعد لوگوں کو خطبہ دیا اس وقت آپ کا گلہ رونے کی وجہ سے رندھا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے لوگو! میں نے پچھلے سال اسی مہینے میں اسی منبر پر حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے جو قوم بھی اللہ کے راستے میں جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے اور جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمومی عذاب مسلط فرما دیتا ہے (شفاء الصدور) [یہ حدیث بھی ضعیف ہے]

اسی روایت کو طبرانی نے اچھی سند کے ساتھ مختصر روایت کیا ہے اس میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمومی عذاب کو مسلط فرما دیتے ہیں۔

امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے خلافت کی بیعت کی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث بیان فرمائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر فقر [یعنی دوسروں کی محتاجگی] کو مسلط فرما دیتے ہیں۔ اس پر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ہم نے تو بہت سارے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ جہاد نہیں کرتے مگر پھر بھی وہ اغنیاء ہیں [یعنی کسی کے محتاج نہیں ہیں]۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے اصل غنی تو وہ ہے جس کا دل غنی ہو جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بے پرواہی (اور وسعت) زیادہ مال واسباب کی بدولت نہیں ہے بلکہ اصل بے پرواہی تو دل کی بے پرواہی ہے۔ [کہ دل میں محتاجگی اور لالچ نہ ہو] آج ہم لوگوں کو دیکھ رہے ہیں کہ جہاد چھوڑ کر اور مال غنیمت سے محروم ہو کر وہ جائز اور ناجائز طریقے سے دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں محتاجگی، حرص اور بخل کے امراض ڈال دیئے ہیں چنانچہ وہ اپنے مال کے واجب حقوق [زکوٰۃ وغیرہ تک] ادا نہیں کرتے بلکہ مختلف طریقوں سے حرام کھاتے ہیں جیسا کہ ناجائز ٹیکس [رشوت] وغیرہ اور دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ مال بھی ان کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور حرص ولالچ نے انہیں ذلیل ورسوا کر رکھا ہے اگر تم ان کے حالات پر غور کرو تو ان میں سے اکثر کو دیکھو گے کہ وہ طرح طرح کی ذلتوں کا شکار ہیں اور وہ زیادہ پانے کی لالچ اور نقصان سے بچنے کے لئے معلوم نہیں کس کس کے سامنے جھکتے ہیں اور کس کس کی بندگی کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ غنی ہوتے تو انہیں کسی کے آگے جھکنے کی ضرورت کیوں پیش آتی یہ لوگ ظاہری طور پر اگرچہ مالدار نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں یہ فقیر اور محتاج ہیں ظاہری طور پر یہ لوگ معزز ہیں مگر ذلت ان کے دل ودماغ پر مسلط ہو چکی ہے جبکہ وہ شخص جو اپنی روزی تلوار [مال غنیمت] کے ذریعے حاصل کرتا ہے اسے اس طرح کی ذلت یا پریشانی کا بالکل سامنا نہیں ہوتا کیونکہ اسے جو کچھ ملتا ہے اس میں اللہ کے سوا کسی کا کوئی

عمل دخل نہیں ہوتا [اسی لئے وہ ہر کسی سے آزاد رہتا ہے] اور پھر چونکہ مال غنیمت بغیر شبہ کے خالص حلال مال ہے اس لئے اسے استعمال کرنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے اور لالچ، حرص، بخل وغیرہ جیسے اندھیرے خود بخود مٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ مجاہد اگرچہ ظاہری طور پر غریب وفقیر نظر آتا ہے مگر اس کا دل غنی ہوتا ہے اس کے اوپر اگرچہ مسکینی کی چھاپ نظر آتی ہے لیکن اس کا دل عزت وعظمت کا دھنی ہوتا ہے [اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین]

یہ تو مجاہد کا حال ہوا لیکن اس کے برعکس وہ لوگ جو مشتبہ طریقوں سے مال کماتے ہیں اور اپنی لالچی طبیعت کی وجہ سے مخلوق کے محتاج ہوتے ہیں وہ ظاہری طور پر معزز نظر آتے ہیں مگر طرح طرح کی ذلتیں ان کے دلوں پر براجمان ہوتی ہیں۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیگا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دے گا اور مصیبتیں اس پر چڑھ دوڑیں گی اور پستی اس پر چھا جائے گی اور وہ مشقت کی تکلیف میں ڈالا جائے گا اور اپنا حق لینے [یعنی انصاف] سے محروم کر دیا جائے گا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد ہمیشہ میٹھا [پسندیدہ] اور تروتازہ رہے گا جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ان میں سے کچھ قرآن پڑھنے والے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے پس جو شخص اس زمانے کو پائے [تو یاد رکھے کہ] وہی زمانہ جہاد کا بہترین زمانہ ہوگا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب جہاد کا زمانہ نہیں رہا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں وہ لوگ یہ بات کہیں گے جن پر اللہ کی بھی لعنت ہوگی اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت ابن عمرو القرشی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک گناہگار آدمی کے گناہ اسے جہاد سے اسی طرح روکے رکھتے ہیں جس طرح قرض خواہ اپنے مقروض کو۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق ابھرا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے (خود بھی) جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

مکحول (موقوفاً) روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر [یعنی خاندان] میں سے کوئی بھی جہاد میں نہ نکلے اور نہ وہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کریں اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے ان کو کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرما دیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

فائدہ:۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر سارے لوگ جہاد سے عمومی طور پر غفلت کر رہے ہوں تو اس وقت [ان وعیدوں سے بچنے کے لئے اور جہاد کے فریضے کو ادا کرنے کے لئے] اکیلا آدمی کیا کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اکیلے آدمی کو چاہئے کہ وہ کسی ایک مسلمان قیدی کا فدیہ دیکر اسے کافروں سے چھڑا لے۔ اس طرح اس نے اس سے زیادہ کام کیا جتنا وہ اور لوگوں کے ساتھ مل کر کر سکتا تھا کیونکہ اگر کئی لوگ مل کر اس قیدی کو چھڑاتے تو سب کے ذمے تھوڑا تھوڑا مال آتا مگر اب اس شخص نے اکیلے وہ سارا مال ادا کیا [اور خوب اجر کمایا] اسی طرح اسے چاہئے کہ اگر ممکن ہو تو اکیلا نکل کر

لڑے یا پھر کسی مجاہد کو سامان جہاد اور خرچہ وغیرہ فراہم کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

فصل

اے مسلمان تجھے کس چیز نے جہاد سے روک رکھا ہے؟

اے جہاد کے فریضے کو چھوڑنے والے، اے توفیق اور حق کے راستوں سے ہٹنے والے تو کن محرومیوں میں جا گرا ہے اور کس قدر حق سے دور جا پڑا ہے کاش تو بھی بہادروں کے ساتھ معرکوں میں حصہ لیتا تو بھی اللہ کے راستے میں جان و مال لٹاتا مگر تجھے اس سعادت سے روک رکھا ہے یا تو لمبی امیدوں نے یا موت کے خوف نے یا تجھ پر اپنے محبوب مال اور خاندان کی جدائی شاق ہے یا تیرے لئے اپنے بیٹوں، خادموں اور اہل خاندان کے جھرمٹ سے نکلنا مشکل ہے۔ اے جہاد سے محروم رہنے والے یا تو تیری محرومی کا سبب تیرا کوئی پیارا بھائی یا محبوب دوست ہے یا پھر تو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے میں ایسا لگ گیا ہے کہ جہاد تجھے یاد بھی نہیں رہا۔ یا تو اپنی خوبصورت اور باوقار بیوی کی وجہ سے رکا ہوا ہے یا تیری عزت اور تیرا منصب تیرے پاؤں کی بیڑی بنا ہوا ہے۔ یا تو اپنی خوبصورت کوٹھی اور سایہ دار باغات میں مست ہو چکا ہے یا پھر شاہانہ لباس اور لذیذ کھانے تجھے جہاد میں نہیں نکلنے دیتے۔ ان چیزوں کے علاوہ اور کچھ ایسا نہیں جو تجھے تیرے رب سے دور کر دے اور اگر ان چیزوں نے تجھے تیرے رب سے دور کر رکھا ہے تو یہ تیرے لئے اچھی بات نہیں ہے۔ کیا تو نے اپنے رب کا یہ فرمان نہیں سنا۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] نکلو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو۔ سو دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے۔
(التوبہ۔ ۳۸)

تنبیہ: غور سے سنو! ان ناقابل تردید دلائل کو جو میں تمہیں بتا رہا ہوں اور غور کرو ان واضح دلیلوں پر جو میں تمہیں سنا رہا ہوں تب تمہیں یقین ہو جائے گا کہ تمہیں جہاد سے روکنے والی سوائے تمہاری محرومی اور بدنصیبی کے اور کوئی چیز نہیں ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے کا سبب نفس اور شیطان کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تو جہاد سے اس لئے دور ہے کہ تو نے لمبی لمبی امیدیں باندھ رکھی ہیں اور اچانک موت سے ڈرتا ہے تو تو ایسی چیز سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے جس سے تو کبھی نہیں بچ سکتا اور تو ایسے راستے [یعنی موت] سے ڈر رہا ہے جس پر تو نے ایک دن چلنا ہی ہے اللہ کی قسم میدانوں میں آگے بڑھ کر لڑنے سے عمر کم نہیں ہوتی اور نہ جہاد چھوڑنے سے عمر بڑھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (الاعراف ۳۴)	اور ہر ایک فرقے کے لئے [موت کا] ایک وقت مقرر ہے جب وہ آجاتا ہے تو نہ تو ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(۲) وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (المنافقون ۱۱)	اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اسکو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۳) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ. (العنکبوت ۵۷)	ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! یاد رکھ موت کی ایک خاص سختی ہوتی ہے اور روح نکلنے کا وقت بہت سخت ہے لیکن تم اسے ابھی نہیں سمجھتے اور قبر میں عذاب بھی ہوتا

ہے اور اس عذاب سے صرف نیک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ قبر میں دو سخت فرشتے سوال بھی کریں گے [تب کیا ہوگا اسے قرآن مجید ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے]۔

(٤) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ. (ابراہیم ۲۷)	خدا مومنوں (کے دلوں) کو (صحیح اور) پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (محفوظ رکھے گا) اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

پھر اس خوفناک منظر کے بعد خوش قسمت لوگ ہمیشہ کی نعمتوں میں اور بدنصیب لوگ سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے مگر شہید کے لئے امن ہی امن ہے اور اسے مذکورہ بالا خطرناک حالات میں سے کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شہید کو قتل کے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا چیونٹی کے کاٹنے کا۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

اے مسلمان بھائی! اب کونسی چیز ہے جو تجھے اس سعادت کو حاصل کرنے سے روک رہی ہے جسے پانے کے بعد تو عذاب قبر سے بھی بچ جائے گا اور اللہ کے ہاں بھی کامیاب ہو کر بہترین ٹھکانا پائے گا اور قبر کے سوال سے بھی محفوظ رہے گا۔ اور اس کے بعد کی شدت اور ہولناکیوں سے بھی تیری حفاظت رہے گی کیونکہ شہداء تو زندہ ہوتے ہیں اپنے رب کی طرف سے ملنے والی روزی کھاتے پیتے ہیں نہ انہیں کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ غم وہ تو ان نعمتوں پر خوشیاں مناتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں سے کھاتے پیتے ہیں۔ دیکھو کتنا بڑا فرق ہے شہادت کی عزت والی موت اور بستر کی دردناک موت کے درمیان ـــــ

اگر تم یہ کہتے ہو کہ میرا خاندان اور میرا مال میرے بچے اور میرے عیال مجھے جہاد سے روک رہے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ واضح فرمان سن لو۔

(۵) وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ (سبا۔ ۳۷)

اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں

اور یہ فرمان بھی تمہارے سامنے رہنا چاہیے۔

(۶) زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (آل عمران۔ ۱۴)

لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں [مگر] یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں۔ اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۷) اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (الحدید۔ ۲۰)

جان لو! دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی تو

متاع فریب ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ (ترمذی)

☆ اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جنت کی تم میں سے کسی ایک کے کوڑے جتنی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں ایک صبح یا شام کا لگانا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

[اے جہاد چھوڑنے والے] کیا تجھے اس عظیم الشان بادشاہت [جو تجھے جنت میں ملے گی] سے وہی رشتے دار روک رہے ہیں جو کچھ عرصے بعد مر جائیں گے یا آپس کے اختلافات میں پڑ کر جدا جدا ہو جائیں گے یا انہیں زمانے کے مصائب بکھیر دیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھ کہ جب تو ان رشتے داروں کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا تو وہ تیرے مخالف ہو جاتے ہیں اور جب تیرے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ تجھے چھوڑ دیتے ہیں اور حالات کے تھپیڑے ان کے دل سے تیری محبت کو نکال دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دوسروں کی طرح تیرے رشتے دار بھی قیامت کے دن تجھ سے بھاگتے پھر رہے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہو گی کہ وہ اپنے سارے گناہ اور بوجھ تیرے سر ڈال کر خود نجات پا جائے [تو کیا یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تو نے ان رشتے داروں کی خاطر جہاد چھوڑ کر محرومی کو گلے لگا رکھا ہے]۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مال کی محبت تجھے آڑے آ رہی ہو جس کے ہوتے ہوئے سب تیرے ہوتے ہیں اور اگر وہ تیرے پاس نہ ہو تو بہت سارے اپنے بھی جدا ہو جاتے ہیں ہاں وہی مال جس کے بارے میں تجھ سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ یہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا وہی قیامت کا دن جس میں خوف کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اس دن مجرموں کی شناخت ہو جائے گی اور

انہیں چوٹی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا۔ ہاں وہی قیامت کا دن جس میں مالدار لوگوں سے ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا جبکہ فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو کر مزے اڑائیں گے مگر اے مالدار! اس دن تو اپنے مال کی وجہ سے روک لیا جائے گا اور تیرے لئے خطرہ ہوگا کہ کہیں تو دوزخ کے داروغے مالک کے حوالے نہ کر دیا جائے۔

اے مسلمان کیا تو اس مال کی جدائی گوارا نہیں کرتا جو اگر تیرے پاس تھوڑا ہو تو تیری فکریں اور تکلیفیں کم ہو جاتی ہیں اور اگر وہ زیادہ ہو تو وہ تجھے سرکش بنا دیتا ہے اور اگر تو مر جائے تو یہ مال تیرے پیچھے تیری رسوائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ آج اگر تو دنیا کے دھوکے میں آ کر اسی پر جھکا ہوا ہے تو یاد رکھ تو نے ایک نہ ایک دن اسے چھوڑنا ہے۔

☆ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرۃؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں دنیا کی پوری حقیقت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر لے آئے اس (کوڑے کے ڈھیر) میں مردہ انسانوں کی کھوپڑیاں، انسانی غلاظتیں، پرانے چیتھڑے اور مردہ جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ! یہ سر (کسی زمانے میں) انہیں چیزوں کا حرص رکھتے تھے جن کا حرص تم رکھتے ہو اور ان سروں میں وہ ساری امیدیں [اور امنگیں] روشن تھیں جو آج تم نے لگا رکھی ہیں مگر آج یہ سر بغیر کھال کے ہڈیاں ہیں پھر کچھ عرصے بعد یہ گل کر خاک ہو جائیں گی اور یہ غلاظتیں ان کے رنگا رنگ کھانے ہیں جنہیں انہوں نے جہاں سے ہو سکا کمایا پھر ان کھانوں کو اپنے پیٹ میں ڈال دیا اور وہ اس شکل میں ہو گئے کہ اب لوگ ان سے دور بھاگتے ہیں اور یہ بوسیدہ چیتھڑے ان کے زیب و زینت والے عمدہ لباس تھے مگر آج ہوائیں انہیں اڑاتی پھر رہی ہیں اور یہ ہڈیاں ان کے وہ جانور تھے جن پر وہ ملکوں اور شہروں میں گھومتے پھرتے تھے۔

پس جو دنیا پر رونا چاہے اسے چاہئے کہ روئے حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ ہم برابر روتے رہے یہاں تک کہ ہمارا رونا شدت پکڑ گیا۔ (احیاء علوم الدین)

اور اگر تو اپنے پیارے بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو کر [جہاد سے دور ہے] تو اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھ:۔

(۸) اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ. (التغابن۔۱۵) تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ ہر بیٹے پر اس کے ماں باپ، بھائی اور چچا سے زیادہ شفیق ہے تم بتاؤ جب یہ بچہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ کے اندھیروں میں تھا تو وہاں اس کی پرورش تم کر رہے تھے یا اللہ تعالیٰ؟ ذرا سوچو کیا تمہارا وہی بیٹا تمہیں آج جنت کی نعمتوں اور اللہ کے قرب سے دور کر رہا ہے جو اگر چھوٹا ہو تو تم اس کے بارے میں پریشان رہتے ہو۔ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو تم اس کے غم میں مبتلا ہوتے ہو اگر وہ صحت مند ہوتا ہے تو تمہیں اس کا خدشہ لگا رہتا ہے اگر وہ بیمار ہو جائے تو تمہارا دل صدمے میں مبتلا ہو جاتا ہے تم اگر اسے تنبیہ کرتے ہو تو وہ غصے ہوتا ہے اور بد کتا ہے اگر تم اسے نصیحت کرتے ہو تو پریشان اور غمگین ہو جاتا ہے اور تو اور تمہیں ہمیشہ یہ کھٹکا بھی لگا رہتا ہے کہ دوسروں کے لڑکوں کی طرح وہ بھی تمہارا نافرمان نہ ہو جائے۔ تم میدان جنگ میں آگے بڑھنا چاہو تو بیٹے کی یاد تمہیں بزدل بنا دیتی ہے اگر تم سخاوت کرنا چاہو تو اس کی فکر تمہیں بخیل بنا دیتی ہے اور اگر تم دنیا سے بے رغبت ہونا چاہو تو وہ تمہیں دنیاداری میں لگا دیتا ہے اس کی وجہ سے تمہارے اوپر بڑی آزمائشیں آتی ہیں جبکہ تم اسے ایک احسان شمار کرتے ہو اس کی وجہ سے تم پر مصیبتیں آتی ہیں جبکہ تم اسے بھی نعمت سمجھتے ہو۔ تم خود کو غم میں ڈال کر اسے خوش رکھتے ہو اور اپنا گھاٹا کر کے اسے نفع پہنچاتے ہو اور اپنی جیب ہلکی کر کے اس کی جیب بھرتے ہو اور اس کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہو اور اس کی وجہ سے تنگی میں پڑے رہتے ہو۔ اے [غافل] مسلمان! اپنے

بیٹے کی فکر اپنے دل سے نکال کر اسے اس کے سپرد کر دے جس نے تجھے بھی پیدا کیا اور اسے بھی۔ اور اپنے پیچھے اس کی روزی کے بارے میں اس پر بھروسہ کر جو اس کا بھی رازق ہے اور تمہارا بھی۔ آج اگر تم نے اسے اللہ کے سپرد نہ کیا تو مرنے کے بعد تو تم اسے کچھ بھی نہیں دے سکتے تب بھی وہ اللہ ہی کے سپرد ہو گا۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۔ (المائدہ۔۱۸)

اللہ کی قسم تم نہ تو اپنے نفع نقصان اور زندگی موت کے مالک ہو اور نہ اس کی۔ تم تو اس کی عمر اور روزی میں تھوڑا سا اضافہ بھی نہیں کر سکتے تمہیں جب اچانک موت اپنا لقمہ بنالے گی تو تم اپنی قبر میں جا لیٹو گے اور اپنے اعمال میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا پیارا بیٹا تمہارے بعد یتیم ہو جائے گا اور تمہارے وہ وارث جو زندگی میں تمہارے دوست رہے ہوں یا دشمن تمہارا اسار اموال تقسیم کر لیں گے اور تمہارے اہل و عیال بکھر جائیں گے تب تم کہو گے ہائے کاش میں بھی شہداء کے ساتھ ہوتا اور بڑی کامیابی پاتا۔ تب تجھ سے کہا جائے گا کہ وہ کامیابی تو بہت دور ہو گئی اور تو ان سعادتوں سے محروم ہو کر بڑی حسرتوں میں جا پڑا اور اب تو اپنی نیکیوں اور گناہوں کے ساتھ تنہا ہو گیا۔

اے غافل مسلمان ذرا غور سے سن اللہ تعالیٰ تجھے ان دھوکوں سے نکالنے کے لئے جن میں تو پڑا ہوا ہے کیا تنبیہ فرما رہے ہیں:۔

(۹) يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۔ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۔ (لقمان۔۳۳)

لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آسکے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔

یاد رکھ تیرا بیٹا اگر خوش بختوں میں سے ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اور اسے جنت میں

عنقریب اکٹھا فرما دیں گے اور اگر وہ بدبخت ہے تو ابھی سے یاد رکھ کہ جنت والے دوزخ والوں کے ساتھ اور خیر والے شر والوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہوتے۔

ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھے شہادت کا رتبہ عطا فرمائیں تو قیامت کے دن تو اس کی شفاعت کر سکے اور تیری آج کی اس سے جدائی اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

اے مسلمان! اس چیز کی اپنے اندر حرص پیدا کر اور اس میں خوب محنت کر جو تجھے عذاب سے بچا سکے ورنہ کل تو یہ حال ہو گا کہ:۔

(۱۰) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۔ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۔ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۔ (عبس۳۴۔۳۷)

اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہو گا جو اسے (مصروفیت کے لئے) بس کرے گا۔

بے شک یہ بالکل واضح بیان ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

[اے جہاد سے غفلت کرنے والے] اگر تجھے اپنے کسی بھائی یا قریبی دوست یا محبوب رشتے دار کی جدائی گوارہ نہیں ہے تو پھر تو خود کو قیامت کا یہ سچا منظر یاد دلا:۔

(۱۱) اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۔ (الزخرف۔۶۷)

(جو آپس میں) دوست (ہیں) اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)

اگر تیری دوستی اللہ کے لئے ہے تو پھر تم دونوں جنت کے اونچے مقامات پر اکٹھے ہو جاؤ گے ہاں! ان نعمتوں میں جو ہمیشہ رہنے والی ہوں گی اور اگر یہ دوستی اللہ کے لئے نہیں ہے تو پھر اس دن سے پہلے اس دوستی کو توڑ دو جس دن ہر شخص کا حشر اس کے یاروں کے ساتھ ہو گا۔ قیامت کے دن تو ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اگر وہ اللہ سے ڈرنے والا

ہے تو تمہیں فائدہ پہنچائے گا اور اگر وہ خود بدبخت ہے تو پھر تمہیں بھی نقصان پہنچائے گا اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ اس دنیا کے اکثر دوست ظالم اور بے وفا نکلتے ہیں اور مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ان میں سے اکثر اس وقت تک دوست ہیں جب تک تم خوش حال ہو، مالدار ہو۔ اور اگر تم تنگ دستی کا شکار ہوئے تو وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور امتحان کے وقت تجھ سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیں گے اگر تمہیں ان باتوں میں شک ہے تو کڑے امتحان کے بعد تمہیں ان پر ضرور یقین آجائے گا ہاں اگر اس برے ماحول میں بھی تمہیں اتفاقاً کوئی مخلص دوست مل گیا ہے جو وفا کا پکا اور دوستی کا سچا ہے تو پھر تمہیں آج کی جدائی پر غم نہیں ہونا چاہئے کیونکہ تم جیسوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱۲) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر ۔ ۴)

اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی ان کو ہم نکال (کر صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس ایسے قریبی دوست تمہارے لئے جہاد کے راستے میں رکاوٹ نہیں بننے چاہئیں کیونکہ ممکن ہے کہ تم دونوں جلد جدا ہو جاؤ۔ تب تم دوست سے بھی محروم ہو جاؤ گے اور جہاد کے اجر عظیم سے بھی۔ اور اونچے درجات تمہارے ہاتھ سے نکل جائیں گے تب تم پچھتاؤ گے مگر یہ پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں دنیا میں جتنا رہو لو تمہیں ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہو محبت کرو بے شک تم نے اس سے جدا ہونا ہے۔ اور جو چاہو عمل کرو تم نے اس کا بدلہ پانا ہے۔ (بیہقی)

ان مختصر سے الفاظ پر غور کرو جن میں موت، دوستوں سے جدائی اور ہر عمل پر

بدلے کا تذکرہ ہے کیا اس تنبیہ کے بعد بھی کسی تنبیہ کی ضرورت ہے۔

[اے جہاد سے دور بھاگنے والے] کیا تجھے تیرا عہدہ تیرا منصب اور تیری عزت جہاد میں نہیں نکلنے دیتی ہائے کاش تو غور کرتا کہ یہ منصب کسی ایسے شخص سے چھن کر تجھے ملا ہے جو اس کی محبت میں گرفتار تھا اور یہ عہدہ تیرے لئے کسی ایسے شخص نے خالی کیا ہے جو کل تک اس پر بہت خوش تھا۔ یاد رکھ! اس عہدے اور منصب نے جس طرح تجھ سے پہلے والوں کے ساتھ وفا نہیں کی تجھ سے بھی نہیں کرے گا اور بالآخر تجھے پریشانی اور محرومی کا تلخ احساس دے کر چھوڑ دے گا تیرے لئے آج کی اس معمولی سی عزت اور مقام کو چھوڑنا مشکل ہے اور اس کی وجہ سے تو کتنے بڑے مقام سے محروم ہو رہا ہے۔ یاد رکھ وہ آخری آدمی جو جنت میں داخل کیا جائے گا اسے دنیا کے بڑے بادشاہوں سے بڑھ کر بادشاہت اور اس دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی۔ یہ تو ادنیٰ جنتی کا حال ہے ذرا سوچو کہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کا کیا مقام ہوگا۔ مگر آج تو اس عہدے اور مقام کی خاطر مر رہا ہے جو تجھے ہمیشہ تھکاوٹ اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور جس کا انجام بہت برا ہے اور اس کی وجہ سے تیرے دشمنوں اور حاسدوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ان کے دلوں میں تیری دشمنی پل رہی ہے اور جب یہ منصب تجھ سے چھن جائے گا تو تیرے دشمن تجھ پر قہقہے لگائیں گے اور تیرے نوکر خادم تجھ سے رخ موڑ جائیں گے اور تیرے پاؤں چومنے والے تیری شکل دیکھنا گوارا نہیں کریں گے اور تو غم کے اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت میں ایک معزز فرشتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لے کر آئے گا جس میں لکھا ہوگا کہ یہ فرمان اس زندہ کی طرف سے ہے جس پر موت آنے والی نہیں اس زندہ کی طرف جس پر اب موت نہیں آئے گی۔ اے میرے بندے میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے اب میں تمہیں بھی ایسا بنا رہا ہوں کہ تم جس چیز سے کہو گے کہ ہو جا وہ ہو جائے گی۔

☆ اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے ادنیٰ جنتی وہ ہوگا جس کے سامنے پندرہ ہزار خادم [حکم بجالانے کے لئے] کھڑے رہیں گے اور ان میں سے ہر خادم کے تاج کا ادنیٰ موتی ایسا ہوگا جس کی روشنی سے مشرق و مغرب منور ہو جائیں گے۔

☆ ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ادنیٰ درجے کا جنتی وہ ہوگا جس کے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے قیمتی موتیوں زمرد اور یاقوت کا اتنا بڑا محل بنایا جائے گا جو جابیہ [شام] سے صنعاء [یمن] تک ہوگا [یعنی ان دو علاقوں کے درمیان جتنی مسافت ہے اس کا ایک محل اتنا بڑا ہوگا] (ترمذی)

ذرا غور سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو بھی سنو۔

(۱۳) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ. سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. (الرعد ۲۳۔۲۴)

اور فرشتے (بہشت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔

اللہ کی قسم یہ وہ نعمتیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہیں اور عمل کرنے والوں کو ان کے لئے بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہئے۔

[اے جہاد سے منہ موڑنے والے] کیا تجھے تیرا خوبصورت محل، اس کے سائے دار باغیچے، اس کی عالیشان عمارت، اس میں موجود نوکر خادم اور اس کی آرائش جہاد سے روکے ہوئی ہیں۔ ہائے کاش تو غور کرتا کہ یہ تو مٹی، پتھر، گارے، لوہے، لکڑی اور بانسوں کا بنا ہوا ایسا گھر ہے جس کی اگر ہر روز صفائی نہ کی جائے تو اس میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جاتا ہے اگر اس میں روشنی نہ جلائی جائے تو وہ سخت تاریک ہو جاتا ہے اگر اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو وہ گر جاتا ہے اور اگر دیکھ بھال کی بھی جائے تو ایک نہ ایک دن اس نے ویرانے میں تبدیل ہو جانا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد یہ محل مٹی ہو جائے گا اس کے رہنے والے بکھر جائیں گے

اور اس کے آثار تک مٹ جائیں گے اور اس کا نام تک بھلا دیا جائے گا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو ارشاد فرمایا تم جو عمارتیں بناؤ گے وہ ایک دن ویران ہو جائیں گی اور جو بچے جنو گے وہ ایک دن مر جائیں گے۔ (بیہقی)

☆ ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر دن یہ آواز لگاتا ہے تم بچے جنتے ہو مرنے کے لئے اور عمارتیں بناتے ہو ویران ہونے کے لئے۔ (بیہقی)

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان! آج تمہارے لئے موقع ہے کہ اپنے اس تباہ و ویران ہو جانے والے محل کے بدلے [جنت میں] ایسے اونچے محلات لے لو جن کی تابندگی ہمیشہ کے لئے ہوگی اور جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جن میں پھلوں کی شاخیں جھکی ہوئی ہوں گی اور جن کی خوشیاں ہمیشہ دوبالا ہوتی رہیں گی۔ یہ محلات سونے چاندی کی اینٹوں کے ہوں گے ان میں رہنے والوں کو نہ کبھی تھکاوٹ پہنچے گی نہ کوئی اور مصیبت اور ان کی مٹی مشک کی ہوگی اور ان کے کنکر موتی اور جواہرات کے ہوں گے ان میں جو نہریں بہتی ہیں وہ دودھ، شہد اور کوثر کی ہوں گی یہ محلات کہیں تو ستر میل لمبے موتیوں کو اندر سے تراش کر بنائے جائیں گے اور کہیں یہ سبز اور چمکدار زمرد کے ہوں گے اور کہیں سرخ یاقوت کے۔ ایمان والوں کے لئے ان محلات کے ہر حصے میں ایسی حوریں اور خادم ہوں گے جو دوسرے حصے کی حوروں اور خادموں کو دوری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکیں گے۔ وہاں کے بستر ریشم کے بنے ہوئے ہوں گے اور دو بستروں کے درمیان ان کی بلندی چالیس سال کی مسافت کی ہوگی۔ وہاں نہ تو نیند آئے گی نہ اونگھ بلکہ اہل جنت ان بستروں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہوں گے وہاں ہر وقت دستر خوان بچھے رہیں گے اور ایسے تازہ پھلوں سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی جو نہ ختم ہونے والے ہوں گے اور نہ ضائع ہونے والے وہ جو پھل چاہیں گے وہی کھائیں گے اور

پسندیدہ پرندوں کے گوشت سے ان کی خاطر تواضع کی جائے گی۔

جہاں تک ان کے مشروبات کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(۱۴) مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ. خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ. (المطففین۔۲۵۔۲۶)

شراب خالص سربمہر جس کی مہر مشک کی ہوگی۔ تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئے کہ اسی میں رغبت کریں۔

وہاں نہ کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوگی نہ پیشاب کی وہ نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے رینٹھ نکالیں گے۔ وہ جو کچھ کھائیں گے اس کا اثر ان کی کھال پر ظاہر ہوگا جی ہاں ایسا پسینہ جو موتیوں کی شکل میں مشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور پھر ان کے پیٹ پہلے جیسے ہو جائیں گے [یعنی پسینے کے آتے ہی کھانا ہضم ہو جائے گا]

وہاں کے خادم ایسے ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہیں جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(۱۵) وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا. وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا. عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ. وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا. اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا. (الدھر۔۱۹۔۲۰۔۲۱۔۲۲)

جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور بہشت میں (جہاں) آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمت اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھو گے ان (کے بدنوں) پر دیبائے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (خدا کے ہاں) مقبول ہوئی۔

یہ جنت کی وہ نعمتیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن وحدیث میں آگیا ہے ورنہ وہاں تو ایسی

نعمتیں ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔ (بخاری)

اگر تم پوچھو کہ اہل جنت کتنے عرصے تک ان عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی نہیں مریں گے ایسے جوان رہیں گے جن پر بڑھاپا نہیں آئے گا نہ تو کبھی بیمار ہوں گے نہ غمگین ہمیشہ خوش رہیں گے اور ان نعمتوں کے چھن جانے یا ختم ہو جانے کے خوف سے محفوظ رہیں گے۔

(۱۶) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (یونس۔۱۰)

(جب وہ) ان میں (ان کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ۔ اور آپس میں ان کی دعا سلام علیکم ہوگی اور ان کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ خدائے رب العالمین کی حمد (اور اس کا شکر) ہے۔

اب تم خود ہی انصاف کرو کہ تمہیں جنت کی یہ عظیم الشان بادشاہت چاہئے یا دنیا کا جلد فنا ہونے والا محل۔ اور غور کرو کہ اگر تم شہید ہو کر اس دنیاوی محل کو چھوڑ گئے تو تمہیں آگے کیا کچھ ملے گا۔

(۱۷) وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ. (فاطر۔۱۴)

اور (خدائے) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔

[اے جہاد سے محروم رہنے والے] اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں ابھی اپنی اور اپنے اعمال کی اصلاح میں لگا ہوا ہوں [کہ جب میری اصلاح ہو جائے گی تو جہاد میں جاؤں گا] تو یہ بھی ایک خطرناک دھوکہ ہے اور خواہ مخواہ کی امید ہے اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت نہیں ٹلتا۔

(۱۸) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

لوگو! خدا کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی

فلا تغرنكم الحيوة الدنيا ولا يغرنكم بالله الغرور ان الشيطن لكم عدو فاتخذوه عدوا انما يدعوا حزبه ليكونوا من اصحب السعير. (فاطر۔ ٦٥)

دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔ شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں۔

تمہارا یہ عذر [کہ میں اپنی اصلاح میں مصروف ہوں] ہرگز اولیاء اللہ صالحین کا طریقہ نہیں ہے بلکہ محض ایک شیطانی چال ہے۔ کیا حضرات صحابہ کرام اور بڑے بڑے تابعین تجھ سے زیادہ عبادت اور قرب الٰہی کے طالب نہیں تھے لیکن اگر وہ بھی تیری طرح جہاد کو ٹالتے رہتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے اتنے بڑے کارنامے سرانجام نہ دے سکتے اور نہ مشرکوں اور کافروں سے جہاد کر کے اتنے شہروں اور علاقوں کو فتح کرتے۔

اے فتنے میں پڑے ہوئے انسان کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

(١٩) انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم فى سبيل الله ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون. (توبہ۔ ٤١)

نکل پڑو (جہاد میں) ہلکے اور بوجھل (یعنی ہر حال میں) اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ سمجھو۔

اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عقل اور سمجھ دی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کر۔

(٢٠) وفضل الله المجاهدين على القاعدين اجرا عظيما. (النساء۔ ٩٥)

اور اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا

اپنے گھر میں رہ کر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (ترمذی)

اے دھوکے میں پڑے ہوئے انسان یاد رکھ کہ مجاہد کی نیند قیام اللیل سے اور ہمیشہ کے روزے رکھنے سے افضل ہے۔ ان فضائل کا بیان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آگے آئے گا۔

آج تو جن اعمال میں لگا ہوا ہے کیا تجھے یقین ہے کہ یہ سب اعمال قبول ہو رہے ہیں؟ کیا تیرے سامنے قیامت کا ہولناک منظر نہیں ہے اللہ کی قسم تو نہیں جانتا کہ تیرے یہ اعمال تیری بخشش کا ذریعہ بنیں گے یا ہلاکت کا۔

(٢١) ويعلم ما تخفون وما تعلنون. (النمل ٢٥)

اور وہ تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔

(٢٢) ولئن متم او قتلتم لا الى الله تحشرون. (آل عمران۔ ١٥٨)

اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ اللہ کے حضور میں ضرور اکٹھے کئے جاؤ گے۔

اے جہاد سے غافل انسان! کیا تیری خوبصورت بیوی اور اس کے ساتھ تیری محبت اور اس کے ساتھ رہنے کی تیری چاہت نے تجھے جہاد سے محروم کر رکھا ہے ذرا بتا؟ کیا تیری بیوی دنیا کی عورتوں میں سب سے زیادہ حسین ہے؟ کیا وہ پہلے ایک گندا منی کا قطرہ نہیں تھی؟ کیا وہ آخر میں ایک مردہ لاش نہیں بن جائے گی؟ کیا وہ اپنے پیٹ میں غلاظت لئے نہیں پھرتی؟ اس کا حیض تجھے کتنا عرصہ اس سے دور رکھتا ہے اور اسکی نافرمانی اس کی فرمانبرداری سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر وہ کچھ دن سرمہ نہ لگائے تو اس کی آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں اگر وہ زیب و زینت نہ کرے تو اس کے عیب ظاہر ہو جاتے ہیں اگر وہ کنگھا نہ کرے تو اس کے بال پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ صفائی نہ کرے تو میلی کچیلی ہو جاتی ہے اگر وہ پاکی حاصل نہ کرے تو بدبودار ہو جاتی ہے وہ زیادہ بیمار رہنے والی اور بہت تنگ کرنے والی ہے جب اس کی عمر بڑھ جاتی ہے تو وہ کسی کام کی نہیں رہتی اور جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو بستر سے لگ

جاتی ہے تو اگر ساری زندگی اس پر احسان کرے تو غصے کے وقت وہ ان سب کو بھلا دیتی ہے جیسا کہ۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم ان عورتوں کے ساتھ پوری زندگی احسان کرتے رہو پھر اگر وہ تمہاری طرف سے تھوڑی سی تکلیف پاتی ہیں تو کہتی ہیں کہ میں نے تو کبھی بھی تجھ سے کوئی بھلائی نہیں پائی۔ (بخاری)

تجھے ہمیشہ اس کی جدائی کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور تو اس کی سرکشی سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے اس کی محبت تجھے طرح طرح کی مصیبتوں، تھکاوٹوں اور پریشانیوں میں ڈالتی ہے وہ تجھے اپنی ادنی سے ادنی خواہش پوری کرنے کے لئے ہلاکت میں ڈالنے سے دریغ نہیں کرتی۔ وہ تجھ سے اس وقت تک محبت کرتی ہے جب تک اس کا مقصد تجھ سے پورا ہوتا رہتا ہے۔ اور جب ایسا نہ ہو تو وہ تجھ سے رخ پھیر لیتی ہے۔ اور تیرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈنے لگتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ تم اس سے تبھی فائدہ اٹھا سکتے ہو جب اس کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرو۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایسی عورت کی محبت تجھے اس راستے سے ہٹا رہی ہے جس میں تجھے ایسی حوروں سے وصال نصیب ہوگا جو نور سے پیدا ہوئی ہیں اور جنت کے محلات میں پلی بڑھی ہیں اللہ کی قسم ابھی شہید کا خون خشک نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ان گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حور عینا کو پالیتا ہے جن کا حسن بے مثال ہے وہ پاک دامن کنواری ہیں ایسے موتی کی طرح جنہیں نہ کسی انسان نے چھوا ہے نہ کسی جن نے ان کی باتیں شیریں ہیں ان کا قد خوبصورت اور ان کے بال حسین ہیں وہ بڑی قدر و قیمت والی ہیں ان کا بر تن پاک ہے ان کی شکل و صورت بے حد حسین ہے۔ اور ان کے اخلاق بہت پیارے ہیں ان کے زیور چمکدار اور کپڑے بہت اعلیٰ ہیں وہ بہت محبت کرنے والی ہیں اور ان میں تنگ کرنے کا مادہ ہی نہیں۔ وہ تیرے سوا کسی پر نظر ڈالنے والی نہیں ہیں وہ تجھ سے محبت کرنے والی اور تیری ہر خواہش کو پورا کرنے والی ہیں اگر ان میں سے کسی کا ناخن دنیا میں ظاہر ہو جائے تو چودھویں

رات کا چاند اپنی روشنی کھو دے۔ وہ اگر رات کے وقت اپنا کنگن دنیا پر کھول دیں تو دنیا بھر سے اندھیرا بھاگ جائے اگر وہ اپنی کلائی دنیا پر ظاہر کر دیں تو پوری مخلوق ان کے عشق میں مبتلا ہو جائے۔ اگر وہ آسمان و زمین کے درمیان جھانک کر دیکھ لیں تو ان دونوں کے درمیان خوشبو ہی خوشبو پھیل جائے۔ اگر وہ کڑوے سمندر میں تھوک دیں تو وہ میٹھا ہو جائے تو جب بھی انہیں دیکھے گا تیری نظروں میں ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا۔ کیا کسی عقلمند سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسی حسین مخلوق کے بارے میں سنے اور پھر گھر بیٹھا رہے۔

اے جہاد سے غافل انسان! یہ بھی تو اچھی طرح سے ذہن نشین کرلے کہ تیری اپنی دنیاوی بیوی سے جدائی یقینی ہے بلکہ یوں سمجھ کہ یہ جدائی ہو چکی ہے (کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے)! اگر وہ نیک عورت ہے تو جنت جیسی خوبصورت جگہ پر تم ضرور جمع ہو جاؤ گے وہاں تم اسے حور عین سے بھی زیادہ خوبصورت پاؤ گے اور اس میں سے وہ عادتیں اور چیزیں زائل ہو چکی ہوں گی جو تمہیں ناپسند ہیں وہاں اس کا حسن و جمال دیکھنے کے لائق ہوگا اور وہ پاکدامن کنواری اور حیض و نفاس سے پاک، کالی آنکھوں والی اور سدا بہار حسن والی ہوگی۔ اس کا تمام ترٹیڑھا پن ختم ہو جائے گا اور اس کا نور اور جمال بڑھ جائے گا اور وہ حسن و جمال اور نور میں حور عین سے بھی بڑھ کر ہوگی۔

اس لئے تم آج اللہ کی رضا کی خاطر اسے چھوڑ کر جہاد میں نکل پڑو۔ اللہ تعالیٰ وہ تمہیں بہترین شکل میں لوٹا دیگا۔ بشرطیکہ وہ جنت کی مستحق ہوئی۔

آخری بات یہ ہے کہ اے مسلمان بھائیو! تمہیں جہاد سے دنیا کی کوئی بھی چیز غافل نہ کرنے پائے یہ دنیا رہنے کی یا آپس میں ملنے اور کچھ جمع کرنے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں جو آج ہنستا ہے اسے کل رونا پڑتا ہے یہاں کی خوشیوں کے پیچھے غم چھپے ہوئے ہیں یہ دنیا بے وفائی، مصیبتوں اور تھکاوٹوں کا گھر ہے جو اسے پانے کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کے دھوکے اور جال میں پھنس جاتا ہے اور اس دنیا کی مصیبتیں اس پر چھا جاتی ہیں اور پھر وہ پچھتاتا ہے اور

آنسوؤں کی جگہ آنکھوں سے خون برساتا ہے۔

[اے مسلمانو!] اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اس سے پہلے کہ دنیا کی گرفت تم پر مضبوط ہو جائے خود کو اس کی قید سے چھڑا لو اور توفیق اور سعادت مندی کے راستے [جہاد فی سبیل اللہ] کو اختیار کرو۔ کیا پتہ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی عظیم نعمت عطاء فرما دے۔ کوشش کرو کہ کوئی بھی چیز تمہارے لئے اس راستے میں رکاوٹ نہ بنے۔ یاد رکھو عقلمند اور سیدھے راستے پر چلنے والا اور مضبوط عزم والا شخص وہی ہے جسے جہاد میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا ہو۔ لیکن جو سستی اور دنیا کے دھوکے میں غرق ہو جاتا ہے اس کے قدم جہاد سے ہٹ جاتے ہیں اور وہ پچھتاتا ہے مگر اس کا پچھتانا اسے کچھ کام نہیں آتا اور جب شہداء جنت کے اونچے بالاخانوں میں چلے جاتے ہیں تو وہ پیچھے حسرت اور افسوس کے ہاتھ ملتا رہتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ (الاحزاب۔ ۴) اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (آل عمران۔ ۱۷۳)

[آپ نے آٹھویں صدی ہجری کے ایک ایسے عظیم شخص کی دعوت جہاد سنی جو خود ایک بڑے عالم اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے اور نویں ہجری کے شروع میں وہ مسلمانوں کے ایک لشکر کی کمان کرتے ہوئے میدان جہاد میں شہید ہوئے علم و عمل کے اس پیکر کے دل سے نکلی ہوئی دعوت نے یقیناً آپ کے دل و دماغ پر دستک دی ہو گی اور آپ کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے جھنجھوڑا ہوگا۔ مصنفؒ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ بیوی بچوں سے محبت نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی ان کا یہ مقصد ہے کہ رشتے دار اور دوست احباب ہمیشہ بے وفا ہوتے ہیں البتہ مصنفؒ نے یہ بات سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ حقیقی مسلمان وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال و جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور اس راستے میں کسی بھی چیز کو آڑے نہیں بننے دیتا چونکہ عام طور پر بیوی بچے

اور مکان و دکان اور دنیا میں رہنے اور عہدے پانے کا شوق ہی جہاد کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے اس لئے انہوں نے ان تمام چیزوں کی وہ حقیقت بھی بیان فرما دی ہے جو عام طور پر نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور انسان زندگی بھر اللہ کی غلامی چھوڑ کر ان چیزوں کی غلامی کرتے کرتے مر جاتا ہے۔ اور دنیا میں بھی گھاٹا پاتا ہے اور آخرت کے لئے بھی کچھ نہیں کماتا۔ یہ بات یقینی ہے اور تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں کہ مصنفؒ کا زمانہ ہمارے زمانے سے بہت بہتر تھا اس زمانے میں بھی اگرچہ مختلف مسلمان حکمران ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان تھے مگر پھر بھی عمومی حالات اتنے دردناک نہ تھے جتنے آج ہیں اس زمانے میں مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کا اقتدار تھا، مسلمان حکمران دنیا کے اکثر کفار سے جزیہ وصول کر رہے تھے۔

کسی نہ کسی درجے میں بلکہ آج کے اعتبار سے تو بہت اچھے درجے میں اسلام بھی نافذ تھا اور دنیا میں کہیں پر بھی مسلمان مظلوم و مجبور نہیں تھے گویا کہ وہ ایسا دور تھا جب جہاد عام طور پر فرض کفایہ کے درجے میں رہتا ہے۔ ایسے حالات میں عام طور پر لوگوں کے جہاد میں نکلنے کی دو ہی وجہیں ہوتی تھیں۔ ایک تو اسلام کو دنیا کے آخری کونے تک نافذ کرنے کا عزم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اونچے مراتب حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ۔ اور دوسرا اپنے گناہوں کو بخشوانے اور جہاد کے ذریعے اپنی برائیوں کو معاف کرانے اور جنت پانے کا جذبہ مگر اب جبکہ پندرھویں صدی ہجری کے بھی اٹھارہ سال گزر چکے ہیں حالات بہت زیادہ بدلے ہوئے ہیں۔ آج ہر طرف اسلام بے کس، بے سہارا اور مسلمان ہر طرف مظلوم و مجبور نظر آ رہے ہیں دنیا میں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومتیں ہیں وہاں بھی اسلام پر دردناک مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور نام کے مسلمان حکمران منافقین سے بدتر کردار اپنا کر سیکولرازم کا راگ الاپ رہے ہیں۔ مکہ، مدینہ اور حجاز کے زمینی خزانوں کی دولت یہود و نصاریٰ کی چاپلوسی میں قربان کی جا رہی ہے اور اب ان مقدس مقامات کو کافروں کے

ہاتھوں میں یرغمال بنا دیا گیا ہے۔ ترکوں جیسی اسلام کی خادم قوم کے حکمرانوں نے مسلمانوں کی بیٹی کے سر سے دوپٹہ تک چھین لیا ہے اور وہ ترکی کو یورپ جیسا بیت الخلاء بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مسجد اقصیٰ اپنی غلامی اور مظلومیت کے پچاس سالوں کا مسلسل حساب مانگ رہی ہے مگر اسے کہیں سے کوئی جواب سنائی نہیں دے رہا۔ افغانستان، وسطی ایشیا، بوسنیا، کوسوو اور فلسطین کی زمین ان لاشوں پر سے پردہ اٹھا رہی ہے جو امت مسلمہ کی غفلت کی وجہ سے کفن اور نماز جنازہ کو ترستی ترستی اب ہڈیوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ وہ پکار پکار کر اپنے لہو کا حساب مانگ رہی ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے درندہ ذہن فنکار حضور اکرم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات اور اسلام پر اپنے گندے ذہن کے چھینٹے پھینک کر بھی آزاد پھر رہے ہیں جبکہ ناموس رسالت کے محافظ اپنے پاک نبی ﷺ کی بے حرمتی کا بدلہ لینے سے بھی قاصر ہیں حالانکہ ان کی تعداد اب ڈیڑھ ارب کے قریب ہے اور تو اور مسلمان اپنے ملکوں میں بھی کافروں کی غلامی کرنے اور ان کے بوٹ صاف کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ کی قسم امت مسلمہ آج ان دردناک حالات سے گزر رہی ہے جسے سوچ کر ذہن پھٹنے لگتا ہے۔ اور کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ آج چاروں طرف سے اسلام کو نشانے لے کر مارا جا رہا ہے۔ جبکہ اسلام کے محافظ مسلمان اندرونی اور بیرونی طور پر غلامی در غلامی کے رسوں میں جکڑے ہوئے بے بسی کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔

آج اگر اعمال کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارا زمانہ مصنفؒ کے زمانے کی بنسبت بہت زیادہ انحطاط کا شکار ہے اور ہر طرف گناہ ہی گناہ پھیلے ہوئے ہیں آج جو انسان بچنا بھی چاہتا ہے وہ بھی نہیں بچ سکتا الا من رحم اللہ ۔ سود جیسی لعنت آج ہمارے معاشرے میں خون کی طرح دوڑ رہی ہے اگر سارے گناہوں کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو ہماری تباہی کے لئے صرف یہی سود کا گناہ ہی کافی ہے فحاشی اور عریانی کا سیلاب آج عزتوں۔ حرمتوں اور انسانی قدروں کو بہا کر لے جا رہا ہے۔ اور یورپ کے ننگے شکاری اس سیلاب کا رخ ہماری طرف

پوری طرح موڑ چکے ہیں یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ آج ہم اپنے اصل راستے سے ہٹ چکے ہیں۔ اور ہم اپنی طاقت اور قوت کھو چکے ہیں۔ اور آج ہم خود اپنے فیصلے نہیں کرتے بلکہ ہمارے فیصلے ہمارے دشمن کرتے ہیں اور ہم ان کے ہاتھوں میں محض ایک کھلونے کی طرح بن کر رہ گئے ہیں۔ ایسے وقت میں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف لوٹنا ہمارے لئے کتنا ضروری ہے یہ بات ہمیں آسانی سے سمجھ آسکتی ہے بشرطیکہ ہم دل کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کریں اور اخلاص کے ساتھ قرآن مجید میں اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کریں۔

آج عرب و عجم کے مسلمانوں کی آزادی کا واحد راستہ جہاد ہے آج مسجد اقصیٰ کی خلاصی کا واحد راستہ جہاد ہے آج اسلام کو نافذ کرنے کا واحد راستہ جہاد ہے۔

کل تک ہمارے لئے جہاد کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے تھے تاکہ ہم اپنی چھینی ہوئی عزت و عظمت کو واپس نہ لے سکیں مگر آج الحمد للہ لاکھوں شہداء نے اپنا قیمتی خون پیش کر کے مسلمانوں کے لئے جہاد کے بند راستے کھول دیئے ہیں اور پہلی مرتبہ ایک مجاہد حکمران "ملا محمد عمر صاحب" نے دنیا کے پورے نظام کو مسترد کر کے اسلام کا ڈنکا بجا دیا ہے۔

آج کے ان حالات میں جہاد ہمارے لئے سانس لینے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

یاد رکھئے جہاد اور صرف جہاد ہمارے تمام مسائل کا حل ہے اور ہماری بخشش کا بھی ذریعہ ہے۔ مگر اس کے لئے تھوڑی سی ہمت اور مردانہ عزم کی ضرورت ہے۔ شکر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا راستہ دکھا دیا ہے اب دیر مت کیجئے۔ کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں مگر ان پر نہ زمین روتی ہے اور نہ آسمان۔

دوسرا باب

جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل کے بیان میں

اس باب میں کئی فصلیں ہیں [ابتدا میں اس باب کی مناسبت سے کچھ قرآنی آیات ملاحظہ فرمایئے]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(١) لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا. (النساء۔٩٥۔٩٦)

جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے (یعنی) اللہ کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(٢) وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا. (النساء۔٧٤)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(٣) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ. يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ. (التوبہ۔٢٠۔٢١۔٢٢)

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمت ہائے جاویدانی ہیں (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا اصلہ (تیار) ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(٤) إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (التوبہ۔١١١)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں (یہ) اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پھر تم خوشیاں مناؤ اس معاملے (خرید وفروخت) پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۵) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ. (محمد۔۷)

اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

(۶) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. (الحجرات ۱۵)

ایمان والے تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اسکے رسول پر پھر وہ شبے میں نہیں پڑے اور وہ لڑے اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان سے یہی لوگ سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۷) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَیُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اے ایمان والو! میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز (تمھیں دے گا)

كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ. (الصف۔۱۰۔۱۴)

جس کو تم پسند کرتے ہو یعنی اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی اور آپ ایمان والوں کو بشارت دے دیجئے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں میرا (تم میں سے) کون مددگار ہے؟ وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے پس ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت دی پس وہ غالب ہوگئے۔

اس بارے میں آیات بہت زیادہ ہیں اور جہاد کے فضائل بے شمار ہیں اب میں [مصنفؒ] مختلف فصلوں میں جس قدر آسان ہو ان فضائل کو بیان کرتا ہوں۔

فصل

ایمان، فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے] ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ اسی طرح حضرت ابو قتادہؓ کی روایت میں بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ نے اس میں جہاد کا تذکرہ فرمایا اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے فرض نماز کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں چہرہ تھکانے اور پاؤں خاک آلود کرنے جیسا کوئی عمل نہیں ہے جس سے جنت کے درجات کو حاصل کیا جاسکے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز کے بعد جہاد ہی کو سب سے افضل عمل سمجھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ)

فصل

جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ سوال کیا گیا کہ اسکے بعد کونسا عمل [سب سے افضل ہے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا کہ اسکے بعد کون سا عمل [سب سے افضل ہے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حج مبرور۔ (بخاری۔ مسلم)

فائدہ۔ اس حدیث شریف میں جہاد کو دیگر تمام اعمال [مثلاً فرض نماز اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ] سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے یہ دراصل اس وقت ہے جب جہاد فرض عین ہو جائے جبکہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ اس شخص کے لئے جہاد سب سے افضل عمل ہے جس کے والدین نہ ہوں یا

انہوں نے اسے جہاد میں جانے کی اجازت دے دی ہو۔

☆ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ وحدہ پر ایمان لانا پھر جہاد کرنا پھر حج مبرور، مشرق سے مغرب کے درمیان کے تمام اعمال سے افضل ہے۔ (مسند احمد)

یعنی ایمان اور جہاد کے علاوہ باقی تمام اعمال سے حج افضل ہے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر پوچھا کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اپنے مالک کو پسند ہو اور اس کی قیمت زیادہ ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اعمال میں سے سب سے افضل عمل ہے۔ [یہ سنکر] ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے یہ بتایئے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے [جہاد] میں مارا گیا تو کیا میرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں [تمہارے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے]۔ (مسلم)

فصل

ایمان، جہاد اور حج تمام اعمال سے افضل ہیں

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو ایسا جہاد جس میں مال غنیمت کی چوری نہ ہو اور حج

مبرور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل عمل ہیں۔ (سموارد الظمآن)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اعمال میں سے سب سے افضل عمل کون سا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اس کے راستے میں جہاد کرنا اور حج مبرور، جب وہ شخص واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے زیادہ آسان اعمال یہ ہیں کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا، نرم برتاؤ کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ پھر جب وہ شخص واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ آسان بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جس چیز کا فیصلہ فرمادے تو تم اس پر اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہ کرو [بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش رہو]۔ (مسند احمد)

فصل

جہاد اذان دینے سے افضل ہے

☆ حضرت سعد سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں اذان دیتے تھے پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی اذان دی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ نے اذان دینا چھوڑ دی [اور جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے بلال کیا وجہ ہے کہ آپ نے اب اذان چھوڑ دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے وصال تک اذان دی پھر میں نے حضرت ابو بکرؓ کے وصال تک اذان دی کیونکہ انہوں نے مجھے آزاد کرایا تھا اور میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال میں جہاد سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت بلال جہاد کے

لئے نکل کھڑے ہوئے۔ (ابو یعلیٰ، ابن ابی شیبہ)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے ہی میں اذان ترک فرمادی اور جہاد کے لئے روانہ ہوگئے اور انہوں نے اسی مذکورہ بالا حدیث کو بطور دلیل کے پیش فرمایا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان ترک فرما کر مدینہ منورہ سے ملک شام جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا ۲۰ ہجری میں انتقال ہوا دمشق میں باب کیسان نامی جگہ پر مدفون ہوئے یہ واقدی کی روایت ہے جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ حلب میں ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل

حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے سے بھی جہاد افضل ہے

☆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص کہنے لگے میں تو اسلام لانے کے بعد سب اعمال کی بنسبت حجاج کرام کو پانی پلانا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں ایک دوسرے صاحب کہنے لگے میں تو اسلام کے بعد دوسرے اعمال کی بنسبت مسجد حرام کو آباد رکھنا زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ ایک اور صاحب نے کہا تم دونوں کی بات درست نہیں ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ان سب اعمال سے افضل ہے جن کا تذکرہ تم نے کیا ہے [یہ گفتگو جاری تھی کہ] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو تنبیہ فرمائی کہ آج جمعہ کا دن ہے آپ لوگ منبر رسول ﷺ کے پاس اپنی آوازوں کو بلند نہ کریں البتہ جمعہ کی نماز کے بعد میں تمہارے اس مسئلے کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے دریافت کروں گا اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

(۱) أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ کیا تم نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (التوبہ ۱۹)

آباد رکھنے کو اس شخص (کے عمل) کے برابر قرار دے دیا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہو یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ راستہ نہیں دیتے ظالموں کو۔

[یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے تمام اعمال سے بھی زیادہ فضیلت والا عمل ہے]

فصل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے

☆ حضرت حنظلہ الکاتب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر عمل جہاد ہے۔ (ابن عساکر)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ [حضور اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد] حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ مومن کے اعمال میں سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں اب مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بلال میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میری حرمت اور حق کا خیال رکھو میں اب بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت قریب ہے [یعنی مجھے اس وقت آپ جیسے رفقاء کی ضرورت ہے] یہ سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں قیام کرنا قبول فرمالیا پھر جب

حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے بھی حضرت بلال سے وہی گفتگو فرمائی جو حضرت ابو بکرؓ نے فرمائی تھی مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے بلال پھر میں کسے آپ کی جگہ مقرر کروں حضرت بلالؓ نے فرمایا حضرت سعد کو۔ کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مسجد قبا کے مؤذن رہ چکے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے اذان کا کام حضرت سعد اور ان کی اولاد کے سپرد فرمادیا۔ (طبرانی)

☆ حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار بن جائے اور مسلمان تیری زبان اور تیرے ہاتھ سے محفوظ ہو جائیں انہوں نے دریافت کیا کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان لانا [یعنی یقین رکھنا]۔ انہوں نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین رکھو انہوں نے پوچھا کہ کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت۔ انہوں نے پوچھا کہ ہجرت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت یہ ہے کہ تم برائیوں کو چھوڑ دو انہوں نے پوچھا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد۔ انہوں نے پوچھا کہ جہاد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد یہ ہے کہ جب تمہارا کفار سے سامنا ہو تو تم ان سے لڑو انہوں نے پوچھا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ تمہارے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں اور تمہارا خون بہا دیا جائے۔ [یعنی تم بھی شہید ہو جاؤ اور تمہاری سواری بھی کام آجائے]۔ (مسند احمد)

☆ ایسی ہی ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ جہاد کیا ہے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑو اور نہ ہی بزدلی دکھاؤ اور نہ مال غنیمت میں چوری کرو۔ (بیہقی۔ فی شعب الایمان)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو کس طرح سے اسلام کے نچوڑ کے نچوڑ کا نچوڑ بتایا اور پھر جہاد کا نچوڑ آپ ﷺ نے شہادت کو قرار دیا اور اسے جہاد کی بہترین قسم قرار دیا۔

☆حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم [عورتیں] جہاد کو تمام اعمال سے افضل سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد میں نہ نکلیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

☆ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں تو قرآن مجید میں جہاد سے زیادہ افضل عمل اور کوئی نہیں پاتی تو ہم آپ کے ساتھ نکل کر جہاد نہ کیا کریں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارے لئے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ (ابن عساکر)

☆حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔ (نسائی)

☆حضرت ام سلمہؓ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل فرماتی ہیں کہ حج ہر کمزور کا جہاد ہے۔ (ابن ماجہ)

[ان چند روایات سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں خواتین اسلام عموماً اور ازواج مطہرات امہات المومنین خصوصاً یہ سمجھتی تھیں کہ جہاد تمام اعمال سے زیادہ افضل ہے چنانچہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت بھی مانگتی تھیں۔ جس پر انہیں بتایا گیا کہ تمہارے لئے حج افضل ترین جہاد ہے مگر خاص مواقع پر خاص کاموں کے لئے خواتین کو جہاد میں شریک کیا گیا جس کے واقعات آگے آئیں گے اللہ کرے اس زمانے کی مسلمان خواتین بھی اپنے اندر ایسا ہی جذبہ جہاد پیدا کریں اور اپنے خاوندوں، بھائیوں اور

بیٹوں کو ترغیب دیکر میدان میں نکالیں اور اجر عظیم کی مستحق بنیں]۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں نے امیر المومنین عبدالملک بن مروان سے اس وقت حاضری کی اجازت مانگی جب وہ سخت بیمار تھے جب یہ لوگ حاضر ہوئے تو امیر المومنین نے کہا تم لوگ میرے پاس اس وقت آئے ہو جب میں دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف جا رہا ہوں میں نے اپنے اعمال پر غور کیا تو مجھے [بخشش کے لئے] سب سے زیادہ امید والا اپنا عمل وہ جنگ نظر آتی ہے جو میں نے اللہ کے راستے میں لڑی اس وقت جب میرے پاس یہ چیزیں [حکومت وغیرہ] نہیں تھیں [میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ] تم لوگ ہم حکمرانوں کے دروازوں کے چکر کاٹنے سے خود کو بچاؤ۔ (ابن عساکر)

مصنف فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروانؒ علماء تابعین میں سے تھے جب ان کی عمر سولہ سال تھی تو حضرت معاویہؓ نے انہیں مدینہ منورہ کا گورنر بنایا تھا اس وقت انہوں نے ایک سمندری جہاد کی قیادت کی تھی۔

محمد بن فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ آپ نے [مرنے کے بعد] کس عمل کو سب سے زیادہ افضل پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہی عمل جس میں میں مصروف رہا۔ میں نے پوچھا کیا جہاد اور رباط کو؟ فرمانے لگے ہاں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ فرمانے لگے اللہ نے مجھے بخشش ہی بخشش عطاء فرمائی۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ ایک بار امام احمدؒ بن حنبل کے سامنے جہاد کا تذکرہ آیا تو آپ روتے ہوئے فرماتے تھے کہ نیکیوں میں جہاد سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ کسی اور نے امام احمدؒ بن حنبل کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں آپ نے فرمایا دشمن کے ساتھ لڑنے کے برابر کوئی عمل نہیں ہے جہاد میں نکلنا ہی سب سے افضل عمل ہے وہ لوگ جو دشمنوں سے لڑتے ہیں وہی اسلام اور اس کی عزت کے محافظ ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے زیادہ افضل عمل کس کا ہو

سکتا ہے جو دوسروں کے امن کی خاطر خود خوف کا سامنا کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی رونقوں [اور لذتوں] کو قربان کرتے ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ)

فصل

جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے چند صحابی بیٹھے ہوئے تھے تو ہم آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اسی میں لگ جائیں اس پر قرآن مجید کی یہ آیات آخر سورہ تک نازل ہوئیں۔

(۱) سبح للہ ما فی السموت وما فی الارض وھو العزیز الحکیم. یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون. کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون. ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص. (الصف۔ ۱۔۲۔۳۔۴)

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات ہمیں پڑھ کر سنائیں۔ (ترمذی۔ بیہقی۔ حاکم)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے آپس میں بات کی کہ اگر ہمیں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جاتا (تو ہم اس میں لگ جاتے) اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۲) یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم. تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون. (الصف۔ ۱۰۔۱۱)

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

[یعنی ان آیات میں بتایا گیا کہ جہاد سب سے افضل عمل اور بہترین تجارت ہے مگر جہاد کا یہ حکم] بعض لوگوں پر گراں گزرا تو اسی سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں:۔

(۳) یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون. کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون. ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص. (الصف۔ ۲۔۳۔۴)

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو انکے راستے میں اسطرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

[یعنی یہ بات سمجھا دی گئی کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس محبوب عمل کی تلاش میں تھے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے]۔

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما. درجت منہ

اور اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں۔ یعنی بہت

وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء۔۹۵۔۹۶)

سے درجے جو اللہ کی طرف سے (انہیں) ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے [اے اللہ کے رسول] لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مومن جو اپنی جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہو، انہوں نے پوچھا [ان کے بعد] پھر کون سب سے افضل ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ رہ کر اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے۔ (بخاری۔ مسلم)

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہو گیا کہ جہاد خلوت اور تنہائی میں عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:۔

(۲) لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کریں۔

(نساء۔۹۵)

اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے یہ بلندی وہی شخص پائے گا جو مسلمانوں میں سب سے افضل ہوگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

فصل

جہاد خلوت اختیار کرنے اور عبادت میں لگے رہنے سے افضل ہے

پیچھے بخاری شریف کے حوالے سے حدیث شریف گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے مجاہد کو سب سے افضل قرار دیا اور عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے والے کا تذکرہ اس کے بعد فرمایا۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو۔ کیا میں تمہیں اس کے بعد بہترین شخص نہ بتاؤں؟ یہ وہ شخص ہے جو اپنی بکریاں لے کر لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہو نماز قائم رکھتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور بغیر شرک کئے اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی ایک ایسی گھاٹی پر سے گزرے جس میں میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا وہ فرمانے لگے کہ اگر میں لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں [تو کتنا اچھا ہے گا] پھر فرمانے لگے کہ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا۔ جب تک حضور اکرم ﷺ سے اجازت نہ لے لوں چنانچہ انہوں نے اس بات کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو اس لئے کہ تم میں سے ایک شخص کا اللہ کے راستے [جہاد] میں کھڑا ہونا اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمادے اور تمہیں جنت میں داخل فرمادے؟ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جو شخص اللہ کے راستے میں اتنی دیر قتال کرے جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دوبارہ دودھ آجاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (ترمذی)

فائدہ۔ اس حدیث شریف میں فواق ناقہ کے الفاظ آئے ہیں۔ فواق کے معنی یہ ہیں کہ اونٹنی کا تھوڑا سا دودھ نکال کر کچھ وقفہ کیا جاتا ہے اور اس کے بچے کو اس پر چھوڑا جاتا ہے تاکہ دودھ تھنوں میں آجائے یہ بہت معمولی سا وقفہ ہوتا ہے۔ [پس جو شخص اتنی دیر بھی کافروں سے لڑے گا حدیث شریف کی بشارت کے مطابق اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی] بعض علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ فواق سے مراد وہ وقفہ ہے جو دودھ نکالتے وقت ہاتھ کے کھولنے اور دبانے کے درمیان ہوتا ہے۔ بہر حال اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ جہاد میں نکلنا اور جہاد میں لگے رہنا عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔

غور کرنے اور سوچنے کا مقام ہے کہ ایک صحابی جو حقیقت میں اپنی خلوت اور عبادت کا حق ادا کر سکتے تھے اور ان کی روزی بھی بالکل حلال تھی جب انہیں رسول کریم ﷺ نے جہاد چھوڑ کر عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی تو ہم جیسے لوگوں کے لئے جہاد چھوڑنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے اعمال بھی کمزور اور ناقابل اعتبار ہیں اور ہمارے گناہ بے شمار ہیں اور ہمارے اعضاء نافرمان اور نفس ہم پر غالب ہے۔ ہماری روزی مشکوک اور ہماری نیتیں اخلاص سے عاری ہیں۔

یاد رکھئے وہ شخص خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ جہاد کی توفیق عطاء فرمائے اور جہاد کو اس کے لئے آسان فرمادے اور وہ شخص بد نصیب ہے جو دنیا کی محبت اور موت کے ڈر سے جہاد چھوڑ کر گھاٹے اور نقصان میں پڑ جائے۔

☆ حضرت عسعس بن سلامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کسی سفر میں تھے کہ آپ نے اپنے رفقاء میں سے ایک شخص کو نہ پایا [جب انہیں ڈھونڈ کر لایا گیا تو] وہ کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی پہاڑی پر خلوت اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ایسا نہ کرو اور نہ کوئی اور تم میں سے ایسا کرے۔ اسلام کے معرکوں میں سے کسی معرکے میں تمہارا ایک گھڑی ڈٹ کر لڑنا تنہائی میں چالیس سال کی عبادت سے

افضل ہے۔ (بیہقی)

محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ۱۷۷ھ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے مجھے طرسوس [کے محاذ پر] کچھ اشعار لکھوائے اور مجھے حکم دیا کہ میں یہ اشعار مکہ پہنچ کر حضرت فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں پیش کروں۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا	لعلمت انك فى العبادة تلعب
اے حرمین شریفین کے عابد اگر آپ ہم مجاہدین کو دیکھ لیں	تو آپ جان لیں گے کہ آپ تو عبادت کے ساتھ کھیل رہے ہیں
من كان يخضب خده بدموعه	فنحورنا بدمائنا تتخضب
اگر آپ کے آنسو آپ کے رخساروں کو تر کرتے ہیں	تو ہماری گردنیں ہمارے خون سے رنگین ہوتی ہیں
او كان يتعب خيله فى باطل	فخيولنا يوم الصبيحة تتعب
اور لوگوں کے گھوڑے فضول کاموں میں تھکتے ہیں	مگر ہمارے گھوڑے تو حملے کے دن تھکتے ہیں
ريح العبير لكم ونحن عبيرنا	رهج السنابك والغبار الاطيب
عنبر و زعفران کی خوشبو آپ کو مبارک ہو جبکہ ہماری خوشبو تو	گھوڑے کے کھروں سے اڑنے والی مٹی اور اللہ کے راستے کا پاک غبار ہے
ولقد اتانا من مقال نبينا	قول صحيح صادق لايكذب
ہم آپکو اپنے نبی ﷺ کا ایک فرمان سناتے ہیں	ایسا فرمان جو بلاشبہ درست اور سچا ہے
لا يستوى وغبار خيل الله فى	انف امرئ ودخان نار تلهب
جمع نہیں ہو سکتی اللہ کے راستے کی مٹی	اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کسی شخص کی ناک میں
هذا كتاب الله ينطق بيننا	ليس الشهيد بميت لايكذب

یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان اعلان   شہید مردہ نہیں ہو تا یہ فرمان بلاشبہ سچا

فرمارہی ہے کہ   ہے۔

محمد بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط حضرت فضیل کو پہنچادیا انہوں نے جب پڑھا تو رونے لگے اور فرمایا ابو عبدالرحمن [عبداللہ بن مبارک] نے بالکل سچی بات فرمائی اور مجھے نصیحت کی۔

اس بارے میں کچھ احادیث انشاء اللہ اگلی فصل میں بھی آئیں گی۔

[حضرت عبداللہ بن مبارک نے ان اشعار میں مجاہد کی فضیلت کو قرآن وسنت کے دلائل سے بیان فرمایا کہ مجاہد کی زندگی اور مجاہد کی موت دونوں ایک عابد کی زندگی اور موت سے افضل ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض جو بہت بڑے محدث اور عابد وزاہد تھے اور دن رات کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں عبادت کرتے تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے دلائل اور موقف کو تسلیم فرمایا اور غصے میں آنے کی بجائے ان کا شکریہ ادا کیا اور خط لانے والے کو بطور انعام ایک ایسی حدیث لکھوائی جس میں مجاہد کی فضیلت کا بیان ہے]۔

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سے سب سے بہتر مقام والا شخص کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے

رکھے یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے۔ اور کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو اس کے بعد [کے نمبر پر] ہے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ شخص ہے جو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی گھاٹی میں مقیم ہو اور نماز قائم رکھتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچتا ہو۔ [پھر آپ ﷺ نے فرمایا] کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے برا شخص کون ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جو دوسروں سے تو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے۔ لیکن جب خود اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جاتا ہے تو وہ نہیں دیتا۔ [یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے برا شخص وہ ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن اسے دیا نہیں جاتا یعنی اس نے اللہ کا نام بھی استعمال کیا اور کچھ پایا بھی نہیں] (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان)

☆ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تبوک والے سال لوگوں کو خطبہ دیا اس وقت آپ ایک کھجور کے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے [دوران خطبہ] ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں اچھا شخص کون ہے اور برا شخص کون؟ بلاشبہ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل جہاد میں مرتے دم تک لگا رہے اور لوگوں میں برا اور فاسق شخص وہ ہے جو قرآن مجید پڑھتا ہے مگر گناہوں میں سے کسی گناہ سے باز نہیں آتا۔ (نسائی۔ بیہقی)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مجاہدین کو تکلیف پہنچانے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ مجاہد کو تکلیف پہنچانے پر اسی طرح غصے ہوتا ہے جس طرح رسولوں اور نبیوں کو تکلیف پہنچانے پر اور اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتا ہے۔ جس طرح رسولوں اور نبیوں کی دعاؤں کو اور سورج نہ طلوع ہوا ہے اور نہ غروب ہوا ہے کسی ایسے شخص پر جو اللہ کے نزدیک مجاہد سے زیادہ معزز ہو [یعنی روئے زمین پر مجاہد سے زیادہ اللہ

کے نزدیک کوئی شخص معزز نہیں ہے]۔ (شفاء الصدور۔ ابن عساکر)

فصل

مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک مالدار شخص تھا اس نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقام کو پہنچ سکوں۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا! تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے کہا چھ ہزار دینار۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سارا مال بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے تب بھی تو مجاہد کے جوتے کے تسمے کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ [اسی طرح] ایک اور شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل [کے مقام] تک پہنچ سکوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر تو رات کو قیام کرے اور دن کو روزے رکھے تب بھی تو مجاہد کی نیند کے مقام کو نہیں پا سکتا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے مگر ابن عساکر نے اسی روایت کو تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول دوسرے لوگ جہاد کر رہے ہیں جب کہ مجھے کسی چیز [یعنی عذر] نے روک رکھا ہے آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جسے ادا کر کے میں بھی ان جہاد کرنے والوں کے مقام کو پالوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم رات بھر قیام کی طاقت رکھتے ہو اس نے کہا میں مشقت کے ساتھ یہ کر لوں گا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم دن کو روزہ رکھنے

کی استطاعت رکھتے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا پوری رات نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا ان [مجاہدین] میں سے ایک کے سونے جیسا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول مرسلا)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کیا تم اس بات کی قوت رکھتے ہو کہ پوری زندگی نماز پڑھتے رہو اور نہ تھکو، روزے رکھتے رہو اور ناغہ نہ کرو۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اے ابوہریرہ اس بات کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مجاہد کا نیند کرنا اس سے بھی افضل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن قرینے اور اگلی حدیث سے اس کے مرفوع ہونے کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں۔

[غور کیجئے] جب مجاہدین میں سے سونے والوں کا یہ مقام ہے تو ان کے راتوں کو قیام کرنے والے کا مقام کیا ہوگا جب ان کے غافل کا یہ رتبہ ہے تو ان کے عامل کا رتبہ کیا ہوگا جب ان کے جوتے کے تسمے کی یہ قدر و قیمت ہے تو ان کے بڑے اعمال کا اجر کتنا ہوگا بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا کھلم کھلا فضل ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے محنتی لوگوں کو کمر کس لینی چاہئے اور سست اور عاجز لوگوں کو اس سے محرومی پر رونا چاہئے اور جہاد کے سوا دوسرے کاموں میں اپنی عمر ضائع کرنے والوں کو غمگین ہونا چاہئے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال ------ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون جہاد کرتا ہے ------ رات کو قیام، دن کو روزے اور خشوع سے رکوع، سجدے کرنے والے جیسی ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ابن حبان نے ایک روایت اپنے استاذ عمر بن سعید بن سنان سے نقل کی ہے یہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اسّی سال تک جہاد اور میدان جہاد کی پہرے داری اس حال میں فرمائی کہ رات کو قیام فرماتے تھے اور دن کو روزے رکھتے تھے۔

☆ یہ روایت اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس نمازی اور روزے دار جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہد کو اجر یا غنیمت دیکر واپس لوٹا دے یا اسے موت دیکر جنت میں داخل فرمادے۔ (موارد الظمآن)

سعید بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک بار سونا ایسے ستر حج کرنے سے افضل ہے جن کے پیچھے ستر عمرے ہوں۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں کھانے والا غیر جہاد میں پوری زندگی روزے رکھنے والے جیسا ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

روزے، نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پاسکتا

☆حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسنے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرا شوہر جہاد میں چلا گیا ہے میں نماز اور دوسری عبادات میں اس کی پیروی کیا کرتی تھی آپ مجھے ایسا عمل بتادیجئے جو میں ان کے آنے تک کرتی رہوں اور اس عمل کے ذریعے میں ان کے مقام کو

پالوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم ایسی استطاعت رکھتی ہو کہ مستقل نوافل پڑھتی رہو اور روزے رکھتی رہو اور بغیر تھکے [اور وقفہ کئے] اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہو وہ خاتون کہنے لگی۔ اے اللہ کے رسول اس کی تو میں طاقت نہیں رکھتی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں اس کی طاقت دے بھی دی جائے تب بھی تم اس کے عمل [جہاد] کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتیں۔ (مسند احمد)

فصل

مجاہد کے لئے جنت کے سو درجات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (النساء۔۹۵۔۹۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں یعنی بہت سے درجے جو اللہ کی طرف سے انہیں ملیں گے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اسنے نماز کو قائم رکھا زکوۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے [یعنی اس نے خود اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ] وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس شخص نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے پیدائشی وطن میں ٹھہرا رہا ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتا نہ دیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے سو درجے تیار فرمائے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا

فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین میں۔ اور جب تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگا کرو۔ کیونکہ وہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو سچا دین اور حضور اکرم ﷺ کو نبی ماننے پر راضی رہا تو جنت اس کے لئے واجب ہو گئی، یہ بات حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو بھلی لگی تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائیے آپ ﷺ نے دوبارہ وہی بات دہرائی اور پھر ارشاد فرمایا: ایک اور عمل ایسا ہے جس کے کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو سو درجے عطا فرماتے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان۔ حضرت ابو سعیدؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون سا عمل ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد۔

فصل

اس امت کی رہبانیت اور اس کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے:

وہ ایمان والے جن کی جان و مال کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے خرید لیا ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ. (التوبہ۔ ۱۱۲)
توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت [ونصیحت] فرمائیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے [یعنی تقویٰ اختیار کرنے] کی وصیت

کرتا ہوں کیونکہ یہ پورے دین کا سر [یعنی اصل] ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتائیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کو لازم پکڑو بے شک یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں ذخیرہ بنے گا۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتائیے آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ یہ دل کو مردہ اور چہرے کو بے نور کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے کچھ اور بتائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ وہ میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتائیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ بیٹھا کرو میں نے عرض کیا مجھے کچھ اور بتائیے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے سے [مال وصحت میں] نیچے والے کو دیکھو اور اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو۔ (احمد۔ طبرانی۔ ابن حبان۔ حاکم۔ موارد الظمآن)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی وصیت [ونصیحت] فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تقویٰ کو مضبوط پکڑو کیونکہ یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے اور جہاد کو لازم پکڑو کیونکہ وہ مسلمانوں کی رہبانیت ہے اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر اللہ کی پابندی کرو۔ بے شک وہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان پر تذکرے کا سبب ہے اور اپنی زبان کو خیر کی بات کے علاوہ خاموش رکھو کیونکہ اس کے ذریعے سے تم شیطان پر غالب رہو گے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نیکی کا بتلانے والا نیکی کرنے والے جیسا ہے اور ہر امت کے لئے ایک رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اے میرے پروردگار میری امت کے لئے صبح کے وقت میں برکت عطاء فرما۔ (ابن عساکر)

جہاد اس امت کی رہبانیت کس طرح سے ہے؟

[اس بارے میں مصنفؒ نے کئی نفیس اقوال نقل فرمائے ہیں ذیل میں ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے]۔

(۱) امام ابو عبد اللہ الکلبیؒ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی رہبانیت یہ تھی کہ وہ دنیا کے تمام مشاغل چھوڑ کر خلوت اختیار کرتے تھے یعنی اپنے نفس کو دنیوی مشاغل سے فارغ کرنے کو رہبانیت سمجھتے تھے جبکہ مجاہد تو اپنے نفس کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے اس طرح سے دنیوی مشاغل تو کیا وہ اللہ کی رضا کے لئے شہید ہو کر دنیا تک کو چھوڑ دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر رہبانیت اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح عیسائیوں کے راہب یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی دور دراز کی خانقاہوں میں اس لئے خلوت اختیار کرتے ہیں تاکہ ان سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے جبکہ اہل باطل کو ان کے باطل نظریات پر چھوڑ دینا انہیں بڑی ایذاء پہنچاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے تو اگر رہبانیت کا معنی لوگوں سے ایذاء کو دور کرنا ہے تو پھر جہاد ہی اصل رہبانیت ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے کافروں کو کفر سے، مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے اور مجاہدین کو آخرت کے عذاب سے نجات ملتی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ راہب کو راہب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسروں کو ادنی سی تکلیف پہنچانے سے بھی ڈرتا ہے [راہب عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے ڈرنے والا] اور ان راہبوں میں سے یہ نیت [کہ میں کسی کو ادنی تکلیف بھی نہ پہنچاؤں] بہت تھوڑے سے افراد کی ہوتی ہے اس لئے کہ اپنے نفس سرکش کی حقیقت کو سمجھنا ان میں سے انہیں کاملین کے لئے ممکن ہوتا ہے جو تنہائی اور مجاہدات کی بدولت اپنے باطن کی اصلاح کر لیتے ہیں تب انہیں یہ سوجھتا ہے کہ لوگوں کے درمیان رہنے کی صورت میں ان کے نفس کے شر سے لوگ نہیں

بچ سکیں گے چنانچہ وہ اپنے آپ کو خانقاہوں اور گرجوں میں اسی طرح قید کر لیتے ہیں جس طرح پاگل کتے کو باندھا جاتا ہے۔ چونکہ اصل راہب یہی لوگ ہوتے ہیں اس لئے آج ہزار راہبوں میں کوئی ایک آدھا اصلی راہب ملتا ہے۔

[لیکن مجاہد اصل راہب ہے کیونکہ اس کے جہاد کی برکت سے لوگ طرح طرح کے ظلم اور ایذاء سے نجات پاتے ہیں اور ہر طرح کے ظالمانہ قوانین سے انہیں چھٹکارا ملتا ہے اور کفر و شرک کی غلاظتوں سے وہ محفوظ رہتے ہیں]۔

(۲) راہب کا استعمال اکثر اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو کسی اور سے ڈرتا ہو چنانچہ راہب کو راہب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی سے ڈر کر اس کی عبادت میں خوب محنت کرتا ہے اور مخلوق سے ڈرتا ہے کہ وہ اسے کہیں اللہ سے غافل نہ کر دے اور کہیں مخلوق سے تعلق اللہ کی ناراضگی اور اس کے در سے دھتکارے جانے کا سبب نہ بن جائے چنانچہ وہ مخلوق سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اور اسکا یہ کام رہبانیت کہلاتا ہے اس معنی کے اعتبار سے بھی مجاہد اصلی راہب ہے کیونکہ وہ اللہ تعالی سے ڈر کر اس کو راضی کرنے کے لئے جان و مال ہتھیلی پر رکھ کر نکلتا ہے۔ اور اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ کہیں اللہ کی زمین پر کافر غالب نہ آجائیں۔ چنانچہ وہ ان کے خلاف ڈٹ کر لڑتا ہے اسی لئے اس کے عمل یعنی جہاد کو حدیث شریف میں رہبانیت قرار دیا گیا ہے۔

(۳) رہبانیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کے عذاب اور اس کی پکڑ کے ڈر سے مخلوق سے سارے تعلقات توڑ کر آدمی پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جائے اور اپنے نفس کو ہر طرح کی شہوتوں، لذتوں اور مرغوب چیزوں سے دور رکھے اور اسے طرح طرح کی مشقتوں میں ڈال کر مجاہدے کرائے اس اعتبار سے بھی جہاد اصل رہبانیت ہے کیونکہ اس میں بھی نفس کو طرح طرح کی سخت تکلیفوں میں ڈالا جاتا ہے اور اسے قربان کیا جاتا ہے اور اپنی جان بغیر کسی تال مٹول کے اللہ تعالی کے حضور پیش کی جاتی ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالی کے

عذاب اور اس کی پکڑ سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے جو رہبانیت کا اصل مقصود ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رہبانیت میں تو صرف نفس پر ان چیزوں کا بوجھ ڈالا جاتا ہے جو اس پر شاق گزرتی ہیں لیکن جہاد میں تو خود نفس کو بھی قربان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مال کو بھی قربان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی قربانی بہت ہی مشکل اور شاق عمل ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ راہب اور مجاہد میں کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک طرف ایک شخص زندہ رہتے ہوئے کچھ چیزیں چھوڑ دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو فنا کرنے کے لے سخت محنت کر رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ کے راستے میں فنا ہونے والا ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔ یا اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی یہ نصیب فرما۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے سیاحت کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے جہاد فی سبیل اللہ اور ہر بلند جگہ پر تکبیر کا عمل عطاء فرمادیا ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سیاحت کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا میری امت کی سیاحت ہے۔ (ابوداؤد۔ السنن الکبریٰ۔ المستدرک)

مصنف فرماتے ہیں کہ سیاحت زمین میں گھومنے پھرنے، عبرت کی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کرنے اور ناپسندیدہ لوگوں سے راہ فرار اختیار کرنے کا نام ہے جبکہ جہاد کو سیاحت اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں بھی انسان اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے دنیا سے فرار اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کی طرف چلتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اس لئے وہ اپنی جان پر انصاف کی نظر ڈالتا ہے اور اس کے خریدنے والے [یعنی اللہ تعالیٰ] کو سپرد کرنے کے لئے دنیا کو چھوڑنے کا

عزم کرتا ہے۔

ذرا غور کیجئے کتنا بڑا فرق ہے ان دو شخصوں کے درمیان جن میں سے ایک تو اپنے نفس کی تفریح کے لئے گھوم پھر رہا ہے جبکہ دوسرا اس نفس کو قربان کرنے کے لئے محنت کر رہا ہے۔ یقینا یہی شخص حقیقی سیاح ہے اور یہی وہ کامیاب تاجر ہے جو بہت بڑا نفع کماتا ہے۔

[کیونکہ اپنی حقیر سی جان اللہ تعالیٰ کو دیکر اس کی رضا، جنت کی لازوال نعمت اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کر لیتا ہے حالانکہ یہ جان بھی اللہ ہی کی دی ہوئی ہے اور موت کا بھی ایک وقت مقرر ہے]۔

فصل

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی چوٹی کی بلندی ہے

☆حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ تبوک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم چاہو تو میں تمہیں کسی کام کی اصل [یعنی اس کا سر]، اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں میں نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پورے کام [یعنی دین] کا سر [یعنی اصل] اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ (المستدرک۔ مسند احمد۔ ترمذی)

☆حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس بلندی کو وہی پائے گا جو ان میں سب سے افضل ہوگا۔ (الطبرانی)

مصنف فرماتے ہیں کہ اسلام کو دین کا سر قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ اسلام کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جس طرح کہ کوئی جسم بغیر سر کے زندہ نہیں رہتا۔ نماز کو دین کے

خیمے کے ستون سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ جس طرح پورے خیمے میں پہلے ستون گاڑا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ستون قائم رہے تو خیمہ قائم رہتا ہے ورنہ گر جاتا ہے یہی حال نماز کا ہے کہ اگر نماز کو قائم رکھا جائے تو دین قائم رہتا ہے ورنہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خیمہ گرمی سردی سے اسی وقت بچاتا ہے جب اس کا ستون قائم ہو یہی حال نماز کا بھی ہے کہ کسی کے اسلام کے سچا ہونے اور اسلام کی وجہ سے خون کے محفوظ ہونے کی نشانی نماز ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو اونٹ کے کوہان کی بلندی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ اونٹ میں کوہان ہی اعضاء میں سب سے اونچا ہوتا ہے یہی حال جہاد کا بھی ہے کہ اسلام کے اعمال میں سے کوئی عمل بھی جہاد کے برابر نہیں ہے۔ بلکہ جہاد سب سے بلند اور افضل عمل ہے [جیسا کہ مضبوط دلائل سے بیان کیا جا چکا ہے] یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جہاد کے برابر کون سا عمل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہے۔ (الحدیث)

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس حدیث شریف میں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جس طرح اونٹ پر بیٹھ کر انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے اسی طرح مومن دین کے ذریعے جنت تک پہنچتا ہے پھر اسلام [یعنی کلمہ پڑھنے کو] اونٹ کے سر سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح سے اونٹ کے سر کو چھونا یا دیکھنا آسان ہے اسی طرح کلمہ پڑھنا بھی سب کے لئے ممکن ہے۔ پھر جہاد کو اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی گئی کیونکہ کوہان تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو لوگوں میں زیادہ لمبا یا زیادہ مالدار ہو پس اسی طرح جہاد تک بھی ایمان والوں میں سے صرف وہی پہنچ سکتے ہیں جو ان میں افضل ہوں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کو اونٹ کی کوہان سے اس لئے تشبیہ دی ہو گی کہ جو شخص کوہان پر چڑھ جائے تو پورا اونٹ اور اس کے تمام اعضاء

اس کے نیچے آ جاتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص جہاد کرتا ہے وہ بھی اسلام کے تمام اعمال کی فضیلت کو پا لیتا ہے کیونکہ مجاہد کا نیند کرنا، سفر کرنا، مال خرچ کرنا، تھکنا، خوف محسوس کرنا، پیاسا ہونا، بھوکا ہونا سب اجر ہی اجر ہے بلکہ اس کی ایک ایک حرکت اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (واللہ اعلم)

فصل

مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. (عنکبوت۔۶۹)

اور جو لوگ ہمارے لئے مشقتیں اٹھاتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھادیں گے اور اللہ تعالیٰ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کا آپس میں اختلاف ہو چکا ہے تو تم مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ (لنھدینھم) کہ ہم انہیں ضرور ہدایت عطاء فرمائیں گے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لئے یہ ذمے داری لے لی ہے کہ اسے یا تو جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے اجر یا غنیمت دیکر واپس اس کے گھر لوٹائے گا بشرطیکہ وہ مجاہد اپنے گھر سے [خالص] اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور اسکے وعدوں کی تصدیق کے لئے نکلا ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے جہاد کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے

لئے ضمانت دے دی ہے کہ یا تو اسے جنت میں داخل کرے گا اگر وہ کسی بھی طرح مر گیا یا پھر اسے اپنی ضمانت میں چلاتا رہے گا خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے یہاں تک کہ اسے غنیمت یا اجر کے ساتھ صحیح سالم اس کے گھر لوٹاوے گا۔ (ابن عساکر)

اس طرح کی احادیث میں اجر یا غنیمت کے لفظ سے یہ وہم نہیں ہونا چاہئے کہ جس آدمی کو مال غنیمت مل گیا اسے اجر نہیں ملے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو خالص اجر کے ساتھ مجاہد کو واپس لوٹائے گا یا کچھ اجر اور کچھ غنیمت دیکر لوٹائے گا۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جسے مال غنیمت مل جاتا ہے وہ اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں لے لیتا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لازم فرمالی ہے پہلا وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا ہو۔ دوسرا وہ مکاتب [غلام] جو مال ادا کر کے آزادی چاہتا ہو۔ تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی چاہتا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق۔ ترمذی۔ ابن حبان)

اس حدیث شریف میں مجاہد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا تذکرہ ہے۔ یہ مدد ہر وقت رہتی ہے مجاہد زندہ ہو یا شہید ہو چکا ہو۔ ذیل میں اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ [یہ واقعہ بخاری شریف میں تفصیل کے ساتھ ہے جبکہ یہاں مصنف نے اسے مختصر طور پر نقل کیا ہے]۔

مجاہد کے مال میں برکت کا عجیب و غریب واقعہ

☆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب [میرے والد] حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے دن [میدان میں] کھڑے ہو گئے تو انہوں نے مجھے بلایا تو میں ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا انہوں نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے آج [کی لڑائی] کے دن یا تو ظالم قتل ہو گا یا مظلوم اور میرا خیال ہے کہ میں آج مظلوم قتل کیا جاؤں گا اور مجھے

زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ قرضہ ہمارے مال میں سے کچھ باقی چھوڑے گا؟ اے بیٹے ہمارا مال بیچ کر میرا قرضہ ادا کرنا پھر اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد مال میں سے کچھ بچ رہے تو اسکا تیسرا حصہ تمہارے بیٹوں کے لئے ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے قرضے کی ادائیگی کی تاکید کرتے رہے اور فرمایا کہ اے بیٹے اگر تم قرضے کی ادائیگی میں کہیں عاجز آجاؤ [اور مشکل میں پڑ جاؤ] تو میرے مولا سے مدد طلب کرنا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا تھا کہ مولا سے ان کی مراد کیا ہے۔ [کیونکہ عربی زبان میں مولا کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے]۔ یہاں تک کہ میں نے پوچھا اے ابا جان آپ کا مولا کون ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان کے قرضے کے بارے میں جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی تو میں پکار اٹھا کہ اے زبیر کے مولا زبیر کا قرضہ ادا فرمادے تو اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا فرمادیتے۔ پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے انہوں نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ البتہ دو زمینیں چھوڑیں جن میں سے ایک غابہ کی زمین تھی اور گیارہ مکان مدینہ میں دو بصرہ میں ایک مکان کوفہ میں اور ایک مصر میں تھا۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر کا یہ قرضہ [کسی فضول خرچی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ] اس لئے تھا کہ جب بھی کوئی آدمی ان کے پاس کوئی مال امانت رکھتا تھا تو حضرت زبیرؓ فرمادیتے کہ یہ امانت نہیں ہے بلکہ میرے ذمے قرضہ ہے تاکہ ضائع ہونے کی صورت میں تمہیں اس کا ضمان ادا کر سکوں۔ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے نہ کبھی حکومت کا کوئی عہدہ قبول کیا اور نہ کبھی خراجی زمین گروی رکھی اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ آمدنی تھا مگر یہ کہ وہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیتے رہے [بس اسی کا مال غنیمت ان کے پاس تھا] حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قرضے کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ روپے بنتا تھا [اسی دوران] حضرت

عبداللہ بن زبیرؓ سے حضرت حکیم بن حزام ملے اور فرمانے لگے اے بھتیجے! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے قرضے کی صحیح رقم ان سے چھپائی [کیونکہ کچھ قرضہ ادا ہو چکا تھا] میں نے کہا ایک لاکھ روپے قرضہ ہے۔ حضرت حکیم بن حزام نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میرے خیال میں تو تمہاری ساری جائیداد بھی اتنے قرضہ کی ادائیگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبداللہ نے کہا اگر وہ قرضہ بائیس لاکھ روپے ہو تو پھر کیا خیال ہے انہوں نے فرمایا میرے خیال میں تم لوگ اسکی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ حضرت ابن زبیرؓ نے اسے سولہ لاکھ میں بیچ دیا اور اعلان فرمادیا کہ جس شخص کا حضرت زبیرؓ پر قرضہ ہو وہ غابہ کی زمین پر آکر ہم سے وصول کرے۔

[اسی طرح سارا قرضہ ادا ہو تا گیا] جب حضرت ابن زبیرؓ قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت زبیرؓ کے دوسرے بیٹوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اس وقت تک میراث تقسیم نہیں کروں گا جب تک حج کے موقع پر چار سال تک اعلان نہ کر دوں کہ جس کا حضرت زبیرؓ پر قرضہ ہو آکر ہم سے وصول کرلے چنانچہ حضرت عبداللہؓ ہر سال حج کے موقع پر اعلان کرتے رہے۔ چار سال گزرنے کے بعد آپ نے میراث تقسیم کر دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں قرضے سے باقی بچے ہوئے مال کا ایک تہائی وصیت پوری کرنے کے لئے نکال لیا گیا۔ [پھر باقی مال کا آٹھواں حصہ چاروں بیویوں کو دیا گیا تو] ان کی ہر بیوی کو بارہ لاکھ روپے ملے۔ [یعنی] ان کا کل متروکہ مال پانچ کروڑ دو لاکھ روپے تھا۔ واللہ اعلم۔ (بخاری مختصرا)

☆ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے حج یا عمرہ کیا پھر اسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہو گا اور جس شخص نے

رمضان کے روزے رکھے پھر اسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہو گا اور جس نے جہاد کیا پھر اسی سال مر گیا تو جنت میں داخل ہو گا۔ (ابن عساکر)

فصل

اللہ تعالیٰ مجاہد کو مصیبت کی جگہ اکیلا نہیں چھوڑتے

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو ہمارا امیر بنا کر قریش کے ایک قافلے سے لڑنے کے لئے بھیجا اور ہمیں ایک تھیلا کھجور بطور توشے کے عنایت فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے پاس ہمیں دینے کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کرتے تھے۔ تو حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم اسے چھوٹے بچوں کی طرح چوس لیتے تھے اور اوپر سے پانی پی لیتے تھے اور یہی ہماری سارے دن کی غذا ہوتی تھی اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ لیتے تھے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے یہاں تک کہ ہم ساحل سمندر تک پہنچ گئے۔ اچانک سمندر نے [اللہ تعالیٰ کے حکم سے] ایک بڑے ٹیلے جیسی عنبر نامی مچھلی ساحل پر ہمارے لئے پھینک دی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے [پہلے فرمایا] یہ تو مردار ہے پھر فرمایا نہیں نہیں ہم تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اللہ کے راستے میں بھیجے ہوئے لوگ ہیں۔ اس وقت تم لوگ مجبوری کی حالت میں ہو اس لئے اس مچھلی کو کھاؤ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک اس میں سے کھاتے رہے [ہم نے اس میں سے اس قدر کھایا] کہ ہم موٹے [تازے] ہو گئے ہم لوگ اسکی آنکھ کے اندر سے مٹکے بھر کر تیل نکالتے تھے اور اس کے گوشت میں سے بیل کے برابر ٹکڑا کاٹتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لیکر اس کی آنکھ کے اندر بٹھا دیئے۔ اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا پھر سب سے اونچے اونٹ پر ایک آدمی بٹھا کر اس کے نیچے سے

گزارا۔ اور ہم نے اسکا گوشت ابال کر اپنے ساتھ بھی رکھ لیا پھر جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہم نے اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ روزی تھی جو اللہ تعالیٰ نے خاص تمہارے لئے بھیجی تھی کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ نہیں ہے جسے ہم تناول کرلیں؟ ہم نے وہ گوشت رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ (صحیح مسلم)

☆ عبداللہ بن ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ جہاد قسطنطنیہ کے دوران ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور موجوں نے ہمیں ایک جزیرے پر ڈال دیا۔ ہم پانچ یا چھ آدمی تھے اللہ تعالیٰ نے وہاں ہمارے لئے ہماری تعداد کے برابر ایسے پتے اگا دیے جنہیں ہم چوستے تھے تو ہمارے پیٹ بھر جاتے اور ہم سیراب ہو جاتے تھے جب شام ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ نئے پتے پیدا فرما دیتا۔ یہاں تک کہ ہمیں سواری مل گئی اور ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ (ابن عساکر)

چونکہ مجاہدین اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتے ہیں اس لئے مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نصرت یہ بھی ہے کہ اللہ ان کی خلاف عادت دعاؤں کو بھی قبول فرما لیتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے کا مجاہد، حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں وہ جو دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور وہ جو کچھ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔

(ابن ماجہ۔ صحیح ابن حبان)

[یہ حدیث اور بھی کئی کتابوں میں مختلف طریقوں سے آئی ہے مگر ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے]

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ والد کی دعاء، مظلوم کی دعاء اور

مسافر کی دعاء۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عام مسافر کی دعاء بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے تو پھر مجاہد کے سفر اور اس کی دعاء کے کیا کہنے؟ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین کی دعاؤں کو ایسے قبول فرماتے ہیں جس طرح اپنے پیغمبروں کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہدین کا اکرام اور مقام بہت بلند ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو تکلیف پہنچانے سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح پیغمبروں کو تکلیف پہنچانے والوں سے ناراض ہوتا ہے اسی طرح مجاہدین کو تکلیف پہنچانے والوں سے بھی ناراض ہوتا ہے اور مجاہدین کی دعائیں اسی طرح قبول فرماتا ہے جسطرح پیغمبروں کی دعائیں (ابن عساکر)

ابو سبرہ نخعی فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے [جہاد میں شرکت کے لئے] آرہے تھے کہ راستے میں ان کا گدھا مر گیا انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعاء کی اے میرے پروردگار میں تو دثینہ [نامی مقام] سے محض تیری رضا کی خاطر جہاد کرنے کے لئے نکلا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ مردوں کو زندہ فرمائیں گے اور قبروں سے مردوں کو اٹھائیں گے آج کے دن آپ مجھے کسی اور کا احسان مند نہ بنایئے میں آپ سے دعاء کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ فرما دیجئے ابھی وہ دعاء کر رہے تھے کہ ان کا گدھا کان ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ (الرسالۃ القشیریہ)

امام بیہقی نے بھی یہی قصہ سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس میں اس شخص کا نام نباتہ بن یزید بتایا ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ قصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے کا ہے۔

ابو عبید البسری کا بھی ایسا ہی واقعہ ہے کہ وہ ایک بار جہاد کے لئے نکلے دوران جہاد

ان کا گھوڑا مر گیا انہوں نے دعاء کی کہ یا اللہ یہ گھوڑا مجھے عاریتاً واپس عطاء فرما دے تا کہ میں بسریٰ [اپنے علاقے] تک واپس جاسکوں چنانچہ گھوڑا زندہ ہو گیا اور بسریٰ پہنچ کر وہ دوبارہ مر گیا۔

☆ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ [اسلام لانے سے پہلے] میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا اور ارشاد فرمایا کہ اس گھر میں ایک عورت رہتی تھی وہ ایک بار مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں نکلی اور پیچھے بکری کے بارہ بچے اور کپڑا بننے والی ایک کوچ چھوڑ گئی وہ جب واپس آئی تو اس نے بکری کا ایک بچہ اور کوچ کو گم پایا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ اے میرے رب آپ نے جہاد میں نکلنے والوں کی حفاظت کی ضمانت لی ہے جبکہ میرا ایک بکری کا بچہ اور ایک کوچ گم ہو گئے ہیں آپ مجھے یہ دونوں چیزیں واپس کرا دیجئے [وہ اسی طرح شدت سے دعاء کرتی رہی چنانچہ اس کی دعاء قبول ہو گئی] اسے گم شدہ چیزیں واپس مل گئیں پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: آؤ اگر تم چاہو تو یہ واقعہ خود اس عورت سے پوچھ لو۔ میں نے عرض کیا نہیں اللہ کے رسول میں تو آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ (مسند احمد)

☆حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جہاد کے لئے نکلے ان میں محمد بن منکدر بھی تھے گرمی کا موسم تھا۔ ایک شخص ان میں سے کہنے لگا میرا دل چاہتا ہے کہ تازہ پنیر کھانے کو ملے۔ محمد بن منکدر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ قادر ہے وہ تمہیں ضرور کھلائے گا۔ یہ سن کر مجاہدین دعاء کرنے لگے ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے ایک سلی ہوئی ٹوکری دیکھی جب اسے کھولا تو اس میں تازہ پنیر تھا یہ دیکھ کر بعض مجاہدین نے کہا کاش ہمارے پاس شہد بھی ہوتا [تو کتنا مزہ آتا] محمد بن منکدر نے فرمایا جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں پنیر عطاء فرمایا ہے وہ شہد دینے پر بھی قادر ہے۔ تم سارے اسی سے دعاء کرو چنانچہ مجاہدین شہد کے لئے دعاء کرنے لگے ابھی تھوڑا سا آگے بڑھے تھے کہ انہوں نے راستے میں

شہد کے مشکیزے پائے سب نے اتر کر خوب شہد اور پنیر کھایا اور سوار ہو کر منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (کتاب مجابی الدعوات لابن ابی الدنیا)

سلطان نور الدین زنگیؒ نے اپنی کتاب "الاجتہاد فی فضل الجہاد" میں اپنا یہ قصہ بیان فرمایا ہے کہ ایک بار ہم رومیوں سے جہاد کرنے کے لئے نکلے ہمارے راہنما نے بتایا کہ یہاں ایک وادی ہے جس میں بہت زیادہ شہد پایا جاتا ہے یہ سن کر ہم ادھر روانہ ہوئے اور ہم نے ایک آدمی کو اس وادی میں اتار دیا تا کہ وہ ہمارے لئے برتنوں میں شہد بھرے اسی دوران رومیوں کا لشکر آ گیا اور ہم ان کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے اور اس آدمی کو بھول کر وہیں چھوڑ کر واپس چلے گئے پھر جب اگلے سال ہم جہاد کے لئے نکلے تو پھر اس وادی پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ آدمی زندہ ہے ہم نے اس سے حال احوال پوچھا تو وہ کہنے لگا مجھے جب پیاس لگتی تھی تو میں شہد پی لیتا تھا اور جب بھوک لگتی تھی تو شہد کھا لیتا تھا سلطان فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ وہ آدمی شیشے کی طرح ہو گیا ہے اور اس کی کھال اتنی شفاف ہو گئی تھی کہ وہ جو کچھ کھاتا تھا وہ باہر سے نظر آتا تھا۔

فصل

جہاد اور مجاہدین کے متفرق فضائل

☆حضرت فضالہ بن عبید فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان لایا۔ اسلام لایا اور اس نے ہجرت کی تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اسے ایک گھر جنت کے اطراف میں اور ایک گھر جنت کے وسط میں عطاء فرماؤں گا اور جو شخص ایمان لایا، اسلام لایا اور اس نے جہاد کیا تو میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ میں اسے ایک گھر جنت کے اطراف میں ایک گھر جنت کے وسط میں اور ایک گھر جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں عطاء فرماؤں گا اور جس شخص نے یہ اعمال کر لئے اس نے ہر خیر کو پا لیا اور ہر شر سے بچ گیا۔

اب وہ جہاں چاہے مرے [اس کی کامیابی یقینی ہے] (نسائی۔ مستدرک)

☆ ابو بکر بن ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے اس وقت سنا جب وہ دشمن کے آمنے سامنے تھے آپ فرما رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک جنت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں۔ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے ابو موسیٰ کیا آپ نے یہ حدیث خود رسول کریم ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں پس وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف گئے اور انہیں فرمایا کہ میں تمہیں [الوداعی] سلام کہتا ہوں پھر انہوں نے اپنی تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

علامہ تقی الدین ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تلوار کو کام [یعنی جہاد] میں استعمال کرنے سے جنت ملتی ہے چونکہ ہر چیز کے ساتھ اس کا سایہ لازمی ہوتا ہے اس لئے تلوار کے سائے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد اللہ کے راستے میں تلوار اٹھاتا ہے یا جب دشمن کی تلوار اس پر اٹھتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں تلوار کا سایہ اس پر پڑتا ہے بس حدیث شریف میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جسے یہ سایہ نصیب ہو گیا گویا کہ وہ جنت کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اب اگر وہ ابھی شہید ہو گیا تو فوراً جنت میں داخل ہو جائے گا اور اگر بعد میں مرا تو اس وقت جنت میں پہنچ جائے گا یعنی حقیقت میں جنت کے دروازے تلوار کے سائے کے نیچے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے۔

☆ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میری امت کی کون سی جماعت سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گی میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ

لوگ [اللہ کے راستے کے] مہاجرین ہوں گے جو قیامت کے دن جنت کے دروازے پر پہنچ کر اندر جانے کی اجازت مانگیں گے۔ جنت کا نگران [فرشتہ] پوچھے گا کیا تم لوگوں کا حساب کتاب ہو گیا وہ جواب دیں گے کہ ہم تو اللہ کے راستے میں اپنی تلواریں اپنی گردنوں سے لٹکائے پھرتے تھے ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا؟؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں مزے اڑائیں گے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو طلب فرمائے گا تو وہ اپنی پوری زیب و زینت کے ساتھ حاضر ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا۔ تکلیفیں برداشت کیں اور میری راہ میں جہاد کیا۔ [پھر انہیں فرمائیں گے] جنت میں داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ [یعنی مجاہدین] بغیر حساب و عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے [اس وقت] فرشتے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم صبح شام تیری پاکی اور تقدیس بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر بھی ترجیح عطاء فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان [مجاہدین] پر داخل ہو کر کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔ (احمد۔ و بزار باسناد صحیح)

☆ حسنؒ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دو وقت دوپہر کے درمیانی وقفے جتنی مدت بھی جہاد کی توفیق دے دیتے ہیں تو پھر اسے جہنم سے نجات کا پروانہ دیئے بغیر گھر لوٹانے سے حیا فرماتے ہیں۔ (مرسل شفاء الصدور)

☆ عطاء الخراسانی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص

بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پیچھے رہ جانے والے ہر مومن، کافر، چھوٹے، بڑے، مرد اور عورت کے عوض ایک ایک قیراط اجر عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

☆ مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کرو، صحت پاؤ گے یہ حدیث مرسل ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کیا کرو کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ فکر اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق۔ مسند احمد)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرد مسلمان کے لئے دو چیزیں ایسی ہیں جن میں سے ہر ایک اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ایک توبہ اور دوسری جہاد فی سبیل اللہ۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالیٰ پانچ طرح کے لوگوں پر فخر فرماتے ہیں (۱) مجاہدین (۲) فقراء (۳) تواضع کرنے والے نوجوان (۴) غریبوں کو زیادہ دینے اور احسان نہ جتلانے والے مالدار (۵) خلوت میں اللہ کے خوف سے رونے والا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: فرض حج کے بعد ایک بار جہاد کرنا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر وقال احادیث غریبہ)

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ: میری امت میں سے کچھ لوگ رضا کارانہ طور پر بغیر اجرت اور بغیر روزی کے جہاد کریں گے ان لوگوں کو میرے صحابہؓ جیسا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور حدیث موقوف)

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے اوپر کے حصے سے زیورات نکلیں گے اور اس کے نچلے حصے سے سونے کا گھوڑا، موتیوں اور یاقوت سے مرصع زین اور لگام کے ساتھ نکلے گا وہ نہ تو لید کرے گا نہ پیشاب۔ اس کے پر تاحد نظر لمبے ہوں گے اہل جنت اس گھوڑے پر بیٹھ کر جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے تب نیچے درجے والے جنتی عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تیرے ان بندوں کو یہ اعزاز کس عمل کی بدولت ملا ہے تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ یہ لوگ راتوں کو نماز پڑھتے تھے جبکہ تم سوئے رہتے تھے یہ لوگ روزے رکھتے تھے جبکہ تم کھاتے پیتے تھے یہ لوگ خرچ کرتے تھے جبکہ تم بخل کرتے تھے یہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے تھے جبکہ تم بزدلی کرتے تھے۔ (کتاب التہجد لابن ابی الدنیا)

☆ سلیمان بن ابانؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت سعد بن خیثمہؓ اور ان کے والد حضرت خیثمہؓ دونوں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ ان دونوں نے قرعہ اندازی کی جس میں قرعہ حضرت سعد کے نام نکلا ان کے والد نے کہا میرے پیارے بیٹے تم اپنے اوپر مجھے ترجیح دو۔ حضرت سعد نے فرمایا اے میرے ابا جان یہ جنت کا راستہ ہے اگر اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں ضرور آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتا۔ حضرت سعد اس غزوے میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے اور شہید ہوئے جبکہ اگلے سال احد کی لڑائی میں ان کے والد حضرت خیثمہؓ بھی شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ جو بوڑھے اور پاؤں سے لنگڑے تھے انہوں نے غزوہ بدر میں نکلنے کی کوشش کی مگر اجازت نہیں ملی پھر غزوہ احد میں اپنے بیٹوں کے روکنے اور معذور ہونے کے باوجود نکلے اور نکلتے وقت یہ دعاء بھی فرمائی کہ اے اللہ مجھے ناکام کر کے واپس گھر نہ لوٹانا۔

انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی بشارت کے بعد قسم کھائی کہ میں آج ضرور اپنی اس لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں چلوں پھروں گا۔ چنانچہ اسی دن شہید ہوئے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انہیں ان کے لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت ابو المنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے آپ اس پر نماز جنازہ ادا فرما دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ شخص تو فاسق تھا آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئے۔ پہلے والے شخص نے کہا۔ اے اللہ کے رسول جب میں نے ایک مرتبہ جہاد میں [آپ کے ہمراہ] رات بھر پہرہ دیا تھا تو وہ شخص بھی پہرہ دینے والوں میں سے تھا۔ [یہ سن کر] آپ ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے اس کی قبر تک آئے اور اسے دفن کیا۔ اس کی قبر پر مٹی کی تین مٹھیاں ڈالیں اور پھر فرمایا لوگ تجھے برا کہہ رہے ہیں جبکہ میں تیری اچھائی کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول یہ [آپ کا فرمانا] کس وجہ سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا چھوڑ دو اے عمر جس شخص نے بھی اللہ کے راستے میں جہاد کیا جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ (مجمع الزوائد۔ طبرانی)

☆ غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا: بڑھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے [یعنی وہ بہت زیادہ بڑی ہے] یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ آسمان و زمین جتنی بڑی جنت اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمیر [خوشی سے کہنے لگے] بخ بخ [یعنی واہ واہ] حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ بخ بخ [یعنی واہ واہ] کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں

جنتی ہونے کی امید میں یہ کہہ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے [بشارت دیتے ہوئے] فرمایا تم یقیناً جنتی ہو۔ حضرت عمیرؓ نے اپنے نیام میں سے کچھ کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں کھجوریں کھانے کی دیر زندہ رہا تو [جنت میں جانے میں] بہت دیر ہو جائے گی چنانچہ انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور پھر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ (مسلم)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یہ آواز لگائے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں اللہ کے راستے کا خوف پہنچا تھا۔ یہ سن کر مجاہدین [جنت میں داخلے کے لئے] کھڑے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ اور کوئی نہیں ہو گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

#علی بن بکارؒ فرماتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن حساب دے رہے ہوں گے جبکہ مجاہدین آپس میں حلقے لگا کر [اپنے] جہاد کے تذکرے کر رہے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں پر کالی رات کی طرح فتنے چھا جائیں گے ان فتنوں سے سب سے زیادہ بچنے والا وہ شخص ہو گا جو کسی پہاڑ کی چوٹی [یا دامن] میں اپنے ریوڑ سے حاصل شدہ روزی کھاتا ہو گا یا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے [جہاد میں مصروف] ہو گا اور اپنی تلوار سے حاصل ہونے والی روزی کھاتا ہو گا۔ (المستدرک۔ صحیح الاسناد)

☆ مکحول فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس امت کی روزی گھوڑوں کے سموں اور نیزوں کی نوک میں رکھی ہے۔ جب تک کہ وہ کھیتی باڑی میں نہیں لگیں گے جب وہ کھیتی باڑی میں لگ جائیں گے تو وہ دوسرے [عام] لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مرسلا)

☆ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جہاد کرو صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ مرسلا)

خالد بن دریکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن یزیدؒ کے سامنے مصیبتوں [اور آفات] کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب تک تم اس دشمن سے جس سے جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جہاد کرتے رہو گے اور جب تک تم بیت اللہ کا حج کرتے رہو گے اس وقت تک تمہیں آفات سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (الاربعین فی فضل الجہاد للحافظ ابی الحسن المرادی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بوڑھے شخص لاٹھی ٹیکتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ اے اللہ کے رسول! میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری ہڈیاں کمزور اور میری طاقت کم ہو چکی ہے مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کا قرب پا سکوں تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم اللہ کے راستے میں جہاد کو لازم پکڑو۔ (ابن عدی۔ ابن عساکر)

[زیادہ بوڑھے آدمی پر جہاد فرض نہیں ہے لیکن اگر وہ حسب استطاعت جہاد کے کسی شعبے میں کام کرے اور جان قربان کرنے کے جذبے سے سرشار رہے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور بے شمار اجر و ثواب پائے گا]۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص کسی ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں وہ اپنے خالق [یعنی اللہ تعالیٰ] کے لئے اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح سے جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت سبرہ بن فاکہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! ایک آدمی اسلام قبول کرنے لگتا ہے تو شیطان آکر اسے کہتا ہے کہ یہ تو کیا کر رہا ہے کیا تو اپنے سابقہ دین اور اپنے آباء کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے تو پھر شیطان اس کی ہجرت میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے

اور اسے کہتا ہے کہ یہ تو کیا کر رہا ہے؟ کیا تو اپنا گھر اپنی زمین اپنا سامان چھوڑ کر جا رہا ہے؟ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور ہجرت کر لیتا ہے تب شیطان اس کے جہاد کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آتا ہے اور کہتا ہے یہ تو کیا کر رہا ہے؟ اپنی جان کو اس قدر مشقت میں ڈال رہا ہے مال بھی خرچ کر رہا ہے۔ دیکھ اگر تو لڑا تو تو مارا جائے گا تب تیری بیوی سے کوئی اور شادی کرے گا اور تیرا مال پیچھے والوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ مگر وہ آدمی شیطان کی بات نہیں مانتا اور جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس شخص نے ایسا کیا پھر وہ مر گیا تو اللہ پاک نے اپنے ذمے یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اسی طرح اگر وہ ڈوب کر مرا یا جانور سے گر کر مرا [ہر حال میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت کی ضمانت دی ہے]۔ (مسند احمد۔ نسائی۔ ابن حبان)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک کافروں سے جہاد ہوتا رہے گا ہجرت بند نہیں ہو گی۔ (مسند بزار بسند صحیح)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجاہد کو ہجرت کا اجر بھی ملتا ہے اگرچہ وہ اپنے شہر میں ہی کیوں نہ لڑ رہا ہو۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر [دنیا میں] تین چیزیں مجھے نصیب نہ ہوں تو میں مر جانے کو پسند کرتا ہوں (۱) جہاد میں چلنا (۲) اللہ تعالیٰ کے سامنے مٹی پر سجدے کرنا (۳) ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا جو اچھی باتوں کو اسی طرح اچک لیتے ہیں جس طرح عمدہ کھجور کو اچک لیا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: وہ رات جس میں مجھے میری محبوب دلہن دی جائے یا اس میں مجھے بیٹے کی خوشخبری دی جائے مجھے اس سخت سردی اور بارش والی رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے جس میں میں صبح دشمن پر حملے کا انتظار کر رہا ہوں۔ اے لوگو! جہاد کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی بار جہاد فی سبیل اللہ کی مشغولیت نے مجھے قرآن مجید (کی زیارت و تلاوت) سے روکے رکھا۔

(جہاد کے یہ تمام فضائل جو اس باب میں ہم نے پڑھے ہیں ان کی اصل پکار اور پیغام تو یہی ہے کہ مسلمان بڑھ چڑھ کر جہاد میں حصہ لیں اور ان عظیم الشان فضائل کو حاصل کریں اور جہاد کے اصل مقام کو پہچان کر اپنی زندگیوں میں جہاد کو وہ حق دیں جس کا وہ مستحق ہے۔ اس دعوت کے علاوہ ان فضائل میں مزید تین سبق اور ہیں۔

(۱) ان فضائل میں پہلا سبق ان گناہگاروں کے لئے ہے جو اپنی زندگی کا بہت سا قیمتی وقت گناہوں اور غفلتوں میں ضائع کر چکے ہیں ان مسلمانوں کے دل میں بھی ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ فکر ضرور پیدا ہوتی ہوگی کہ ہماری زندگی کا قیمتی وقت تباہ و برباد ہو چکا ہے اور ہم نے اب تک اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا اور ان کے دل میں بھی یہ شوق ابھرتا ہوگا کہ ہم بھی نیک اور صالح مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت اور جنت کے اعلیٰ مقامات حاصل کریں۔ مگر وہ سوچتے ہوں گے کہ اب تو ہماری تھوڑی سی زندگی باقی ہے ہم اگر اس میں عبادت کر بھی لیں تو دوسرے مسلمانوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح برا ماحول بھی ان کی جان نہیں چھوڑتا ہوگا۔ یقیناً ان فضائل کو پڑھ کر ایسے مسلمانوں کو روشنی اور امید کی کرن اور نجات اور ترقی کا راستہ ضرور نظر آگیا ہوگا۔ اور انہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر ہم فوراً کمر باندھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد میں نکل کھڑے ہوں تو ہمیں فرشتوں جیسا پاکیزہ اور اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ماحول نصیب ہو جائے گا اور ہمارا ایک دن دوسرے لوگوں کی سالہا سال کی عبادت سے زیادہ افضل اور ہماری نیند دوسروں کے پوری رات جاگنے اور مسلسل روزے رکھنے سے افضل ہوگی اور اگر ہم نے چند لمحے دشمن کے ساتھ لڑ لیا تو جنت ہمارے لئے واجب ہو جائے گی اور ہم قبر کی ہولناکیوں اور آخرت کے خوف سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر ہم زندہ رہے تو اللہ تعالیٰ کے ضمان اور

ذمہ داری میں ہوں گے اور اگر شہادت نصیب ہو گئی تو پھر ایسی لطف بھری زندگی کا آغاز ہو جائے گا جس میں مزے ہی مزے ہیں اور وہ ایسی زندگی ہے جس میں انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی کے مزے اور ناز لوٹتا ہے۔ جب یہ سب کچھ معلوم ہو گیا تو اب دیر کس بات کی۔ فوری طور پر گناہوں کی زندگی چھوڑیئے۔ سامان باندھیے اور جہاد کی حسین راہوں پر نکل پڑیئے۔

(۲) دوسرا سبق ان فضائل میں ان مسلمانوں کے لئے ہے جو اپنی ظاہری نیکیوں، نفلی عبادات اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی وجہ سے جہاد اور مجاہدین کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے ہیں اور ان کے حقیقی مقام کو نہیں پہچانتے اور جہاد اور مجاہدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی عبادات اور اپنی دینی خدمات پر فخر کرنے کی بجائے صرف ایک بار اللہ کی رضا کے لئے ان فضائل کو غور سے پڑھیں اور پھر اپنے طرز عمل پر غور کریں۔ یقیناً انہیں اپنے سابقہ طرز عمل پر شرم آئے گی اور وہ جہاد کو حقیر سمجھنے کے گناہ سے توبہ استغفار کر لیں گے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوافل پڑھنا۔ دین کی خدمت کرنا۔ علمی کتابیں لکھنا۔ دین کو پڑھنا پڑھانا یہ سب دین کے اہم شعبے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو بنیادی حیثیت کے حامل ہیں لیکن اگر یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے دین کے لئے ہے تو پھر فطری طور پر اللہ کے دین کے محافظ فریضے اور محافظ مجاہدین سے ضرور محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں ان پر بھی یقین ہوگا اور حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کے جو مقامات بتائے ہیں انہیں بھی وہ تسلیم کرتے ہوں گے کیونکہ دین نام ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا۔

خود حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کی نظروں میں جہاد اور مجاہدین کی جو اہمیت اور فضیلت تھی وہ کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے۔ یہ حضرات اس قدر بلند درجات کے حامل ہونے کے باوجود مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کا استقبال کرنے کو سعادت

سمجھتے تھے اور مجاہدین سے دعائیں کرواتے تھے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اصل دیندار وہ ہوتا ہے جسے دین کے ہر شعبے اور ہر کام سے محبت ہوتی ہے اور وہ دین کے ایک ایک حکم کو اہمیت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جہاد تو دین کا بلند ترین مقام اور اہم ترین شعبہ اور اسلامی فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ چنانچہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کسی کے دل میں ایمان ہو اور جہاد کی محبت نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان اس مرض میں مبتلا ہے کہ اس کے دل میں جہاد کی محبت نہیں ہے تو اسے فوراً توبہ استغفار کر کے اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے اور آخرت میں اپنی نجات کی فکر کرنی چاہئے کیونکہ ایسا شخص قرآن مجید کی سینکڑوں آیات، حضور اکرم ﷺ کی ہزاروں احادیث، حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زندگی بھر کے عمل سے نفرت اور بے رغبتی رکھتا ہے جو کہ نہایت خطرناک بات ہے۔

اس لئے اے معزز مسلمانو! مجاہدین کی غلطیاں دیکھ کر، یا اپنی عبادت اور علم کے دھوکے میں پڑ کر یا جہاد اکبر جہاد اصغر جیسی باتوں میں الجھ کر یا فرض عین فرض کفایہ کے مسئلے میں پڑ کر خدانخواستہ جہاد کی توہین نہ کر بیٹھنا۔ یاد رکھئے جہاد سے محبت ایمان کی نشانی ہے اگر اپنے ایمان کی حفاظت مقصود ہے تو تاویلوں اور جھوٹی مثالوں کا سہارا لیکر جہاد کو کم اہم نہ سمجھئے۔ ورنہ قیامت کا دن زیادہ دور نہیں ہے۔

(۳) ان فضائل میں تیسرا سبق خود مجاہدین کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے کس قدر محبت فرماتے ہیں اور انہیں کتنے بڑے بڑے انعامات اور مقامات عطاء فرماتے ہیں یہ سب کچھ دیکھ کر ایک مجاہد کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جانا چاہئے اور اسے اللہ تعالیٰ سے بہت شرم کرنی چاہئے اور اسے احساس تشکر سے ہمیشہ کے لئے اللہ کے سامنے جھک جانا چاہئے۔

اے مجاہدو! اللہ تعالیٰ نہ تو تمہارا محتاج ہے اور نہ تمہارے جہاد کا۔ اس نے ہی اپنے فضل و کرم سے تمہیں جہاد کی توفیق عطاء فرمائی ہے اور وہی تمہارے جہاد پر تمہیں بے پناہ اجر

عطا فرماتا ہے۔ اور تو اور اس نے تمہاری نیند اور تمہارے گھوڑے کی لید تک کو قیمتی بنا دیا ہے تو پھر تم کس طرح سے گوارا کر سکتے ہو کہ ایسے محبت کرنے والے رب کی نافرمانی کرو اور اس کے کسی حکم کو پس پشت ڈالو۔ ان فضائل کو پڑھنے کے بعد تمہیں یہ عزم کر لینا چاہئے کہ یا اللہ آپ نے ہماری حقیر سی محنت پر ہمیں اتنا کچھ عطاء فرمانے کا وعدہ کیا ہے ہم بھی یہ وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ جہاد کے راستے کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ آپ کی کوئی اور نافرمانی کریں گے۔ ہم آپ کا شکر ادا کرنے کے لئے راتوں کو بھی جاگ جاگ کر سجدے کریں گے اور دن کو بھی آپ کی محبت میں بھوکے پیاسے پھریں گے۔

ہماری زبانیں ہر وقت آپ کا نام لیتی رہیں گی اور آپ کے کلام کو پڑھتی رہیں گی اور ہمارے دل آپ کی عظمت سے اس طرح سے سرشار ہوں گے کہ آپ کے علاوہ کسی پر ہماری نظر سوال تک نہیں پڑے گی آپ نے جب ہمیں اتنا نوازا تو اب ہم آپ کو ناراض کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہم صرف آپ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں آپ ہی سے مانگتے ہیں آپ ہی کے سامنے جھکتے ہیں اور انشاء اللہ ہم پوری دنیا کو آپ کے سامنے جھکائیں گے اور خود آپ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکیں گے]۔

تیسرا باب

جہاد کی حج پر افضلیت کا بیان

☆ حضرت ابوہریرہؓ والی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا اس کے بعد کونسا [عمل افضل ہے] آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ [پھر] پوچھا گیا کہ اس کے بعد کون سا [عمل افضل ہے؟] آپ نے ارشاد فرمایا حج مبرور۔

(بخاری۔ مسلم)

اسی طرح پہلے باب میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ والی روایت بھی بیان کی جا چکی ہے ان دونوں روایات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ جہاد کا رتبہ حج سے بڑھ کر ہے۔

(واللہ اعلم)

☆ آدم بن علی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا اللہ کے راستے [جہاد] کا ایک سفر پچاس حج کرنے سے افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس موقوف روایت کی سند [امام بخاری کی شرائط کے مطابق] صحیح ہے اور اس طرح کی فضیلت کوئی صحابی اپنی طرف سے بیان نہیں فرما سکتے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں تم لوگ حج کیا کرو کیونکہ وہ نیک عمل ہے [اور] اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔ یہ روایت بھی

موقوف ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو گھر بیٹھے شخص سے ستر گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ جبکہ حاجی کو مجاہد سے آدھا اور عمرہ کرنے والے کو حاجی سے آدھا اجر ملتا ہے۔ (شفاء الصدور)

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ عام طور پر جہاد حج سے افضل عمل ہے لیکن اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو اس صورت میں فرض حج جہاد سے افضل ہو گا لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو وہ فرض حج سے افضل ہے [یاد رہے کہ اگر کسی شخص کو حج کرنے کی استطاعت نصیب ہو تو زندگی میں ایک بار حج کرنا اس پر فرض ہوتا ہے یہی فرض حج کہلاتا ہے جن احادیث میں حج کو جہاد سے افضل بتایا گیا ہے ان میں فرض حج مراد ہے اور جہاد سے مراد فرض کفایہ جہاد ہے]

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حج [فرض] ادا نہ کیا ہو اس کا ایک حج کرنا [جہاد کی] دس جنگوں میں حصہ لینے سے افضل ہے اور جس نے حج [فرض] ادا کر لیا ہو اس کا ایک لڑائی میں حصہ لینا دس حج کرنے سے افضل ہے۔ (الطبرانی۔ المستدرک صحیح علی شرط البخاری)

☆ حضرت مکحولؒ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرم ﷺ سے حج کے لئے اجازت مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص حج کر چکا ہو اس کا ایک بار جہاد میں حصہ لینا چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔

(مراسیل ابی داؤد)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرض حج ادا کرنے کے بعد اللہ کے راستے کی ایک جنگ میں حصہ لینا ہزار حج کرنے سے افضل ہے۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں اجر کے بارے میں جو اختلاف نظر آرہا ہے تو دو طریقے سے اسے حل کیا جاسکتا ہے۔

پہلا یہ کہ جو حدیث سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہو اسی کا اعتبار کیا جائے۔

اور دوسرا یہ کہ مجاہدین کو ان کی نیت اور حسن عمل کے اعتبار سے اجر ملتا ہے۔ چنانچہ کسی کا ایک بار جہاد کرنا دس حج کرنے سے افضل ہے تو کسی کا جہاد چالیس حج کرنے سے افضل ہے۔[علی ہٰذا القیاس]

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالات کے اعتبار سے اجر میں کمی یا زیادتی ہوتی ہو یعنی جن حالات میں جہاد کی ضرورت بڑھ جاتی ہے ان میں اس کا اجر بھی بڑھ جاتا ہے۔

ایک ایمان افروز واقعہ

ضرار بن عمروؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طویل عرصے تک جہاد کرتا رہا [اور محاذوں پر مقیم رہا] اچانک میرے دل میں حج اور بیت اللہ میں قیام کا شوق ابھرا تو میں نے حج کے ارادے سے سامان وغیرہ باندھ لیا اور اپنے مجاہد ساتھیوں کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے آیا جب میں اسحاق بن ابی فروہؒ سے ملنے لگا تو انہوں نے پوچھا اے ضرار کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا حج کا۔ انہوں نے فرمایا کیا جہاد کے بارے میں تمہارا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ لیکن میں طویل عرصے سے محاذ پر ہوں اور اب میرے دل میں حج کی محبت پیدا ہوئی ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں بیت اللہ شریف کے پاس قیام کروں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا اے ضرار تم یہ نہ دیکھو کہ تمہیں کس عمل سے محبت ہے بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کس چیز سے محبت فرماتا ہے۔ اے ضرار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا حج صرف ایک بار فرمایا مگر آپ زندگی کے آخری سانس تک جہاد میں لگے رہے اے ضرار بن عمرو اگر تم نے حج کر بھی لیا تو تمہیں صرف اپنے حج اور عمرے کا اجر ملے گا لیکن اگر تم اسلامی

سرحدوں کی حفاظت، مسلمانوں کے تحفظ کے لئے جہاد اور پہرے داری میں لگے رہے تو تمہیں ان لاکھوں لوگوں کے حج اور عمرے کا اجر ملے گا جو [امن کے ساتھ] حج اور عمرہ ادا کریں گے۔ اور تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد میں اجر ملے گا۔ کیونکہ جس نے بعد میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مدد و نصرت کی اسے پہلے اور بعد والے تمام مسلمانوں کی نصرت کا اجر ملے گا۔ اور تجھے دنیا کے آغاز سے قیامت تک پیدا ہونے والے مشرکوں کی تعداد میں بھی اجر ملے گا کیونکہ جس نے بعد والے مشرکوں سے جہاد کیا اسے پہلے اور بعد والے تمام مشرکوں کی تعداد میں بھی اجر ملے گا اور تجھے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کے ایک ایک حرف کی تعداد میں نیکیاں ملیں گی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے نور کے محافظ ہو اور اس لئے جہاد کرتے ہو تاکہ کوئی بھی اللہ کے نور کو نہ بجھا سکے۔

اے ضرار بن عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ علماء اور مجاہدین سے بڑھ کر کوئی بھی درجہ نبوت کے قریب نہیں ہے۔ ضرار بن عمرو فرماتے ہیں میں نے پوچھا اے اسحاق اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا علماء کرام تو اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو جو حضرات انبیاء علیہم السلام لے کر آئے ہیں اللہ کے بندوں پر اور اللہ کی زمین پر نافذ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا راستہ بتاتے ہیں اور مجاہدین اس لئے [درجہ نبوت کے زیادہ قریب ہیں] کہ وہ اس عقیدہ توحید کو جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں بجھنے نہیں دیتے اور وہ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر کو ذلیل و خوار کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ حضرت ضرارؒ فرماتے ہیں کہ [یہ موثر بیان سن کر] میں نے حج کا ارادہ منسوخ کر دیا اور محاذوں پر ڈٹا رہا اور وہیں حضرت ضرارؒ خالق حقیقی سے جا ملے۔

[اس ایمان افروز واقعے پر غور فرمائیے اور اس کے ایک ایک لفظ کو بار بار پڑھئے اس میں تو ایک مجاہد کے وقتی طور پر جہاد سے رخصت ہو کر حج پر جانے (کا ارادہ کرنے) کا ذکر

ہے جبکہ آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے زندگی کا ایک لمحہ بھی جہاد میں نہیں گزارا اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے کی مٹی کے چند ذرات نصیب ہوئے ہیں مگر انہوں نے چھوٹے چھوٹے سطحی کاموں کو دین سمجھ رکھا ہے اور وہ اپنی ساری زندگی اسی میں کھپا دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دین کے سارے کام اہم ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے چھوڑنے کی ترغیب یا دعوت دی جاسکے مگر ان تمام کاموں کے ساتھ ساتھ جہاد میں بھی شرکت کی جاسکتی ہے جو کہ پورے دین کا محافظ اور پورے دین کا خلاصہ ہے آج اگر مسلمان اپنے وقت کو قیمتی بنائیں اور سال میں کم از کم چار مہینے جہاد کے لئے وقف کردیں تو پوری دنیا کا نقشہ بدلا جاسکتا ہے اور کافروں سے اپنے خون کا حساب چکایا جاسکتا ہے۔ اگر چار مہینے جہاد کے لئے فارغ کرنا شروع میں مشکل ہو تو کم از کم دو مہینے کا عرصہ جہاد کی محنت کے لئے ضرور دینا چاہئے۔ اگر مسلمانوں نے یہ ترتیب بنالی تو اپنی زندگیوں میں اور اپنے معاشرے میں عجیب و غریب تبدیلی محسوس کریں گے۔ اور ان کے دوسرے دینی کاموں میں بھی بے حد برکت ہوگی اور ان کی صحتیں قابل رشک اور دل بادشاہوں سے زیادہ غنی ہو جائیں گے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی اور گناہوں سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

اس وقت چونکہ عالمی سطح پر جہاد شروع ہو چکا ہے اس لئے جہاد کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے لئے کثیر تعداد میں مجاہدین کی ضرورت ہے اور اس عظیم عالمی تحریک میں ہر طرح کی دینی اور دنیوی صلاحیت رکھنے والے شخص کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرے چونکہ آج ہم چاروں طرف سے گھر چکے ہیں اور ہمارا ہر فرد کافروں کے نشانے پر ہے اس لئے مسلمانوں پر فرض عین ہو چکا ہے کہ وہ کافروں کی طاقت کو توڑیں تاکہ اسلامی مقدسات اور مسلمانوں کا ہر فرد کافروں سے محفوظ ہو جائے۔

یاد رکھئے! جہاد کے فضائل کی ان احادیث میں یہ واضح پیغام موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین سے بے انتہا محبت فرماتا ہے اسی لئے تو ان کی ایک ایک لڑائی پر سو سو حج کرنے کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے ان پیارے مجاہدین کو میدان جہاد میں اکیلا چھوڑ دے گا ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کی مدد کے لئے کائنات کی ہر چیز کو مسخر فرما دیتا ہے چنانچہ مجاہدین کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں کمزور اور بے بس نظر آتی ہیں کیونکہ آج تک دنیا میں کوئی بھی ایسی طاقت وجود میں نہیں آئی جو اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرسکے اور میدان جنگ میں تو اللہ تعالیٰ خود کافروں کو شکست دیتا ہے۔

اے عظمت رفتہ کے متلاشیو! آج کافروں نے اپنی طاقت کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے کہ نعوذ باللہ کئی مسلمان بھی امریکہ اور دوسری نام نہاد طاقتوں کو ناقابل تسخیر سمجھنے لگ گئے ہیں اور کئی مسلمان یہ بھی سوچتے ہیں کہ اب قیامت تک ان کا مقابلہ کرنا مسلمانوں کے بس میں نہیں ہے۔

اللہ کے بندو! ایسی باتوں کا وہم اور خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دو بلکہ جب دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ ان کافر ملکوں کی طاقت کا شور مچائیں تو تم اللہ کی عظمت اور قوت مسلمانوں کو بتایا کرو اور مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے وعدوں کو یاد کیا کرو اللہ کی قسم! کافروں کی یہ ساری طاقت مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ایمان اور یقین کے ساتھ ڈٹے رہے تو غلبہ تمہارا ہوگا اور فتح تمہارے قدم چومے گی۔

چوتھا باب

دعوتِ جہاد کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَأْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا. (النساء ۸۴)

اور مسلمانوں کو (جہاد کی) تاکید کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ کافروں کے جنگی زور کو روک دے اور اللہ تعالیٰ بہت سخت ہیں لڑائی میں اور بہت سخت ہیں سزا دینے میں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۲) يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ. (الانفال ۶۵)

اے نبی آپ مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلایئے (یعنی خوب ترغیب دیجئے) اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تمہارے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ لوگ (یعنی کفار) سمجھ نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم

اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (الصف ۱۰۔۱۱)

لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

[یہ تین آیات بطور مثال کے ذکر کی گئی ہیں] ورنہ وہ آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو جہاد کا شوق اور جذبہ دلایا ہے بہت زیادہ ہیں۔

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں (سے) کوئی جنت کا قصد کرنے والا ہے۔ بے شک جنت کے ہم پلہ کوئی چیز نہیں ہے اللہ کی قسم جنت ایک چمکتا نور اور لہلہاتا گلدستہ ہے اس میں مضبوط محل، بہتی ہوئی نہریں، پکے ہوئے پھل، حسین وجمیل بیویاں بے شمار زیور ہیں وہ ہمیشگی اور سلامتی کا گھر، پھلوں والی سر سبز جگہ اور عیش عشرت کا بلند اور بے حد خوبصورت مقام ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم جنت کا قصد کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان شاء اللہ کہو ہم نے کہا ان شاء اللہ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے جہاد کا تذکرہ فرمایا اور اس کی خوب ترغیب دی۔ (ابن ماجہ۔ بزار۔ ابن حبان)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے [دنیا میں] جہاد کی دعوت اور ترغیب دی ہوگی وہ چپکے سے جنت میں داخل ہو جائے گا جبکہ لوگ حساب کی سختی میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ (شفاء الصدور۔ مرسلا)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے [کسی مسلمان] بھائی کو جہاد کی ترغیب دی اسے اس [مجاہد] جیسا اجر ملے گا اور اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور موقوفا)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جہاد پر ابھارنے اور ترغیب دینے کا خدائی دستور بہت پہلے

سے چلا آرہا ہے قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر یہ مضمون موجود ہے اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی احادیث بھی اس کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں ہماری یہ کتاب اول سے آخر تک جہاد کی دعوت اور ترغیب کے مضامین پر ہی مشتمل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ، حضرات تابعین، تبع تابعین اور ہمارے تمام اسلاف لوگوں کو جہاد کی ترغیب بڑی شدت سے دیتے رہے اس بارے میں ان حضرات سے جو کچھ منقول ہے اس سب کو شمار کرنا بھی ایک ناممکن کام ہے۔

☆اے مسلمان تیرے لئے تو اس بارے میں صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث کافی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی نیکی کی دعوت دے گا اس کو نیکی کرنے والے جتنا اجر ملے گا۔ (مسلم)

☆غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو جہاد کا خوب شوق دلایا اور پھر ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے آج کے دن جو شخص ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے پیٹھ پھیرے بغیر آگے بڑھ کر لڑے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ جو کھجوریں کھا رہے تھے فرمانے لگے بخ بخ [یعنی واہ واہ] میرے اور جنت کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ یہ [مشرک] مجھے قتل کر دیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لیکر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اس وقت وہ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو۔ مگر تقویٰ، عمل اور جہاد پر ثابت قدمی کا توشہ ضرور اپنے ہمراہ لے لو اور ہر توشہ فنا ہونے والا ہے مگر تقویٰ، نیکی اور ہدایت کا توشہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ (شفاء الصدور۔ صحیح مسلم میں بھی کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے)

#علامہ ذہبیؒ تاریخ الاسلام میں حکایت کرتے ہیں کہ علامہ ابن الجوزیؒ ۶۰۷ھ

میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کو جہاد کی دعوت و ترغیب دے رہے تھے خود علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اس دن مسجد میں تیس ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا اور ایسے جوش اور ولولے والا دن دمشق میں نہ اس سے پہلے دیکھا گیا نہ بعد میں۔ ابو قدامہؒ کا وہ واقعہ جس میں ایک عورت نے انہیں اپنے بالوں کی چوٹیاں کاٹ کر دی تھیں تاکہ وہ جہاد میں اسے اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، بھی مجھے معلوم تھا اور خود میرے پاس ایسے بالوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی میں نے ان بالوں سے مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے تین سو رسیاں بنائی تھیں اس دن مجمع کے سامنے وہ رسیاں لائی گئیں تو لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور اپنے بال کاٹ کاٹ کر رسیاں بنانے لگے جذبات کا ایسا طوفان برپا تھا کہ گویا قیامت کا منظر ہے جب میں نے تشکیل شروع کی تو میرے ساتھ لشکر میں بے شمار لوگ شامل ہو گئے صرف ایک چھوٹے سے گاؤں میں سے تین سو آدمی اسلحے سمیت نکلے یہ سارا لشکر اللہ کی رضا کے لئے جہاد کی نیت سے دمشق سے نکلا ان دنوں انگریزوں کی طرف سے حملے کا خطرہ رہتا تھا ہمارا لشکر جب نابلس پہنچا تو امیر المؤمنین سے ہماری ملاقات ہوئی وہ ہمارا لشکر دیکھ کر خوش ہوئے جب ہم نابلس کی جامع مسجد پہنچے تو میں نے بالوں کی وہ رسیاں امیر المؤمنین کو دکھائیں وہ ان رسیوں کو چہرے پر رکھ کر رونے لگے اس کے بعد ہم نے انگریزوں کے ایک شہر پر حملہ کیا اور پورے شہر کو تباہ و برباد کر دیا بہت سارے انگریز ہمارے ہاتھوں مارے گئے اور بہت سارے ہم نے گرفتار کر لئے اور ہم صحیح سالم واپس آگئے۔

اسی بارے میں علامہ ذہبیؒ نے حضرت خنساءؓ بنت عمرو کا بھی واقعہ لکھا ہے یہ صحابیہ خاتون بہت اچھی شاعرہ تھیں وہ قادسیہ کی جنگ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ نکلیں اور جنگ کے دوران اپنے فصیح و بلیغ کلام کے ذریعے اپنے بیٹوں کو دشمنوں سے لڑنے پر ابھارتی رہیں اور انہیں جنت کی یاد دلاتی رہیں چنانچہ ان چاروں نوجوانوں نے اس دن شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور وہ چاروں شہید ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خاتون کو ان

کے چاروں [شہید] بیٹوں کا وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔ (تجرید اسماء الصحابہ)

#ہم اس باب کو [ایک قابل رشک خاتون] ام ابراہیم الہاشمیہ کی مشہور حکایت پر ختم کر رہے ہیں۔

بصرہ میں کچھ عبادت گزار بیبیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام ام ابراہیم الہاشمیہ تھا انہیں دنوں دشمنوں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کر دیا اس حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی [ایک عالم دین بزرگ] عبدالواحد بن زید بصریؒ نے لوگوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے تقریر کے دوران ——— حور عین کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے اوصاف بیان فرمائے اور پھر ان کی شان میں چند اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

وہ نوجوان لڑکیاں ہیں۔ ناز و نخرے میں پلی ہوئیں خوبصورت چال چلنے والی۔ ان سے وہ سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے جس کی چاہت کی جائے وہ حسن و پاکیزگی سے بنی ہیں اور ہر تمنا اور خواہش ان سے پوری کی جا سکتی ہے وہ خوبصورت جسم والی کالی آنکھوں والی ہیں اور مشک کی خوشبو ان کے رخساروں سے چھلکتی ہے ان کے چہروں پر خوشی کی چمک اور ناز و نعمت کی دمک رقصاں رہتی ہے جب نرگسی باغوں میں پیالوں کا دور چل رہا ہو گا اور وہاں کی ہوا میں خوشبو مہک رہی ہو گی تب وہ اپنے پیغام دینے والے [خاوندوں] کو اپنی خوبصورت آواز میں کہتی ہیں اور ان کی آواز میں ایسی محبت بھری ہوتی ہے جو جی اور دل کو خوش کرنے والی ہے۔ اے میرے محبوب میں تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چاہتی اور جب تمہاری دنیا سے جدائی ہو گی تب ہمارے ملاپ کا آغاز ہو گا تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو منزل کے قریب پہنچ کر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اے محبوب مجھے غافل لوگ پیغام نکاح نہیں دے سکتے مجھے تو وہ لوگ پیغام دیتے ہیں جو اللہ کے سامنے گڑگڑانے والے ہوتے ہیں۔ یہ اشعار سن کر مجمع [شوق آخرت میں] بیقرار ہو گیا اور وہ خاتون اچانک کھڑی ہو گئیں اور کہنے لگیں اے ابو عبید [یہ شیخ عبدالواحد کی کنیت ہے] کیا تم میرے بیٹے ابراہیم کو نہیں جانتے بصرہ کے بڑے بڑے

مالدار لوگوں نے اس کے لئے اپنی لڑکیوں کے پیغام بھیجے مگر میں نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا لیکن آج آپ نے جس لڑکی [یعنی حور عین] کا تذکرہ کیا ہے وہ مجھے بہت پسند آئی ہے اور میں اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں مہربانی کر کے آپ دوبارہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن و جمال بیان فرمائیں۔ یہ سن کر شیخ عبدالواحدؒ نے پھر حور عین کی خوبیاں بیان فرمائیں اور پھر یہ اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

ان کے چہرے کے نور سے اصلی نور پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشبودار بدن سے لگنے والی ہوا عطر کے مقابلے میں فخر کرتی ہے اگر وہ پتھروں اور کنکریوں پر اپنا جوتا رکھ دیں تو بارش کے بغیر مشرق و مغرب سرسبز و شاداب ہو جائیں اگر تم ان کی کمر کو گرہ لگانا چاہو تو ریحان کی سبز پتوں والی ڈالی کی طرح تم آسانی سے گرہ لگا لو گے اگر وہ اپنا میٹھا لعاب سمندر میں ڈال دیں تو زمین کے لوگ ان سمندروں کو مزے سے پی جائیں قریب ہے کہ آنکھ کی جھپک ان کے نازک رخساروں کو زخمی کر دے اور دل کے خیالات ان کی پیشانی پر پڑھے جائیں۔

یہ اشعار سن کر لوگوں کا شوق اور بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ خاتون دوبارہ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں مجھے یہ لڑکی بہت پسند آئی ہے میں دس ہزار دینار مہر دیکر اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔ اے شیخ عبدالواحد میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نکاح کرا دیجئے وہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ نکلے گا ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسے شہادت نصیب فرما دے اور وہ قیامت کے دن میری اور اپنے والد کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے۔ شیخ عبدالواحدؒ نے فرمایا کہ اے خاتون اگر آپ نے اپنے بیٹے کو جہاد میں بھیج دیا تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گا اور آپ اور اس کا والد بھی بڑی کامیابی پائیں گے۔ پھر اس خاتون نے اپنے بیٹے کو آواز دی۔ بیٹا ابراہیم!

آواز سن کر مجمع میں سے ایک نوجوان تیزی سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا میں حاضر ہوں امی جان۔ خاتون نے کہا اے بیٹے کیا تو اس لڑکی [یعنی حور عین] کو اس شرط پر بیوی

بنانے کے لئے تیار ہے کہ تو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرے گا اور گناہوں میں واپس نہیں لوٹے گا؟ نوجوان کہنے لگا ہاں اللہ کی قسم میں بخوشی اس شادی پر راضی ہوں یہ سنکر وہ خاتون کہنے لگیں۔

اے میرے پروردگار تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے اس شرط پر کردی ہے کہ میرا بیٹا اپنی جان تیری راہ میں قربان کرے گا اور گناہوں کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا۔ اے ارحم الراحمین! میری طرف سے اسے قبول فرمالیجئے۔

اس کے بعد وہ خاتون گھر گئیں اور دس ہزار دینار لاکر شیخ عبدالواحد کو دیے اور فرمانے لگیں یہ اس لڑکی کا مہر ہے۔ آپ اپنے لئے اور دوسرے مجاہدین کے لئے اس سے سامان جہاد خریدیں۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک عمدہ گھوڑا خریدا اور بہترین اسلحہ لے دیا پھر جب شیخ عبدالواحد اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے تو ابراہیم بھی دوڑتا ہوا ساتھ نکلا اور کچھ قرآن مجید کے قاری اس کے ارد گرد یہ آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔

وہ خاتون بھی لشکر کو رخصت کرنے کے لئے نکلیں جب وہ واپس ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک کفن اور خوشبو دی اور فرمایا اے پیارے بیٹے جب دشمن سے مقابلے کے لئے نکلنا تو یہ کفن باندھ لینا اور خوشبو لگالینا اور اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے کوئی کوتاہی مت کرنا پھر انہوں نے اسے سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا پیارے بیٹے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہم دونوں کو قیامت کے میدان میں ہی ملائے۔

عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم محاذ پر پہنچ گئے اور جنگ کا اعلان ہو گیا تو کچھ

لوگ آگے لڑنے کے لئے نکلے ان میں ابراہیم سب سے آگے تھا اس نے بہت سارے دشمنوں کو قتل کیا مگر پھر دشمنوں نے اسے گھیر کر شہید کردیا۔ جب ہم بصرہ کی طرف واپس آنے لگے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابراہیم کی والدہ کو اس کے بیٹے کی شہادت کی خبر نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غم میں اپنا اجر ضائع کر بیٹھے جب ہم بصرہ پہنچ گئے تو لوگ آکر ہم سے ملنے لگے۔ ان لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا فرمانے لگیں اے ابو عبید! اگر اللہ تعالیٰ نے میرا ہدیہ قبول کرلیا ہے تو میں خوشی مناؤں۔ اور اگر واپس لوٹا دیا ہے تو مجھ سے تعزیت کی جائے۔

میں نے کہا! بخدا اللہ تعالیٰ نے تمہارا ہدیہ قبول کرلیا ہے اور تمہارا بیٹا حقیقی زندگی پاکر شہداء کے ساتھ کھا پی رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شکر ادا کرتی ہوئی سجدے میں گر گئیں اور کہنے لگیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میری قربانی کو قبول فرمایا۔ اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ اگلے دن وہ پھر مسجد میں آگئیں اور سلام کرکے کہنے لگیں۔ مبارک ہو اے ابو عبید! رات خواب میں میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو ایک خوبصورت باغ میں ایک سبز محل میں دیکھا۔ وہ موتیوں کی مسہری پر تاج پہنے بیٹھا مجھے کہہ رہا تھا۔

مبارک ہو امی جان آپ کا دیا ہوا مہر قبول کرلیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہو گئی۔

[یہ سچا واقعہ ماضی کی ایک مسلمان ماں کا ہے اور یہ واقعہ پکار پکار کر ہمیں بتا رہا ہے کہ اگر کل ایسی مائیں پیدا ہو سکتی تھیں تو آج بھی امت مسلمہ بانجھ نہیں ہوگئی بلکہ آج بھی ایسی مائیں پیدا ہو سکتی ہیں بلکہ موجود ہیں جو ابراہیم کی والدہ کی طرح اپنے بیٹوں کا نکاح حور عین سے کرانا چاہتی ہیں اور اپنے لئے اللہ کی محبت اور جنت کے باغات کی طلب گار ہیں۔ اگر کل کی اس ماں کی گود میں ابراہیم جیسا ایک بیٹا تھا تو آج کی ماں کی گود بھی خالی نہیں ہے۔ آج کی مائیں بھی کئی کئی جوان بیٹے پال رہی ہیں کل کی وہ ماں اگر دس ہزار سونے کے دینار دیکر اپنے بیٹے کو عزت و عظمت کی راہوں پر چلا رہی تھی تو آج کی ماں کے پاس بھی سونے

کی کمی نہیں ہے البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی ماں کو جہاد کی حقیقت سمجھائی جائے، آج کی ماں کو بھی آخرت کی فکر دلائی جائے، آج کی ماں میں بھی غیرت ایمانی کو بیدار کیا جائے۔ اللہ کی قسم اگر آج بھی شیخ عبدالواحد کی طرح کوئی عملی مجاہد اور عالم دین مسجدوں اور محلوں میں جاکر مسلمانوں کو درد دل کے ساتھ جہاد کی دعوت دے تو ہماری ہر گلی سے ابراہیم کی والدہ جیسی خواتین اپنے ابراہیم جیسے جوان بیٹوں کو سونے چاندی کی لڑیوں میں تول کر اس دعوت دینے والے کے حوالے کریں گی اور اللہ تعالیٰ سے کہیں گی اے میرے پروردگار گواہ رہنا میں نے اپنے بیٹے کی شادی حور عین سے کردی ہے۔ اور اے مجاہدو میرے جوان بیٹے اور میرے زیورات لیکر اگر تم مسجد اقصیٰ کو آزادی دلا سکتے ہو اگر میرے بیٹے کے ذبح ہونے سے بابری مسجد دوبارہ تعمیر ہو سکتی ہے اگر میرے لخت جگر کے ٹکڑے ہونے سے اسلام دنیا میں نافذ ہو سکتا ہے اور میرے نبی کی حرمت کی حفاظت ہو سکتی ہے اگر میرے بیٹے کے کٹ جانے سے کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کو آزادی مل سکتی ہے تو پھر میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نے اسے اللہ کے حوالے کردیا ہے۔ میں نے اسے اسلام کی عظمت کے لئے وقف کردیا ہے مجھے اب اس کی زندگی کی نہیں بلکہ اسلام کی فتح کی خبر سنانا اور میرے بیٹے کو میرے پاس زندہ واپس نہ لانا۔ میں اب اس سے آخرت کے میدان میں ملنا چاہتی ہوں۔

اے مسلمانو! ہماری مائیں کل بھی عظیم تھیں آج بھی عظیم ہیں مگر آج ہم نے انہیں جہاد کا سبق سنایا ہی نہیں ورنہ وہ ماضی کی ماں سے ایک قدم آگے تو بڑھ جائیں گی پیچھے نہیں ہٹیں گی۔ مگر دعوت جہاد اب پھیکی پڑ چکی ہے منبر و محراب کی گرج دھیمی ہو چکی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دعوت کو ایک رسم نہیں ذمہ داری سمجھ کر ادا کیا جائے اسے ایک پیشہ نہیں بلکہ عبادت کی شان سے ادا کیا جائے اور وہ لوگ دعوت دینے کے لئے آگے بڑھیں جن کی بات سنی اور سمجھی جاتی ہے اور وہ خود بھی جہاد کی لذت سے آشنا اور شوق

شہادت سے سرشار ہوں اور اپنے دل میں اسلام اور مسلمانوں کا درد پیدا کریں۔

یاد رکھئے! جہاد کی دعوت دینا کوئی معمولی عبادت نہیں ہے اس لئے اسے نہ تو غیر اہم سمجھیں اور نہ اس میں سستی کریں جہاد کی دعوت دینا ہمارا کام ہے اس دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ بات سچ ہے کہ جہاد کی دعوت مسلمانوں پر بہت جلد اثر کرتی ہے اور اخلاص کے ساتھ دی گئی یہ دعوت سورج کی شعاعوں کی طرح حیرت ناک انداز سے ہر طرف پھیل جاتی ہے اس باب میں مذکورہ فضائل کو پڑھنے کے بعد جہاد کی دعوت دینے کا عزم کر لیجیے اور اتنی دعوت دیجیے کہ جہاد آپ کی اور آپ جہاد کی پہچان بن جائیں اور ایسے درد سے دعوت دینے کا عزم کر لیجیے کہ کلیجے جل جائیں اور جما ہوا خون دوبارہ جسم میں دوڑنے لگے ایسی مضبوط دعوت دیجیے کہ سرد جذبات میں حرارت پیدا ہو جائے اور ایسے اخلاص سے دعوت دیجیے کہ تصنع اور بناوٹ کا شائبہ تک نہ رہے یہ دعوت بچوں کو بھی سکھائیے تاکہ وہ بھی اسے آگے بڑھا سکیں آج کئی عرب ممالک میں معصوم بچے جمعہ کے دن نماز کے بعد کھڑے ہو کر جہاد کی ایسی موثر دعوت دیتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں اور وہ مجاہدین کی مالی امداد کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔

دعوت کا یہ سلیقہ عورتوں کو بھی سکھائیے کیونکہ اگر ان میں یہ خیر پھیل گئی تو پھر پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوگا۔ جہاد کی دعوت دینے میں بڑے مجمع یا مروجہ رسومات کا خیال تک دل میں نہ آنے دیجیے۔ سننے والے ایک دو ہوں یا لاکھوں۔ لاؤڈ اسپیکر مہیا ہو یا نہ ہو، لوگ رغبت سے سنیں یا بے رغبتی سے دعوت دینے کے لئے جہاز یا ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر جانا پڑے یا پیدل ہر موقع پر والہانہ انداز میں اخلاص کے ساتھ ڈٹ کر دعوت دیجیے اور مسلمانوں کے ایک ایک فرد کو بیدار کردیجیے۔ ایک زمانے میں عیسائیوں کو شکست کا سامنا تھا تو ان کا ایک نیم برہنہ پادری گدھے پر صلیب رکھ کر نکلا تھا اور اس نے پوری عیسائی دنیا کو متحد کر لیا تھا۔ جب ایک باطل پرست عیسائی ایسا کر سکتا ہے تو کیا آج کے اس دور میں جبکہ مسلمانوں کو سانس

سے زیادہ جہاد کی ضرورت ہے، مسلمانوں کے باعمل موثر افراد ہاتھوں میں قرآن مجید لیکر پوری امت مسلمہ کو جگانے کے لئے نہیں نکل سکتے؟

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ہم سب کو دعوت جہاد اور عملی جہاد کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

پانچواں باب

جہاد کی طرف سبقت کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۱) سَابِقُوٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الحدید۔۲۱)

لپکو بندو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف) جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (التوبہ۔۱۰۰)

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۳) وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ. اُولٰٓئِكَ

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ

اَلْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ آگے ہی بڑھنے والے ہیں وہی (اللہ تعالیٰ کے)
مقرب ہیں نعمت کی بہشتوں میں۔ (الواقعہ ۱۰،۱۱،۱۲)

☆عثمان ابن ابو سودہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اَلسّٰبِقُوْنَ اَلسّٰبِقُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں سے پہلے جہاد اور نماز کے لئے نکلتے ہیں۔
(مصنف عبدالرزاق رجالہ رجال الصحیح)

عثمان ابن ابو سودہؒ حضرات تابعین کے آئمہ اور مجاہدین میں سے ہیں اور ان کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ میں ایک لاکھ [سونے کے] دیناروں کے عوض بھی ایک سال جہاد سے ناغہ کو پسند نہیں کرتا۔ (تہذیب الکمال)

☆حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رات کے وقت مجاہدین کے ایک دستے کو روانگی کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم رات ہی کو نکلیں یا صبح تک ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے باغات میں رات گزارو۔ (المستدرک۔ السنن الکبریٰ بیہقی)

☆حسن بن ابو الحسن سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اس میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے سارا لشکر صبح کے وقت روانہ ہو گیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے رک گئے جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا جاؤ فوراً اپنے لشکر میں شامل ہو جاؤ تمہارے ساتھی تم سے جنت جانے میں ایک ماہ کی سبقت لے گئے۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھوں گا اور آپ سے دعائیں لوں گا اس طرح سے میں اپنے ساتھیوں پر [اجر و فضیلت میں] سبقت لے جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بلکہ تیرے ساتھی تجھ سے سبقت لے گئے جاؤ ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ایک شام اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں

سے بہتر ہے اور اسی طرح ایک صبح اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆مسند احمد میں یہ روایت اس طرح سے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے انہوں نے عرض کیا وہ مجھ سے ایک صبح کی سبقت لے گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مشرق و مغرب کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اس سے بھی زیادہ فضیلت انہوں نے تجھ پر پالی ہے۔
(مسند احمد)

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو جہاد کے لئے ایک لشکر میں روانہ فرمایا یہ روانگی جمعہ کے دن تھی چنانچہ لشکر روانہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سوچا کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے لشکر سے جاملوں گا چنانچہ وہ رک گئے جب حضور اکرم ﷺ جمعہ کی نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا اگر تم زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالو تب بھی اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پا سکتے۔ (ترمذی)

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جلد بازی نہ کرنا ہر چیز میں بہتر ہے سوائے تین چیزوں کے [کہ ان میں عجلت اور جلدی بہتر ہے] (۱) جب جہاد کے لئے پکارا جائے تو تم سب سے پہلے نکلنے والے بنو (۲) جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم سب سے پہلے نکلو (۳) جب جنازہ آجائے تو اس میں جلدی کرو۔

ان تین کے علاوہ باقی کاموں میں جلد بازی نہ کرنا بہتر ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین بار دھرائی۔ (شفاء الصدور)

[اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کا ایسا جذبہ اور ولولہ عطا فرمائے کہ ہمارے لئے سب کچھ

چھوڑ چھاڑ کر جہاد میں نکلنا بلکہ سبقت کرنا آسان ہو جائے آمین۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے سب کچھ چھوڑنا آسان ہو گیا تھا لیکن حضور اکرم ﷺ کی جدائی انہیں گوارہ نہیں تھی کیونکہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا تھا اور انہیں حضور اکرم ﷺ سے اس قدر سچا عشق تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف چلائے جانے والے تیروں کو اپنے سینے اور ہاتھوں سے روکتے تھے اور آپ ﷺ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے مگر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو انہیں جہاد کی خاطر آپ کی جدائی بھی سہنی پڑی۔ بہت ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے لئے یہ امتحان بہت مشکل ثابت ہوتا کیونکہ وہ تو رات کے وقت جب آقا سے جدا ہوتے تھے تو انہیں صرف صبح کا انتظار ہوتا تھا کہ کب صبح ہو اور ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر نظروں اور دلوں کی پیاس بجھائیں مگر حضور اکرم ﷺ نے جب ان کے سامنے جہاد کی حقیقت اور اہمیت بیان فرمائی تو ان کے لئے یہ امتحان بھی آسان ہو گیا اور انہوں نے جہاد کی خاطر حضور اکرم ﷺ کی جدائی کو بھی برداشت کیا۔ ایک بار نہیں بار بار انہیں یہ برداشت کرنا پڑا اس دوران اگر کوئی صحابی عشق و محبت سے مغلوب ہو کر حضور اکرم ﷺ کی صحبت کے چند لمحے مزید حاصل کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں تنبیہ فرماتے۔

مذکورہ بالا واقعات میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ہے انہیں موتہ کی طرف روانگی سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی باتوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں شہید ہو جائیں گے چنانچہ وہ اپنی زندگی کا آخری جمعہ حضور اکرم ﷺ کی معیت میں ادا کرنے کے لئے لشکر سے پیچھے رہ گئے اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے لشکر سے جا ملیں گے مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور صبح روانہ ہونے والے لشکر کی فضیلت بیان فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی انہی تعلیمات اور ترغیب کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے جہاد کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور جہاد سے بڑھ کر کوئی چیز

انہیں مرغوب و محبوب نہیں تھی۔

آج بھی اگر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر یقین کریں تو وہ بھی جذبہ جہاد کی نعمت سے سرشار ہو سکتے ہیں۔

چھٹا باب

جہاد میں ایک صبح اور ایک شام لگانے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (التوبہ ۱۲۱)

اور جو کچھ بھی وہ چھوٹا بڑا خرچ کرتے ہیں اور جتنے میدان وہ طے کرتے ہیں یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کا بہتر بدلہ دے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں صبح کے وقت یا شام کے وقت نکلنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی مقدار یا اس کی چابک کی مقدار کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر جنت کی ایک عورت زمین والوں پر جھانک کر دیکھ لے تو جنت اور زمین کے درمیان کو روشنی اور اپنی خوشبو سے بھر دے اور اس کا دوپٹہ دنیا اور اس کے اندر کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری)

[مصنفؒ فرماتے ہیں] الغدوۃ کا معنی ایک بار جانا اور لروحۃ کا معنی ایک بار لوٹنا۔ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ صبح سے زوال تک چلنے کو غدوہ اور زوال سے آخر دن تک چلنے کو روحہ کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہوا جو شخص اتنی دیر جہاد میں رہا اسے یہ ثواب ملے گا اور اسے دوران جہاد گزرنے والی ہر صبح اور ہر شام کا یہی اجر ملے گا حتی کہ راستے میں گزرنے والی صبح شام کا بھی یہی

اجر ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی انسان ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں کا مالک بن جائے تب بھی مجاہد کی ایک صبح یا شام کا اجر و ثواب اس سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی نعمتیں تو بہر حال فانی ہیں۔

قاضیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو دنیا کا تمام مال واسباب دے دیا جائے اور وہ یہ سارا مال اللہ کی اطاعت میں خرچ کر دے تب بھی وہ مجاہد کی ایک صبح یا ایک شام جیسا اجر و ثواب نہیں پا سکتا۔ (شرح نووی علی مسلم)

[مجاہد کی صبح اور شام کی فضیلت کے بارے میں احادیث بخاری، مسلم اور دوسری کتب میں بکثرت موجود ہیں]۔

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے یا حج میں تلبیہ پڑھتے ہوئے شام کرتا ہے تو سورج اس کے گناہوں سمیت غروب ہوتا ہے۔ [یعنی اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں] (الطبرانی، مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے لئے ذمہ دار ہوں جو میرے راستے میں مجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکلے کہ میں یا تو اسے جنت میں داخل کروں گا یا اسے اپنے گھر اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا [حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں] قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوگا وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی حالت میں حاضر ہوگا کہ اس کے خون کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے اگر کچھ مسلمانوں پر شاق نہ گزرتا تو میں

کبھی بھی کسی سریہ سے پیچھے نہ رہتا [بلکہ ہر بار خود جہاد کے لئے نکلتا] لیکن میں [غریب] مسلمانوں کے لئے سواری نہیں پاتا [کہ انہیں ہر بار ساتھ لے جاسکوں] اور وہ خود بھی اس کی وسعت نہیں رکھتے اور انہیں میرے [جہاد میں جانے کے بعد] پیچھے رہ جانا بہت گراں گزرتا ہے [اس لئے ان کی خاطر کبھی کبھار میں خود رک جاتا ہوں اور لشکر روانہ کردیتا ہوں] قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں لڑتا ہوا شہید کردیا جاؤں پھر [دوبارہ زندگی پاکر] لڑوں پھر شہید کیا جاؤں پھر لڑوں پھر شہید کیا جاؤں۔ (مسلم)

☆ بخاری شریف میں حدیث کے آخری الفاظ اس طرح ہیں میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مجاہد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس کے گھر کے دروازے پر پل کی طرح بنادیے جاتے ہیں جب وہ اس پل کو پار کرلیتا ہے [یعنی گھر کے دروازے سے نکل جاتا ہے] تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مچھر کے پر کے برابر بھی باقی نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے چار چیزوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔

(۱) وہ [یعنی اللہ تعالیٰ] اس کے پیچھے اس کے گھر اور مال کی دیکھ بھال فرمائے گا۔

(۲) اسے جس طرح سے بھی موت آئے گی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(۳) اگر اسے واپس لوٹایا تو اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم لوٹائے گا۔

(۴) سورج کے غروب ہوتے ہی اس کے گناہ بھی بخشے جائیں گے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم زمین کا سارا مال واسباب خرچ کرڈالو تب بھی اپنے [صبح روانہ ہونے والے] ساتھیوں کی ایک صبح جتنا اجر نہیں پاسکتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

اس روایت سے بھی مجاہد کی صبح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدان جنگ کی صف میں کھڑا ہونا کسی شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں گزارنا اپنے گھر میں ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (کتاب الترغیب لحافظ ابی حفص وابن عساکر)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعاء کرتے ہوئے سنا اے اللہ میں آپ سے جنت کے اونچے درجات کا سوال کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے پوچھا: دعاء کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میں یہاں ہوں۔ اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ [جنت کے اونچے درجات] کس کے لئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے لئے ہیں جو اپنی صبح یا شام اللہ کے راستے میں گزارتے ہیں۔ (شفاء الصدور حدیث مرسل)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد سے لوٹنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد۔ حاکم)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کو سفر جہاد سے واپسی پر بھی روانگی جیسا اجر ملتا ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے دوران مجاہد جس قدر اپنے گھر والوں سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ اللہ تعالی کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ اس روایت کی تائید ابن عساکر کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ابو قوزہ بیان فرماتے ہیں کہ موسم گرما کا لشکر جہاد کے لئے روانہ ہوا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی باوجود بیماری کے لشکر کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ حرستا [نامی مقام] میں مرنا میرے نزدیک دمشق میں مرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دومہ [نامی مقام] میں مرنا مجھے حرستا میں مرنے سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح سفر جہاد میں جس قدر آگے بڑھ کر اور اپنے وطن سے دور جا کر مروں [وہ مجھے زیادہ محبوب ہے] یہ لشکر چلتا رہا یہاں تک کہ جب حمص [نامی مقام] پر پہنچا تو حضرت کعب انتقال فرما گئے ہم نے انہیں حمص ہی میں زیتون کے درختوں کے درمیان دفن کر دیا مگر لشکر [جہاد کرتے ہوئے] آگے بڑھتا رہا اور تب واپس لوٹا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔

☆ ایسا ہی واقعہ عبداللہ بن محیریز اپنے والد حضرت محیریز [ابن جنادہ بن وہب الجمعی] کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ لشکر میں بیمار ہو گئے تو مجھے فرمانے لگے اے بیٹے مجھے اٹھا کر کسی نہ کسی طرح رومیوں کی سرزمین تک لے چلو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے وہیں پر موت آئے۔ چنانچہ میں انہیں اٹھا کر چلتا رہا یہاں تک کہ حمص میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو مجھے فکر ہوئی کہ جنازہ کون پڑھے گا اچانک میں نے صفوں کی صفیں ان کا جنازہ پڑھتے دیکھیں جنہیں میں پہچانتا تک نہیں تھا۔

☆ عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ قادسیہ کی لڑائی کے دن ایک مجاہد کی آنتیں [کٹ کر] بکھری پڑی تھیں ایک اور مجاہد ان کے پاس سے گزرے تو زخمی مجاہد نے کہا مجھے

اپنے ساتھ چپٹا لو شاید میں اللہ کے راستے میں ایک دو نیزوں کی مقدار اور آگے بڑھ سکوں۔ چنانچہ پھر وہ ان کے ساتھ چمٹ کر ایک دو نیزے کی مقدار آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ (کتاب الجہاد ابن مبارکؒ)

☆ ابو ظبیان الکوفی فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی لڑائی سے واپس آنے والے مجاہدین نے مجھے بتایا کہ جب ہم جنگ ختم کر چکے تھے اور دشمن ہمیں دیکھ رہا تھا اس وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آ پہنچا۔ انہوں نے لشکر والوں سے فرمایا جب میرا انتقال ہو جائے تو تم دشمن کی طرف سوار ہو کر بڑھتا پھر جہاں تمہیں دشمن روک دے اور آگے نہ بڑھنے دے تو وہاں قبر کھود کر مجھے دفن کر دینا۔ پھر گھوڑے اور آدمی دوڑا کر قبر کو برابر کر دینا تاکہ وہ پہچانی نہ جا سکے۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ سعید بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانیؒ روم کی سرزمین میں (دوران جہاد) بسر نامی گرم پانی کے چشمے پر انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا۔ انہوں نے انتقال سے پہلے (امیر لشکر) بسر بن ارطاۃ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ اس لشکر میں جتنے مسلمانوں کا انتقال ہوا ہے آپ مجھے ان کا امیر بنا دیجئے اور ان کے لئے مجھے ایک جھنڈا بھی دے دیجئے اور مجھے دشمن کے دور دراز علاقے میں دفن کیجئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن ان [شہداء] کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ (ابن عساکر)

[سبحان اللہ ان حضرات کے کیا عظیم جذبات تھے۔ دراصل یہ حضرات جہاد کی عظمت اور حقیقت کو پہچانتے تھے اور ان کے پیش نظر صرف آخرت کی زندگی تھی اور وہ جانتے تھے کہ آخرت کی زندگی میں جہاد کے صبح شام کس قدر فائدہ دینے والے ہیں۔ چنانچہ وہ جہاد میں گزاری ہوئی ہزاروں صبحیں اور ہزاروں شامیں اپنے ساتھ لیکر اس دنیا سے چلے گئے اور کامیاب ہو گئے۔

آج ہمیں بھی غور کرنا چاہیے کہ ہمارے دامن میں کتنی صبحیں اور کتنی شامیں ایسی ہیں جو ہم نے جہاد میں گزاری ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کی قدر و قیمت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین]

ساتواں باب

اللہ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

حضرت ابو عبس جن کا نام عبد الرحمن بن جبر رضی اللہ عنہ ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ (بخاری)

[یہ حدیث شریف اسی مفہوم کے ساتھ حدیث کی مختلف کتابوں میں کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہے مصنفؒ نے ان میں سے کئی روایات ذکر فرمائی ہیں ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا ایک روایت کو ذکر کیا ہے]

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کسی بندے کے پیٹ میں اپنے راستے [جہاد] کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں فرمائے گا اور جس شخص کے پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کو اس سے تیز رفتار گھڑ سوار کے ایک ہزار سال تک دوڑنے کی مسافت جتنا دور فرمائے گا اور جس شخص کو اللہ کے راستے میں کوئی زخم لگے گا اللہ تعالیٰ اس پر شہداء کی مہر لگا دیں گے اور اسکے لئے قیامت کے دن ایک [خاص] نور ہو گا اس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہو گی اسی کے ذریعے اولین اور آخرین اسے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں اتنی دیر لڑا جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دودھ واپس آجاتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (مسند احمد)

☆ عمرو بن قیس الکندیؒ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے جہاد سے واپسی پر میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو جمع ہو جاؤ [جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا] میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے پورے جسم کو آگ پر حرام فرمادے گا۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

گرمیوں کے جہاد سے مراد رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی لڑائی ہے چونکہ مسلمان سردیوں کی شدت اور برف باری کی وجہ سے رومیوں کے ساتھ گرمیوں میں جہاد کے لئے نکلتے تھے اس لئے اس لڑائی کا نام صائفہ یعنی گرمیوں کی جنگ پڑ گیا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کے پاؤں حج میں جہاد میں یا اسلامی سرحدوں یا لشکروں کی پہرے داری میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ اس کے خون اور گوشت کو آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔

(ابن عساکر۔ کتاب الاجتہاد فی فضل الجہاد سلطان نورالدین زنگی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [جنت کی] خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو پراگندہ بال اور غبار آلود قدموں کے ساتھ اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو۔ (بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے [یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا محال ہے اسی طرح اس شخص کا دوزخ میں داخلہ بھی] اور کسی مسلمان کی ناک میں اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی بھی جمع نہیں ہوگا۔ (ترمذی۔ نسائی۔ المستدرک)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: کسی مرد مسلمان کے دل میں بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے اور نہ کسی مسلمان کے پیٹ میں اللہ کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع ہو سکتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کیا آپ کی بخشش اس علم کی بدولت ہوئی ہے جو آپ نے لوگوں میں پھیلایا ہے ارشاد فرمایا نہیں۔ بلکہ اللہ کے راستے کا جو غبار میرے حلق میں گیا تھا اس کی وجہ سے میری بخشش ہوئی۔

☆ ابوالمصبح المقرائی فرماتے ہیں کہ ہمارا لشکر حضرت مالک بن عبداللہ خثعمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں کی طرف جارہا تھا۔ امیر لشکر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ اپنے خچر سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے جارہے ہیں حضرت مالک نے انہیں کہا کہ اللہ نے آپ کو سواری دی ہے اس پر سوار ہو جائیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی سواری کو راحت دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے مستغنی ہوں اور میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا۔ حضرت مالک وہاں سے چل کر ایسی جگہ آئے جہاں سے ان کی آواز پورا لشکر سن سکتا تھا انہوں نے وہاں سے بلند آواز میں [لوگوں کو سنانے کے لئے] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پھر فرمایا اے ابوعبداللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے آپ اس پر سوار ہو جائیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر لشکر پورے لشکر کو [غبار کی فضیلت والی] حدیث سنوانا چاہتے ہیں چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا جواب دیا اور حدیث شریف بھی سنائی۔ لوگوں نے جب یہ حدیث سنی تو سواریوں سے کود کر اتر گئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو کبھی اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ بخاری)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے قدم دن کی ایک گھڑی اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے تو وہ دونوں قدم آگ پر حرام ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ربیع بن زیادؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ [ایک لشکر لے کر] تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک قریشی نوجوان کو راستے سے ہٹ کر چلتے دیکھا آپ ﷺ نے پوچھا کیا یہ فلاں نوجوان نہیں ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یہ وہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں غبار کو پسند نہیں کرتا آپ ﷺ نے فرمایا [اے نوجوان] اس غبار سے نہ بچو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تو جنت کا عطر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مراسیل ابی داؤد)

☆حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ایک شام اللہ کے راستے میں چلا تو اسے قیامت کے دن اتنا مشک ملے گا جتنا اسے [اس راستے کا] غبار پہنچے گا۔ (الطبرانی)

☆حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے کے غبار سے بچنے کے لئے ڈھاٹا (یعنی منہ پر کپڑا) نہ باندھو کیونکہ اللہ کے راستے کا غبار تو جنت کی مشک کی خوشبو ہے۔ (ابن عساکر)

☆حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے کا غبار قیامت کے دن چہروں کو منور [سفید اور چمکدار] بنانے کا ذریعہ ہوگا۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ چہرے چمکدار ہنستے خوشیاں منانے والے ہوں گے اور کچھ چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے جن پر ذلت اور سیاہی چھائی ہوئی

ہوگی تو جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار اپنے چہرے پر لے گا وہ قیامت کے دن کے غبار سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے چہرے پر سفیدی چمک اور خوشی کے آثار بھی عطاء فرمادے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سفر میں اپنی سواری سے اتر کر [اپنی باری میں] پیدل چلے گا اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (شفاء الصدور)

[سفر جہاد میں بعض اوقات سواریاں کم ہوتی ہیں اور مجاہدین زیادہ۔ تب مجاہدین باری باری سوار ہوتے ہیں اور باری باری پیدل چلتے ہیں مذکورہ بالا حدیث میں اسی کی فضیلت کا بیان ہے]۔

☆قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سالم بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامان جہاد تیار کرو میں اب گھر میں ایک رات بھی نہیں رکوں گا کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آسمان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اسے کھٹکھٹایا۔ وہاں سے پوچھا گیا کون؟ میں نے کہا سالم بن عبداللہ۔ وہاں سے جواب ملا یہ دروازہ ایسے شخص کے لئے کس طرح سے کھولا جائے جس کے پاؤں جہاد میں کسی دن یا رات میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ راوی کہتے ہیں حضرت سالم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ (شفاء الصدور)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اونٹ میں [سواری کے] حصے دار تھے جب حضور اکرم ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں حضرات عرض کرتے اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے حصے کا پیدل چل لیں گے۔ [آپ سواری پر تشریف رکھیں]

حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا: تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور نہ

میں تم دونوں کی بنسبت اجر و ثواب کمانے سے زیادہ مستغنی ہوں۔ (المستدرک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چند باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ سمجھائی گئی ہیں۔

(۱) اللہ کے راستے میں پیدل چلنا اجر و ثواب کا باعث ہے۔

(۲) امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی راحت کے لئے خصوصی مراعات حاصل نہ کرے بلکہ اپنے مامورین کے ساتھ ہر طرح کی تکلیف و مشقت میں برابر کا شریک رہے۔

(۳) مروت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شریک سفر رفقاء کے درمیان اپنے لئے کوئی خصوصی فائدہ حاصل نہ کرے۔

(۴) رفقاء کو چاہئے کہ اپنے سے افضل افراد کے لئے ایثار و قربانی کا معاملہ کریں [جیسا کہ حضرت ابو لبابہؓ اور حضرت علیؓ کی پیش کش سے معلوم ہوتا ہے]

(۵) حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق سے افضل ترین ہونے کے باوجود تواضع کو پسند فرماتے تھے۔

[ایک مسلمان کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ اسے قیامت کے دن دوزخ کی آگ اور اس کے خوفناک دھویں سے نجات مل جائے ہم نے اس باب میں جتنی بھی احادیث اور روایات پڑھی ہیں یہ سب ہمارے ہی لئے ہیں۔ آج اگر مسلمان ان احادیث پر یقین نہیں کریں گے اور نجات کے ان راستوں کو اختیار نہیں کریں گے تو کل کوئی پوچھ سکتا ہے کہ آخر یہ فضائل کس کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ کے راستے کا غبار ہر اس آدمی کو آسانی سے نصیب ہو سکتا ہے جو جہاد کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ بظاہر آسان اور سستی نظر آنے والی یہ نعمت کتنی بڑی ہے کہ اس کی بدولت قیامت کے دن کے غبار اور گرمی سے نجات ملے گی اور دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ اگر مسلمان تھوڑا سا غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے راستے کے اسی غبار میں ان کی عظمت رفتہ کے قابل رشک مینار چھپے ہوئے ہیں اور

اسی مٹی میں ان کی عزت اور نجات کے راز پوشیدہ ہیں ہمارے اسلاف اسی مٹی کو چھانکتے رہے۔ اسی میں جیتے رہے اور اسی میں مرتے رہے اور دنیا ان کے قدموں پر گرتی رہی اور بادشاہتیں ان کی چوکھٹوں پر جڑیں دیکر زندگی کے سانس لیتی رہیں اسلاف میں سے ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جو اللہ کے راستے کی مٹی اپنے کپڑوں پر سے جمع کرتے رہے اور بالآخر وہی مٹی ان کی قبر بنی۔ یقیناً انہیں اسی مٹی میں بہت کچھ نظر آ رہا تھا اور انہوں نے اس مٹی کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت و منزلت کو پہچان لیا تھا چنانچہ انہوں نے اس مٹی کو بھی پا لیا اور اس مٹی کے اندر چھپے ہوئے دنیوی اور اخروی خزانے بھی لوٹ لئے مگر آج ہم اس مبارک غبار سے محروم ہو کر ذلت کی مٹی چاٹ رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کے قدموں میں گر کر روزی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

اے مسلمانو اللہ کے راستے کے غبار کی عظمت کو سمجھنے کی کوشش کرو اور پھر اسے پانے کے لئے خوب محنت کرو۔ تمہیں انشاء اللہ وہ سب کچھ مل جائے گا جس کی تمہیں اس دنیا میں اور پھر مرنے کے بعد ضرورت ہے۔ یاد رکھو اگر تمہارے قدم اس غبار کو پانے میں کامیاب ہو گئے تو یقین کر و دنیا کا کفر تمہارے انہیں قدموں کے نیچے دم توڑے گا۔

یا اللہ ہم سب کو اپنے راستے کے غبار کی حقیقت سمجھا دے اور اس غبار کا کچھ حصہ عطاء فرما کر اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے امت مسلمہ کا مقدر بنا دے اور دوزخ کی آگ کو ہم سب پر حرام فرما دے۔ آمین]

آٹھواں باب

بحری جہاد کی افضلیت کا بیان

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ، حضرت ام حرام بنت ملحان کے گھر جایا کرتے تھے وہ آپ کو کھلایا پلایا کرتی تھیں [کیونکہ وہ آپ ﷺ کی رضاعی خالہ ہونے کی وجہ سے محرم تھیں] حضرت ام حرام حضرت عبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں ایک بار حضور اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور پھر آپ ﷺ کے سر مبارک کی صفائی کرنے لگیں۔ حضور اکرم ﷺ کو نیند آ گئی پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرامؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول آپ کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سمندر میں اس طرح سے سوار ہو کر جہاد کریں گے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں۔ ام حرامؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعاء فرما دی پھر آپ نے سر مبارک [بستر پر] رکھا اور سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول کس [چیز کی خوشی] نے آپ کو ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے پہلے جیسی بات فرمائی کہ مجھے میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ ام حرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے لئے دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا تم تو پہلے [لشکر] والوں میں سے ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بحری جہاد میں تشریف لے گئیں مگر سمندر سے نکلنے کے بعد

اپنی سواری سے گر کر انتقال فرما گئیں۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے اس پہلے لشکر کے لئے جنت واجب ہو گئی جو سمندر میں جہاد کریں گے۔ حضرت ام حرامؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول [کیا] میں ان میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا [ہاں] تم ان میں سے ہو۔ وہ فرماتی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے اس لشکر کے لئے جنت واجب ہو گئی جو قیصر [روم] کے شہر پر حملہ آور ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول [کیا] میں ان میں سے ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں۔ (بخاری)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سمندر میں سب سے پہلے جہاد کا آغاز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فرمایا۔ یہی علامہ فریابی وغیرہ کی تحقیق ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ قبرص میں جہاد کے لئے مامور ہوئے تو ان کی اہلیہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ وہاں پر وہ اپنے خچر سے گر کر انتقال فرما گئیں۔ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ قبرص کے لوگ ان کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعاء کیا کرتے تھے۔ پھر امیر المومنین سلیمان بن عبد الملک نے حضرت مسلمہ بن عبد الملک کو قسطنطنیہ پر حملے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے ایک بہت بڑا بری اور بحری لشکر تیار فرمایا اہل شام اور اہل جزیرہ میں سے ایک لاکھ بیس ہزار کا بری لشکر ساتھ ہوا جبکہ مصر اور مغرب والوں نے ایک ہزار کشتیوں کا بحری بیڑہ عمر بن ہبیرہ کی کمان میں روانہ کیا۔ مسلمہ بن عبد الملک کی قیادت میں اس لشکر نے قسطنطنیہ کا تیس ماہ تک محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ اہل لشکر بھوک سے تنگ آ کر مردار اور ناپاک چیزیں کھانے پر مجبور ہو گئے حالانکہ مجاہدین کی چھاؤنی میں گندم کے ڈھیر پہاڑ کی طرح بلند تھے مگر انہیں اس لئے رکھ دیا گیا تھا تاکہ رومی خوفزدہ رہیں اور یہ سمجھیں کہ اسلامی لشکر کے پاس وافر مقدار میں سامان

خورد و نوش موجود ہے جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی [یعنی اس حملے میں قسطنطنیہ فتح نہیں ہوا اس کی فتح بہت عرصے کے بعد ہوئی]

اے اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ خشکی پر جہاد کرنے کی بنسبت سمندر میں جہاد کرنے کے زیادہ فضائل ہیں ان میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ سمندر میں ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ایک حج جس نے حج [فرض] ادا نہ کیا ہو [جہاد کی] دس لڑائیوں سے بہتر ہے اور اس شخص کا ایک لڑائی میں حصہ لینا جس نے حج [فرض] ادا کر لیا ہو۔ دس حج کرنے سے بہتر ہے اور سمندر کی ایک لڑائی خشکی کی دس لڑائیوں سے افضل ہے اور جس نے سمندر کو عبور کیا گویا کہ اس نے تمام وادیوں کو عبور کر لیا [یعنی تمام وادیاں عبور کرنے کا اجر پالیا] اور سمندر میں [جہاد کے دوران] قے کرنے والا [اجر میں] خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ (مجمع الزوائد۔ السنن الکبریٰ۔ المستدرک)

[اس مضمون کی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے]

☆ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں جسے چکر اور قے آجائے اسے ایک شہید کا اجر ملتا ہے اور جو اس میں ڈوب جائے اسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میں مرد ہوتی تو پھر صرف سمندر ہی میں جہاد کرتی رہتی۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جسے سمندر میں قے آجائے [اجر و ثواب میں] خشکی پر اپنے خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ (کتاب السنن)

سمندری جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں شہید ہونے والے بری جہاد

کے شہداء سے افضل ہیں۔ مصنف فرماتے ہیں کہ جب سمندر میں چکر اور قے آنے پر بری شہید کے برابر اجر ملتا ہے تو پھر سمندر میں شہید ہونے والے کا کیا ہی اونچا مقام ہوگا؟

☆ حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کے شہداء خشکی کے شہداء سے اللہ کے نزدیک زیادہ افضل ہیں۔

(الطبرانی فی الکبیر۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے۔ سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد کرنے والے پر کئی فضیلتیں ہیں:

(۱) جب وہ اپنا پاؤں سمندر میں [کسی سواری پر] اللہ سے اجر کی امید میں رکھتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں پھر اگر وہ قتل کر دیا جاتا ہے یا ڈوب جاتا ہے تو اسے دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔

(۲) اور جب سے وہ سمندر میں سوار ہوتا ہے اس وقت سے لوٹنے تک اسے گردن کٹوانے والے خون میں لت پت شہید کا اجر ملتا رہتا ہے۔

(۳) اور سمندر میں ایک دن خشکی کے ایک مہینے سے اور اس کا ایک مہینہ خشکی کے ایک سال سے [اجر میں بہتر ہے]۔ (کتاب السنن درجالہ رجال الصحیح)

سمندری جہاد میں شرکت کرنے والے کے لئے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ روایات میں اسے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کرنے والوں جیسا بتایا گیا ہے۔

☆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میرے ساتھ جہاد کرنے سے محروم رہا اسے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے۔ (الطبرانی فی الاوسط۔ مجمع الزوائد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر میں ایک بار جہاد کرنا میرے ساتھ پچاس بار جہاد کرنے جیسا ہے اور جس نے سمندر میں جہاد کیا پھر واپس اس [سمندری جہاد] کی

طرف لوٹ کر آیا وہ اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہنے والے جیسا ہے۔ (ابن عساکر وهذا مرسل غریب)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سمندر میں اللہ کے راستے کی ایک لڑائی میں حصہ لیا .... اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے میں ہے ..... تو اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حق ادا کر دیا اور اس نے جنت کو ہر طریقے سے پالیا اور دوزخ سے ہر طریقے سے بچ گیا۔ (ابن عساکر)

سمندر میں جہاد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ روایات میں آیا ہے کہ سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی میں جہاد والے پر وہی فضیلت حاصل ہے جو خشکی میں جہاد کرنے والے کو گھر پر بیٹھنے والے پر حاصل ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سمندر میں جہاد کرنے والے کو خشکی پر جہاد کرنے والے پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی خشکی میں جہاد کرنے والے کو اپنے اہل و مال میں بیٹھنے والے پر۔ (الطبرانی۔ سنن الکبیر)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کی فضیلت اور مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو خود قبض فرماتا ہے جبکہ دوسرے شہداء کی ارواح ملک الموت قبض کرتے ہیں۔

☆ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے روحوں کو قبض کرنے کے لئے موت کے فرشتے کو مقرر فرمایا ہے مگر سمندر کے شہداء کی ارواح کو وہ خود قبض فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خشکی پر شہید ہونے والے مجاہد کے سارے گناہ بخش دیتا ہے سوائے قرض کے جبکہ سمندر کے شہید کے قرضے سمیت سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ۔ ضعیف)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کے ایک دن کا اجر خشکی پر جہاد کرنے والوں کے ایک مہینے کے اجر جیسا ہے۔ اس بارے میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میرے ساتھ [مل کر] جہاد کیا ہوا سے چاہئے کہ سمندر میں جہاد کرے۔ بے شک سمندر کے ایک دن کا اجر خشکی کے ایک ماہ کے اجر جیسا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

سمندر میں جہاد کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل شہداء وہ ہیں جن کی سواریاں سمندر میں الٹ جاتی ہیں اور وہ ڈوب جاتے ہیں اس بارے میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کی روایت گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سمندر میں ڈوبنے والے کو دو شہیدوں کا اجر ملتا ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شہداء اصحاب الاکف ہیں عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول اصحاب الاکف کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ جن کی سواریاں سمندر میں ان پر الٹ جاتی ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ کا کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے [خواب میں] اپنی امت کے کچھ لوگوں کو سمندر میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ ان لوگوں کو قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ غم میں نہیں ڈالے گی۔ (شفاء الصدور۔ ابن ماجہ)

ایک صحیح حدیث سے جو آگے آنے والی ہے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جہاد میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کرے گا اسے قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے امن نصیب ہو

جائے گا چونکہ سمندر کا غازی زیادہ افضل ہے اس لئے وہ اس فضیلت کا زیادہ مستحق ہے۔

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک فضیلت یہ ہے کہ روایات کے مطابق انہیں ہر دو موجوں پر اللہ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کرنے کا اجر ملتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سمندر میں جہاد کے لئے سوار ہوا اسے ہر دو موجوں کے درمیان اتنا اجر ملے گا گویا کہ اس نے اللہ کی فرمانبرداری میں پوری دنیا طے کرلی ہو۔ (شفاء الصدور)

سمندر میں جہاد کرنے والوں کی ایک اور فضیلت کا بیان ذیل کی روایت میں ہے۔

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنا ایک قدم [جہاد کے لئے] کشتی میں رکھتا ہے تو اس کے سارے گناہ اس کے پیچھے رہ جاتے ہیں اور وہ ایسے [پاک] ہو جاتا ہے جیسے پیدا ہوتے وقت [گناہوں سے] پاک تھا اور سمندر میں جسے چکر اور قے آئیں وہ دوران جہاد خون میں لت پت ہونے والے جیسا ہے۔ اور اس میں صبر کرنے والا اس بادشاہ کی طرح ہے جس کے سر پر تاج ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور باسناد جید موقوفا)

حی المعافریؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے ساتھ اسکندریہ کے مینار کے پاس بیٹھے تھے اس وقت [مجاہدین کی] کچھ کشتیاں دشمن کی طرف روانہ ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمہ ان لوگوں کے گناہ کہاں ہیں؟ مسلمہ نے عرض کیا ان کے گناہ انہیں کی گردنوں پر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان کے گناہ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں سوائے قرض کے۔ (الا وسط لامام ابو بکر بن المنذر)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمندر کے مجاہدین پر چند مقامات پر [خوشی اور رضا سے] ہنستا ہے:

(۱) جب وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کشتی میں آکر بیٹھتا ہے۔ (۲) جب اسے

کشتی میں چکر آتے ہیں (۳) جب وہ خشکی کی طرف آتا ہے اور خشکی کو دیکھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موقوفا باسناد جید)

سمندر کے جہاد کی ایک اور فضیلت کا بیان اس حدیث میں ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سمندر کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے کہ وہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ شہد پی رہا ہے اور خشکی کے شہید کو شہادت کے وقت ایسا لگتا ہے جیسے چیونٹی نے کاٹا ہو۔ (شفاء الصدور)

☆ یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ سمندر کا شہید اپنے ستر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ اس کے پڑوسی قیامت کے دن آپس میں جھگڑیں گے اور ان میں سے ہر ایک زیادہ قریبی پڑوسی ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سمندر میں جہاد کرنا اللہ کے راستے میں مقبول سونے کا ڈھیر خرچ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ مصنف ابن ابی شیبہ)

خیثمہؒ فرماتے ہیں کہ طرابلس میں عاصم نامی ایک شخص رہتے تھے ان کے انتقال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی وسیع رحمت اور بلند جنتوں میں ہوں۔ میں نے پوچھا کس عمل کی بدولت۔ فرمایا سمندر میں زیادہ جہاد کی وجہ سے۔

قاضی ابو بکر ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا یقین اور توکل اور اعتماد اللہ تعالیٰ پر بڑھ جائے اور اس کا دل گواہی دینے لگے کہ سب کچھ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی بے وقعتی اس کے سامنے آجائے تو اسے چاہئے کہ سمندر میں [جہاد کے لئے] سوار ہو۔

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ سمندر میں جہاد کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ

سمندری سفر خطرات اور مشقتوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس میں جہاد کرنے والے کو دشمن کے ساتھ ساتھ سمندر میں ڈوبنے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اور وہ جنگ سے اکیلا بھاگ بھی نہیں سکتا۔ (المغنی لابن قدامہ)

مصنف فرماتے ہیں کہ احادیث میں سمندری جہاد کی فضیلت کے بیان کے بعد اب اس میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سمندر میں سکون کی حالت میں جہاد اور حج کے لئے سفر جائز ہے لیکن اگر سمندر میں طوفان ہو اور سلامتی کا امکان نہ ہو تو پھر یہ سفر جائز نہیں رہتا۔

☆ ابو عمران الجونی فرماتے ہیں کہ ہم فارس میں تھے اور زہیر بن عبداللہ ہمارے امیر تھے انہوں نے ایک شخص کو ایسی چھت پر [سوئے ہوئے] دیکھا جس کے ارد گرد کوئی دیوار نہیں تھی انہوں نے مجھے فرمایا کیا آپ نے اس بارے میں کوئی روایت سنی ہے میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسی چھت پر رات گزاری جس پر کوئی دیوار یا آڑ نہ ہو تو میں ایسے شخص سے بری الذمہ ہوں اور جو شخص سمندر میں طوفان کے وقت سوار ہوا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (رواہ احمد فی المسند مرفوعا و موقوفا)

فصل

مجاہد کے سمندر کی طرف دیکھنے اور تکبیر کہنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص سمندر میں جہاد اجر و ثواب اور مسلمانوں کے دفاع کی نیت سے [سواری پر] بیٹھا تو اللہ تعالیٰ سمندر کے ہر قطرے کے بدلے اسے ایک نیکی عطا فرماتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صبح

سویرے خیبر پر حملہ کیا اور وہ لوگ [اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لئے] کدالیں لے کر نکل رہے تھے جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا تو دوڑتے ہوئے اپنے قلعوں میں چلے گئے اور کہنے لگے محمد اور ان کا لشکر آگیا حضور اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا خیبر تباہ و برباد ہو گیا ہے بے شک جب ہم کسی قوم پر چڑھائی کرتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آوازوں پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں (۱) اذان (۲) جہاد میں تکبیر [یعنی اللہ اکبر] کہنا۔ (۳) حج کے [تلبیہ [لبیک کہنے میں] آواز کو بلند کرنا (ابن عساکر)

حکایت! حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک قبر پر سے گزرے اس قبر والے پر عذاب ہو رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اتنا سخت عذاب دیکھا تو انہیں ترس آیا اسی دوران اچانک اس قبر پر رحمت نازل ہونے لگی اور قبر نور سے بھر گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قبر والے سے فرمایا کہ تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا چنانچہ وہ زندہ ہو گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پورا ماجرا پوچھا تو وہ کہنے لگا میرا ایک بھائی اللہ کے راستے میں پہرے داری میں مصروف ہے اس نے میری طرف سے [جہاد میں] ایک بار اللہ اکبر کہا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھے عذاب سے نکال دیا۔

حکایت! ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میرا ایک بھتیجا تھا جو گناہ گار تھا ایک بار وہ بیمار ہو گیا تو اس نے مجھے رات کو ملاقات کے لئے بلوایا میں جب اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ دو کالے فرشتے اس کے قریب آ چکے ہیں یہ دیکھ کر میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور کہا میرا بھتیجا تباہ ہو گیا۔ اچانک دو سفید فرشتوں نے روشن دان سے جھانک کر دیکھا اور ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم اس [مریض] کے پاس جاؤ۔ جب وہ فرشتہ اترا تو کالے فرشتے ایک طرف ہٹ گئے اس سفید فرشتے نے آکر پہلے اس کا منہ سونگھا اور کہنے لگا میں اس میں

ذکر اللہ نہیں پاتا۔ پھر اس نے پیٹ سونگھا اور کہنے لگا میں اس میں روزے نہیں پاتا۔ پھر اس کے دونوں پاؤں سونگھے اور کہنے لگا میں اس میں نماز نہیں پاتا پھر وہ واپس لوٹا اور اس کی زبان کو سونگھا اور کہنے لگا اللہ اکبر میں نے اس کی زبان میں پایا ہے کہ اس نے انطاکیہ میں اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں ایک بار اللہ اکبر کہا تھا۔ چنانچہ اسی فرشتے نے اس کی روح نکال لی اور گھر میں مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ (ابو عبد الرحمن السلمی فی کتاب الحقائق فی الرقائق)

فائدہ: حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے لئے سمندر میں ڈوبنے سے امان یہ ہے کہ وہ یہ [آیات] پڑھ لیا کریں۔

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ھود۔۴۱)

(۲) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (الزمر۔۶۷)

[حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندری لڑائیوں کی پیشین گوئی اور سمندری جہاد کی فضیلت اس وقت بیان فرمائی تھی جب مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور پوری دنیا کے سمندر کافروں کے قبضے میں تھے۔ لیکن حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ کے ان مبارک فرمانوں کو اپنے سینوں میں بسالیا تھا چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مبارک زمانے میں مسلمان غازیوں نے سمندروں پر کمند ڈالی اور پھر سمندر بھی ان کے قدموں تلے سمٹتے چلے گئے۔ اور سمندر کے شور پر تکبیر کے نعرے غالب آنے لگے۔ حضور اکرم ﷺ کو معلوم تھا کہ سمندروں پر قبضہ کئے بغیر دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند نہیں کیا جا سکتا اور نہ سمندروں میں امن قائم کئے بغیر انسانیت کو وافر روزی مل سکتی ہے اور نہ سمندری خزانوں کے بغیر کوئی مضبوط اور عالمگیر حکومت چل سکتی ہے ان تمام حالات کو

مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے سمندری جہاد کے اس قدر فضائل بیان فرمائے اور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد اسلاف امت نے ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے ایسی بے مثال قربانیاں دیں اور ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ سمندر کا سینہ ان کے لئے کھلتا چلا گیا اور سمندر نے اپنے خزانے ان کے قدموں پر ڈال دیئے اور اللہ کے ان بندوں نے زمین کی طرح سمندروں میں بھی امن قائم کیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی انہوں نے بلند مقامات حاصل کئے اور وہ تمام فضائل ان کا مقدر بنے جو حضور اکرم ﷺ نے سمندر کے غازیوں کے لئے بیان فرمائے ہیں۔ مگر پھر جب مسلمانوں سے خلافت کا تاج چھین لیا گیا اور بداعمالیوں اور دشمنوں کی سازشوں نے مسلمانوں کو جہاد سے محروم کر دیا اور مسلمان ایک امت کی طرح رہنے کی بجائے قوموں، قبیلوں اور زبانوں میں بٹ کر رہ گئے تو خشکی کی طرح سمندر سے بھی ان کا رعب اور دبدبہ اٹھ گیا۔ چنانچہ آج دنیا کے تمام گرم سمندر امریکی، برطانوی، فرانسیسی، اسرائیلی بحری بیڑوں اور آبدوزوں کی دسترس میں ہیں۔ سمندر کا جو علاقہ مسلمانوں کے پاس ہے وہ بھی محفوظ نہیں ہے بلکہ اس کے سینے پر بھی صلیب کا خنجر گاڑا جا چکا ہے۔ سمندری جہاد کے فضائل تو مسلمانوں کی کتابوں میں ہیں مگر سمندر سے میزائل بھی مسلمانوں پر داغے جا رہے ہیں۔ امریکی جہاز ان سمندروں میں نہایت امن کے ساتھ بدامنی پھیلاتے پھر رہے ہیں اور جب چاہتے ہیں افغانستان، سوڈان، عراق اور مسلمانوں کے دوسرے علاقوں پر میزائل داغتے ہیں۔ اور انہیں اب یہ خطرہ نہیں ہے کہ محمد شاہ فاتح کی طرح کوئی مسلمان خشکی پر اپنا بحری بیڑہ چلاتا ہوا سمندروں میں اترے گا اور قسطنطین کی باقیات کو ان سمندروں میں غرق کر دے گا۔ کیونکہ محمد شاہ فاتح تو انتقال کر چکے ہیں اور اب مسلمانوں کا اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو نہ اسلام کو جانتے ہیں اور نہ جہاد کو پہچانتے ہیں وہ اللہ کی بجائے راتوں کو چھپ کر کافروں کو سجدے کرتے ہیں اور سمندروں میں جہاد تو درکنار مسلمانوں کے سمندر کافروں کو بیچتے جا رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

آج بھی حضور اکرم ﷺ کے بیان فرمودہ سمندری جہاد کے فضائل مسلمانوں کو ترقی، نجات اور کامیابی کا راستہ بتا رہے ہیں۔ آج اگرچہ سمندر میں جہاد ہمارے لئے کافی مشکل ہو چکا ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ جہاد آسان کب تھا؟ حضرات صحابہ کرامؓ تو صحراؤں کے باسی تھے مگر وہ ان فضائل اور ان کے پیچھے چھپی ہوئی کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی مبارک باتوں پر یقین کرتے ہوئے سمندروں میں کود پڑے تو آسمان سے فوراً نصرت نازل ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری دنیا کے بحر و بر پر چھا گئے۔ آج اگر سمندروں میں بڑے بڑے بحری بیڑے پھر رہے ہیں تو حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بھی رومیوں کے بحری بیڑے چھوٹے اور کمزور نہیں تھے۔ بلکہ تلواروں کے اس دور کی بجائے بارود کے اس دور میں مسلمانوں کے لئے زیادہ سہولت موجود ہے کیونکہ آج سمندر میں چلنے والا ہر بحری بیڑہ، بحری جہاز اور آبدوز یں اپنا تباہی کا سامان اپنے اوپر لاد کر نکلتی ہیں۔ بس ضرورت تو جانبازی اور سرفروشی کی ہے آج مسلمانوں کو سمندر کی کالی نیلی خوفناک لہروں کی بجائے سمندر میں شہادت کی لذت کو سوچنا چاہئے۔ کیونکہ ہم نے پڑھ لیا ہے کہ سمندر میں شہید ہونے والے کو روح نکلتے وقت ایسا مزہ آتا ہے جیسے ٹھنڈے پانی کے ساتھ شہد پینے کا۔

اے حرم پاک کی حرمت کے محافظو! اے مدینہ منورہ کی فضاؤں سے عشق کے دعوے کرنے والو! اے حجر اسود اور گنبد خضراء پر مر مٹنے والو! آج حجاز کے سمندروں کو پھر مجاہدین کی ضرورت ہے۔ ایسے مجاہدین کی جو ان سمندروں کو دشمنوں کی ناپاک طاقت اور ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سمندر اور خشکی پر اپنے پیارے دین کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نواں باب

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۱) مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً۔ (البقرہ ۲۴۵)

کون شخص ایسا ہے جو قرض دے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض پھر اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے کئی گنا۔

امام قرطبی وغیرہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر بدلہ عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۲) مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرہ ۲۶۱)

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں (اور) ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے اور جاننے والے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: (مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ) الی آخرہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی اے میرے رب میری امت کے لئے اور زیادہ عطاء فرما تب یہ آیت نازل ہوئی۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے دعاء فرمائی۔ اے میرے رب میری امت کے لئے اور زیادہ عطاء فرما۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (الزمر۔۱۰) جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔ (سوادِ والشمان۔ تنکی فی العب)

☆ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ [اللہ کے ہاں] سات سو گنا لکھا جاتا ہے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے [شب معراج میں] ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جس کا ہر قدم تاحد نظر پڑتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے جبرئیل علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلے جیسی ہو جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ اللہ کے راستے کے مجاہدین ہیں۔ ان کی نیکیاں سات سو گنا بڑھادی جاتی ہیں۔

ترجمہ آیت:۔ اور وہ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ (سورۂ سبا، ۳۹)

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے سر بڑے پتھروں سے کچلے جارہے تھے ان کے سر جب بھی کچلے جاتے وہ پھر پہلے جیسے ہو جاتے تھے اور یہ صورت حال بغیر وقفے کے جاری تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بھاری ہو جاتے تھے [یعنی یہ لوگ نماز میں غفلت کرتے تھے] پھر آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے آگے پیچھے زمین کے ٹکڑے تھے اور وہ جہنم کے انگاروں، پتھروں، کانٹے دار درختوں اور زقوم کے درمیان جانوروں کی طرح چرائے جارہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل یہ کون

لوگ ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال میں سے صدقات [واجبہ] ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے۔ (دلائل النبوۃ۔ بزار)

☆ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک لگام والی اونٹنی لیکر حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ میں اللہ کے راستے میں دے رہا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں اس کے بدلے قیامت کے دن سات سو لگام والی اونٹنیاں ملیں گی۔ (مسلم۔ المستدرک)

حدیث شریف کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اسے سات سو اونٹنیاں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور حدیث شریف کو اس کے ظاہری معنی پر بھی رکھا جا سکتا ہے کہ اسے واقعی جنت میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔ جن پر وہ تفریح کی خاطر سوار ہوتا پھرے گا۔ جبکہ جنت کے گھوڑے اور اونٹ کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس احتمال کو پسند فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

☆ حضرت خریم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کیا وہ ہر دن اس کے میزان میں ڈالا جاتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

حدیث شریف میں سات سو گنا اجر بڑھنے کا جو تذکرہ ہے وہ اس صورت میں ہے جب آدمی خود گھر بیٹھا رہے اور جہاد پر یہ رقم خرچ کردے لیکن اگر آدمی خود جہاد میں نکل کر کچھ خرچ کرے تو اس کا اجر سات لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں مال بھجوادے اور خود اپنے گھر میں بیٹھا رہے تو ہر درہم پر سات سو درہم خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔ اور جو شخص خود اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکل کر کچھ خرچ کرے اسے ہر درہم پر سات لاکھ

ور ہم خرچ کرنے کا اجر ملتا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ [اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے] (ابن ماجہ۔ بیہقی فی الشعب)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا [جنت کی] خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے جہاد میں نکل کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ ذکر کیا بے شک اسے ہر کلمہ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور ہر نیکی ان نیکیوں میں سے دس گنا بڑھائی جاتی ہے اس زیادتی کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطاء فرماتا ہے۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول [جہاد میں] خرچ کرنے کا کیا اجر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خرچ کرنا بھی اسی قدر [یعنی ذکر کی طرح] بڑھتا ہے۔ راوی عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر تو سات سو گنا ہے [جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے] حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری سمجھ بہت تھوڑی ہے۔ سات سو گنا اجر تو تب ملتا ہے جب خرچ کرنے والا خود گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد کے لئے نہ نکلے۔ لیکن اگر کوئی جہاد میں نکل کر خرچ کرے تو اللہ نے اس کے لئے اپنی رحمت کے ایسے خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم نہیں پہنچ سکتا۔ اور ایسے لوگوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ ہی غالب رہتا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد۔ وفی اسنادہ راو لم یسم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو اسے جنت میں پکارا جائیگا کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر و بھلائی ہے اور جو شخص نماز والوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقے والا ہوگا اسے صدقے کے دروازے سے پکارا جائیگا۔ اور جو روزے والوں میں سے ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول ان سب

دروازوں سے پکارے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ پس کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مسند احمد)

☆ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں [کسی بھی چیز کا] جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کا نگران فرشتہ پکارے گا۔ اے اللہ کے فرمانبردار یہ خیر و بھلائی ہے آ اس کی طرف۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا یہ شخص تو ہلاکت اور خسارے سے بچ گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے کسی مال نے کبھی نہیں پہنچایا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے مجھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے۔

(مسند احمد)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے مال میں سے [کسی بھی چیز کا] جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو جنت کے نگران فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا۔ جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے فرمایا دو گھوڑے یا دو اونٹ [اسی طرح اور چیزوں میں سے بھی دو دو مثلاً دو گائے دو کپڑے وغیرہ]۔ (نسائی۔ المستدرک)

فصل

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خرچ ہونے والے دیناروں میں افضل دینار وہ ہے جو کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو کوئی [مجاہد] اپنی جہاد کی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نجاشی کے ساتھیوں میں سے چالیس افراد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک رہے انہیں کچھ زخم بھی لگے مگر ان میں سے کوئی شہید نہیں ہوا۔ جب انہوں نے مسلمانوں کے زخم اور ضروریات دیکھیں تو کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہم مالدار لوگ ہیں آپ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنا مال لے آئیں اور زخمی اور ضرورت مند مسلمانوں کی مدد کریں۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی وہ اپنا مال لے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ. وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ. اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ. (القصص۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴)

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے اور ہم تو اس کے لئے پہلے سے حکم بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مال خرچ کرنے سے وہی مال مراد ہے جس کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ (ابن عساکر)

☆ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر تنگی کے وقت میں ایک ہزار دینار کے ذریعے سے لشکر اسلام کی مدد کی۔ انہوں نے یہ دینار حضور اکرم ﷺ کی گود مبارک میں ڈال دیئے آپ ﷺ انہیں اپنے ہاتھوں

سے الٹتے پلٹتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے آج کے دن کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ ﷺ بار بار ان الفاظ کو دہراتے تھے۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے میرے پروردگار آپ عثمان سے راضی ہو جائیے۔ بے شک میں ان سے راضی ہوں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکر کے لئے جو مدد فرمائی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے پہلے تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے عطاء فرمائے پھر ایک ہزار دینار دیئے پھر آپ نے اونٹ ایک ہزار کر دیئے اور دینار دس ہزار اور تیس یا پچاس گھوڑے بھی عطاء فرمائے۔ (الریاض النضرہ)

☆عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جہاد کے لئے پچاس ہزار دینار کی وصیت فرمائی چنانچہ ایک شخص کو ایک ہزار دینار دیئے جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

☆زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہر ایک بدری صحابی کے لئے سات سو دینار کی وصیت فرمائی اس وقت ان حضرات میں سے ایک سو حضرات زندہ تھے مال لینے والوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اس وقت خلیفہ تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جہاد میں ایک ہزار گھوڑے دینے کی وصیت بھی فرمائی۔ (ابن عساکر)

علامہ قرطبی نے تاریخ قرطبی میں لکھا ہے کہ ذوالریاستین بن سہلؒ نے جہاد میں دس لاکھ دینار خرچ فرمائے اور فرمایا اگر میرے پاس اس سے دو چند ہوتے تو وہ بھی خرچ کر دیتا۔

چوتھے باب میں آپ ام ابراہیم الہاشمیہ کا واقعہ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح سے اپنا بیٹا بھی جہاد میں بھیجا اور دس ہزار دینار بھی عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے

میں اس کی رضا کے لئے خرچ کرنے والوں کے واقعات بے شمار ہیں۔

نافع العمری کے بارے میں آتا ہے کہ اگر کوئی عورت ان کے پاس چند دھاگے کات کر لاتی اور کہتی کہ یہ جہاد میں قبول کر لو تو وہ قبول کر لیا کرتے تھے اور کوئی شخص ایک دینار کا تیسرا حصہ لاتا تو اسے بھی قبول کر لیتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپکو اس سے غنی کیا ہے [پھر آپ کیوں یہ قبول کر لیتے ہیں] تو انہوں نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے غنی کیا ہے۔ لیکن میں اس لئے لے لیتا ہوں تا کہ دینے والے کو بھی اجر مل جائے اور جب ہم آگے دیں گے تو ہمیں بھی اجر مل جائے گا۔ بے شک انہوں نے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر ذرہ برابر نیکی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطاء فرماتا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ نیکیوں میں سے کسی [کم سے کم چیز کو بھی] حقیر نہ سمجھو۔ (مسند احمد)

چنانچہ انسان کو چاہئے کہ کم چیز کو خرچ کرنے سے نہ شرمائے بے شک اگر اس کی نیت اچھی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا۔

☆ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنت میں داخل ہوا اس سوئی کی وجہ سے جو اس نے اللہ کے راستے میں کسی کو عاریۃً دی تھی اور ایک عورت جنت میں داخل ہوئی ایک سوئے کی وجہ سے جو اس نے اللہ کے راستے میں دیا تھا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو اگرچہ ایک تیر کا پیکان ہی کیوں نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ایک عبرت آموز واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک مجاہد اور بزرگ ابو قدامہ شامی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے

دل میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا ایک بار وہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے ان کے ساتھیوں نے کہا اے ابو قدامہ آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب و غریب واقعہ سنائیے۔ ابو قدامہ نے فرمایا ایک بار میں رقہ نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا تا کہ ان پر اپنا اسلحہ لاد سکوں۔ ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی۔ اے ابو قدامہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطاء فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو عطاء نہیں فرمائے میں نے ان بالوں کو کاٹ کر ایک رسی بنائی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے تا کہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کرلے تا کہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار نصیب ہو جائے۔ میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرا خاوند اور خاندان سب اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ اس نے وہ رسی مجھے دے دی اور کہنے لگی۔ اے ابو قدامہ میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے جو قرآن کا عالم، گھڑسواری اور تیر اندازی کا مشاق ماہر خوبصورت نوجوان ہے۔ وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے اس کی عمر پندرہ سال ہے۔ ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آجائے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور ہدیہ آپ کے ساتھ میدان جہاد میں بھیج دوں گی۔ میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اجر و ثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کرو۔

میں [ابو قدامہ] نے وہ رسی اس سے لے لی اور اسے اپنے سامان میں رکھ لیا اس کے بعد میں اپنے رفقاء سمیت رقہ سے روانہ ہو گیا ابھی ہم مسلمہ بن عبدالملک کے قلعہ کے

پاس پہنچے تھے کہ ایک گھڑ سوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی۔ ہم رک گئے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا تم لوگ چلتے رہو۔ میں اس گھڑ سوار کو دیکھتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ گھڑ سوار آ پہنچا۔ اور اس نے ملاقات کے بعد کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لوٹایا۔ میں نے کہا اے عزیز اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کر سکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر لازم ہو گا تو ساتھ لے جاؤں گا ورنہ واپس لوٹا دوں گا۔ اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز و نعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا بیٹا تمہارے والد زندہ ہیں۔ اس نے کہا میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں وہ اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی طرح قبول فرمالے۔ میں نے پوچھا۔ اے بیٹے کیا تمہاری والدہ نہیں ہیں؟؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا جاؤ ان سے اجازت لیکر آؤ اگر اجازت دیں تو آ جاؤ ورنہ ان کی خدمت کرو کیونکہ جنت تلواروں کے سائے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ نوجوان نے کہا اے ابو قدامہ آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں انشاءاللہ شہید ابن شہید ہوں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت کا علم بھی حاصل کر لیا ہے۔ گھڑ سواری اور تیر اندازی بھی سیکھ چکا ہوں بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھڑ سوار نہیں چھوڑا آپ میری عمر کو نہ دیکھیں۔ میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اے پیارے بیٹے کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ کے قرب کی جستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرمادے تو پھر قیامت کے دن

میری شفاعت کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے ستر اہل خانہ اور ستر پڑوسیوں کی شفاعت کریگا۔ پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ اے میرے اللہ اے میرے آقا اے میرے مولا! یہ میرا بچہ ہے۔ میرے دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں۔ اسے اپنے والد کے قریب کر دے۔

ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو میں رونے لگا لڑکے نے کہا اے چچا جان آپ کیوں رو رہے ہیں؟؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آ رہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا۔ میں نے کہا میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رو رہا لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رو رہا ہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ بہر حال ہمارا لشکر روانہ ہو گیا۔ میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا جو اللہ کے ذکر سے بالکل غافل نہیں ہوتا تھا۔ جب ہمارا لشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھڑ سوار تھا اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمتگار بن جاتا تھا۔ وہ مسلسل اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔

ایک دن غروب آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا چونکہ ہم روزے دار تھے اس لئے وہ نوجوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا اچانک اسے اونگھ آ گئی اور وہ سو گیا۔ نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا۔ جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا بیٹے آپ نیند میں ہنس رہے تھے۔ اس نے کہا میں نے ایک ایسا عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنسا دیا میں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا خواب میں؟ کہنے لگا میں نے دیکھا کہ میں عجیب و غریب سبز باغ میں ہوں میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل

دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے اچانک میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس نے کہا جلدی نہ کرو ابھی اس کا وقت نہیں آیا پھر میں نے سنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ مرضیہ کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اوپر والے حصے پر سرخ سونے کا ایک کمرہ تھا جس میں سبز زمرد کی ایک مسہری تھی جس کے پائے چاندی کے تھے اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی خوش آمدید خوش آمدید۔ اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں میں نے چاہا کہ اسے سینے سے لگاؤں تو کہنے لگی ابھی رکو جلدی نہ کرو میری اور تمہاری ملاقات کل ظہر کی نماز کے وقت ہو گی۔

ابو قدامہ کہتے ہیں کہ خواب سن کر میں نے کہا بیٹے تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی۔ اب خیر ہی ہو گی (ان شاء اللہ) صبح کے وقت اعلان جنگ ہو گیا۔ ہر طرف آوازیں لگنے لگیں۔ اے اللہ کے سپاہیو سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اسی اثناء میں دشمن کا ٹڈی دل لشکر سامنے آ گیا ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور ان کی صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا۔ میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آ کر میں نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا اے بیٹے تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گروں سے واقف نہیں ہو اس لئے پیچھے واپس چلو۔ [اور اس طرح سے دشمنوں کے درمیان نہ گھسو] اس نے کہا چچا جان کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت

نہیں سنی۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو جب تم کافروں سے میدان جنگ میں لڑو تو پیٹھ نہ پھیرو۔ تو کیا اے چچا جان آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر دوزخ والوں میں سے ہو جاؤں۔ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے ہم پر یک بارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا اس دن بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گنتے میں نہیں آ رہی تھی میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا۔ ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور غبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے ابھی میں گھوم رہا تھا کہ میں نے اسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے سموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا۔ اے مسلمانو میرے چچا ابو قدامہ کو میرے پاس بھیجو میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا خون غبار اور سموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا میں نے کہا میں ابو قدامہ ہوں۔ اس نے کہا اے چچا جان رب کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا میں اسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں۔ ابو قدامہ کہتے ہیں میں نے اسے گود میں لے لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ میں نے کہا پیارے بیٹے قیامت کے دن شفاعت کے وقت اپنے چچا ابو قدامہ کو بھول نہ جانا اس نے کہا آپ جیسوں کو نہیں بھلایا جا سکتا آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں۔ حالانکہ میرے کپڑے اس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں چچا جان اسے اسی طرح چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ چچا جان وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا میرے سرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے جلدی کیجئے میں بہت مشتاق ہوں چچا جان اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلود کپڑے دے دیجئے گا تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں

کے ساتھ مقابلے میں میں نے بزدلی نہیں دکھائی اور میری طرف سے اسے سلام بھی کہہ دیجئے گا اور کہئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے وہ ابھی دس سال کی ہے میں جب گھر آتا تھا تو وہ سلام کر کے میرا استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا تو وہی سب سے آخر میں مجھ سے جدا ہوتی تھی۔ ابھی جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا کہ بھائی جان اللہ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا جب آپ کی اس سے ملاقات ہو تو اسے میرا سلام کہئے گا اور کہئے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے۔ اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تمہارا نگہبان ہے پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس کا ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول سچے ہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ اللہ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم جب اس لڑائی سے واپس لوٹے تو رقہ شہر میں بھی آئے میں فوراً اس نوجوان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اس نوجوان جیسی تھی دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے شخص سے پوچھتی ہے چچا جان آپ کہاں سے آ رہے ہیں وہ جواب دیتا جہاد سے۔ تو پھر پوچھتی کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا وہ کہتا میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا۔ ابو قدامہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو میں اس کے پاس پہنچا۔ مجھ سے بھی اس نے وہی پوچھا کہ چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں میں نے کہا جہاد سے کہنے لگی کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی کیا ہو گیا سارے لوگ آ رہے ہیں۔ میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت رونا آیا۔ مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا میں نے کہا بچی اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ ابو قدامہ سے بات کر لے۔ میری آواز سن کر وہ خاتون نکل

آئیں میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگیں ابو قدامہ خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے۔ میں نے کہا مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھایئے۔ کہنے لگیں اگر میرا بیٹا واپس آ گیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے۔ تو تم خوشخبری سنانے والے ہو میں نے کہا خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرما لیا ہے۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی کیا واقعی قبول فرما لیا ہے میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنا دیا پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا بچی تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تمہارا نگہبان ہے یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ہلایا تو اس کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سپرد کئے اور میں نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر و استقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آ گیا۔

(ذکرہا احمد بن الجوزی الدمشقی فی کتابہ المسمّی بسوق العروس وانس النفوس)

دسواں باب

اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۱) وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرہ ۱۹۵)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

☆ امام بخاریؒ اور ابن ابی حاتم اور دیگر حضرات نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے [یعنی جہاد] میں خرچ کرنا چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (بخاری۔ تفسیر ابن ابی حاتم)

یہی تفسیر دیگر کئی صحابہ کرامؓ اور بڑے تابعین حضرات سے منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۲) وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (التوبہ ۳۴-۳۵)

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ ان کو دردناک سزا کی خبر سنادیں۔ جس دن (اس مال کو) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا تھا پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۳) هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (محمد ۳۸)

ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے پھر بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے (یعنی کسی کا محتاج نہیں) اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم (بخل کر کے اس کے حکم سے) روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوموں کو پیدا فرمادے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(٤) وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (الحدید ۱۰)

اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان و زمین آخر میں اللہ کا رہ جائے گا برابر نہیں ہیں تم میں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے (اللہ کے راستے میں مال) خرچ کیا اور قتال کیا یہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور (اللہ کے راستے میں) لڑے اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتے ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کونسی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روک رہی ہے حالانکہ تم لوگ مرنے والے ہو اور تم اپنے مال اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور یہ مال بھی اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ وللہ میراث السمٰوٰت والارض کا مطلب یہ ہے کہ آسمان وزمین بھی اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے کیونکہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ تو ختم ہو جائے گا تو جس طرح میراث اس کے مستحق کی طرف لوٹتی ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کی طرف لوٹیں گے۔ (تفسیر القرطبی)

☆ مالک بن اوس بن حدثان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں داخل ہوئے میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے ہمیں سلام کیا پھر ایک ستون کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں خوب لمبا کیا۔ پھر آپ نے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پوری سورۃ پڑھی نماز کے بعد لوگ آپؓ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے۔ اے ابوذر! حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث شریف سنایئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے محبوب ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا اونٹ میں صدقہ ہے گائے میں صدقہ ہے، کپڑوں میں صدقہ ہے، جس شخص نے سونا چاندی جمع کئے اور نہ وہ کسی مقروض کو دیئے اور نہ اللہ کے راستے میں خرچ کئے تو اسے اس سونے چاندی سے [قیامت کے دن] داغا جائے گا۔ ـــــــ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔ والذین یکنزون الذھب... الی آخرہ۔ (مکمل آیت اور ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) (ابن عساکر)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ان کے پاس کچھ مال آیا ان کے ساتھ ان کی باندی تھی وہ اس مال کو ضروریات میں خرچ کرتی رہی یہاں تک کہ اس کے پاس سات درہم باقی رہ گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ ان کے سکے خرید لو۔ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا آپ یہ سات درہم بچا کر رکھ لیں۔ شاید آپ کو ان کی ضرورت پڑے یا آپ کے پاس

کوئی مہمان آجائے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے دوست حضرت محمد ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو سونا اور چاندی [کسی تھیلی میں] گرہ لگا کر رکھا جائے وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اسے اللہ کے راستے میں بانٹ دے۔

(مسند احمد۔ الطبرانی)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرما دیں گے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

☆ اسلم بن عمرانؒ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے امیر لشکر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے [لڑائی کے وقت] رومی لشکر اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا۔ مسلمانوں میں ایک مجاہد نے دشمنوں پر [تنہا] حملہ کر دیا یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے [حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو] حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرما دیا تو ہم نے کہا کہ ہم [کچھ عرصہ] اپنے مال اور کاروبار کی اصلاح کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتا دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھر میں بیٹھے رہیں اور اپنے اموال کی اصلاح کرتے رہیں۔ ابو عمران کہتے ہیں حضرت ابوایوبؓ ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم)

اور بعض مفسرین کے نزدیک خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب

جہاد میں مال خرچ نہ کرنا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ [اللہ کے راستے میں خرچ کرو] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا بلکہ اگر کوئی آدمی صرف تیر کا پیکان ہی پائے تو وہی جہاد میں دے دے اور جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (السنن الکبریٰ بیہقی)

فصل

جہاد میں اپنے اوپر اور اپنی سواری پر اور دوسرے مجاہدین پر مال خرچ کرنا یا اس مال سے اسلحہ اور جہادی ضرورت کا دوسرا سامان خریدنا یا مجاہدین اور ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرنا بلند ترین عبادات اور عظیم ترین صدقات میں سے ہے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہت ہی بڑا ذریعہ ہے اسی لئے شیطان جتنی کوشش اور محنت جہاد میں خرچ کرنے سے روکنے میں لگاتا ہے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے روکنے کے لئے نہیں لگاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ [جہاد میں] خرچ کرنے کی بدولت ایک مؤمن کو کتنا بڑا اجر، کتنا عظیم ثواب اور کیسے عظیم درجات نصیب ہوتے ہیں اور وہ کتنی سخت وعیدوں اور عذاب سے بچ جاتا ہے۔ ایک طرف شیطان اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کوئی مسلمان جہاد میں مال خرچ نہ کرے دوسری طرف انسان کا طبعی بخل، خرچ نہ کرنے کی عادت، اور جہاد میں خرچ کرنے کے عظیم فضائل سے ناواقفیت بھی اس کی مدد کرتی ہے۔ خصوصاً اس دور میں جبکہ جہاد کے نشانات مٹتے جا رہے ہیں اور لوگ جہاد کو بھولتے جا رہے ہیں ہمارے شہروں [دمشق] وغیرہ میں تو اب جہاد رہا ہی نہیں جبکہ دوسرے شہروں میں بھی حقیقی جہاد بہت کم پایا جاتا ہے چنانچہ آج ملعون دشمن کے مقابلے میں جہاد کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید کے بغیر کچھ مال نکالنا ممکن ہی نہیں رہا کیونکہ شیطان انسانوں کو فقر و فاقے سے ڈراتا ہے اور بے حیائی میں لگاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ہے:۔ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ [تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو وہ ضرور بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہترین روزی دینے والا ہے]۔ (سورۃ سبا۔ ۳۹)

بعض اوقات ایک انسان جہاد میں نکلنے کے بارے میں شیطان پر غلبہ پا لیتا ہے اور اس کی باتوں میں نہیں آتا لیکن یہی انسان جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں شیطان کی باتوں میں آجاتا ہے کیونکہ شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو خود بھی جہاد میں چلا گیا اور سارا مال بھی لے گیا تو پھر اگر تو واپس آگیا تو تو لوگوں کا محتاج بن کر پھرتا رہے گا جہاد کے دوران تو زخمی اور بیمار بھی ہو سکتا ہے اس لئے تو خود اگر جانا چاہتا ہے تو چلا جا لیکن اپنا مال پیچھے چھوڑ جا شیطان کا یہ وسوسہ اسی آدمی کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جس کے دل میں واپس آنے کا چور چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقے سے دنیا کی محبت اور شہادت کے خوف میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ شہادت کی نعمت پانے کا پکا عزم کر کے نکلتا تو واپسی کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آتا ہمارے اسلاف شہادت کے شوق میں اور اللہ سے ملاقات کی محبت میں جہاد کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالتے تھے کیونکہ ان کے دل میں واپس آنے اور زندہ رہنے کا خیال تک نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ شہادت کی عظمت اور لذت سے واقف تھے۔ اسلاف ہی میں سے کسی کا واقعہ ہے کہ ایک بار میدان جہاد میں جب لشکر آمنے سامنے آگئے تو شیطان نے انہیں وسوسے ڈالنے شروع کئے۔ پہلے ان کے دل میں بیوی کی یاد اس کا حسن و جمال اس سے قرب کے لمحات اور اس سے جدائی کے غم کو جگایا پھر عیش و آرام والی زندگی اور مال و اسباب یاد دلائے۔ قریب تھا کہ ان کے دل میں بزدلی اور دنیا کی محبت پیدا ہو جاتی اور میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا اے نفس اگر آج میں میدان جنگ سے پیچھے ہٹا تو میری بیوی پر طلاق ہے اور میرے غلام اور باندیاں آزاد اور میرا تمام مال فقیروں اور مسکینوں کے لئے صدقہ ہے اے نفس کیا تو آج میدان جنگ سے بھاگ کر ایسی زندگی گزارنے کے لئے

تیار ہے، جس میں نہ بیوی ہوگی نہ مال واسباب۔ ان کے نفس نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر میں پیچھے ہٹنے کو پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے فرمایا۔ تو پھر چل آگے بڑھ۔ بعض مرتبہ شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو جہاد میں مال بھی خرچ کرنے کے لئے ساتھ لے گیا اور تو مارا گیا تو تیری اولاد اور گھر والے دوسروں کے محتاج بن کر رہ جائیں گے۔ اس لئے اپنا مال پیچھے والوں کے لئے چھوڑ جاؤ۔ ان کے لئے اتنا صدمہ کافی ہے کہ تم جا رہے ہو۔ اب انہیں مال سے تو محروم نہ کرو۔ یہ وسوسہ ان لوگوں کے دل پر زیادہ اثر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین اور اعتماد نہیں رکھتے اور انہیں اس بات کا بھروسہ نہیں ہوتا کہ بندوں کی روزی کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہوئی ہے ورنہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ اصل رزاق تو اللہ تعالیٰ ہے میں تو اپنے اہل وعیال تک روزی پہنچانے کا ایک واسطہ ہوں اس پر شیطان کا وسوسہ اثر انداز نہیں ہوتا۔

حضرت حاتم اصم کا واقعہ ہے کہ انہوں نے سفر سے پہلے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کتنا خرچہ کافی ہوگا تاکہ میں سفر سے پہلے اس کا انتظام کر دوں۔ ان کی بیوی نے کہا اے حاتم میں نے تمہیں کبھی اپنا روزی دینے والا رزاق نہیں سمجھا۔ میں تو تمہیں روزی کھانے والا سمجھتی ہوں تمہیں جہاں جانا ہو خوشی سے چلے جاؤ [اور ہماری پرواہ نہ کرو ہمارا رزاق تو ہمیشہ موجود رہنے والا ہے]۔

☆حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو سابقین کے امام اور امت میں سب سے افضل ہیں ان کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے [غزوہ تبوک کے موقعہ پر] اپنا سارا مال حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ فرمانے لگے ان کیلئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ (سنن دارمی)

☆یہی حال ان کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے انہوں نے وہ

سارے بانٹ دیئے اور ایک درہم تک ان میں سے نہیں بچایا۔ (المستدرک)

مال خرچ کرنے اور اسے بچا کر نہ رکھنے کے سلف صالحین کے واقعات بے شمار ہیں اگر ان کا کچھ حصہ بھی ذکر کیا جائے تو یہ باب بہت لمبا ہو جائے گا۔

خود حضور اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ کوئی چیز بھی اگلے دن کے لئے ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔ (ابن حبان۔ موارد الظمآن)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ایسے بندوں سے [ان کے مرنے کے بعد] گفتگو فرمائی جنہیں اس نے [دنیا میں] خوب مال واولاد عطاء فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک سے فرمایا۔۔۔۔۔۔ کیا میں نے تمہیں کثرت سے مال واولاد عطاء نہیں فرمائی تھی۔ اس نے کہا اے میرے رب آپ نے عطاء فرمائی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے اس کا کیا کیا۔ اس نے کہا اس خوف سے کہ میری اولاد فقیر اور محتاج نہ ہو جائے۔ میں وہ سارا مال اپنی اولاد کے لئے چھوڑ آیا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تجھے حقیقت حال کا علم ہو جائے تو تو تھوڑا ہنسے گا اور زیادہ روئے گا۔ یاد رکھ تو اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی فقر وفاقے] سے ڈرتا تھا۔ وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے سے بھی گفتگو فرمائی۔۔۔۔۔۔۔ اور پوچھا تم نے اپنے مال واولاد کا کیا کیا؟ اس نے کہا میں نے اپنی اولاد کے بارے میں آپ کے فضل وکرم پر یقین رکھتے ہوئے وہ سارا مال آپ کے کاموں میں خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمہیں حقیقت حال کا علم ہو جائے تو تم زیادہ ہنسو گے اور تھوڑا روؤ گے۔ تو نے اپنی اولاد کے بارے میں جس چیز [یعنی میرے فضل وکرم] کا یقین رکھا تھا وہ میں نے ان پر اتار دیا ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی)

#ایسا ہی واقعہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کا بھی ہے جب ان کی موت کا وقت

قریب آیا تو انہوں نے اپنے گیارہ بیٹوں کو بلایا پھر اپنا سارا مال جمع کر کے بیویوں کو ان کا شرعی حصہ دینے کے بعد ہر بیٹے کو صرف ایک ایک دینار ملا۔ مسلمہ بن عبد الملک نے ان سے کہا اے امیر المومنین آپ اپنے بیٹوں کا معاملہ میرے سپرد کر دیں۔ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا میرے بیٹے اگر صالحین میں سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ صالحین کا خود متولی ہے اور اگر یہ صالحین میں سے نہ ہوئے تو پھر میں اللہ کی نافرمانی میں ان کی کیوں مدد کروں۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے ایک بیٹے نے اللہ کے راستے میں سو گھڑ سواروں کو مکمل سامان جہاد دیکر سو گھوڑوں پر سوار کیا [یعنی ان کے مال میں اتنی برکت ہو گئی] جبکہ مسلمہ بن عبد الملک نے مرتے وقت اپنے ہر بیٹے کے لئے گیارہ ہزار دینار چھوڑے لیکن ان کے ایک بیٹے کو دیکھا گیا کہ وہ حمام میں پانی گرم کرنے کی [معمولی] نوکری کر رہا تھا۔ [یعنی مسلمہ کی اولاد پر فقر و فاقہ نازل ہو گیا]۔ (قرطبی)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کعبہ کی قسم وہ لوگ بہت گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔ ابوذر فرماتے ہیں کہ میں آکر بیٹھ گیا ابھی میں نے قرار نہیں پکڑا تھا کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ زیادہ مالدار لوگ ہیں [جو بہت گھاٹے میں پڑ گئے ہیں] مگر وہ لوگ جو آگے پیچھے دائیں بائیں [یعنی ہر نیکی کے کام میں] خوب خرچ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

اس موضوع پر احادیث بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے وعدوں پر یقین رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ پر توکل نصیب ہو اور اسے اللہ کی طرف سے بدلہ ملنے کا یقین ہو وہ اگر اپنا سارا مال بھی خرچ کر دے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ البتہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اجر و ثواب کے خزانے اور بہترین بدلہ لوٹ لیتا ہے۔

جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزر چکا ہے۔ [کہ سارا مال خرچ

کرنے کے باوجود فقر و فاقے میں مبتلا نہیں ہوئے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ضرور پا لیا]۔ مگر یہ نعمت بڑے خوش نصیب لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ہاں اگر کسی شخص کا یقین اور توکل کمزور [یا اسے کوئی عذر] ہو تو اسے چاہئے کہ کچھ مال اپنے اہل و عیال کے لئے بھی رکھ لے۔ [اور باقی خرچ کر دے]۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا یہ بھی میری توبہ کا ایک حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اپنا کچھ مال روک لو یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ دو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسے فقر میں چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرات صحابہ کرام کے بارے میں تو توکل اور یقین کے کمزور ہونے کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا [یہ حضرات تو ایمان و یقین اور توکل کے بلند مینار تھے] حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے بعض حضرات کو جو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا کچھ مال پیچھے چھوڑ جائیں تو یہ امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ تاکہ امت میں سے کمزور لوگ ان کی اقتدا کر سکیں اور مضبوط ایمان والے لوگ حضرت صدیق اکبر کی پیروی کر سکیں۔ صحابہؓ تو ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔ لیکن جو شخص استطاعت ہوتے ہوئے نہ ہی سارا مال خرچ کرے اور نہ کچھ مال بلکہ بخل کرتا ہے تو ایسا شخص قرآنی فیصلے کے مطابق اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے اور اس بارے میں اس کے لئے کوئی چھوٹ نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ (احزاب۔ ۴)

اور اللہ تعالیٰ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

[جہاد میں مال خرچ کرنا ایک عظیم الشان عبادت ہے۔ مصنف نے اس کے مختصر طور پر کچھ فضائل بیان فرمائے ہیں لیکن اگر ان فضائل کو تفصیل سے لکھا جائے تو اس کے لئے سینکڑوں صفحے درکار ہیں ویسے ایک مسلمان کے لئے تو قرآن مجید کی ایک آیت اور حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہی کافی ہے جس مسلمان کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو وہ جہاد میں خرچ کرنے کے ان فضائل کو پڑھ کر پیچھے رہنے یا محروم رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مسلمان جانتا ہے کہ یہ مال بہت گھٹیا اور حقیر چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا بہت ہی انمول اور قیمتی تحفہ ہے اب اگر اس حقیر سے مال کو خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا جیسی نعمت عظمیٰ نصیب ہوتی ہو تو کون سا مسلمان ایسا ہے جو اس سے محروم ہونا گوارہ کریگا۔ یہ گندا اور حقیر مال جسے حدیث شریف میں مردار جانور سے تشبیہ دی گئی ہے اگر خرچ کر کے جہنم سے نجات مل سکتی ہے تو کون مسلمان ایسا ہو گا جو یہ سودا نہیں کرنا چاہے گا پھر ایک سچے مسلمان کے دل میں اس بات کا بھی یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی کی مقدار مقدر ہے اور ہر کسی کا رزاق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اب اس یقین کے بعد پھر اس بات کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ مسلمان مال کو بچا بچا کر رکھے اور اپنی تجوریوں اور بینک کے اکاؤنٹوں کا پیٹ بھرتا پھر تا مر جائے اور قیامت کے دن یہی مال اس کے جسم کو داغنے کا سبب بنے اور اسی مال کی پائی پائی کا حساب دینے کے لئے اسے حشر کی خوفناک گرمی اور ذلت میں کھڑا ہونا پڑے۔

ایک مؤمن کی سوچ تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مال مجھے میرے فائدے کے لئے دیا ہے اور اس مال سے فائدہ مجھے تبھی ملے گا جب میں اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کروں گا۔ تب یہ مال قبر کے عذاب اور آخرت کی رسوائی سے بھی بچائے گا اور اس مال کی بدولت جنت کی انمول نعمت بھی ملے گی اور قیامت کے دن مجھے اس مال کا حساب دینا نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے راستے میں خرچ کرنے والوں کو لاکھوں کروڑوں گنا بڑھا کر اجر اور بدلہ دے گا۔ مگر آج کے مسلمان کا ذہن اب بدل چکا ہے کیونکہ

کافروں نے محنت کر کر کے اور شیطان نے وسوسے ڈال ڈال کر مال کی اہمیت دلوں میں اتنی زیادہ بڑھا دی ہے کہ اب تو مال ہی کے گرد زندگیاں گھوم رہی ہیں اور مال کو معاشرے کے جسم کا خون سمجھا جا رہا ہے۔ کافروں نے صدیوں کی محنت کے بعد دنیا پر ایسا معاشی نظام مسلط کر دیا ہے جس نے ہر شخص کو مال کا حریص اور لالچی بنا دیا ہے اور تو اور شائد آج کتوں کو بھی انسانوں کی حرص اور لالچ دیکھ کر شرم آتی ہو گی۔ ہر شخص آج پیسے کے پیچھے دوڑ رہا ہے جبکہ پیسہ کسی کے ہاتھ میں ٹھہرنے اور کسی کے ساتھ وفا کا دم بھرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مالدار بھی ڈر رہے ہیں کہ مال کم نہ ہو جائے۔ غریب بھی ڈر رہے ہیں کہ مزید غربت کا منہ نہ دیکھنا پڑے ہر مالدار مزید مال کے چکر میں اور ہر غریب مالدار بننے کے چکر میں دن رات اپنا ایمان اور اپنا آرام تباہ کر رہا ہے۔

مال کا بھوت سروں پر ایسا سوار ہوا ہے کہ اب انسانی قدریں بھی اس کے سامنے پامال ہو رہی ہیں اور معاشرے کی ترتیب اور تقسیم مال کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور ہر چیز کو خریدا جا رہا ہے اور ہر چیز کو بیچا جا رہا ہے۔ ایسے دردناک حالات میں جبکہ غریبوں کے لئے عزت کے ساتھ جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ جہاد میں خرچ کرنے کی صدائیں عجیب تر معلوم ہوتی ہیں آج جبکہ مال کی خاطر ایمان کو فروخت کر دیا جاتا ہے اس وقت یہ آواز لگانا کہ مال دو اور ایمان کے اعلیٰ مراتب حاصل کرو بہت عجیب سا لگتا ہے لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی عجیب نہیں ہے اسلام ہر دور میں الحمد للہ اپنی اصل شکل کے ساتھ کچھ لوگوں کے دلوں اور ان کے اعمال میں محفوظ رہتا ہے اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک قیامت قائم ہونے کا وقت نہیں آجاتا۔ آج بھی الحمد للہ ان مسلمانوں کی کمی نہیں ہے۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اسلام کے ایک ایک حکم پر مر مٹنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں ایسے مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھنی چاہئے کہ جہاد کے لئے خرچ کرنے کی اس قدر تاکید قرآن مجید میں کیوں آئی ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی خاطر خود چندہ

فرمانے کی تکلیف کس طرح سے گوارہ فرمائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان کیوں عطاء فرمادیا؟ آج اگر مسلمان ان سوالوں پر غور کریں اور ان کے جواب تک پہنچ جائیں تو اللہ کی قسم اسلامی جہاد بہت مضبوط ہو سکتا ہے۔ پھر کسی جگہ مجاہدین کو اسلحے کی کمی درپیش نہیں آئے گی۔ کسی شہید کے ورثاء اور اداروں والی زندگی نہیں گزاریں گے۔ مجاہدین کو بار بار اپنے حملے روکنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اور دنیا میں کفر کو دندناتے پھرنے کا موقع نہیں ملے گا کیا کبھی آپ نے سوچا کہ آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی سوئی تک اٹھا کر کیوں دے دی تھی کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ حضرات فقہاء کرام نے آخر یہ کیوں لکھ دیا کہ اگر مسلمان بھوک کے بھی مر رہے ہوں تب بھی مجاہدین کو کمک پہنچانا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ اہم ہے؟ اللہ کے لئے تھوڑا سا غور کیجئے ہمارے دشمنوں نے اس نکتے پر بہت پہلے غور کر لیا تھا چنانچہ آج وہ محفوظ ہیں۔ مطمئن ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وار کرتے ہیں مگر ہم نے اس نکتے کو بھلا دیا ہم تو یہ مسئلہ پوچھتے رہ گئے کہ مجاہدین کو زکوٰۃ لگتی ہے یا نہیں۔ ہم نے تو اپنی تجوریاں بھریں اور ہم بینکوں کے پیٹ بھرتے رہ گئے ہم نے اپنے کپڑوں، جوتوں، زیورات اور شادیوں پر پیسے اڑائے ہم اپنے شوق پر مال قربان کرتے رہے چنانچہ ہم ذلیل و خوار ہو گئے، کمزور ہو گئے اور اپنے دفاع کے لئے اپنے ہی دشمنوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی روزی کے لئے اپنے دشمنوں کے جوتے صاف کرنے کی ذلت ہمیں سہنی پڑی۔ اللہ کے لئے اے مسلمانو اب بھی غور کر لو یاد رکھو جب تک دنیا میں اسلام اور قرآن کو عزت اور مقام نہیں ملتا ہم جتنے خوبصورت کپڑے پہن لیں اور جتنی بڑی کوٹھی بنا لیں ہم عزت نہیں پا سکتے بلکہ ہم مزید ذلیل اور بزدل ہوتے جائیں گے۔

یاد رکھو! اگر اللہ کی شریعت ہمارے ملکوں پر اور اللہ کی ساری زمین پر نافذ نہ ہوئی تو ہم قیامت کے دن مجرم اٹھائے جائیں گے کیونکہ اللہ کا دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔ ذلیل ہونے کے لئے نہیں۔ اللہ کے لئے اپنی ذمہ داری کو سمجھو۔ تم انسانوں کی

غلامی کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ تم مالدار کہلانے اور بننے کے لئے بھی پیدا نہیں ہوئے۔ تم تو پوری انسانیت کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانے کے لئے بھیجے گئے ہو۔ مگر تم اپنی اس ذمہ داری کو بھول کر بنیوں کی طرح نوٹ گننے، زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے اور اونچی سے اونچی عمارت بنانے اور مسلمانوں پر اپنے مال کا رعب جمانے میں لگ گئے۔

اللہ سے ڈرو! موت کا وقت قریب ہے۔ قرآن مجید کی دعوت دنیا کے کونے کونے تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اللہ کی شریعت نافذ کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اپنے مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنے اور ان پر اپنے مال کا رعب ڈالنے کا بھوت دماغ سے نکال کر کافروں کو خاک چٹانے کی تدبیر کرو۔ کیونکہ اسی کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔ اب تک جو غفلت ہو گئی اس پر توبہ استغفار کرو اور اللہ کے راستے میں اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے کا پکا عزم کرو اور نام و نمود اور نمائش پر مال خرچ کرنے اور اپنے مال سے اسلام دشمن کافروں کو فائدہ پہنچانے سے بچو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم سے کوئی بڑا کام لے لے اور تمہارے نصیب جاگ جائیں اور تمہاری جان اور تمہارا مال اس کے پاک راستے میں قبول کر لیا جائے۔

یا اللہ ہمیں اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کی ہمت اور توفیق عطا فرما اور ہماری طرف سے انہیں اپنے دربار میں قبول فرما۔)

گیارھواں باب

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت کا بیان

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو لحیان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے اور اجر ان دونوں کو ملے گا اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے پھر آپ نے پیچھے رہ جانے والوں سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے جہاد میں جانے والوں کے گھر اور مال کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کرے گا اسے ان مجاہدین کا آدھا اجر ملے گا۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے روزے دار کو افطار کروایا اس کو روزے دار جیسا اجر ملے گا اور روزے دار کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی اور جس نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اسے بھی مجاہد جیسا اجر ملے گا اور مجاہد کے اجر میں بھی کمی نہیں کی جائے

گی۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں ہم نے ان میں سے چند ایک کو ذکر کیا ہے۔]

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کے گھر والوں کی اتنی کفالت کی اور اتنی ذمہ داری اٹھائی کہ وہ دوسرے لوگوں سے مستغنی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے فرمائے گا خوش آمدید اس شخص کے لئے جس نے مجھے کھلایا پلایا مجھ سے محبت کی اور مجھے عطاء کیا۔ اے میرے فرشتو، گواہ رہنا کہ میں نے اس شخص کے لئے اپنا سارا اعزاز و اکرام لازم کر دیا ہے۔ پس جو شخص بھی جنت میں داخل ہو گا وہ اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقام دیکھ کر اس پر رشک کرے گا۔

(خرجہ السلطان المجاہد محمود المعروف بالشہید فی کتاب فضل الجہاد باسنادہ و خرجہ ابن عساکر)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو دشمن کی طرف ایک لشکر تیار کر کے بھیجنے کا حکم سنایا۔ آپ ﷺ نے تیاری کا حکم دے دیا اور لشکر کے تمام افراد کو سامان اور زادِ راہ [یعنی توشہ] عطاء فرمایا مگر آپ ﷺ حضرت حدیر نامی ایک صحابی کو سامان دینا بھول گئے حضرت حدیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گمان کیا کہ شاید رسول ﷺ مجھ سے ناراض ہیں [مگر پھر بھی وہ صبر کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے [بغیر توشے اور سامان کے] لشکر میں نکل پڑے [لشکر روانہ ہو گیا] حضرت حدیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخر میں چل رہے تھے اور جب بھی قدم اٹھاتے تو کہتے ﴿سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾ اے میرے پروردگار یہ [تسبیح اور ذکر] میرے لئے بہترین توشہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے سلام بھیجا

ہے اور فرمایا ہے کہ آپ نے سارے لشکر کو سامان اور توشہ دیا مگر آپ حدیر (رضی اللہ عنہ) کو سامان اور توشہ دینا بھول گئے وہ لشکر کے آخری حصے میں ہیں اور ان کی طرف سے ایسے کلمات اوپر آرہے ہیں جنہیں سن کر فرشتے بھی رو رہے ہیں۔ آپ جلدی انہیں سامان جہاد فراہم کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حدیر رضی اللہ عنہ کے لئے سامان اور توشہ دیکر آدمی بھیجا اور اسے فرمایا۔ حدیرؓ جو کلمات پڑھ رہے ہوں انہیں پوری طرح یاد کر لینا۔ حضور اکرم ﷺ کا قاصد سامان لے کر پہنچا تو حضرت حدیرؓ یہی کلمات پڑھ رہے تھے۔ قاصد نے کہا لیجئے آپ کا سامان حاضر ہے۔ حضرت حدیرؓ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مجھ سے راضی ہو گئے ہیں قاصد نے کہا وہ تو آپ سے ناراض ہی نہیں تھے لیکن وہ آپ کو سامان دینا بھول گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یاددھانی کے لئے جبرئیل علیہ السلام کو بھیج دیا۔ یہ سن کر حضرت حدیر رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور پھر سر اٹھا کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھا اور کہنے لگے میرے رب نے مجھے عرش کے اوپر یاد رکھا۔ اے میرے پروردگار حدیر کو نہ بھولئے اور حدیر کو بھی توفیق دیجئے کہ وہ بھی آپ کو کبھی نہ بھولے۔ (شفاء الصدور)

فصل

فائدہ۔ جس آدمی نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا ہو مگر بیماری یا کسی اور وجہ سے وہ جہاد میں نہ جا سکے تو اسے چاہیے کہ وہ سامان کسی اور مجاہد کو دے دے تاکہ حدیث شریف کی رو سے اسے بھی جہاد کا اجر مل جائے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں مگر میرے پاس سامان جہاد موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ اس نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا تھا مگر پھر وہ بیمار ہو گیا [اور جہاد میں نہ جا سکا] وہ نوجوان ان صحابی کے پاس آئے اور کہا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنا سامان مجھے دے دیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا میرا تمام سامان اس نوجوان کو دے دو اور اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس میں سے کچھ روک کر رکھا تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت نہیں دے گا۔ (صحیح مسلم)

☆ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب خود جہاد کے لئے تشریف نہیں لے جاتے تھے تو اپنا اسلحہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد)

فصل

جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی اس کا انجام بد

☆ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے رہ جانے والے کے لئے ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ پس جو شخص مجاہدین کے پیچھے ان کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کھڑا کر دیں گے اور اس کے اعمال میں سے جو چاہیں گے لے لیں گے۔ [اب بتاؤ] تمہارا کیا خیال ہے؟ (مسلم شریف)

فائدہ: یہ حدیث بے شمار سندوں سے کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔

ابو عبداللہ القلیبی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کا پیچھے رہ جانے والوں پر بہت بڑا حق ہے۔ کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کی طرف سے بھی فریضہ جہاد ادا

کرتے ہیں اور ان کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں اور ان کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بناتے ہیں لیکن اگر اس کے باوجود پیچھے والے ان کے گھر میں خیانت کریں تو یہ اس خیانت سے بھی بڑا گناہ ہے جو خیانت ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے۔ جس طرح کہ پڑوسی کی خیانت دور والے کی بنسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔

(المنہاج فی شعب الایمان)

[سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی پر قربان کہ وہ مجاہدین کو سامان جہاد فراہم کرنے پر بھی جہاد کا اجر عظیم عطاء فرماتا ہے اگر مسلمان ان فضائل پر یقین رکھتے ہوئے ایسی ترتیب بنالیں کہ کچھ لوگ تو جہاد میں لگ جائیں اور کچھ مجاہدین کو سامان جہاد فراہم کریں اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھال لیں۔ تو مسلمانوں کی منزل کتنی آسان ہو جائے گی۔

لیکن افسوس کہ آج عمومی طور پر یہ ترتیب دیکھنے میں نہیں ملتی بلکہ دکھ کی بات یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں نکلتے ہیں۔ دوسرے مسلمان ان کی خدمت کو سعادت سمجھنے کی بجائے ان کی مخالفت کرنے کو اپنا مشن سمجھتے ہیں اور مجاہدین کے اہل خانہ کو بھی طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں اور ان کا جینا دو بھر کر دیتے ہیں یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والا ہے کاش مسلمان ان فضائل کو پڑھتے سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے تو مجاہدین کو کتنا سکون ملتا اور مجاہدین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا اور مجاہدین اپنے گھروں سے بے پرواہ ہو کر دلجمعی اور قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں یہ ترتیب بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ جو شخص بھی اپنے گھر سے نکلتا تھا وہ پیچھے اپنے گھر والوں کے بارے میں بالکل بے فکر ہو کر نکلتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے مسلمان اس کے گھر والوں کی ایسی دیکھ بھال کریں گے جو وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ کرے مسلمانوں کو یہ ماحول اور ترتیب دوبارہ نصیب ہو جائے۔ عرب ممالک میں بعض لوگ دنیا بھر میں شہید ہونے والے

مجاہدین کے بچوں کی کفالت کا عجیب طریقے سے انتظام کرتے ہیں وہ اس طرح کہ ان میں سے ہر شخص دو یا تین یا زیادہ یتیموں کی کفالت کا ذمے دار بن جاتا ہے اور اس یتیم کے توسط سے شہید کے پورے گھرانے کی باقاعدہ ماہانہ کفالت کرتا ہے۔ کچھ سال پہلے کراچی میں بھی کچھ دردمند دوستوں نے شہداء کے اہل خانہ کی کفالت کی اس طرح سے ترتیب بنائی تھی کہ ہر شخص ایک یا زیادہ گھرانوں کی کفالت مستقل اپنے ذمے لے لیتا تھا اور تاحیات اس گھرانے میں ماہانہ خرچ بھیجنے کی نیت کر لیتا تھا۔ اللہ کرے وہ ترتیب پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ چل رہی ہو۔ کچھ سال پہلے صومالیہ کے جہاد میں شریک ایک مجاہد [جو اپنی بیوی کو امید سے چھوڑ کر گئے تھے] کی غیر موجودگی میں ان کا بچہ ہوا تو دیکھنے میں آیا کہ اس علاقے کے لوگ بڑے اہتمام سے اس بچے کی دعوت عقیقہ کر رہے تھے اور وہ دعوت اتنی پر اہتمام تھی کہ کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ بچے کا والد سینکڑوں میل دور کسی محاذ پر لڑ رہا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتیں اور مرد مل کر اس دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

اے مسلمانو! مجاہدین کا حق بہت بڑا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے ہیں۔ ان کی مخالفت کا تصور بھی نہ کرو۔ البتہ ان کے دست و بازو بن کر ان کی قوت بڑھاؤ۔ انہیں اچھے سے اچھا اسلحہ اور اچھے سے اچھی سواری فراہم کرو اور ان کے گھر والوں کو یہ احساس نہ ہونے دو کہ وہ لاوارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مجاہدین کے حقوق کو سمجھنے اور انہیں ادا کرنے اور خود جہاد میں شرکت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے]۔ آمین ثم آمین۔

بارھواں باب

مجاہدین کی مددواعانت، ان کی خدمت، ان کو رخصت کرنے کی فضیلت کا بیان

☆ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کی اعانت کی یا کسی تنگدست مجاہد کی مدد کی یا کسی مکاتب [غلام] کو آزاد کرانے میں تعاون کیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جس دن اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اپنا سایہ عطاء فرمائے گا۔ (مسند احمد)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی مجاہد کے بارے میں سنا پھر وہ کھڑا ہوا تاکہ اس کی کوئی ضرورت پوری کرے یا تھوڑی دیر [رخصت کرنے کے لئے] اس کے ساتھ چلے یا اسے سلام کرے تو ایسے شخص کے کھڑے ہوتے ہی اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ اس [مجاہد] کا رفیق ہوگا اور جس نے کسی مجاہد کو اتنا سامان فراہم کیا کہ اس مجاہد کی مستقل ضرورت پوری ہو گئی تو اس کو بھی مرتے دم تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جس شخص نے مسجد بنائی جس میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں ایک کوڑا دینا مجھے اس حج سے زیادہ محبوب ہے۔ جس کے بعد دوسرا حج ہو۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مجاہد کو سایہ فراہم کریگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سایہ عطاء فرمائے گا اور جو شخص اللہ کے راستے کے مجاہد کو سامان فراہم کریگا تو اسے بھی مرتے دم تک یا مجاہد کے لوٹنے تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا اور جو شخص مسجد بنائے گا جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے افضل صدقہ اللہ کے راستے میں کسی خیمے کا سایہ دینا یا اللہ کے راستے میں [کسی مجاہد کو] خادم دینا یا اللہ کے راستے میں جوان اونٹنی دینا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو خیمہ دیا یا کوئی خادم دے دیا یا کوئی جوان اونٹنی دے دی تو یہ صدقات میں سے سب سے افضل ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد میں روانگی کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی [مدد کرنے والا] خاندان۔ تم میں سے ہر ایک ان میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لے مگر اس طرح کہ تمہارے اونٹ میں ان میں سے ہر ایک کی ویسی ہی باری ہو جیسی تمہاری۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین افراد لے لئے اور میرے اونٹ میں ان کی باری میرے برابر تھی۔ یعنی ہم سب باری باری سوار ہوتے تھے اور اس میں برابری کرتے تھے۔ (ابوداؤد۔ المستدرک)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر [اللہ تعالیٰ کے سوا] کوئی نہیں جانتا۔ جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنا۔ اللہ کے راستے میں سایہ [یعنی خیمہ] دینا۔ [جہاد میں] اپنا گھوڑا عاریتاً دینا۔ (سنن سعید بن منصور باسناد صحیح)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے چند قدم چلنا ان کے گھوڑوں کی زین درست کرنا اور ان کے جانور ہانکنا میرے نزدیک حج فرض کے بعد دس حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔(شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی وہ ان میں سے ہر فرد پر ایک قیراط اجر کی سبقت لے گیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک موقوفاً)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کے لئے رحمت کی دعاء فرماتے تھے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلاً صحیح الاسناد)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اپنے صحابہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنادیا کرتے تھے ایک بار [اسی طرح جماعتیں بنائیں تو] ایک جماعت کے رفقاء نے اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ہم نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے ہیں تو وہ نماز میں لگ جاتا ہے جب ہم چلتے ہیں تو وہ قرآن پڑھتا رہتا ہے اور مسلسل روزے رکھتا ہے حضور اکرم ﷺ نے دوبارہ پوچھا کہ اس کے فلاں فلاں کام کون کرتا ہے [یعنی اس کی خدمت کون کرتا ہے] رفقاء نے جواب دیا ہم۔[اس کا کام سر انجام دیتے ہیں] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم سارے اس سے بہتر ہو [کیونکہ خدمت کا اجر بہت زیادہ ہے]۔(کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلاً صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجاہدین میں سے سب سے افضل وہ ہیں جو ان کی خدمت کرتے ہیں۔ پھر وہ ہیں جو ان کے پاس خبریں لیکر آتے ہیں اور ان میں سے اللہ کے ہاں زیادہ خصوصی مقام والے روزے دار ہیں اور جس نے جہاد میں اپنے ساتھیوں کو ایک مشکیزہ پانی لاکر پلایا وہ ان سے

جنت میں ستر درجے یا ستر سال کی سبقت لے جائے گا۔(ابن مبارک غریب)

☆ سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے مجاہدین کی ایک دن خدمت کی تو اسے اللہ کے ہاں دس ہزار سال کا اجر ملے گا۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کر رہا تھا آگ کے شعلے انہیں تکلیف دے رہے تھے اور گرمی کی وجہ سے انہیں پسینہ آرہا تھا [یہ دیکھ کر] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے اب جہنم کی گرمی نہیں پہنچے گی۔(شفاء الصدور)

یونس سہاکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک بوڑھے بزرگ تھے ہم جب جہاد میں نکلتے تو وہ یہ شرط لگالیا کرتے تھے کہ میں سب کی خدمت کروں گا پھر جب اپنا سر یا کپڑے دھونے لگتے تو فرماتے کہ یہ بھی میں خود کروں گا کیونکہ یہ بھی شرط کا حصہ ہے جب ان کا انتقال ہوا تو غسل وغیرہ دینے میں میں بھی شریک تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں ہاتھ پر گوشت اور کھال کے درمیان جنتی لکھا ہوا ہے۔(شفاء الصدور)

☆ حضرت عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کو دیکھا گیا کہ اپنے خچر پر خود بھی سوار ہوتے تھے اور دوسرے مجاہدین کو بھی اپنی طرح باری باری سوار کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ وہ جہاد میں اپنے لئے ساتھی ڈھونڈتے تھے پھر انہیں فرماتے کہ تین شرطوں پر میں آپ کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں۔ پہلی یہ کہ میں آپ سب کی خدمت کروں گا اور آپ میں سے کوئی بھی خدمت کے معاملے میں مجھ سے کچھ نہیں چھینے گا۔ اور میں اذان دوں گا آپ میں سے کوئی اس میں مداخلت نہیں کرے گا۔ اور میں اپنی استطاعت کے مطابق آپ سب پر خرچ کروں گا۔ اگر وہ ساتھی یہ تمام شرطیں مان لیتے تو آپ ان کے ساتھ ہو جاتے ورنہ ان کے سوا

دوسرے ساتھیوں کی طرف چلے جاتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ جب جہاد میں نکلتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے اور انہیں حسب استطاعت خوش رکھے اور جتنا ہو سکے ان پر خرچ کرے اور اگر خرچ کرنے کی طاقت نہ ہو تو انہیں اپنے اوپر ترجیح دے وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس سے اجر کی امید میں کرتے تھے۔ ان کے ایثار کے واقعات میں سے ایک بہت عجیب واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

عجیب واقعہ

☆ابو جہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی کے دن اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا اور میرے ساتھ پانی کی ایک چھاگل تھی میں نے سوچا کہ اگر ان کے جسم میں جان ہوگی تو میں انہیں پانی پلاؤں گا اور ان کا چہرہ دھوؤں گا اچانک میں نے انہیں [زخمی حالت میں] بے ہوش پایا میں نے انہیں [ہوش میں لاکر] پوچھا کیا آپ کو پانی پلاؤں؟ انہوں نے اشارے سے کہا ہاں۔ اچانک ایک اور شخص کی طرف سے کراہنے کی آواز آئی میرے چچازاد بھائی نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں میں ان کے پاس آکر پانی کا پوچھنے لگا تو ایک اور شخص کے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکے تھے پھر میں حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں پھر میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ ﴿رحمۃ اللہ علیہم و رضی اللہ عنہم﴾ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆جنگ یرموک ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل اور عیاش بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں لڑائی کے

لئے نکلے جب یہ تینوں زخمی ہو گئے تو حضرت حارث بن ہشام نے پینے کا پانی منگوایا [ابھی انہوں نے پیا نہیں تھا کہ] حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے عکرمہؓ کو پلاؤ۔ حضرت عکرمہؓ نے جب پانی لیا تو ان کی طرف حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا پہلے عیاشؓ کو پلاؤ۔ حضرت عیاشؓ کی طرف پانی لایا گیا تو وہ شہید ہو چکے تھے جب باقی دو کی طرف لایا گیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے۔ (الاستیعاب لابن عبد البر)

فائدہ: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی ۱۵ھ میں ہوئی اس لڑائی میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ یا تین لاکھ تھی جبکہ مسلمان تیس ہزار تھے۔ اس خوفناک لڑائی میں بھی صحابہ کرام کا ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی قربان کر دی مگر اپنے بھائی تک پہلے پانی پہنچانا اپنی ذمے داری سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا اور بہترین انجام کے مستحق بنے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور آخرت میں ہمیں بھی ان کے ساتھ جمع فرمائے۔ [آمین ثم آمین]

فصل

مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے [ایک بار] لشکر تیار فرمایا پھر آپ بقیع غرقد [نامی جگہ تک] ان کے ساتھ [رخصت کرنے کے لئے] چلتے رہے پھر آپ نے انہیں فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ چلو اے میرے پروردگار ان کی مدد فرما۔ (المستدرک۔ صحیح الاسناد)

☆حضرت عبد اللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو عقبۃ الوداع تک ان کے ساتھ چلتے اور [وہاں پہنچ کر] فرماتے کہ میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین کو۔ تمہاری قابل حفاظت چیزوں کو اور تمہارے اعمال کے انجام کو۔ (المستدرک)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ پیدل چلے پھر فرمایا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود فرمائے۔ ایک شخص نے کہا ہم نے تو صرف مجاہدین کو رخصت کیا ہے؟ [یعنی ہم خود تو اللہ کے راستے میں نہیں نکلے] اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے ان [مجاہدین] کا سامان تیار کیا، ہم انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ چلے اور ہم نے ان کیلئے دعائیں کیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ بیہقی)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور پیدل انہیں رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اہل لشکر نے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ سوار ہو جائیں تو اچھا ہوگا۔ فرمانے لگے میں اللہ کے راستے میں اپنے قدموں پر اجر کی امید رکھتا ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ ایک روایت میں ہے کہ جہاد شام کے دوران ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ [مجاہدین کے امیر] حضرت یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چل رہے تھے حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا تو آپ بھی سوار ہو جائیے یا مجھے سواری سے اترنے کی اجازت دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ آپ اتریں گے نہ میں سوار ہوں گا میں تو اللہ کے راستے میں اٹھنے والے اپنے ان قدموں پر اللہ تعالیٰ سے اجر کا امیدوار ہوں۔ (ابن مبارک)

☆ مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جہاد کے لئے نکلا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیں رخصت کرنے کے لئے ساتھ نکلے پھر جب ہم سے جدا ہونے لگے تو

فرمایا میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی جائے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے چنانچہ میں تمہارے دین، تمہاری قابل حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ (نسائی۔ السنن الکبریٰ للبیہقی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ چلو ہم فلاں مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلیں گے تو اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے فرماتا ہے [جنت کی] خوشخبری ہے کہنے اور سننے والے کے لئے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں کسی صبح یا شام کسی مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے نکلوں اور اسے اس کی سواری پر بٹھاؤں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن ماجہ۔ المستدرک)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلتا ہے اور اپنے گھر والوں سے رخصت ہوتا ہے اور گھر والے اسے رخصت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے دیکھو میرے بندے کو کہ وہ میری رضاجوئی کے لئے اپنے گھر والوں سے رخصت ہو رہا ہے اور گھر والے اسے رخصت کر رہے ہیں۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا۔ اور اس کے گناہوں کو اس کے دروازے پر پل بنا دیا جائے گا اور وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا جس طرح پیدا ہوتے وقت تھا۔ (شفاء الصدور موقوفاً)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک بار ابو الحارث الصائغ کو جہاد میں رخصت کرنے کے لئے گئے اس وقت انہوں نے اپنے جوتے اپنے ہاتھوں میں اٹھا رکھے تھے کیوں کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اللہ کے

راستے میں اپنے پاؤں غبار آلود کرنا چاہتے تھے۔ (المغنی)

فائدہ: مجاہد کو رخصت کرنے کی طرح اس کے استقبال کے لئے نکلنا بھی ثابت ہے جیساکہ بخاری شریف میں ذکر ہے۔

☆حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں بھی بچوں کے ہمراہ آپ کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع [نامی مقام] تک نکلا۔ (بخاری)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اور حضرت امام بخاریؒ نے مجاہد کے استقبال کے عنوان سے باقاعدہ باب باندھے ہیں۔ (واللہ اعلم)

[اس باب میں ہم نے جو احادیث اور روایات پڑھی ہیں انہیں بار بار پڑھنے اور دل میں اتارنے کی ضرورت ہے۔ آجکل مجاہدین میں خدمت اور اپنے ساتھیوں کے لئے قربانی کا جذبہ بہت کم ہوتا جارہا ہے چنانچہ اکثر لوگ خدمت سے جی چراتے ہیں اور دوسروں کے لئے جذبہ ایثار سے بھی محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ مجاہدین کو اپنے محاذوں پر اپنے ٹریننگ سینٹروں میں اور اپنے مراکز میں ان احادیث کی بار بار تعلیم کرانی چاہئے اور ایک ایک مجاہد کے دل میں خدمت اور ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہئے۔ تب ان کے جہاد میں قبولیت اور برکت کی عجیب شان نظر آئے گی اور ان میں آپس کے اختلافات کی بجائے ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی جو جہاد کے لئے بے حد لازم ہے۔ اسی طرح پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ مجاہدین کے اکرام اور حوصلہ افزائی میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مصروف نہیں ہے اگر آپ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے بار بار تشریف لے جاسکتے ہیں تو ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنا چاہئے اور مجاہدین کی ایسی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی چاہئے جس سے ان کے عزائم میں اضافہ ہو جائے۔

اور وہ اپنے دل میں اس بات کی خوشی محسوس کریں کہ الحمد للہ مسلمانوں نے جہاد کو سمجھ لیا ہے اور جہاد کی عظمت کو پہچان لیا ہے۔ چنانچہ اگر ہم شہید ہوگئے تو ہماری جگہ لینے والے بہت سارے افراد ہمارے پیچھے موجود ہیں۔

یاد رکھئے! ہم سب لوگ اللہ کے راستے کے قدموں کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محتاج ہیں۔ اسی طرح مجاہدین کے گھر والوں کو بھی چاہئے کہ نہایت خوشی دلی، محبت اور حوصلہ افزائی کے جذبات کے ساتھ مجاہدین کو الوداع کہا کریں۔ اسی طرح سے وہ مجاہد کے اجر میں بھی شریک ہوں گے اور انہیں جہاد میں تعاون کا بھی ثواب ملے گا مگر آج مجاہدین کو اپنے گھر والوں سے چھپ چھپ کر نکلنا پڑتا ہے۔ یہ بہت افسوسناک صورت حال ہے ہماری مائیں، ہماری بہنیں اور مسلمانوں کی بیویاں حضرات صحابہ کرامؓ کی ماؤں، بہنوں، اور بیویوں سے زیادہ اجر وثواب کی محتاج ہیں۔ آخر وہ بھی تو عورتیں تھیں مگر انہوں نے اللہ کے دین کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور وہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ ہماری آج کی مسلمان عورتوں کو بھی انہیں کے پاکیزہ اور عالی شان نقش قدم پر چلنا چاہئے اور اپنے گھروں سے مجاہدین کو دولہوں کی طرح رخصت کرنا چاہئے تب انشاء اللہ ان گھروں پر اللہ کی رحمت نازل ہوگی اور یہ گھر آسمان والوں کے لئے زمین پر چمکتے ستاروں کی مانند بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کے ایک ایک حکم کو زندہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین]

تیرھواں باب

جہاد کے لئے گھوڑا باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (الانفال۔۶۰)

اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ) اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس کے ذریعے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا۔ اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہو گی۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۲) وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا (العادیات۔۱)

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

☆امام ابو عبداللہ القلیبی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت مجاہدؒ، حضرت عطیؒ، ابو العجیؒ حضرت قتادہؒ اس آیت (والعٰدیٰت ضبحا) کی تفسیر

میں فرماتے ہیں کہ یہ وہ گھوڑے ہیں جن پر جہاد کیا جاتا ہے اور دشمنوں پر حملہ کیا جاتا ہے۔

(المنہاج فی شعب الایمان)

فائدہ: گھوڑوں کے فضائل بہت عظیم الشان ہیں [اب ان میں سے کچھ فضائل کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے]۔

(۱) اجر ہی اجر

☆حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا اور پینا اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن [اس مجاہد کے] ترازو میں [اجر بنا کر] ڈالا جائے گا۔ (بخاری)

☆حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑے تین [قسم کے] ہیں۔ (۱) اللہ کا گھوڑا (۲) انسان کا گھوڑا (۳) شیطان کا گھوڑا۔ اللہ والا گھوڑا وہ ہے جو جہاد کے لئے باندھا جاتا ہے پس اس گھوڑے کا چارہ اس کا پیشاب اور اس کی لید سب نیکیاں ہیں اور شیطان والا گھوڑا وہ ہے جس پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جوا کھیلا جاتا ہے۔ اور انسان والا گھوڑا وہ ہے جسے نسل اور [کاروبار] کے لئے باندھا جاتا ہے۔ پس یہ گھوڑا فقر سے بچانے کے لئے ہوتا ہے۔ (مسند احمد۔ باسناد جید)

☆مسند احمد کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو گھوڑا شرط اور جوے کے لئے باندھا جاتا ہے اس کی قیمت اس کا چارہ اور اس کی سواری یہ سب اس کے مالک کے لئے وبال ہے اور جو گھوڑا کاروبار یا نسل کے لئے باندھا جاتا ہے وہ ممکن ہے کہ فقر کو دور کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ (مسند احمد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد کے گھوڑے کی فضیلت کے لئے اتنی بات بھی کافی

ہے کہ اس کی اضافت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی اسے اللہ کا گھوڑا کہا گیا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

☆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک خیر [یعنی اجر یا غنیمت رکھ دی گئی] ہے۔ پس جس شخص نے جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑا پالا اور اللہ کے راستے کے اجر کے لئے اس پر مال خرچ کیا تو اس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں نیکیاں بن جائیں گی۔ اور جس نے گھوڑا باندھا ریاکاری دکھلاوے اور فخر کے لئے تو اس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیراب ہونا اور پیاسا رہنا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں خسارہ بن جائیں گے۔ (مسند احمد بإسناد حسن ابو یعلی)

فائدہ: یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فخر اور دکھلاوے کے لئے گھوڑا باندھنا حرام ہے اور قیامت کے دن اس پر سزا دی جائے گی اور اس گھوڑے کی تمام چیزیں اس کے مالک کے لئے گناہ بن جائیں گے۔ جبکہ جہاد کے لئے باندھے گئے گھوڑے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے گھوڑے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہیں (۱) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے گناہ کا باعث ہے (۲) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے پردہ ہے (۳) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ گناہ کا باعث وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے ریاکاری فخر اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے باندھ رکھا ہو۔ اور آدمی کے لئے پردہ وہ گھوڑا ہے جسے کسی آدمی نے اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] کسی چراگاہ یا باغ میں باندھا ہو پس وہ گھوڑا اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ بھی کھائے گا اس کی تعداد کے برابر اس کے مالک کے لئے

نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی لید اور پیشاب کے برابر بھی اس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ گھوڑا رسی تڑا کر ایک دوبار کودا تو اس کے نشان قدم کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر اس گھوڑے کا مالک اسے کسی نہر پر سے لیکر گزرا اور مالک کے ارادے کے بغیر گھوڑے نے اس میں سے پانی پی لیا تو اس پانی کی مقدار مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابن خزیمہ)

(۲) جہنم سے نجات کا ذریعہ

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا وہ اسے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔ (ابن عساکر وفیہ راو ضعیف)

(۳) شہید کا اجر

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سچے دل سے [جہاد کی نیت سے] گھوڑے باندھنے کا ارادہ کیا اسے ایک شہید کا اجر دیا جائے گا۔

(ذکرہ ابو عبیدہ فی کتاب الخیل وھو مرسل)

(۴) گھوڑا باندھنا دن رات اللہ کے راستے میں خرچ کے برابر

☆ سہل بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی آیت۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ [ایمان والے] دن رات اپنا مال جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا جس شخص نے دکھاوے اور ریاکاری کے بغیر اللہ کے راستے

میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا مال [اللہ کی فرمانبرداری کے کاموں میں] دن رات خرچ کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ ایوب بن خالدؒ قرآن مجید کی آیت۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۵) گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنے جیسا ہے

☆ ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی [یعنی جہاد کا اجر اور غنیمت] گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے والوں کی [اللہ کی طرف سے] مدد کی جاتی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے۔ (الطبرانی۔ ابو عوانہ۔ ابن حبان۔ المستدرک صحیح الاسناد)

[اس مضمون کی احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام سے مروی ہیں]۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلائی قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے اور گھوڑے پر خرچ کرنے والے کی مثال ہتھیلیاں بھر کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ (موارد الظمآن)

☆ ابن حبان کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں [جہاد کے لئے] گھوڑا باندھا اس کے لئے روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے والے جیسا اجر ہے۔ (موارد الظمآن)

(۶) جہادی گھوڑے کے خدمت گاروں کے لئے اللہ کی مدد

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی اور نفع قیامت کے دن تک رکھ دیا گیا ہے اور گھوڑے کے بارے میں گھوڑے والوں کی مدد کی جاتی ہے۔ پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے لئے برکت کی دعاء کیا کرو اور ان کو رسی ڈالو مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔

(مسند احمد باسناد جید)

(۷) گھوڑوں کی پیشانی میں خیر و بھلائی

اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔ گھوڑوں میں زیادہ بھلائی اور خیر کی وجہ سے عرب لوگ گھوڑوں کو خیر کہتے ہیں اور قرآن مجید نے بھی گھوڑوں کو خیر کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۳) انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی. (ص۔۳۲) میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت اختیار کی۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی انگلی مبارک گھوڑے کی پیشانی پر پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے۔ قیامت کے دن تک یعنی اجر اور غنیمت۔ (مسلم)

☆ امام بخاریؒ نے اسی مضمون کی حدیث حضرت عروہ بن ابو الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں شبیب بن غرقدہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں [جہاد کے لئے] ستر گھوڑے دیکھے۔ (بخاری)

[یعنی حضرات صحابہ کرام جنہوں نے اس حدیث شریف کو روایت فرمایا ہے خود وہ اس پر بڑے اہتمام سے عمل فرماتے تھے اور زیادہ سے زیادہ خیر اور بھلائی حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ گھوڑے پالتے تھے مصنفؒ نے مزید بارہ صحابہ کرام کے نام بھی ذکر فرمائے ہیں جو اس حدیث شریف کو حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں]۔

(۸) گھوڑے حضور اکرم ﷺ کو محبوب تھے

☆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔ (نسائی)

مصنف فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لئے سنت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے جہاد کے گھوڑوں سے محبت کرے۔ خواہ یہ گھوڑے اپنے ہوں یا کسی اور کے۔

(۹) گھوڑوں کا دعاء کرنا

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے [وہ گھوڑا دعاء کرتا ہے] اے میرے پروردگار تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا ہے اور عطاء فرمایا ہے پس تو مجھے اس کے نزدیک اپنے اہل ومال میں سب سے زیادہ محبوب بنادے۔

(مسند احمد۔ نسائی۔ مستدرک صحیح الاسناد)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا گھوڑا ہر دن تین دعائیں کرتا ہے پہلی دعاء میں وہ کہتا ہے اے میرے پروردگار تو مجھے میرے مالک کے نزدیک سب سے محبوب مال بنادے دوسری دعاء میں کہتا ہے یا اللہ اسے وسعت دے پھر یہ مجھ پر وسعت کرے گا اور تیسری دعاء میں کہتا ہے اے میرے پروردگار اسے مجھ پر شہادت نصیب فرمادے۔ (شفاء الصدور)

مصنف فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا دعاء کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو سمجھ، شعور اور اخلاق وغیرہ سیکھنے میں جو امتیازی شان عطاء فرمائی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے [اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے دعاء کرنے کی بھی توفیق و تعلیم فرمادی ہے]۔

فصل

ایک شہید تابعیؒ کے ایمان افروز واقعات

☆ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عتبہؒ نے ایک گھوڑا چار ہزار کا خریدا تو لوگوں نے مہنگا خریدنے پر ان کو ملامت کی تو وہ فرمانے لگے کہ اس گھوڑے کا دشمن کی طرف بڑھنے والا ہر قدم مجھے چار ہزار سے زیادہ محبوب ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنف فرماتے ہیں حضرت عمرو بن عتبہؒ کوفہ کے رہنے والے اور بہت عابد زاہد شخص تھے۔ حضرات تابعین کے مجاہدین اور شہداء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ یہ جب بھی جہاد میں نکلتے تھے اپنے ساتھیوں پر یہ شرط رکھتے تھے کہ آپ سب کی خدمت میرے ذمے ہوگی۔

علی بن صالح اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عتبہ جب اپنے رفقاء [مجاہدین] کی سواریاں چراتے تھے تو ایک بادل ان پر سایہ کیے رہتا تھا اور جب آپ نماز پڑھتے تھے تو جنگل کا کوئی درندہ آپ کی حفاظت کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

☆ عیسیٰ بن عمرؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عتبہؒ رات کو قبروں پر چلے جاتے اور فرماتے تھے اے قبرستان والو نامہ اعمال لپیٹ دیئے گئے اور اعمال اوپر چلے گئے پھر آپ اپنے قدموں پر کھڑے روتے رہتے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تو آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ (نسائی فی سنہ)

خود حضرت عمرو بن عتبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ مجھے دنیا سے بے رغبت فرمادے۔ پس اس نے مجھے دنیا سے بے رغبت فرمادیا چنانچہ مجھے پروا نہیں ہوتی کہ دنیا میں سے کیا آگے چلا گیا اور کیا پیچھے رہ گیا اور میں نے اس سے دعاء کی کہ مجھے نماز پر قوت عطاء فرمادے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمت نصیب فرمادی اور میں نے اللہ تعالیٰ

سے شہادت مانگی اور میں اس کا امیدوار ہوں۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت عمرو بن عتبہؒ کے بیٹے سے روایت ہے کہ ایک بار ہم نے [جہاد کے دوران] ایک سرسبز زمین پر پڑاؤ ڈالا تو حضرت عمرو بن عتبہؒ نے فرمایا یہ زمین کتنی خوبصورت ہے کاش ابھی دشمنوں سے لڑائی کا اعلان ہو جائے تو کتنا اچھا ہوگا۔ اسی وقت مسلمانوں میں سے ایک شخص دشمنوں کے مقابلے کیلئے نکلا اور شہید ہو گیا اور اسے اسی زمین میں دفن کر دیا گیا اور فوراً لڑائی کا اعلان ہو گیا۔ حضرت عمرو بن عتبہؒ تیز رفتار لوگوں میں آگے بڑھے اور انہوں نے لشکر کے امیر اپنے والد حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی اور روانہ ہو گئے ان کے والد نے انہیں پیچھے سے آوازیں دیں اور ایک آدمی ان کے پیچھے دوڑایا۔ مگر اس آدمی کے پہنچنے سے پہلے وہ شہید ہو چکے تھے اور جب وہ دفن کئے گئے تو میں نے دیکھا کہ یہ وہی زمین تھی جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عتبہ کے فضائل [اور واقعات] بے شمار ہیں ہم نے تو یہاں ان میں سے صرف چند ایک کو ذکر کیا ہے۔

[مصنفؒ پھر اپنے اصل موضوع یعنی گھوڑے کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں]۔

(۱۰) جنت کا گھوڑا

☆ حضرت عبدالرحمن بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے بہت پسند تھے چنانچہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبدالرحمن اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جنت میں داخل فرمایا تو تمہیں وہاں یاقوت سے بنا ہوا دو پروں والا ایسا گھوڑا ملے گا جو تمہیں جہاں چاہو گے اڑاتا پھرے گا۔

(مجمع الزوائد، رجالہ ثقات)

[اس مضمون کی کئی احادیث پہلے بھی گزر چکی ہیں]

(۱۱) گھوڑا باندھنے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار ہیں

گھوڑوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس آیت میں ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (الانفال۔ ۶۰)

☆ جبکہ حضور اکرم ﷺ کا حکم آپ کے اس فرمان میں ہے۔ [جہاد کے لئے] گھوڑے باندھو اور ان کی پیشانی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا کرو اور انہیں رسی ڈالو مگر تانت کی رسی نہ ڈالو۔ (ابوداؤد)

محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ تانت کی رسی ڈالنے سے اس لئے منع فرمایا کہ اس میں گلا گھٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

حضرت امام مالک سے منقول ہے کہ مشرکین گھوڑوں کے گلے میں شرکیہ تعویذ تانت کی رسی میں لٹکاتے تھے۔ چنانچہ اس سے منع کر دیا گیا۔

بعض لوگوں نے اوتار کا معنی تانت نہیں لیا بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دشمنی ہے۔ تب حدیث شریف کا مطلب یہ ہوگا کہ ان گھوڑوں پر بیٹھ کر ذاتی انتقام لینے کے لئے نہ جاؤ۔

[گیارہ نمبر فضیلت کا خلاصہ یہ ہوا کہ جہاد کے لئے گھوڑا باندھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم ﷺ نے دیا ہے پس جو لوگ گھوڑا باندھتے ہیں وہ اللہ اور اس کی رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو بہت بڑی نعمت اور فضیلت ہے]۔

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص گھوڑا باندھنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ گھوڑا باندھے۔

(ابن عساکر۔ ضعیف)

(۱۲) گھوڑے والے گھر میں جنات داخل نہیں ہوتے

☆ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ [قرآن مجید کی آیت] وَّاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ [یعنی کچھ لوگوں پر جہاد کی تیاری اور گھوڑے باندھنے کا رعب پڑے گا جنہیں تم نہیں جانتے] سے مراد جنات ہیں۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس گھر میں عمدہ گھوڑا ہو اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد)

[علامہ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)]

حضرت عبداللہ بن مبارک کے بارے میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انہیں کہا کہ میرے گھر میں پتھر گرتے ہیں انہوں نے فرمایا جاؤ اپنے گھر میں عربی گھوڑا باندھ دو۔ اس شخص نے گھوڑا باندھا تو پتھر اور رک گیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا [کہ یہ علاج کیسے تجویز فرمایا؟] تو انہوں نے یہ آیت پڑھی وَّاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ اور فرمایا اس سے مراد جنات ہیں۔

(۱۳) گھوڑوں کی دوڑ میں فرشتوں کی حاضری

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے کسی کھیل کود کے کام میں حاضر نہیں ہوتے سوائے مرد کے اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے وقت اور گھوڑے دوڑانے اور تیر اندازی میں۔ (ابن عساکر)

مصنف فرماتے ہیں کہ گھوڑے دوڑانے کے احکام انشاء اللہ آگے آئیں گے۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو۔ تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے تمہاری گھڑ سواری

سے زیادہ محبوب ہے اور مرد کا ہر کھیل باطل [اور فضول] ہے سوائے تیر اندازی کرنے، گھوڑے کو سکھانے اور بیوی کے ساتھ کھیلنے کے۔ (ابو داؤد۔ نسائی۔ حاکم)

فصل

حضور اکرم ﷺ کے گھوڑے

[حضور اکرم ﷺ کے کئی گھوڑے تھے ذیل میں انہیں ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے]۔

(۱) السکب [تیز رفتار] یہ سفید پیشانی والا، سرخ سیاہ رنگ والا گھوڑا تھا جس کے بائیں پاؤں پر سفیدی تھی۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ یہ سیاہ رنگ کا تھا۔ یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ نے اسے ایک بدو سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ آپ نے سب سے پہلے اس پر غزوہ اُحد میں شرکت فرمائی تھی اس دن مسلمانوں کے پاس حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے گھوڑے اور السکب کے علاوہ کوئی تیسرا گھوڑا نہیں تھا۔

(۲) المرتجز [رجز پڑھنے والا] اس کا یہ نام اس کی نظم پڑھنے جیسی خوبصورت ہنہناہٹ کی وجہ سے پڑا۔ یہ سیاہی ملی سفید رنگت والا تھا بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ طرف یعنی اصیل گھوڑا تھا۔

(۳) اللحیف [لپٹنے والا] یہ نام اس لئے پڑا کہ وہ لمبی [شاندار] دم والا تھا گویا کہ وہ اپنی دم کو زمین پر بچھانے والا تھا۔ یہ آپ کی خدمت میں ربیعہ بن ابو البراء یا فروہ بن عمرو الجذامی نے پیش کیا تھا۔

(۴) اللزاز [چمٹنے والا] گویا کہ وہ اپنی تیزی کی وجہ سے اپنی منزل سے فوراً چمٹ جانے والا تھا یہ مقوقس نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

(۵) اَلظَّرِبُ [ٹیلا۔ چھوٹا پہاڑ] یہ دیو ہیکل اور مضبوط گھوڑا تھا جو فروہ بن عمرو نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

(۶) الورد [سرخ زردی مائل] یہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو عطاء فرما دیا تھا۔ اس کا یہ نام اس کے رنگ کی وجہ سے پڑا۔

(۷) سَبْحَہ [تیرنے والا] اس کی تیز رفتار اور خوبصورت آرام دہ چال کی وجہ سے یہ نام پڑا۔

حافظ شرف الدین الدمیاطیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا سات گھوڑوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے اور آپ ﷺ زیادہ سواری السکب پر فرمایا کرتے تھے۔

[مصنفؒ فرماتے ہیں کہ] ان سات کے علاوہ باقی گھوڑوں کے بارے میں اختلاف ہے۔

[مختلف روایات میں مندرجہ ذیل نام کے گھوڑوں کا تذکرہ ملتا ہے]

ذوالعقال، ذواللمہ، المراوح، السرحان، ملاوح، الیعسوب، الیعبوب، البحر، الشحا، السجل، الطرف، النجیب۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس فصل کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین اپنے گھوڑوں کا نام رکھنے میں بھی حضور اکرم ﷺ کی سنت کی پیروی کریں۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس تین خچر تھے۔ جن کے نام ہیں: (۱) دلدل۔ (۲) فضہ۔ (۳) شہباء۔

ان میں سے ایک خچر ایلہ کے حکمران نے اور دوسرا دومۃ الجندل کے حکمران نے ہدیہ کیا تھا۔ دیگر روایات میں کسریٰ [فارس] اور نجاشی کے خچر ہدیہ کرنے کا تذکرہ بھی

ملتا ہے۔

[اس مفصل باب میں جہاں ایک طرف جہاد کے لئے گھوڑے پالنے کی ترغیب ہے تو وہاں دوسری طرف اس بات کا بھی واضح ثبوت ہے کہ جہاد کی نیت سے جو سامان بھی تیار کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہوتا ہے اور اس کے مالک کو بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ جہاد کے لئے عمدہ، اعلیٰ اور نفیس چیزیں تیار کیا کریں اور اپنے پاس زیادہ سے زیادہ سامان جنگ تیار رکھنے کی کوشش کیا کریں۔

یاد رکھیں اگر آپ نے جہاد کی نیت سے جوتا بھی خرید لیا ایک اچھا چاقو بھی بنوا لیا تو یہ سب کچھ قیامت کے دن نیکیوں کے میزان میں تولا جائیگا آج دنیا میں مختلف چیزوں کا شوق رکھنے والے افراد اپنے شوق کو پورا کرنے کے لئے کتنا مال خرچ کرتے ہیں اور کتنا عمدہ سے عمدہ سامان تیار کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی جہاد کا شوق بلکہ جنون ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہاد تو اللہ تک پہنچنے اور جنت کو پانے کا راستہ ہے اور جہاد ہی اسلام اور مسلمانوں کا محافظ فریضہ ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کے دل میں جب جہاد کا شوق اور جنون ہوگا تو پھر وہ زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھا سامان جہاد تیار کرے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجر و ثواب کے خزانے لوٹے گا۔ اسی طرح اس باب میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ گھوڑے قیامت تک جہاد کے کام آتے رہیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ آج کے سائنسی دور میں بھی جہاد کے دوران گھوڑوں کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے مسلمانوں کو اب بھی جہاد کی نیت سے گھوڑے پالنے چاہئیں۔ اور اپنے جسم کو گھوڑوں کی سواری کا عادی بنانا چاہئے۔ کیونکہ گھوڑوں کی سواری سے انسان کا جسم بہت مضبوط ہوتا ہے اور جسم میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ آج کل کی نرم و نازک گاڑیوں نے مسلمانوں کے جسم کمزور کر دیئے ہیں چنانچہ اگر آج کوئی آدمی پہلی مرتبہ صرف آدھا گھنٹہ گھوڑے کی سواری کرے تو پھر کئی دن تک جسم کے درد کی وجہ سے اس کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو وسعت دی ہو اور وہ عصر حاضر میں جہاد کے دیگر تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد اس بات کی طاقت اور گنجائش رکھتا ہو کہ گھوڑا پال سکے تو پھر اسے دیر نہیں کرنی چاہیے بلکہ فوری طور پر خیر و برکت اور اجر و ثواب کا یہ عظیم کارخانہ لگا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے۔

جہادی تنظیموں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد کے اس اہم شعبے کو زندہ رکھیں اور اپنی تربیت گاہوں میں گھڑ سواری کا مکمل فن سکھانے کی ترتیب بنائیں تاکہ ہر مجاہد اس نعمت کو حاصل کر سکے۔ اسی طرح اسلامی حکومتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ عوامی جہادی تربیت گاہیں قائم کریں اور ان میں دیگر چیزوں کی طرح گھڑ سواری کی ٹریننگ بھی دیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

چودھواں باب

گھوڑے کی خدمت، اس کے اکرام کی فضیلت اور گھوڑے کے بارے میں بعض احکام کا بیان

☆ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ مجھ تک حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان پہنچا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے عربی النسل گھوڑے کا اکرام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا اور جو اس کی اہانت کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی اہانت فرمائے گا۔

(ذکرہ ابو عبیدہ معمر بن المثنی فی کتاب الخیل)

☆ روح بن زنباعؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زیارت کیلئے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے گھوڑے کیلئے جو صاف فرما رہے ہیں اور آپؓ کے اردگرد آپ کے اہل خانہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا ان گھر والوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ کی طرف سے اس کام کو سرانجام دے سکے؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھوڑے کے لئے جو صاف کر کے اس کے لئے [کھانے والی تھیلی میں] لٹکا دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرمائیں گے۔ (شعب الایمان۔ بیہقی)

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے گورنر تھے۔ (الطبرانی)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے کپڑے سے گھوڑے کے چہرے کو صاف فرما

رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ اپنے کپڑے سے اس کا منہ صاف فرمارہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا پتہ کہ رات کے وقت جبرئیل علیہ السلام نے اس [گھوڑے] کے بارے میں مجھے عتاب کیا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اس کے چارے کی ذمہ داری مجھے سونپ دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا سارا اجر تم لینا چاہتی ہو۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے [اس کے چارے کے] ہر دانے کے بدلے نیکی عطاء فرماتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

فصل

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: برکت گھوڑے کی پیشانی [میں رکھ دی گئی] ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے کی پیشانی اس کے چہرے اور اس کی دم کے بال نہ کاٹو کیونکہ اس کی دم اسے [مکھیوں اور دوسری چیزوں سے] بچانے والی ہے اور چہرے کے بال اسے حرارت پہنچانے والے ہیں اور اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے۔ (ابوداؤد۔ ابو عوانہ)

فصل

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھا گھوڑا سیاہ رنگ والا ہے۔ بشرطیکہ اس کی پیشانی اور ہونٹ سفید ہوں۔ اس کے بعد [دوسرے درجے پر] وہ گھوڑا ہے جس کی پیشانی اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں لیکن اس کا دایاں حصہ سفید نہ ہو۔ اور اگر کالا گھوڑا نہ ہو تو پھر [سب سے اچھا گھوڑا] کمیت ہے۔ یعنی اس کا رنگ سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو اسی نقش کے مطابق [یعنی پیشانی اور ہونٹ اور بائیں ہاتھ پاؤں پر سفیدی ہو] (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک)

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جہاد کرنا چاہو تو پھر تم سفید پیشانی اور بائیں طرف کے ہاتھ پاؤں پر سفیدی والا گھوڑا خریدو بے شک تم غنیمت پاؤ گے اور سلامت رہو گے۔ (مجمع الزوائد۔ المستدرک)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھورے رنگ کے گھوڑے میں برکت [خیر اور قوت] ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرماتے تھے۔ شکال اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں سیاہ اور ایک پاؤں سفید ہو۔

بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ شکال وہ گھوڑا ہے جس کا ایک ہاتھ سفید اور دوسری طرف کا ایک پاؤں سفید ہو اور ایک ہاتھ سیاہ اور اس کے مقابل دوسری طرف کا ایک پاؤں سیاہ ہو۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر اٹھائے ہوئے زیادہ ہنہنانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ فتح ان کی ہوگی اور جب تم کسی قوم کے گھوڑوں کو سر جھکائے کم ہنہنانے والا اور دم ہلانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ انکو شکست ہونے والی ہے۔ (شفاء الصدور)

[جہاد کے لئے پالے جانے والے گھوڑوں کی خدمت کرنے، انہیں دانہ کھلانے اور انکا اکرام کرنے کا اجر و ثواب ہم نے پڑھ لیا۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہاد کا عمل اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے۔ بس ان فضائل کو دل میں بٹھانے اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا بھرپور اکرام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہو جائے اور جہاد کا عمل امت کے ایک ایک فرد کا محبوب عمل بن جائے۔

یا اللہ ہمیں جہاد سے محبت عطاء فرما اور جہاد سے منسوب ہر چیز کا اکرام کرنے کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

پندرھواں باب

مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت کا بیان

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کے چہرے کو ستر سال [کی مسافت] دوزخ سے دور فرما دیتے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو دوزخ کی آگ اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور ہو جاتی ہے۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

[اس مضمون کی احادیث بہت کثرت سے ہیں ہم نے چند ایک کو ذکر کر دیا ہے]۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک نفل روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے قیامت کے دن قیام میں بیس سال کی کمی فرما دیتا ہے۔ (ابن مبارک)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان وزمین کے درمیان جتنی خندق بنا دیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی)

پیچھے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ مجاہدین میں سے اللہ کے نزدیک خصوصی مقام والے وہ ہیں جو روزے رکھنے والے ہیں۔ (الطبرانی)

مصنف ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف میں سے بہت سارے حضرات جہاد

کے دوران بھی اللہ کی رضا کے لئے اور اجر وثواب کے خزانے لوٹنے کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ اور سخت لڑائی کے دوران بھی روزہ نہیں توڑتے تھے۔ آیئے ایسے عظیم حضرات کے کچھ واقعات یہاں پڑھتے ہیں جبکہ متفرق طور پر یہ واقعات آئندہ بھی آتے رہیں گے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں میں حضرت عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اس وقت زخمی تھے اور میں ان پر کھڑا ہوا تو فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمرؓ کیا روزے داروں نے افطار کر لیا ہے [یعنی کیا افطار کا وقت ہو چکا ہے] میں نے کہا نہیں۔ فرمانے لگے کہ میرے لئے اس ڈھال میں پانی لے آئیں شائد میں روزہ افطار کروں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حوض پر آیا تو وہ خون سے بھرا ہوا تھا میں نے ڈھال مار کر خون ہٹایا اور کچھ پانی لے کر انکے پاس آیا تو وہ اس وقت شہید ہو چکے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت ثابت البنانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کافی عرصہ تک جہاد کرتا رہا وہ اللہ کے راستے میں شہادت کا طلب گار تھا مگر اسے شہادت نہ ملی تو اس نے سوچا کہ میں کیوں نہ واپس اپنے گھر چلا جاؤں اور شادی کر لوں۔ یہ سوچ کر وہ قیلولے کے لئے اپنے خیمے میں سو گیا ظہر کی نماز کے لئے جب دوسرے مجاہدین نے اسے جگایا تو وہ رونے لگا۔ مجاہدین ڈر گئے کہ آخر اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جس کی وجہ سے وہ رو رہا ہے۔ اس نے جب اپنے ساتھیوں کو پریشان دیکھا تو کہنے لگا مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن ابھی نیند کے دوران کوئی میرے پاس آیا اور کہنے لگا چلو اپنی بیوی حور عیناء کے پاس۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ مجھے ایک صاف ستھری سفید زمین پر لے گیا وہاں میں نے ایک ایسا خوبصورت باغ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس باغ میں دس نوجوان لڑکیاں تھیں اتنی حسین لڑکیاں اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے یہ امید ہوئی کہ میری بیوی حور عیناء انہیں میں سے ایک ہو گی چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کیا تم میں عیناء ہے وہ کہنے لگیں ہم تو اس کی

خادمائیں ہیں وہ خود آگے ہے۔ یہ سنکر میں اپنے ساتھی کے ساتھ آگے چلا تو ایک ایسے باغ میں پہنچ گیا جو پہلے والے سے دو چند حسین تھا۔ اس میں بیس لڑکیاں تھیں جو پہلے والی دس لڑکیوں سے بہت زیادہ حسین تھیں میں نے امید کی کہ شائد ان میں سے کوئی میری بیوی عیناء ہوگی چنانچہ میں نے ان سے پوچھا کیا تم میں عیناء ہے وہ کہنے لگیں ہم تو اس کی خادمائیں ہیں وہ تو یہاں سے آگے رہتی ہے اسی طرح اس نے تیس تک لڑکیوں کا ذکر کیا پھر اسنے کہا میں ایک سرخ یاقوت کے محل کے پاس پہنچا اس محل نے اپنے ارد گرد کے علاقے کو اپنی چمک سے روشن کر رکھا تھا میرے ساتھی نے مجھ سے کہا۔ اس محل میں چلے جاؤ۔ میں اس میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جس کی چمک دمک کے مقابلے میں محل کی چمک کچھ نہیں تھی میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے رہے اچانک میرے ساتھی نے آواز دی کہ نکلو اب واپس جانا ہے میں نکلنے کے لئے کھڑا ہوا تو حور عیناء نے میری چادر کو پکڑ لیا اور کہنے لگی آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ بس میں یہی کچھ دیکھ رہا تھا کہ آپ لوگوں نے مجھے اٹھا دیا تب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو محض ایک خواب تھا۔ چنانچہ میں [افسوس اور غم میں] رونے لگا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لشکر میں اعلان جنگ ہو گیا۔ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ میں شریک ہو گئے۔ جب سورج غروب ہوا اور افطار کا وقت ہو گیا تو اسی وقت وہ نوجوان روزے کی حالت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عمروؓ انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا [حضرت ابو عمروؓ بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہونے والے صحابی تھے] وہ میدان جنگ میں روزے کی حالت میں تھے۔ اور پیاس کی وجہ سے دہرے ہو رہے تھے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا میری ڈھال مجھے دو پھر انہوں نے ڈھال لیکر کمزوری کے ساتھ تین تیر دشمن پر پھینکے پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے

سنا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا اس آدمی کو قیامت کے دن ایک نور ملے گا۔ اسی لڑائی میں حضرت ابو عمرو رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے سے پہلے شہید ہو گئے۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی)

جہاد میں روزے رکھنے والوں کے باقی واقعات انشاء اللہ آئندہ ابواب میں آتے رہیں گے۔

☆ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جہاد میں نماز، روزے اور ذکر کا اجر جہاد میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد / المستدرک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ مجاہد کی ایک نماز کا ثواب چار لاکھ نو سو نمازوں کے برابر ہے۔ یہی حال اس کے روزے اور ذکر کا ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

☆ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک ہزار آیات کی تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ اسے انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ دیں گے [یعنی اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا] (المستدرک۔ ضعیف)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سورۃ تبارک الذی سے لے کر آخر قرآن تک ایک ہزار آیات بنتی ہیں۔

☆ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے [جہاد] میں نکل کر علم پھیلایا تو اسے ہر حرف پر عالج [نامی ریگستان] کی ریت کے برابر نیکیاں ملیں گی اور اسے اس علم پر عمل کرنے والوں جیسا اجر قیامت تک ملتا رہے گا۔

(شفاء الصدور)

[جہاد ایک مشکل اور صبر آزما فریضہ اور عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے بغیر اس میں نکلنا اور پھر ڈٹے رہنا بہت مشکل ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری جہاد کے لئے فرض کے درجے میں ہے کیونکہ اختلاف اور گناہوں کے ماحول میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی جہاد کا حق ادا ہوتا ہے۔ اس لئے مجاہدین کو چاہئے کہ مذکورہ بالا احادیث اور روایات کو بار بار پڑھیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ کا خوگر بنائیں۔ آج کفر نے بہت طاقت پکڑلی ہے اور اس طاقتور کفر سے مقابلہ تبھی ہو سکتا ہے۔ جب مجاہدین گھوڑوں کے اوپر اور رات کو مصلے پر سوار رہیں اور کوئی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ مجاہدین کو اعمال سے غافل کردے اور انہیں مال میں خیانت کرنے والا بنادے۔ لیکن ایک مجاہد کو چاہئے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کو جان دینے کے لئے نکلا ہے تو پھر نیک اعمال اور امانت کے ذریعے سے خود کو ایسا بنائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کیا جا سکے۔ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ ایک مجاہد بیرونی کفر کو ختم کرنے کے لئے تو لوگوں کو قتل کرتا پھرے۔ لیکن خود اس کے اندر کفر پلتا رہے اور وہ کافروں والے اعمال میں مبتلا رہے۔ یہ بات یقیناً اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے۔ اس موضوع کی مزید تفصیل کے لئے تمام مجاہدین کو "زاد مجاہد" مترجم کتابچے (حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب) کی تصنیف کا مطالعہ کرنا چاہئے اور اس میں مذکور اعمال اور ترتیب کو اپنانا چاہئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو سچا، متقی اور امانت دار مجاہد بننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!]

سولھواں باب

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے پہرہ دینے کے فضائل کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (التوبہ۔۵)

ان مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو اور پکڑو اور گھیرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران۔۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط (ثابت قدم) رہو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو (اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

☆ اصبروا وصابروا کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں یہاں تک کہ کافر اپنے [باطل] دین سے تنگ آجائیں۔ (تفسیر ابن جریر الطبری)

☆ محمد بن کعب القرظیؒ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے اور اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد میں مسلسل جمے رہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کرلیں۔ (تفسیر ابن جریر)

☆ الزہریؒ کہتے ہیں کہ رابطوا کے معنی میں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ

رابطوا کا معنی ہے۔ دشمنوں کے ساتھ قتال کرنا اور جہاد کے لئے گھوڑے باندھنا۔

☆ دوسرا معنی جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرنا اس وقت جب وضو کرنا [سردی وغیرہ کی وجہ سے] مشکل ہو اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی رباط ہے۔ اس حدیث شریف میں ان دو اعمال کو اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد میں گھوڑے باندھنے جیسا قرار دیا گیا ہے۔

ابو محمد بن عطیہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: صحیح قول یہ ہے کہ رباط کا معنی جہاد میں ڈٹے رہنا ہے۔ اصل میں لغت کے اعتبار سے رباط کا معنی ربط الخیل یعنی گھوڑا باندھنا ہے لیکن پھر یہ لفظ ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے۔ جو مسلمانوں کے کسی بھی محاذ پر ڈٹا ہوا ہو خواہ گھڑ سوار ہو یا پیادہ۔ حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے وضو اور نماز وغیرہ کو اسی رباط یعنی جہاد میں ڈٹے رہنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ علامہ ابن رشدؒ اور ابن یونس الصقلی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت مشرکوں کا خون بہانے کے لئے ہے۔ جبکہ رباط [یعنی پہرے داری] کی فرضیت مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میرے نزدیک کافروں کا خون بہانے سے زیادہ محبوب ہے۔

(المقدمات۔ الجامع المسائل المدونہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں اے مسلمانو! خوب اچھی طرح جان لو کہ رباط [یعنی پہرے داری] ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ اور بخشش کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس کے ایسے فضائل وارد ہوئے ہیں جو دوسری عبادات کے نہیں ہیں اب ہم ان فضائل میں سے بعض کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

(۱) رباط دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر

☆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ کے راستے میں سرحد کی پہرے داری کرنا دنیا اور جو کچھ اس پر ہے ان سب سے بہتر ہے اور جنت میں تمہارے کسی ایک کے کوڑے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس پر ہے ان سب سے بہتر ہے۔ (بخاری)

دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو ساری دنیا اور اس کے تمام اسباب کا مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے تب بھی وہ جہاد میں اسلامی سرحد یا مجاہدین کی پہرے داری کے ایک دن کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔ [اس بارے میں مزید تفصیل پہلے گزر چکی ہے]

(۲) ایک ماہ کی پہرے داری ساری زندگی کے روزوں سے افضل

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک رات دن کی پہرے داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے اور اگر وہ پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل [قیامت تک کے لئے] جاری کر دیا جائے گا [یعنی قیامت تک اسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا] اور قبر کے امتحان سے بھی وہ محفوظ کر دیا جائے گا۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مہینے کی [اللہ کے راستے میں] پہرے داری ساری زندگی روزے رکھنے سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کے لئے صبح شام جنت سے روزی جاری کر دی جائے گی اور قیامت کے دن تک اسے پہرہ دینے کا اجر ملتا رہے گا۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی۔ رجالہ ثقات)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری گھر میں ساٹھ سال تک عبادت کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

(۳) قیامت کے دن تک عمل کا جاری رہنا

☆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دن رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام وصیام سے افضل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل [قیامت کے دن تک] جاری کر دیا جائے گا اور اس کے لئے [جنت سے] رزق بھی جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

[اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں مصنفؒ نے بھی مزید چار احادیث ذکر فرمائی ہیں چونکہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہے اس لئے ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا]

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کے ساتھ] بند ہو جاتے ہیں سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کیونکہ اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے [یعنی اسے روزانہ کی پہرے داری کا اجر ملتا رہتا ہے] اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن حبان۔ مستدرک)

علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس طرح کی احادیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے ان میں سب سے افضل جہاد کی پہرے داری ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے جن تین اعمال کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد جاری رہتا ہے وہ ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم نافع، اور نیک اولاد تو ان تینوں کا اجر بے شک مرنے کے بعد جاری رہتا ہے لیکن جب یہ چیزیں باقی نہیں رہتیں تو ان کا اجر بھی بند ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاد میں پہرے داری کا اجر قیامت کے دن تک بڑھتا ہی چلا

جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد اور اس میں پہرے داری پورے اسلام اور اس کے تمام اعمال کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اسلام اور اس کے اعمال قیامت تک رہیں گے تو اسی طرح جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا اجر بھی قیامت تک رہے گا۔ (تفسیر القرطبی)

☆ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کوئی اچھا کام شروع کیا اسے اس کام کا اجر ملتا رہے گا خواہ کوئی اس کی زندگی میں کرے یا اس کے مرنے کے بعد یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے [تب اس کا اجر بھی بند ہو جائے گا] اور جس شخص نے کوئی برا کام شروع کیا اسے اس کام کو کرنے والوں کا گناہ ملتا رہے گا یہاں تک کہ وہ کام چھوڑ دیا جائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے اسے اس پہرے داری کا اجر قیامت کے دن اٹھائے جانے تک ملتا رہے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص مرتے وقت جان نکلنے سے پہلے [اللہ کے ہاں آخرت میں] اپنا مقام دیکھ لیتا ہے سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کیونکہ اس کا اجر یا رزق جاری رہتا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک موقوفاً)

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرنے والا شخص چونکہ اپنے تمام اعمال کر چکا ہوتا ہے اس لئے ان اعمال کی بدولت اس کا اللہ کے ہاں آخرت میں جو مقام ہونا چاہئے وہ مرتے وقت اسے دیکھ لیتا ہے لیکن جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا عمل تو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور بڑھتا چڑھتا رہتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا یہ عمل اسے کتنے بڑے مقام تک پہنچائے گا اس لئے چونکہ اس کا مقام ابھی متعین ہی نہیں ہوا ہوتا اس لئے اسے دکھایا بھی نہیں جاتا۔ البتہ مرتے وقت اسے کچھ اور بشارتیں دکھائی جاتی ہیں تاکہ اسے موت کے وقت لذت اور سرور نصیب ہو۔

(۴) قبر میں منکر نکیر سے حفاظت

☆ فضالہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مرنے والے کے اعمال [اس کی موت کے ساتھ] بند ہو جاتے ہیں سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کے امتحان [یعنی منکر نکیر کے سوال] سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے (ابوداؤد۔ ترمذی)

☆ حضرت شرحبیل بن السمط فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فارس کی سرزمین پر پہرے داری کر رہے تھے اور [زیادہ عرصہ گزرنے اور فاقوں پر فاقے آنے کی وجہ سے] مجاہدین اس پہرے داری سے سخت اکتا چکے تھے اور تنگ آرہے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا گزر ہم پر سے ہوا تو آپ نے [یہ صورت حال دیکھ کر] فرمایا اے ابن السمط میں تمہیں حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث نہ سناؤں تاکہ وہ تمہارے لئے اس مقام پر مددگار ثابت ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن رات پہرے داری کرنے والے کا اجر گھر میں مہینہ بھر کے قیام اللیل جیسا ہے اور اگر وہ مر گیا تو قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا اور اس کی قبر میں لکھ دیا جائے گا کہ یہ اللہ کے راستے کا محافظ ہے اور اس کے بہترین اعمال کو اس کے لئے قیامت تک جاری کر دیا جائے گا۔ (مسلم۔ ابن عساکر)

(۵) قیامت کے بڑے خوف سے حفاظت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے اس کا نیک عمل اس کے لئے جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کے لئے روزی بھی جاری کر دی جاتی ہے اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ [قیامت کے] خوف سے

مامون اٹھائیں گے۔ (ابن ماجہ باسناد صحیح)

[یہ مضمون اور بھی کئی احادیث میں وارد ہوا ہے۔]

(۶) موت کی صورت میں شہادت کا اجر

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پہرے داری کرتے ہوئے مرے گا وہ شہید ہوگا اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اسے صبح شام جنت سے روزی دی جائے گی اور اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا۔ (مصنف عبد الرزاق۔ سنن ابن ماجہ)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں پہرے داری کا ارادہ کرتا ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے جب وہ اس کے لئے گھر سے نکل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جب وہ [محاذ پر] پہنچ جاتا ہے تو اس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں وہ اگر مر جائے تو شہید ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن تین آدمیوں کی شفاعت کریگا اور اگر وہ قتل کیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے اور وہ قیامت کے دن ستر آدمیوں کی شفاعت کریگا۔ (ابن عساکر)

مصنف ؒ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ رحمت اور فضل والا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جو بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی عبادت کی نیت کرتا ہے مگر کسی قدرتی آفت کی وجہ سے وہ اسے نہیں کر پاتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس عبادت کا اجر و ثواب عطاء فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس شخص کے لئے جو حج کے لئے نکلا ہو مگر راستے میں انتقال کر گیا ہو یا تہجد کی نیت سے سویا ہو مگر صبح نہ اٹھ سکا ہو یا اچھی طرح وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے گیا ہو مگر اسے جماعت نہ ملی ہو۔

احادیث صحیحہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ اسے حج، تہجد اور جماعت کا اجر مل جاتا ہے۔ روایات میں ایسی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ کے راستے میں محافظ اور پہرے داری کا کام سر انجام دینے والا مجاہد بھی گھر سے شہادت ہی کی نیت سے نکلتا ہے اور خود کو شہادت کے لئے پیش بھی کر دیتا ہے لیکن پھر اسے شہادت نہیں ملتی بلکہ موت آجاتی ہے تو اسی دستور خداوندی کے مطابق اس کے لئے بھی شہادت کا اجر ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ احادیث میں نہ بھی آیا ہو جبکہ پہرے داری کی موت کے شہادت ہونے پر تو کئی احادیث بھی موجود ہیں۔ اگرچہ ان کی سند میں کچھ کلام ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے اور دستور خداوندی کی وجہ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جبکہ رباط کی حالت میں مرنے والے کے لئے کئی صحیح احادیث میں شہداء کی خصوصیات، مثلاً روزی کا جاری ہونا، فتنۂ قبر سے نجات ملنا وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

(۷) پل صراط پر سے ہوا کی طرح گزرنا

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو کھڑا فرمائیں گے وہ پل صراط پر سے ہوا کی طرح گزر جائیں گے ان پر نہ حساب ہوگا نہ عذاب۔ صحابہ کرام نے پوچھا یہ کون لوگ ہوں گے؟ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہوگی۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک مرسلا)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اٹھائیں گے جن کے چہروں پر نور چمک رہا ہوگا جو لوگوں کے پاس سے ہوا کی طرح گزر کر بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت پہرے داری کے دوران آئی ہوگی۔ (ابن عساکر باسنادہ)

(۸) لیلۃ القدر پالینے سے بھی افضل

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سمندر کی جانب مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ایک رات کی پہرے داری مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لیلۃ القدر کو کعبۃ اللہ یا مسجد نبوی میں پالوں اور تین دن کی پہرے داری ایک سال کے برابر ہے اور پہرے داری کا مکمل نصاب چالیس راتیں ہے۔ (مصنف عبدالرزاق مرسلا)

☆ عثمان ابن ابو سودہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یافا [نامی مقام جو بیت المقدس کے ساحل پر ہے] میں پہرے داری کر رہے تھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ پہرے داری بیت المقدس میں شب قدر پالینے سے زیادہ محبوب ہے۔ (ابن المنذر)

[افسوس صد افسوس یہ علاقہ اب اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو وہ علاقے واپس لینے کی توفیق عطاء فرمائے جن کی حفاظت اور پہرے داری حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرماتے رہے ہیں]۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک بار اللہ کے راستے میں پہرے داری فرما رہے تھے اچانک [کسی خوف کی وجہ سے] لوگ ساحل کی طرف بھاگے مگر پھر معلوم ہوا کہ خوف کی کوئی بات نہیں تو لوگ واپس آگئے تو لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ کھڑے پایا ایک شخص نے پوچھا اے ابوہریرہ کس چیز نے آپ کو کھڑے رکھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ایک گھڑی اللہ کے راستے میں کھڑے رہنا لیلۃ القدر میں حجر اسود کے پاس قیام سے بہتر ہے۔ (موارد الظمآن۔ بیہقی)

(۹) مرابط اور دوزخ کے درمیان خندقوں کے فاصلے

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کی اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنادیں گے اور ہر خندق سات آسمان و زمین جیسی ہوگی۔ (الطبرانی)

(۱۰) پیچھے رہ جانے والے تمام لوگوں کا اجر

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پہرے داری کا اجر پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایک رات مسلمانوں کی پہرے داری کی تو اسے اپنے پیچھے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے والوں کا اجر ملتا رہے گا۔

(مجمع الزوائد۔ رجال ثقات)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں پہرے داری کے لئے نکلا اسے حضور اکرم ﷺ کی امت کے ہر نیک اور بد ہر بچے اور عورت ہر ذمی اور جانور، خشکی اور پانی میں موجود ہر پرندے کی طرف سے ایک ایک قیراط اجر قیامت کے دن تک ملتا رہے گا اور ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ ابراہیم یمانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا اے ابو عبداللہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں جدہ میں آکر مقیم ہو جاؤں اور یہاں جہاد کی پہرے داری کروں اور ہر مہینے میں ایک عمرہ اور ہر سال حج ادا کروں اور اپنے گھر والوں سے بھی قریب رہوں۔ کیا آپ کو یہ زیادہ پسند ہے یا میں ملک شام چلے جاؤں۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے یمانی تم شام کے ساحلوں [پر جہاد] کو لازم پکڑو۔ تم شام کے ساحلوں پر مضبوطی سے ڈٹے رہو کیونکہ اس کعبۃ اللہ کا ہر سال دو تین لاکھ آدمی حج

کرتے ہیں اور ان کی تعداد اور بھی بڑھ سکتی ہے اور تجھے [ملک شام میں جہاد کرتے ہوئے] ان سب کے حج، عمرے اور دوسری عبادات جیسا اجر ملتا رہے گا۔ (ابن عساکر۔ تاریخ مدینہ دمشق)

(۱۱) ایک ہزار دنوں سے بہتر

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک بار منبر پر یہ ارشاد فرمایا: [اے مسلمانو!] میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو میں نے تم سب کے [مدینہ چھوڑ کر] چلے جانے کے خوف سے تمہیں نہیں سنائی تھی۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری دوسری تمام جگہوں پر گزارے جانے والے ہزار دنوں سے بہتر ہے پس تم میں سے ہر شخص اپنے لئے جو پسند کرے وہی اختیار کرلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ المستدرک)

☆ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک رات کی پہرے داری کی تو یہ ایک ہزار راتوں کے قیام اور روزوں جیسی ہے۔ (ابن ماجہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری دنیا کے تمام مقامات پر گزارے جانے والے ہزار دنوں سے افضل ہے ان مقامات میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس بھی آتے ہیں کیونکہ اگر ان میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ شامل نہ ہوتے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس حدیث شریف کو لوگوں سے کچھ عرصہ تک پوشیدہ نہ رکھتے لیکن چونکہ اس حدیث کو سنانے کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے خالی ہو جانے کا خطرہ تھا اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ عرصے تک لوگوں کو نہیں سنایا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کی ایک بہت بڑی تعداد جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ چھوڑ کر ملک شام کے ساحلوں پر جہاد اور پہرے داری کے لئے تشریف لے گئی اور وہیں ان میں سے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ انتقال فرما کر شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ سے جہاد کے لئے نکلے تو اہل مکہ سخت غمگین ہوئے اور تمام چھوٹے بڑے انہیں رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ جب وہ مکہ کے آخری کنارے پر پہنچے تو رک گئے اور لوگ ان کے چاروں طرف کھڑے ہو کر رونے لگے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو اتنا روتے دیکھا تو آپ کو بھی رونا آ گیا۔ اور آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم سے پہلو تہی کر کے یا تمہارے شہر پر کسی اور شہر کو ترجیح دینے کی وجہ سے نہیں جا رہا لیکن ہم سے پہلے جہاد کے لئے ایسے لوگ نکل چکے ہیں کہ اگر مکہ کے پہاڑ سونے کے بنا دیئے جائیں اور ہم ان پہاڑوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں تب بھی اللہ کی قسم ہم ان کے ایک دن کے اجر کو نہیں پا سکتے۔ اللہ کی قسم وہ لوگ دنیا میں ہم سے آگے چلے گئے لیکن ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم آخرت میں تو ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ میں تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ ملک شام تشریف لے گئے اور وہیں پر انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (کتاب الجہاد ابن مبارک)

علامہ ابن الاثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام اپنے تمام مال اور گھر والوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے ملک شام تشریف لے گئے اور جنگ یرموک میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (اسد الغابہ)

حافظ مزیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت حارث رضی اللہ عنہ [جو ابو جہل کے بھائی تھے] غزوہ بدر اور احد میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے فتح مکہ کے دن آپ نے اسلام

قبول کیا آپ بہت معزز اور قدر و منزلت والے شخص تھے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اس بات پر علماء کرام کا اجماع نقل کیا ہے کہ کسی بھی علاقے میں اسلامی سرحدوں یا لشکر کی حفاظت کے لئے قیام کرنا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں مقیم ہونے سے افضل ہے۔ (مجموع الفتاوی)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ میں قیام زیادہ بہتر ہے یا رباط۔ انہوں نے فرمایا میرے نزدیک رباط زیادہ پسندیدہ ہے اور امام احمدؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک جہاد اور رباط کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ (المغنی)

ایک شخص نے حضرت امام مالکؒ سے پوچھا کیا میں مدینہ منورہ میں قیام کروں یا [رباط کے لئے] اسکندریہ میں۔ امام صاحب نے فرمایا تم اسکندریہ میں قیام کرو۔

(۱۳) مرابط کی عبادات کا اجر

مرابط چونکہ مجاہد بھی ہے اس لئے جو فضائل مجاہد کے روزے نماز اور ذکر کے گزرے ہیں مرابط بھی ان سب کا مستحق ہوتا ہے۔ مزید کچھ فضائل ملاحظہ کیجئے۔

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرابط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر اور اس کا ایک درہم و دینار خرچ کرنا کسی اور جگہ سو دینار خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شعب الایمان)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کے ساحل پر ایک نماز دس لاکھ گنا بڑھا دی جاتی ہے [ساحل سمندر کا تذکرہ اس لئے ہے کہ عموماً پہرے داری والے محاذ اس وقت ساحل سمندر پر ہوتے ہیں۔]

(شفاء الصدور)

ایک اور روایت میں مرابط کی نماز کو دس لاکھ پچیس ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا

گیا ہے۔ (شفاء الصدور)

مصنف فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کسی بھی جگہ رباط میں ایک دن یا رات گزارنا مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ جیسے بابرکت شہروں میں ایک ہزار دن رات گزارنے سے افضل ہے جبکہ مسجد حرام [مکہ مکرمہ] میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو اس حساب سے مرابط کی ایک نماز کا اجر دس کروڑ نمازوں کے برابر بنتا ہے۔ اور مرابط کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور اس کا رزق بھی جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے یہ سارے فضائل بھی اسی کے ساتھ خاص ہیں۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں بھی مرنے کے یہ فضائل نہیں ہیں۔

بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا فضل عطاء فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا اور بہت علم والا ہے۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرابط کی ہر ایک نیکی دوسرے عبادت گزاروں کی تمام نیکیوں کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی امت کے بہترین لوگوں کو رباط کے لئے اسی طرح منتخب فرماتے ہیں جس طرح اس امت کے بہترین لوگوں کو بادشاہوں کے لئے۔ (شفاء الصدور)

مرابط کو مال خرچ کرنے کا بھی مجاہد کی طرح اجر ملتا ہے اور اس میں اضافہ یہ ہے کہ اگر کوئی سرزمین اسلامی سرحد کی حیثیت اختیار کر گئی ہو تو وہاں پر مقیم لوگ جو جہاد اور دفاع کی نیت رکھتے ہوں ان کو بھی مال خرچ کرنے پر جہاد کا اجر ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل شام کو فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر ایک درہم کا گوشت خرید کر خود کھائے گا اور اپنے بچوں کو کھلائے گا تو اسے سات سو درہم خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنف فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پورا ملک شام

سرحد کی حیثیت رکھتا تھا البتہ اس زمانے میں سرحد کی محاذ جنگ اور اس کے قریبی علاقوں میں حفاظت کی نیت سے ٹھہرنا رباط کہلائے گا۔

فصل

سرحدوں پر پہرے داری کے کچھ مزید فضائل

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک ہر امت کے لئے سیاحت ہے اور میری امت کی سیاحت جہاد ہے اور ہر امت کی رہبانیت ہے اور میری امت کی رہبانیت دشمنوں کی گردنوں [یعنی سرحدوں] پر پہرہ دینا ہے۔ (مجمع الزوائد، الطبرانی)

☆ حضرت عروہ بن رویم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ماضی میں ہم بہت گناہ اور زنا وغیرہ میں مبتلا رہے ہیں اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اپنے گھروں میں بند کر لیں اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ نے فرمایا عنقریب تم لوگ لشکروں میں نکلو گے کافر تمہارے ذمی بن کر تمہیں خراج [یعنی زرعی ٹیکس] دیں گے اور تمہارے سمندر کے ساحل پر شہر اور محل ہوں گے پس جو تم میں سے اس زمانے کو پائے اور پھر کسی شہر یا محل میں خود کو عبادت کے لئے مرتے دم تک بند کرنا چاہے تو کر لے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک۔ معضل صحیح الاسناد)

☆ حضرت یزید العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن سے سرحدوں کو بھرا جائے گا

[یعنی ان کو پہرے داری کے لئے محاذوں پر بھیجا جائے گا] اور ان سے حقوق لے جائیں گے لیکن ان کے حقوق انہیں نہیں دیئے جائیں گے وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک باسناد حسن)

☆ عصمہ بن راشد بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ سے سنا ہے کہ وہ رباط کو جہاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا ابا جان کس وجہ سے وہ ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیونکہ جہاد میں بہت ساری ایسی شرطیں ہیں جو رباط میں نہیں ہیں۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رباط کی فکر کیا کرو کیونکہ جو شخص رباط کی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان جہنم سے برات لکھ دیتے ہیں اور جو شخص رباط کو نبھاتا ہے اسے کوئی خطا یا گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (شفاء الصدور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنا ہزار آدمیوں کی ہزار سال کی عبادت کی طرح ہے۔ (ابن عساکر ہذا حدیث غریب)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک ساحل سمندر پر ایک دن کا رباط اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار سے سو غلام خرید کر آزاد کروں اور اپنی اس مسجد [یعنی مسجد نبوی شریف] میں تیس سال اعتکاف کروں۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تک آسمان سے بارش برستی رہے گی اور زمین پر سبزا اگتا رہے گا جہاد ہمیشہ میٹھا اور سرسبز رہے گا اور عنقریب مشرق کی طرف سے کچھ لوگ اٹھیں گے جو کہیں گے کہ نہ جہاد [باقی] ہے اور نہ رباط۔ یہ لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ کے راستے میں ایک دن کی پہرے داری ہزار غلام آزاد کرنے اور تمام اہل زمین کے صدقے سے افضل ہے۔

(ابن عساکر حدیث غریب)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو وہ جب بھی دشمن کی آواز یا اعلان جنگ سنتا ہے اس کی طرف اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اڑ پڑتا ہے وہ شہادت چاہتا ہے یا اسے موت کا یقین ہوتا ہے اور [پھر اس شخص کی زندگی بہترین ہے] جو کسی پہاڑ کی چوٹی یا کسی وادی میں مقیم ہو کر نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے، اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگا رہے اور لوگوں کے ساتھ اس کا تعلق خیر والا ہو۔ (مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے تو انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور جس تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھے تھے وہ ان دونوں کو دیا۔ ان دونوں نے کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے ہم تو اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے کوئی ایسی بات سنیں جو ہمیں نفع دے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے مہمان کا اکرام نہ کیا اس کا حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام کی ہو۔ اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی سے روزہ افطار کیا ہو اور ہلاکت ہے ان زیادہ کھانے والوں کے لئے جو گائے کی طرح کھاتے ہیں اور سارا دن اپنے غلام سے کہتے رہتے ہیں یہ [کھانا] اٹھاؤ وہ [کھانا] رکھ دو اور وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ مصر کے فاتحین اور وہاں سب سے پہلے آباد ہونے والوں میں سے ہیں اور صحابہ کرامؓ میں سے مصر میں انتقال فرمانے والے وہ آخری بزرگ ہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ جب جہاد کا مقام بہت دور ہو یا جہاد میں مال غنیمت

وغیرہ کی چوری شروع ہو جائے تو اس زمانے میں رباط یعنی پہرے داری افضل جہاد بن جاتی ہے۔

☆ عقبہ بن الندر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب جہاد [کی جگہ] دور ہو اور تنگی بڑھ جائے اور مال غنیمت میں خیانت ہونے لگے تو تمہارا بہترین جہاد رباط ہے۔ (موارد الظمآن، المعجم الکبیر للطبرانی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کبھی جہاد افضل ہوتا ہے کبھی رباط اس چیز کا تعلق افراد اور احوال سے ہے۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم جہاد میں لگے رہو جب تک جہاد شیریں اور سرسبز رہے اور کمزور پودے یا بوسیدہ چورے یا خشک لکڑی کی طرح نہ ہو جائے اور جب جہاد [کی جگہ] دور ہو جائے اور مال غنیمت [ناجائز طریقے سے] کھایا جانے لگے اور حرمتیں حلال کر لی جائیں [یعنی لوگ جہاد میں نکل کر حرام کام کرنے لگیں] تو پھر تم رباط کو لازم پکڑو کیونکہ [اس وقت] وہ بہترین جہاد ہے۔ (مصنف عبد الرزاق)

علامہ ہرویؒ فرماتے ہیں کہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت تک جہاد کرتے رہو جب تک تمہیں فتح و نصرت نصیب ہوتی رہے اور مال غنیمت ملتا رہے۔ اس سے پہلے کہ بزدلی اور کمزوری کی وجہ سے جہاد کمزور پودے، بے کار مٹی اور خشک لکڑی کی طرح ٹوٹنے لگے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وعدے اور عہد پورے نہ کئے جائیں اور کتاب و سنت کو نافذ نہ کیا جائے تو تمہارا بہترین جہاد رباط ہے۔ (شفاء الصدور)

فصل

رباط کا نصاب چالیس دن ہے

علامہ ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عطاءؒ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا مکمل رباط (یعنی پہرے داری) چالیس دن کی ہے۔ (الاوسط)

امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ کیا رباط کے لئے کوئی مدت ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں چالیس دن۔

الحق فرماتے ہیں کہ یہ رباط کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے [ورنہ ایک دن ایک رات یا ایک گھڑی کی پہرے داری بھی رباط ہے]۔

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مکمل پہرے داری چالیس دن کی ہے جس شخص نے چالیس دن تک پہرے داری کی اور (اس دوران) اس نے خرید و فروخت بھی نہ کی اور کوئی بدعت بھی نہیں گھڑی تو گناہوں سے ایسے پاک ہو جائے گا جس طرح ماں سے پیدا ہوتے وقت پاک تھا۔ (مجمع الزوائد۔ الطبرانی)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی رباط [پہرے داری] سب سے افضل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سمندر کی پہرے داری۔

پس جس شخص نے سمندر [کے محاذ] پر چالیس راتوں تک پہرہ دیا تو گویا کہ اس نے ستر مقبول حج کر لئے اور یہ راتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (شفاء الصدور)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے پوچھا تم کہاں تھے؟ اس نے کہا میں پہرہ دینے [سرحد پر] گیا تھا۔ آپ نے پوچھا کتنے دن تم نے پہرہ دیا؟ اس نے کہا تیس دن۔ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے چالیس دن کیوں نہ پورے کر لئے۔ (مصنف عبد الرزاق)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے نے تین راتیں [سرحد پر] پہرہ دیا اور واپس لوٹ آئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ واپس جاؤ اور دس راتیں اور پہرہ دیکر چالیس پوری کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مسلمانوں کے کسی ساحل پر تین دن پہرہ دیا تو اس کے لئے ایک سال کی پہرے داری کے برابر ہوگا۔

(مجمع الزوائد مسند احمد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نے تین دن پہرہ دے دیا تو پھر عبادت گزار جو چاہیں عبادت کر لیں [تمہارے مقام تک نہیں پہنچ سکتے]

(مصنف ابن ابی شیبہ باسناد صحیح)

اس روایت کو امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے استاذ حضرت عیسیٰ بن یونسؒ سے نقل فرمایا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ حضرت عیسیٰ بن یونس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک سال جہاد کرتے تھے اور ایک سال حج۔ (تہذیب الکمال)

احمد بن جنابؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے پینتالیس حج کئے اور پینتالیس لڑائیوں میں حصہ لیا۔ (تہذیب الکمال)

اہل شام کی پہرے داری

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ملک شام کے رہنے والے اور ان کی بیویاں اور ان کے بچے اور ان کے غلام اور ان کی باندیاں جزیرے کے آخری حصے تک پہرہ دینے والے ہیں پس جو شخص [شام کے] کسی بھی

شہر میں اترے گا۔ وہ مرابط ہے۔ اور جو کسی سرحد پر اترے گا وہ مجاہد ہے۔ (ابن عساکر۔ الطبرانی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت انطاکیہ اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت دمشق اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی اور ایک جماعت طالقان اور اس کے ارد گرد لڑتی رہے گی یہ لوگ حق والے ہوں گے اور اپنے مخالفین اور معاونین کی پرواہ نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طالقان سے اپنا خزانہ نکالیں گے اور اس کے ذریعے سے دین کو زندہ کریں گے جیسا کہ اس سے پہلے دین کو مٹایا گیا ہوگا۔ (ابن عساکر۔ حدیث غریب)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہل شام ہلاک ہو جائیں گے تو میری امت میں خیر باقی نہیں رہے گی اور میری امت کی ایک جماعت حق کو غالب کرنے کے لئے لڑتی رہے گی اور وہ اپنی مخالفت کرنے والوں اور رسوا کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اور وہ اسی پر قائم رہیں گے۔ آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے شام کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ [کہ وہ جماعت شام میں ہو گی] (ابن عساکر تاریخ مدینہ دمشق)

اہل شام کے فضائل میں احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام سے مروی ہیں۔

رباط سے متعلق چند مسائل

(۱) وہ رباط جس کے فضائل بیان ہوئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی ایسی سرحد یا محاذ پر جہاد اور دفاع کی نیت یا اسلامی لشکر کی تعداد بڑھانے کے لئے پہرہ دے جہاں پر دشمنوں کے حملے کا امکان ہو چنانچہ جس جگہ جتنا خوف اور خطرہ زیادہ ہوگا وہاں پر پہرے داری کا اجر بھی اتنا زیادہ ہوگا۔

(۲) اگر کوئی شخص رہتا ہی کسی سرحد پر ہے اور اس اسلامی سرحد پر جہاد اور دفاع کی نیت سے رکا ہوا ہے کہ اگر اسے کوئی لالچ دے کر وہاں سے کسی جگہ منتقل ہونے کے لئے کہے تو وہ انکار کر دے تو ایسا آدمی بھی مرابط ہے اگرچہ وہ وہاں پر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہو۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی سرحد پر جہاد کے علاوہ کسی اور وجہ سے رہتا ہے مثلاً اس کی بیوی وہاں کی رہنے والی ہے اور کہیں منتقل نہیں ہونا چاہتی یا اس کی وہاں پر نوکری یا ملازمت ہے اور اگر اس کی مجبوری ختم ہو جائے یا اسے لالچ دیا جائے تو وہاں سے کسی اور جگہ منتقل بھی ہو جائے گا تو ایسا آدمی فضائل مرابط نہیں ہے۔

(۴) جو آدمی کسی اسلامی سرحد پر مقیم ہو اور اس کی نیت یہ ہو کہ اگر دشمن نے حملہ کیا تو وہ یہاں سے بھاگ جائے گا تو ایسا شخص جب تک اس سرحد پر رہے گا تو گناہ گار ہوگا [اگر وہاں سے بھاگنا اس کے لئے شرعاً درست نہ ہو]

(۵) جن سرحدوں پر خطرہ زیادہ ہو وہاں اپنے بیوی بچوں کو ساتھ نہیں لے جانا چاہئے کیونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے بچوں کو مشرکین کے مقابلے میں نہ لے جائے۔

(مصنف عبدالرزاق مرسلا)

لیکن اگر زیادہ خطرہ نہ ہو اور مجاہدین خود وہاں کے مقامی ہوں اور بیوی بچوں کے بغیر رہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کی اجازت ہے۔ (المغنی)

ارباط کے یہ عظیم الشان اور بے شمار فضائل اس دور میں خصوصی طور پر مسلمانوں کو ان کے ایک ایسے فرض کی یاد دلاتے ہیں جس سے آج عمومی طور پر غفلت برتی جا رہی ہے۔ یہ فرض ہے "اسلامی سرحدوں کی حفاظت" حقیقت یہ ہے کہ آج اس بارے میں اپنی مجرمانہ کوتاہیاں دیکھ کر سر شرم سے جھک جاتا ہے اسلام نے تو رباط کا حکم اس لئے دیا

ہے تا کہ مسلمانوں کے ملکوں اور علاقوں کی طرف کوئی بھی کافر ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ سکے اسی لئے اسلامی شریعت میں یہ حکم موجود ہے کہ جس زمین پر مسلمانوں نے ایک دن بھی قبضہ کیا ہو اور وہاں اسلامی جھنڈا لہرایا ہو وہ زمین قیامت تک مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اور اس زمین کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے اور اگر کافر اس زمین کی طرف بڑھنے لگیں یا خدانخواستہ اسے اپنے قبضے میں لے لیں تو اس زمین کو بچانا اور کافروں کے قبضے سے آزاد کرانا مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسلام نے اسی وجہ سے وطنیت اور قومیت کی مکمل نفی فرما دی اور مسلمانوں کو ایک جسم قرار دے کر انہیں اکٹھے رہنے اور ایک خلیفہ کے تحت رہنے کا حکم دیا تا کہ ان کی طاقت اور قوت مجتمع اور مضبوط رہے اور وہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہیں اور زمین کے مشرق و مغرب میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کر دیں اور باطل ادیان اور ظالمانہ نظام سے انسانیت کو چھٹکارا دلا دیں۔ ماضی کے مسلمانوں نے اسلام کے اس حکم اور فلسفے کو اچھی طرح سمجھا اور یاد رکھا اور حتی الوسع اس پر عمل کیا چنانچہ ان کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور ان کے باج گزاروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ جزیہ دینے سے انکار کر دیں اور سال میں دو چار مرتبہ اسلامی لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ اقدامی جہاد کے کندھوں پر دعوت اسلام کو رکھ کر نکلتا تھا چنانچہ خوش قسمت لوگ دعوت اسلام کو قبول کر لیتے تھے۔ جبکہ بد نصیب لوگوں کو ذلت اور شکست کا سامنا ہوتا تھا اور ان کے علاقے بھی اسلامی حکومت کا حصہ بن جاتے تھے۔ چونکہ اسلام کسی کو زبردستی تلوار کے زور پر مسلمان نہیں کرتا اس لئے ان علاقوں کے کافروں کو مسلمان امن فراہم کرتے تھے اور وہ اسلامی حکومتوں کو جزیہ دیا کرتے تھے ان دنوں میں مسلمانوں کے نزدیک اسلامی ملکوں کی زمین کا ایک ایک چپہ ان کے گھروں کی عصمت کی طرح مقدس ہوتا تھا چنانچہ کافروں کو یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان علاقوں پر قبضے کا تصور بھی کر سکیں۔ اور اگر کبھی کافروں میں سے کوئی کسی اسلامی علاقے پر چڑھائی کی غلطی کرتا بھی تھا تو یہ اس کی زندگی کی آخری غلطی بن جاتی

تھی اور اس کا ایسا عبرت ناک انجام ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے والے بھی خوف سے تھر تھر کانپتے تھے۔ آپ کو تاریخ اسلامی میں ایسے بے شمار واقعات ملیں گے کہ کافر جب مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ کرتے تھے تو پورے اسلامی علاقوں میں جوش جہاد کا جنون پھیل جاتا تھا۔ مساجد کے منبر و محراب سے جہاد کے لئے پکارا جاتا تھا اور مسلمانوں کے جوان اور بوڑھے، عورتیں اور بچے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نکل کھڑے ہوتے تھے۔ اور مجاہدین کا ایک سیلاب دشمنوں کی طرف چل پڑتا تھا۔ مگر پھر حالات بدل گئے اور کافروں نے مل کر پہلے مسلمانوں کو تقسیم کیا اور انہیں قومیت وطنیت اور لسانیت کے بدبودار نعروں میں مست کر دیا چنانچہ فاختہ کے گھونسلے کی طرح کمزور سے کمزور ملک وجود میں آنے لگے۔ اسلامی شناخت فنا ہو گئی اور مسلمان دوسرے ناموں سے پہچانے جانے لگے۔ اسلامی علاقوں کی حرمت اور تقدس دلوں سے نکل گیا۔ کیونکہ جب اسلامی حکومتیں ہی نہ رہیں تو اسلامی علاقوں کا تصور کہاں سے باقی رہتا؟ زبانوں کے نام پر علاقوں کے نام پڑ گئے اور پھر کافروں نے ایک ایک کر کے مسلمانوں کو نگلنا شروع کر دیا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ جبل طارق کے آگے پھیلا ہوا خوبصورت اندلس آج کہاں گیا؟ مشرقی یورپ کے حسین علاقے جن پر ترک مسلمانوں کی حکومت تھی آج کن ناموں سے پکارے جاتے ہیں؟ وسط ایشیا کے وہ زرخیز علاقے جنہوں نے امت مسلمہ کو علم و معرفت کے خزانے دیئے تھے آج وہ کس حال میں ہیں؟ مسجد اقصیٰ اور اس کے ارد گرد کی بابرکت زمین کن منحوس بوٹوں کے نیچے روندی جارہی ہے؟ ایشیائے کوچک اور برصغیر کے علاقے آج شرک کی نحوست تلے کیوں دب چکے ہیں؟ آج ہماری لاکھوں مربع میل زمین ہم سے چھینی جا چکی ہے؟ ہمارے لاکھوں میل پھیلے سمندروں پر کفر کے بحری بیڑے ہمارا منہ چڑا رہے ہیں؟

اے اعتزاز و شان و شوکت کے شوقین مسلمانو! جواب دو، خدا کے لئے جواب دو،

تمہارا ضمیر اندر سے تم سے یہ سب کچھ پوچھ رہا ہے؟ آخر کہاں گئیں اسلامی سرحدیں؟ کہاں گئے ان سرحدوں کے مرابط اور محافظ جن پر رب ذوالجلال فخر فرماتے تھے؟ کہاں سو گئے وہ شیر جن سے باطل لرزتا تھا؟ کون سی خاک میں مل گئے وہ فاتح جن کی نظریں اور پرواز عقاب سے تیز اور بلند تھی؟ کہاں گئے وہ دیوانے جو اسلامی سرزمین کے ایک ایک چپے کے لئے مر مٹتے تھے؟ آج تو ہمارے اسلامی ملکوں کی دوسرے مسلمانوں سے حفاظت کے لئے امریکی اور برطانوی فوجیں پہرہ دے رہی ہیں۔

اے مسلمانو! انصاف سے بتاؤ۔ کیا اس قوم کے لئے ایک لمحہ آرام سے بیٹھنا جائز ہے جس کے مقدس مقامات کی حفاظت یہودیوں کے سپرد کر دی گئی ہو؟ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمادیا ہے اسلام کا سورج پھر پوری آب و تاب کے ساتھ افغانستان کے علاقے سے طلوع ہو رہا ہے۔ اب خود کو رباط کے لئے تیار کر لو۔ رباط کے فضائل مسلمانوں کے بچے بچے کو یاد کرادو۔ اسلامی علاقوں کی حرمت ایک ایک مسلمان کو سمجھادو۔ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ہم جہاد اور رباط کے مبارک اعمال کی بدولت اپنے علاقے بھی واپس لے لیں گے اور ان علاقوں پر سینکڑوں سال تک کفر کی حکومت کا حساب بھی چکا دیں گے۔

یقیناً ایسا ضرور ہوگا اگر ہم سچے مسلمان بن گئے اور ہم نے جہاد اور رباط کو اس کے اصولوں کے ساتھ اپنا لیا۔ انشاء اللہ]

سترھواں باب

مجاہدین کی پہرے داری کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(۱) وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ (النساء ۱۰۲)

[اور وہ اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھیں۔]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۲) وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (التوبہ ۱۲۰)

[اور وہ جو کہیں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافر خفا ہوتے ہیں اور وہ جو کچھ دشمن سے چھینتے ہیں ان سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے]

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہلاک ہو دینار و درہم کا بندہ [یعنی مال کا حریص آدمی] اور [ہلاک ہو] منقش چادر کا حریص۔ اگر اسے کچھ دیا جائے تو راضی رہتا ہے اور اگر کچھ نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے وہ سر کے بل گرے [یعنی تباہ و برباد ہو جائے] اور جب اسے کانٹا چبھے تو نہ نکالا جائے [اور جنت کی] خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو اس کے سر کے بال پراگندہ اور پاؤں غبار آلود ہوں۔ اسے اگر محافظ دستے میں رکھا جائے تو وہ محافظ دستے میں رہے اور اگر اسے لشکر کے آخر میں رکھا جائے تو لشکر کے آخر میں رہے [یعنی جہاد میں جس جگہ بھی اس کی تشکیل ہو وہ اس ذمے داری کو خوب نبھائے] اگر وہ اجازت مانگے

تو اسے اجازت نہ ملے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی نہ کی جائے [یعنی ظاہری طور پر اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مقام بہت بلند ہے]۔ (بخاری)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک رات اللہ کے راستے میں خوف کی حالت میں [اسلامی لشکر کی] پہرے داری کروں تو یہ مجھے سو سواریاں صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ جہاد میں مجاہدین اور مسلمانوں کی پہرے داری کرنا اعلیٰ ترین عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ رباط کی افضل ترین قسم ہے چنانچہ مجاہدین کی پہرے داری کرنے والوں کو رباط کے فضائل اور اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لئے مزید فضائل بھی ہیں (آئیے ترتیب سے ان فضائل کو پڑھتے ہیں)۔

(۱) پہرے داری میں جاگنے والی آنکھیں جہنم سے محفوظ

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری ہو۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آنکھوں کو [جہنم کی] آگ نہیں چھوئے گی۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں نکلی ہو [یعنی شہید ہو جائے] اور وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا ہو اور وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو۔ (المستدرک)

☆ حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے ایک رات ہم ایک بلند جگہ پر رات گزارنے کے لئے اترے۔

یہاں ہمیں سخت سردی کا سامنا ہوا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بعض لوگ زمین میں گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے اور انہوں نے اپنی ڈھالیں گڑھوں کے منہ پر ڈال دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کریگا۔ ایسے شخص کو میں خصوصی دعاء سے نوازوں گا۔ انصار میں سے ایک شخص نے فرمایا اے اللہ کے رسول میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ قریب آؤ وہ قریب تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے اپنا نام بتایا تو آپ ﷺ نے انہیں بہت ساری دعاؤں سے نوازا۔ حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کو سنا تو میں نے عرض کیا میں وہ دوسرا آدمی ہوں جو پہرہ دیگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قریب آجاؤ میں قریب حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا ابوریحانہ۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے پہلے والے انصاری کی بنسبت کچھ کم دعائیں دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جہنم کی آگ حرام کر دی گئی ہے اس آنکھ پر جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو اور اس آنکھ پر جو اللہ کے راستے میں (پہرہ دیتے ہوئے) جاگی ہو۔ (مسند احمد ورجالہ ثقات۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ نسائی۔ الطبرانی۔ مستدرک)

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں اور جہنم کی آگ حرام ہے اس آنکھ پر جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے جھکی ہو یا وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئی ہو۔

(السنن الکبریٰ)

☆حضرت ابو عمران انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آنکھوں کو جہنم کی آگ کبھی نہیں جلائے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو۔ دوسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے ہوئے جاگی ہو تیسری وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں پہرہ دیتے ہوئے جاگی ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات (لشکر اسلام کی

پہرے داری مجھے ان ایک ہزار دنوں سے زیادہ محبوب ہے جن میں میں روزانہ روزہ رکھوں اور ہر رات کو مسجد حرام یا مسجد نبوی میں قیام کروں۔ (کتاب الجامع)

☆ابن ابی شیبہؒ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت مکحولؒ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے پہرہ دیتے ہوئے رات گزاری یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

(۴) جنت کی گواہی

☆ابو عطیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے آپ کو خبر دی گئی کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اسے کوئی نیکی کا کام کرتے دیکھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا جی ہاں میں نے اس کے ساتھ ایک رات جہاد میں پہرہ دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کی قبر پر مٹی ڈالی پھر ارشاد فرمایا۔ تیرے ساتھی تجھے جہنمی سمجھ رہے ہیں جبکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

☆ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اس شخص کا جنازہ نہ پڑھے کیونکہ یہ فاسق شخص تھا مگر جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اس نے ایک رات مجاہدین کی پہرے داری کی تھی تو آپ نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا۔ اے عمر بن خطاب جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (ابو داؤد فی المراسیل)

☆حضرت سہل بن ابو حنظلیہؒ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ غزوہ حنین کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رات تک چلتے رہے جب نماز کا وقت آگیا تو ایک گھڑ سوار حاضر

ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ سے آگے جا کر فلاں فلاں پہاڑ کا جائزہ لے آیا ہوں۔ قبیلہ ہوازن کے لوگ اپنے خیموں، مویشیوں اور ریوڑوں کے ساتھ حنین میں جمع ہو چکے ہیں یہ سن کر حضور اکرم ﷺ مسکرائے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ کل ان شاء اللہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بن جائے گا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ آج کی رات ہماری پہرے داری کون کرے گا۔ حضرت انس بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں پہرہ دوں گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس گھاٹی کی طرف بلندی پر چلے جاؤ اور تمہاری طرف سے رات کو ہم پر [دشمن کا] اچانک حملہ نہیں ہونا چاہئے۔ جب صبح کا وقت ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ نے نماز کی جگہ تشریف لا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اپنے گھڑ سوار [پہرہ دینے والے] کو دیکھا ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ نماز کی اقامت ہو گئی حضور اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ گھاٹی کی طرف بھی توجہ فرمائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارا شہسوار آ رہا ہے۔ [یہ سن کر] ہم سب درختوں کے درمیان سے گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت انس بن ابو مرثد رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمانے لگے میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق گھاٹی کے اوپر والے حصے پر چلا گیا۔ صبح کے وقت میں نے دونوں گھاٹیوں کا جائزہ لیا تو میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تم رات کو نیچے اترے تھے انہوں نے فرمایا نہیں میں نماز اور قضاء حاجت کے علاوہ نیچے نہیں اترا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی اب اگر تم اس کے بعد کوئی عمل نہ بھی کرو تو تمہارا کوئی نقصان ہونے والا نہیں۔

(ابوداؤد۔ نسائی۔ مسند ابو عوانہ۔ السنن الکبریٰ۔ المستدرک)

(۳) پیچھے والوں کی تعداد میں نیکیاں

☆ حضرت عبداللہ بن محیریز فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دیا تو اسے ہر رات پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں اور کافروں کی تعداد میں ایک ایک قیراط اجر ملے گا۔ (سنن سعید بن منصور)

☆ جبکہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اسی روایت میں پیچھے رہ جانے والے جانوروں کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ ان کی تعداد کے برابر بھی پہرے داری کرنے والے کو اجر ملے گا۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کے فضائل کوئی بھی اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان نہیں کر سکتا۔ خصوصاً حضرت عبداللہ بن محیریز تو حضرات تابعین کے امام ہیں اور ان کا شمار ان نہایت عبادت گزار اور بڑے تابعین میں ہوتا ہے جن کے فضائل بے شمار ہیں۔ امام اوزاعی جیسے امام ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کی پیروی کرنی ہو تو اسے چاہئے کہ حضرت عبداللہ بن محیریز جیسوں کی پیروی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کبھی گمراہ نہیں فرمائے گا جن میں عبداللہ بن محیریز جیسے لوگ موجود ہوں۔ حضرت رجاء بن حیوۃ جیسے جلیل القدر امام فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن محیریز کے وجود کو زمین والوں کے لئے امان کا سبب سمجھتا ہوں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن محیریز جیسے بلند مقام والے شخص سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ انہوں نے اس طرح کے فضائل اپنی رائے سے بیان کئے ہوں گے بلکہ لازماً ان تک یہ فضائل حضور اکرم ﷺ کی حدیث سے پہنچے ہوں گے۔

(۴) خوف کی جگہ پہرے داری شب قدر سے افضل

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں شب قدر سے افضل رات نہ بتاؤں؟ وہ شخص جو کسی خطرے والی جگہ

پہرہ دے اور امکان ہو کہ وہ واپس اپنے گھر نہیں لوٹ سکے گا۔ (اس کی یہ رات لیلۃ القدر سے افضل ہے) (نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی، المستدرک وقال صحیح علی شرط البخاری)

(۵) پہرے داری والی رات ایک ہزار دن کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل

اس بارے میں پیچھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا جا چکا ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں ایک رات (مجاہدین کی) پہرے داری ان ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں قیام کیا جائے اور دن کو روزے رکھے جائیں۔ (المستدرک)

☆ ارطاۃ بن منذرؒ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمنشینوں سے پوچھا لوگوں میں سب سے زیادہ اجر والا کون ہے؟ آپ کے ہمنشین روزے نماز کا تذکرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ امیر المؤمنین (سب سے زیادہ اجر والے ہیں) اور ان کے بعد فلاں اور فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لوگوں میں اجر کے اعتبار سے ان سب سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے اور خود امیر المؤمنین سے بڑھ کر کون شخص ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شخص ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ملک شام میں مسلمانوں کی پہرے داری کر رہا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ کوئی درندہ اسے پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے گا یا دشمن اس پر چھا جائے گا۔ یہ شخص امیر المؤمنین سے اور ان تمام لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا ہے اجر میں بڑھ کر ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق۔ ابن عساکر)

(۶) رحمت کی دعاء

☆ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو مجاہدین کی پہرے داری کرنے والے پر۔ (سنن سعید۔ ابن ماجہ)

یہ روایت اور بھی کئی محدثین حضرات نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھوڑے پر بیٹھ کر مجاہدین کی پہرے داری کرنے والا جب صبح کرتا ہے تو جنت اس کے لئے واجب ہو چکی ہوتی ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ نے لشکر کی پہرے داری کرنے والوں کے لئے رحمت کی دعاء بھی فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم جن مجاہدین اور ان کے جانوروں کی حفاظت کرتے ہو ان سب کی طرف سے تمہیں ایک ایک قیراط اجر ملتا ہے۔

(شفاء الصدور)

فصل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں نکلے اس غزوے میں ایک مشرک کی بیوی کو بھی زخم آ گئے اس کا خاوند کہیں گیا ہوا تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے لشکر سمیت واپس تشریف لے جا رہے ہیں اس مشرک نے قسم کھائی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا خون ضرور بہائے گا چنانچہ وہ لشکر کا پیچھا کرنے لگا حضور اکرم ﷺ نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ارشاد فرمایا: آج رات ہماری پہرے داری کون کرے گا؟ مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک شخص نے خود کو پہرے داری کے لئے پیش کر دیا حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ پہاڑ کے اوپر رہ کر نگرانی کرنا کیونکہ لشکر نیچے وادی کی طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جب یہ دونوں حضرات پہرے کی جگہ پہنچ گئے تو انصاری صحابی نے اپنے مہاجر بھائی سے فرمایا آپ کو رات کے کس حصے میں پہرہ دینا پسند ہے۔ مہاجر نے رات کے آخری حصے کو تجویز کیا اور وہ آرام فرمانے لگے۔ انصاری صحابی نے رات کے ابتدائی حصے کے

پہرے کو قبول فرمایا تھا چنانچہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اسی دوران وہ مشرک آ پہنچا۔ جب اس نے انصاری صحابی کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ لشکر کی نگرانی پر مامور ہیں چنانچہ اس نے ایک تیر ان پر چلایا جو انہیں جا لگا انہوں نے تیر کھینچ کر جسم سے نکالا اور خود نماز میں کھڑے رہے مشرک نے اسی طرح تین تیر مارے اور ہر بار انصاری صحابی تیر نکال کر نماز میں مشغول رہے۔ تیسرے تیر کے بعد انہوں نے رکوع کیا اور نماز پڑھ کر مہاجر صحابی کو جگا دیا۔ مشرک نے جب دوسرے شخص کو بھی دیکھا تو وہ بھاگ گیا اور سمجھا کہ لشکر والے متنبہ ہو گئے ہیں مہاجر صحابی نے جب انصاری صحابی کو خون میں لت پت دیکھا تو فرمایا آپ نے مجھے پہلے ہی تیر کے وقت کیوں نہیں جگایا۔ انصاری صحابی نے کہا میں نماز میں قرآن مجید کی ایک سورۃ پڑھ رہا تھا اور میں اسے ختم کئے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن جب مسلسل تیر برسنے لگے تو میں نے رکوع کر لیا اور آپ کو بھی جگا دیا۔ اللہ کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں لشکر کی پہرے داری کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں مر جاتا لیکن سورۃ کو درمیان میں نہ چھوڑتا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک۔ ابوداؤد۔ بخاری مختصراً)

☆ سہیل بن ابو صالح فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا۔ آج رات اس محاذ کی پہرے داری کون کرے گا۔ قبیلہ بنی ازرق کے ایک انصاری صحابی کھڑے ہو گئے ان کا نام ذکوان بن عبد قیس ابو السبع تھا۔ انہوں نے کہا میں پہرہ دوں گا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا میں ذکوان ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا کہ اور کون پہرے داری کرے گا؟ یہی صحابی دوبارہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں پہرے داری کروں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا تم کون ہو۔ عرض کیا میں ابن عبد قیس ہوں آپ ﷺ نے تیسری بار اعلان کیا اب بھی یہی صحابی کھڑے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ فرمایا ابو السبع۔ آپ ﷺ نے فرمایا تینوں فلاں فلاں جگہ کھڑے ہو جاؤ حضرت

ذکوان نے کہا اے اللہ کے رسول وہ تینوں میں ہی ہوں [اور ایسا میں نے اس لئے کیا کہ] ممکن ہے یہاں مشرکوں کا کوئی جاسوس ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جو پسند کرتا ہے کہ جنت کے سبزہ زار پر چلتے ہوئے شخص کو دیکھے تو وہ ان [یعنی ذکوان] کو دیکھ لے [اس کے بعد] حضرت ذکوان اپنے گھر والوں سے رخصت ہونے کے لئے تشریف لے گئے تو ان کی بیویوں نے ان کے کپڑے پکڑ لئے اور کہنے لگیں اے ابو السبع کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرت ذکوانؓ نے ان سے اپنے کپڑے چھڑائے اور آگے بڑھ گئے۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میری تمہاری ملاقات اب جنت میں ہو گی۔ پھر حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

[مسلمانوں کا مقابلہ پوری دنیا کی کفریہ شیطانی طاقتوں کے ساتھ ہے مسلمان اس بات کو سمجھیں یا نہ سمجھیں قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کفریہ شیطانی طاقتیں ہر وقت مسلمانوں کو منانے یا انہیں دین سے ہٹانے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں اسی لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے دفاع کا خاص خیال رکھیں یہ حکم قرآن مجید میں بھی بار بار دہرایا گیا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنے فرمان اور اپنے عمل سے اس کی ترغیب امت کو دی ہے آپ ﷺ خود مدینہ منورہ میں ایک عرصہ تک اپنے گھر پر مسلح پہرے کا اہتمام فرماتے رہے اور جہاد کے دوران تو آپ اس پہرے داری پر بڑے بڑے روحانی انعامات کا اعلان فرماتے تھے اور خوش قسمت افراد ان انعامات کو حاصل کر لیتے تھے۔ پہرہ داری توکل کے خلاف نہیں بلکہ عین توکل ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا اور کون تھا مگر پھر بھی آپ ﷺ کبھی اپنی حفاظت سے غافل نہیں رہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر کون تقدیر کو ماننے والا یا شہادت کا شوق رکھنے والا تھا۔ مگر حضرات صحابہ کرامؓ رات کو سوتے وقت بھی اپنے ہتھیار خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی کمزوری سے اسلام کمزور ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کبھی بھی یہ گوارہ نہیں فرماتے تھے کہ دشمنوں

کے لئے ترنوالہ بن کر رہ ہیں۔ بعد کے دور میں حضرات صحابہ کرامؓ نے مساجد تک میں مسلح پہرے کا اہتمام فرمایا اور کبھی بھی کافروں کو یہ موقع نہیں دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلحے سے غافل پاکر ان پر حملہ کردیں یا انہیں ختم کردیں۔

آج توبہ اور استغفار کا مقام ہے کہ مسلمانوں میں سے یہ سوچ نکل چکی ہے اور خذوا حذرکم کے خدائی حکم سے غفلت پیدا ہو چکی ہے۔ چنانچہ آج کافر جہاں چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں نشانہ بناتے ہیں۔ کاش مسلمان ان اسلامی احکام کو سمجھیں اور ان پر عمل کریں جن میں ان کے لئے زندگی ہے، عزت ہے، کامیابی ہے اور نجات ہے۔

ایک ضروری تنبیہ مجاہدین کرام کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی تمام کاروائیوں کے دوران پہرے کو بہت اہمیت دیا کریں کیونکہ ماضی قریب میں پہرے میں غفلت کی وجہ سے مجاہدین کو سخت نقصانات اٹھانے پڑے ہیں کئی اہم کاروائیاں ناکام ہو گئیں اور کئی قیمتی افراد دشمن کے ہتھے چڑھ گئے۔

آپ نے روایات میں پڑھ لیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ پہرے کا کس قدر اہتمام کرتے تھے اور پہرے کے لئے کتنی عمدہ ترتیب بناتے تھے۔ آج اول تو پہرے کا اہتمام ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کبھی کیا جائے تو پہرے کی ترتیب ایسی نہیں بنائی جاتی جو پہرے کے اصل مقصد نگرانی، چوکسی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہو مجاہدین کرام کو چاہئے کہ اس کا بہت اہتمام کیا کریں اور موجودہ دور کے جہادی تقاضوں کے مطابق اس کی باقاعدہ تربیت لیں اور کسی بھی پرامن یا پرخطر جگہ پر پہرے سے غافل نہ ہوں بلکہ اسے اپنی ذمے داری سمجھیں اور اپنے اندر اس کی عادت ڈالیں اسی طرح اہل حق حضرات جہاد سے واپسی پر اپنی مساجد، اپنے مدارس وخانقاہوں اور گھروں پر بھی پہرے کا اہتمام فرمائیں اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم، حضور اکرم ﷺ کا طریقہ اور دشمنوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اٹھارواں باب

اللہ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل کا بیان

☆حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ کے راستے میں مسلمان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح کھجور کے خوشے سے کھجور جھڑتی ہے۔

(مجمع الزوائد۔ الطبرانی۔ فیہ عمرو بن الحصین وھو ضعیف)

☆سعید بن ہلال سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اتنا مال صدقہ فرمایا کہ لوگ حیران رہ گئے یہاں تک کہ اس صدقے کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بھی ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں عبدالرحمن بن عوفؓ کا صدقہ بہت بھلا معلوم ہوا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مہاجرین میں سے ایک فقیر آدمی کو جہاد میں اپنے کوڑے کے گر جانے کا جو صدمہ ہوتا ہے وہ عبدالرحمن بن عوف کے صدقے سے افضل ہے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

حدیث شریف میں فقیر آدمی کا تذکرہ ہے کیونکہ مالدار آدمی کو کوڑے جیسی معمولی چیز کے ضائع ہونے کا کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔

☆حضرت عبدالرحمن بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لشکر جہاد کے لئے نکلتا ہے اور مال غنیمت پاکر سلامت واپس آتا ہے تو وہ لشکر والے اپنا دو تہائی اجر دنیا میں لے لیتے ہیں اور جو لشکر خالی ہاتھ ڈرایا ہوا

اور زخمی واپس آتا ہے وہ اپنا مکمل اجر [آخرت میں] پاتا ہے۔

☆ حضرت ام مالک البہزیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فتنے کا تذکرہ فرمایا اور اسے قریب قرار دیا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس فتنے کے وقت لوگوں میں سب سے بہتر کون ہوگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جو اپنے ریوڑ میں ہو اور اس کے حق [زکوٰۃ وغیرہ] کو ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو اور وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو اور دشمنوں کو خوف زدہ کر رہا ہو اور دشمن اسے خوف زدہ کر رہے ہوں۔ (ترمذی)

☆ مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ ام مبشر رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے اللہ کے رسول لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین مقام والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دشمنوں کو خوف زدہ کر رہا ہو اور دشمن اسے خوف زدہ کر رہے ہوں پھر آپ نے حجاز کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا اور وہ آدمی جو نماز قائم رکھتا ہو اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہو۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ عبید اللہ بن ابو حسین سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسی جگہ اترے جہاں وہ مشرکوں کو ڈراتا ہے اور مشرک اسے ڈراتے ہیں یہاں تک کہ اس شخص کو وہیں [محاذ پر] موت آجائے تو اس کے لئے اجر لکھا جائے گا اس سجدہ کرنے والے جیسا جو قیامت کے دن تک سجدے سے سر نہ اٹھائے اور اس قیام کرنے والے جیسا جو قیامت کے دن تک نہ بیٹھے اور اس روزے دار جیسا جو قیامت کے دن تک روزہ نہ چھوڑے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ ابو عمران الجونی بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بہادر اور بزدل جہاد میں لڑتے ہیں تو بزدل کو زیادہ اجر ملتا ہے [کیونکہ اسے زیادہ خوف محسوس ہوتا ہے] اور جب سخی اور بخیل صدقہ کرتے ہیں تو بخیل کو زیادہ اجر ملتا ہے۔ [کیونکہ طبعی

کنجوسی کی وجہ سے اسے مال خرچ کرنے پر زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔] (کتاب الجہاد مرسلا)

[خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دن رات جہاد میں خوف اور خطرے کی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے خزانے لوٹتے ہیں۔ ان کو ہر لمحہ دشمن کے بموں، راکٹوں، میزائلوں اور حملے کا خطرہ رہتا ہے مگر وہ اسلام کی عظمت کی خاطر ڈٹے رہتے ہیں اور ہر وقت ہاتھوں میں اسلحہ اور دل میں شوق شہادت لئے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں۔ چنانچہ دشمن بھی ان کے خوف سے تھر تھر کانپتا رہتا ہے اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ اللہ کے راستے کا خوف بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اسی کی بدولت پوری امت مسلمہ کو خوف اور غلامی سے نجات ملتی ہے۔ یہ چند اللہ کے شیر خوف کے طوفان کو اپنے مضبوط سینے پر روک لیتے ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں میں امن کی سوغات بانٹتے ہیں اور بعض دفعہ وہ اس خوف کو واپس دشمنوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ لیکن جب سارے مسلمان امن کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی جہاد کے میدانوں میں نکل کر خوف کا سامنا نہیں کرتا تو پوری امت پر ذلت اور خوف چھا جاتا ہے۔ اور مسلمان شیر کافر گیدڑوں کے غلام بن جاتے ہیں ایک مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا بنا رہے کہ دشمن اسے دیکھ کر جلتے رہیں اور اس سے ہمیشہ خوف زدہ رہیں۔ جیسا کہ آج ہمارے مسلمانوں کے چند نہتے اور فقیر منش مجاہدین نے دنیا کی بڑی بڑی شیطانی طاقتوں کا پتہ پانی کر رکھا ہے اور وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ان فقیروں سے ڈر رہے ہیں۔

یاد رکھئے۔ جو قوم موت سے بھاگتی ہے موت ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہوتی ہے اور جو لوگ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیتے ہیں موت ان سے دور بھاگتی ہے۔ اور ان کے دشمنوں پر جا گرتی ہے۔ یہی حال خوف کا ہے جو لوگ خوف سے بھاگتے ہیں اور ہمیشہ امن امن کی رٹ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر ہم نے جہاد کیا تو دشمن یہ کر دیں گے دشمن وہ کر دیں گے ایسے لوگوں پر خوف چاروں طرف سے حملہ آور ہوتا ہے اور

انہیں کہیں چین سے نہیں رہنے دیتا اور وہ لوگ مسلح پہرے اور مضبوط قلعوں میں بھی تھر تھر کانپتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آگے بڑھ کر اس خوف کا سامنا کرتے ہیں اور جہادی کاروائیاں کرتے وقت دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے اور اللہ کے دین کی عظمت کے لئے بڑے سے بڑے دشمن سے ٹکرانے کے لئے تیار رہتے ہیں تو خوف ان سے دور بھاگتا ہے اور ان کے دشمنوں پر مسلط ہو جاتا ہے اور اس کا جو طبعی اثر ان مجاہدین کے دلوں میں باقی رہتا ہے وہ ان کے لئے اللہ کے ہاں بخشش اور اونچے مقامات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے یہ اہم نکتے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین]

انیسواں باب

جہاد کی صف اور اس میں کھڑے ہونے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِی سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف۔ ۴)

اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

☆ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت انصار کی ایک جماعت جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے کے بارے میں نازل ہوئی ان حضرات نے ایک مجلس میں کہا تھا کہ اگر ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم مرتے دم تک اس میں لگے رہیں گے پھر جب یہ آیت نازل ہو گئی [اور اس میں بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد ہے] تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اب میں مرتے دم تک جہاد میں لگا رہوں گا۔ چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (الدر المنثور)

☆ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے آپس میں کہا کہ اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل معلوم ہو جائے تو ہم اس میں لگے رہیں گے تو یہ آیات آخر سورۃ تک نازل ہو گئیں۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ

تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ. (الصف۔۱۔۲۔۳۔۴)

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (ترمذی۔ بیہقی۔ حاکم)

☆ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور بہت کم کسی کی دعا مسترد کی جاتی ہے۔ ایک اذان کے وقت اور دوسرا جہاد کی صف میں۔

(ابوداؤد۔ ابن خزیمہ۔ ابن حبان فی صحیحہا)

☆ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے [اس صحابی کو جو کسی غار میں بیٹھ کر عبادت کرنا چاہتے تھے] ارشاد فرمایا میں یہودیت اور نصرانیت دیکر نہیں بھیجا گیا بلکہ میں سچا دین حنفی دیکر بھیجا گیا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد [ﷺ] کی جان ہے کہ ایک صبح یا ایک شام جہاد میں لگادینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں ایک گھڑی کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اگر اللہ کے راستے میں دشمن کے سامنے [صف میں] تلوار نیزہ اور تیر چلائے بغیر کھڑا رہوں تو یہ اس سے زیادہ افضل ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی کئے بغیر ساٹھ سال تک اس کی عبادت میں لگا رہوں۔

(کتاب الجامع)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص کا جہاد کی صف میں کھڑا ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (المستدرک۔ صحیح علی شرط البخاری)

☆ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دو مقامات ایسے ہیں جن میں جنت خوب سج دھج جاتی ہے اور حور عین خوب بنتی سنورتی ہے ایک نماز کے وقت اور ایک قتال کے وقت پھر اگر نمازی نماز پڑھ کر چلا جائے اور اللہ تعالیٰ سے جنت اور حور عین کو نہ مانگے تو حوریں کہتی ہیں تعجب اس شخص پر جس نے اللہ تعالیٰ سے ہمیں نہیں مانگا اور جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو اس کی بیوی حور عین کہتی ہے اے مجاہد آگے بڑھ اور مجھے میری سہیلیوں کے سامنے رسوا نہ کر۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت مجاہدؒ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا [یعنی وہ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے] وہ فرمایا کرتے تھے جب لوگ نماز کے لئے اور قتال کے لئے صف بناتے ہیں تو آسمان کے دروازے، جنت کے دروازے، دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حور عین بن سنور کر اوپر سے جھانکتی ہے جب آدمی میدان جنگ میں آگے بڑھتا ہے تو وہ دعا کرتی ہے کہ اے اللہ اس کی نصرت فرما اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو وہ اس سے پردہ کر لیتی ہے اور کہتی ہے یا اللہ اسے معاف فرمادے۔ خوب محنت کرو اے مسلمانو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم حور عین کو رسوا نہ کرو کیونکہ شہید کے جسم سے نکلنے والے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور اس کی دونوں حور عین بیویاں اتر کر اس کے پاس آجاتی ہیں اور اس کے چہرے سے مٹی صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ تمہارا وقت قریب آگیا ہے اس کے بعد اسے جنت کے بنے ہوئے ایسے سو جوڑے پہنائے جائیں گے جنہیں اگر دو انگلیوں کے درمیان رکھا جائے تو ان

میں سما جائیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن [خوشی سے] ہنسیں گے (۱) وہ آدمی جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے (۲) وہ لوگ جو نماز کے لئے صف بناتے ہیں (۳) وہ مجاہدین جو دشمنوں سے لڑنے کے لئے صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کیا تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل مقام والے شہداء نہ بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صف میں کھڑے ہو کر دشمن کا سامنا کرتے ہیں اور جب دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں تو دائیں بائیں التفات نہیں کرتے اور اپنی تلوار گردن پر رکھ کر اپنی جان اللہ تعالیٰ کو سپرد کرنے کا اعلان کرتے ہیں یہ وہ شہید ہیں جو جنت کے اعلیٰ ترین مقامات میں جہاں چاہیں گے رہیں گے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: قتال کی صف اور نماز کی صف بنتے ہی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جب تم سوار ہو کر دشمن کے سامنے صف آراء ہوتے ہو تو حور عین سبز ریشم میں بن سنور کر تیار ہو جاتی ہیں اور وہ زرہ موتی کا نیام پہن کر اپنی پیشانی اور سینہ کھول لیتی ہیں اور جنت کے یاقوتی گھوڑے پر سوار ہو کر تمہارے پیچھے آکر اتر تی ہیں اور جب تم حملہ کرتے ہو وہ بھی تمہارے ساتھ حملہ کرتی ہیں اور جب تم میں سے کوئی گر جاتا ہے تو آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرتی ہیں اور کہتی ہیں آج تم دنیا اور اس کی فکروں سے آزاد ہو جاؤ گے اور رب کریم کے پڑوس میں چلے جاؤ گے۔ اور جنت کی مہر بند شراب پیو گے اور اپنی حوروں سے ملو گے۔ (شفاء الصدور)

[جہاد کی یہ صفیں۔ جہاد کے یہ قافلے جن کا مشاہدہ آسمانوں کے فرشتے اور جنت کی حوریں کرتی ہیں اور مجاہدین کی وہ یلغار جو حوروں میں جنت سے زمین پر آنے کا ولولہ پیدا کرتی ہے آج بھی موجود ہے۔ الحمد للہ چاروں طرف جہاد کا خوبصورت منظر پھر نظر آرہا ہے۔ ایک طویل عرصے کے بعد الجہاد الجہاد کے نعرے امت مسلمہ میں دوبارہ گونج اٹھے ہیں۔

خوش قسمت مائیں اپنے پیارے جوان بیٹے تیار کر کے میدانوں میں بھیج رہی ہیں۔ بہنیں اپنے زیور اتار اتار کر مجاہدین کے لئے اسلحہ خرید رہی ہیں۔ شہداء کے خون کی خوشبو ہر سو مہک رہی ہے اور مجاہدین کی کرامات کا تذکرہ بھی اب ماضی کی داستان نہیں رہا۔ جب یہ ساری نعمتیں میسر ہیں اور مقابلہ بھی بڑے ٹھاٹھ کا ہے۔ دنیا کے سارے کافر متحد ہو کر جدید سامان سے لیس طاقت کے نشے میں مست ہیں اور دوسری طرف مجاہدین شوق شہادت کے نشے میں مست ہو کر نصرت خداوندی کے مضبوط سہارے پر میدانوں میں کھڑے ہیں۔

جہاد کی صف تو بن چکی ہے اور اس میں بہت جگہ خالی بھی ہے۔

پھر اے مسلمانو! دیر کس بات کی ہے۔ آگے بڑھو۔ اس صف میں جگہ پاؤ۔ جس میں ایک قدم دنیا میں اور دوسرا جنت میں ہوتا ہے۔]

بیسواں باب

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہگار ہونے کا بیان

یہ بات اچھی طرح سے جان لیجئے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے تیر اندازی سیکھنا اور سکھانا اور آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کرنا ایسا عمل ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے پسندیدہ قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے آئیے اب ترتیب سے تیر اندازی کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں۔

(۱) تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (انفال۔۶۰) اور ان کافروں سے لڑائی کیلئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ)۔

بعض علماء کرام نے اسی آیت کی بناء پر تیر اندازی کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں قوۃ کے معنی تیر اندازی بیان کئے گئے ہیں۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ منبر پر فرما رہے تھے: اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت سے، خبردار قوت تیر اندازی ہے۔ خبردار قوت تیر اندازی ہے۔ (مسلم شریف)

[حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان میں الرمی کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے تیر اندازی کیا ہے ویسے عربی زبان میں رمی پھینکنے کو کہتے ہیں تو آپ ﷺ کے ان جامع الفاظ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اصل قوت ان ہتھیاروں سے حاصل ہوتی ہے جو دور سے پھینک کر مارے جاتے ہیں چنانچہ ماضی میں مسلمانوں نے اسی فرمان پر عمل کرتے ہوئے جہاں ایک طرف تیر اندازی میں خوب مہارت حاصل کی تھی اور وہ بھاگتے ہرن کی جس آنکھ کو چاہتے تھے نشانہ بناتے تھے تو دوسری طرف انہوں نے پھینک کر مارنے والے دوسرے ہتھیار بھی تیار فرمائے اور ان میں بھی خوب ترقی حاصل کی۔ خود حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں نے منجنیق استعمال کی جس کے ذریعے سے بڑے بڑے پتھر دور فاصلے تک مارے جاتے تھے پھر یہ منجنیق مسلمانوں کے ہاں ترقی کرتی چلی گئی اور مسلمانوں نے آتشی تیر اور بڑی بڑی چٹانیں اور بارود تک دشمن پر پھینکنے میں مہارت حاصل کی۔ مگر پھر مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑ دیا اور ان کے دشمنوں نے قوت کے اس راز کو جو ہمارے آقا ﷺ نے مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا سمجھ لیا چنانچہ انہوں نے میزائلوں میں وہ ترقی حاصل کی جو مسلمان حاصل نہ کر سکے۔ آج جب دنیا میزائلوں کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے اور جس کے پاس جتنی دور تک مارنے والے جتنے زیادہ طاقتور میزائل ہیں وہی دنیا میں زیادہ طاقت والا ہے ان حالات میں ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی صداقت چمکتے سورج کی طرح نظر آ رہی ہے کہ واقعی اصل قوت پھینک کر مارنے کی قوت ہے جبکہ دوسری طرف یہ حدیث مسلمانوں کے لئے ایک سوالیہ نشان بھی ہے کہ انہوں نے اس فرمان کو بھلا کر اور اس سے غفلت کر کے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔]

(۲) ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں

☆ حضرت خالد بن زید فرماتے ہیں کہ میں تیر انداز آدمی تھا، حضرت عقبہ بن

عامر رضی اللہ عنہ جب بھی میرے پاس تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے اے خالد چلو تیر اندازی کرتے ہیں ایک بار میں نے کچھ سستی کی تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خالد کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے (۱) اس تیر کے بنانے والے کو جو بناتے وقت نیکی [یعنی جہاد] کی نیت کرے (۲) اس تیر کو [دشمن کی طرف] چلانے والے کو (۳) تیر انداز کے ہاتھ میں تیر پکڑانے والے کو۔ [اے مسلمانو] تم تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک تمہارے سوار ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل درست نہیں۔ (۱) آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا (۲) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۳) تیر اندازی کرنا۔ اور جس شخص نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا نعمت کی ناشکری کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ المستدرک)

☆ ابن المنذر نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو انہوں نے ستر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر بھی تھے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب ہتھیار میرے بعد جہاد میں دے دیئے جائیں۔ (الاوسط)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تیر اندازی کی معاونت کرنے والے کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے اور یہ معاونت تین طرح سے ہو سکتی ہے (۱) جب تیر انداز دشمن پر تیر چلا رہا ہو تو کوئی شخص اس کے پہلو میں یا اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کو تیر دیتا رہے [جس طرح اس زمانے میں راکٹ لانچر والے کے ساتھ راکٹ دینے والا ایک معاون ہوتا ہے یا مجاہدین کے ساتھ ان کی بندوقوں کے میگزین بھر کر دینے والے ہوتے ہیں یا توپچی کو گولے لا لا کر دینے والے ہوتے ہیں یہ بشارت ان سب کے لئے بھی ہے] (۲) جب تیر انداز تیر چلالے تو اس کے چلائے ہوئے تیروں کو واپس لا کر اسے دینا یہ بھی معاونت ہے (۳) تیر انداز کو تیر یا کمان خرید کر دینا یہ بھی معاونت ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے [اس زمانے میں کسی کو بندوق، راکٹ لانچر، توپ وغیرہ خرید کر دینا اور ان تمام ہتھیاروں کی گولیاں یا گولے خرید کر دینا اس میں شامل ہے]۔

☆ غزوہ احد کے دن حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے سعد کو تیر دو۔ اے سعد میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تیر مارو [حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے] حضور اکرم ﷺ دوسرے صحابہؓ کو حکم دے رہے تھے کہ اپنے اپنے تیر حضرت سعد کو دو تاکہ وہ ان کا حق ادا کر سکیں۔ (المستدرک)

(۳) حضور اکرم ﷺ خود تیر انداز

☆ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کیا کرو کیونکہ تمہارے والد [اسماعیل علیہ السلام] تیر انداز تھے تم تیر اندازی کرو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں [یعنی میں بھی ایک گروپ کی طرف سے مقابلے میں حصہ لیتا ہوں] راوی فرماتے ہیں کہ [یہ سن کر] دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے تیر اندازی کیوں بند کر دی۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ جب دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے ہیں تو ہم [آپ کے مقابلے میں] کس طرح سے تیر اندازی کریں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا [اچھا] تم تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (بخاری)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے تیر اندازوں کو مقابلے کے لئے غیرت دلانا تاکہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں اور ان میں اس عمل

کی خوب رغبت پیدا ہو جائے ایک اچھا کام ہے اور تیر اندازوں کی دل جوئی کے لئے حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اسے سر انجام دینا چاہئے لیکن ایک دوسرے کے ساتھ بغض وعداوت کے اظہار اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جوش دلانا جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آرہا ہے ایک حرام فعل ہے۔ یہی حکم تلوار بازی نیزہ بازی اور ہوٹ وغیرہ کا بھی ہے [اور اس زمانے میں بندوق سے نشانہ بازی کرنا اور دیگر جنگی آلات کے استعمال میں مقابلہ بازی کا بھی یہی حکم ہے کہ اچھی نیت سے کرنے پر اجر اور بری نیت سے کرنے پر گناہ ہوگا]۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب علاقے تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ تب بھی تم میں سے کوئی تیر اندازی نہ چھوڑے۔

(مسلم شریف)

(۴) تیر اندازی علاج غم

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جو شخص تفکرات [اور غم] میں مبتلا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ تیر کمان اپنے گلے سے لٹکائے اس سے اس کا غم دور ہو جائے گا۔ (المعجم الصغیر)

(۵) تیر اندازی بہترین کھیل

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تمہارے کھیلوں میں سے بہترین کھیل ہے۔

(کشف الاستار۔ البزار۔ الطبرانی باسناد ورجالہ ثقات)

(۶) تیر اندازی میں فرشتوں کی حاضری

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے کھیلوں میں سے صرف گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں حاضر رہتے ہیں۔ (سنن سعید حو مرسل جید)

(رہان) سے مراد گھوڑوں کی وہ دوڑ ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتے صرف تین طرح کے کھیل میں حاضر رہتے ہیں (۱) آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (۲) گھوڑوں کی دوڑ (۳) تیر اندازی۔

(۷) تیر اندازی کھیل مگر حق

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کے سارے کھیل باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے (۱) تیر اندازی (۲) گھوڑے کو تربیت دینا (۳) بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا کیونکہ یہ تینوں حق ہیں۔ (المستدرک)

☆ عطاء ابن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر ابن عمیر انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی فرما رہے تھے۔ ان دونوں میں ایک اکتا کر بیٹھ گئے تو دوسرے نے فرمایا کیا آپ سست ہو گئے؟ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ بے کار ہے سوائے چار کاموں کے (۱) آدمی کا تیر کے دو ہدفوں کے درمیان چلنا (۲) اپنے گھوڑے کو تربیت دینا (۳) بیوی سے دل لگی کرنا (۴) تیراکی سیکھنا۔

(نسائی۔ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید)

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ علماء کرام نے اس بات کو نہایت صراحت سے بیان کیا ہے کہ تیر اندازی کی مشق میں مستحب ہے کہ آمنے سامنے دو ہدف بنائے جائیں۔ پہلے

دونوں تیر انداز ایک طرف سے کھڑے ہو کر سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں پھر دوسری طرف آکر اپنے تیر اٹھائیں اور وہاں سے سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں۔

علامہ ابن قدامہ نے تو اسے سنت قرار دیا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو ہدفوں کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (المغنی لابن قدامہ)

☆ ابو عثمان نہدی بیان فرماتے ہیں کہ ہم عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے ساتھ آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ کہ تم لوگ ازار باندھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور چادریں اوڑھا کرو [یا تلواریں گلے میں لٹکایا کرو] موزے اور شلواریں استعمال نہ کرو تم لوگ اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو۔ تم لوگ عیش و عشرت اور عجمیوں کے فیشن اختیار کرنے سے بچو۔ سورج عربوں کا حمام ہے اسے اپنے اوپر لیا کرو تم سادگی اختیار کرو اور موٹا لباس پہنا کرو اور مستعد رہا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو اور اونٹوں کی سواری کیا کرو اور گھوڑوں پر اچھل کر چڑھا کرو اور ہدف پر تیر مارنے کی مشق کیا کرو اور دو ہدفوں کے درمیان چلا کرو۔ (السنن الکبریٰ)

(۸) ہر قدم پر نیکی

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص [تیر اندازی] دو ہدفوں کے درمیان چلے گا اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی۔ (الطبرانی مجمع الزوائد)

(۹) دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا پس میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اس کا یہ تیر پھینکنا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور جس نے اپنا تیر دشمن تک پہنچا دیا تو اسے جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

(نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم۔ ابتدائی حصہ ترمذی میں بھی ہے)

☆ حضرت کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن النحامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول درجہ کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ درجہ تمہارے گھر کی سیڑھی کے درجے جیسا نہیں بلکہ ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہو گی۔ (نسائی۔ ابن حبان)

☆ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے بوڑھا ہو گیا تو قیامت کے دن وہ بڑھاپا اس کے لئے نور کی شکل میں ہو گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر پھینکے گا تو اسے اس کی بدولت ایک درجہ ملے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

[اس روایت میں صرف دشمن کی طرف تیر پھینکنے کا تذکرہ ہے دشمن تک پہنچانے کا نہیں]۔

(۱۰) تیر پہنچے یا نہ پہنچے صرف اسے پھینکنا ہی باعث اجر ہے

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو گیا تو قیامت کے دن وہ بڑھاپا اس کے لئے نور کی

شکل میں ہوگا اور جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر مارا وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور اس غلام کا ہر عضو اس کے ہر عضو کو دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی باسناد صحیح)

(۱۱) تیر دشمن کو لگا یا خطا ہوا ہر حال میں باعث اجر ہے

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو یہ بڑھاپا قیامت کے دن اس کے لئے نور کی شکل میں ہوگا اور جس نے جہاد میں ایک تیر مارا وہ تیر درست جگہ لگا یا خطا ہوا تیر مارنے والے کے لئے وہ اولاد اسماعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہوگا۔ (المعجم الکبیر باسنادین، رجال احد هما ثقات)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک تیر مارا وہ تیر [دشمن تک] پہنچا یا نہ پہنچا تیر مارنے والے کو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے جیسا اجر ملے گا۔

(الطبرانی۔ کشف الاستار)

(۱۲) تیر مارنے سے جنت واجب

☆ حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بنو قریظہ و بنی نضیر میں ارشاد فرمایا: جس نے [یہودیوں کے] اس قلعے کے اندر تیر مارا تو جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن تین تیر اس قلعے کے اندر تک پہنچائے۔ (الطبرانی فی المعجم الکبیر)

☆ حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: اٹھو اور دشمن سے لڑو [یہ سنکر] ایک شخص نے دشمن پر تیر پھینکا تو حضور

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (مسند احمد باسناد حسن)

(۱۳) قیامت کے دن کا نور

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں [نکل کر] ایک تیر مارا تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (بزار باسناد حسن)

(۱۴) فقر و فاقے سے نجات

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عربی کمان اور اس کا ترکش بنایا [اور اپنے پاس رکھا] تو اللہ تعالیٰ فقر کو چالیس سال تک اس سے دور فرما دیتے ہیں۔ (ابن عساکر باسناده)

اس روایت میں حضور اکرم ﷺ نے عربی کمانوں کی تعریف فرمائی کیونکہ وہ عمدہ ہوتی ہیں لیکن جس طرح عربی کمانوں کا استعمال جہاد میں درست ہے اسی طرح اہل علم کا اجماع ہے کہ دوسری اقوام مثلاً اہل فارس کی کمانوں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ بعض ضعیف روایات میں اہل فارس کی کمانوں کو ملعون کہا گیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ماضی میں فارس کے بادشاہ اور نمرود وغیرہ انہیں کمانوں کو استعمال کیا کرتے تھے اور وہ ملعون تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں ان کمانوں کو استعمال کرنا کافروں کے ساتھ تشبہ میں آتا ہو چنانچہ اس لئے اس سے روکا گیا ہو۔

علامہ اشبیلی فرماتے ہیں کہ وہ کمان جسے کسی ریڑھی یا گاڑی پر سوار کر کے لایا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے روایات میں اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اسے بزدل اور کمزور لوگ استعمال کرتے ہیں یا وہ صلیب کے مشابہ ہوتی ہے۔

(۱۵) تیر اندازی سیکھنے کا تذکرہ قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیر اندازی اور قرآن مجید سیکھو اور مومن کی گھڑیوں میں بہترین گھڑی وہ ہے جس میں وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ (ابن عساکر مختصرا)

☆ قیس ابن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک کے ایام میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دو ہدفوں کے درمیان تیر اندازی فرمارہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہؓ ہیں راوی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو تیر اندازی اور قرآن مجید سکھائیں۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا بیٹے کے بھی ہمارے ذمے کچھ حقوق ہے جس طرح اس کے ذمے ہمارے حقوق ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں بیٹے کا حق اس کے والد کے ذمے یہ ہے کہ اسے لکھنا، تیراکی کرنا اور تیر اندازی کرنا سکھائے اور اسے اچھے مال کا وارث بنائے۔

(بیہقی باسناد ضعیف)

[تیر اندازی کے سارے احکام اور فضائل اس زمانے میں فائرنگ اور نشانہ بازی پر صادق آتے ہیں چنانچہ مسلمانوں کو اس کا خوب اہتمام کرنا چاہئے اور پھینک کر مارنے کی اپنی قوت اور طاقت خوب بڑھانی چاہئے]۔

فصل

☆ یزید بن شریکؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بغیر چادر کے تیروں کے ہدفوں کے درمیان بھاگ رہے ہیں۔ (کتاب السنن)

ہدف: زمین کی اس بلند جگہ کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز گاڑی جاتی ہے اور اسے نشانہ بنایا جاتا ہے اور بعض اوقات کسی چیز کو لٹکا کر اسے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ دو ہدفوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں مجھے شہادت کیسے ملے گی مجھے شہادت کیسے ملے گی۔ (کتاب السنن)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام تیر اندازی کا کتنا زیادہ اہتمام فرماتے تھے چنانچہ وہ ہدفوں کے درمیان چلنے کی بجائے دوڑتے تھے اور جسم سے زائد کپڑے اتار کر اپنے جسم کو مشقت کا عادی بناتے تھے یہ صحابہ کرامؓ وہ عظیم لوگ ہیں جو ہدایت کے سورج ہیں اور وہ ایسے ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر ہدایت کا راستہ معلوم کیا جاتا ہے وہ دنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں۔ درست راستہ وہی ہے جس پر یہ حضرات تھے اور سیدھی راہ وہی ہے جس پر وہ حضرات چلے۔ ان کی شان کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالٰی کا یہ فرمان کافی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. (الفتح۔ ۲۹)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ ہیں وہ سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں اور آپس میں مہربان ہیں تو دیکھے گا ان کو رکوع میں اور سجدہ میں (وہ) اللہ کا فضل اور اس کی رضا کو ڈھونڈتے ہیں ان کی پہچان ان کے چہروں پر ہے سجدوں کے اثر سے۔

تیر اندازی [یا جہاد کی کوئی بھی مشق] کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی عزت وحشمت اور بڑائی کو ایک طرف پھینک کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی

کریں اور اس میں کسی طرح کی عار محسوس نہ کریں اور اپنے اس عمل پر اللہ کے قرب اور اس کے اجر کے امیدوار رہیں۔ اور اس مشق [اور جہاد کی تمام ٹریننگ اور ورزش وغیرہ] کو بڑی عبادات اور اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے سمجھیں اور اسے محض کھیل کود یا فضول مقابلہ بازی نہ جانیں اور جب انہیں اس کی توفیق ملے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دوسرے کھیل کود کی بجائے اس کی محبت ڈالی ہے۔ اسی طرح تیر اندازی [اور جہاد کی دوسری مشقوں] کے دوران اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسنا اور خوش دلی کرنا بھی کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستحب کام ہے کیونکہ اس سے مزید چستی اور ہمت پیدا ہوتی ہے البتہ یہ ہنسنا اور خوش دلی کرنا مکروہ حد تک نہیں پہنچنا چاہئے۔

بلال بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں [یعنی صحابہ کرامؓ] کی زیارت کی ہے جو ہدفوں کے درمیان دوڑتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے تھے اور جب رات چھا جاتی تو وہ راہبوں کی طرح دنیا سے بے رغبت ہو کر عبادت اور آہ وزاری میں لگ جاتے تھے۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؒ خود بھی ان صفات کے حامل تھے اور وہ حضرات تابعین کے علماء اور عابدوں میں سے تھے اور وہ ہر دن رات میں ایک ہزار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

☆ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک بار صحابہ کرامؓ تیر اندازی کر رہے تھے کسی نے کہا اے اللہ کے رسول نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ بھی تو نماز میں ہیں یعنی آپ ﷺ نے تیر اندازی کو نماز کے مشابہ قرار دیا۔ اور یہی بات اس عمل کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ (الفروسیۃ المحمدیہ لابن قیم الجوزیہ)

علامہ ابو عبداللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی کی بلند فضیلت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی کسی کو کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ

میرے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں تم ایسا کرو۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا اے سعد تیر پھینکو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

ابو عبداللہ الجوزجانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سمندر میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے جس رات آپ کا انتقال ہوا [پیٹ میں] تکلیف کی وجہ سے آپ کو پچیس بار قضائے حاجت کے لئے جانا پڑا اور ہر بار آپ آکر نماز کے لئے نیا وضو فرماتے تھے جب انہیں موت قریب محسوس ہوئی تو فرمایا میری کمان تیار کر کے مجھے دے دو چنانچہ انہوں نے کمان اپنے ہاتھوں میں پکڑ لی اور اسی حال میں انتقال فرمایا۔ (تہذیب للذہبی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں کھڑے کئے جائیں کہ جہاد کے لئے کمان ان کے ہاتھ میں ہو۔

فصل

☆ حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ کمانیں تھیں۔

(۱) الروحاء۔

(۲) الصفراء۔

(۳) البیضاء۔ یہ آپ کو بنو قینقاع سے ملی تھی۔

(۴) الزوراء۔

(۵) الکتوم

اس کا یہ نام اسلئے پڑا کہ تیر مارتے وقت اس کی آواز بہت کم ہوتی تھی۔ بعض روایات میں ایک اور کمان کا بھی تذکرہ ہے اس کا نام السداد تھا اور اس کے ساتھ جو ترکش تھا اس کا نام الکافور تھا اور اس کے ساتھ پٹکا بھی تھا جس کا حلقہ چمڑے کا اور سرا چاندی کا تھا [حضور اکرم ﷺ کی یہ تمام کمانیں نبع اور شوحط نامی درختوں کی لکڑی سے بنی ہوئی تھیں]

[اس فصل کے بعد مصنفؒ نے نہایت تفصیل کے ساتھ تیر اندازی اور گھڑ سواری کے مقابلے کے احکام کو بیان فرمایا ہے چونکہ یہ مسائل خالص فقہی نوعیت کے ہیں اس لئے ہم انہیں یہاں بیان نہیں کر رہے اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق اور موقع عطاء فرمایا تو انشاء اللہ ان کو الگ رسالے میں بیان کریں گے]

فصل

احادیث میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید آئی ہے جو تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

☆ فقیم اللخمیؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ آپ تیر اندازی کے دو ہدفوں کے درمیان چل پھر رہے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور آپ کو اس میں بہت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے اس پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں نے حضور اکرم ﷺ کا ایک فرمان نہ سنا ہوتا تو میں اتنی مشقت نہ کرتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا اس نے نافرمانی کی۔ (مسلم)

☆ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو اس نے میری نافرمانی کی۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرات علماء کرام میں سے ایک جماعت کے نزدیک تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دینا کبیرہ گناہ ہے۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس عمل کے بارے میں حضور اکرم ﷺ یہ فرمادیں کہ ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے یا وہ نافرمان ہے تو وہ عمل کبیرہ گناہ ہوتا ہے امام ابو عوانہ نے تو اپنی حدیث کی کتاب میں باقاعدہ باب باندھ کر تیر اندازی چھوڑنے والوں کے لئے وعیدوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ تیر اندازی چھوڑ دینا سخت مکروہ

فعل ہے۔ (شرح النووی علی مسلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان تمام اقوال کو سامنے رکھ کر اگر تیر اندازی چھوڑنے کو کبیرہ گناہ نہ بھی قرار دیا جائے تو وہ ایسا صغیرہ گناہ ہے جس پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے بچے اور جو اس گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو یعنی تیر اندازی چھوڑ چکا ہو تو اسے چاہئے کہ فوراً توبہ کر کے اس عمل کو شروع کر دے اور زندگی بھر تیر اندازی کو لازم پکڑے۔

[تیر اندازی سیکھنے، دشمن کی طرف تیر پھینکنے اور تیر اندازی میں تعاون کے فضائل ہم نے پڑھ لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان فضائل کا حاصل کرنا ہم کمزور مسلمانوں کے لئے آسان فرمادیا ہے پہلے ایک ایک تیر کو پھینکنے کیلئے مشقت کرنی پڑتی تھی، زور لگانا پڑتا تھا اور تکلیف اٹھانی پڑتی تھی مگر آج کل تو جدید اسلحہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ٹریگر پر ہلکی سی انگلی دبا کر منٹوں میں ہزاروں گولیاں دشمن کی طرف چلائی جا سکتی ہیں۔ اب کون انسان ہے جو ان فضائل سے محروم رہنے کا تصور بھی کرے۔ اگر آج ہم نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر گولیاں اور راکٹ نہ برسائے تو پھر تو وہ ابابیل بھی ہم سے اچھے تھے جنہوں نے کعبۃ اللہ کی حفاظت کے لئے آسمان سے اللہ کے حکم پر کنکریاں برسائیں اور ہاتھیوں کے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنادیا۔ آج بھی ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور بحری بیڑوں کی شکل کے ہاتھی کعبۃ اللہ کی طرف اور مسلمانوں کی سرحدوں کی طرف دندناتے ہوئے بڑھ رہے ہیں اور اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمان مجاہدین ابابیلوں کی طرح ان پر گولیاں اور راکٹ برسائیں اور دشمن کی طرف تیر پھینکنے کے بے شمار فضائل حاصل کریں۔

یاد رکھیں دشمن کی طرف تیر پھینکا جائے یا خاک کی مٹھی۔ اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے لئے خطرناک بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اگرچہ ظاہری طور پر پھینکنے والا مجاہد ہوتا ہے۔ لیکن اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اصل میں پھینکنے والے ہم ہوتے ہیں یعنی اس میں تاثیر ہم ہی ڈالتے ہیں۔

آج سے انیس سال پہلے اپنے وقت کی سب سے بڑی جنگی اور ایٹمی طاقت سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو نہتے مجاہدین ان کے مقابلے میں نکلے مگر دنیا جہان نے وہ مناظر دیکھے جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا مجاہدین پتھر پھینکتے تھے اور روسی ٹینکوں میں آگ لگ جاتی تھی مجاہدین اپنی سادہ ورائفل سے گولی چلاتے تھے اور روسی ہیلی کاپٹر زمین پر آگرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ابابیلوں نے اپنی استطاعت کے مطابق دشمن پر اسلحہ پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی قوت کو شامل فرمادیا آج بھی مسلمانوں کو چاہئے کہ گولا باری اور میزائل باری کی مشق کریں اپنے گھروں کی عورتوں کو بھی اسلحہ سکھائیں۔ کیونکہ آج کے اسلحے کا استعمال نہایت آسان ہے اور مسلمانوں پر خطرات بہت زیادہ ہیں چنانچہ ان خطرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو پھینک کر مارنے والے آلات زیادہ سے زیادہ بنانے چاہئیں اور ان کے استعمال میں خوب مہارت حاصل کرنی چاہئے۔ اور جو مسلمان اسلحہ چلانا سیکھ چکے ہیں مگر اب گھروں میں جا بیٹھے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور دوبارہ میدان جہاد کا رخ کرنا چاہئے اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے فوج میں یا کمانڈو دستوں میں رہ کر ہتھیار چلانا سیکھے ہیں مگر اب اپنی نوکری سے پنشن لے کر گھروں میں بیٹھ گئے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ اپنی اس صلاحیت کو اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے بلا معاوضہ مرتے دم تک استعمال کرتے رہیں کیونکہ قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی استطاعت اور صلاحیت کے مطابق حساب لیا جائے گا۔ آج جبکہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں۔ ہر باصلاحیت فرد کو اپنی صلاحیت استعمال کرکے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے میدانوں میں نکلنا چاہئے۔

یااللہ تو ہم سب کو اس کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین

اکیسواں باب

مجاہدین کی تلواروں تیزوں اور دیگر سامان جہاد کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ (نساء ۱۰۲) — اور وہ لوگ اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۲) وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (انفال۔ ۶۰) — اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہوسکے قوت سے (یعنی ہتھیار وغیرہ)

تیزے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے:

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ (المائدہ۔ ۹۴) — مومنو! کسی قدر شکار سے جن کو تم ہاتھوں اور تیزوں سے پکڑ سکو اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے گا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ امام ضحاکؒ نے وخذوا حذرکم کی تفسیر میں فرمایا ہے یعنی اپنی تلواریں گلے میں لٹکا کر رکھا کرو کیونکہ یہی مجاہدین کا حلیہ (زیور) ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوت سے مراد اسلحہ اور تیر کمانیں ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جہاد کے لئے اسلحہ تیار کیا وہ ہر صبح اس کے نامہ اعمال میں ڈالا جاتا ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی کے اعمال ہر پیر اور جمعرات کو پیش

کیے جاتے ہیں پس جس کا اسلحہ بڑھ جاتا ہے اس کی نیکیاں بھی بڑھادی جاتی ہیں اور جس کا اسلحہ کم ہو جاتا ہے اس کی نیکیاں بھی کم کر دی جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

یہ دونوں روایات معضل ہیں اور ان کی سند کا حال بھی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ مسئلہ خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ شہسواری سیکھنا اور سکھانا اور اسلحہ کا استعمال سیکھنا [عمومی حالات میں] فرض کفایہ ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ بھی فرض عین بھی ہو جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کو اس کی سخت ضرورت ہو اور فرض کفایہ ادا کرنے والے بھی باقی نہ رہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

تلواروں اور نیزوں کے فضائل میں کئی احادیث آئی ہیں [آیئے ان میں سے بعض کو یہاں پڑھتے ہیں]

(۱) حضور اکرم ﷺ تلوار دیکر بھیجے گئے

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں تاکہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں اور میری روزی میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھ دی گئی ہے اور ذلت اور پستی ان لوگوں کا مقدر بنادی گئی ہے جو میرے لائے ہوئے دین کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔

(مسند احمد)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا جس جگہ جہاد کی ضرورت ہو وہاں نیزے بنانا نفل نماز سے افضل ہے۔ (الفروسیۃ المحمدیہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جہاد کے تمام اسلحے کا یہی حکم ہے جو اوپر نیزے کا بیان ہوا ہے۔

(۲) جنت تلواروں کے سائے تلے

☆ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بعض ان دنوں میں جن میں آپ کا دشمن سے مقابلہ تھا سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا پھر آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب دشمن سے لڑائی شروع ہو جائے تو ڈٹ کر لڑو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت اور ایک پراگندہ حال شخص کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ یہی حدیث شریف سن کر فوراً لڑائی میں کود گئے اور شہید ہو گئے۔

(بحوالہ صحیح مسلم)

(۳) تلواریں جنت کی چابیاں

☆ حضرت یزید بن شجرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔ ابن عساکرؒ وغیرہ نے اس روایت کو حضور اکرم ﷺ تک مرفوع بھی نقل کیا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں تلواروں کو جنت کی چابیاں قرار دیا گیا ہے کیونکہ جب مجاہد میدان جنگ میں تلوار نکالتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

(۴) تلوار چلانا جنت میں داخلے کا سبب

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو ایسے اعمال نہ بتاؤں جو تمہیں جنت میں لے جائیں۔ صحابہ کرام نے

عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا [وہ اعمال یہ ہیں] تلوار چلانا، مہمان کو کھانا کھلانا، نمازوں کے اوقات کا اہتمام کرنا۔ (ابن عساکر)

(۵) دنیا میں تلوار لٹکانے کا بدلہ جنت میں

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے جہاد یا سرحد کی پہرے داری کے دوران نماز میں تلوار [اپنے ساتھ] باندھے رکھی تو اللہ تعالیٰ اسے [قیامت کے دن] اعزاز واکرام کی حلیں پہنائیں گے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جہاد میں تلوار لٹکاتا ہے اسے [قیامت کے دن] ایمان کی چادر پہنائی جائے گی اور جب تک یہ تلوار مجاہد کے جسم پر رہتی ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ (شفاء الصدور)

(۶) آگ سے حفاظت

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے جہاد میں تلوار باندھی [یعنی اپنے ساتھ لٹکائی] تو یہ اس کے لئے آگ سے بچانے والی ڈھال ہوگی اور جس نے جہاد میں نیزہ اٹھایا وہ اس کے لئے قیامت کے دن علم [یعنی جھنڈا] ہوگا۔ (شفاء الصدور)

(۷) اللہ تعالیٰ کا فخر فرمانا

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ مجاہد کی تلوار اس کے نیزے اور اس کے اسلحے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے تو پھر اسے

کبھی عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا۔ (کتاب الترغیب لابی حفص بن شاہین وابن عساکر)

(۸) تلوار باندھ کر پڑھی جانے والی نماز ستر گنا افضل

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز دوسرے لوگوں سے ستر گنا افضل ہے اور اگر تم کہو کہ سات سو گنا افضل ہے تو وہ بھی درست ہے کیونکہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں تلوار باندھنے والے پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں اور جب تک وہ تلوار باندھے رکھتا ہے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور پہرے دار کے لئے تلوار باندھے رکھنا ایسے ہی سنت ہے جس طرح معتکف کے لئے روزہ۔ (شفاء الصدور)

فصل

☆ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے یمن میں دو خزانے ہیں ایک تو یرموک کی لڑائی میں نکل آیا کہ اس دن ازدی [لوگ] لشکر کا ایک تہائی تھے اور دوسرا خزانہ [قیامت کے قریب] بڑی لڑائی کے دن نکلے گا یہ ستر ہزار ہوں گے اور ان کی تلواروں کے پرتلے کھجور کی چھال کے ہوں گے۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بہت سارے علاقے فتح کئے لیکن ان کی تلواروں کی زیب وزینت سونے چاندی کے ذریعے سے نہیں ہوتی تھی بلکہ ان کی تلواروں کی زیبائش اونٹ کی گردن کے پٹھے، تانبے اور لوہے سے ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری)

[ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب

آپ نے لوگوں کو تلواروں کی زیادہ زیب و زینت کرتے دیکھا۔

بہر حال دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کا استعمال تلواروں میں جائز ہے۔ مصنف کا مقصد ان دو روایات کو بیان کرنے سے یہ ہے کہ تلواروں اور دیگر ہتھیاروں کو دشمن کے خلاف خوب کارگر رکھنا چاہئے لیکن فضول نمائشوں میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے]۔

فائدہ:

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا دشمنوں کے علاقوں میں [جنگ کے دوران] اپنے ناخن بڑھاؤ کیونکہ یہ بھی اسلحہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جہاد کے دوران دشمنوں کے علاقے میں ناخنوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے مثلاً رسی وغیرہ کھولنے اور دوسرے کاموں میں۔ (المغنی)

[اس زمانے میں بھی اگر جہاد میں ناخنوں کی ضرورت پڑتی ہو تو بقدر ضرورت رکھے جاسکتے ہیں]۔

فائدہ:

اللہ کے راستے میں جو تلوار سب سے پہلے سونتی گئی وہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تلوار تھی اور اس تلوار کے لئے حضور اکرم ﷺ نے دعاء بھی فرمائی۔

واقعہ یہ ہوا ایک بار شیطان نے یہ افواہ اڑا دی کہ حضور اکرم ﷺ کو گرفتار کر کے مکہ کے پہاڑوں پر لے جایا گیا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس وقت بارہ سال کے تھے یہ افواہ سنتے ہی وہ اپنی تلوار ہاتھ میں لیکر باہر نکل آئے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا تمہیں کہ اس طرح ہاتھ میں تلوار لے کر پھر رہے ہو۔ کہنے لگے مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ کو گرفتار کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے

پوچھا اگر ایسا ہوتا تو تم نے کیا کرنا تھا۔ کہنے لگے میں اس تلوار سے آپ کے پکڑنے والوں کو ختم کر دیتا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے خود انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام کے جانبازوں اور عظیم بہادروں میں سے تھے۔ (المستدرک)

☆ ابن ابی الزناد کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ کے سر پر تلوار ماری جو اس کے لوہے کے خود [یعنی جنگی ٹوپی] کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک سے گزر گئی۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ کی تلوار کیا ہی عمدہ ہے اس پر حضرت زبیر ناراض ہوئے ان کا خیال یہ تھا کہ یہ تو ہاتھ کی طاقت کا کمال ہے تلوار کا نہیں۔

علامہ طرطوشی نے سراج الملوک میں لکھا ہے کہ کچھ پرانے اور بوڑھے مجاہدین نے یہ قصہ سنایا کہ ایک بار مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی ہوئی تو انہوں نے میدان جنگ میں لوہے کے خود کا ایک ٹکڑا دیکھا جس کا ایک تہائی حصہ سر کے اندر گھسا ہوا تھا وہ کہتے تھے کہ ایسے زوردار وار کے بارے میں ہم نے کبھی نہیں سنا تھا۔ رومی اسے اٹھا کر لے گئے اور اپنے ایک گرجا گھر میں لٹکا دیا۔ انہیں جب بھی شکست پر عار دلائی جاتی تھی تو وہ یہی خود دکھایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مقابلہ ایسی قوم کے ساتھ تھا جن کے وار اس طرح کے تھے۔ (سراج الملوک)

فصل

آپ ﷺ کی تلواریں

حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں [آیئے ان کے تذکرے سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں]

(۱) الماثور۔ یہ آپ کو اپنے والد صاحب کی طرف سے وراثت میں ملی تھی اور آپؐ اسے اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے تھے۔

(۲) العضب۔ غزوہ بدر میں جاتے وقت یہ تلوار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش خدمت کی تھی۔

(۳) ذو الفقار۔ غزوہ بدر کے مال غنیمت میں ہاتھ آئی اور پھر تمام جنگوں میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہی اس کا وسط ریڑھ کی ہڈی کے مشابہ تھا اس تلوار کے قبضے، دھار، پٹے اور نیام کے نچلے حصے میں چاندی استعمال ہوئی تھی۔

(۴) الصمصام [کاٹنے والی، مضبوط جو کبھی نہ مڑ سکے] یہ حضرت عمرو بن معدی کرب کی تلوار تھی۔

(۵) القلعی۔ یہ قلع نامی جگہ سے ملی تھی۔

(۶) البتار۔ [بہت خوب کاٹنے والی]

(۷) الحتف۔ حتف موت کو کہتے ہیں۔

(۸) الرسوب۔ جسم میں گھس کر ڈوبنے والی۔

(۹) المخذم۔ کاٹنے والی تلوار۔

(۱۰) القضیب۔ بہت زیادہ کاٹنے والی۔

آپ ﷺ کے نیزے اور برچھیاں

حضور اکرم ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔ جن میں سے تین تو آپ کو بنو قینقاع سے ہاتھ لگے تھے۔ ایک اور نیزہ المثوی نام کا تھا۔ یہ نام اس لئے پڑا کہ یہ نیزہ جسے لگتا تھا وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا [بلکہ وہیں دم توڑ دیتا تھا] ایک اور نیزہ المنثنی نام کا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس ایک برچھی تھی جس کا نام النبعہ تھا اس کا تذکرہ علامہ سہیلی نے کیا ہے اور ایک بڑی برچھی تھی اس کا نام البیضاء تھا۔ جبکہ ایک چھوٹی برچھی العنزہ نام کی تھی۔ آپ ﷺ چلتے وقت اسے ہاتھ میں رکھتے تھے اور عید کے دن آپ ﷺ کے آگے

نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا تھا پھر اسی نیزے کو عید گاہ میں بطور سترہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں

(۱) ذات الفضول۔ یہ لمبی زرہ تھی اور یہی آپ نے ایک بار ابو الشحم یہودی کے پاس اپنے اہل وعیال کے لئے جو کے بدلے رہن رکھی تھی۔ (۲) ذات الوشاح۔ (۳) ذات الحواشی۔ (۴) السعدیہ۔ یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔ (۵) فضہ۔ (۶) البتراء۔ (۷) الخرنق۔

آپ ﷺ کے خود

آپ ﷺ کے پاس لوہے کے دو خود [جنگی ٹوپیاں] تھیں۔ (۱) الموشح (۲) السبوغ یا ذو السبوغ یہی خود فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا۔

آپ ﷺ کی ڈھالیں

آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال الزلوق نامی تھی زلق پھسلنے کو کہتے ہیں اس پر تلوار وغیرہ پھسل جاتی تھی۔ ایک اور ڈھال الفتق نامی تھی اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک اور ڈھال بطور ہدیہ پیش کی گئی تو اس پر عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا تو وہ تصویر مٹ گئی۔

[جہاد کے لئے خریدے جانے اور تیار کئے جانے والے اسلحہ کے فضائل ہم نے پڑھ لئے اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی میراث میں نہ درہم چھوڑے اور نہ دینار۔ اور نہ کوئی اور مال و دولت۔ البتہ آپ ﷺ اپنی میراث میں امت کو علم

اور جہاد کے ہتھیار عطاء فرما کر اس دنیا سے تشریف لے گئے مسلمانوں نے جب تک اس میراث نبوی کو تھامے رکھا اس وقت تک وہ واقعی مسلمان رہے اور دنیا کی کوئی طاقت ان پر غالب نہ آسکی اور نہ کبھی اسلامی نظام کو چیلنج کیا جاسکا لیکن جب مسلمانوں نے علم دین چھوڑ دیا اور اسلحے کو بھی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا تو پھر نہ وہ اپنے اندر اسلام کو محفوظ رکھ سکے اور نہ وہ دنیا میں اسلامی نظام کی حفاظت کر سکے بلکہ اب تو وہ زمانہ بھی آچکا ہے جب خود بہت سارے نام نہاد با اختیار مسلمان اسلامی نظام حکومت اور اسلامی نظام معیشت کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں اور اسلامی سزاؤں کو (نعوذ باللہ) انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں یہ لوگ بھی اب کافروں کی طرح یہ کہنے لگے ہیں کہ اسلام ایک مذہب ہے اور مذہب ایک ذاتی معاملہ اور مسجد تک محدود چند رسومات کا نام ہوتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک کامل دین ہے جو دنیا کے تمام باطل ادیان اور ظالمانہ نظاموں پر غالب ہونے کے لئے آیا ہے اور لوگوں کو سیدھا راستہ، امن، روزی، اور وسعت والی زندگی عطاء کرنا اسلام کی ذمہ داری ہے جبکہ اسلام کو نافذ کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے اور مسلمان یہ ذمے داری اسی وقت ادا کر سکتے ہیں جب وہ اپنے پاک نبی حضرت محمد ﷺ کی وراثت کو تھامیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسلام کی دعوت دی اور یہ اعلان فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو بھیج دیا ہے اور میں قیامت تک تمام انسانیت کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرا مشن دنیا میں لا الہ الا اللہ کو غالب کرنا اور باقی سارے ادیان کو مغلوب کرنا ہے آپ ﷺ نے جب یہ دعوت دی تو آپ کے مقابلے میں دو چیزیں سینہ تان کر کھڑی ہوگئیں ایک جہالت اور دوسری کافروں کی طاقت۔ آپ ﷺ نے جہالت کے مقابلے میں قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں علم کو پھیلایا اور جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنی میراث میں یہ علم امت کے لئے چھوڑا اور امت نے اس علم کو اپنے سینے سے لگایا۔

دوسری چیز جو اسلام کے مقابلے پر اتری وہ تھی کافروں کی طاقت چنانچہ اس سے مقابلے کے لئے آپ ﷺ پر جہاد کو فرض کیا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک دنیا میں کافروں کے پاس کچھ طاقت بھی موجود ہے۔ کیونکہ کافر ہمیشہ اپنی طاقت کو اسلام کے خلاف استعمال کرتے رہیں گے اور مسلمانوں کو مٹانے کیلئے طاقت بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تم دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کی بقا چاہتے ہو تو پھر اپنے دشمن کافروں کو کبھی بھی طاقتور نہ بننے دینا بلکہ ان کی طاقت کو توڑنے کے لئے ان سے جہاد کرتے رہنا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جزیرۃ العرب سے کافروں کی طاقت کو ختم کر دیا گیا۔ حضرات خلفاء راشدین نے بغیر تاخیر کے روم اور فارس کی دونوں سپر پاوروں پر آگے بڑھ کر وار کیا اور ان کی طاقت کو بھی اکھاڑ پھینکا۔ بس یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اسلحے سے محبت فرماتے تھے اور آپ نے اپنی وراثت میں بھی اسلحہ چھوڑا کیونکہ اسلحے کے ذریعے سے جہاد ہوتا ہے اور جہاد کے ذریعے سے اللہ کا نام اور اس کا نظام دنیا میں قائم اور نافذ ہوتا ہے۔ مگر کافروں نے محنت کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلحے کی نفرت ڈال دی اور ان کے ذہنوں میں یہ بھر دیا کہ اسلحہ اٹھانا یا تو تنخواہ دار فوجیوں کا کام ہے یا بد معاشوں اور غنڈوں کا جبکہ شرفاء اور علماء اور صلحاء کو زیب نہیں دیتا کہ وہ ہاتھوں میں اسلحہ لے کر پھریں یا اپنے گھروں میں اسلحہ جمع کریں۔ کافروں کا یہ جادو کام آگیا اور اہل علم اور اہل تقویٰ نہتے ہوگئے حالانکہ ماضی کے تمام ائمہ، تمام اکابر، تمام محدثین تمام صوفیاء اور تمام اولیاء ساری زندگی ہاتھوں میں ہتھیار اٹھا کر جہاد کے راستوں میں شہادت کی لیلیٰ کو ڈھونڈتے رہے اور جب ان کا انتقال ہوتا تھا یا وہ شہید ہوتے تھے تب بھی ہتھیار ان کے ہاتھوں میں ہوتے تھے وہ ان ہتھیاروں سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اپنا قیمتی سرمایہ اور قیمتی وقت انہیں خریدنے، بنانے اور سیکھنے میں خرچ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان پر فخر کرتا ہے جبکہ آج کے نہتے مسلمانوں پر اسلام خون کے آنسو روتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی

بزدلی اور کم فہمی کی وجہ سے اسلام کو اتنا ذلیل و رسوا کیا ہے جتنا وہ ماضی میں کبھی نہ تھا۔ اسلام کے یہ آنسو شرمندگی اور عار بن کر ہمیں ایک ہی بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ ہم ان چیزوں کو دوبارہ تھام لیں جو ہمارے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ ہمیں عطاء فرما کر گئے تھے۔ تب انشاء اللہ اسلام بھی ہم پر فخر کرے گا اور ہم قیامت کے دن کی شرمندگی سے بھی بچ جائیں گے۔

یا اللہ ہم سب مسلمانوں کو اپنے محبوب نبی ﷺ کی میراث سنبھالنے اور تھامنے کی توفیق عطاء فرمادے اور ماضی کی طرح اب بھی اسلام کو دنیا میں نافذ فرما کر انسانیت پر رحم فرما دے۔ آمین ثم آمین]

بائیسواں باب

جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت کا بیان اور جہاد میں زخمی ہونے والے بعض حضرات کے واقعات

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں زخمی ہونے والوں کو خوب جانتے ہیں وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم سے (ایسا) خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ (بخاری، مسلم)

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کے زخم سے خون بہنے کے دو مقصد ہیں پہلا یہ کہ یہ خون اسے زخمی کرنے والے کے خلاف ثبوت بنے گا اور دوسرا یہ کہ اس کے خون میں مشک کی خوشبو جاری کر کے تمام لوگوں کے سامنے اس کی افضلیت کا اعلان ہوگا [کہ یہ وہ خوش قسمت ہے جس نے اپنا خون اللہ کے راستے میں بہایا تھا]

(احکام الاحکام)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں دودھ نکالنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت جہاد کیا جنت اس کے لئے واجب ہوگئی اور جس شخص نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی پھر وہ [طبعی موت] مر گیا یا شہید ہوا اس کے لئے شہید کا اجر ہے اور جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا یا اس نے چوٹ کھائی تو قیامت کے دن اس کا زخم پہلے سے زیادہ تازہ ہوگا اس [کے خون] کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک کی ہوگی اور جس کو اللہ کے راستے میں پھوڑا نکلا

اس پر قیامت کے دن شہیدوں کی مہر ہوگی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو قدموں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک اس آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف میں نکلا ہو اور دوسرا اس خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہہ گیا ہو اور دو محبوب قدموں میں پہلا وہ قدم ہے جو اللہ کے راستے میں اٹھا ہو اور دوسرا وہ قدم جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے لئے اٹھا ہو۔ (ترمذی)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ وہ دن تو سارا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ میں سب سے پہلے واپس لوٹنے والا شخص تھا جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے سامنے کافروں سے لڑ رہا ہے۔ میں نے کہا یہ یقیناً طلحہ ہی ہوں گے جو اس شرف کو حاصل کر گئے جو مجھ سے رہ گیا۔ اس دن حضرت طلحہ کو ستر سے زائد یا اس سے کچھ کم زخم لگے تھے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت قیس بن ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا جو شل ہو چکا تھا اسی ہاتھ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت فرمائی تھی [کہ دشمنوں کی طرف سے آنے والے تیر اپنے اس ہاتھ پر روک کر حضور اکرم ﷺ تک نہیں پہنچنے دیتے تھے] (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو ایک شخص نے بتایا کہ میں نے انہیں میدان جنگ میں دیکھا کہ ایک کافر نے انہیں نیزہ مارا انہوں نے اسی زخمی حالت میں اس کافر پر حملہ کیا اور دونوں اکٹھے گر گئے۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت

ابو دجانہ نے باغ کے اندر چھلانگ لگائی جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی وہ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن ابو جہل کو اپنی طرف متوجہ کیا پھر جب مجھے موقع مل گیا تو میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا پاؤں پنڈلی سے کاٹ دیا۔ اسی دوران عکرمہ بن ابو جہل نے میری گردن پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ دیا وہ بازو میرے جسم کی کھال کے ساتھ لٹک رہ گیا اور اس حملے نے مجھے ابو جہل سے ہٹا دیا میں سارا دن اسی لٹکے ہوئے بازو کے ساتھ لڑتا رہا جب یہ بازو مجھے زیادہ تکلیف دینے لگا تو میں نے اسے پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور اسے جسم سے جدا کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت جعفر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ سب سے پہلے نکلے دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا جو انہیں کندھے اور دل کے درمیان لگا یہ تیر نکالا گیا لیکن ان کا بایاں حصہ سخت متاثر ہوا چنانچہ وہ گھسٹ کر اپنے خیمے تک پہنچے جب میدان جنگ سخت گرم ہو گیا اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ نے انصار کو آواز لگائی اے انصاریو! آؤ اللہ کی طرف آؤ اللہ کی طرف اور دشمن پر پلٹ کر حملہ کرو۔ یہ سن کر حضرت ابو عقیل کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمانے لگے پکارنے والے نے میرا نام بھی پکارا ہے میں نے کہا ان کا مقصد زخمیوں کو پکارنا نہیں تھا۔ فرمانے لگے میں بھی انصار میں سے ہوں اور میں ضرور ان کی پکار پر جاؤں گا اگرچہ گھسٹ کر جا سکوں۔ انہوں نے پٹی باندھی اور تلوار لیکر نکل کھڑے ہوئے اور آوازیں لگانے لگے اے انصار آج حنین کے دن کی طرح پلٹ کر حملہ کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اور حضرت ابو عقیل کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا۔ میں نے کہا اے ابو عقیل انہوں نے کمزور سی آواز میں جواب دیا اور پوچھا کہ کس کو شکست ہو رہی

ہے میں نے کہا مبارک ہو اللہ کا دشمن (یعنی مسیلمہ کذاب) مارا گیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور شہید ہو گئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو فرمانے لگے ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ شہادت کی طلب میں لگے ہی رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے پا ہی لیا۔ (مرآۃ الزمان لابن الجوزی)

☆ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک لڑائی کے دوران ان سے کہا گیا کہ اگر آپ کو خوف اور خطرہ محسوس ہو رہا ہو تو جھنڈا آپ کے علاوہ کسی اور کو دے دیا جائے۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا اگر خوف کی وجہ سے جھنڈا کسی اور کو دے دوں تب تو میں بہت برا قرآن کا عالم ہوں۔ (جنگ کے دوران) ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگا لیا۔ اس وقت وہ یہ آیات پڑھ رہے تھے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ. وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ. (آل عمران ۱۴۴۔۱۴۶)

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں پھر اگر آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید کر دیے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے (یعنی دین اسلام سے ہٹ جاؤ گے) اور جو شخص الٹا پھر جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا

اللہ تعالیٰ جلد ہی بدلہ دے گا شکر گزاروں کو۔ اور کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر موت نہیں آسکتی (موت کا) ایک مقررہ وقت لکھا ہوا ہے اور جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے دنیا ہی سے دیں گے اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہے گا ہم اسے آخرت کا حصہ دیں گے اور ہم بدلہ دیں گے احسان ماننے والوں کو، اور بہت (سے ایسے) نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر بہت سارے اللہ والے (راہ خدا میں) لڑے ہیں۔

جب آپ گر پڑے تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا ابو حذیفہ کا کیا ہوا جواب ملا کہ وہ شہید ہو گئے۔ پھر پوچھا فلاں کا کیا ہوا۔ جواب ملا وہ بھی شہید ہو گئے ہیں۔ فرمایا مجھے ان دونوں کے درمیان لٹا دو۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت یزید بن السکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے دن جب سخت لڑائی شروع ہو گئی اور حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی اور آپ نے اس دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں جس کی وجہ سے کچھ بوجھ تھا جب دشمن آپ کے قریب آ گئے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ نے انہیں آپ ﷺ سے ہٹایا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور حضرت ابو دجانہ بھی دشمنوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے وہ شدید زخمی ہو گئے خود حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور آپ کے ہونٹوں اور رخسار پر بھی زخم آئے اس دن آپ نے ارشاد فرمایا آج کون شخص ایسا ہے جو اپنی جان ہمارے لئے قربان کرے یہ سن کر انصار کے پانچ نوجوان چھلانگ لگا کر میدان میں اترے ان نوجوانوں میں حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ سارے نوجوان شہید ہو گئے۔ حضرت زیاد لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر گئے اسی دوران مسلمانوں نے حملہ کر کے حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کے آس پاس سے کافروں کو مار بھگایا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا میرے قریب آ جاؤ۔ اس وقت وہ زخموں سے چور تھے آپ ﷺ نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضرت زیاد نے پاؤں

مبارک پر اپنا منہ رکھا اور شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک)

☆ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے (احد کے دن) ارشاد فرمایا کون ہے جو میرے پاس سعد بن ربیع کی خبر لے آئے ایک انصاری نے کہا اے اللہ کے رسول میں یہ کام کروں گا۔ وہ انصاری صحابی مقتولین کے درمیان گھومنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت سعد کو زخمی حالت میں دیکھا آپ اس وقت آخری سانس لے رہے تھے انصاری نے کہا۔ اے سعد اللہ کے نبی نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں دیکھوں کہ آپ زندوں میں سے ہیں یا شہیدوں میں سے۔ حضرت سعد نے فرمایا میں تو شہیدوں میں سے ہوں۔ میرا سلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا دینا اور کہنا کہ سعد نے عرض کیا ہے اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین بدلہ عطاء فرمائے جو اللہ کسی قوم کی طرف سے اس کے نبی کو دیتا ہے اور اپنی قوم (انصار) کو بھی میرا سلام کہہ دینا اور ان سے کہنا سعد نے تم سے کہا ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اگر حضور اکرم ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے کوئی آرام سے بیٹھا رہا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ (المستدرک)

☆ معمرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے سعدؒ نے بتایا کہ وہ واقعہ جسر کے ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے تھے اور وہ گھسٹ رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے:

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (نساء ۶۹)

وہ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء

اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

کسی نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں انصار میں سے ہوں۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ واقعہ جسر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر ایک آزمائش تھی اور اس واقعے میں بہت سارے مسلمان شہید ہوئے۔

مختصر واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت ابو عبید بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ دریا کے ایک کنارے پر اترے تو رستم کے کمانڈر بہمان نے انہیں پیغام بھیجا کہ یا تو آپ لوگ دریا عبور کر کے ہماری طرف آجائیں یا ہم دریا عبور کر کے آپ کی طرف آجاتے ہیں حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ لوگ ہم سے زیادہ موت پر جرأت کرنے والے نہ بن جائیں چنانچہ ہم ہی پہلے عبور کریں گے جب دریا عبور کیا تو آگے انتہائی تنگ جگہ تھی۔ وہاں لڑائی شروع ہو گئی حضرت ابو عبید چھ سے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تھے دن کے آخری حصے میں آمنے سامنے کی لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر آگے نہیں بڑھتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود پڑے دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ نے ہاتھیوں پر حملے کا حکم دیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ خود انہوں نے ایک سفید ہاتھی پر حملہ کیا حالانکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھا تھا اور انہوں نے پالان کی رسی سے لٹک کر اسے تلوار سے کاٹ دیا دوسرے مجاہدین نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ انہوں نے سارے ہاتھیوں کے سوار اوپر سے گرا کر ہلاک کر دیے اس معرکے میں چھ ہزار مشرک مارے گئے پھر حضرت ابو عبید نے ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی وہ ہاتھی آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ شہید ہو گئے لشکر والوں نے جب آپ کو ہاتھی کے نیچے دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ ادھر اہل فارس نے دوبارہ حملہ کیا مسلمانوں کے سات علمبردار یکے بعد

دیگرے شہید ہوگئے۔ حضرت عبداللہ بن یزید جسر یعنی پل کی طرف بڑھے اور اسے عبور کر لیا۔ مسلمانوں کا لشکر جوابی دفاعی حملہ کرکے پل تک پہنچ گیا مگر پیچھے سے ان پر تلواریں چل رہی تھیں چنانچہ کئی ان میں سے دریائے فرات میں گر گئے۔ کئی کافروں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ ڈوبنے اور قتل ہونے والوں کی تعداد چار ہزار تھی جبکہ دو ہزار نے بھاگ کر جان بچائی۔

یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جہاد میں زخمی ہونے والوں کو دوسرے زخمیوں جتنی تکلیف نہیں پہنچتی۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جہاد میں شہید ہونے والے کو چیونٹی کے کاٹنے جیسی تکلیف ہوتی ہے تو جب شہید کا یہ حال ہے تو اسی سے زخمی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگر اسے بھی دوسرے زخمیوں کی بنسبت کم تکلیف ہوتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے اس کا انکار وہی کرسکتا ہے جس نے تجربہ نہ کیا ہو۔ اوپر جو واقعات ہم نے ذکر کئے ہیں وہ بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح عقلاً بھی یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کیونکہ جب دو آدمی کسی ذاتی غصے یا قومی غیرت میں لڑتے ہیں تو انہیں جوش اور غصے کی وجہ سے گہرے زخموں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ اور انہیں لڑائی کے بعد ان زخموں کا احساس ہوتا ہے حالانکہ وہ سارے موت سے بچنے کی کوشش میں ہوتے ہیں تو خود سوچئے کہ اس آدمی کی کیا کیفیت ہوگی جو اللہ کے لئے اور اس کے دین کے لئے غضب ناک ہو کر شہادت کی طلب میں نکلتا ہے۔ اور اپنے نور ایمان کے ذریعے شہیدوں اور زخمیوں پر ہونے والے اللہ کے فضل کو بھی محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ احد میں حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آہا میں تو احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دشمنوں میں گھس گئے اور جام شہادت نوش فرماگئے۔ (مسلم)

اسی طرح فتح موصلی کی بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنا ناخن اکھڑتے دیکھا تو ہنسنے لگی کسی نے پوچھا تمہارا تو ناخن اکھڑ رہا ہے اور تم ہنس رہی ہو تو وہ فرمانے لگیں اجر

کی حلاوت نے درد کی کڑواہٹ کو دور کر دیا ہے۔

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ جنگ یرموک میں حضرت حباش بن قیس کا پیش آیا کہ انہوں نے جنگ کے دوران کافروں کے کئی سردار مار گرائے۔ لڑائی کے دوران ان کی ٹانگ کٹ گئی مگر انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا۔ جب لڑائی ختم ہوگئی تو وہ اپنی ٹانگ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (جامع الفنون لابن شبیب الحرانی)

یہ بات بھی اچھی طرح جان لیجئے کہ بعض مرتبہ زخمی کو بھی حور عین نظر آجاتی ہے کیونکہ وہ بھی جلد ہی شہید ہونے والا ہوتا ہے۔

اسی سلسلے کا ایک واقعہ عارف باللہ بزرگ امام عبداللہ الیافعی نے اپنی کتاب روض الریاحین میں نقل فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ملک روم میں تھے ہمارے ساتھ ایک ایسے شخص بھی تھے جو کچھ بھی نہیں کھاتے پیتے تھے ایک بار میں نے ان سے کہا آپ کو گیارہ دن سے دیکھ رہا ہوں آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا انہوں نے کہا جب آپ لوگوں سے میری جدائی کا وقت قریب ہوگا تو میں اس کی وجہ بتادوں گا۔ جب جدائی کا وقت قریب آگیا تو ہم نے ان سے کہا آپ وہ بات بتایئے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا انہوں نے کہا ایک بار ہم چار سو مجاہدین تھے ہم پر دشمنوں نے حملہ کر دیا اس حملے میں میرے ساتھی شہید ہوگئے اور میں زخمی حالت میں ان کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ جب سورج، غروب ہونے لگا تو مجھے فضا میں مہکتی ہوئی خوشبو محسوس ہوئی میں نے آنکھیں کھولیں تو مجھے کچھ نوجوان لڑکیاں نظر آئیں جنہوں نے ایسا لباس پہن رکھا تھا کہ اس جیسا لباس میں نے کبھی نہیں دیکھا ان لڑکیوں کے ہاتھ میں پیالے تھے اور وہ شہیدوں کے منہ میں کچھ انڈیل رہی تھیں میں نے بھی آنکھیں بند کرلیں جب وہ میرے پاس پہنچیں تو ایک نے کہا اس کے منہ میں بھی انڈیلو اور جلدی کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان کے دروازے بند ہو جائیں اور ہمیں زمین پر رہنا پڑے۔ دوسری نے کہا اے بہن اس کے جسم میں تو ابھی جان ہے کیا اسے بھی پلادوں۔ پہلے والی نے کہا کوئی بات نہیں

اسے بھی پلاؤ۔ پس اس نے میرے حلق میں وہ شربت انڈیل دیا۔ جب سے میں نے وہ شربت پیا ہے مجھے نہ کچھ کھانے کی ضرورت پڑتی ہے نہ پینے کی۔ (روض الریاحین)

☆ حضرت کُھیل الازدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن بہت سارے مسلمان زخمی ہو گئے تو میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول) لوگ بہت زخمی ہو گئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ اور راستے میں کھڑے ہو جاؤ اور جو زخمی بھی گزرے تم یہ دعا پڑھو۔

بسم الله شفاء الحي الحميد من كل حدو حديد أو حجر تليد اللهم اشف انه لا شافي الا انت.	اللہ کے نام سے۔ اللہ تعالیٰ جو زندہ ہے اور خوبیوں والا ہے اور اس کی شفا پہنچے ہر دھار، لوہے اور پرانے پتھر کے زخم سے اے اللہ اسے شفا دے بے شک تو ہی شفا دینے والا ہے۔

حضرت کُھیل فرماتے ہیں اس زخم میں پیپ نہ پڑے گی نہ اس سے خون بہے گا۔

(ابن عساکر)

زخموں کیلئے نسخے

فائدہ:

کاغذ جلا کر اس کی راکھ ڈالنے سے گہرے زخم کا خون بھی بند ہو جاتا ہے اسی طرح آبنوس کی لکڑی کا برادہ بھی زخموں پر چھڑکنے سے زخم جلد بھر جاتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے یہ مجرب ہے۔ چقماق کا پتھر پیس کر اسے بالکل غبار کی طرح بنا لیا جائے پھر اگر اسے گندے اور مشکل سے ٹھیک ہونے والے زخموں پر ڈالا جائے تو وہ زخم مندمل ہو جاتے ہیں یہ بھی مجرب ہے۔ اگر آگ سے جلی ہوئی جگہ پر اچھا تیل اور اچھی طرح پیا ہوا نمک ڈال دیا جائے تو درد کم ہو جائے گا اور پھوڑا نہیں بنے گا۔ یہ بھی مجرب ہے۔ یہ سارے علاج ابن السویدی نے اپنے تذکرہ میں ذکر فرمائے ہیں۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ کے راستے کا زخم ایک سعادت اور جنت کا تمغہ ہے۔ آج کل کی حکومتیں ان فوجیوں کو اعزازی تمغے دیتی ہیں جو ملکی سرحدوں کا دفاع کرتے ہوئے کارنامے سر انجام دیتے ہیں یا زخمی ہو جاتے ہیں مجاہدین کرام ان ظاہری تمغوں سے بے نیاز ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو اللہ کے سپاہی ہیں اور وہ اللہ کے دین کی عظمت کے لئے اپنے جسم کے قیمتی اعضاء قربان کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پیار آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہا محبت فرماتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رضا اور جنت کا ایسا تمغہ عطاء فرمائیں گے جسے دیکھ کر ہر شخص یہی تمنا کرے گا کہ کاش میں نے بھی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کے زخم اپنے جسم پر سجائے ہوتے۔ آج کا نفس پرست نقلی عاشق اگر اپنے معشوق کی حفاظت میں اپنی انگلی کٹوالے تو وہ معشوق کی نگاہوں میں کتنا بڑا مقام پا لیتا ہے تو کون اندازہ لگا سکتا ہے اس اللہ قدر دان کی قدر دانی کا جس سے بڑھ کر کوئی قدر دانی کرنے والا نہیں۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے قیمتی اعضاء کٹواتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں کہ ان کے جسم کے اعضاء کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اب انہیں اپنے زخموں پر اور کٹے ہوئے اعضاء پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اسی سے اجر کی امید رکھنی چاہئے۔

سلطان نور الدین زنگیؒ کے بھائی کی آنکھ جہاد میں نکل گئی تو وہ رونے لگے۔ سلطان نے فرمایا اگر تجھے اندازہ ہو جائے کہ تجھے اس آنکھ کے بدلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ملنے والا ہے تو تو اس بات پر روئے گا کہ تیری دوسری آنکھ اللہ کے راستے میں قربان کیوں نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ایمان و یقین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کل تک صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے اہل ایمان کے جسم زخمی ہوئے تھے اور اعضاء کٹے تھے مگر اسلام کا ایک ایک حکم محفوظ تھا وہ حضرات اپنے جسم کٹوا کر اسلام کی

حفاظت فرمارہے تھے جبکہ آج مسلمانوں کو اسلام سے زیادہ اپنے جسموں کی فکر لگی ہوئی ہے چنانچہ اسلام کو زخمی کیا جارہا ہے اور اسے کاٹنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

یا اللہ! ہم مسلمانوں کو توفیق عطاء فرما کہ ہم اپنی جانیں تو قربان کردیں مگر اسلام پر آنچ نہ آنے دیں یا اللہ اسلام کی بھی حفاظت فرما اور تمام مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما۔

آمین ثم آمین

تیئیسواں باب

اللہ کے راستے میں کافر کو قتل کرنے کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

(۱) وَمَنْ يُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا. (نساء ۷۴)

اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آجائے ہم اسے اجر عظیم دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۲) فَإِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ. (محمد ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔

اسی طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کافر اور اس کو قتل کرنے والا کبھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا دشمن سے مقابلہ ہوا پھر وہ ڈٹ کر لڑا یہاں تک کہ شہید ہوگیا یا غالب رہا تو وہ قبر کے فتنے میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (الطبرانی۔ المستدرک)

☆ حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ایک سو زرہ بند کافروں کو قتل کیا وہ سارے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے میں نے ان میں سے کسی کو باندھ کر نہیں مارا (یعنی سارے لڑائی کے دوران مارے) (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سلمان بن ربیعہ کو امام بخاری وغیرہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے جبکہ ابن مندہ وغیرہ نے انہیں صحابی قرار نہیں دیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ کے پہلے گورنر بنے اس وقت ان کے پاس چار ہزار گھوڑے دشمن سے دفاع کے لئے تیار رہتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ آرمینیا کے گورنر بنے اور شہید ہوئے۔

☆ محمد بن سیرین بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ کے بل لیٹ کر کچھ ترنم سے پڑھنے لگے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ اے بھائی اللہ کا ذکر کرو یہ سن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے انس اے میرے بھائی میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا میں نے چیلنج دیکر میدان جنگ میں سو مشرک قتل کئے ہیں اور یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے قتل میں میں نے شرکت کی [یعنی جو گھمسان کی لڑائی میں مارے گئے]۔ (مصنف عبد الرزاق باسناد صحیح)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں غزوہ احد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں لکھتے تھے کہ انہیں کسی لشکر کا امیر نہ بناؤ کیونکہ یہ اس لشکر کو ہلاکت خیز مقامات میں ڈال دیں گے [یعنی یہ بے حد بہادر ہیں اور آگے بڑھ کر لڑنے کے عادی ہیں] (المستدرک)

☆ مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی میں یہ اپنے ہاتھ میں ڈھال لے کر تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھتے اور حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ دروازے تک پہنچ کر اسے کھول دیا اس دن آپ کو اسی سے زائد زخم لگے۔ (الاصابہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بعض پراگندہ بالوں والے غبار آلودہ پرانی چادروں والے شخص جن کو کوئی اہمیت نہیں

دی جاتی اگر اللہ کے نام پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ براء بن مالک بھی انہیں میں سے ہیں۔ (ترمذی۔ الطبرانی)

مسلمانوں نے تستر کی لڑائی کے دن ان سے کہا کہ اپنے رب کے نام کی کوئی قسم کھائیں تو انہوں نے فرمایا! اے میرے پروردگار میں آپ کے نام پر قسم دیتا ہوں کہ آپ جب ہمیں ان [کافروں] پر غلبہ دے دیں تو مجھے اپنے نبی ﷺ سے ملا دیں [یعنی شہادت نصیب فرمادیں] اس کے بعد انہوں نے حملہ شروع کر دیا۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ اہل فارس کو شکست ہوئی اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (الاستیعاب علی حامش الاصابہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا گیا تھا وہ حضرت ابو موسیٰ کے وزراء میں سے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے لئے جو کام چاہیں پسند کر لیں۔ حضرت براء نے فرمایا کیا جو کچھ میں آپ سے مانگوں گا آپ مجھے دیں گے؟ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا ہاں اس پر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہ تو آپ سے کسی شہر کی امارت مانگتا ہوں اور نہ خراج وصول کرنے کی ذمے داری بس آپ مجھے میری کمان گھوڑا نیزا تلوار اور زرہ دیکر جہاد میں جانے کی اجازت دے دیجئے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لشکر دیکر بھیج دیا اور وہ اس لشکر میں سے سب سے پہلے شہید ہو گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین کے دن ارشاد فرمایا جو کسی کافر کو قتل کرے گا اس کافر کا سامان اسے ملے گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس کافروں کو قتل فرمایا اور ان کا سامان حاصل فرمایا۔ (ابو داؤد)

اللہ کے راستے میں زخمی ہونے والوں اور بہادری کے جوہر دکھانے والوں کے

حالات بہت زیادہ ہیں ان میں سے کچھ واقعات متفرق طور پر انشاءاللہ اس کتاب میں آتے رہیں گے۔

حضرت علی بن بکارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے روم کی لڑائیوں میں ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی آنتیں ان کے گھوڑے کی زین پر نکلی پڑی تھیں۔ انہوں نے ان آنتوں کو اپنے پیٹ میں ڈال کر اوپر سے اپنی پگڑی باندھ لی اور اسی حالت میں لڑتے ہوئے دس سے زیادہ رومی سرداروں کو قتل کیا۔ (الاربعین لابی الحسن المرادی)

[اسلام امن اور سلامتی والا دین ہے اور اسلام کے ہر حکم میں پوری انسانیت کے لئے زندگی اور امن وسکون کا پیغام پوشیدہ ہے جس طرح انسانی جسم میں اگر کینسر ہو جائے تو اس کینسر کو فوری طور پر کاٹ پھینکنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کینسر کو نہ کاٹا جائے تو پورے جسم کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ موذی جانور جن کا انسانوں کے درمیان وجود انسانیت کے لئے خطرہ ہوتا ہے ان کو مارنا بھی انسانیت کے تحفظ کے لئے سخت ضروری ہوتا ہے آج کی غیر مہذب دنیا میں بھی منشیات کے تاجروں اور دوسرے خطرناک مجرموں کو مارنے کے قوانین موجود ہیں اور ان کو ہر کوئی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے وجود اور ان کی کاروائیوں کو انسانیت کے لئے شدید خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام تو آیا ہی انسانیت کو ہر طرح کے نقصان اور برائیوں سے بچانے کے لئے ہے۔ چنانچہ وہ کافر جو کفر کے سوداگر بنے پھرتے ہیں اور دن رات اپنی پھونکوں سے نور اسلام کو بجھانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں ان کا وجود انسانیت کے لئے سخت خطرے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کفر جیسی لعنت اور غلاظت کو پھیلاتے ہیں اور اسلام جیسی نعمت کو انسانیت سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں اسلام نے ان کافروں کو بھی ہدایت کا پیغام سنایا ہے۔ اور انہیں بھی دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان انسانیت کش حرکتوں سے باز آجائیں لیکن جب وہ نہیں مانتے اور خم ٹھونک کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میدانوں میں نکل آتے

ہیں تو پھر اسلام نے ان کے ختم کرنے کو ایک فرض اور ایک عظیم الشان عبادت قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر کافر کو قتل کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ وہ لوگ جو انسانیت کے خیر خواہ ہیں اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اور انسانیت کے اندر موجود اس کینسر کو کاٹنے کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ کافروں کو واصل جہنم کر کے زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرتے ہیں کیونکہ کسی بھی زمین پر اس وقت تک کوئی نفع مند فصل نہیں اگائی جا سکتی جب تک وہاں موجود مضر اور نقصان دہ جڑی بوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کا صفایا نہ کر دیا جائے اور ان کی جڑیں کاٹ کر انہیں زمین کے لئے کھاد نہ بنا دیا جائے اسی طرح مسلمان بھی جہاد کا ہل چلا کر زمین سے ان غلط عناصر کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور غلیظ کافروں کے خون کو زمین کے لئے کھاد بنا دیتے ہیں اور پھر اپنے پاک خون کو بیج کی طرح زمین پر چھڑکتے ہیں تب جا کر زمین پر امن وسکون کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ چونکہ اس نکتے کو سمجھ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے پہلے جزیرۃ العرب کو کافروں کے وجود سے پاک کیا۔ قلیب بدر نامی کنوئیں میں ستر کافروں کی لاشیں ڈال کر مکہ سے کفر کا جنازہ نکال دیا۔ پھر مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں سے مدینہ کی سرزمین کو پاک کیا اور کئی گوریلا کاروائیوں کے ذریعے سے کفر کے بڑے بڑے ستونوں کو (جو گستاخی رسول ﷺ جیسے ناقابل معافی جرم عظیم میں مبتلا تھے) نیست ونابود کر دیا وہ ایک ایک دن میں نو نو تلواریں ان کافروں پر توڑتے تھے اور ان کے نیزے ان کافروں کے جسم چھید چھید کر ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔

کاش آج کے مسلمان بھی اس فرض کی ادائیگی اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں آج ایک طرف مکہ کے مشرکین کی تاریخ ہندوستان میں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کی صہیونیت کی تاریخ اسرائیل میں دہرائی جا رہی ہے آج سلمان رشدی کی شکل میں کعب بن اشرف کا کردار بھی موجود ہے جبکہ امریکہ اور اس کے حواریوں کی شکل میں قسطنطین کی باقیات بھی پوری دنیا کو صلیب پر لٹکانے کے خواب دیکھ رہی ہے آج مرزا

قادیانی کی ذریت مسیلمہ کذاب کے مشن کی تکمیل کے لئے اور عبداللہ بن سبا کی نظریاتی اولاد عبداللہ بن ابی کے کام کو پورا کرنے کے لئے میدان میں موجود ہے مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ ان سب کا مقابلہ کرنے کے لئے کل تک مسلمانوں کے پاس دنیا کا اکثر رقبہ ہونے کے باوجود کوئی علاقہ دارالاسلام نہیں کہلایا جاسکتا تھا مگر اب الحمد للہ مسلمانوں کو افغانستان کی صورت میں دارالاسلام بھی نصیب ہو چکا ہے۔

بس اب ضرورت ہے بدر و حنین اور یمامہ و یرموک کے مجاہدین کی۔ مدینہ منورہ میں تیار ہونے والے لشکروں اور گوریلا دستوں کے حقیقی جانشینوں کی۔ اب الحمد للہ ان کی خوبصورت جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے لکڑی کے ان جالوں کو طاقتور اور مضبوط نہ سمجھیں بلکہ مدینہ منورہ سے نکلنے والے تین سو تیرہ جانبازوں اور ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے کفر کے سوداگروں کو یاد کریں اور ماضی کی اس تاریخ کو حال میں دہرا کر یہ ثابت کر دیں کہ ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ پڑھنے والے جس طرح کل کسی سے نہیں ڈرتے تھے آج بھی کسی سے نہیں ڈرتے اور کل جس طرح انہوں نے چند سالوں میں دنیا کے نقشے کو بدل دیا تھا آج بھی وہ دنیا کے نقشے کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

یااللہ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرما۔ آمین ثم آمین۔

[آیئے اب اپنی درخشندہ تاریخ کا ایک قابل فخر اور واجب التقلید باب پڑھتے ہیں]

چوبیسواں باب

اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے لشکر پر حملہ، اس کی فضیلت اور احکام

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ (بقرہ ـ ۲۴۹)	بار بار بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (بقرہ ـ ۲۰۷)	اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ان کا تعلق قبیلہ بنو نمر بن قاسط سے تھا بچپن میں وہ قیدی بنا کر روم لے جائے گئے جہاں ان کی زبان بدل گئی پھر وہ عبداللہ بن جدعان کے غلام رہے اس نے انہیں آزاد کر دیا ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ روم سے بھاگ کر مکہ مکرمہ پہنچے اور ابن جدعان کے حلیف بنے۔ مکہ مکرمہ ہی میں آپ نے اسلام قبول کیا اور پھر حضور اکرم ﷺ کی

طرف ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو قریش کے ایک گروہ نے ان کا تعاقب کیا وہ اپنی سواری سے اتر گئے اور انہوں نے اپنے تمام تیر ترکش سے نکال لئے اور کمان ہاتھ میں لے کر فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم میں بہترین تیر انداز ہوں اللہ کی قسم جب تک میرے پاس ایک تیر بھی موجود ہے تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے میں یہ سارے تیر تم پر چلاؤں گا اور پھر جب تک میری تلوار میرے ہاتھوں میں رہے گی تم سے لڑتا رہوں گا اس کے بعد تمہیں جو کرنا ہو کر لینا مشرکین نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانے دیں گے تم جب مکہ میں آئے تھے تو فقیر تھے اور اب یہاں سے مالدار بن کر جا رہے ہو۔ ہاں اگر تم اپنا سارا مال ہمیں دے دو تو ہم تمہیں جانے دیں گے چنانچہ اسی بات پر معاہدہ ہو گیا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے سارے مال کے بارے میں بتا دیا پھر آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (بقرہ-۲۰۷)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔

اس پر حضور ﷺ نے انہیں فرمایا ابو یحییٰ تم نے بڑی نفع والی تجارت کی اس کے بعد آپ ﷺ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ کئی بڑے مفسرین حضرات نے اپنی تفاسیر میں نقل فرمایا ہے۔

(۲) دوسرا قول! علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہر شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ-۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ نے جب اکیلے دشمنوں پر حملہ کر دیا تو بعض لوگوں نے ان پر تنقید کی اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تنقید کرنے والوں پر رد فرمایا اور یہ آیت پڑھی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ (الی آخرہ)۔ (تفسیر ابن کثیر)

(۳) تیسرا قول! ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہؒ یا حضرت سعید بن جبیرؒ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان مجاہدین نے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے اپنی جانیں اللہ کو بیچ دیں اور انہوں نے اس کا حق ادا کرنے کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم)

(۴) چوتھا قول! مدرک بن عوفؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا کہ ان کی خدمت میں نہاوند میں اسلامی لشکر کے امیر حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا حضرت عمرؓ نے ان سے مجاہدین کے بارے میں پوچھا انہوں نے فرمایا فلاں فلاں تو شہید ہو گئے اور کچھ لوگ اور بھی شہید ہوئے ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔ قاصد نے کہا اے امیر المومنین ایک مرد مجاہد نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دی۔ مدرک بن عوف نے کہا اللہ کی قسم اے امیر المومنین وہ میرے ماموں تھے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے اکیلے دشمنوں میں گھس کر اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ تمہارے ماموں نے تو دنیا کے بدلے آخرت خرید لی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ سند صحیح)

(۵) پانچواں قول! محمدؒ فرماتے ہیں کہ مشرق کی جانب سے ایک بار کافروں کا ایک فوجی دستہ آگیا۔ انصار میں سے ایک شخص نے اکیلے ان پر حملہ کرکے ان کی صفیں منتشر کردیں اور پھر باہر نکل کر اسی طرح دو تین بار حملہ کیا۔ حضرت سعد بن ہشام نے اس کا تذکرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ (البقرہ ۲۰۷)

(مصنف ابن ابی شیبہ)

(۶) چھٹا قول! حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں ایک شخص نے اکیلے دشمن پر حملہ کردیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ کچھ لوگوں نے کہا اس نے تو اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے چنانچہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوابی خط میں تحریر فرمایا لوگوں کا کہنا درست نہیں ہے بلکہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ (البقرہ ۲۰۷)

(تفسیر ابن ابی حاتم)

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرہ ۱۹۵)

یعنی تم لوگ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں!

(۱) پہلا قول! ابو اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید کی آیت۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اس شخص کے بارے میں ہے جو اکیلا ایک ہزار کافروں پر حملہ کردے اور مارا جائے۔ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو کوئی گناہ کرکے یہ کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالیٰ مجھے نہیں بخشے گا۔ (المستدرک۔ تفسیر ابن ابی حاتم۔ ابن مبارک)

(۲) دوسرا قول! پیچھے حضرت ابو ایوب انصاری کا واقعہ گزر چکا ہے۔ جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب ہم نے کچھ عرصہ جہاد چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ تو ہلاکت سے مراد جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ جانا ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد۔ ترمذی)

اکیلے یا دو آدمیوں کو دشمن پر حملے کے لئے بھیجنے کے جواز میں مندرجہ ذیل احادیث سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے۔

☆ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت خباب کو لڑنے کے لئے بھیجا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اکیلے جہاد میں روانہ فرمایا۔ (السنن الکبریٰ)

(۳) تیسرا قول! امام شافعی نقل فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر جو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تھے ان کے ساتھ والوں میں سے دو حضرات پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے ایک انصاری تھے جب ان انصاری صحابی نے اپنے ساتھیوں کی شہادت گاہ پر پرندوں کو دیکھا تو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے میں دشمنوں کی طرف لڑ رہا بڑھوں گا کہ شہید ہو جاؤں اور ایسی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا جہاں پر میرے ساتھی شہید کردیئے گئے ہیں چنانچہ وہ آگے بڑھے اور شہید کردیئے گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر جب ان انصاری کا واقعہ حضور اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ نے ان کی تعریف فرمائی۔

بلکہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ سے فرمایا تم آگے کیوں نہیں بڑھے۔ (السنن الکبریٰ)

روایات سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ اور ایک اور انصاری صحابی کو جہاد کے لئے بھیجا یعنی صرف دو حضرات کا لشکر روانہ فرمایا اور حضرت عبداللہ بن انیس کو ایک مشرک کے قتل کے لئے اکیلے بھیجا یعنی ایک آدمی کو بطور لشکر روانہ

فرمایا (السنن الکبریٰ)

(۴) چوتھا قول! قاسم بن مخیمرہؒ جو بڑے تابعین میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت کہ خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی اور اگر اکیلا آدمی دس ہزار کافروں پر حملہ کر دے تو اس کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

(۵) پانچواں قول! حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو تو اس سے مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاؤ یہ آیت کہ خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ باسناد صحیح)

خلاصہ: ایسی ہی تفسیر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عکرمہؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت ضحاکؒ، حضرت سدیؒ حضرت مقاتلؒ سے بھی مروی ہے۔ (تفسیر ابن جریر)

☆ یزید بن ابو عبیدؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حدیبیہ کے دن آپ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا موت پر (بخاری۔ مسلم)

☆ بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، چنانچہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے اظہار فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکوں سے لڑنے کا موقع دیا تو وہ اپنے راستے میں میری جانبازی دیکھے گا۔ غزوہ احد کے دن انہوں نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا کہ اے سعد مجھے احد کے پہاڑوں سے جنت کی خوشبو آرہی ہے چنانچہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے مشرکین نے ان کے ناک کان اور دیگر اعضاء بھی کاٹ ڈالے ان کی بہن

نے ان کی انگلیوں کے پوروں کے ذریعے سے انہیں پہچانا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن مجید کی یہ آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب۔ ۲۳)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے کے لئے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ عمرو بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول بندے کا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو ہنساتا ہے [یعنی خوش کرتا ہے] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بندے کا آستین چڑھا کر دشمنوں میں گھس جانا [اور انہیں قتل کرنا] یہ سنکر حضرت معاذ نے زرہ اتار پھینکی اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سیرۃ ابن اسحاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت معاذ بن عفراء کا نہیں ہے بلکہ حضرت عوفؓ بن عفراء کا ہے۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور ان پر [خوشی سے] ہنستا ہے اور ان سے خوش وقتی کرتا ہے [پہلا] وہ شخص جو اپنے لشکر کے شکست کھانے کے بعد ڈٹ کر اکیلا لڑتا رہے پھر یا تو شہید ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کی نصرت سے دشمنوں پر غالب آجائے اور یا اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے کافی ہو جائے [ایسے شخص کے بارے میں] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو میری خاطر کیسے ڈٹا رہا۔ دوسرا وہ شخص جس کی بیوی

خوبصورت اور بستر نرم ہو پھر بھی رات کو تہجد کے لئے کھڑا ہو جائے [اس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اپنی شہوت چھوڑ کر مجھے یاد کر رہا ہے حالانکہ اگر یہ چاہتا تو سو جاتا۔ تیسرا وہ آدمی جو سفر میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ہو جب اس کے ساتھی سو جائیں تو وہ سحری کے وقت تہجد کے لئے کھڑا ہو جائے۔ تنگی میں بھی اور کشادگی میں بھی۔

(الطبرانی رجالہ ثقات)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں دو آدمیوں سے ایک وہ آدمی جو اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبت کرنے والوں میں سے اٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں دیکھو میرے بندے کو کہ وہ اپنے بستر اور لحاف میں سے اپنے گھر والوں اور محبت کرنے والوں کے درمیان سے اٹھ کر میری بخشش [اور جنت] پانے کے لئے اور میرے عذاب [اور دوزخ] کے خوف سے نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلے اور اس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ جائیں اور وہ شخص جانتا ہو کہ بھاگنے میں کیا گناہ اور ڈٹ کر لڑنے میں کیا اجر ہے۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ کر لڑتا ہوا شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے کی طرف وہ میری رحمت [اور بخشش] کی امید میں اور میرے عذاب کے ڈر سے واپس لوٹا یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ صحیح الاسناد)

مصنف فرماتے ہیں کہ اس باب میں اگر کوئی اور حدیث نہ بھی ہوتی تو یہی ایک صحیح حدیث اکیلے آدمی کے بڑے لشکر میں گھس کر لڑنے کی فضیلت کے لئے کافی تھی۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ سخیوں میں سب سے بڑا سخی کون ہے؟ [بے شک] اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے اور میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد سب سے زیادہ سخی

وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا اور پھر اسے پھیلایا یہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت بنا کر اٹھایا جائے گا اور وہ شخص [زیادہ سخی ہے] جو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے یہاں تک کہ شہید ہو جائے۔ (ابو یعلی۔ بیہقی۔ مجمع الزوائد)

واقعہ نمبر ۱ :

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلے کے لئے عذرا [نامی مقام] پر اترے تو میں [اکیلا] اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر جابیہ [نامی شہر] کے دروازے تک پہنچ گیا وہاں میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے جسم کو ملا پھر اس پر زین کسی اور اپنا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لیا [یعنی حملے کے لئے تیار ہو گیا] اسی اثناء میں میں نے جابیہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کے لئے نکلے ہیں۔ میں نے کہا ایسے لوگوں پر حملہ کرنا میرے لئے عار کی بات ہے اس کے بعد ایک بڑا لشکر نکلا میں نے اسے آگے جانے دیا۔ جب وہ آگے بڑھ گیا تو میں نے پیچھے سے ان پر حملہ کر دیا اور نعرہ تکبیر بلند کیا انہوں نے سمجھا کہ ان کا شہر گھیرے میں آگیا ہے چنانچہ وہ پیچھے لوٹے میں نے [تاک کر] ان کے سردار پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے گرا دیا پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے برذون [یعنی تیز رفتار دیو ہیکل ترکی گھوڑے] کی لگام میں ہاتھ ڈالا اور اس پر سوار ہو گیا لشکر والوں نے جب مجھے اکیلا دیکھا تو میری طرف بڑھے میں بھی ان کی طرف مڑا میں نے دیکھا کہ ایک شخص ان میں سے آگے بڑھ چکا ہے میں نے لگام کو زین کے سرے میں پھنسایا اور خود نیزہ لے کر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو چھید دیا پھر میں برذون کی طرف لوٹا لشکر والے میرے پیچھے بڑھے میں پھر واپس مڑا اور پہلے کی طرح ایک اور شخص کو نیزے سے ہلاک کر دیا جب انہوں نے میرا یہ طریقہ دیکھا تو واپس لوٹ گئے میں وہاں سے واپس عذرا [نامی مقام] میں آگیا۔ میں نے اپنے خیمے کے پاس آکر ترکی گھوڑے کو باندھا اور اس کی زین اتاری اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر

سارا قصہ سنایا اس وقت ان کے پاس رومیوں کا سب سے بڑا سردار بھی اپنے شہر والوں کے لئے امان مانگنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا فلاں سردار مارا گیا ہے اس نے رومی زبان میں کہا متاتون یعنی خدا نہ کرے۔ اچانک حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ وہی ترکی گھوڑا لیکر آگئے۔ رومی سردار نے جب گھوڑا دیکھا تو پہچان گیا اور حضرت واثلہ سے کہنے لگا کیا اس کی زین مجھے بیچو گے۔ حضرت واثلہ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا میں اس کے دس ہزار دینے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت خالد بن الولید نے مجھے حکم دیا کہ بیچ دو۔ میں نے کہا امیر صاحب آپ بیچئے۔ حضرت خالد بن ولید نے وہ زین بیچ دی اور اس رومی کا سارا سامان مجھے عنایت فرمادیا۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۲ :

اسی سلسلے کا ایک مشہور واقعہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا ہے [ہم ذیل میں اسے مختصر طور پر نقل کر رہے ہیں]

ذی قرد [نامی مقام میں] حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ عبدالرحمن ابن عیینہ ابن حصین فزاری نے چالیس سواروں کے ہمراہ اس چراگاہ پر حملہ کر دیا اور اس چراگاہ کے نگران جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے کو شہید کر دیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور تمام اونٹنیوں کو پکڑ کر لے گئے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کو اس چراگاہ میں لے کر جا رہے تھے انہوں نے ایک شخص کو اس گھوڑے پر بٹھا کر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر تین بار آواز لگائی یا صباحا اور خود اپنی کمان اور تیر لے کر پیدل ان کے پیچھے دوڑے حضرت سلمہ بن اکوع ؓ بڑے ماہر تیر انداز تھے اور بہت تیز دوڑتے تھے وہ اس لشکر سے آگے نکل کر راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور پھر ان کے گھڑسواروں پر تیر چلا کر ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیتے تھے حضرت سلمہ بن اکوع تیر برساتے جاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

انا ابن الاکوع الیوم یوم الرضع

میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔ حضرت سلمہؓ کی یہ عجیب و غریب پیدل کارروائی جاری رہی اور ایک ایک کر کے اونٹنیوں کو چھڑاتے، باندھتے اور پھر دوڑ کر آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اونٹنیاں بھی ان سے چھڑالیں اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں۔ اسی اثناء میں حضور اکرم ﷺ کا لشکر آپہنچا اس میں سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اخرم کو سمجھایا کہ آپ پیچھے سے حضور اکرم ﷺ کے لشکر کو آنے دیں اور جلدی نہ کریں اس پر حضرت اخرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سلمہ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور مانتے ہو کہ جنت اور جہنم حق ہیں تو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ یہ سن کر میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ انہوں نے عبدالرحمن بن عیینہ پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا مگر عبدالرحمن نے نیزے کا وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت ابو قتادہؓ نے بڑھ کر عبدالرحمن کو قتل کر دیا پھر وہ آگے بڑھے تو میں ان کے پیچھے دوڑتا رہا اور شام کو ان کے دو گھوڑے لے کر حضور اکرم ﷺ کے لشکر میں پہنچا جو پانچ سو یا سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں اگر آپ سو آدمی مجھے دے دیں تو میں ان سب کو قتل [یا] گرفتار کر کے لے آؤں گا۔ یہ سنکر حضور اکرم ﷺ خوشی سے مسکرانے لگے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو قتادہ ہمارے بہترین گھڑسوار ہیں اور سلمہ بن اکوع ہمارے بہترین پیادے ہیں پھر آپ ﷺ نے مجھے مال غنیمت میں سے گھڑسوار اور پیادے دونوں کا حصہ عطاء فرمایا۔ (مختصراً صحیح مسلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت شدہ اس قصے سے چند باتیں وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) اکیلے آدمی کا کافروں کے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ، حضرت اخرمؓ اور حضرت ابو قتادہؓ نے کیا اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمہؓ اور حضرت قتادہؓ کی تعریف فرمائی اور حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے فعل کو بھی غلط قرار نہیں دیا۔

(۲) امیر کو چاہیے کہ اپنے مامور کو اکیلے حملہ کرنے سے روکے لیکن اگر اسے اپنے اس مامور کے مضبوط ارادے سچی نیت اور شوق شہادت کا علم ہو جائے تو پھر اجازت دینے میں بخل نہ کرے جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے پہلے حضرت اخرمؓ کو منع کیا پھر اجازت دے دی اور حضور اکرم ﷺ نے ان کے کسی عمل کو غلط قرار نہیں دیا۔

(۳) حضرت سلمہ بن اکوعؓ نے حضور اکرم ﷺ سے جو سو آدمی مانگے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں کا لشکر کئی افراد پر مشتمل تھا ورنہ سو آدمیوں کو لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

☆ عتبہ بن قیس فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جنگ یرموک کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا آج میں نے دشمنوں پر اکیلے حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے کیا آپ حضور اکرم ﷺ کے نام کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ ہم نے اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۳:

حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کے لشکر کے ساقہ (پچھلے حصے) کو برابر نقصان پہنچتا رہا حضرت بسر ان کے لئے کمین گاہیں بناتے مگر رومی چھپ کر ان پر حملہ کر دیتے۔ حضرت بسر نے یہ صورت

حال دیکھ کر سو آدمی اپنے ساتھ لئے اور لشکر سے پیچھے ایک پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے وہاں سے انہوں نے ایک جگہ تیس ترکی گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے اور ان کے ایک جانب گرجا گھر تھا اس گرجے میں ان گھوڑوں کے سوار تھے اور یہی لوگ اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملے کرتے تھے۔ حضرت بسر نے اپنا گھوڑا قریب ہی باندھا اور خود اکیلے گرجا گھر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رومی دروازے کے بند ہونے سے حیران ہوئے اور اپنے نیزوں کی طرف بھاگے مگر نیزے اٹھانے سے پہلے ہی ان میں سے تین زمین پر تڑپ رہے تھے ادھر حضرت بسر کے ساتھیوں نے جب انہیں نہ پایا تو ان کی تلاش میں نکلے۔ گرجے کے پاس انہوں نے آپ کے گھوڑے کو پہچان لیا اور انہیں گرجے کے اندر سے شور بھی سنائی دیا تو انہوں نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر دروازہ بند تھا چنانچہ انہوں نے چھت کو توڑ کر جگہ بنائی اور اندر گھس گئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت بسر نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی آنتیں سنبھالی ہوئی ہیں اور دائیں ہاتھ میں تلوار لے کر لڑ رہے ہیں جب ان کے ساتھی گرجا گھر پر قابض ہو گئے تو حضرت بسر بے ہوش ہو کر گر پڑے اس لڑائی میں کئی رومی مارے گئے اور کئی قید ہوئے ان قیدیوں نے حضرت بسر کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بسر بن ارطاۃ ہیں وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کسی ماں نے اس جیسا نہیں جنا ہوگا۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی آنتوں کو ان کے پیٹ میں واپس رکھ دیا اور اپنے عمامے پھاڑ کر ان کی پٹی کی اور انہیں اٹھا کر لے آئے علاج کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرستی عطاء فرما دی۔ (رواہ الحافظ ابوالقاسم الحربی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بسر بن ارطاۃ اس امت کے عظیم بہادروں میں سے ایک تھے ان کے صحابی ہونے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ یزید بن ابو حبیب کہتے ہیں کہ حضرت بسر تلوار کے دھنی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر کئی علاقے فتح فرمائے۔

واقعہ نمبر ۴ :

ولید بن مسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حمص کے رہنے والے ایک بزرگ شخص نے بتایا کہ ان کی ملاقات ایک بوڑھے رومی شہسوار سے ہوئی جو کسی زمانے میں حمص کے رومی لشکر کا سپاہی تھا اور ایک آنکھ سے کانا تھا اس بوڑھے رومی نے بتایا کہ جب مسلمانوں نے حمص پر لشکر کشی کی تو انہوں نے بحیرہ قدس کے ایک دریا پر پڑاؤ ڈالا۔ حمص کے رومی جرنیل نے مجھے تین گھڑ سوار دیکر بھیجا کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو پکڑ کر لے آؤں یا ان کے حالات معلوم کر کے آؤں میں اپنے ساتھیوں کو لیکر لشکر کے قریب ایک گھاٹی کے دامن میں چھپ گیا اس دوران ہم نے دریا کے دوسرے کنارے پر ایک شخص کو دیکھا جو دریا میں سے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا اور اس کا نیزہ اس کے ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ جب اس کی نظر ہم پر پڑی تو اس نے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو گیا اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ ہم سے ڈر کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ رہا ہے۔ لیکن اچانک اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا ہم اس کی جرأت اور بے خوفی کو دیکھ کر حیران رہ گئے دریا سے نکل کر جب گھوڑا کیچڑ اور دلدل والی جگہ کے پاس آیا تو اس نے وہاں سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا یہ دیکھ کر وہ گھڑ سوار گھوڑے کی زین پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے نیزے کا سہارا لے کر چھلانگ لگائی اور دلدل کو عبور کر لیا۔ وہاں سے اس نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا بھی پہنچ گیا۔ یہ شخص اس پر سوار ہو کر ہماری طرف بڑھا اور ہم پر حملہ کر کے اس نے ہمیں بکھیر دیا اور ہم میں سے ایک شخص کو الگ دیکھ کر قتل کر دیا۔ اسی طرح اس نے کئی بار کیا ہم باقی لوگ جان بچانے کے لئے شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے مگر وہ ہمارا پیچھا کرتا رہا اور ایک ایک کو قتل کرتا رہا یہاں تک کہ میرے سوا کوئی زندہ نہ بچا۔ جب وہ حمص کے دروازے کے قریب پہنچ گیا تو دروازے پر موجود پہرے داروں نے اس کی ساری کارگزاری دیکھ لی اور اس کی اطلاع پر کئی گھڑ سوار ہماری طرف لپکے میں نے جب گھڑ سواروں کو آتے

دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان گھڑ سواروں کو دیکھ کر واپس بھاگ گیا ہو گا چنانچہ میں نے اسے دیکھنے کے لئے گردن موڑی تو اس کا نیزہ میری آنکھ میں لگا۔ اسی اثناء میں رومی گھڑ سواروں نے اسے گھیر کر شہید کر دیا ادھر سے مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی تلاش میں آئی مگر وہ جب پہنچے جب یہ شہسوار گر چکا تھا میں جب شہر میں داخل ہوا تو لوگ کہتے تھے مسحل مسحل یعنی وہ شخص بہت بہادر اور اکیلا لڑنے والا تھا اسی وجہ سے اس جگہ کو جہاں اس شہسوار کو دفن کیا گیا "دیر مسحل" کہتے ہیں۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۵ :

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری شریف میں ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ مذکور ہے۔ اس واقعے میں حضرت عبداللہ بن عتیکؓ کی تنہا جانثاری اور جانبازی کا مختصر قصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیکؓ حضرت مسعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابو قتادہ اور حضرت خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم کو ابو رافع یہودی کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں اس وقت یہودی اپنے ایک گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ کپڑا اوڑھ کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاء حاجت کر رہا ہو اسی وقت دربان نے آواز دی کہ جس نے اندر آنا ہو جلد آجائے میں دروازہ بند کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں فوراً اندر داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا ابو رافع اوپر بالاخانے پر رہتا تھا اور رات کو اس کے پاس قصہ گوئی ہوتی تھی جب قصہ گوئی ختم ہو گئی اور لوگ اپنے گھروں کو واپس ہو گئے تو دربان نے دروازے بند کر کے چابیوں کا حلقہ ایک کھونٹی پر لٹکا دیا جب سب لوگ سو گئے تو میں اٹھا اور کھونٹی سے چابیاں اتار کر دروازے کھولتا ہوا بالاخانے پر جا پہنچا۔ میں جو دروازہ بھی کھولتا تھا اسے اندر سے بند کر لیتا تھا

تاکہ لوگوں کو اگر میری خبر بھی ہو جائے تو بھی میں اپنا کام کر گزروں۔ جب میں بالاخانے پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابو رافع اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔ ابو رافع، ابو رافع نے کہا کون ہے؟ میں نے اس کی آواز کا اندازہ لگا کر تلوار کا وار کیا مگر وہ خالی گیا۔ ابو رافع نے ایک چیخ ماری۔ میں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجے میں کہا ابو رافع تمہیں کیا ہوا۔ ابو رافع نے کہا ابھی کسی شخص نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے یہ سنتے ہی میں نے اس پر تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے وہ زخمی ہو گیا پھر میں نے تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی۔ میں نے جب ہڈی کی آواز سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اس کے بعد میں واپس لوٹا مگر سیڑھی سے اترتے وقت گر پڑا جس سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی میں نے اپنے عمامے سے اسے باندھ دیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا اور ان سے کہا کہ جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ۔ میں یہیں بیٹھا ہوں اس کی موت اور قتل کا اعلان سن کر آؤں گا چنانچہ جب صبح ہوئی تو خبر دینے والے نے قلعے کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا۔ پھر ہم سب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خوش خبری سنائی۔ حضور اکرم ﷺ نے پورا واقعہ سن کر ارشاد فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ نے دست مبارک اس پر پھیرا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی کوئی شکایت ہی پیش نہ آئی تھی۔ (بخاری)

☆ اسی طرح حضرت ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے دو ساتھیوں سمیت ایک بہت بڑے لشکر پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان تین افراد کو بڑے لشکر پر فتح عطا فرمائی اور ان کے ہاتھ بہت زیادہ مال غنیمت بھی لگا اس واقعے کی تفصیل ان شاء اللہ آگے سرایہ کے بیان میں آئے گی۔ (الروض الانف)

واقعہ نمبر ۶ :

ماضی میں بھی ایسے واقعات کی مثال ملتی ہے جب حضرت طالوت نے صرف تین سو تیرہ مجاہدین کے ساتھ مل کر جالوت کے نوے ہزار یا تین لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ یہ واقعہ تب پیش آیا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے جہاد چھوڑ دیا۔ تو ان پر عمالقہ کے کفار مسلط ہو گئے جنہوں نے بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ تب انہوں نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی امیر بنائیے تاکہ ہم جہاد کر کے اس غلامی کی ذلت سے نجات پائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کو ان کے علم اور بہادری کی وجہ سے ان کا امیر بنا دیا گیا۔ وہ اسی نوے ہزار کا لشکر لیکر بیت المقدس سے روانہ ہوئے۔ راستے میں سخت گرمی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور ایک دریا پڑا انہیں اتارا حضرت طالوت نے حکم دیا کہ اس میں سے ایک چلو سے زیادہ کوئی نہ پیے ورنہ وہ ہمارے ساتھ نہیں جا سکے گا۔ مگر ان میں سے اکثر نے خوب پانی پیا اور آگے نہ جا سکے۔ صرف تین سو تیرہ آگے بڑھے بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار نے دریا عبور کر لیا تھا مگر جب جالوت کے طاقتور لشکر کو دیکھا تو تین ہزار چھ سو ستاسی آدمی واپس ہو گئے اور صرف تین سو تیرہ ڈٹے رہے جالوت جب میدان میں نکلا تو اس کے سر پر تین سو رطل وزنی لوہے کی ٹوپی تھی لیکن حضرت داؤد علیہ السلام جیسے چھوٹے سے بچے کے ہاتھوں وہ قتل ہوا اور اس کے پورے لشکر کو شکست ہوئی۔ [یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ مکمل تفصیلات کے لئے کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں]۔

اسی طرح جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد سات ہزار سے کچھ زائد تھی اور ان کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ جبکہ دشمنوں کی تعداد چالیس یا ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ ستر ہاتھی تھے اور ان کی قیادت رستم کے ہاتھ میں تھی۔

علامہ مدائنی فرماتے ہیں شوال ۱۵ھ میں تین دن تک یہ عظیم لڑائی ہوتی رہی۔

اس میں رستم مارا گیا۔ اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔

واقعہ نمبر ۷ :

علامہ طرطوشی اسی جنگ قادسیہ میں حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں تو دشمن پر اکیلا حملہ کرنے جا رہا ہوں اگر تم اونٹ ذبح ہونے کی دیر تک پہنچ گئے تو مجھے دشمنوں کے درمیان گھرا ہوا لڑتا پاؤ گے لیکن اگر تم نے اس سے زیادہ دیر کی تو مجھے شہید پاؤ گے اس کے بعد وہ دریا عبور کر کے دشمنوں میں گھس گئے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی حملہ کر دیا اور وہ جب ان تک پہنچے تو وہ زمین پر گرے پڑے تھے اور انہوں نے دشمن کے ایک سپاہی کے گھوڑے کی دونوں ٹانگوں کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ سپاہی گھوڑے کو مار رہا تھا مگر گھوڑا اپنی جگہ سے ٹل بھی نہیں سکتا تھا جب مسلمان وہاں پہنچ گئے تو گھڑ سوار گھوڑے سے کود کر بھاگ گیا اور حضرت عمرو بن معدی کرب اس گھوڑے پر سوار ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں ابو ثور ہوں۔ قریب تھا کہ تم لوگ مجھے کھو دیتے۔ ساتھیوں نے پوچھا آپ کا گھوڑا کہاں ہے۔ فرمایا اسے تیر لگا تو اس نے مجھے گرا دیا۔ (سراج الملوک للطرطوشی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حرہ کے دن اپنے ساتھیوں سے موت پر بیعت لی اور لڑائی میں اپنے آٹھ بیٹے باری باری قربان کرائے اور پھر آخر میں اپنی تلوار کا نیام توڑ کر اکیلے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

(تاریخ اسلام لابن ذہبی)

واقعہ نمبر ۸ :

علامہ طرطوشی اور علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت طارق بن زیادؒ صرف سترہ سو مجاہدین لیکر اندلس میں داخل ہوئے۔ تدمیر نامی سردار جو کہ اندلس کے بادشاہ لذریق کا نائب تھا تین دن تک حضرت طارق کے لشکر سے لڑتا رہا پھر اس نے اپنے بادشاہ کو لکھا کہ کچھ

لوگوں نے ہم پر چڑھائی کر دی ہے میں نہیں جانتا یہ لوگ زمین سے آئے ہیں یا آسمان سے۔ ہم نے ان کا مقابلہ کیا ہے لیکن ہمارا کوئی بس نہیں چلا۔ اب تم خود ہماری مدد کے لئے پہنچو۔ خط پاتے ہی لذریق نوے ہزار گھڑ سواروں کو لے کر آ گیا تین دن تک یہ جنگ ہوتی رہی۔ اور مسلمان سخت مشکل میں پھنس گئے۔ حضرت طارق نے مسلمانوں سے کہا ہماری جائے پناہ تو ہماری تلواریں ہیں ہمارے پیچھے سمندر اور سامنے دشمن ہے۔ اب میں ایک ایسی کاروائی کرنے لگا ہوں جس میں یا تو ہمیں فتح ملے گی یا شہادت۔ لشکر والوں نے پوچھا وہ کون سی کارروائی ہے۔ فرمایا میں ان کے بادشاہ پر حملہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی ایک جسم کی طرح اکٹھے میرے ساتھ حملے میں شریک ہو جانا چنانچہ حملہ شروع ہوا اور اندلس کا بادشاہ اور اس کے بہت سارے ساتھی مارے گئے ان کا لشکر شکست کھا کر بھاگا اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انہیں قتل کرتے رہے۔ اس دن مسلمانوں کے صرف چند آدمی شہید ہوئے حضرت طارق بن زیاد نے لذریق کا سر حضرت موسیٰ بن نصیر [گورنر افریقہ] کی خدمت میں بھجوا دیا۔ انہوں نے وہاں سے اسے دمشق میں ولید بن عبد الملک کے پاس بھجوایا۔ اس کے بعد طارق بن زیاد نے طلیطلہ پر اور مغیث رومیؒ نے قرطبہ پر حملہ کیا اور یہ دونوں علاقے فتح کر لئے اور وہاں کے بے شمار خزانے اور مال و دولت ان کے ہاتھ لگا۔ انہیں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان بھی تھا جس کی قیمت دو لاکھ دینار لگائی گئی کیونکہ اس پر بہت زیادہ جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

واقعہ نمبر ۹ :

اس طرح کے واقعات میں سے عجیب ترین واقعہ محمد بن داؤد الپ ارسلان کا ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ رومیوں کا بادشاہ قسطنطنیہ سے چھ لاکھ کا لشکر جرار لے کر نکلا اور رضا کارانہ طور پر نکلنے والوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی یہ لشکر سمندر کی طرح آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پاس موجود اسلحے اور آلات حرب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اپنی طاقت اور کثرت

کے نشے میں مست ہو کر انہوں نے ہر ایک لاکھ لشکر کے لئے مسلمانوں کے الگ الگ علاقے تقسیم کر دیئے تھے کہ فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو ملے گا، فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو۔ یہ صورت حال دیکھ کر اسلامی ممالک میں بے چینی اور خوف پھیل گیا اور کئی جگہوں پر مسلمان اپنے علاقوں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ علاقے رومی لشکر کے لئے خالی کر دیئے۔ الپ ارسلان ترکی اس وقت عجم اور عراق کے مسلمان حکمران تھے انہوں نے اپنے وزراء کو جمع کیا اور فرمایا تم جانتے ہو کہ آج مسلمانوں پر کتنی بڑی مصیبت نازل ہو چکی ہے تم لوگ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں ویسے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ سلطان ارسلان نے کہا ہمارے لئے کوئی جائے فرار بھی تو نہیں ہے۔ جب ہم نے مرنا ہی ہے تو عزت والی موت مرنا زیادہ بہتر ہے۔ وزراء نے کہا اگر آپ تیار ہیں تو ہماری جانیں بھی آپ کے ساتھ قربان ہوں گی۔ چنانچہ جہاد کا فیصلہ ہو گیا اور یہ طے پایا کہ اپنے ملک کے پہلے ہی شہر میں اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ بیس ہزار چنے ہوئے مشہور بہادر اس لشکر میں شامل ہوئے جب لشکر نے پہلا پڑاؤ ڈالا تو سلطان نے دیکھا کہ اب وہ پندرہ ہزار رہ گئے ہیں اور پانچ ہزار [خوف کی وجہ سے] واپس جا چکے ہیں۔ اگلے پڑاؤ پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار رہ گئی تھی۔ جس دن صبح کے وقت یہ مختصر لشکر رومی لشکر کے سامنے پہنچا تو رومی لشکر کو دیکھ کر ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور ذہن ماؤف ہو گئے اسلامی لشکر رومی لشکر کے مقابلے میں اس طرح نظر آ رہا تھا جس طرح کالے بیل کے جسم میں سفید تل [یا نشان]۔ سلطان نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں سورج کے زوال کے بعد ان سے جنگ شروع کروں گا۔ ساتھیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت روئے زمین کے ہر منبر پر ہمارے لئے دعا کی جا رہی ہو گی کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے۔

سورج ڈھلنے کے بعد سب نے نماز ادا کی پھر سلطان نے کہا ہر کوئی اپنے ساتھی سے الوداعی ملاقات کر لے اور جو وصیت کرنی ہو وہ بھی کر لے سب نے ایسا کیا۔ سلطان نے

فرمایا میں نے ان پر خود حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جب میں حملہ کروں تم بھی حملہ آور ہو جانا اور جو میں کروں وہی کچھ کرنا۔ مسلمانوں نے کل بیس صفیں بنائیں اور کسی صف کا بھی کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ سلطان نے کہا اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ میرے پیچھے پیچھے حملہ شروع کر دو۔ سلطان نے حملہ شروع کیا اور لشکر والوں نے بھی اکٹھا حملہ کر دیا اور وہ دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے بادشاہ کے خیموں تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے رکنے کا حکم دیا اور پھر ان خیموں کو گھیر لیا بادشاہ کے ساتھ والوں کو اس کا تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی ان تک پہنچ سکے گا۔ چنانچہ وہ سب غفلت میں مارے گئے۔ مسلمانوں نے ایک رومی کا سر کاٹ کر نیزے پر رکھا اور اعلان کر دیا کہ رومی بادشاہ مارا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ شکست کھا کر پیچھے بھاگنے لگے لیکن مسلمانوں کی تلواروں نے ان سے پچھلے تمام دنوں کا بدلہ چکایا چنانچہ تمام لشکر والے یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان ارسلان رومی بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے انہوں نے اس کے دستر خوان پر کھانا کھایا اور پھر رومی بادشاہ کو حاضر کرنے کے لئے کہا۔ رومی بادشاہ کے گلے میں رسی ڈال کر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے پوچھا اگر تم مجھ پر فتح پا لیتے تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتے۔ رومی بادشاہ نے کہا کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ تم قتل کر دیئے جاتے۔ سلطان نے کہا میں تجھ جیسے گھٹیا آدمی کو قتل کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ اسے لے جاؤ اور فروخت کر دو۔ مسلمان سپاہی اس کے گلے میں رسی ڈال کر پورے لشکر میں گھوم رہے تھے اور اسے بیچنے کا اعلان کر رہے تھے مگر کوئی اسے نہیں خرید رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لشکر کے آخری حصے میں پہنچے تو ایک شخص نے کہا اگر تم اسے کتے کے بدلے بیچتے ہو تو میں یہ کتا دے کر اسے خرید لیتا ہوں۔ سپاہی اس شخص کو لے کر سلطان کے پاس آئے اور بتایا کہ یہ خریدار ہے مگر کتے کے بدلے میں۔ اس پر سلطان نے کہا کہ کتا اس رومی سے بہتر ہے کیونکہ یہ کتا کوئی فائدہ تو پہنچاتا ہے جبکہ یہ رومی تو کسی کام کا نہیں پھر سلطان نے اسے بیچ دیا اور کتا بھی اسے دے دیا پھر سلطان نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور

فرمایا کہ ایک ہی رسی میں کتے کو اور اس کو باندھ کر اس کے شہر پہنچا دو۔ جب وہ اپنے شہر پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اسے معزول کر کے اس کا منہ کالا کیا۔

واقعہ نمبر ۱۰:

ابو اسحاق انصاریؒ بیان فرماتے ہیں کہ علی بن اسد نام کا ایک شخص قتل اور دوسرے بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب تھا ایک بار وہ رات کے وقت کوفہ سے گزرا تو ایک شخص رات کے آخری حصے میں یہ آیت پڑھ رہا تھا:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (زمر۔ ۵۳)

(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔

علی نے یہ آیت سنی تو کہنے لگا دوبارہ پڑھو اس شخص نے دوبارہ پڑھی پھر اس نے بار بار اس سے آیت پڑھوائی اور سنی اور گھر آکر اس نے غسل کیا۔ اپنے کپڑے دھوئے اور عبادت میں لگ گیا یہاں تک کہ زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں خراب ہو گئیں اور اس کے گھٹنے اونٹ کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے پھر وہ رومیوں کے خلاف سمندری جہاد میں نکلا۔ مسلمانوں نے اپنی کشتیاں رومیوں کی کشتیوں کے قریب لائیں تو علی نے کہا میں آج کے دن جنت پانے کی کوشش کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے رومیوں کی کشتیوں میں چھلانگ لگا دی اور ان پر حملہ آور ہو گیا۔ لڑتے لڑتے وہ اور کئی رومی کشتی کے ایک کونے میں جمع ہو گئے۔ تو کشتی الٹ گئی اور علی بن اسد جنہوں نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی ڈوب کر شہید ہو گئے۔ (ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۱۱:

محمد بن ثابتؒ فرماتے ہیں جب یمامہ کے دن مسلمان پیچھے ہٹنے لگے تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں تو ایسا نہیں کرتے تھے پھر

انہوں نے گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ اس دن مہاجرین کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ واقعہ ۱۲ھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔

واقعہ نمبر ۱۲:

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ زوابیہ کی لڑائی کے دن عبداللہ بن غالبؒ نے فرمایا میں ایک ایسی چیز دیکھ رہا ہوں جس سے صبر کرنا ممکن نہیں ہے۔ چلو ہمیں جنت لے چلو یہ فرما کر انہوں نے تلوار کا نیام توڑ ڈالا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں ان کی قبر پر گیا اور میں نے اس پر سے مٹی اٹھا کر سونگھی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ (بیہقی)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس دن عبداللہ بن غالبؒ کو روزہ تھا اور یہ بھی آیا ہے کہ لوگ ان کی قبر کی مٹی خوشبو کے لئے اپنے کپڑوں پر لگایا کرتے تھے۔

فصل

اکیلے آدمی کے زیادہ دشمنوں پر حملہ کرنے کا کیا حکم ہے۔ اس بارے میں آپ بہت سارے دلائل پڑھ چکے ہیں۔ حضرات علماء کرام کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ان میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) علامہ غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ شہید ہونے سے پہلے دشمنوں کا کچھ نقصان ضرور کرے گا یا اپنی جرات کا مظاہرہ کر کے کافروں کو خوف زدہ کرے گا یا کافروں پر مسلمانوں کی بہادری اور شوق شہادت کا رعب ڈال دے گا تو ایسے آدمی کے لئے اکیلے پورے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے اگرچہ اسے شہید ہونے کا مکمل یقین ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے حملہ کرنے سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں ہو گا تو پھر یہ حملہ

کرنا حرام ہے۔ جیسے کہ اندھا آدمی خود کو دشمنوں پر جا گرائے کہ مجھے شہید کر دیں۔ (احیاء علوم الدین)

(۲) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک اکیلے آدمی کا دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کر دینا بلا کراہت جائز ہے وہ حضرت عمیر بن حمام کے قصے سے دلیل پکڑتے ہیں۔ یہ قصہ پیچھے کئی بار گزر چکا ہے۔

(شرح النووی علی مسلم)

(۳) امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے صحابہ کرام نے مبارزہ میں حصہ لیا اور انصار کے ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے فضائل سن کر بدر کے دن اکیلے مشرکوں پر حملہ کیا۔ یہ انصاری حضرت عوف بن عفراء تھے۔ (السنن الکبریٰ)

(۴) علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے پورے لشکر پر حملے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

قاسم بن مخیمرہ، قاسم بن محمد اور عبد الملک فرماتے ہیں اگر کسی شخص میں اس کی قوت ہو اور اس کی نیت خالص اللہ کے لئے ہو تو اس کے لئے بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر قوت نہ ہو تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ شہادت کی طلب میں خالص نیت رکھتا ہو تو حملہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کا مقصد وہ چیز ہے جس کو قرآن مجید کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (بقرہ۔۲۰۷)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔

ابن خویز منداد کہتے ہیں کہ اکیلے آدمی کے سو آدمیوں پر یا پورے لشکر پر یا چوروں اور خوارج کی جماعت پر حملہ کرنے کی دو صورتیں ہیں اگر حملہ آور کو غالب گمان ہو کہ وہ اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کو قتل کر کے خود محفوظ رہے گا تو پھر حملہ کرنا بہت اچھا ہے

اسی طرح اگر اسے یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا لیکن دشمنوں کو بھی نقصان پہنچائے گا یا ان پر ایسا تاثر چھوڑے گا جو مسلمانوں کے لئے مفید ہو گا تو یہ بھی جائز ہے۔ جب قبیلہ بنو حنیفہ کے مرتدوں نے باغ میں پناہ لے لی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے فرمایا مجھے چمڑے کی ڈھال میں ڈال کر دشمنوں پر پھینک دو۔ دوسرے مسلمانوں نے ایسا کیا اور یہ شخص اکیلے لڑتے رہے اور انہوں نے اندر سے باغ کا دروازہ کھول دیا۔ (تفسیر القرطبی)

انصار کے ان سات نوجوانوں کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔ جنہوں نے اپنی جانیں حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے نچھاور کر دی تھیں اور وہ اپنے سے بہت بڑے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

(۵) امام محمد بن حسن بھی اس بارے میں وہی کچھ فرماتے ہیں جو اوپر گزر چکا ہے کہ اگر دشمنوں کو نقصان پہنچانا یا مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانا یا دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب ڈالنا مقصود ہو تو اکیلے آدمی کا حملہ کرنا درست ہے ورنہ مکروہ۔

[اس زمانے کے خودکش حملوں کو مذکورہ اقوال اور دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسئلے کی مکمل وضاحت سامنے آجاتی ہے]۔

فصل

[اس فصل میں مصنفؒ نے مبارزہ کے بارے میں احکامات، اقوال اور واقعات نقل فرمائے ہیں۔ مبارزہ اسے کہتے ہیں کہ عمومی لڑائی سے پہلے کوئی شخص اکیلا نکل کر کافروں کو لڑنے کی دعوت دے۔ چونکہ اس زمانے کی جنگوں میں یہ صورت حال نہیں ہوتی اس لئے ہم فی الحال اسے ذکر نہیں کر رہے۔ اگر آئندہ اس کی ضرورت پیش آئے تو کوئی اللہ کا بندہ اس فصل کو بھی کتاب میں شامل کر دے اور انشاء اللہ آخری زمانے کی جنگیں پھر ابتدائی زمانے جیسی ہوں گی۔]

[یہ باب آج کے دور کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اسے بار بار پڑھئے اور ایک دوسرے کو سنائیے۔ کیونکہ آج کفر نے ہم پر جو جنگ مسلط کی ہے اس میں ہماری کامیابی اسی وقت ممکن ہے۔ جب ہم میں سے ہر شخص اپنے اسلاف کی طرح اکیلا دشمنوں میں گھسنے اور لڑنے اور ان کی صفوں کو پھاڑنے کا عزم رکھتا ہو اور خوف نام کی کسی چیز سے واقف نہ ہو۔ آج جو عالمی جہاد شروع ہو چکا ہے اس میں پورا لشکر وہ کام نہیں کر سکتا جو ایک اکیلا جانباز اور بہادر سر انجام دے سکتا ہے۔ آج دشمنوں کے اندر گھس کر اس کے ان لوگوں پر وار کرنے کی ضرورت ہے جو دشمن کا دماغ ہیں اور یہ کام بھی اکیلے جانباز اور سر فروش کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دشمن کی تنصیبات کے اندر تک پہنچنے کی اور دشمن کے دل کے اوپر گرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ کام کوئی اکیلا سر فروش ہی کر سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کے جانشینوں کی ضرورت ہے جو اسلامی غیرت اور ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر یہ اعلان کریں کہ ہم انشاء اللہ اکیلے دشمنوں پر موت بن کر گریں گے۔

اللہ کی قسم ایسے دس جوان جو اکیلے اکیلے جا کر مخصوص طریقے سے جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں دس ہزار کے لشکر سے زیادہ کام کر سکتے ہیں آج مسلمانوں کو جنگ کے اس اہم طریقے اور پہلو کو جلد از جلد اپنانا چاہیے اور مجاہدین کے اس طرح کے سر فروش دستے بنانے چاہئیں۔ پھر دیکھیں کہ کفر کس طرح سے صلح کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور امن کے لئے قدموں میں گرتا ہے۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے علم و عمل سے سرشار مضبوط ایمان رکھنے والی قیادت کی جو مجاہدین کو اس کامیاب جنگی طریقے سے استعمال کر سکے۔

یا اللہ ہمیں ان باتوں کی سمجھ عطاء فرما اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلا۔ آمین ثم آمین]

پچیسواں باب

میدان جہاد سے فرار کے سخت گناہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (انفال ۱۵-۱۶)

اے ایمان والو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو میدان جنگ میں تو ان سے پیٹھ مت پھیر دو اور جو کوئی ان سے اس دن پیٹھ پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو (یہ دو صورتیں مستثنیٰ ہیں باقی جو اس کے سوا پیچھے بھاگے گا) تو وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ میدان جہاد سے بلا شرعی عذر بھاگنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس گناہ کا مرتکب شخص اللہ کے غضب، اس کی ناراضگی اور دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول وہ سات کام کیا ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا [وہ سات کام یہ ہیں] (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) اس

جان کو ناحق قتل کرنا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہو (۳) یتیم کا مال کھانا (۴) سود کھانا (۵) میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا (۶) بھولی بھالی پاکدامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا (۷) جادو کرنا۔ (بخاری، مسلم)

☆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یمن والوں کو ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنتیں اور دیت وغیرہ کے مسائل تھے اس خط میں یہ بھی تھا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑے گناہ شرک کرنا، مسلمانوں کو ناحق قتل کرنا جہاد کے میدان سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں۔ (ابن حبان)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا بڑا بہادر ہے وہ شخص جو جہاد میں دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور بہت بزدل ہے وہ شخص جو دشمنوں کا سامنا ہوتے ہی ان پر حملہ کر دے۔ یہاں تک کہ وہ ہو جائے جو اللہ نے چاہا۔ عرض کیا گیا اے ابوہریرہؓ یہ کس طرح سے ہو گیا [کہ بھاگنے والا بہادر اور ڈٹ کر لڑنے والا بزدل] حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا جو میدان جہاد سے بھاگتا ہے وہ اللہ کے مقابلے میں جرأت دکھاتا ہے [اور اس سے نہیں ڈرتا تو گویا کہ وہ بہادر ہوا] اس لئے بھاگ جاتا ہے۔ اور جو ڈٹ کر لڑتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے [اس لئے نہیں بھاگتا تو گویا کہ وہ بزدل ہوا]۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

فصل

اس فصل میں میدان جہاد سے بھاگنے کے بارے میں بعض احکام ذکر کئے جا رہے ہیں [یہاں یہ وہ احکام ہیں جن پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے]

(۱) جہاد عمومی طور پر فرض کفایہ ہوتا ہے لیکن جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے آ جائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور پیچھے ہٹنا حرام ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ نہ ہو تو میدان سے بھاگنا حرام ہے مگر ان چند صورتوں میں یہ جائز ہو جاتا ہے۔ (الف) دشمن کو دھوکا دینے کے لئے پیچھے ہٹنا تاکہ پیچھے ہٹ کر حملہ کر سکے (ب) پیچھے بھاگ کر کہیں چھپ جانا تاکہ جب دشمن تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچے تو اس پر حملہ کر دے (ج) میدان جنگ اگر تنگ ہو اور پیچھے کھلی جگہ ہو تو وہاں آنے کے لئے بھاگنا یا سورج اور ہوا کے مناسب رخ کے لئے پیچھے ہٹنا (د) پیچھے موجود اپنے لشکر میں آنا تاکہ وہاں سے دوبارہ حملے کی تیاری کی جا سکے یہ لشکر دور ہو یا قریب۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(۳) سخت بیماری، اسلحے کے ختم ہونے اور تیر اندازی کے مقابلے میں تیر نہ ہونے کی صورت میں بھی پیچھے ہٹنا جائز ہے مگر جس شخص کو بھی عذر کی وجہ سے بھاگنا ہو اس کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نیت سے راہ فرار اختیار کرے۔

(۴) اگر کافروں کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو پیچھے ہٹنا جائز ہے لیکن ڈٹ جانا اور لڑنا افضل ہے خصوصاً جبکہ لڑنے کی طاقت موجود ہو اس بارے میں کئی عجیب و غریب واقعات پچھلے باب میں گزر چکے ہیں۔

(۵) لشکر کے امیر کے مارے جانے کی وجہ سے فرار ہونا یا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔

(۶) جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو تو ان کے لئے کسی حال میں فرار ہونا اور پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ السنن الکبریٰ)

اس بارے میں حضرت امام مالکؒ کا فتویٰ بھی موجود ہے۔

[مزید تفصیلات اعلاء السنن ص ۶۳ ج ۱۲ پر ملاحظہ فرمایئے۔ وفیہ مالکی]

غلبے اور ثابت قدمی کا راز

اللہ تعالیٰ کی بندوں کے ساتھ معیت دو طرح کی ہے ایک معیت تو علم اور احاطے

کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ بھی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید۔۴) اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

یہی معنی اس اگلی آیت میں بھی ہے۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ (مجادلہ۔۷)

(کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا گروہ مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

دوسری معیت نصرت، تائید اور دشمنوں پر غالب کرنے والی معیت ہے یعنی خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھ دیتا ہے ان کی نصرت اور مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرما دیتا ہے۔ اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (توبہ۔۴۰)

اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی اسی معیت کا تذکرہ ہے:

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ (محمد۔۳۵) اور تم تو غالب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ معیت اور ساتھ بندے کو اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ بندہ بننے اور بندگی کرنے کا حق ادا کرتا ہے۔ اور اس کی بندگی میں نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ پس جو مجاہد اس طرح بندگی اختیار کرتا ہے تو اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کا مددگار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ (محمد۔۱۱)

یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا اللہ تعالیٰ کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

لیکن جب مجاہد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری کا حق ادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا یا کافروں کی طرح گناہوں میں پڑ جاتا ہے تو اس میں اور اس کے دشمن میں ایک چیز مشترک ہو جاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چنانچہ کافروں کی طرح اس کے دل میں بھی رعب، دنیا کی محبت اور رسوائی جیسی بیماریاں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جس قدر بڑی ہوگی اس کا اثر بھی اسی قدر بڑا ہوگا اور یہ نافرمانی جس قدر چھوٹی ہوگی اس کا اثر بھی کم ہوگا۔ کیا آپ نے کبھی حنین کے واقعے پر غور نہیں کیا۔ اس دن کچھ [نئے] مسلمانوں کا اپنی کثرت پر فخر اور اللہ کی نصرت پر نظر نہ کرنے کی وجہ سے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ معصوم ہیں اور کئی ایمان والے بھی فخر سے محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرار سے بچایا اور وہ ڈٹے رہے اور بالآخر فتح انہیں کی ہوئی اور دشمن کو شکست فاش ہوئی۔

غزوہ حنین کا واقعہ آگے ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ یہی بات سمجھانے کے لئے قرآن مجید نے کئی جگہ جہاد و قتال کے ساتھ تقویٰ کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (توبہ۔۱۲۳)

اے ایمان والو اپنے قریب کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔

اس کے فوراً بعد فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (توبہ۔۳۶)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو یہ تسلی دینے کے بعد کہ آپ ان کافروں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں۔ فوراً یہ ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (نحل۔۱۲۸)

کچھ شک نہیں کہ جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں اللہ ان کا مددگار ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم اللہ کو یاد رکھو۔ وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ تم اللہ کو یاد رکھو تم اسے اپنے آگے پاؤ گے۔ (ترمذی)

☆اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اگر میری امت مال غنیمت میں خیانت نہیں کرے گی تو دشمن کبھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا دشمن میدان جنگ میں تمہارے سامنے ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مدت ٹھہرتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں اور [بعض اوقات] تین بکریوں کا دودھ دوہنے کی مدت بھی ٹھہرتا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم تم میں مال غنیمت میں خیانت کرنے والے موجود ہیں۔ [اسی وجہ سے دشمن اتنی دیر تمہارے سامنے جم کر لڑنے کی ہمت پالیتا ہے]۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ سلطان رکن الدین مصریؒ کے زمانے میں ایک مجاہد کے پاس ایک شاندار گھوڑا تھا جو میدان جنگ میں خوب آگے بڑھتا تھا ایک بار لڑائی کے دوران گھوڑا سست ہوگیا وہ مجاہد اپنے گھوڑے کو آگے بڑھنے کے لئے مارتا تھا مگر گھوڑا پیچھے ہٹتا تھا اس پر وہ مجاہد بہت حیران ہوا رات کو اس نے خواب میں اپنے اسی گھوڑے کو دیکھا تو اسے اس کی سستی اور پیچھے ہٹنے پر ملامت کرنے لگا اس پر گھوڑے نے کہا کہ میں کیسے دشمن پر چڑھائی

کرتا جبکہ تم نے میرا چارہ گھوٹ لے پیسے سے خریدا تھا صبح اٹھ کر یہ مجاہد چارہ بیچنے والے کے پاس گیا تو چارہ فروش نے اسے دیکھتے ہی کہا کل آپ نے جو درہم مجھے دیا تھا وہ کھوٹا تھا چنانچہ وہ درہم اسے واپس دے دیا۔ (ابن کثیر فی تاریخہ)

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بار مسلمانوں نے کافروں کے ایک قلعے کا کئی دن سے محاصرہ کر رکھا تھا ان سے کوئی سنت چھوٹ رہی تھی۔ اس لئے قلعہ فتح نہیں ہو رہا جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسواک میں سستی کی جا رہی ہے۔ پس سارے لشکر نے اس سنت کو زندہ کیا تو قلعہ فوراً فتح ہوگیا۔

اب آپ اسی سے اندازہ لگائیے کہ ایک سنت چھوڑنے پر جب یہ نحوست آگئی تو حرام کام کرنے اور حرام چیزیں کھانے اور پینے سے کتنی نحوست نازل ہوتی ہوگی۔ پس یہی چیزیں مجاہدین کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بنتی ہیں اس لئے اے مجاہدین کرام اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ تک نہ آنے دیجئے اور اپنے باطن کو نافرمانی کی غلاظت سے بچائے رکھئے اور وساوس کی تاریکیوں میں یقین اور توکل کے چراغ جلائیے۔ اور یہ یقین رکھئے کہ موت نے ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آنا ہے۔ نہ کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اس موت سے بچ سکتا ہے اور نہ انسانوں کی تدبیریں اس موت کو ٹال سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ (نساء۔۷۸)

(اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں بھی رہو موت تو تمہیں آکر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

اگر تقدیر میں کسی کے لئے قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے نہیں بچ سکتا

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ (آل عمران۔۱۵۴)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی وہ لوگ جن کے

لے مارا جانا مقرر ہو چکا ہے ان مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں۔

اے مجاہدین کرام! اپنے اور اپنے دشمنوں میں فرق کرنے کے لئے تقوے کی محفوظ چادر اوڑھے رکھیے [تاکہ کافروں کی کوئی صفت آپ لوگوں میں نہ آجائے اور ان کی کوئی عادت یا خصلت آپ لوگوں میں پیدا نہ ہو جائے]۔

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین۔ (آل عمران۔۱۵۹)

پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں توکل کرنے والوں سے۔

ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ (الحج۔۴۰)

اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبے والا ہے۔

اے میدان جہاد سے بھاگنے والے

اگر تجھے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی حرص ہے تو یاد رکھ میدان جہاد سے بھاگنا تیری زندگی میں اضافہ نہیں کر سکتا اور ڈٹ کر لڑنے سے تو اپنے وقت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ آج اگر تو میدان سے بھاگ رہا ہے تو غور کر کہ تو نے کیا پایا ہے اور کیا کھویا ہے؟ تیرا رب تجھ سے ناراض ہوا مسلمانوں اور کافروں سب کے سامنے تو ذلیل ہوا۔ اور تیری زندگی بھی نہیں بڑھی۔ بلکہ آج تو عزت کی موت سے بھاگ کر ذلت کی موت کے گڑھے کی طرف دوڑ رہا ہے۔ حالانکہ بہادروں کا شیوہ تو یہ ہے کہ:

۱ جب مرے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ تو پھر بزدلی کی ذلت والی موت کیوں مریں۔

۲ بادشاہوں کی طرح زندگی گزارو۔ یا عزت کے ساتھ مرو لیکن مرتے وقت تمہاری کھلی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہونی چاہئے۔

۳ ہمارے گھوڑوں کا پچھلا حصہ نیزوں پر حرام ہے اور ان کی گردنوں اور سینوں سے لہو ٹپکتا ہے اور بھاگتے ہوئے کی پیٹھ پر وار کرنا ہمارے نیزوں کے لئے حرام ہے۔ یہ تو صرف سینوں کا شکار کرتے ہیں۔

۴ تلواروں سے قتل ہونا کوئی نقص کی بات نہیں۔ اگر یہ عزت اور فخر سے خالی نہ ہو۔

ہم وہ لوگ ہیں جو ایسی موت کو گالی نہیں سمجھتے۔ جو تلواروں اور عمدہ نیزوں کے درمیان آتی ہے۔

۵ کسی کو موت ناپسند ہے تو ہوتی رہے۔ میرے لئے تو موت شہد سے زیادہ لذیذ اور پسندیدہ ہے۔

گھمسان کی لڑائیوں میں آگے بڑھنے سے موت جلدی نہیں آجاتی۔ اور نہ میدان سے بھاگنا موت سے بچا سکتا ہے۔

۶ بزدلی عار اور آگے بڑھنا عزت و کرامت ہے۔ اور بھاگنے والے موت سے بچ نہیں سکتے۔

۷ جنگ جب آجائے تو وہ تمہاری بزدلی نہ دیکھے۔ اس میں ڈٹ کر لڑو کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے۔

۸ جب بدن موت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ تو پھر اللہ کے راستے میں تلوار سے مارا جانا ہی زیادہ اچھا ہے۔

اے پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے

کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بھاگنا شروع کرے اور تیری پیٹھ میں تیر یا گولی آ لگے اور تو دنیا آخرت میں ناکام ہو جائے۔

☆ حضور اکرم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تیرے راستے میں پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مارا جاؤں۔ (نسائی)

☆ شیخ ابو القاسم القشیری دو صوفیوں کا قصہ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں ایک عرصے تک اکٹھے احسان و سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے پھر ان میں سے ایک غائب ہو گیا اور دوسرا رومیوں کے ساتھ جہاد میں لگ گیا ایک لڑائی کے دوران رومیوں کی طرف سے ایک شخص زرہ اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر نکلا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ یکے بعد دیگرے تین مسلمان نکلے مگر اس کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ تب یہ صوفی بزرگ میدان میں آئے جب مقابلہ شروع ہونے لگا تو رومی نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ اسی صوفی بزرگ کا ساتھی نکلا۔ بزرگ نے حیرانی سے پوچھا کہ تم کافروں کی طرف سے لڑ رہے ہو؟؟ اس نے جواب دیا کہ میں دنیا کے چکر میں پڑ کر دین اسلام کو چھوڑ چکا ہوں اب میرے پاس عورتیں اور مال بے شمار ہے بزرگ نے کہا تم تو کئی قرأتوں میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اس نے کہا مجھے اب ایک حرف بھی یاد نہیں ہے بزرگ نے کہا تم واپس لوٹ جاؤ اس نے کہا نہیں میری رومیوں کے درمیان بڑی عزت ہے میں واپسی کی ذلت برداشت نہیں کر سکتا صوفی بزرگ کسی طرح جنگی حیلے سے اسے واپس موڑنے میں کامیاب ہوئے اور پھر انہوں نے نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔

سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں کے باوجود وہ بدبخت مرتد ہو کر مرا۔ دنیا میں بھی خسارہ پایا آخرت بھی تباہ ہوئی۔ (الرسالۃ القشیریہ)

اس طرح کے واقعات بہت ہیں اور ان بد قسمتوں کے واقعات جو کافروں کے ہاتھوں قید ہو کر ان کے شہروں کا حسن دیکھ کر فتنے میں پڑ گئے اور اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے بے شمار ہیں۔ بطور مثال ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔

عبدہ بن عبد الرحیم کہتے ہیں کہ ہم رومیوں کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے ہمارے

ساتھ ایک نوجوان تھا وہ ہم میں سب سے اچھا قاری اور سب سے زیادہ دین کا علم رکھنے والا اور مسائل جاننے والا تھا وہ دن کو روزے رکھتا تھا اور راتوں کو قیام کرتا تھا ایک بار ہم رومیوں کے ایک ایسے قلعے سے گزر رہے تھے جس پر حملے کا ہمیں حکم نہیں تھا یہ نوجوان اس قلعے کی طرف چل پڑا ہم نے سمجھا کہ پیشاب کرنے کے لئے جا رہا ہے مگر اس کی نظر ایک عیسائی عورت پر پڑی تھی اور وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا تھا اس نے رومی زبان میں عورت سے کہا میں تمہیں کس طرح سے پا سکتا ہوں؟؟ اس نے کہا تم عیسائی ہو جاؤ ہم تمہارے لئے دروازہ کھول دیں گے اور میں تمہاری ہو جاؤں گی وہ نوجوان قلعے میں داخل ہو گیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے لشکر پر غم اور افسوس چھا گیا۔ کیونکہ ہم میں سے ہر شخص اس نوجوان کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتا تھا۔ ایک بار پھر ہمارا گزر اس قلعے کے پاس سے ہوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ نوجوان بھی دوسرے عیسائیوں کے ساتھ قلعے کے اوپر سے ہمیں دیکھ رہا ہے ہم نے اسے کہا اے نوجوان! تمہارے قرآن، تمہارے علم، تمہارے روزے اور نمازوں کا کیا ہوا اس نے کہا میں سارا قرآن بھول چکا ہوں۔ مجھے صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (الحجر۔ ۲۔ ۳)

کسی وقت کافر لوگ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ مسلمان ہوتے (اے محمد) ان کو ان کے حال پر رہنے دو کہ کھا لیں اور فائدے اٹھا لیں اور (طول) امل ان کو (دنیا میں) مشغول کئے رہے عنقریب ان کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کافروں کے ہاتھوں قید ہونے والوں کے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور وہ فتنے میں پڑنے سے بچ جاتے ہیں۔ اسی سلسلے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رومیوں نے حضور

اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرلیا۔ رومیوں کے سردار نے ان سے کہا کہ تم عیسائیت قبول کرلو ورنہ تمہیں تیل کی دیگ میں جلادوں گا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا جو کرنا ہے کرلو میں اسلام نہیں چھوڑوں گا رومی سردار نے، تیل کی دیگ منگوائی اور اس میں تیل ڈال کر اسے جوش دیا پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اسے عیسائیت کی دعوت دی گئی۔ اس نے انکار کیا تو اسے ابلتے تیل میں ڈال دیا گیا جس سے اس کا گوشت فوراً گل گیا اور اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ رومی سردار نے حضرت عبداللہ سے کہا۔ عیسائیت قبول کرلو ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ انہوں نے انکار فرمایا تو رومی سردار نے انہیں بھی دیگ میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ رونے لگے۔ رومی سمجھے کہ وہ ڈر گئے ہیں۔ سردار نے کہا انہیں واپس لے آؤ۔ جب واپس لایا گیا تو حضرت عبداللہ نے فرمایا تم یہ نہ سمجھو کہ میں ڈر کی وجہ سے رو رہا ہوں بلکہ میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میری صرف ایک جان ہے جو میں اللہ کے راستے میں قربان کر رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ کاش جسم کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں اور تم میری ہر جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں یہی کچھ کرتے۔ یہ سن کر رومی سردار حیران رہ گیا اور اسے کہا تم میرے سر کا بوسہ لو میں تمہیں آزاد کردوں گا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ بھی نہیں کروں گا رومی نے کہا تم عیسائی بن جاؤ میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کردوں گا۔ اور اپنی حکومت میں تمہیں شریک کرلوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسا نہیں کرسکتا رومی سردار نے کہا تم میرے سر کا بوسہ لے لو میں تمہیں اور تمہارے ساتھ اسی مسلمان قیدیوں کو آزاد کردوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں یہ میں کرسکتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ نے اس کے سر کا بوسہ لیا تو اس نے انہیں اور اسی مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب یہ واقعات امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت عبداللہ

بن حذافہ کے سر کا بوسہ لیا۔ (اسد الغابہ)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لے اور میں اس کی ابتداء کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔ بعض صحابہ کرام حضرت عبداللہ سے مذاق کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ آپ نے رومی سردار کے سر کا بوسہ لیا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بوسے کی بدولت اسی مسلمان قیدیوں کو رہائی عطاء فرمائی۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا اس لشکر نے رومیوں کے ایک قلعے کا سخت محاصرہ کرلیا مسلمانوں کے لشکر میں دو بھائی ایسے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے مثال بہادری اور جنگی صلاحیت عطاء فرمائی تھی اس قلعے کا رومی سردار اپنے مشیروں اور جنگی سرداروں سے کہتا تھا کہ اگر یہ دو نوجوان پکڑے یا مارے جائیں تو تم باقی لشکر پر آسانی سے قابو پاسکتے ہو چنانچہ رومی ان دونوں کے لئے طرح طرح کے جال بچھاتے رہے اور سازشیں کرتے رہے یہاں تک کہ ان دو میں سے ایک نوجوان شہید ہوگیا اور دوسرا گرفتار۔ جب اس گرفتار نوجوان کو سردار کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے دیکھ کر کہا اسے قتل کرنا بڑی مصیبت اور واپس بھیجنا بڑا عذاب ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ نصرانی ہوجائے تو میں اسے بے شمار مال دوں گا تاکہ یہ دین نصاریٰ کو عزت بخش سکے رومیوں کے جرنیلوں میں سے ایک نے کہا اے ہمارے سردار میں جانتا ہوں کہ عرب لوگ عورتوں کی طرف بہت مائل ہوتے ہیں میری ایک نہایت حسین و جمیل بیٹی ہے یہ اگر اسے دیکھ لے تو فتنے میں پڑ جائے گا۔ آپ اسے مجھے دے دیجئے میں اسے گمراہ کردوں گا۔ سردار نے کہا لے جاؤ۔ وہ جرنیل اس نوجوان کو گھر لے آیا اور اپنی بیٹی کو بہترین لباس، خوبصورت بیش بہا زیور اور شاہانہ پوشاکیں پہنا کر ایک خادم کی طرح اس نوجوان کے آگے

گھر آ کر دیا۔ اور طرح طرح کے کھانے مٹھائیاں اور شربتیں اس نوجوان کے لئے مہیا کر دیں اور دروازہ بند کر کے ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر چلا گیا نوجوان نے جب یہ آزمائش دیکھی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی اور اپنی نگاہوں کو جھکا لیا اور عبادت و تلاوت میں لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خوبصورت آواز اور پر ترنم لہجہ عطاء فرمایا تھا وہ قرآن پڑھتا تھا تو لڑکی کے دل پر اثر ہوتا تھا یہاں تک کہ وہ لڑکی اس کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور اسکا کھانا پینا اور سونا سب چھوٹ گیا اسی حالت میں سات دن گزر گئے اور لڑکی کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ وہ اس نوجوان کے دین کو قبول کرلے جب اس لڑکی کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور اس کا دل پھٹنے لگا تو وہ اس کے سامنے گر گئی اور کہنے لگی میں تمہیں تمہارے دین کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری بات سنو۔ نوجوان نے کہا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ لڑکی نے کہا آپ میرے سامنے اسلام پیش کیجئے نوجوان نے اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور طہارت وغیرہ کر کے اس نے نماز سیکھی پھر اس نے کہا اے نوجوان میں تو تمہارا قرب پانے کے لئے اسلام لائی ہوں۔ نوجوان نے کہا اسلام میں نکاح کے لئے دو گواہ اور مہر وغیرہ شرط ہیں یہاں دو گواہ نہیں ہیں لیکن اگر تم یہاں سے بھاگنے کی کوئی تدبیر نکالو تو پھر یہ کام ہو سکتا ہے لڑکی نے کہا ٹھیک ہے میں کوئی تدبیر کرتی ہوں اس کے بعد اس لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کو بلایا اور کہا کہ یہ نوجوان تو نصرانی ہونے پر راضی ہو چکا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ اس شہر میں میرا بھائی قتل ہوا ہے اس لئے میں یہاں تمہارا مذہب قبول نہیں کر سکتا ہاں اگر تم مجھے کسی اور شہر لے چلو تو مجھے تسلی ہو جائے گی اور میں تمہارا کہنا مان لوں گا لڑکی نے کہا اگر آپ لوگ اسے میری حفاظت پر میرے ساتھ فلاں بستی میں بھیج دیں تو ہمارا مقصود پورا ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر وہ جرنیل سردار کے پاس گیا اور اسے راضی کر لیا۔ چنانچہ وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ مذکورہ بستی میں پہنچ گیا جب رات چھا گئی تو وہ دونوں بھاگ کھڑے ہوئے صبح کے وقت انہوں نے نماز پڑھی پھر آگے بڑھے اچانک انہیں اسلحے کی جھنکار اور گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی تو اس نوجوان نے لڑکی سے کہا ایسا لگتا ہے کہ عیسائیوں کے سپاہی ہم تک پہنچ چکے

ہیں جبکہ ہمارا گھوڑا رات بھر دوڑنے کی وجہ سے تھکا ہوا ہے لڑکی نے کہا تعجب ہے تم بھی خوف زدہ ہو گئے؟ نوجوان نے کہا ہاں۔ لڑکی نے کہا تم تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فریاد کرنے والوں کے ساتھ اس کی مدد کے تذکرے کرتے تھے اب تمہارے یقین کو کیا ہو گیا ہے آؤ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں وہ ہماری مدد فرمائے گا نوجوان نے کہا اللہ کی قسم تم نے بہت اچھی بات کی ہے وہ دونوں آہ وزاری اور دعاء میں لگ گئے وہ نوجوان رو رو کر دعاء کر رہا تھا اور لڑکی آمین کہہ رہی تھی اچانک اسے اپنے قریب گھوڑے سے اپنے شہید بھائی کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا اے میرے بھائی ڈرنے اور غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ گھڑسوار اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے بھی آئے ہیں تاکہ تم دونوں کی شادی پر گواہ بن سکیں اللہ تعالیٰ نے تم دونوں پر فخر فرمایا ہے اور تمہیں خوش نصیب شہداء کا اجر عطاء فرمایا ہے اور اس نے زمین کو تمہارے لئے لپیٹ دیا ہے اور تم مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں پہنچ چکے ہو جب تمہاری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا اور عرض کرنا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطاء فرمائے آپ نے بہت خیر پھیلائی ہے اور بہت محنت کی ہے اس کے بعد فرشتے بلند آواز سے اس نوجوان اور اس کی بیوی کو سلام کہنے لگے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں گھوڑے سے اتر کر چند قدم چلے ہی تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پایا اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلاف عادت فجر کی نماز مختصر پڑھائی تھی اور نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا کہ چلو ہم اپنے دولہا دلہن سے ملاقات کریں مسلمان یہ سن کر حیران ہوئے۔ جب حضرت عمر اور دوسرے مسلمان ان دونوں کے استقبال کے لئے نکلے اور ان کی ملاقات ان دونوں سے ہو گئی تو مسلمانوں نے پوچھا کہ آپ کو ان کے آنے کا علم کیسے ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے رات کو خواب میں حضور اکرم ﷺ نے اس نوجوان اور اس کی بیوی کا پورا ماجرا سنایا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ولیمے کا اہتمام فرمایا اور ان دونوں کا باقاعدہ نکاح پڑھایا اور ان

دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد دی جو نیک صالح تھی اور ان کی زندگی میں جوان ہو کر جہاد کرتی رہی اور صاحب اولاد ہوئی۔ (زہر الکمال)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ماضی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں گئیں مگر وہ اپنے دین پر ڈٹے رہے۔ (المستدرک)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکایا گیا مگر وہ اپنے دین سے نہیں پھرے۔

(بخاری)

فائدہ: قاضی افریقہ عبدالرحمن بن زیاد کو رومیوں نے قید کر لیا جب کچھ مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد ان کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ پڑھے۔

﴿اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیئاً ولا اتخذ من دونہ ولیا﴾ اللہ میرا رب ہے میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا اور نہ اس کے علاوہ کسی کو اپنا یار و مددگار بناتا ہوں (مجھے یہ الفاظ پڑھتے ہوئے ان کے سردار نے دیکھ لیا اور کہنے لگا عربوں کے سردار کو آگے لے آؤ پھر اس نے کہا کیا تم نے یہ الفاظ پڑھے ہیں؟ اور اس نے میرے الفاظ دہرائے میں نے کہا ہاں اس نے کہا تم نے یہ کہاں سے سیکھے ہیں؟ میں نے کہا ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں ان کا حکم فرمایا ہے اس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انجیل میں ہمیں اس کا حکم دیا ہے پھر اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء)

اے میدان جہاد سے بھاگنے والے

اگر تو میدان جنگ کی موت اور گرفتاری سے بچ کر بھاگ آیا ہے تو تب بھی موت اپنے وقت پر تجھے آنی ہی ہے اور تو اپنے مقررہ سانسوں سے ایک سانس بھی زیادہ نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی

عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (جمعہ۔۸)

کہہ دو کہ موت جس سے تم گریز کرتے ہو وہ تو تمہارے سامنے آ کر رہے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں سب بتائے گا۔

یاد رکھو! تم جس شہادت سے بھاگ رہے ہو اس میں تو تمہارے لئے سکرات الموت (یعنی موت کی سختی) سے نجات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی ہے۔

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ بنی اسرائیل کی باتیں بیان کیا کرو اگر ان باتوں میں کچھ عبرت ہو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان میں آئے اور انہوں نے کہا کیوں نہ ہم دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کچھ مردوں کو زندہ فرمادے تاکہ وہ ہمیں موت کے بارے میں بتائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ابھی وہ دعا کر رہے تھے کہ ایک شخص جس کے سر کے بال کالے اور آنکھوں کے درمیان سجدے کا نشان تھا کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے لوگو! تم کیا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے سو سال گزر چکے ہیں مگر ابھی تک موت کی حرارت مجھ سے دور نہیں ہوئی دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے واپس میری سابقہ حالت پر لوٹا دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ورواہ احمد)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مرنے والے کے ایک بال برابر درد کو آسمان و زمین والوں پر رکھ دیا جائے تو وہ سب مر جائیں گے۔

(ابن ابی الدنیا فی کتاب الموت)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے اگر تم شہید نہ ہوئے (تب بھی (مر جاؤ گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے فرشتے کو دیکھنا تلوار کے ہزار وار کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

ایک روایت میں آیا ہے کہ موت تلواروں کے وار اور آری کے چیرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں مومن کے لئے سب سے زیادہ خوفناک چیز موت ہے اور وہ آری سے چیر لے، قینچیوں سے کاٹنے اور دیگ میں ابالنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور اگر کسی مردے کو زندہ کر دیا جائے اور وہ دنیا والوں کو موت کی سختی کے بارے میں بتائے تو وہ عیش کرنا اور نیند کرنا بھول جائیں گے۔ (احیاء علوم الدین)

☆ ایک روایت میں ہے کہ اگر موت کے درد کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو وہ پگھل جائیں گے۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے کعب ہمیں موت کے بارے میں بتایئے۔ حضرت کعب نے فرمایا اے امیر المومنین وہ اس طرح ہے جیسے ایک زیادہ کانٹوں والی شاخ کسی آدمی کے پیٹ میں داخل کر دی جائے اور ہر کانٹا کسی ایک رگ میں گھس جائے پھر اس شاخ کو اس کے منہ سے کوئی سخت کھینچنے والا شخص کھینچے۔ وہ جو کچھ ساتھ لا سکے لے آئے اور جو نہ لا سکے وہ باقی رہ جائے۔ (احیاء علوم الدین)

اے میدان جہاد سے بھاگنے والے!

ذرا غور کر تو شہادت کی لذیذ موت کو چھوڑ کر کس موت کی طرف بھاگ رہا ہے۔ یاد رکھ۔ موت کی سختی کے بارے میں تو نے پڑھ لیا اور موت کے بعد کے مناظر بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور قبر کے عذاب کے بعد حشر کے دن کا منظر بھی بہت دردناک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یوم ترونھا تذھل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکری وما ھم بسکری ولکن عذاب

اللہ شدید (الحج ۲)

(اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر بے ہوش اور بے سدھ ہوں گے) بے شک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔

دیکھ کتنا بڑا فرق ہے اس دردناک موت کو پانے والوں اور ان کے درمیان جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا ہے:

احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (آل عمران۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰)

(شہداء) اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اس میں خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) ان کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

شہداء موت کی سختی اور اس کے بعد کی شدت سے محفوظ رہیں گے اور جنت کے اعلیٰ مقامات میں حسین و جمیل حوروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں میں ٹھاٹھ کی زندگی گزاریں گے مرنے کے بعد ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنتوں میں کھاتے پیتے ہیں اور وہ شہادت کا ایسا لطف پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں واپس آکر دوبارہ شہید ہونے کی درخواست کرتے ہیں۔ کتنی محرومی کی بات ہے کہ ایک مسلمان اس طرح کی نعمتوں کو پانے کا موقع ضائع کر دے اور جہاد سے محروم ہو کر ذلت میں پڑ جائے۔ معلوم نہیں جہاد سے بھاگنے والا یہ شخص کل اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا؟ جب اس سے پوچھا

جائے گا کہ تو نے تو اپنی جان اللہ تعالیٰ کو بیچ دی تھی مگر پھر یہ جان دینے سے کیوں بھاگ گیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے جنت کا راستہ دیا مگر تو اس راستے سے ہٹ گیا۔ اے پروردگار تیرے ہی ہاتھ میں دلوں کی لگام ہے ہم تجھ سے جہاد میں ثابت قدمی کا سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے اپنے راستے کی پسندیدہ شہادت کی بھیک مانگتے ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

[اس باب میں مصنفؒ نے اتنا کچھ بیان فرما دیا ہے جو ایک کمزور سے کمزور مسلمان کو جہاد پر کھڑا کرنے کے لئے کافی ہے اس باب میں مذکور روایات اور احکام کو بار بار پڑھنا چاہئے اور دل میں بٹھانا چاہئے مجاہدین کے لئے یہ بات تقویت کا باعث ہوگی کہ وہ کسی جگہ جنگ میں جانے سے پہلے اس باب کی تعلیم کرالیا کریں اور اپنے ایمان اور عزم کی تجدید کرلیا کریں البتہ گوریلا کاروائیاں کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حملہ کرکے اور اپنا کام کرکے جلد پیچھے ہٹنے کی کوشش کیا کریں کیونکہ یہ ان کی جنگ اور لڑائی کا ایک حصہ ہے۔ اور وہ مسلمان بھائی جنہوں نے مستقل طور پر میدان جنگ کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے اور ان کے دل میں جہاد کرنے کا خیال تک نہیں آتا انہیں بھی چاہئے کہ اس باب کو بار بار پڑھیں اور اپنے مردہ ضمیر کو زندہ کرنے اور سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کریں اور اپنے دل و دماغ سے غفلت اور بزدلی کی چربی پگھلانے کے لئے قرآن و سنت کے ان ایمانی حرارت والے فرمانوں کو پڑھیں اور سنیں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوگا۔ یاد رکھئے۔ جو شخص اپنے جرم اور بیماری کا اعتراف کرلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے علاج اور بخشش کا فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے جرم کو جرم ہی نہ سمجھے وہ ہمیشہ غفلت کے راستوں میں دھکے کھاتا رہتا ہے۔

یا اللہ ہمیں ایسی آنکھیں عطاء فرما جو ہمیں اپنے عیوب اپنی بیماریاں اور اپنے جرائم دکھا سکیں اور ہمیں توبہ کی توفیق عطاء فرما۔ آمین]

چھبیسواں باب

درست نیت کے بغیر جہاد کا اجر حاصل نہیں ہوتا نیز مختلف نیتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

(۱) اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (الزمر۔ ۳)

دیکھو خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے (زیبا) ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۲) وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (بینہ۔ ۵)

اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے۔ جس کی اس نے نیت کی۔ جس کی ہجرت اپنی نیت کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو وہ [اجر اور قبولیت کے اعتبار سے بھی] اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس کی اس نے نیت کی۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے اکثر شہداء بستر والے ہوں گے اور بہت سے میدان جنگ میں قتل ہونے والوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (مسند احمد مرسلا)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا تم لوگ جتنا بھی [جہاد میں] چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں عبور کی ہیں۔ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو [اس سب کے اجر میں] تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا مدینہ میں رہنے کے باوجود [وہ اجر میں شریک تھے] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ میں رہنے کے باوجود [وہ اجر میں] شریک ہیں کیونکہ انہیں عذر نے روک لیا تھا [یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی پکی نیت رکھتے تھے مگر عذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے] (بخاری)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا اجر ملتا ہے ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر اجر ملتا ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے مجاہد کا اجر ملتا ہے لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں۔ جبکہ مجاہد کو اس کا اجر بڑھا چڑھا کر ملتا ہے (تفسیر قرطبی مختصراً) اس بارے میں مزید تفصیلات ان شاء اللہ ستائیسویں باب میں آئیں گی۔

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک آدمی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو [طبعی] بہادری کی وجہ سے یا غیرت کی وجہ سے یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس لئے

لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ بس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص [قومی] غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے آپ ﷺ نے اس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے بس وہی اللہ کے راستے میں ہے۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتایئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبد اللہ بن عمرو اگر تم نے ڈٹ کر اللہ کی رضا کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا اور اگر تم نے جہاد کیا ریاکاری اور مال بڑھانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبد اللہ بن عمرو تم نے جس حال [یعنی نیت] پر قتال کیا یا مارے گئے اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت [اور نیت] پر اٹھائے گا۔

(ابو داؤد۔ بیہقی۔ المستدرک)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے [یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اس [سوال کرنے والے] شخص سے کہا جاؤ دوبارہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھو شاید تم انہیں اپنی بات [صحیح طرح سے] سمجھا نہیں سکے۔ اس شخص نے [حاضر خدمت ہو کر] عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسکے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا

تم رسول اللہ ﷺ سے پھر پوچھو۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔ (ابو داؤد۔ ابن حبان۔ المستدرک)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا [یا رسول اللہ] آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جہاد میں اجر کی بھی نیت رکھتا ہے اور اس بات کی بھی کہ لوگوں میں اس کا تذکرہ کیا جائے۔ ایسے شخص کو کیا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسے شخص کے لئے کچھ [بھی اجر] نہیں۔ اس شخص نے یہی سوال تین بار دہرایا اور ہر بار رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کچھ [بھی اجر] نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ صرف ایسے خالص عمل کو قبول فرماتا ہے جو محض اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے۔

(ابو داؤد۔ نسائی)

[تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔]

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔ ایک شخص [جہاد میں] اجر بھی چاہتا ہے اور تعریف بھی [یعنی اس کی نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اجر ملے اور لوگ میرے جہاد اور میری بہادری کی تعریف کریں] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی تلوار سے اتنا لڑے کہ تلوار ٹوٹ جائے۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ عمر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا میں جہاد میں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہوں اور اسی نیت سے نکلتا ہوں لیکن جب لڑائی کا وقت ہوتا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ میری جنگ اور میری بہادری دیکھی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا پھر تو تم ریاکار آدمی ہو۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ مرثد سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ ایسے افراد کا تذکرہ کیا جو اللہ کے راستے میں مارے گئے تھے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم دیکھتے اور سمجھتے ہو [بلکہ] جب لشکر آپس میں ٹکراتے ہیں تو فرشتے اترتے ہیں اور ہر شخص کا مقام [اور مرتبہ] لکھا جاتا ہے کہ فلاں دنیا کے لئے مارا گیا۔ فلاں حکومت [اور عہدہ] کے پانے کے لئے مارا گیا فلاں لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے مارا گیا اور فلاں اللہ کی رضا کے لئے مارا گیا۔ پس جو شخص اللہ کی رضا کے لئے شہید ہوا اسی کیلئے جنت ہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ ابو عبیدہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد [حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ] نے ارشاد فرمایا تم لوگ یہ گواہیاں دینے سے پرہیز کرو کہ فلاں فلاں شہید ہوئے ہیں [یعنی ہر کسی کو شہید کا لقب نہ دیا کرو] کیونکہ بعض لوگ قومی غیرت میں لڑتے ہیں۔ بعض لوگ بہادری کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ [یعنی ان کی طبعی بہادری انہیں لڑنے پر مجبور کرتی ہے]۔ [یہ سارے لوگ جب مارے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوتا] لیکن میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بتاتا ہوں جن [کی شہادت] پر تم گواہی دے سکتے ہو ایک بار حضور اکرم ﷺ نے ایک سریہ بھیجا [اس لشکر کو روانہ ہوئے] زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارے بھائیوں کا مشرکوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے اور وہ سارے شہید ہو چکے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے ہمارے رب ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دیجئے کہ ہم راضی ہو چکے ہیں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو چکا ہے اور میں [یعنی حضور اکرم ﷺ] ان کا پیغام تمہیں پہنچانے والا ہوں کہ بے شک وہ راضی ہو گئے اور ان کا رب ان سے راضی ہو گیا۔

(المستدرک)

☆ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ صحیح سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے وہ لوگ آپس میں اس لشکر کا تذکرہ کر رہے تھے جو اللہ کے راستے میں مارا گیا تھا ان میں سے بعض کہہ رہے تھے کہ وہ لوگ [یعنی لشکر والے] اللہ کے کام کے لئے نکلے اور اس کے راستے میں مارے گئے یقیناً ان کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو گیا ہے۔ کسی اور نے کہا ان کے انجام کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور ان کو وہی کچھ ملے گا جس کی انہوں نے نیت کی ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا تم لوگ کیا بات کر رہے ہو انہوں نے اپنی پوری بات چیت سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو دنیا کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو ریاکاری یعنی دکھلاوے کے لئے لڑتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن پر جنگ مسلط ہو جاتی ہے اور ان کے لئے لڑے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے لڑتے ہیں یہی لوگ شہداء ہیں اور ان میں سے ہر شخص قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا تھا اور اللہ کی قسم کسی کو پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور ان میں سے کوئی ایسا شخص بھی نہیں جس کے بارے میں ہمیں بتا دیا گیا ہو کہ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ المستدرک)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور سوائے ایک رسی [پالنے] کے اور کسی چیز کی نیت نہیں کی تو اسے وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو گی۔

(نسائی۔ المستدرک)

[یعنی اسے کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا بلکہ جس حقیر دنیا کی اس نے نیت کی ہے اسے وہی مل جائے گی]

☆ حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے

مجھے جہاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔ میں بوڑھا آدمی تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔ میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو جہاد میں میرے کام آسکے اور میں اسے اپنے مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دے دوں چنانچہ مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب روانگی کا وقت قریب ہوا تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کیا پتہ آپ کو کتنا حصہ ملے گا پھر اس میں سے میرا کتنا حصہ بنے گا آپ میرے لئے کچھ مقرر کر دیں۔ غنیمت میں سے حصہ ملے یا نہ ملے [مجھے میری مقرر مزدوری مل جائے] میں نے اس کے لئے تین دینار مقرر کر دیئے۔ جب مال غنیمت مل گیا تو میں نے اس کے لئے حصہ نکالنا چاہا تو مجھے تین دینار والی بات یاد آگئی۔ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے سارا معاملہ پیش فرمایا کہ اس آدمی کو تین دینار ہی دوں یا مال غنیمت میں سے بھی اسے حصہ دوں] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تین دینار جو اس نے مقرر کئے تھے ان کے علاوہ اس شخص کے لئے اس جہاد میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں [یعنی اسے صرف تین دینار ہی ملیں گے اجر یا غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا] (ابوداؤد۔ بیہقی۔ المستدرک)

☆ ابو العجفاء السلمی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جہاد میں قتل ہونے یا انتقال کر جانے والوں کے بارے میں کہتے ہو کہ فلاں شخص مارا گیا وہ شہید ہے فلاں شخص کا انتقال ہوا وہ شہید ہے حالانکہ ممکن ہے کہ اس شخص نے اپنی سواری کے پچھلے حصے پر سونا چاندی لاد رکھا ہو اور وہ تجارت کی نیت سے نکلا ہو اس لئے تم یہ نہ کہا کرو کہ فلاں شہید ہے بلکہ تم کہا کرو جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص [بھی] اللہ کے راستے میں مارا گیا یا اس کا انتقال ہوا وہ جنتی ہے۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن اقیش کے نام جاہلیت کا کچھ سود تھا [جو لوگوں نے انہیں دینا تھا] چنانچہ انہوں نے یہ سود وصول کرنے سے پہلے اسلام قبول کرنے کو اچھا نہ سمجھا یہاں تک کہ احد کی لڑائی کا دن آگیا انہوں نے لوگوں

سے پوچھا میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں لوگوں نے کہا وہ احد کی لڑائی میں گئے ہیں انہوں نے پوچھا فلاں آدمی کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا وہ بھی غزوہ احد میں گیا ہے انہوں نے کچھ اور لوگوں کے بارے میں پوچھا تو وہی جواب ملا۔ یہ سنکر انہوں نے زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں نے جب انہیں [میدان جنگ میں اپنے ساتھ] دیکھا تو کہنے لگے اے عمرو ہم سے دور رہو۔ انہوں نے فرمایا میں ایمان لا چکا ہوں پھر وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخمی ہو گئے اور اٹھا کر گھر لائے گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ [جو ان کے رشتے دار تھے] تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا ان سے پوچھو کہ قومی غیرت کی وجہ سے نکلے یا اللہ اور رسول کے لئے غیرت کھا کر نکلے تھے؟ انہوں نے کہا میں اللہ اور اس کے رسول کے لئے غیرت کھا کر نکلا تھا۔ اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ انہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ (ابو داؤد۔ المستدرک)

[یعنی درست نیت سے انہوں نے جہاد جیسا عظیم عمل سر انجام دیا اور کامیاب ہو گئے حالانکہ انہیں نماز تک کا موقع نہیں ملا تھا]

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد دو طرح کا ہے۔ جس شخص نے اللہ کی رضا کی نیت کی اور امیر کی اطاعت کی اور قیمتی مال خرچ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور فساد سے بچا تو ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے اور جس نے فخر اور ریاکاری کے لئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ برابر کا حساب لے کر بھی نہیں لوٹے گا۔

(ابو داؤد۔ نسائی۔ المستدرک)

[برابر سے مراد یہ کہ اسے نہ نفع ہو نہ نقصان نہ ثواب ملے نہ گناہ لیکن اس شخص کو برابر کا حساب بھی نہیں ملے گا یعنی وہ گھاٹے میں رہے گا اور گناہگار ہو گا]۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا جو دنیا میں شہید ہوا تھا۔ اسے حاضر کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے وہ ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا وہ کہے گا میں نے آپ کے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جھوٹے ہو تم نے تو اس لئے جہاد کیا تھا تاکہ تمہیں بہادر کہا جائے اور وہ [دنیا میں تمہیں] کہا گیا پھر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں حکم دیں گے چنانچہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی معاملہ اس عالم اور سخی کے ساتھ بھی کیا جائے گا جنہوں نے ریاکاری کے لئے عمل کیا ہو گا۔ (مسلم و نسائی مختصراً)

[یعنی قیامت کے دن دوزخ کی آگ سب سے پہلے انہیں تین افراد سے بھڑکائی جائے گی جنہوں نے جہاد، علم اور سخاوت جیسی عبادات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرنے کی بجائے لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا ہو گا۔ العیاذ باللہ]

☆ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی روایت حضرت شفی الاصبحی کو سنائی اور سنانے سے پہلے کئی بار ان پر بے ہوشی کا دورہ پڑا اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابو ہریرہ مخلوق میں سے یہ تین آدمی [یعنی ریاکار شہید، ریاکار عالم اور ریاکار سخی] وہ ہیں جن کے ذریعے سب سے پہلے دوزخ کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ شفیؒ جو حضرت معاویہؓ کے محافظ دستے کے رکن تھے جب حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے تو ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی یہی روایت سنائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ان تین کے ساتھ یہ معاملہ ہو گا تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور اتنا سخت روئے کہ لوگوں نے سمجھا کہ شاید جان دے بیٹھیں گے اور لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص برائی لے کر آ گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ کو افاقہ ہوا تو آپؓ نے اپنا چہرہ صاف کیا پھر کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور یہ آیت پڑھی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (ھود۔۱۵،۱۶)

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ (ترمذی)

فصل

ہم نے پڑھ لیا کہ عبادات کے قبول ہونے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے اخلاص نیت شرط ہے پھر وہ عبادت جس میں ریاکاری اور نفاق شامل ہو ضائع ہو جاتی ہے فرق اتنا ہے کہ دوسری عبادات میں اگر ایک بار ریاکاری ہو گئی تو اگلی بار انسان مکمل اخلاص کے ساتھ اس عمل کو سر انجام دے کر پچھلی غلطی کی بھی تلافی کر سکتا ہے لیکن جہاد میں اگر ریاکاری اور نفاق شامل ہو گیا اور انسان کی جان چلی گئی تو اب تلافی کا بھی موقع نہیں ملے گا۔

اس لئے جہاد میں خصوصی طور پر نیت کو درست اور خالص رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اگر خدانخواستہ اس میں کوئی نقصان ہو گیا تو پھر وہ نقصان ہمیشہ کا عذاب اور وبال بن جائے گا۔ آیئے جہاد کی مختلف نیتوں اور ان کے احکامات کو مختصر مگر جامع طور پر بیان کرتے ہیں۔

جہاد کی نیتیں بہت زیادہ ہیں کیونکہ لوگ مختلف نیتوں اور مختلف مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ ان سب نیتوں کو ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ وہ نیتیں اور

مقاصد جو عام طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہیں ہم انہیں کو ان کے احکام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

(۱) بعض لوگ جہاد اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بندہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر اس کا حکم ماننا لازم ہے یعنی یہ لوگ بندگی کے لئے جہاد کو ضروری سمجھتے ہیں اور ان کے ذہن کی آخرت میں ملنے والے اجر وثواب یا عذاب کی طرف توجہ تک نہیں جاتی۔ یہ نیت بہت اعلیٰ درجہ کی ہے مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

واقعہ: اس نیت سے جہاد کرنے والے ایک مجاہد کا واقعہ علامہ ابن جوزیؒ نے عباس بن یوسفؒ سے نقل فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ میسرۃ الخادم نے ہمیں بتایا کہ ہم جہاد میں مشغول تھے ہم نے صفوں کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا جس نے دشمن کے میمنہ [دائیں بازو] پر حملہ کیا اور اسے پیس ڈالا پھر اس نے میسرہ [یعنی لشکر کے بائیں جانب] پر حملہ کیا اور اسے بھی کچل دیا۔ اس نوجوان نے سر پر لوہے کا خود پہن رکھا تھا۔ پھر اس نے لشکر کے قلب پر حملہ کیا اور اسے بھی الٹ دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے۔ [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے خوش نصیب تو اپنے رب سے اچھا گمان کر
یہ وہ ہے جس کی تو اس کے لئے تمنا کرتا ہے
اے جنت کی حورو ہم سے دور ہٹ جاؤ
ہم نے نہ تمہارے لئے جہاد کیا ہے اور نہ تمہارے لئے کسی کو قتل کیا ہے
ہم تو بس اپنے آقا کے مشتاق ہیں
جو ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ کو بھی

پھر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

میں امید رکھتا ہوں اور میری امید ناکام نہیں ہوئی
کہ آج کے دن کی محنت اور تھکاوٹ ضائع نہ ہو

اے وہ اللہ! جس نے جنت کے محلات کو خوبصورت حوروں سے بھر دیا

تیرے بنائے تو یہ مرغوب ہیں اور نہ کسی عیش والی چیز میں لطف ہے

پھر اس نے حملہ کیا اور کافی تعداد میں کافروں کو قتل کر کے پھینک دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے میری جنت کی حور رک جا اور سن
ہم نے تیری خاطر جہاد نہیں کیا تو واپس لوٹ جا
تو جلدی جنت کی طرف لوٹ جا اور
خواہش نہ کر، خواہش نہ کر، خواہش نہ کر۔

اس کے بعد اس نے پھر حملہ کیا اور [اللہ کا یہ سچا عاشق] لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

(جو ہرۃ الزمان)

(۲) بعض لوگ "اسلامی غیرت" "اللہ کے کلمے کو بلند کرنے اور اللہ کے دین کو عزت دلانے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ یہ دونوں نیتیں [یعنی پہلی اور دوسری] بلاشبہ بہت اعلیٰ درجے کی نیتیں ہیں اور ان کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ دونوں نیتیں اللہ کے ہاں بڑی کامیابی کا ذریعہ ہیں لیکن مجاہد کو چاہئے کہ اپنے عمل کو چھپانے اور فخر نہ کرنے کی کوشش کرے اور اپنے تذکرے کے شوق میں مبتلا نہ ہو اور اپنے جہاد کو اللہ سے اجر پانے کا ذریعہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھے تب جا کر معلوم ہوگا کہ واقعی وہ ان دو نیتوں میں سے کسی ایک کیساتھ جہاد کر رہا تھا۔

(۳) بعض لوگ صرف جنت، اس کی حوریں اور وہاں کی نعمتیں پانے اور دوزخ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور ان کے دل و دماغ میں اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ یا نیت نہیں ہوتی۔ یہ نیت عام طور پر مجاہدین میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف اتنی نیت شہادت کا مقام پانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ

ہے کہ یہ نیت بھی بالکل درست ہے۔ اور اس نیت سے جہاد کرنے والے بے شک کامیاب ہیں۔ میں نے اس مسئلے کے بارے میں ۷۹۵ھ میں اپنے بعض مشائخ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ نیت بلاشبہ درست ہے۔ ویسے بھی اگر دلائل پر غور کیا جائے تو خود اللہ تعالیٰ نے جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (الصف۔۱۰۔۱۱۔۱۲)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتادوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور تم کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے بھی جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

☆ امام تقی الدین ابن دقیق العیدؒ نے اسی مسئلے میں بطور دلیل وہ روایت پیش فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین جیسی ہے تو ایک صحابیؓ نے یہ سن کر ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ جنت پانے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

[یہ روایت بحوالہ صحیح مسلم پہلے گزر چکی ہے]

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ شریعت نے یہ بات کھل کر سمجھا دی ہے کہ جنت کی خاطر کئے جانے والے اعمال بلاشبہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اعمال کی ترغیب دینے کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کا بار بار تذکرہ فرمایا ہے۔ اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کی ترغیب دے اور پھر اس چیز کی نیت کو غلط قرار دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بعض نیتیں اس سے افضل درجے کی ہیں تو یہ بات مانی جا سکتی ہے لیکن اس نیت کو غلط کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ (احکام الاحکام)

[اس نیت کے درست ہونے پر مزید کچھ دلائل ملاحظہ فرمایئے]

☆ حضرت شداد الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی اتباع اختیار فرمائی پھر انہوں نے کہا میں آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا حضور اکرم ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرامؓ کو اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی تلقین فرمائی۔ جب خیبر کی لڑائی ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کو مال غنیمت ملا تو آپ نے اسے صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمایا اور ان [اعرابی] کے لئے بھی حصہ رکھا وہ اس وقت اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے ان کا حصہ ان کے ساتھیوں کو دے دیا گیا جب وہ واپس لوٹے تو ساتھیوں نے انہیں ان کا حصہ دیا تو انہوں نے

پوچھا یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے حصہ نکالا ہے۔ وہ یہ مال لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: مال غنیمت میں سے تمہارا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے لئے تو آپ کے ساتھ نہیں آیا بلکہ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ مجھے یہاں حلق میں تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تمہیں سچا کرے گا تھوڑی دیر بعد دشمنوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ صحابہ کرام ان کو اٹھا کر حضور اکرم ﷺ کے پاس لائے انہیں اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں انہوں نے اشارہ کیا تھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا یہ فلاں ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے اللہ سے سچ بولا۔ اللہ نے اسے سچا کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنے جبے میں کفن دیا پھر آپؐ نے ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور نماز کے دوران آپ ﷺ کی دعاء میں یہ الفاظ سنے گئے۔ اے میرے پروردگار یہ تیرا بندہ تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہوا میں اس کے لئے گواہی دیتا ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان صحابی نے جنت کی نیت فرمائی تھی اگر یہ نیت غلط ہوتی تو حضور اکرم ﷺ ان کی اصلاح فرماتے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے تو ان کے لئے گواہی دے کر اس نیت کے درست ہونے پر مہر لگا دی ہے۔

حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مقتول ہونے والے تین طرح کے ہیں (۱) وہ مرد مومن جو اپنی جان اور مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے جب اس کا دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو ان سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہ وہ چنا ہوا شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ کی جنت میں ہوگا اور انبیاء کرام اپنے درجہ نبوت کی وجہ سے ہی اس سے افضل ہوں گے (۲) وہ شخص جس نے غلطیاں اور گناہ کئے [پھر] اس نے اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا جب اس کا دشمن سے سامنا

ہوا تو وہ لڑتے ہوئے مارا گیا یہ قتل اس کے لئے پاکی ہوگی اور اس کے سارے گناہ مٹ جائیں گے بے شک تلوار گناہوں کو دھو دینے والی ہے۔ یہ شخص جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا بے شک جنت کے دروازے آٹھ ہیں جبکہ جہنم کے سات اور ان میں سے بعض دروازے [اور درجے] بعض سے بڑھ کر ہیں (۳) وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور جب دشمن سے سامنا ہوتا ہے تو لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے یہ دوزخ میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں دھوتی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ مسند احمد)

اس روایت میں دوسرے نمبر والا شخص وہی ہے جو گناہوں اور خطاؤں کے ڈر سے جہاد میں نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔

[مصنفؒ نے اس موضوع پر اور بھی کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اجر و ثواب اور جنت کی امید میں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور دوزخ کے خوف سے جہاد کرنا حقیقی جہاد ہے اور اس نیت کے بارے میں کسی طرح کے شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو شخص جنت کی طلب میں جہاد کرتا ہے یقینی بات ہے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے تبھی تو جنت کو مانتا ہے ورنہ اس نے خود تو جنت نہیں دیکھی اسی طرح اسے اللہ سے محبت ہے تبھی تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی جنت پانے کے لئے جان ومال کا نذرانہ لے کر نکلتا ہے۔ اسی طرح وہ بندگی کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت حاصل کرنے، ڈھونڈنے اور پانے کا حکم دیا ہے اور اس کے لئے محنت کرنے کی ترغیب دی ہے چنانچہ ایک سچا بندہ جنت کی جستجو کو اپنی بندگی کے لئے لازم سمجھتا ہے اسی طرح دوزخ سے ڈرنا اور اللہ کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرنا بھی اللہ پر یقین اللہ سے محبت اور اللہ کی بندگی کی نشانی ہے یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی طرح کے دلائل یا بحث کی گنجائش نہیں ہے جہاں تک بعض مغلوب الحال اور نشہ توحید میں غرق صوفیاء اور مجاہدین کے ان اقوال کا تعلق ہے۔ جن میں وہ جنت اور اس کی حوروں سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں

رغبت کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ایک خاص کیفیت ہے جو کسی کسی پر طاری ہو جاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی ہو کیونکہ بعض لوگوں کا نفس حوروں اور جنت کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے لگتا ہے ایسے لوگ اپنی اصلاح کے لئے حوروں اور جنت سے بے رغبتی اور اللہ کی رضا میں رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کی یہ کیفیت بہت اعلیٰ درجے کی بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے اور محبوب حقیقی کے درمیان کسی طرح کا حجاب برداشت نہیں کرتے۔ بہر حال شریعت کے احکام کا تعلق کیفیات سے قطعاً نہیں ہے۔ قرآن وحدیث جنت اور جہنم کے تذکرے سے بھرے پڑے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں جنت کی طلب اور تڑپ اور جہنم کا خوف پیدا ہو چنانچہ جن کو اللہ اور اس کے رسول پر یقین ہوتا ہے ان میں جنت کی طلب اور جہنم کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اور جنہیں اللہ اور اس کے رسول پر یقین ہی نہیں ہوتا وہ اس سے محروم رہتے ہیں معلوم ہوا کہ جنت کا شوق اور اسکی طلب پیدا کرنا مقصود ہے چنانچہ اس کی نیت سے کئے جانے والے اعمال بلاشبہ مقبول اعمال ہوتے ہیں]۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان تین نیتوں کے درست ہونے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں ہے البتہ پہلی دو نیتیں تیسری نیت کی بنسبت زیادہ افضل ہیں [چنانچہ مجاہدین کو پہلی دو نیتیں کرنے کی کوشش کرنی چاہئے]۔

(۴) کچھ لوگ وہ ہیں جن پر اگر جنگ مسلط ہو جائے تو پھر وہ سینہ تان کر لڑتے ہیں اور پیٹھ نہیں پھیرتے اور ان کی نیت اپنا دفاع کرنے کی ہوتی ہے یہ شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہوگا کیونکہ جب ڈاکوؤں سے اپنا دفاع کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے تو اس کے شہید ہونے میں کیا شبہ ہے جسے دشمنان اسلام نے قتل کیا ہو لیکن اس صورت میں وہ آدمی جو جانتا ہو کہ گرفتار ہونے کی صورت میں وہ قتل نہیں کیا جائے گا اگر پھر بھی وہ گرفتار ہونے کی بجائے لڑتے ہوئے شہید ہو جائے اس آدمی سے افضل ہے جسے معلوم ہو کہ گرفتاری کی

صورت میں وہ مارا جائے گا لیکن وہ آدمی جس کے لئے میدان سے فرار جائز نہ ہو اگر فرار ہوتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہے اگرچہ دنیاوی طور پر شہید کے احکام اس پر جاری ہوں گے [یعنی غسل وغیرہ نہیں دیا جائے گا] چونکہ میدان جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور اس سے حضور اکرم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے اس لئے جو اس کا مرتکب ہو گا وہ شہادت کا مقام نہیں پائے گا۔

(۵) کچھ لوگ جہاد میں صرف مجاہدین کی تعداد بڑھانے کی نیت سے نکلتے ہیں ان کی نیت قتل ہونے یا قتل کرنے کی نہیں ہوتی۔ یہ شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہو گا کیونکہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاتا ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (۱) وہ شخص جو جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ نہ لڑنے کی نیت رکھتا ہے نہ مارے جانے کی۔ بس وہ مسلمانوں کی تعداد بڑھانا چاہتا ہے۔ یہ شخص اگر [جہاد میں] انتقال کر گیا یا مارا گیا تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور وہ قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کر دی جائے گی اور اُسے کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر بخشش اور وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا۔ یہ مکمل حدیث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

(البزار، بیہقی فی الشعب، الترغیب والترہیب)

(۶) وہ شخص جو جہاد کرتا ہے اور اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہے اور غنیمت حاصل کرنا بھی۔ اور اگر کہیں پر صرف جہاد کے لئے نکلنا پڑے اور غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ گھر نہیں بیٹھتا بلکہ جہاد میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ البتہ اگر اسے ایسی دو جگہوں پر جہاد کا اختیار دیا جائے جن میں سے ایک جگہ زیادہ مال غنیمت ملتا ہے تو وہ زیادہ مال غنیمت والی جگہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس طرح کی نیت کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ نیت فاسد اور غلط ہے اور ایسی نیت کرنے والا اسراف کا مستحق ہو گا کیونکہ اس نے آخرت کے عمل میں دنیا کی نیت شامل کر لی ہے۔

جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک یہ نیت درست ہے اور یہی قول صحیح ہے اور امام غزالیؒ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے وہ اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں

"عام طور پر مجاہدین جہاد اور غنیمت کے درمیان فرق نہیں کر سکتے کیونکہ جہاد میں بکثرت غنیمت ملتی ہے چنانچہ ان کا مقصود تو اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا ہے جبکہ غنیمت کا خیال بطور تابع کے ہوتا ہے اسی لئے اگر اسے غنیمت نہ بھی ملے تب بھی جہاد نہیں چھوڑتا ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسے آدمی کا ثواب اس آدمی سے کم ہوتا ہے جو بالکل غنیمت کی طرف التفات ہی نہیں کرتا کیونکہ غنیمت کی طرف تھوڑا سا دھیان جانا بھی بہر حال ایک نقصان کی بات ہے۔" (احیاء علوم الدین)

امام غزالیؒ کے اس قول سے یہی ثابت ہوا کہ یہ نیت بھی درست ہے اور جو اس نیت سے نکل کر مارا جائے وہ شہید ہو گا لیکن اس کا رتبہ پہلی تین نیتوں والوں سے کم ہو گا۔

امام قرطبیؒ نے بھی اس نیت کو درست قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے بطور ثبوت غزوہ بدر کا واقعہ پیش فرمایا ہے کہ اس دن ابو سفیان کے تجارتی قافلے پر حملے کا ارادہ تھا اور یہ بھی کہ مال غنیمت ایک حلال مال ہے۔ اور جن احادیث میں دنیا کی طلب کے لئے لڑنا منع ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اگر صرف مال غنیمت ہی کی نیت ہو اور کوئی دینی مقصد نہ ہو تب وہ جہاد درست نہیں ہو گا۔ (تفسیر القرطبی)

☆ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام قرطبیؒ کی دلیل بہت اچھی [اور سمجھ میں آنے والی] ہے۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک قافلے پر حملے کے لئے بھیجا تھا۔ اس قافلے میں صفوان بن امیہ، حاطب بن عبد العزی

اور عبداللہ بن ابو ربیعہ تھے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ مال اور تیس ہزار درہم کی مقدار چاندی تھی اور ان کا رہبر فرات بن حیان تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے نجد میں قردہ نامی مقام پر اس قافلے پر حملہ فرمایا آپ اس قافلے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن دشمن کے بڑے بھاگ گئے صحابہ کرام مال غنیمت لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے اس میں سے بیس ہزار درہم خمس نکالا اور باقی مال (اسی ہزار درہم) مجاہدین میں تقسیم فرمایا فرات بن حیان جو گرفتار ہوئے تھے وہ مسلمان ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد)

اسی طرح یہ بات بھی اس نیت کی درستگی کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ایمان والوں کو خود مال غنیمت کی ترغیب دی ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا (الفتح ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم لو گے۔

اس نیت کے درست ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مشرکین کے اموال، مویشی اور تجارتی قافلوں پر حملے کے لئے باقاعدہ کئی بار سریے روانہ فرمائے صحابہ کرام کی یہ جماعتیں اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لئے اور مشرکین سے ان کے اموال چھیننے کے لئے حملہ کرتی تھیں بعض اوقات انہیں فتح ملتی تھی اور وہ مال و دولت پر قبضہ کر لیتے تھے جبکہ بعض اوقات اس کے برعکس معاملہ ہوتا تھا اور ان میں سے کئی حضرات شہید ہو جاتے تھے جیسا کہ سیر اور مغازی کی کتابوں میں تفصیلی واقعات مذکور ہیں کہ صحابہ کرام جب مشرکوں پر حملہ فرماتے تھے اور مشرک شکست کھا کر بھاگ جاتے تھے تو صحابہ کرام ان کا پیچھا کرنے کی بجائے ان کے اموال لے کر واپس آ جاتے تھے۔

امام ابوداؤد نے اپنی مشہور کتاب (سنن ابی داؤد میں باب باندھا ہے۔ "باب اس

شخص کے بارے میں جو اجر اور غنیمت دونوں کی نیت سے جہاد کرتا ہے" اس کے بعد انہوں نے یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا تا کہ ہم مال غنیمت حاصل کریں (مگر) ہم بغیر غنیمت حاصل کئے واپس آ گئے اور مشقت کے آثار ہمارے چہروں پر نظر آ رہے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ کہ ہمیں غنیمت پانے کے لئے بھیجا ہمارے موقف کی دلیل بنتے ہیں جہاں تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کا تعلق ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لئے جو جہاد میں دنیا کمانے کی نیت سے نکلے ارشاد فرمایا : لا اجر لہ کہ اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ امام ابوداؤد نے یہ ارشاد حضرت عبداللہ بن حوالہ والی روایت سے پہلے ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو جہاد میں صرف دنیا کمانے کی نیت سے نکلتا ہے اور وہ اللہ کی رضا کی نیت نہیں کرتا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن حوالہ کی روایت لا کر یہ ثابت کر دیا کہ جو شخص اللہ کی رضا کی نیت بھی رکھے اور غنیمت بھی چاہتا ہو تو یہ نیت درست اور عند اللہ مقبول ہے۔

امام بیہقی نے بھی اسی طریقے سے ان دونوں احادیث کو ذکر فرمایا ہے اور اس سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ (اس نیت کے درست ہونے پر مزید دلائل ملاحظہ فرمایئے)۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ جہاد کرو غنیمت پاؤ گے روزے رکھو صحت پاؤ گے اور سفر کرو مستغنی ہو جاؤ گے۔ (الطبرانی فی الاوسط)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں قریش کے قافلے پر حملے کیلئے بھیجا۔ ہم تین سو افراد تھے اور ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح تھے اور ہم ساحل سمندر پر پندرہ دن پڑے رہے اور شدید بھوک کی وجہ سے پتے

کھانے پر مجبور ہوئے۔ (مسلم)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر تاریکی کے ٹکڑے کی طرح فتنے چھا جائیں گے اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان فتنوں سے بچنے والا وہ شخص ہو گا جو پہاڑ کی چوٹی پر اپنے مویشیوں سے حاصل شدہ روزی کھائے گا اور وہ شخص ہو گا جو راستوں کے پیچھے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہو گا اور اپنی تلوار کی روزی [یعنی مال غنیمت میں سے] کھاتا ہو گا۔ (المستدرک)

☆ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جہاد کرو صحت اور غنیمت پاؤ گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کی روزی ان کے گھوڑوں کے سموں اور نیزوں کے سروں میں رکھی ہے جب تک وہ کھیتی باڑی میں مشغول نہیں ہو جائیں گے اور جب کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے تو عام لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ بحوالہ ابن المجاہد بن مرسلان واسنادہ اشہائی جید)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک بار اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جہاد میں نکلے تو آپ کا گزر ایک اعرابی کے خیمے کے پاس سے ہوا۔ اعرابی نے خیمے کا ایک کونہ ہٹا کر پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملا کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ جہاد میں جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا انہیں دنیا کا کچھ مال ہاتھ لگے گا جواب ملا ہاں انہیں غنیمت ملے گی جو مسلمانوں کے درمیان بانٹ دی جائے گی اس نے اپنے اونٹ کو لگام ڈالی اور لشکر کے ساتھ چل پڑا وہ اپنے اونٹ کو حضور اکرم ﷺ کے قریب لاتا تھا تو صحابہ کرامؓ اس کے اونٹ کو حضور اکرم ﷺ سے دور ہٹاتے تھے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس نجدی کو میری طرف آنے دو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تو جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ

مسلمانوں کا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو یہ اعرابی [لڑتا ہوا] شہید ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ تشریف لائے اور اسکے سر کے پاس خوشی سے مسکراتے ہوئے بیٹھ گئے پھر اچانک آپ نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا ہم [صحابہ کرامؓ] نے عرض کیا ہم نے آپ کو خوشی سے مسکراتے دیکھا پھر آپ نے اس سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا مسکرانا اور خوش ہونا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعزاز و اکرام کو دیکھ کر تھا اور چہرہ میں نے اس لئے پھیر لیا کہ اس کی بیوی حور عین اس وقت اس کے سر کے پاس ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

ان روایات سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ اگر جہاد میں مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ساتھ غنیمت کا بھی ارادہ ہو تو یہ نیت درست ہے لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ غنیمت کو پانے یا اس کا ارادہ رکھنے سے جہاد کے اجر میں کمی آجاتی ہے جیسا کہ پہلے صحیح احادیث گزر چکی ہیں کہ جسے مال غنیمت مل جاتا ہے اسے اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں مل جاتا ہے اور جن کو مال غنیمت نہیں ملتا وہ اپنا پورا اجر پالیتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح مسلم)

یہی وجہ ہے کہ ماضی میں ہمارے اسلاف میں سے کئی حضرات مال غنیمت سے بچنے کی کوشش کرتے تھے ان میں حضرت ابراہیم بن ادھم بھی تھے وہ جہاد کرتے تھے مگر مال غنیمت نہیں لیتے تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کیا آپ کو اس کے حلال ہونے میں شک ہے تو فرماتے تھے زہد تو حلال ہی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کے کسی مجاہد نے اشعار کہے [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے مالک کی بیٹی اگر تو نہیں جانتی تو لشکر والوں سے کیوں نہیں پوچھتی
وہ تجھے بتائیں کہ میں جنگ کے وقت لڑائی پر چھا جاتا ہوں لیکن مال
غنیمت سے بچتا ہوں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مال غنیمت کو دنیا سے بے رغبتی اور

آخرت کا اجر پانے کے لئے چھوڑ دینا ایک افضل عمل ہے اسی طرح اپنے دل سے مال کی لالچ نکالنے کے لئے مال غنیمت سے بچنا بھی اچھا ہے البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات میں بعض افراد کے لئے مال غنیمت نہ لینا افضل ہوتا ہے تو بعض اوقات میں بعض افراد کے لئے غنیمت لے لینا زیادہ افضل ہوتا ہے چونکہ اس مسئلے کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں اور حالات اور افراد کے اعتبار سے یہ مسئلہ بدلتا رہتا ہے اس لئے ہم اسے ذکر نہیں کر رہے اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات مال غنیمت نہ لینے کے پیچھے دکھاوے اور ریاکاری کا سبب چھپا ہوا ہوتا ہے اس لئے اپنی نیت کو اچھی طرح جانچنے اور درست کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

(۷) بعض لوگ جہاد کرتے ہیں اور ان کی نیت صرف دنیا کمانا ہوتا ہے چنانچہ اگر انہیں ایسی جگہ جہاد کے لئے بلایا جائے جہاں مال غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ تیار نہیں ہوتے ایسے لوگ اگر جہاد میں مارے گئے تو وہ شہید نہیں ہوں گے اور انہیں جہاد کا اجر بالکل نہیں ملے گا اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

(۸) بعض لوگ ریاکاری اور فخر کے لئے لڑتے ہیں اور ان کے دل میں عبادت اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا خیال تک نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف مجاہد یا بہادر کہلانے کے لئے جہاد میں نکلتے ہیں یہاں تک کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی تعریف نہیں کی جائے گی تو وہ جہاد ہی چھوڑ دیں ایسے لوگ بھی اگر جہاد میں مارے گئے تو وہ ہرگز شہید نہیں ہوں گے بلکہ یہی مقتول ان تین میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سب سے پہلے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی ایسا شخص اللہ کے غضب اس کی ناراضگی اور دردناک عذاب کا مستحق ہے کیونکہ وہ ایک عبادت والا کام اللہ کے لئے کرنے کی بجائے اپنی ذات کے لئے شہرت ناموری اور فخر کے لئے کرتا ہے چنانچہ وہ ایک طرح کے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔

(ابن ماجہ، المستدرک)

جب تھوڑا سا دکھاوا شرک ہے تو پھر زیادہ دکھاوا اور وہ بھی مرتے وقت کتنا خطرناک ہوگا؟ اے اللہ ہم تیری ناراضگی والے کاموں سے پناہ مانگتے ہیں۔

(۹) اور اگر جہاد میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر بھی ملے اور لوگوں میں اس کے جہاد اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بھی ہو چنانچہ وہ ایسی جگہ جہاد نہ کرے جہاں شہرت ملنے کا امکان نہ ہو ایسا شخص بھی شہید نہیں ہے اس بارے میں روایات پہلے گزر چکی ہیں۔ البتہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر اس کے دل میں اجر کی نیت زیادہ ہوگی تو اسے اجر ملے گا اور اگر شہرت کی نیت زیادہ ہوگی تو اسے اجر نہیں ملے گا لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے کیونکہ قیامت کے دن ریاکار کو کہہ دیا جائے گا کہ اپنے عمل کا اجر انہیں سے وصول کرو جن کے لئے تم نے یہ عمل کیا تھا۔ (ترمذی)

(۱۰) اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد کرے تاکہ اسے بے بسی قرضے تنگی یا کسی مصیبت سے نجات مل جائے [یعنی وہ شخص کسی مصیبت بیماری یا قرضے میں مبتلا ہے اب وہ جہاد میں نکلتا ہے تاکہ شہید ہو کر اس کی جان چھوٹ جائے] اور اس کے دل میں اللہ کی رضا جوئی یا اس کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت ہرگز نہیں ہوتی ایسی نیت کے بارے میں بھی دو قول ہیں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ایسا شخص شہید ہوگا کیونکہ اس نے موت کے لئے غلط راستہ [خودکشی وغیرہ] اپنانے کی بجائے جہاد کو اختیار کیا اور اس کے دل میں ایمان پہلے سے موجود ہے بس یہی اس کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ لیکن ایسے شخص کو شہداء اولین مخلصین کا مقام نصیب نہیں ہوگا۔

مجاہد کے لئے اجرت یا وظیفے کا مسئلہ

[چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے ہم مصنف کی تقریر کے علاوہ بعض دیگر کتب کے تعاون سے اس مسئلے کی تفصیلات کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں]

(۱) جعل اسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا امیر گھر بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذمے مجاہدین کے تعاون کے لئے کچھ مال مقرر کر دے اور یہ اعلان کر دیا جائے کہ جو جہاد میں نکلنا چاہتا ہے نکلے اور جو نہیں نکلنا چاہتا وہ مجاہدین کے لئے اتنا مال دے۔ عام حالات میں یہ مکروہ ہے لیکن اگر بیت المال خالی ہو یا بیت المال ہی نہ ہو اور مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہو تو یہ جائز ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجرت کے مشابہ ہے لیکن چونکہ جہاد کو قائم رکھنا ضروری ہے اس لئے بوقت ضرورت اس کی اجازت ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے صفوان سے تمیں زرہیں لی تھیں۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

(۲) اگر لوگوں پر مال کو لازم نہ کیا جائے بلکہ انہیں صرف ترغیب دی جائے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے بلکہ اس کے فضائل مجاہد کو سامان دینے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

☆ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مجاہد کو اس کا اپنا اجر ملتا ہے جبکہ مال دینے والے کو اپنا اجر بھی ملتا ہے اور مجاہد کا بھی۔ (ابوداؤد)

(۳) اگر کوئی شخص صرف وظیفے یا تنخواہ کے لئے جہاد میں نکلے اس طور پر کہ اگر اسے تنخواہ نہ دی جائے تو وہ جہاد نہیں کرے گا تو ایسا شخص نہ تو مجاہد ہے اور نہ مرنے کی صورت میں وہ شہید ہوگا۔

(۴) وہ شخص جو اعلان کرے کہ میں اتنے پیسے لے کر جہاد میں نکلنے کے لئے تیار ہوں کون ہے جو میری خدمات حاصل کرے یا کون شخص ہے جو اتنی رقم دے کر اپنی طرف سے مجھے جہاد میں بھیجے ایسا شخص بھی مجاہد نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی اجر یا شہادت نہیں ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص فقیر ہے اور اس کے پاس جہاد میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے ایسے شخص کے لئے وظیفہ لینا جائز ہے بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ اگر میرے پاس

ذاتی رقم آگئی تو میں وظیفہ نہیں لوں گا بلکہ بغیر وظیفے کے جہاد کرتا رہوں گا ایسا شخص بہر حال مجاہد ہے اور اس کے لئے اجر بھی ہے اور شہادت بھی۔

(۶) ایک آدمی جہاد میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نکلتا ہے مگر پھر امیر کی طرف سے اسے جہاد کے دوران خرچہ وغیرہ دیا اس کے گھر والوں کا نفقہ وغیرہ دیا جاتا ہے تو اس کے لئے یہ خرچ لینا جائز ہے لیکن اگر خرچہ نہ ملنے کی صورت میں وہ جہاد چھوڑ دے تو پھر اس کی نیت مشکوک ہے اسی طرح مالدار آدمی کو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے خرچہ لینے سے بچنا چاہئے کیونکہ جہاد تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جاتا ہے اور جہاد کا مقصد جان و مال کی قربانی ہے نہ کہ مال کمانا اور جان کو پالنا۔

(۷) جو مجاہد ضرورت کی وجہ سے خرچہ لیتے ہیں ان کی مثال زبان نبوت سے ملاحظہ کیجئے:

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو میری امت میں سے جہاد کرتے ہیں اور وظیفہ لیتے ہیں اور اس وظیفے کے ذریعے دشمن کے خلاف طاقت حاصل کرتے ہیں ان کی مثال حضرت موسیٰ کی والدہ جیسی ہے جو اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھیں اور خرچہ بھی لے رہی تھیں [کیونکہ فرعون نے ان کے لئے دودھ پلانے کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا]۔

(۸) اگر کوئی آدمی اجرت لے کر میدان جہاد میں پہنچا مگر وہاں اس کے دل میں اخلاص پیدا ہو گیا تو اسے لڑنے کا اجر اور مرنے کی صورت میں شہادت کا مقام ملے گا۔

(۹) وہ شخص جسے جہاد کے کسی اور کام مثلاً سامان اٹھانے وغیرہ پر مزدور رکھا گیا مگر وہ اس کام کے علاوہ لڑائی میں بھی شریک ہو گیا تو اسے جہاد کا اجر اور شہادت کا مقام ملے گا۔ یہی حکم تاجروں اور کاریگروں کا بھی ہے۔

(۱۰) وہ مجاہد جو اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا تھا مگر پھر مال ہی اس کا مقصود بن گیا اس طور پر کہ اگر اسے مال یا وظیفہ نہ ملے تو وہ جہاد چھوڑ دے یہ وہ بد قسمت شخص ہے جس

نے اپنے عمل کو تباہ کر دیا۔ اور جہاد جیسے عظیم عمل کو حقیر دنیا کے بدلے بیچ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین)

اہم فصل

وہ شخص جو اخلاص کے ساتھ نکلا تھا مگر پھر وہ دکھلاوے ریاکاری [اور شہرت پسندی] میں مبتلا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ [ہم اس مسئلے کو ترتیب سے عرض کرتے ہیں]

(۱) اگر ریاکاری اور دکھلاوے کی نیت پیدا ہونے سے پہلے وہ کچھ جہادی اعمال اخلاص کے ساتھ کر چکا ہے تو ان سابقہ اعمال کا اجر اسے ملے گا۔ لیکن اگر ان سابقہ اعمال کو بھی دکھلاوے اور شہرت کیلئے استعمال کر رہا ہے تو وہ اعمال بھی برباد اور موجودہ بھی برباد ہو جائیں گے۔

(۲) اگر کسی نے ریاکاری کی نیت سے پہلے کوئی عمل نہیں کیا بلکہ جیسے ہی جہاد میں نکلا اور لوگوں کے اکرام کو دیکھا تو اسے لوگوں کو اپنے احوال بتلانے سے خوشی محسوس ہونے لگی اور لوگوں کی تعریف سے اسے سکون ملنے لگا اور اس کی نظر اللہ کی رضاجوئی سے ہٹ گئی تو اس کا تمام عمل برباد ہو گیا اور وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا مستحق بن گیا۔

(۳) اگر کسی کو ریاکاری کا خیال پیدا ہو گیا لیکن اس کی کارگزاری لوگوں کو معلوم نہ ہو سکی مگر پھر بھی وہ جہاد میں لگا رہا تو اس کا عمل ان شاء اللہ مقبول ہوگا کیونکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کر رہا ہے۔ اسی لئے لوگوں کو اطلاع نہ ہونے کے باوجود وہ ڈٹا ہوا ہے۔

(۴) اگر اللہ کی رضا کے لئے جہاد شروع کیا تھا مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس کو یہ نیت یاد نہ رہی اور نہ ہی اسکے علاوہ کوئی اور غلط نیت پیدا ہوئی تو ایسے شخص کے لئے پہلی نیت ہی کافی ہے چنانچہ اسے اجر بھی ملے گا اور شہادت بھی۔

(۵) اگر ایک شخص اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا اور لڑائی شروع ہوتے وقت

تک اس کی نیت یہی رہی مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ ڈر گیا اور اسکے دل میں بزدلی آگئی لیکن اب وہ لوگوں سے شرم کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹتا اگر اسے اندھیرا یا لوگوں کی نظروں سے بچ کر بھاگنے کا موقع مل جاتا تو وہ بھاگ جاتا لیکن وہ اس لئے نہیں بھاگتا کہ لوگ اسے بزدل اور شکست خوردہ بھگوڑا کہیں گے چنانچہ وہ لڑتا ہوا مارا گیا تو ایسے شخص پر افسوس کے آنسو بہائے جانے چاہئیں کیونکہ اس نے محض لوگوں کی خاطر جان جیسا قیمتی سرمایہ قربان کر دیا۔ پس ایک مجاہد پر لازم ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر اس میں کچھ کمی ہے تو اسے اللہ کے سامنے اس طرح گڑگڑانا چاہئے جس طرح سے پانی میں ڈوبتا شخص گڑگڑاتا ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور اسے اخلاص کی دولت عطاء فرمادے۔

فصل

اگر ایک شخص نے اخلاص کے ساتھ جہاد کر لیا مگر بعد میں اسے یہ شوق پیدا ہو گیا کہ لوگ اس کے جہاد کو جانیں اور اس کی بہادری اور کارنامے لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ چیز بھی خطرناک ہے جبکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت اس کے عمل کو ضائع کرنے والی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سنا کہ وہ کہتا ہے میں نے رات کو سورہ بقرہ پڑھی تھی فرمایا بس اسے یہی کچھ مل گیا [یعنی لوگوں کو پتہ چل گیا یہی اس کی تلاوت کا بدلہ ہے] (احیاء علوم الدین)

☆ اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ میں نے زندگی بھر روزہ رکھا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تو نے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا [یعنی تجھے کچھ اجر نہیں ملا]۔ (مسلم)

بہر حال چونکہ یہ ایک خطرناک بات ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاد اور

اپنے دوسرے نیک اعمال کا تذکرہ نہ کیا کرے تاکہ اس کے عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ لیکن اگر اپنے عمل کا تذکرہ کرنے سے مقصود یہ ہو کہ لوگ اس عمل کی طرف راغب ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب ہو اور ان کے دل میں بھی قوت اور سخاوت پیدا ہو تو پھر تذکرہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

ہمارے اسلاف کا واقعات بیان کرنے سے یہی مقصد ہوتا تھا اور اس صورت میں بھی زیادہ احتیاط والی بات یہ ہے کہ اپنے واقعات اپنے اوپر چسپاں کرنے کی بجائے یوں بیان کرے کہ ایک مجاہد کا واقعہ یوں ہے یا ایک شخص نے اپنا اتنا مال خرچ کیا وغیرہ وغیرہ، اگر اس طرح واقعات سنانے سے ترغیب اور دعوت کا مقصد پورا ہو سکتا ہو تو پھر اپنا نام نہ لے بلکہ اسے مخفی رکھے ہمارے اکثر اسلاف کا طریقہ یہی رہا ہے کیونکہ ریاکاری کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ چیونٹی کی چال سے زیادہ چپکے سے انسان کے دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد)

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگوں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی یہ نیت لوگوں پر ظاہر فرما کر اسے حقیر و ذلیل کر دیتا ہے۔ (الطبرانی فی الکبیر)

ایسی ہی روایت بخاری اور مسلم میں بھی آئی ہے انہیں احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بہت سارے اکابر ریاکاری کے خوف سے اپنے اعمال کو چھپانے کے لئے سخت محنت فرماتے تھے (اس سلسلے میں بطور مثال دو واقعات ملاحظہ فرمایئے)۔

واقعہ نمبر ۱ :

عبداللہ بن سنان فرماتے ہیں کہ میں طرسوس (نامی مقام) پر جہاد میں حضرت عبداللہ بن مبارک اور معتمر بن سلیمان کے ساتھ تھا اچانک دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت معتمر بن سلیمان بھی لشکر میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب مسلمان اور دشمنوں کی صفیں آمنے سامنے آگئیں تو رومیوں کی طرف سے

ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان آگے بڑھا مگر رومی نے شدید حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور پھر اس نے مقابلے کی دعوت دی اس طرح سے اس نے یکے بعد دیگرے چھ مسلمان شہید کر دیئے وہ رومی دونوں لشکروں کے درمیان اکڑ کر چل رہا تھا اور بار بار مقابلے کی دعوت دے رہا تھا مگر کوئی اس کے مقابلے میں نہیں نکل رہا تھا یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے اگر میں شہید ہو گیا تو تم فلاں فلاں کام کر لینا پھر انہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس رومی کے سامنے جا پہنچے۔ تھوڑی دیر تک مقابلہ ہوا اور حضرت نے اس رومی کو قتل کر دیا اور پھر مقابلے کی دعوت دی مگر رومی آپ سے سخت خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور کہیں غائب ہو گئے اچانک میں نے انہیں اپنی سابقہ جگہ پر کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجھے فرما رہے تھے اے عبداللہ بن سنان اگر تم نے میری زندگی میں یہ واقعہ کسی کو سنایا تو پھر .... عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں سنایا۔

(ابن عساکر)

واقعہ نمبر ۲ :

مسلمہ بن عبدالملک نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا مگر انہیں سخت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی (اور قلعہ فتح نہیں ہوا) اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا لشکر میں سے ایک شخص (مثالی بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے) اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا (جنگ کے بعد) مسلمہ بن عبدالملک نے اعلان کروایا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سر انجام دیا آگے آئے مگر تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہیں آیا جب چوتھی بار منادی کرائی گئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا امیر صاحب میں وہ شخص ہوں پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا اللہ کے لئے میرا نام کارگزاری میں نہ لکھئے اور نہ مجھے کوئی انعام دیجئے اور نہ مجھے اپنے کام سے

بچالیجئے۔ مسلمہ بن عبد الملک نے کہا ٹھیک ہے ہم ایسا ہی کریں گے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا اور مسلمہ بن عبد الملک ہر نماز کے بعد دعا میں کہتے تھے اے میرے پروردگار مجھے اس شخص کے ساتھ شامل فرما دیجئے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس طرح کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق عطاء فرمانے والا ہے۔

[یہ اس کتاب کا اہم ترین باب ہے بلکہ اگر اسے پوری کتاب کا مغز کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ حضرات مجاہدین کو کم از کم ہر مہینے اس باب کو اکٹھے بیٹھ کر پڑھنا چاہئے اور مجاہدین کی ٹریننگ کے دوران روزانہ بلاناغہ اس باب کا کچھ حصہ پڑھ کر سنانا چاہئے مجاہدین کے دفاتر میں بھی اس کی تعلیم کرانی چاہئے اور جو مجاہدین حکومتی عہدوں پر فائز ہوں وہ بھی اپنے اجلاسوں کے دوران اس باب کو پڑھا کریں اس باب کو پڑھنے کی اتنی زیادہ تلقین اور تاکید اس لئے کی جا رہی ہے کہ یہی باب چند وجوہات کی بناء پر مجاہدین کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مجاہدین کی اہم ترین ضرورت

(۱) مجاہدین اللہ کے لئے اپنے گھربار اور عیش و آرام کو چھوڑتے ہیں مگر شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان میں ریاکاری پیدا ہو جائے اور مجاہدین کی دنیا آخرت دونوں تباہ ہو جائیں اس باب کی تعلیم اور مطالعہ مجاہد کو یہ بات یاد دلائے گا کہ وہ اپنے عمل کو ان انسانوں کے درمیان عزت پانے کے لئے تباہ نہ کرے جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جن کے ہاں عزت بھی عارضی ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ عزت سے جوتے اٹھاتے ہیں وہی بدگمان ہونے کے بعد جوتے سر میں مارنے سے دریغ نہیں کرتے۔

(۲) اگر جہاد میں اخلاص نہیں ہوگا تو مجاہد سے غلطیاں ہوں گی وہ شہوت پرست لٹیرا بن جائے گا اور دشمنوں کو مسلمانوں پر ہنسنے کا موقع ملے گا اس باب کو بار بار پڑھنے سے

امید ہے کہ انشاء اللہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔

(۳) آج کل کی بعض تنظیمیں اور دوسری پارٹیاں اپنی تشہیر کے لئے جھوٹ تک بولتی ہیں اور مجاہدین کی طرف جھوٹی کارروائیوں اور کارناموں کی نسبت کرتی ہیں اور واقعات بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیتی ہیں۔ ان کا یہ طرز عمل مجاہدین پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور ان میں سے بعض جھوٹے اور مبالغہ پرست بن جاتے ہیں۔ اس باب کا مطالعہ مجاہدین کی اس وباء سے حفاظت کر سکتا ہے۔

(۴) مجاہدین کی ریاکاری کی وجہ سے عسکری طور پر بھی بے حد نقصانات ہوتے ہیں اور دشمن کو تفتیش کرنے اور مجاہدین تک پہنچنے میں سہولت ہو جاتی ہے بلکہ مجاہدین کی طرف سے ریاکاری اور دکھلاوے والے بیانات دشمن کا آدھا کام سر انجام دے دیتے ہیں اس کی بجائے اگر اخفاء سے کام لیا جائے تو دشمن کو سخت مشکلات پیش آسکتی ہیں اور مجاہدین کی نشاندہی کرنے میں اس کا بے شمار سرمایہ اور صلاحیت ضائع ہو سکتی ہے اس باب کا مطالعہ مجاہدین میں اخفاء کا جذبہ پیدا کرے گا جو ان کے لئے عسکری اور جنگی اعتبار سے بھی سخت ضروری ہے۔

(۵) عام طور پر مسلمان مجاہدین کی مدد کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں اسی لئے غالباً بعض جہادی تنظیمیں مبالغہ آمیزی اور بعض جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتی ہیں تاکہ لوگوں کو متاثر کیا جا سکے لیکن اگر اس باب کی تعلیم کثرت سے کرائی جائے تو مجاہدین میں اللہ کی ذات پر اعتماد اور یقین بڑھے گا اور اللہ تعالیٰ خود ان کی ضروریات کو پورا فرمائے گا اور انہیں کسی سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی بلکہ اللہ تعالیٰ مخلص لوگوں کے قلوب خود بخود ان کی طرف متوجہ فرمائے گا اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجاہدین تک خود مالی امداد پہنچائیں گے الحمد للہ جو مخلص تنظیمیں اس اصول کو اپنائے ہوئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

(۹) آخری اور سب سے اہم گزارش یہ ہے کہ اس باب کو پڑھنے کے بعد دل تھام کر نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارا جہاد تو قبول ہی نہیں ہوگا چنانچہ ریاکاری سے بچنے کے لئے خدانخواستہ جہاد ہی چھوڑ دیں۔

مصنف ؒ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد مجاہدین میں اخلاص پیدا کرنا ہے تاکہ وہ اور زیادہ محنت اور جذبے کے ساتھ جہاد کر سکیں۔ آج اگر کوئی ریاکاری کی وجہ سے جہاد چھوڑ دے گا تو پھر کون سا عمل ایسا ہے جس میں ریاکاری کا خطرہ نہیں ہے۔ تو کیا اس طرح اعمال چھوڑ دینا ہی ریاکاری کا علاج ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ حضرات اکابر نے تو لکھا ہے کہ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑ دینا خود سب سے بڑی ریاکاری ہے کیونکہ مخلوق کو دکھانے یا نہ دکھانے پر نظر گئی اور اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹ گئی اسی کو ریاکاری اور شرک خفی کہتے ہیں۔ اخلاص تو تمام اعمال کی جان ہے اور جان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اسی طرح نیت کی بھی حفاظت کرنی چاہئے۔ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کا سانس اکھڑنے لگے تو وہ سانس کو بحال کرنے والی دوائیاں کھانے کی بجائے سانس کو بالکل بند کرنے والی دوائی یعنی زہر کھانا شروع کر دے۔ مجاہدین کو چاہئے کہ مخلصین اولیاء کرام کی صحبت میں بیٹھ کر نیت کو درست کرنے اور درست رکھنے کے طریقے سیکھیں اور ساری زندگی اہل حق علمائے کرام کی رہنمائی میں گزاریں۔ اور اس دنیا کی زندگی کو ہمیشہ عارضی اور فانی سمجھیں اور اپنے جہاد کی قیمت یا بدلہ دنیا میں وصول کرنے کا تصور بھی نہ کریں تب انشاء اللہ ان میں اخلاص پیدا ہو جائے گا اور انشاء اللہ تادم شہادت محفوظ رہے گا۔

یا اللہ تو اپنے فضل و کرم سے ہم سب مسلمانوں کو اخلاص کی دولت عطاء فرما اور ریاکاری کی غلاظت سے محفوظ فرما۔ آمین ثم آمین

ستائیسواں باب

جہاد میں درد سر اور بیماری کی فضیلت اور ہر طرح کی موت کے شہادت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ. (آل عمران ۱۵۷۔۱۵۸)

اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ (شہید ہو جاؤ) یا مر جاؤ تو یقیناً اللہ کی بخشش اور رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں اور اگر تم مر گئے یا شہید ہو گئے تو اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۲) وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (نساء۔۱۰۰)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۳) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) ہجرت کی (پناہ گھر چھوڑا) پھر وہ لوگ (جہاد میں کافروں کے ہاتھوں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ان کو ضرور عمدہ رزق دے گا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر

لعلیم حلیم. (الحج ۵۸-۵۹) روزی دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں داخل فرمائیں گے ایسی جگہ جس کو وہ (شہداء) بہت پسند کریں گے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے تحمل والے ہیں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس قیام کرنے والے روزہ رکھنے والے جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا [یہ اجر مجاہد کو ملتا رہتا ہے] یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اجر یا غنیمت دے کر واپس گھر لوٹا دے یا اسے موت دیکر جنت میں داخل کر دے۔

(بخاری۔ مسلم)

[اس حدیث شریف میں موت کا ذکر ہے قتل کا نہیں یعنی اسے طبعی موت آجائے یا کسی اور طرح سے وہ انتقال کر جائے ہر حال میں اسکے لئے جنت کا وعدہ ہے]۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، اللہ کے راستے میں قتل ہونے والے کو [ہم شہید شمار کرتے ہیں] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تب تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے رہ جائیں گے [یاد رکھو] اللہ کے راستے میں قتل ہونے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں اپنی سواری سے گر کر مرنے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور اللہ کے راستے میں ذات الجنب کے پھوڑے سے مرنے والا شہید ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابوداؤد)

☆ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں نکلا پھر وہ [طبعی موت] مر گیا۔ یا قتل کیا گیا [وہ ہر حال میں] شہید ہے۔ وہ گھوڑے یا اونٹ سے گر گیا یا کسی زہریلے جانور نے اسے ڈس لیا یا وہ

اپنے بستر پر مر گیا یا کسی بھی طرح جیسے اللہ نے چاہا وہ مر گیا تو وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے (ابوداؤد۔ المستدرک)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے رب کا قول نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرا جو بندہ بھی میرے راستے میں میری رضا جوئی کے لئے جہاد میں نکلتا ہے میں اس کا ضامن ہوں کہ اگر میں نے اسے لوٹایا تو اجر یا غنیمت دیکر لوٹاؤں گا اور اگر اس کی روح قبض کر لی تو اسے بخش دوں گا۔ (نسائی۔ ترمذی)

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے گا یا انتقال کر جائے گا وہ جنتی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ورجالہ ثقات)

☆ خالد بن معدانؒ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے امان پائے ہوئے لوگ ہیں وہ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہوں یا اپنے بستروں پر مرے ہوں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا)

☆ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلا...... پھر آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں کو اکٹھا فرمایا...... پھر ارشاد فرمایا: اور کہاں ہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے؟ جو شخص اللہ کے راستے میں نکلا پھر وہ اپنی سواری سے گر کر مر گیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے پکا ہو گیا اور اگر طبعی موت مر گیا تب بھی اس کا اجر اللہ کے ذمے پکا ہو گیا اور جو مار کر قتل کیا گیا تو جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد)

☆ حضرت عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سمندر میں دو جنازوں میں تشریف لائے ان میں سے ایک تو منجنیق [کے گولے] سے شہید ہوئے تھے جبکہ دوسرے کا انتقال ہوا تھا حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر بیٹھ گئے جس کا

انتقال ہوا تھا کسی نے ان سے کہا آپ نے شہید کی قبر چھوڑ دی اور اس طبعی موت مرنے والے کی قبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ ان دو طرح کی قبروں میں سے کسی قبر میں سے میں اٹھایا جاؤں (یعنی میرے نزدیک جہاد میں شہید ہونا اور مرنا برابر ہے اور میں اپنے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک قبر کو پسند کرتا ہوں)

بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ (حج ۵۸، ۵۹)

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (جہاد میں کافروں کے ہاتھوں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عمدہ رزق دے گا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو داخل فرمائیں گے ایسی جگہ جس کو وہ (شہداء) بہت پسند کریں گے۔

اے بندے اگر تجھے پسندیدہ جگہ پر داخل کر دیا جائے اور بہترین روزی عطاء کر دی جائے تو پھر تجھے اور کیا چاہئے۔ اللہ کی قسم میں پرواہ نہیں کرتا کہ ان دو قبروں میں سے کس سے میں اٹھایا جاؤں گا۔ (کتاب الجہاد ابن المبارک، الطبری فی التفسیر)

☆ حمید بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک کا اسم گرامی حمہ رضی اللہ عنہ تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (جہاد کے لئے) اصفہان تشریف لائے اور انہوں نے دعاء فرمائی اے میرے پروردگار حمہ کو گمان ہے کہ وہ تجھ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اگر حمہ اپنے اس گمان میں سچا ہے تو آپ اس کے گمان کو سچا فرما دیجئے اور اگر جھوٹا ہے تب بھی اسے یہ عطاء فرما دیجئے اگرچہ وہ ناپسند کرے اے میرے پروردگار حمہ کو اس سفر سے واپس نہ لوٹا یئے اس کے بعد ان کے پیٹ میں تکلیف

ہوئی اور اصفہان ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا اے لوگو! ہم نے اللہ کے نبی سے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے اس کے مطابق حمہ کو شہادت والی موت نصیب ہوئی ہے۔ (اسد الغابہ، ابن حمدہ، ابو نعیم)

☆ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جس شخص نے اللہ کے راستے میں گھوڑا تیار کیا پھر اپنے بستر پر مر گیا وہ بھی شہید ہے اور جس نے اللہ کے راستے میں اسلحہ یا گھوڑا تیار کرنے کا ارادہ کیا مگر تیار کرنے سے پہلے مر گیا تو وہ بھی شہید ہے اور اگر اس کی نیت تو ہے کہ اسلحہ یا گھوڑا تیار کرے مگر اسے اس کی استطاعت نہیں ملی اور وہ مر گیا تو وہ بھی شہید ہے۔ (شفاء الصدور)

مسئلہ

بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ اللہ کے راستے میں مارا جانے والا اور انتقال کرنے والا بالکل برابر ہیں۔

ان کی دلیل ام حرام رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے جنہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم پہلوں میں سے ہو اور ان کا گھوڑے سے گر کر انتقال ہوا تھا۔ (بخاری)

دوسرے علماء کرام کا یہ خیال ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہونے والے کو کچھ زیادہ فضائل حاصل ہیں یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے ان حضرات کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ☆ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا سب سے افضل جہاد کون سا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس میں تمہارے گھوڑے کو مار دیا جائے اور تمہیں بھی قتل کر دیا جائے۔ (موارد الظمآن)

(۲) وہ شخص جو کسی چیز کی نیت کرے اور پھر اسے پا بھی لے وہ یقیناً اس سے افضل ہے جو کسی چیز کی نیت تو کرے مگر اسے پا نہ سکے۔

(۳) شہید کو قرآن مجید نے مردہ کہنے سے منع کیا ہے۔

(۴) شہید کو ان زخموں کا بھی اجر ملے گا جو اسے لگتے ہیں۔ ان زخموں کے فضائل پہلے گزر چکے ہیں۔

(۵) شہید جنت میں جا کر دنیا میں واپس آ کر بار بار شہید ہونے کی تمنا کرے گا ممکن ہے کہ اللہ کے راستے میں مرنے والا بھی واپسی کی تمنا کرے مگر وہ بھی واپس آ کر قتل ہونے کی تمنا کرے گا۔ اسی سے قتل ہونے کی فضیلت ثابت ہو گی۔

(۶) شہید پر جو احکام جاری ہوتے ہیں مثلاً اسے غسل نہیں دیا جاتا بعض ائمہ کے ہاں اس کی جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی جاتی۔ [جبکہ احناف کے ہاں جنازہ تو پڑھا جاتا ہے مگر غسل وغیرہ نہیں دیا جاتا] یہ احکام میت کے لئے نہیں ہیں اسی طرح اور بھی بہت سارے فضائل شہید کو حاصل ہیں۔

[اللہ کے راستے میں کوئی قتل ہو یا اس کا کسی اور طرح سے انتقال ہو جائے وہ بلاشبہ شہید ہے جیسا کہ اوپر احادیث گزر چکی ہیں بندے کا کام صرف اتنا ہے کہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دے۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ کس طرح سے اسے قبول کرتا ہے۔ چونکہ بندے نے اپنی ذمے داری ادا کر دی ہے اس لئے اب اسے جس طرح بھی موت آئے وہ اللہ کے ہاں بڑے مقامات اور مغفرت کا مستحق بنتا ہے۔ جہاں تک قتل ہونے والے کے خصوصی فضائل کا تعلق ہے تو ان کی مثال سونے پر سہاگے جیسی ہے اور بس]

فصل

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے سر میں اللہ کے راستے [جہاد] میں نکل کر درد ہو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں جو شخص اللہ کے راستے میں نکل کر ایک دن بیمار ہو اللہ تعالیٰ اسے ایک سال کی عبادت کا اجر عطاء فرماتا ہے۔ (ابن مبارک)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے راستے میں ایک دن بیمار ہوا تو یہ ایک ہزار غلام آزاد کرنے اور انہیں جہاد کا سامان دینے اور قیامت کے دن تک اس پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (شفاء الصدور)

[مجاہد اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے اس لئے مجاہد کی بیماری پر اتنے فضائل کا ملنا کچھ بعید بات نہیں ہے۔ بس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس راستے کی سمجھ عطاء فرما دے پھر ان کے لئے خیر ہی خیر ہے اور فضائل ہی فضائل۔

یا اللہ ہم سب مسلمانوں کو جہاد کی سمجھ عطاء فرما۔ (آمین ثم آمین)]

اٹھائیسواں باب

شہادت کی خواہش شہادت کے لئے دعاء کرنے کی ترغیب اور بعض شہادت پانے والوں کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(۱) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم — ہم کو سیدھے راستے چلا، ان لوگوں کے راستے جن پر تو اپنا انعام کرتا ہے۔

(الفاتحہ۔ ۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعاء کیا کریں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ اور وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اس آیت میں مذکور ہیں۔

(۲) فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین وحسن اولٰئک رفیقا (النساء۔ ۶۹) — تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (کے ساتھ) اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

☆ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مقام تک پہنچادے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (مسلم شریف)

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دو دفعہ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی دیر جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی پھر وہ انتقال کر گیا یا قتل کر دیا گیا تو اس کے لئے شہید کا اجر ہے۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

[اس طرح کی روایات کتب حدیث میں بہت زیادہ ہیں ہم نے ان میں سے مذکورہ بالا دو روایات ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے]

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں حاضر ہوا اور حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہ شخص جب صف میں پہنچا تو اس نے کہا اے میرے پروردگار مجھے وہ سب سے افضل چیز عطاء فرمایئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابھی کون یہ دعاء کر رہا تھا اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں [یہ دعاء کر رہا تھا] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تب تو تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ کے راستے میں شہید کیا جائے گا [یعنی یہی وہ افضل ترین چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطاء فرماتے ہیں]

(ابویعلی۔ البزار۔ ابن حبان۔ المستدرک صحیح الاسناد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پروردگار میری امت کی موت اللہ کے راستے میں نیزوں اور طاعون سے مارے جانے کو بنا دیجئے۔ (مسند احمد)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لئے شہادت کی دعاء فرمائی جبکہ آگے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات مبارک کے لئے بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ (بخاری شریف)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب شہداء احد کا تذکرہ کرتے تو ارشاد فرماتے اللہ کی قسم مجھے یہ محبوب ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں شہید کر دیا گیا ہوتا۔ (المستدرک وقال صحیح علی شرط مسلم)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا آؤ ہم دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ پہلے میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو کچھ دیر میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے پھر اس کے بعد اے اللہ تعالیٰ مجھے اس پر فتح نصیب فرما یہاں تک کہ میں اسے قتل کر دوں۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے آمین کہی اور پھر انہوں نے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو بڑا ہی سخت زور آور اور غضب ناک ہو میں محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے بالآخر وہ مجھے قتل کر دے اور میری ناک اور کان کاٹ لے اور اے پروردگار جب میں تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے اے عبداللہ یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے تو میں عرض کروں اے اللہ تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں اور تو اس وقت یہ فرمائے تو نے سچ کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی دعاء میری دعاء سے بہتر تھی میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں۔ (زرقانی، المستدرک)

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ جس طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعاء کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اسی طرح ان کی دعاء کا آخری حصہ

بھی قبول فرمائے گا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

واقعہ نمبر ۱:

غزوہ موتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے امراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا اے ابن رواحہ کس چیز نے آپ کو رلایا ہے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے [ترجمہ [تم میں سے ہر شخص نے دوزخ پر سے گزرنا ہے اور اللہ کے نزدیک یہ بات مقدر ہو چکی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ جہنم پر گزرنے کے بعد میرے لئے واپسی کیسے ہو گی (پس یہی چیز مجھے رلا رہی ہے] مسلمانوں نے [لشکر کو رخصت کرتے ہوئے] کہا اللہ کا ساتھ تمہیں نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا سوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ کیا غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

واقعہ نمبر ۲:

ابن عساکر ایک ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو خود غزوہ موتہ میں شریک تھے وہ فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ کے دن ہم نے بہت سخت جنگ کی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ [جو مسلمانوں کے پہلے امیر تھے] نے زرہ پہن لی اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترے اور زرہ بھی اتار دی اور فرمایا یہ کون لے گا پھر آپ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر رضی

اللہ عنہ نے لے لیا وہ بھی پہلے زرہ پہن کر سوار ہو کر لڑتے رہے پھر انہوں نے بھی زرہ اتاری اور گھوڑے سے اتر کر لڑے اور شہید ہو گئے تب حضرت عبداللہ بن رواحہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا اٹھا لیا اور پہلے والے دو حضرات کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

☆ حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دعاء فرمایا کرتے تھے اے میرے پروردگار مجھے اپنے رستے کی شہادت عطاء فرمایئے اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرمایئے۔ (بخاری)

سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں [خراسان اور بصرہ کے حاکم] جراح بن عبداللہ حکمیؒ کے پاس گیا تو انہوں نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھا لئے ان کے وزراء نے بھی ہاتھ اٹھا لئے وہ کافی دیر دعاء کرتے رہے پھر مجھ سے کہنے لگے اے ابو یحییٰ کیا تم جانتے ہو کہ ہم کیا مانگ رہے تھے میں نے کہا نہیں، میں نے تو تمہیں توجہ سے دعاء مانگتے دیکھا تو میں نے بھی ہاتھ اٹھا لئے انہوں نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگ رہے تھے۔ سلیم کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان تمام حضرات کو شہادت نصیب ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء)

حمید بن ہلالؒ بیان کرتے ہیں کہ اسود بن کلثوم جب چلتے تھے تو اپنے پاؤں اور انگلیوں کے پوروں کی طرف دیکھتے تھے ۔۔۔ جب وہ جہاد کے لئے نکلے تو انہوں نے دعاء کی اے میرے پروردگار میرا نفس آسائی کے دنوں میں یہ گمان کرتا تھا کہ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے اگر میرا نفس سچا ہے تو پھر اسے اپنی ملاقات نصیب فرما اگر یہ جھوٹا ہے تو تب بھی اس پر اپنی ملاقات ڈال دے اگرچہ یہ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے۔ اور میری موت کو اپنے راستے کی شہادت بنا دیجئے اور میرا گوشت درندوں اور پرندوں کو کھلا دیجئے۔ اس کے بعد وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ چل پڑے اور ایک شگاف کے ذریعے ایک چار دیواری میں داخل ہو گئے اچانک دشمن کا لشکر آ گیا اور وہ اسی شگاف پر قابض ہو گیا حضرت اسود کے ساتھی تو کسی طرح

اس چار دیواری سے نکل گئے مگر وہ خود نہ نکل سکے یہاں تک کہ دشمنوں کی بڑی تعداد اس شگاف پر پہنچ گئی حضرت اسودؒ اپنے گھوڑے سے اترے اور انہوں نے گھوڑے کے منہ پر کوڑا مارا تو وہ گھوڑا اتنا تیز دوڑا کہ دشمنوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا پھر وہ پانی پر گئے اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے دشمن کہنے لگے کہ عرب لوگ اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہیں [یعنی نماز پڑھنے کے بعد وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں گے] نماز کے بعد حضرت اسود نے دشمنوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے بعد میں مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گزرا تو اس میں حضرت اسودؒ کے بھائی بھی تھے۔ ان کے بھائی سے کسی نے کہا کہ تم اس چار دیواری میں جا کر اپنے بھائی کی بچی کچھی ہڈیاں تو چن کر دفنا دو۔ ان کے بھائی نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا میرے بھائی نے ایک دعاء کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعاء کو قبول فرمایا ہے ان کے بھائی کے اس جواب پر دوسرے مسلمانوں نے تنقید نہیں کی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی ہشام جنگ یرموک میں شریک تھے۔ رات کو میں بھی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعاء کرتے رہے جب صبح [لڑائی] ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہو گئی جبکہ میں محروم رہا۔

(سیر اعلام النبلاء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دشمنوں پر برابر حملے کرتے رہے اور ان کی ایک بڑی تعداد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد گھوڑوں نے انہیں روند ڈالا یہاں تک کہ ان کے بھائی نے ان کے جسم کے ٹکڑے ایک چادر میں جمع کر کے پھر انہیں دفنا دیا۔

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں وہ اسلام کے بہترین مددگار تھے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ حنوط کی خوشبو لگا رہے تھے میں نے کہا چچا جان مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اور آپ یہاں ہیں (جنگ یمامہ میں ابتداءً مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح عطاء فرمائی) یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمانے لگے لو بھتیجے (ابھی میں نکل رہا ہوں) انھوں نے اسلحہ لٹکایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے اور فرمایا افسوس ہے مسلمانوں پر آج یہ کیا کر رہے ہیں اور افسوس ہے دشمنوں پر اور ان کے معبودوں پر۔ چھوڑ دو میرے گھوڑے کا راستہ تاکہ میں جنگ کی گرمی میں کود جاؤں اس کے بعد حملہ فرمایا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

مصنف فرماتے ہیں کہ حنوط کی خوشبو عام طور پر مردوں کو لگائی جاتی ہے۔ شاید حضرات صحابہ کرامؓ اپنے نفس کو موت کے لئے تیار کرنے کی خاطر اور شہادت پانے کے عزم کو مضبوط کرنے کے لئے یہ استعمال فرماتے ہوں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تو نے کیسا مقام پایا وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے بہترین جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو مجھ سے مانگ اور کسی چیز کی تمنا کر وہ کہے گا میں تجھ سے (اور) کیا مانگوں اور کس چیز کی تمنا کروں؟ میں تجھ سے یہی مانگتا ہوں کہ مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار شہید کیا جاؤں وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت دیکھنے کی وجہ سے کرے گا پھر ایک جہنمی کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے تو نے کیسی جگہ پائی وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں نے بہت بری جگہ پائی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو اس عذاب سے بچنے کے لئے فدیے میں زمین بھر سونا دے گا وہ کہے گا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے

میں نے تجھ سے اس سے کم مانگا تھا مگر تو نے نہیں دیا تھا (یعنی دنیا میں تھوڑا سا مال بھی تو نے میرے راستے میں اور نیکی کے کاموں میں خرچ نہیں کیا تھا) (المستدرک۔ نسائی۔ ابو عوانہ)

مصنف فرماتے ہیں کہ جنت والے اعلیٰ درجے کی کامیابی اور عظیم الشان نعمتوں کو پالینے کے باوجود شہادت کی تمنا کریں گے تو وہ شخص جو دنیا کے دھوکے، امتحان اور غم والی جگہ پر ہے وہ کیسے شہادت کی تمنا نہیں کرتا حالانکہ اس کو کچھ علم نہیں کہ وہ جنت میں جائے گا یا دوزخ کا برا ٹھکانا اس کا مقدر رہے گا اس کے علاوہ بھی اور کئی احادیث میں آیا ہے کہ شہداء جنت کی اعلیٰ نعمتوں کی جدائی برداشت کر کے دنیا میں آنے کی تمنا کریں گے تاکہ شہادت کی لذت اور اس کی فضیلت کو پا سکیں۔ یہ احادیث انشاء اللہ آگے آئیں گی۔

☆ عاصم بن بہدلہؒ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ہر ممکنہ جگہ پر شہادت کو تلاش کیا لیکن بستر پر مرنا ہی میرا مقدر تھا اور میرے پاس لا الٰہ الا اللہ کے بعد سب سے زیادہ امید والا عمل وہ رات ہے جو میں نے ہاتھ میں ڈھال لے کر گزاری تھی اور آسمان سے بارش برس رہی تھی ہم لوگ صبح کے انتظار میں تھے تاکہ علی الصبح کافروں پر حملہ کر دیں پھر فرمایا۔ میرے مرنے کے بعد میرا اسلحہ اور میرا گھوڑا جہاد کے لئے دے دینا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارکؒ)

☆ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تقریباً تیس صحابہ کرامؓ زخمی ہوئے یہ سارے زمین پر گھسٹتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آتے تھے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہتا تھا میرا چہرہ آپ کی ڈھال بن جائے اور میری جان آپ کی خاطر قربان ہو جائے آپ پر ہمیشہ اللہ کی طرف سے سلامتی رہے۔

(کتاب الجہاد لابن مبارکؒ)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوہ احد کے دن) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر دشمنوں پر تیر برسا رہے تھے

حضور اکرم ﷺ کبھی پیچھے سے اپنا سر مبارک اٹھا کر دشمنوں کی طرف دیکھتے تو ابو طلحہ اپنا چہرہ آگے کر لیتے اور فرماتے میری گردن آپ کی گردن کے سامنے ہے۔ اے اللہ کے رسول۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

☆ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دشمنوں سے قتال شروع ہو جائے اور میرے اندر طاقت نہ ہو تو مجھے چارپائی پر لاد کر میدان جنگ میں رکھ دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ سیر اعلام النبلاء)

☆ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوہ احد کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ [جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے] اور حضرت ثابت بن وقش کو اونچی جگہ پر عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا گیا یہ دونوں بہت بوڑھے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں اللہ کی قسم ہماری زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی ہیں اور آج کل میں ہم مرنے والے ہیں تو کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس چلے جائیں ممکن ہے ہمیں آپ ﷺ کے ساتھ شہادت نصیب ہو جائے۔ یہ دونوں حضرات تلواریں لے کر لڑائی میں شامل ہو گئے اور کسی کو ان کے بارے میں علم نہیں تھا حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو تو مشرکوں نے شہید کر ڈالا جبکہ حضرت حسیل بن جابر مسلمانوں کی تلواروں کے درمیان آکر شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا بخدا یہ میرے والد ہیں مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم ہمیں علم نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا اللہ تمہیں معاف کرے بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے چاہا کہ ان کے والد کی دیت ادا کریں تو حضرت حذیفہ نے وہ دیت معاف کر دی اور اس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کا مقام اور بڑھ گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے غزوہ احد کے دن اپنے بھائی سے فرمایا۔ بھائی جان میری زرہ آپ لے لیجئے تو انہوں نے جواب دیا میں بھی آپ کی طرح شہادت کا طلب گار ہوں چنانچہ دونوں نے زرہ چھوڑ دی۔ (الطبرانی۔ ابو نعیم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے بھائی کا نام حضرت زید بن خطابؓ ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے اور آپ سے پہلے اسلام لائے تھے وہ بہت لمبے قد کے مالک تھے۔ غزوہ احد میں باوجود تمنا کے شہید نہیں ہوئے جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھتے رہے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور اس جھنڈے کو حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اٹھایا حضرت عمرؓ کو جب ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا میرا بھائی مجھ سے پہلے اسلام لایا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا جب بھی صبح کی ہوا چلتی ہے تو مجھے زیدؓ کی خوشبو آتی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن روانگی کے وقت اپنے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو دیکھا کہ چھپتے پھر رہے ہیں میں نے کہا کیا ہوا بھائی [کیوں چھپتے پھر رہے ہو] کہنے لگے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر رسول کریم ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو آپؐ مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس بھیج دیں گے جبکہ میں اللہ سے ملاقات [یعنی شہادت] کا خواہش مند ہوں حضرت سعد فرماتے ہیں کہ انہیں جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے انہیں چھوٹا دیکھ کر فرمایا کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر حضرت عمیر رونے لگے تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی تلوار کے پٹے کو گرہ لگایا کرتا تھا وہ بدر کے دن سولہ سال کی عمر میں شہید ہوئے انہیں عمرو بن عبدود نے قتل کیا۔

(اسد الغابہ)

☆ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے کوئی اچھا کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے زمانے کے نبی کو بذریعہ وحی فرمایا کہ اس بادشاہ سے کہو کہ ہم سے جو چاہے مانگ لے اس پر اس بادشاہ نے کہا اے میرے رب میری تمنا ہے کہ میں اپنے مال اپنے بیٹوں اور اپنی جان کے ساتھ تیرے راستے میں جہاد کروں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہزار بیٹے عطاء فرمائے وہ اپنے مال سے اپنے بیٹے کو سامان جہاد فراہم کرتا تھا اور اس کے ساتھ جہاد میں ایک مہینے کے لئے نکل کھڑا ہوتا تھا اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا پھر وہ آکر دوسرے بیٹے کو تیار کرتا اور ایک ماہ اس کے ساتھ مل کر جہاد کرتا اور اس کا وہ بیٹا شہید ہو جاتا اس کے ساتھ یہ بادشاہ رات کو قیام کرتا اور دن کو روزے کا بھی پابند تھا جب ایک ہزار مہینوں میں اس کے ایک ہزار بیٹے شہید ہو گئے تو وہ خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔

اسی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے لیلۃ القدر خیر من الف شھر. یعنی لیلۃ القدر اس بادشاہ کے ان ہزار مہینوں سے افضل ہے جس میں اس نے اپنی اولاد اور اپنے جان ومال سے جہاد کیا اور روزے، قیام کی بھی پابندی کی۔ (تفسیر القرطبی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا وسیع فضل ہے کہ ان کے تھوڑے سے عمل کو سابقہ امتوں کے بڑے اور طویل اعمال سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ذرا سوچئے جب اس امت کی ایک رات یعنی لیلۃ القدر بنی اسرائیل کے اس بادشاہ کے ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے تو اس عمل [یعنی جہاد] کی فضیلت کا کیا حال ہوگا جس میں ایک گھڑی کھڑے رہنا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر پالینے سے افضل ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے۔

☆ علاء بن ہلال روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلہ رضی اللہ عنہ کی قوم کے ایک شخص نے ان سے کہا اے ابو الصہباء میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے شہد کا ایک چھتہ اور آپ کو دو چھتے دیئے گئے ہیں حضرت صلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا

تم شہید کئے جاؤ گے اور میں اور میرا بیٹا بھی شہید ہوں گے۔ جب حضرت یزید بن زیاد نے بجستان پر حملہ کیا تو یہ مسلمانوں کا پہلا لشکر تھا جس نے شکست کھائی اس وقت حضرت صلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے پیارے بیٹے تم واپس اپنی والدہ کے پاس چلے جاؤ بیٹے نے کہا ابا جان آپ اپنے لئے تو بھلائی چاہ رہے ہیں اور مجھے واپسی کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ میری والدہ کے لئے تو آپ مجھ سے زیادہ خیر کا باعث تھے حضرت صلہ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر آگے بڑھو اور [لڑائی میں شریک ہو جاؤ] وہ آگے بڑھا اور زخم کھا کر گر گیا حضرت صلہ بڑے تیر انداز تھے انہوں نے دشمنوں پر تیر برسائے تو وہ اس سے ہٹ گئے۔ حضرت صلہ اپنے بیٹے کے پاس آئے کچھ دیر اس پر کھڑے رہے اور اس کے لئے دعاء فرمائی پھر خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک۔ سیر اعلام النبلاء)

حضرت صلہ کی بیوی حضرت معاذہ کو جب اپنے خاوند اور بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو ان کے پاس عورتیں آنے لگیں انہوں نے ان سے فرمایا اگر تم ہمیں اس اعزاز پر جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا ہے مبارک دینے آئی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلی جاؤ۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

خلف بن ہشامؒ کہتے ہیں کہ مجھے تخع [نامی مقام] کے ایک نوجوان نے بتایا کہ ہم ایک بار جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ میں نے اپنے گھوڑے سے آگے والے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی آواز سنی جو اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

اے نفس تو ہر مرتبہ جہاد میں مجھے کہتا ہے کہ فلانہ تیری بیوی ہے فلاں تیرے بچے ہیں تیرا اتنا مال ہے آج میں نے فلانہ کو طلاق دے دی اور اپنے سارے غلام آزاد کر دیئے اور اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں دے دیا اے میری جان آج میں تجھے ہر حال میں اللہ کے حضور پیش کروں گا پھر اس نے حملہ کیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا میں نے اس کے جسم پر اسی سے زائد زخم شمار کئے۔ (جوھرۃ الزمان لابن الجوزی)

ابو عتبہ الکندیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت نوف بکالیؒ کے پاس آتے جاتے تھے کہ ایک بار ایک شخص نے انہیں کہا اے ابو یزید میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ ایک لشکر لے کر جا رہے ہیں اور آپ کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ ہے جس کی نوک پر مشعل جل رہی ہے اور لوگ اس سے روشنی حاصل کر رہے ہیں نوف نے فرمایا اگر تیرا خواب سچا ہے تو مجھے شہادت نصیب ہو گی انہی دنوں محمد بن مروان کے ہمراہ روم کی طرف لشکر روانہ ہونے لگے جب حضرت نوف جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے تو میں بھی ان کو رخصت کرنے کے لئے گیا انہوں نے جب اپنا پاؤں سواری پر رکھا تو کہنے لگے اے میرے پروردگار میری بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے اور نوف کو شہادت سے نواز دے لڑائی سے واپسی پر جب لشکر عبایب [نامی مقام] پر پہنچا تو دشمن مقابلے کے لئے نکل آئے اسلامی لشکر میں سے سب سے پہلے حضرت نوفؒ نکلے اور انہوں نے دشمنوں پر زوردار حملہ کیا اور ایک کے بعد دوسرے کافر کو قتل کرتے چلے گئے اور پھر شہید ہو گئے ان کے بعض رفقاء نے بتایا کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کا خون ان کے گھوڑے کے خون کے ساتھ بہہ رہا تھا اور دونوں مارے جا چکے تھے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

عبدالکریم بن حارثؒ سے روایت ہے کہ انہیں ایک شخص نے یہ قصہ سنایا ہم لوگ ایک قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اسلامی لشکر میں سے دو آدمی نکلے ان میں سے ایک نے کہا کیا تم غسل کرو گے؟ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت نصیب فرما دے اس کے ساتھی نے کہا میں نے تو غسل نہیں کرنا چنانچہ خود اس نے غسل کر لیا غسل سے فارغ ہو کر وہ قلعے کی طرف بڑھا تو اسے ایک بڑا پتھر لگا راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس کے ساتھی اسے گھسیٹ کر لا رہے تھے میں ان کے پاس پہنچا تو وہ اس شک میں تھے کہ یہ شہید ہو چکا ہے یا نہیں؟ اچانک وہ نوجوان مسکرانے لگ گیا ہم نے کہا یہ زندہ ہے پھر وہ تھوڑی دیر ساکت پڑا رہا پھر ہنسنے لگ گیا پھر تھوڑی دیر پڑا رہا پھر وہ رونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں ہم نے کہا

اے فلاں خوش ہو جاؤ تم بچ گئے ہو پھر ہم نے اس کے ہنسنے اور رونے وغیرہ کا اس سے تذکرہ کیا تو وہ کہنے لگا جب مجھے چوٹ لگی تو ایک آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یاقوت کے ایک محل میں لے گیا اور مجھے دروازے پر کھڑا کر دیا اچانک اس محل سے ایسے چست بچے نکلے کہ ان جیسے میں نے کبھی نہیں دیکھے انہوں نے کہا خوش آمدید ہمارے آقا۔ میں نے کہا تم پر اللہ کی برکتیں ہوں تم کون ہو وہ کہنے لگے ہم تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں پھر وہ آدمی مجھے دوسرے اور تیسرے محل میں لے گیا ہر جگہ اسی طرح بچوں نے میرا استقبال کیا پھر وہ مجھے ایک محل کے دروازے پر لے آیا اس میں قالینیں اور غالیچے بچھے ہوئے تھے اور نرم و نازک تکیے لگے ہوئے تھے وہ مجھے لے کر کمرے میں داخل ہوا اس کمرے کے دو دروازے تھے میں نے خود کو دو تکیوں کے درمیان گرا دیا اس نے کہا آج کے دن تم بہت تھک گئے تھے اس لئے تم نے خود کو تکیوں پر گرا دیا اس کے بعد میں اٹھا تو بستر پر لیٹ گیا میں نے اس سے پہلے کبھی ایسے بستر پر پہلو نہیں رکھا تھا اسی دوران میں نے ایک دروازے سے کچھ آواز سنی تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایسی حسین کہ اس جیسی میں نے کبھی نہیں دیکھی بے مثال کپڑے اور زیور پہنے ہوئے نمودار ہوئی وہ ان تکیوں کے درمیان سے چلتی ہوئی میرے پاس آئی اور اس نے مجھے سلام کیا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور کہا اللہ تجھے برکت دے تو کون ہے اس نے کہا میں تیری بیوی حور عین ہوں یہ سن کر میں خوشی سے ہنس پڑا پھر وہ میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اور مجھے دنیا کی عورتوں کی باتیں اس طرح سے بتاتی رہی جس طرح یہ سب کچھ اس کے پاس کسی کتاب میں لکھا ہوا ہے اسی دوران میں نے دوسرے دروازے پر آہٹ سنی تو وہاں پر بھی میں نے ایک عورت دیکھی میں نے نہ اس جیسی حسین عورت کبھی دیکھی اور نہ اس کے زیور جیسے زیور۔ وہ بھی پہلے والی کی طرح آ کر مجھ سے باتیں کرنے لگی اور پہلے والی خاموش ہو گئی پھر میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ابھی نہیں بلکہ نماز ظہر کے وقت۔ پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ اس نے کچھ کہا یا مجھے ایک ایسے صحرا میں ڈال دیا جہاں ان میں

سے کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا تو میں رونے لگ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کے وقت اس کی روح پرواز کر گئی۔ (تاویل آی الجہاد۔ ابن مبارک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے ایک بہت نیک دوست نے یہ حکایت سنائی کہ جوانی میں میں تیر اندازوں کے ساتھ اسکندریہ میں تھا وہاں ہمارے ساتھ مغرب کا رہنے والا ایک شخص آیا جو اپنا ہاتھ ہمیشہ ہم سے چھپاتا تھا ہم اس کے ساتھ کھاتے پیتے تھے چنانچہ ہمیں شک ہوا کہ شاید اس کو کوئی بیماری ہے کچھ دن بعد اسنے اپنا ہاتھ کھولا تو اس کی کلائی پر سفید رنگ کے انگلیوں کے نشانات تھے ہم نے سمجھا کہ اسے برص کی بیماری ہے مگر اس نے ہم سے کہا ڈرو نہیں یہ برص نہیں ہے انشاء اللہ کبھی تنہائی میں میں تمہیں اس کی حقیقت بتاؤں گا ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ جماعت کے بڑوں میں سے کسی نے ایک ولی کا تذکرہ کیا اس شخص نے بھی اس ولی کی تعریف کی تو جماعت کے بزرگ نے اسے اسی ولی کا واسطہ دے کر کہا کہ تم آج اپنے ہاتھ کی سفیدی کا راز ہمیں بتادو یہ سن کر اس کے آنسو بہنے لگے اور اس کی حالت بدل گئی اور وہ زور زور سے رونے لگا مگر جب زیادہ اصرار ہوا تو اس نے یہ واقعہ سنایا۔ ہم مغرب میں انگریزوں کے ملک کے قریب رہتے تھے چنانچہ کبھی ہم ان پر اچانک حملہ کرتے تھے تو کبھی وہ ہم پر حملہ آور ہوتے تھے ایک بار ہم بیس آدمی ان کے ملک میں داخل ہو کر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم رات کو چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔ ابھی ہم درمیان ہی میں تھے کہ ایک دن سورج نکلنے پر ہم پناہ لینے کے لئے ایک پہاڑ کی غار کی طرف بڑھے اچانک ہمیں آہٹ سنائی دی تو ہم نے دیکھا کہ اسی غار سے ایک انگریز سپاہی نکل رہا ہے اس نے جیسے ہی ہمیں دیکھا وہ واپس غار کی طرف دوڑا اور تھوڑی دیر میں غار سے ایک سو سپاہی نکل آئے یہ سپاہی ہمارے ملک پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے اور دن کے وقت اس غار میں چھپ گئے تھے جب آمنا سامنا ہو گیا تو اب لڑائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ ہماری اور ان کی لڑائی کا دستور فتح یا موت تھا چنانچہ سخت لڑائی شروع ہو گئی اور اس لڑائی میں

ہمارے گیارہ آدمی شہید ہوئے جبکہ ان کے پینتالیس سپاہی مارے گئے پھر انہوں نے ہم باقی نو افراد پر یک بارگی زوردار حملہ کیا اور میرے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا اور میں بھی شدید زخمی ہو کر انہیں شہداء کے ساتھ گر گیا اسی دوران اچانک آسمان سے ایسی لڑکیاں اتریں کہ ان جیسا حسن و جمال میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا ان میں سے ہر لڑکی ایک ایک شہید کے پاس جاتی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہتی تھی یہ میرے حصے کا ہے ان میں سے ایک میرے پاس بھی آئی اور اس نے کہا یہ میرے حصے کا ہے۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا لیکن جب اسے محسوس ہوا کہ میں زندہ ہوں تو اس نے میرا ہاتھ اس طرح چھوڑ دیا جس طرح غصے میں چھوڑا جاتا ہے اور کہنے لگی تم ابھی تک زندہ ہو پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی پھر اس مغربی شخص نے ہمیں اپنا ہاتھ [اچھی طرح] دکھایا تو اس کی کلائی پر پانچ انگلیوں کے دودھ سے زیادہ سفید نشان تھے۔

ابو قدامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار امیر لشکر تھا انہیں دنوں میں مسلمانوں کے بعض شہروں میں لوگوں کو جہاد کی دعوت دینے گیا ایک جگہ میں نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور شہادت کے فضائل بتائے۔ تقریر کے بعد جب میں قیام گاہ پر آیا تو ایک حسین و جمیل عورت نے مجھے آواز دی پہلے میں نے اسے شیطانی حملہ سمجھا اس لئے جواب نہ دیا تو اس نے کہا کیا نیک لوگ نیکی کا ارادہ کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں میں اس کے پاس آیا تو اس نے مجھے ایک خط اور ایک بند تھیلی دی اور روتی ہوئی چلی گئی میں نے خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور انہیں جہاد کا اجر کمانے کی ترغیب دی مگر میں ایک عورت ہوں جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتی لیکن میں اپنے بالوں کی دو چوٹیاں کاٹ کر لائی ہوں تاکہ آپ انہیں اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرما کر میری بخشش کر دے۔

ابو قدامہؒ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی والی رات آئی تو میں نے ان بالوں کو گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیا صبح کے وقت لڑائی شروع ہوئی تو میں نے ایک خوبصورت اور مضبوط

لڑکے کو دیکھا [جو دشمنوں سے برسرپیکار تھا] میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا اے بیٹے تم پیادے ہو مجھے خطرہ ہے کہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں گے تم پیچھے ہٹ کر لڑو وہ لڑکا میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں کیسے پیچھے لوٹوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ

(انفال۔۱۵)

میں نے یہ سن کر اسے اپنی کمان دے دی اس نے مجھے کہا اے ابو قدامہ مجھے تین تیر قرضہ دے دو میں نے کہا یہ قرضے کا وقت نہیں ہے اس نے کہا اللہ کے واسطے مجھے قرضہ دے دو میں نے اسے ایک تیر دیا اس نے وہ تیر کمان میں رکھ کر مارا اور ایک رومی کو قتل کر دیا میں نے اسے کہا میں تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوں اس نے کہا جی ہاں پھر اس نے دوسرے اور تیسرے تیر سے بھی دو رومی مار گرائے پھر اس نے مجھے کہا میں آپ کو الوداعی سلام کہتا ہوں۔ اچانک ایک تیر اس کے ماتھے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا میں نے اسے کہا اے بیٹے تم نے مجھ سے جو عہد کیا ہے اسے نہ بھلانا اس نے کہا جی ہاں پھر کہنے لگا اے ابو قدامہ جب تم شہر واپس جانا تو میری والدہ کو سلام کہنا اور انہیں میرا یہ برتن دے دینا میں نے کہا تمہاری والدہ کون ہیں؟ اس نے کہا وہی عورت میری والدہ ہے جس نے اپنے بال آپ کو کاٹ کر دیئے تھے کہ آپ انہیں گھوڑے کی لگام میں شامل کریں۔ ابو قدامہ کہتے ہیں یہ سن کر میں رونے لگ گیا اور اسی دوران لڑکے کی روح بھی پرواز کر گئی اور ہم نے اسے دفن کر دیا جنگ کے بعد میں اس کی قبر پر آیا تو دیکھا کہ اس کی لاش زمین کے اوپر پڑی ہوئی ہے میں نے دوسری قبر کھود کر اس میں اسے دفنا دیا اس قبر نے بھی اسے باہر پھینک دیا میرے ساتھی کہنے لگے اس لڑکے کو چھوڑ دو ممکن ہے یہ اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر نکلا ہو مگر میں حیرت میں پڑا رہا جب عشاء کی اذان ہو گئی تو میں نے اٹھ کر نماز پڑھی اور پھر اللہ کے سامنے گڑگڑا کر رونے لگا اور کہنے لگا اے میرے پروردگار میں نہیں جانتا کہ میں کیا کروں اچانک مجھے آواز

آئی اے ابو قدامہ اللہ کے اس ولی کو اسی طرح چھوڑ دو اور چلے جاؤ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا پرندوں نے آ کر اسے کھا لیا اور جنگلی جانوروں نے اس کی ہڈیاں تک نگل لیں جب میں شہر میں آیا تو اس کے گھر جا کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک چھوٹی سی بچی نکلی اس نے جب لڑکے کا برتن میرے ہاتھ میں دیکھا تو کہنے لگی ہائے امی جان ابو قدامہ میرے بھائی کا برتن لے کر آئے ہیں اور میرا بھائی ان کے ساتھ نہیں ہے ہائے افسوس پہلے سال میرے والد شہید ہو گئے دوسرے سال میرا بھائی شہید ہو گیا اور اب یہ دوسرا بھائی بھی شہید ہو گیا ابو قدامہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر قریب تھا کہ میں رو رو کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر وہ عورت نکلی اور اس نے کہا کیا تم خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے اگر میرا بیٹا انتقال کر گیا ہے تو تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہوا ہے تو تم مبارک دو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم وہ تو شہید ہوا ہے اس نے کہا اس کے شہید ہونے کی کیا علامت ہے میں نے کہا وہ دشمن کے ہاتھوں مارا گیا ہے اس نے کہا کیا زمین نے اسے قبول کیا میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ پھر اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے ایک کالی چادر اور لوہے کی زنجیر نکالی اور کہنے لگی میرا بیٹا ہر رات یہ کالی چادر پہن کر زنجیر سے اپنے ہاتھ باندھ لیتا تھا اور دعاء کرتا تھا اے میرے پروردگار مجھے قیامت کے دن پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے پیٹ سے کھڑا فرمانا بس اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی دعاء قبول فرمائی۔ (جوہرۃ الزمان)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت کچھ فرق کے ساتھ ایک اور روایت سے پیچھے گزر چکی ہے۔

[اس باب میں مذکور احادیث، روایات اور سچے واقعات پڑھنے کے بعد یقیناً ہر مسلمان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوگا کہ وہ بھی سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کی لذیذ موت مانگے اور پھر شہادت کی تلاش میں میدان جہاد کا رخ کرے ایک مسلمان کا جب یہ عقیدہ ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے تو پھر شہادت جیسی عظیم اور پیاری موت مانگنے سے

کیوں ڈرا جائے در اصل بعض لوگ شہادت کی موت کو بھیانک موت سمجھتے ہیں حالانکہ بظاہر بھیانک نظر آنے والی یہ موت اتنی بڑی نعمت ہے جو جنت میں جا کر بھی نہیں بھولے گی اور یہ اتنی عظیم الشان نعمت ہے کہ سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی ﷺ بھی اس کی تمنا فرمایا کرتے تھے جہاں تک بستر کی بظاہر پر سکون نظر آنے والی موت کا تعلق ہے تو معلوم نہیں اس کے پیچھے کتنا درد اور کتنا عذاب چھپا ہوتا ہے اور جہاں تک جسم کا تعلق ہے تو ہر جسم نے مٹی میں جا کر بکھر ہی جانا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ خواہ اسے صحیح سالم حالت میں دفن کیا جائے اور بڑی خوبصورت قبر بنائی جائے اور دنیا بھر کی خوشبوئیں اور اعلیٰ ترین کفن استعمال کیا جائے ہر لاش بالآخر گل جاتی ہے۔ سڑ جاتی ہے لیکن اگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو تو یہ کس قدر مبارک ہے۔ وہ مسلمان جو اپنے بچوں کو اس ڈر سے جہاد میں نہیں بھیجتے کہ یہ شہید ہو جائیں گے انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ایمان کی تجدید کریں کیونکہ جہاد میں تو موت نہیں ہے جہاد تو زندگی ہی زندگی ہے اگر ان کے بچوں کے لئے دنیا سے جدائی کا وقت آچکا ہوگا تو وہ انہیں اگر سات دیواروں کے پیچھے بھی چھپا لیں تو موت انہیں وہاں پہنچ کر دبوچ لے گی لیکن اگر ابھی موت کا وقت نہیں آیا ہوگا تو پوری دنیا مل کر انہیں نہیں مار سکتی۔

اسی طرح وہ لوگ جو خون اور زخم کے ڈر سے شہادت کا نام لینے سے گھبراتے ہیں اور شہادت کے لئے دعاء تک نہیں مانگتے انہیں بھی ان شیطانی وسوسوں سے پناہ مانگنی چاہئے کیونکہ جہاد میں نکلنے والا خون اور اس میں لگنے والے زخم تو سعادت ہیں لیکن اس خون کو جسم کے اندر لے کر مرنا کوئی زیادہ خوشی والی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شہادت کی عظمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

[آمین]

انتیسواں باب

شہداء کرام کے فضائل کا بیان

شہادت ایک عظیم رتبہ اور بہت بڑا مقام ہے جو قسمت والوں کو ملتا ہے اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے شہادت کا مقام نبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

(۱) فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. (نساء۔۶۹)

تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

☆ایک صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام شہید سے صرف درجہ نبوت کی وجہ سے افضل ہیں۔

ممکن ہے یہ حدیث کچھ مخصوص شہداء کے بارے میں ہو جبکہ آیت کریمہ میں عام شہداء کا مقام بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ کے راستے میں قتل ہونے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں؟ [اس بارے میں کئی اقوال ہیں]

(۱) کیونکہ اس کے لئے جنت کی شہادت [یعنی گواہی] دے دی گئی ہے [کہ وہ قطعاً جنتی ہے]

(۲) کیونکہ ان کی روحیں جنت میں شاہد [یعنی حاضر] رہتی ہیں کیونکہ وہ اپنے

(۱) شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (بقرہ۔۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ.

(آل عمران۔۱۶۹تا۱۷۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک سبز محل میں رہتے

رب کے پاس زندہ ہیں جبکہ دوسرے لوگوں کی روحیں قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی نضر بن شمیل فرماتے ہیں کہ شہید بمعنی شاہد ہے اور شاہد کا مطلب جنت میں حاضر رہنے والا۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے۔ (التذکرہ للقرطبی)

(۳) ابن فارس کہتے ہیں الشهيد بمعنى القتيل یعنی اللہ کے راستے میں قتل کیا جانے والا۔

(۴) کیونکہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

(۵) جب اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے اس کی جان کو خرید لیا اور اس پر لازم کیا کہ وہ اس عہد کو پورا کرے تو شہید نے جان دے کر گواہی دے دی کہ اس نے یہ عہد پورا کر دیا ہے اور اس کی گواہی اللہ کی گواہی کے ساتھ مل گئی اللہ کے حضور اپنی جان پر گواہی [شہادت] کی وجہ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۶) ابن انباری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت [یعنی گواہی] دیتے ہیں اسی لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۷) اس کی روح نکلتے وقت اس کا اجر اور مقام اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے اس وجہ سے اسے شہید کہتے ہیں۔

(۸) کیونکہ رحمت والے فرشتے اس کی روح لینے کے لئے شاہد [یعنی حاضر] ہوتے ہیں۔

(۹) اس کے پاس ایک شاہد [گواہ] ہے جو اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے اور وہ ہے خون کیونکہ قیامت کے دن شہید جب اٹھے گا تو اس کی رگوں میں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

شہید کے فضائل اور مقامات بے شمار ہیں یہاں میں ان میں سے وہ فضائل بیان کروں گا جن تک میرے قلیل علم اور ناقص سمجھ کی رسائی ہوئی ہے۔

ہیں اور ان کے لئے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک۔ صحیح علی شرط مسلم)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بندے قیامت کے دن حساب کے لئے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہو گا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

☆ حضور اکرم ﷺ احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم ﷺ کا جھنڈا تھا آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب۔ ۲۳)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کے راستے میں جان قربان کرنے کے لئے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول ﷺ تمہارے لئے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا)

☆ حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب [مسلمان] ان کے دین کے لئے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے [شہداء] ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم ﷺ کو ہماری یہ حالت بتا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں: ولاتحسبن سے آخر تک۔

(اخرجہ المنذری فی تفسیرہ)

مصنف فرماتے ہیں کہ ان آیات کے شان نزول میں اور بھی کئی صحیح احادیث ہیں جو انشاء اللہ آگے آئیں گی۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل و عیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کے پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تحسبن الذین سے آخر تک۔ (ترمذی، ابن

فصل

شہداء کی زندگی [یعنی حیاۃ الشہداء] کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں:

(١) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلا شبہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لئے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لئے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(٢) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(٣) مجاہد کہتے ہیں کہ شہداء کو جنت کے پھل کھلائے جاتے ہیں یعنی جنت سے باہر رہ کر جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

(٤) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبیؒ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لئے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(٥) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے

میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو باوضو سوتے ہیں۔

(٦) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک [واللہ اعلم] شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے انشاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنت سے صبح شام ان کی روزی آتی ہے جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا۔ ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا شہادت سے پہلے جس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا شہادت کے بعد اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا۔ آیئے اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

☆ حضرت امام مالکؒ عبدالرحمن بن ابی صعصعہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تاکہ ان کی جگہ بدلی

جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہے ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔ (موطا امام مالکؒ۔ سیر اعلام النبلاء)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ عبدالصمد بن علیؒ [جو بنو عباس کے خاندان میں سے ہیں] کہتے ہیں کہ میں اپنے [رشتے کے] چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذخر [گھاس] تھی۔ میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پیتل کی ہانڈی کی طرح [چمک رہا] تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفنا دیا۔ (ابن عساکر)

☆ قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتے دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھودی

تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا۔ اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق)

ترمذی [حدیث کی کتاب] میں اصحاب الاخدود [خندقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ بروج میں ہے] کا واقعہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ وہ لڑکا جسے بادشاہ نے شہید کر کے دفن کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی [کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا]۔ (ترمذی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰؑ اور حضور اکرم ﷺ کے درمیانی فترہ والے زمانے کا ہے۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کے روضۂ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم ﷺ کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے اس وقت حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے آ کر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (التذکرہ للقرطبی)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ [اے اہل ایمان اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (الحجرات۔ ۲)]

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی ﷺ نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ

کے رسول میری آواز [طبعی طور پر] بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ [کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان۔۱۸)]

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم ﷺ نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی میں تو خوبصورتی کو بھی پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں [جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے] بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم

مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم ﷺ کے خلیفہ [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ] سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں [پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا] اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔ چنانچہ [صبح] وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت کی وصیت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کا ایک واقعہ علامہ حزولی نے ابو محمد عبداللہ بن زیدؒ کے بارے میں لکھا ہے یہ واقعہ کچھ معتمد لوگوں نے حضرت ابو محمدؒ سے خود سنا ہے ابو محمدؒ فرماتے ہیں میں عبدالرحمن بن ناصر اندلسی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا۔ لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا ایک رات اچانک میں ایک ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی میں نے شکر ادا کیا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ سورہ بنی اسرائیل کی تلاوت کر رہا تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب دے کر کہا کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے کہا آپ بیٹھے اور آرام کیجئے پھر وہ میرے پاس بے موسم کے انگور دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا پھر اس نے کہا کیا آپ سونا چاہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا یہاں تک کہ

سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اوپر پڑا ہوا ہے میں سمجھ گیا کہ وہ سب شہداء کرام تھے میں اس دن چھپا رہا جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے اور وہ گزرتے ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھے سلام کیا تو میں نے کہا اے بھائی یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں میں نے کہا تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے اس نے کہا اس گھوڑے کی قیمت میں سے میرے ذمے دو دینار باقی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو دینار ادا کر دوں گا یہ گھڑ سوار گھوڑا چلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالم [نامی جگہ] پہنچ چکے تھے اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا کے درمیان دس دن کی مسافت تھی اس شہید نے مجھے کہا تم اس شہر میں چلے جاؤ میں اسی میں رہتا تھا وہاں جا کر تم محمد بن یحییٰ غافقی کے گھر کا پوچھنا اس گھر میں جا کر تم میری بیوی جس کا نام فاطمہ بنت سالم ہے کو میرا سلام کہنا اور اسے یہ پیغام دینا کہ طاقچے میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار رکھے ہوئے ہیں تم ان میں سے دو دینار فلاں آدمی کو پہنچا دو کیونکہ میرے ذمے گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔ (شرح دیباجۃ الرسالہ)

محمود وراق فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک کالے رنگ کا مبارک نامی شخص تھا ہم اسے کہتے تھے کہ اے مبارک کیا آپ شادی نہیں کرتے تو وہ کہتے تھے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حور عین سے میری شادی کرا دے۔ محمود فرماتے ہیں کہ ہم جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے ہم پر حملہ کر دیا اس میں مبارک شہید ہو گیا ہم نے اسے دیکھا تو

اس کا سر الگ پڑا ہوا تھا اور باقی جسم الگ اور اس کے ہاتھ اس کے سینے کے نیچے تھے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا اے مبارک اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں سے آپ کی شادی کرائی ہے انہوں نے اپنا ہاتھ سینے کے نیچے سے نکالا اور تین انگلیاں بلند کر کے اشارہ کیا کہ تین حوروں سے شادی ہوئی ہے)(روض الریاحین)

سعید الجحی فرماتے ہیں کہ ہم سمندر میں جہاد کے لئے نکلے ہمارے ساتھ ایک بہت عبادت گزار نوجوان بھی تھا جب سخت لڑائی شروع ہوئی تو وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کی گردن کٹ گئی ہم نے دیکھا کہ وہ سر پانی کے اوپر آیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھنے لگا:

ترجمہ [وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام (نیک) تو پرہیزگاروں ہی کا ہے]۔ (قصص۔ ۸۳)(شوق العروس وانس النفوس)

عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں اندر [نامی مقام] پر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا ایک بار اسے دیکھا کہ اس کا وہی بیٹا گھوڑے پر بیٹھ کر آرہا تھا اس نے اپنی بیوی کو بتایا تو بیوی نے کہا توبہ کرو کیونکہ شیطان تمہیں ورغلا رہا ہے ہمارا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے وہ توبہ کرنے لگا مگر اس نے پھر دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا آرہا ہے اس نے بیوی کو بتایا۔ تو اسے بھی دیکھ کر کہا خدا کی قسم یہ تو ہمارا بیٹا ہے وہ نوجوان جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا بیٹا آپ تو شہید ہو چکے تھے اس نے کہا جی ہاں لیکن ابھی ابھی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا انتقال ہوا ہے اور کچھ شہداء نے اللہ تعالیٰ سے ان کے جنازے میں شرکت کی اجازت لے لی ہے میں بھی ان میں سے ہوں اور میں نے آپ دونوں کو سلام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی پھر اس نے ان دونوں کے لئے دعا کی اور لوٹ گیا۔ اسی دن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا انتقال ہوا تھا اور اس بستی والوں کو ان کے انتقال کی خبر اسی بزرگ [یعنی شہید

کے والد) نے دی ورنہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ علامہ ابو علی حسین بن یحییٰ بخاری حنفیؒ نے اپنی کتاب "روضۃ العلماء" میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک کوئی نوجوان جہاد میں نکلا پھر اس نے خواب میں اپنا محل اور حوریں دیکھیں پھر رومیوں نے اسے مسجد میں گھس کر شہید کر دیا کچھ عرصے کے بعد اس کے والد نے اسے ایک گھوڑے پر سوار دیکھا تو پوچھا کہ بیٹے آپ تو شہید ہوئے تھے اس نے کہا جی ہاں مگر آج ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جنازے میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔

(روضۃ العلماء)

ابو عمران الجونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا مسلمانوں میں ایک شخص بطال نامی تھا وہ رومیوں کے علاقے میں چلا جاتا اور ان کا حلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا پھر اگر اسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا تھا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا چونکہ رومی اسے اپنا پادری سمجھتے تھے اس لئے اسے کچھ نہیں کہتے تھے اس طرح سے سالہا سال تک وہ رومیوں کے اندر گھس کر [یہ خفیہ] کاروائیاں کرتا رہا ہارون الرشید کے زمانے میں وہ واپس آیا تو ہارون الرشیدؒ نے اسے بلایا اور فرمایا اے بطال رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا وہ سناؤ اس نے کہا حاضر اے امیر المؤمنین [لیجئے سنئے]

میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے میں نے اسے جواب دیا اس نے مجھے کہا کیا آپ بطال کو جانتے ہیں میں نے کہا میں بطال ہوں تمہیں کیا کام ہے اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں میں نے اسے دعا دی اور ساتھ لے لیا ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور ایک قلعے سے دیکھ لیا وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے

دوڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھے اس نوجوان نے کہا اے بطال مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں میں نے اجازت دے دی وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر کے مقابلے کے بعد شہید ہو گیا وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور کہنے لگے تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ میں نے کہا میرے پاس تو یہی ٹوپی اور انجیل ہے اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں انہوں نے کہا ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے۔ میں جب تیار ہو گیا تو وہ پھر آگے بڑھے میں نے کہا یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ کر رہے ہو تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے میں نے تین کو تو مار گرایا مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا لڑتے لڑتے ہمارے نیزے تلواریں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی مگر کوئی غالب نہ آسکا میں نے اسے کہا اے رومی میری نماز قضا ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہو گی تو کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادات کو ادا کریں اور رات کو آرام کریں اور کل صبح پھر مقابلہ کریں اس نے کہا یہ ٹھیک ہے وہ خود ایک پادری تھا ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو پھر اس نے دو گھنٹیاں نکالیں ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا تم اپنا سر میرے اوپر اور میں اپنا سر تمہارے اوپر رکھوں گا ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ صبح میں نے نماز پڑھی اور وہ کافر کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے میں نے اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا اس بار مجھے چھوڑ دو تاکہ ہم پھر مقابلہ کریں میں نے اسے چھوڑ دیا جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا وہ مجھے گرا کر میرے سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا میں نے کہا میں

تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے اس نے کہا ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔ تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا جب چوتھی بار اس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطال ہو اب میں تمہیں لازماً ذبح کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا۔ میں نے کہا اگر میرے اللہ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے اس نے کہا تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے یہ کہہ کر اس نے خنجر بلند کیا تاکہ میری گردن پر وار کرے اے امیر المومنین اسی وقت میرا شہید ساتھی اٹھا اور اسنے تلوار مار کر اس رومی کا سر اڑا دیا اور اس نے یہ آیت پڑھی۔

لا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء

تم شہیدوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔

پھر وہ دوبارہ گر گیا یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔

(روضۃ العلماء)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بطال کا نام عبداللہ تھا۔ اور ان کی کنیت ابو محمد یا ابو یحییٰ تھی اور وہ تابعی تھے علامہ ابن ذھبیؒ لکھتے ہیں کہ بطال بہادروں اور جانبازوں کے سردار اور شامی امراء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ رومی ان کے نام سے خوف اور ذلت محسوس کرتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت بطال کی طرف بہت غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک بستی پر حملہ کرنے کے لئے آئے تو ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا اس بچے کی ماں نے اسے کہا چپ ہو جاؤ ورنہ تمہیں بطال کو دے دوں گی بچہ پھر بھی روتا رہا تو عورت نے اسے چارپائی سے اٹھا کر کہا اے بطال اسے لے لو میں اندر داخل ہوا اور میں نے کہا لاؤ دے دو۔

شہداء کی حیات کے واقعات بے شمار ہیں ہم نے ان میں سے چند واقعات ذکر کیے

ہیں۔

اور ان کی اسی حیات کو دیکھتے ہوئے کئی ائمہ فرماتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہے اس لئے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جبکہ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ برکت کے لئے نماز جنازہ پڑھی جائے گی اسی طرح اکثر [بلکہ تقریباً تمام] ائمہ کے نزدیک شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ انکے خون کے ساتھ انہیں دفن کیا جائے گا حضور اکرم ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہیں ان کے خون کے ساتھ دفن کر دو چنانچہ انہیں غسل نہیں دیا گیا۔ (بخاری)

اور اس کی وجہ دوسری حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن شہداء اپنے خون کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

[حیات شہداء پر اس بحث کے بعد اب دوبارہ ہم شہداء کے فضائل کی طرف لوٹتے ہیں شہید کی پہلی فضیلت بیان ہو چکی ہے کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں]

(۲) جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی [یعنی شہید کی] تعظیم [اور مقام] دیکھنے کی وجہ سے کرے گا۔

(بخاری۔ مسلم)

[اس بارے میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض پیچھے گزر چکی ہیں]۔

(۳) تمام گناہوں کا کفارہ

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔

(مسلم شریف)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لئے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ ادا کر دے گا۔ (مقدمات ابن رشد)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے یہ وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے ادا کرے اور نہ مرنے کے بعد ادا کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر ادا کئے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب ادا کرنے کے لئے قرضہ لیا مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے ادا کرنا لازم ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لئے ہے۔ (بخاری)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے ادا نہ کئے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن ادا فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کر دے گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت

رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرمائے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دے گا۔ (بخاری)

علامہ قرطبیؒ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں۔ (التذکرۃ للقرطبی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ علامہ قرطبیؒ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

(۴) فرشتوں کے پروں کا سایہ

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم ﷺ کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹاؤں تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر (یعنی شہید پر) اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔

(۵) جنت میں داخلے کی پکی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (محمد۔۴۔۵۔۶)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہر گز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا۔ (یا وہ جنت ان کے لئے خوشبو سے مہکا دی گئی ہے)۔

☆ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین گھر پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (۱) شہید (۲) حرام سے اور شبہات سے بچنے والا (۳) وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر [خوشی سے] ہنستا ہے ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا

اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے۔ صحابہ کرام نے پوچھا وہ کس طرح اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا پھر دوسرے کو اللہ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا جوئی میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیگا۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں۔ اس محل میں صرف نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موقوفا جاد ثقات)

☆ حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جنت میں کون جائے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نبی جنت میں جائیں گے شہید جنت میں جائیں گے، وہ بچہ جسے زندہ در گور کر دیا گیا ہو وہ جنت میں جائے گا۔

(ابوداؤد)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بن براء رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے [میرے بیٹے] حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو پھر میں ان پر خوب روؤں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت میں تو کئی باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ [یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے] میں ہے۔ (بخاری)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص حضور اکرم

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بدبودار جسم والا بدصورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں ان (کافروں) سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جنت میں، چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے تو حضور اکرم ﷺ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا اللہ نے تمہارے چہرے کو سفید جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرمادیا ہے پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے یا کسی اور کے لئے فرمایا میں نے اس کی بیوی حور عین کو دیکھا کہ ان کے اونی جبے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے اور جبے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المستدرک۔ بیہقی)

مصنف فرماتے ہیں کہ اس کالے شخص کا نام جعال رضی اللہ عنہ ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر بن ابو طالب کو جنت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا جو جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خون لگا ہوا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

(۶) شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہارے بھائی (احد کے دن) شہید ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں میں داخل فرمادیں وہ جنت میں نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام کو پالیا تو انہوں نے کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھا پی رہے ہیں تاکہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل

فرمائیں: ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ الی آخرہ۔ (ابوداؤد۔ مستدرک)

صحیح مسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

(۷) قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا (مرابط) قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا جب اس کے لئے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مرابط سے افضل ہے، مرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کیلئے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کرلی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

☆ راشد بن سعد کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے (کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے)؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے سر پر تلواروں کی چمک اسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں دو فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مومن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جاسکے لیکن وہ شخص جو میدان قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین

کے ساتھ جما رہتا ہے تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر اسکے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں شہید تو انہیں چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لئے جان کی قربانی دیتا ہے اور توحید و رسالت اور دین اسلام کی خاطر مر مٹتا ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی طرح کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا
مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (الزمر۔ ۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں
سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔

کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ شہداء ہوں گے۔ (المستدرک)

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا (آیت اوپر مع ترجمے کے گزر چکی ہے) جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ شہداء ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ کے عرش کے ارد گرد ہوں گے فرشتے ان کے لئے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی کی اور زین سونے کی ہوگی ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے

ریشم کی ہوگی ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے ان گھوڑوں کا قدم تا حد نظر پڑتا ہوگا شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھریں گے پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح سے فیصلہ فرماتا ہے (جب وہ آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر خوشی سے) ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کے لئے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (رواہ ابن ابی الدنیا۔ الجامع الصغیر للسیوطی)

☆ شہر بن حوشب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ کا کرم کن پر ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لئے اپنا خون بہایا تھا پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

(۸) اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابو داؤد۔ بیہقی)

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (۱) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (۲) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (۳) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (۴) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (۵) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (۶) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (۹) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیون کے بارے میں اس کی شفاعت

قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

امام قرطبیؒ نے ایک بہت ہی عجیب و غریب حدیث ذکر فرمائی ہے وہ حدیث اس طرح ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہداء کو ایسے پانچ اعزازات عطاء فرماتا ہے جو نہ کسی نبی کو ملے ہیں اور نہ خود مجھے۔ (۱) ان میں سے پہلا یہ ہے کہ تمام انبیاء کی ارواح کو ملک الموت نے قبض کیا ہے اور وہی میری روح کو بھی قبض کرے گا لیکن شہداء کی روح کو اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت سے جس طرح سے چاہتا ہے قبض فرماتا ہے اور ان کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت کو مقرر نہیں فرماتا۔ (۲) دوسرا یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد غسل دیا گیا اور مجھے بھی دیا جائے گا لیکن شہداء کو غسل نہیں دیا جاتا اور انہیں دنیا کی کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔ (۳) تیسرا یہ کہ تمام انبیاء کو موت کے بعد کفن دیا گیا اور مجھے بھی دیا جائے گا لیکن شہداء کو کفن نہیں دیا جاتا بلکہ انہیں ان کے کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔ (۴) چوتھا یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو موت کے بعد انتقال کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے اور میرا شمار بھی انتقال کرنے والوں میں کیا جائے گا لیکن شہداء کو موت کے بعد مردہ نہیں کہا جاتا۔ (۵) اور پانچواں یہ کہ انبیاء کو قیامت کے دن شفاعت کا اختیار ہوگا لیکن شہداء ہر دن کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں۔ (تفسیر القرطبی)

[یہ حدیث اگر سند کے اعتبار سے درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کرام کو یہ پانچ جزوی اعزازات نصیب ہوں گے جو بظاہر حضور اکرم ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہیں ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ اور انبیاء کرام کو جو اعزازات حاصل ہیں وہ ان اعزازات سے بے حد زیادہ بلند ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام بلاشبہ شہداء سے بڑھ کر ہے اور حضور اکرم ﷺ تو مخلوق میں سب سے اعلیٰ و افضل ہیں چنانچہ اس طرح کے جزوی فضائل کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ شہداء کا مقام نعوذ باللہ انبیاء سے بلند تر ہو گیا ہے اور نہ

اس طرح کی احادیث سے یہ سمجھنا چاہئے کہ جزوی فضائل کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں نعوذ باللہ کوئی کمی یا بے ادبی لازم آتی ہے۔ اگر کسی دفتر کا آفیسر یہ کہے کہ فلاں کلرک کو حسن کارکردگی پر ایک موٹر سائیکل انعام میں دی گئی ہے اور یہ ایسا اعزاز ہے جو مجھے بھی نہیں ملا تو یہ بات درست ہوگی۔ کلرک کو انعام میں موٹر سائیکل ملنا اگرچہ ایک خصوصیت ہے کیونکہ یہ موٹر سائیکل آفیسر کو نہیں ملی ہوتی لیکن اس موٹر سائیکل کی وجہ سے وہ کلرک اپنے آفیسر سے زیادہ مقام والا نہیں ہو جاتا اور نہ اس کی موٹر سائیکل آفیسر کی کار کے برابر ہو سکتی ہے۔ عام مسلمانوں کو جب اس طرح کی احادیث سنائی جائیں تو ساتھ مذکورہ بالا وضاحت بھی ضرور کر دی جائے تاکہ فضائل بیان کرنے کے نشے میں اسلام کے اہم قوانین پامال نہ ہوں جیسا کہ اکثر فضائل بیان کرنے والوں کا طریقہ بنتا جا رہا ہے]۔

(۹) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

☆ حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں۔

(۱) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھا دیا جاتا ہے (۲) اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے (۳) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے (۴) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے (۵) بہتر (۷۲) حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے (۶) اور اس کے اقارب میں ستر کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (ترمذی۔ مصنف عبدالرزاق۔ ابن ماجہ)

(١٠) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش

اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے:

[اس بارے میں کئی روایات پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں مزید روایات ملاحظہ فرمائیں]

☆ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شہید کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(السنن الکبریٰ بیہقی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے تو زمین پر اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے پھر اس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال کر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر چڑھتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہونے کے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو پھر اسے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے وہ آسمان کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اس کے لئے رحمت کی دعا اور استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے پھر اسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کے لئے نئی چیزیں دی جاتی ہیں دن کو مچھلی جنت کی نہروں میں تیرتی رہتی ہے شام کے وقت بیل اسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت

کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اسے اپنی دم سے ذبح کر دیتی ہے شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

(١١) خون خشک ہونے سے پہلے حور عین کی زیارت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں [یعنی حوریں] اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابن ماجہ)

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا سب سے افضل جہاد کون سا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے [یعنی وہ شہید ہو جائے] (مسند احمد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والا شہید ہونے والے سے افضل ہے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ آپ افضل

ہیں یا حضرت ہشام ابن العاص؟ انہوں نے فرمایا ہم دونوں [بھائی] غزوہ یرموک میں شریک تھے رات کو میں بھی شہادت کی دعا مانگتا رہا اور وہ بھی جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہو گئی جبکہ میں محروم رہ گیا۔ پس اسی سے تمہیں ان کی افضلیت معلوم ہو جانی چاہئے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

(۱۲) چیونٹی کے کاٹنے جیسا درد اور سکرات الموت سے حفاظت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان۔ بیہقی)

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور صبر نازل ہوتا ہے تو مجاہد کے لئے قتل ہونا گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ (شفاء الصدور)

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ [موت] شہید پر اور مظلوم قتل کئے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے: اے قبروں والو تم کس پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اور شہید ہر روز دو بار اپنے رب عزوجل کی زیارت کرتا ہے اسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔ (ابن مبارک)

مصنف فرماتے ہیں میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی کے والد محترم کی طرف منسوب کتاب مجموع اللطائف میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میری

روح جلدی سے قبض فرمائیے گا اور مجھے درد سے بچائیے گا ایک دن وہ شخص تفریح کے لئے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آگیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا میں باغ میں سویا تھا جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جنت میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

اس بارے میں کچھ واقعات پچھلے ابواب میں بھی گزر چکے ہیں۔

(۱۳) فرشتوں کا داخلہ اور سلام

☆ پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہداء کو بلا کر بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرمادے گا تو فرشتے آکر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم رات دن آپ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے ہیں یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں پھر [یہ سن کر] فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد۔ المستدرک صحیح الاسناد)

مطلب بن حنطب فرماتے ہیں کہ شہید کے لئے جنت میں ایک بالاخانہ ہے جو صنعا [یمن] سے جابیہ [شام] کی مسافت جتنا ہے اس کے اوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مشک اور کافور ہے۔ فرشتے شہید کے پاس اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آجائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

(۱۴) اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں حضور اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستر حضرات جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیئے ان میں میرے ماموں حضرت حرام بھی تھے [مدینہ منورہ میں] یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آکر پانی ڈالتے تھے پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحاب صفہ اور دوسرے فقراء کے لئے کھانا خریدتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان حضرات کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرمایا راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا انہوں نے [شہادت کے بعد] عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی ﷺ تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالی کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے پار کر دیا حضرت حرام نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے [صحابہ کرام سے] فرمایا تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی ﷺ تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالی سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ پر [ستر قراء] حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو کافروں کے سردار عامر بن طفیل نے ان سے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ عامر بن

فہیرہ ہیں۔ اس نے کہا میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آسمان ان کے اور زمین کے درمیان نظر آرہا تھا۔ پھر انہیں واپس زمین پر رکھ دیا گیا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر شہید ہونے والے [ستر] حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے:

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پا چکے ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (بخاری)

(۱۵) شہادت کی قبولیت کے لئے ماضی میں نیک اعمال شرط نہیں ہیں

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی [جنگی] ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں قتال کروں یا اسلام لاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر [اسی وقت] جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری)

[یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت کے اعلی مقامات کے مستحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ]

☆ ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا کیا میرے لئے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا اگرچہ میں نے اللہ کے لئے نماز نہ پڑھی ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور)

☆ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لئے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم ﷺ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ ہم لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا [شہادت کے بعد] اسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ یہ قاتل اس کے لئے بلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم ﷺ نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مار دو یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا

میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اور اس نے اللہ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم ﷺ کے خیمے میں لایا گیا آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بڑا خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حور عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے ان کا نام اسلم بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

(۱۶) شہید پر انبیائے کرام کی فضیلت درجہ نبوت کی وجہ سے ہے

[اس بارے میں ایک روایت پہلے گزر چکی ہے مزید روایات یہاں ذکر کی جاتی ہیں]

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (۱) وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلا وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لئے آیا ہے اگر وہ [دوران جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز واکرام کا لباس اسے پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار اور ہمیشگی کا تاج رکھ دیا جائے گا (۲) دوسرا وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر [دوران جہاد] انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا ٹھکانہ اللہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا: فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر۔۵۵) پاک مقام میں ہر

طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(۳) تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو اگر [دوران جہاد] اس کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ وہ کہے گا ہمارے لئے راستہ کھول دو ہم وہ ہیں جنھوں نے اپنا خون اور مال اللہ کے لئے لٹا دیا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی سے کہیں گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آئیں گے اور ان پر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ فرماتے ہیں انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ کیا جاتا ہے وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی وہ جنت میں جو پسند کریں گے اسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔

(ابوداؤد، بیہقی، الترغیب والترہیب)

(۱۷) حور عین سے شادی

[اس بارے میں بہت ساری روایات پہلے گزر چکی ہیں مزید چند کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔]

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شہید کے لئے جنت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی روح کو اس

جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا برا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اسے دیکھ رہے ہیں پھر اس کی بیویاں حور عین آجاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور)

[اس بارے میں روایات بے شمار ہیں اور ان میں سے کئی ایک آپ پیچھے پڑھ بھی چکے ہیں]

خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے کہ کبھی کبھار حور عین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آجاتی ہیں تاکہ اسے یہ بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شہادت کی خلعت فاخرہ تیار کر رکھی ہے۔ اس بارے میں کچھ سچے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی اپنی کتاب الجہاد میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک واقعہ ابوادریس نامی بزرگ کا ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منورہ کے دو مجاہد تھے ان میں سے ایک کا نام زیاد تھا ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجنیق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے اور پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جنت کا نقشہ اور حور عین کا حلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اس پر میں ہنسا پھر جب میں نے حور کا قرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا ظہر تک انتظار کرو اس پر میں رو پڑا۔ ابوادریس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظہر کی اذان ہوئی اور اس کی روح نکل گئی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

فصل

بعض اوقات حور عین کسی مجاہد کو حالت بیداری میں بھی نظر آجاتی ہے۔ تاکہ وہ شہادت پانے کے لئے بھرپور جدوجہد کرے۔

واقعہ نمبر ۱ :

یزید بن معاویہؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن یزید نے مجھے بتایا کہ ایک جہاد کے دوران ہم انگوروں کے ایک باغ سے گزرے ہم نے اپنے ایک نوجوان ساتھی کو ایک کپڑا دیا کہ اس میں انگور بھر کر لے آؤ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے سونے کے پلنگ پر حور عین کو دیکھا اس نے [کوئی غیر عورت سمجھ کر] اپنی نظریں جھکالیں پھر اس نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں بھی ویسی ہی ایک عورت تھی اس نے پھر نظریں جھکالیں اس عورت نے کہا تمہارے لئے ہمیں دیکھنا حلال ہے اور تم اپنی حور عین بیویوں کو دیکھ رہے ہو اور آج تم ہمارے پاس آنے والے ہو وہ نوجوان انگور لئے بغیر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آگیا ہم نے اسے کہا کیا ہوا؟ کیا تم ڈر گئے ہو ہم نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا نور اور حسن پہلے سے بڑھا ہوا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ انگور کیوں نہیں لائے۔ وہ بالکل خاموش رہا یہاں تک کہ ہم نے اسے قسم دیکر پوچھا تو اس نے پورا ماجرا سنادیا۔ تھوڑی دیر بعد جب لڑائی کا اعلان ہوا تو وہ بہت جلدی دشمنوں کی طرف بڑھنے لگا ہم نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ اس کی سواری کو روکے رکھے تاکہ ہم تیار ہو کر اکٹھے نکل سکیں پھر ہم سب شہادت کی تمنا کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے وہ ہم میں سب سے آگے تھا اور اس دن وہی سب سے پہلے شہید ہوا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

جہاں تک ان حوروں کی خواب میں زیارت کا تعلق ہے تو اس کے قصے اور واقعات بے شمار ہیں [جن میں سے بعض پچھلے ابواب میں گزر چکے ہیں]۔

واقعہ نمبر ۲ :

شیخ عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن جہاد کے لئے روانگی سے پہلے میں نے تلاوت قرآن پاک کا اعلان کیا اور ہم میں سے ایک نے یہ آیات پڑھیں: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الی آخرہ) کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ یہ آیات سن کر ایک پندرہ سالہ نوجوان جس کا والد اس کے لئے بے شمار مال چھوڑ کر انتقال کر چکا تھا مجھے کہنے لگا اے شیخ عبدالواحد کیا اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں بیٹا اس نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی جان ومال کو جنت کے بدلے اللہ تعالیٰ کو بیچ دیا ہے۔ میں نے کہا بیٹا تلوار اٹھانا آسان کام نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ اس نے کہا میں اللہ کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کر کے پیچھے ہٹ جاؤں یہ کیسے ممکن ہے۔ اس نوجوان نے اپنا سارا مال اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا اور اپنے پاس صرف گھوڑا، اسلحہ اور جہاد کے لئے خرچ رکھا اور کوچ کے دن ہمارے ساتھ شامل ہو گیا میں نے اسے اس نفع مند سودے پر مبارک باد دی وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو گیا دن کو وہ روزے سے ہوتا تھا اور رات اس کی سجدوں میں گزرتی تھی وہ ہماری اور ہمارے گھوڑوں کی خدمت میں لگا رہتا تھا اور بڑی چوکسی سے ہمارا پہرہ دیتا تھا جب ہم روم پہنچ گئے تو ایک دن وہ بے تابانہ آوازیں لگانے لگا: اے میری حور عینا! ساتھیوں نے کہا شاید اس کی عقل میں کچھ فرق آگیا ہے میں نے اس سے پوچھا اے بیٹے کہاں ہے تمہاری حور عینا۔ اس نے کہا کہ میں آج اونگھ رہا تھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور مجھے ایسے باغات سے گزارتا ہوا لے گیا جن میں صاف ستھرے پانی، سفید دودھ اور شراب کی نہریں تھیں اور ان کے کنارے حسین وجمیل بے مثال لڑکیاں تھیں میں ان میں سے ہر ایک سے حور عینا کا پوچھتا تو وہ کہتیں کہ وہ آگے رہتی ہے ہم تو اسکی خادمائیں ہیں۔ یہاں تک کہ میں شہد کی نہر تک پہنچا اور وہاں موتی کے محل میں میری ملاقات حور عینا سے ہوئی گفتگو کے بعد جب میں

نے اسے گلے لگانا چاہا تو اس نے کہا ابھی نہیں ہاں آج ہمارے ساتھ افطار کرنا پھر میں بیدار ہو گیا اور اب مجھ سے شام تک صبر نہیں ہو رہا۔ شیخ عبد الواحد فرماتے ہیں کہ ابھی ہماری یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دشمن کا ایک گروہ آپہنچا ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور نو دشمنوں کو مار کر خود بھی شہید ہو گیا۔ آخری بار میں نے اسے دیکھا کہ خون میں لت پت پڑا ہوا بھرپور طریقے سے مسکرا رہا ہے اور اسی حال میں اس نے دنیا فانی کو خیر باد کر دیا۔

(کتاب الزہد والرقائق)

اس واقعے اور اس طرح کے دوسرے واقعات میں حور عینا کا ذکر ہے حور عین کا مفرد ہے یعنی ایک حور عینا۔ حور عینا کا معنی ہے گورے رنگ اور بڑی کالی آنکھوں والی عورت۔ یہ حسین مخلوق جنت میں مردوں سے زیادہ ہے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ ایک ایک جنتی کو کئی کئی حوریں ملیں گی قرآن مجید میں ان کی صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

ترجمہ [گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں] (الرحمن-۵۸)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ [اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے (حفاظت سے) تہہ کئے ہوئے (آب دار) موتی]۔ (واقعہ-۲۲-۲۳)

اور احادیث میں ان حوروں کی جو شان بیان کی گئی ہے وہ تو عقلمندوں کو حیران کرنے والی اور بصیرت والوں کو تعجب میں ڈالنے والی ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور ان کے بعد والے آسمان کے سب سے روشن ستارے سے زیادہ نور والے ہوں گے اور ہر جنتی کو دو بیویاں ملیں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا [لطافت کی وجہ سے] ان کے گوشت کے باہر سے نظر آئے گا اور کوئی بھی جنت میں کنوارہ نہیں رہے گا۔ (البخاری۔ مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر جھانک لے تو آسمان و زمین کا درمیان خوشبو سے بھر جائے اور ان دونوں کے درمیان روشنی پھیل جائے اور اسکے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنتی عورت کی پنڈلی کا گودا ستر جوڑوں کے باہر سے نظر آئے گا اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کانھن الیاقوت والمرجان [گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں] (رحمن-۵۸)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر جنت کی ایک عورت اوپر سے جھانک کر دیکھ لے تو زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج اور چاند اپنی روشنی کھو دیں۔

(البزار۔ الطبرانی۔ الترغیب والترہیب)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت: کانھن الیاقوت والمرجان کے بارے میں فرمایا کہ جنتی اپنا چہرہ اس حور کے آئینے سے زیادہ شفاف رخسار میں دیکھے گا اور اس کے زیر استعمال موتیوں میں ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر سکتا ہے اور اسکے خاوند کی نگاہ اس تک ستر جوڑوں سے گزر کر پہنچے گی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی پنڈلی کے گودے کو دیکھے گا۔ (مسند احمد۔ ابن حبان۔ ترمذی)

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ حور سات سمندروں میں اپنا لعاب ڈال دے تو یہ سمندر شہد سے زیادہ میٹھے ہو جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب)

☆ ایک روایت میں ہے کہ جنتی جب جنت میں داخل ہوگا تو ستر سال تک تو وہاں کے بستروں پر تکیہ لگا کر سکون حاصل کرے گا پھر اس کی حسین و جمیل حوریں اس کے پاس آجائیں گی۔ (ابن حبان۔ موارد الظمآن)

☆ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ ان حوروں کو چالیس سال تک تو دیکھتا ہی رہے گا اور اپنی نظریں نہیں پھیرے گا۔ (الترغیب والترہیب)

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں سب سے ادنیٰ مقام والا شخص وہ ہوگا جو ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات، اپنی بیویوں، اپنے عیش و آرام کی چیزوں اور اپنے خادموں کو دیکھے گا۔ اور اہل جنت میں سے اللہ کے نزدیک سب سے اعلیٰ مقام والا وہ ہوگا جو صبح شام اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گا۔ (ترمذی۔ ابو یعلیٰ)

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ دوزخ سے نکلنے والے آخری شخص کو دنیا سے دس گنا بڑی جنت ملے گی۔ یعنی جس دن سے دنیا پیدا ہوئی اس سے فنا ہونے کے دن تک کی دنیا سے دس گنا بڑی جنت تمام تر نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسے عطاء فرمائیں گے۔ جب ادنیٰ جنتی کا یہ مقام ہے تو پھر اعلیٰ جنتی کا مقام کیا ہوگا اور پھر مجاہد کا مقام کیا ہوگا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کے سو درجے بنائے ہیں اور پھر غور کیجئے کہ شہید کا مقام کیا ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ بس اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھئے جو شہید سے کم درجے والوں کے لئے بیان ہوا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً م بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدہ ۱۷)

کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

☆حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ اس کا کھٹکا کسی دل پر گزرا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

[جنت کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بے شمار ہیں اور ان میں سے ہر

حدیث میں جنت کے عجیب و غریب اور اعلیٰ ترین فضائل اور احوال بیان کئے گئے ہیں۔ مصنفؒ نے بھی کئی احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ ہم ان میں سے مزید ایک حدیث کو ذکر کرتے ہیں]۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں جنت اور اس کی عمارتوں کے متعلق کچھ بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی، اس کا گارا مشک، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت اور اسکی مٹی زعفران ہے جو اس میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمتیں پائے گا اور کبھی نہیں مرجھائے گا، ہمیشہ اس میں رہے گا کبھی نہیں مرے گا، جنت والوں کے کپڑے میلے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی سدا بہار رہے گی۔ (ترمذی۔ ابن حبان۔ مسند احمد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جنت تو ہم مسافروں کا وطن ہے اور وطن کی باتیں انسانوں کو اکتاہٹ میں مبتلا نہیں کرتیں بلکہ محبوبوں سے ملاقات کی جگہ کا تذکرہ تو شوق کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے جنت اور اسکی حوروں اور نعمتوں کا تذکرہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس میں لگ گئے تو اصل مقصود کا ذکر رہ جائے گا۔ بس شوق شہادت پیدا کرنے کیلئے اتنا تذکرہ بھی کافی ہے اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اس باب کا اختتام ایک سچے واقعے پر کرتے ہیں۔

واقعہ! رافع بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہشام بن یحییٰ کنانی نے کہا میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے خود دیکھا ہے اور اس واقعے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نفع پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس لئے سنا رہا ہوں تاکہ تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے کہا ضرور سنائیے انہوں نے کہا ہم نے ۳۸ھ میں جہاد روم میں حصہ لیا اس وقت ہمارے امیر مسلمہ بن عبدالملک اور عبداللہ بن ولید تھے یہی وہ جنگ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے طوانہ [نامی مقام] مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرمایا۔ اس جہاد میں ہم اہل بصرہ اور اہل جزیرہ اکٹھے تھے

اور ہم نے خدمت، پہرے داری اور جانوروں کا چارہ لانے کے لئے باریاں مقرر کر رکھی تھیں ہماری جماعت میں سعید بن حارث نام کے ایک شخص بھی تھے وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر سجدوں میں لگے رہتے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ خدمت میں ان کی باری ہلکی رکھیں اور ان کی جگہ ہم خدمت کر لیا کریں تو وہ اس بات کو نہیں مانتے تھے۔ بس صبح شام رات دن وہ محنت ہی محنت میں لگے رہتے تھے ایک بار ہم نے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور ہم سخت مشکلات میں مبتلا تھے۔ رات کو سعید بن حارث کے پہرے کی باری تھی انہوں نے اس رات عبادت اور پہرے میں اتنی مشقت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود کو ان کے سامنے حقیر سمجھنے لگا۔ میں نے رات گزرنے کے بعد کہا اے سعید! آپ کے نفس اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے تم اتنا عمل کیا کرو جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو میں نے یہ اور اس طرح کی کئی احادیث انہیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھائی ہمارے پاس چند گنے چنے سانس، فنا ہونے والی عمر اور گزر جانے والے وقتوں کے علاوہ اور کیا ہے۔ میں تو موت کے انتظار میں ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور میں نے انہیں ثابت قدمی کی دعا دی پھر ان سے کہا آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجئے تاکہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو تو آپ اس کے لئے تیار ہوں وہ خیمے کے ایک کونے میں سو گئے۔ باقی تمام ساتھی مختلف کاموں میں بکھر گئے اور میں کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ اچانک مجھے خیمے میں باتیں کرنے کی آواز آئی میں حیران ہوا اور جلدی سے اندر گیا تو وہاں سعید سو رہے تھے۔ وہ نیند میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے انہوں نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر آرام سے واپس کھینچ لیا۔ اور پھر کہا رات تو وہی رات ہوگی پھر وہ اچھل کر جاگ گئے اور وہ کانپ رہے تھے میں نے انہیں سینے سے لگایا وہ برابر تڑپتے رہے پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن واپس آگیا اور وہ ذکر کرنے لگ گئے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا سب ٹھیک ہے۔ میں نے نیند کے دوران ان کے باتیں کرنے اور ہنسنے کا تذکرہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا آپ

مجھے معاف رکھئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا اور اپنی دوستی کا حق بتلایا تو وہ کہنے لگے جب میں سو گیا تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے لوگ قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہیں اچانک دو خوبصورت ترین شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے خوش ہو جاؤ اے سعید اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری محنت کی قدر فرمائی ہے اور تمہارے اعمال اور دعاؤں کو قبول کر لیا ہے اور تمہیں زندگی ہی میں بشارت دے دی ہے آؤ ہم تمہیں وہ نعمتیں دکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار فرمائی ہیں وہ مجھے تمام لوگوں سے الگ کر کے دائیں جانب لے گئے جہاں پر ایک گھوڑا موجود تھا جو ہمارے گھوڑوں جیسا نہیں تھا وہ تو بجلی کی چمک کی طرح تیز رفتار تھا وہ ہمیں لے کر ہوا کی طرح تیز اڑتا ہوا ایک ایسے بڑے محل کے پاس لے آیا جس کے اول آخر اور بلندی کی انتہا پر نظر نہیں پڑتی تھی وہ محل گویا کہ شفاف چاندی کا تھا اور نور کی طرح چمک دمک رہا تھا جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہم نے اس میں داخل ہو کر وہ چیزیں دیکھیں جن کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور نہ ان کا کھٹکا آدمی کے دل پر گزر سکتا ہے ہم نے اس محل میں ستاروں کی تعداد میں ایسے خدمت گار بچے دیکھے جو موتیوں کی طرح تھے جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو خوبصورت آواز میں پکارنے لگے یہ اللہ کا ولی ہے اللہ کا ولی آگیا خوش آمدید اے اللہ کے ولی پھر ہم آگے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سونے کے پلنگ بچھے ہوئے تھے ان موتیوں سے جڑے پلنگوں پر ایسی لڑکیاں بیٹھی تھیں جن کی شان مخلوق میں سے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ان کے درمیان میں ایک بلند پلنگ پر ان میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ کمالات والی لڑکی تھی۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے کہا یہ تیرا گھر ہے یہ لڑکی تیری بیوی ہے یہی تیرا ٹھکانا اور منزل ہے یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی چلے گئے اور لڑکیاں بے تابی کے ساتھ میری طرف بڑھیں اور مجھے خوش آمدید کہنے لگیں اور مبارک بادیں دینے لگیں اور اس طرح استقبال کرنے لگیں جس طرح گھر والے اپنے کسی سفر سے واپس آنے والے کا کرتے ہیں پھر انہوں نے مجھے درمیان

والے پلنگ پر اس لڑکی کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہنے لگیں یہ تیری بیوی ہے اور اس جیسی ایک بیوی اور بھی ہے اور ہم بہت عرصے سے تیرے انتظار میں تھے۔ پھر میں اس لڑکی سے باتیں کرتا رہا وہ بھی میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اس نے بتایا کہ میں تیری ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں تو ایک دن میرے پاس رہے گا اور دوسرے دن دوسرے محل میں دوسری بیوی کے پاس۔ پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ واپس کر دیا اور کہنے لگی آج نہیں آج تو تمہیں دنیا میں واپس جانا ہے میں نے کہا میں واپس نہیں جانا چاہتا اس نے کہا ابھی تو آپ کو جانا ہے اور تین دن وہاں رہ کر آپ نے تیسری رات ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے انشاء اللہ۔

میں نے کہا رات تو وہی رات ہوگی اس کے بعد میں جاگ گیا۔

ہشام کہتے ہیں میں نے کہا تم اللہ کا شکر کرو جس نے تمہیں آخرت کا بدلہ جیتے جی دکھا دیا انہوں نے کہا میری زندگی میں آپ یہ بات کسی کو نہ بتایئے گا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا بعض جنگ کرنے گئے ہیں اور بعض دوسرے کاموں کے لئے گئے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ اٹھے، انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی اور اسلحہ اٹھا کر میدان جنگ میں چلے گئے وہ روزے کی حالت میں تھے سارا دن وہ لڑتے رہے اور شام کو واپس آگئے واپسی پر ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ آج انہوں نے [یعنی سعید نے] تو وہ کام کیا جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا انہوں نے آگے بڑھ کر حملے کئے اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کے درمیان ڈالا مگر انہیں کوئی تیر یا پتھر نہیں لگ رہا تھا میں نے دل میں کہا اگر تمہیں اصل بات معلوم ہو جائے تو تم بھی اسی کی طرح آگے بڑھو گے اسکے بعد سعید نے کسی چیز سے روزہ افطار کیا اور رات بھر مصلے پر کھڑے رہے اور صبح پھر روزہ رکھا اور پچھلے دن کی طرح جہاد کیا تیسرے دن میں بھی ان کے ساتھ نکلا تاکہ ان کا پورا معاملہ دیکھ سکوں وہ سارا دن بہادری سے لڑتے رہے مگر دشمن کا کوئی ہتھیار اور کوئی تدبیر ان پر کارگر نہیں ہو رہی تھی

یہاں تک کہ سورج کے غروب کا وقت قریب آگیا اور وہ پہلے سے زیادہ چست نظر آنے لگے۔ اس وقت قلعے کے اوپر سے ایک کافر نے تاک کر انہیں تیر مارا جو ان کی گردن میں لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ساتھیوں نے جلدی بڑھ کر اٹھایا اور پیچھے لے آئے اس وقت ان کے جسم میں کچھ جان تھی میں نے انہیں کہا مبارک ہو اس چیز کی جو آپ کو آج افطار کے وقت ملنے والی ہے کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس پڑے گویا کہ مجھے واقعہ خفیہ رکھنے کا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میں وعدہ خلافی سے بچ گیا پھر ان کی روح پرواز کر گئی اس کے بعد میں نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے لوگو! ہمیں بھی اسی طرح عمل کرنا چاہیے آؤ میں تمہیں تمہارے اس بھائی کا واقعہ سناؤں۔ لوگ جمع ہو گئے میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا تو لوگ رونے لگے میں نے اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا پھر انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا جس سے میدان گونج اٹھا دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ہر طرف پھیل گئی اور ہمارے امیر مسلمہ بن عبد الملک تک بھی پہنچ گئی ہم نے ان سے کہا آپ کا انتظار ہے آیئے جنازہ پڑھایئے انہوں نے کہا ان کا جنازہ وہی شخص پڑھائے گا جس کو اس واقعے کا علم ہوا ہے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے جنازہ پڑھایا اور اسی جگہ ان کو دفن کر کے ان کی قبر کے نشان کو مٹا دیا۔ رات کے وقت سارے لوگ انہیں کی باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کو جہاد پر ابھارتے رہے اور صبح کے وقت سب نے ایک نئے عزم اور اللہ سے ملاقات کے والہانہ جذبے کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا اور سورج چڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قلعہ فتح فرما دیا ان پر اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (کتاب الجہاد لابی الحسن علی بن الفضر السلمی)

[شہادت کے فضائل اور شہداء کے واقعات ہم نے تفصیل کے ساتھ پڑھ لئے اور احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں ان کے سچا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ فضائل صرف صحابہ کرام یا امت کے پہلے لوگوں

کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ فضائل قیامت تک کے انسانوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں چنانچہ جس طرح ماضی کے خوش قسمت افراد نے ان فضائل کو پڑھا سمجھا اور ان پر یقین کیا اور پھر میدانوں میں نکل کر بھرپور محنت کر کے ان فضائل کو پایا اسی طرح آج ہمیں بھی یقین اور عمل کی آنکھوں سے ان فضائل کو پڑھنا چاہئے اور ان کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے جب تک یہ فضائل حاصل نہ ہو جائیں اور اگر یہ فضائل حاصل ہو گئے تو پھر ہمارے لئے چین ہی چین ہو گا مزے ہی مزے ہوں گے اور ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے شہداء کرام کے لئے خصوصی طور پر تیار فرمائی ہیں۔ اسی طرح ہم نے اس باب میں حضرات شہداء کرام کے جو واقعات پڑھے ہیں وہ کوئی دیو مالائی کہانیاں یا کوہ قاف کے جنات کے واقعات نہیں ہیں یہ سارے لوگ ہماری طرح گوشت پوست کے بنے ہوئے تھے جن کے سینے میں بھی ہماری طرح دل اور ان کی رگوں میں ہماری طرح خون تھا ان کے ارد گرد بھی دنیا کے تقاضے مجبوریاں اور دنیا کی پرکشش چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ ان کے دلوں میں بھی ہماری طرح امیدیں اور ارمان پیدا ہوتے تھے اور انہیں بھی اپنے بیوی بچوں اور اہل وعیال سے پیار تھا لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جان ومال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے تو خوشی سے جھوم اٹھے کہ واہ اللہ تعالیٰ ہمارا خریدار بن گیا ہے چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ ہم جان ومال کا یہ سودا کہاں جا کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں تو جواب ملا کہ تم میدان جہاد میں نکل کر یہ سودا پیش کرو چنانچہ وہ دیوانہ وار میدان جہاد کی طرف دوڑے ان کے گوشت پوست کے جسم فولاد بن گئے ان کے سینے میں دھڑکنے والا دل صرف اللہ کے لئے دھڑکنے لگا اور اس میں اللہ کی ملاقات کا شوق ایسا سمایا کہ اس میں سے ہر طرح کا خوف اور ڈر نکل گیا اور یہ دل بزدلی اور دنیا کی محبت سے پاک ہو گیا۔ ان کے جسم میں چلنے والا خون جوش مارنے لگا، بیوی بچوں کی محبت نے انہیں یہ سکھایا کہ وہ جلد از جلد اپنی جان اللہ تعالیٰ کو

دیکر اپنے بیوی بچوں کی شفاعت کا انتظام کریں چنانچہ انہوں نے اللہ کی محبت میں اور کفر سے نفرت کرتے ہوئے تلوار اٹھائی اور پھر ان کی تلوار خون اگلنے لگی اور اس وقت تک خون اگلتی رہی جب تک خود ان کی گردن نے اپنا سارا خون زمین پر نہیں بہا دیا ان لوگوں نے خود کو اللہ کے پاس بیچ دیا تھا اور جو چیز خریدی جاتی ہے اس سے پیار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا پھر خود انہیں خریدا اور پھر ان پر اپنا پیار نچھاور فرما دیا اور ان کے ہر عمل کو عبادت اور ہر ادا کو طاعت بنا دیا اور ان پر فخر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف میرے ہیں صرف میرے اور میری خاطر جان دیتے ہیں میری خاطر کٹ مرتے ہیں میرے دشمنوں سے زمین کو پاک کرتے ہیں اور میرے نام کی بلندی کے لئے خود اپنے لہو کا نذرانہ پیش کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمت اور اپنے فضل کے سارے دروازے کھول دیئے۔ یہ دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں آج بھی شہادت کا بازار گرم ہے اللہ تعالیٰ آج بھی خریدنے کے لئے تیار ہے اور خوش قسمت لوگ آگے بڑھ بڑھ کر خود کو بیچ رہے ہیں دنیا والوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اپنے رب کے ہاتھوں میں۔ آج پھر افغانستان کشمیر، فلسطین میں شہداء کے استقبال کے لئے حوریں اتر رہی ہیں وہ تمام کرامات جو ہم نے حضرات صحابہ کرامؓ کے شہداء اور ان کے بعد کے شہداء کی پڑھی ہیں ایک ایک کر کے اس زمانے کے شہداء کو بھی نصیب ہو رہی ہیں اور ایسے عجیب وغریب واقعات ابھی ظاہر ہو رہے ہیں جن کی ماضی میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا تو ہم آپ کے سامنے اس زمانے کے شہداء کرام کی کچھ کرامات کا تذکرہ کرتے جو افغان جہاد کے دوران ظاہر ہوئیں۔ جو کشمیر میں کھلی آنکھوں سے دیکھی گئیں اور جو فلسطین فلپائن بوسنیا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دکھائیں مگر اس وقت ہمارے لئے ان واقعات کو لکھنا ممکن نہیں ہے لیکن جس اللہ تعالیٰ نے ماضی کے شہداء کو کرامتوں سے نوازا وہی اللہ تعالیٰ آج کے شہداء کرام پر بھی وہی فضل فرما رہا ہے بلکہ اس زمانے میں ایمان کی کمزوری کی وجہ سے بعض اوقات زیادہ

فضل و کرم کا معاملہ فرماتا ہے تاکہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو اور ان کے دل مضبوط ہو جائیں۔

اے مسلمانو! یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہے جان تو جسم سے نکلنی ہی ہے اور ایک رات قبر میں ہونا ہی ہے پھر ہم کس چیز سے ڈریں اور کس چیز سے گھبرائیں آج ہم سے وہ چیز مانگی جا رہی ہے جو ہم نے ایک نہ ایک دن دینی ہے اور ہم کو اس راستے پر چلنے کی دعوت دی جا رہی ہے جس سے بچنا کسی کے بس میں نہیں ہے تو پھر جب مرنا ہی ہے تو پھر کیوں نہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرنے کے لئے پیش کریں اور اس جان کو جہاد کے میدانوں میں لے جا کر پاک کریں اور اسے اس قابل بنائیں کہ یہ اللہ کے حضور پیش ہو سکے اور جنت کی نعمتوں کی مستحق ہو سکے۔

شہادت سے ڈرنا ایک غفلت اور بیوقوفی ہے کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے اور شہادت سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے کیونکہ حقیقی مومن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی جان اور مال دے کر اس کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے اور وہ اسے بھی اللہ کا فضل سمجھتا ہے کیونکہ جان دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اب اسی کی دی ہوئی چیز واپس اس کو دے کر اس کی رضا اور جنت کی نعمتیں پانا نفع کا سودا نہیں تو اور کیا ہے؟

تیسواں باب

مال غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ ہے
اور اگر خائن مارا جائے تو شہید نہیں ہے

خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے غلول مال غنیمت میں خیانت کو کہتے ہیں وہ اس طرح کہ لشکر کا امیر یا کوئی مجاہد مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے اور اسے تقسیم والے تک نہ پہنچائے خواہ یہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ، بعض علماء کے نزدیک اسے غلول اس لئے کہتے ہیں کہ شریعت نے ہاتھوں کو ایسا کرنے سے باندھ دیا ہے۔ مال غنیمت میں خیانت بہت بڑا گناہ اور بڑی سخت معصیت ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص تین چیزوں [یعنی] تکبر، مال غنیمت میں خیانت اور قرض سے پاک مرا وہ جنت میں جائے گا۔

(ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان۔ المستدرک)

مال غنیمت میں خیانت پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں ہم ان میں سے چند کو یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) خیانت والا مال دوزخ کی آگ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خیبر کے دن حضور اکرم ﷺ کے کچھ صحابہ حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا فلاں شہید ہوا ہے اور فلاں شہید ہوا ہے یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے

گزرے اور کہا یہ شہید ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے جہنم میں ایک ایسی چادر میں دیکھا ہے جو اس نے مال غنیمت سے چرائی تھی یا اس عبا میں دیکھا ہے جو اس نے مال غنیمت سے چرائی تھی پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف ایمان والے داخل ہوں گے۔ (مسلم شریف)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مال غنیمت میں خیانت کرنے والا مومن نہیں ہے اور اسکی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی ایمان والا مال غنیمت میں خیانت نہیں کرتا۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوہ خیبر کے لئے نکلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطاء فرمائی ہمیں مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا بلکہ سامان، کھانے کی اشیاء اور کپڑے ملے۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک غلام بھی تھا ———— اور یہ غلام قبیلہ جزام کے رفاعہ نامی ایک شخص نے آپ ﷺ کو دیا تھا جب ہم نے وادی میں پڑاؤ ڈالا تو وہ غلام اپنا سامان کھول رہا تھا کہ اسے ایک تیر لگا جو اس کی موت کا سبب بن گیا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ اس کے لئے شہادت مبارک ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے مال غنیمت میں سے تقسیم کرنے والے کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے لے لی تھی آگ بن کر اس پر بھڑک رہی ہے یہ سن کر لوگ سخت خوفزدہ ہو گئے اور ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے لیکر حاضر ہوا۔ اس نے کہا میں نے یہ خیبر کے دن لئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ایک تسمہ یا دو تسمے آگ کے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ وادی القریٰ میں قتل ہونے والے اس غلام کا نام مدعم ہے جبکہ بخاری کی ایک روایت میں اس طرح کا واقعہ کرکرہ نامی شخص کی طرف منسوب ہے۔

واللہ اعلم [ممکن ہے کہ وہ دوسرا واقعہ ہو]

☆ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ عصر کی نماز ادا فرما لیتے تو عبدالاشہل قبیلے کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ گفتگو فرماتے اور پھر مغرب کے لئے واپس لوٹ آتے تھے ایک بار حضور اکرم ﷺ مغرب کے لئے جلدی جلدی [مسجد نبوی کی طرف] آ رہے تھے کہ ہمارا گزر بقیع [قبرستان] سے ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اف ہے تجھ پر، اف ہے تجھ پر۔ ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات میرے دل پر بھاری گزری میں آپ سے پیچھے ہو گیا اور میں نے گمان کیا کہ آپ مجھے فرما رہے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کیا ہو گیا تمہیں چلتے کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نے ابھی کچھ کہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کیا کہا ہے؟ میں نے عرض کیا آپ نے مجھ پر اف فرمائی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ میں نے فلاں شخص کو کہا ہے میں نے اسے فلاں قبیلے میں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا تھا اس نے ایک چادر چرا لی۔ پس اسی چادر جیسی آگ کی زرہ اسے پہنا دی گئی ہے۔ (نسائی۔ ابن حبان)

☆ حضرت ابوحازم بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس مال غنیمت میں سے [تقسیم سے پہلے] ایک چادر لائی گئی اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ! یہ آپ کیلئے ہے تاکہ آپ دھوپ کے وقت اس سے سایہ حاصل کریں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا نبی آگ کے سائے کے نیچے بیٹھے۔ (کتاب المراسیل لابی داؤد)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے خیانت سے حاصل شدہ مال جہنم کا انگارہ ہے اور ایسا خزانہ آگ کا خزانہ ہے۔ (ابن مبارک)

علامہ ابن جریر نے لکھا ہے کہ نہاوند [نامی علاقے] میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع رضی اللہ عنہ کو نگران مالیات بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عطاء فرمادے تو مال غنیمت ان میں تقسیم کر دینا اور خمس [یعنی پانچواں حصہ]

الگ کر لینا۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کر رہا تھا کہ ایک کافر آیا اور اس نے کہا اگر آپ مجھے اور میرے گھر والوں کو امان دے دیں تو میں آپ کو ہرمز گرد کے خزانے کا پتہ بتادوں گا اور یہ خزانہ آپ کا اور آپ کے امیر کا ہو جائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے وہ مجھے لے گیا اس نے مجھے موتیوں اور ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی دو بڑی ٹوکریاں دکھائیں میں نے انہیں اٹھوایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بیت المال میں دے دو میں نے وہ بیت المال میں دے دیں اور جلدی سے کوفہ کی طرف لوٹا ابھی کوفہ پہنچا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ کا قاصد آگیا اور اس نے میرے اونٹ کے بالکل پیچھے اپنا اونٹ بٹھایا اور کہا فوراً امیر المومنین سے ملو، میں فوراً واپس گیا تو حضرت عمر فرما رہے تھے کیا ہوا مجھے اور ام السائب کے بیٹے کو میں نے عرض کیا کیا ہوا اے امیر المومنین؟ فرمانے لگے میں رات کو سویا تو دیکھا کہ فرشتے مجھے ان دو ٹوکریوں کی طرف گھسیٹ رہے ہیں اور ان ٹوکریوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ان آگ کی ٹوکریوں سے جلائیں گے، تو میں نے کہا کہ میں ان ٹوکریوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں گا۔ اے سائب یہ دونوں ٹوکریاں لے جاؤ اور انہیں مسلمانوں کو دیئے جانے والے مال میں شامل کر لو۔ سائبؓ فرماتے ہیں کہ میں انہیں اٹھا کر لے گیا۔ اور [تقسیم کیلئے] کوفہ کی مسجد میں جا کر ڈال دیا۔ (ابن جریر۔ تاریخ)

(۲) خیانت کیا ہوا مال گردن کا سوار

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے خیانت کا تذکرہ فرمایا اور اسے بہت عظیم اور بدترین گناہ قرار دیا اور فرمایا کہ میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو جو آوازیں نکال رہی ہو۔ [یا] اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو جس

کی ہنہنانے کی آواز ہو [پھر وہ] مجھے پکار کر کہے یا رسول اللہ میری مدد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو تمہیں اللہ کے احکام پہنچا چکا ہوں [اور کوئی اس حال میں نہ آئے کہ] اسکی گردن پر اونٹ سوار ہو اور اسکے بلبلانے کی آواز ہو اور وہ کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے میں کہوں گا میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں۔ کسی کی گردن پر بے آواز سونا چاندی مسلط ہوگا وہ کہے گا اے اللہ کے رسول میری مدد فرمایئے میں کہوں گا میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تمہیں احکام پہنچا چکا ہوں اور کسی کی گردن پر کپڑے چیتھڑے ہل رہے ہوں گے وہ کہے گا اے اللہ کے رسول میری مدد فرمایئے۔ میں کہوں گا میں تو کچھ اختیار نہیں رکھتا میں تو احکام پہنچا چکا ہوں۔ (بخاری۔ مسلم واللفظ للبخاری)

جانوروں کے بولنے اور کپڑے [یا کاغذ] کے ہلنے میں حکمت یہ ہے کہ جس نے جو چیز بھی چرائی ہوگی اور اس میں خیانت کی ہوگی وہ چیز اپنی بولی میں اس کے سر پر شور کرے گی تاکہ خود اسے بھی تکلیف ہو اور لوگوں کے سامنے بھی وہ رسوا ہو جائے اور تمام انسانوں کو اس کی خیانت کا پتہ بھی چل جائے اور یہ سب کچھ محشر کے ہولناک دن ہوگا جس کی تکلیفیں، گرمی اور پسینہ پہلے ہی اس شخص پر مسلط ہوگا۔ (واللہ اعلم)

☆ عطیہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی [جہاد کے دوران] سواری مر گئی وہ حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؒ کے پاس آیا اس وقت ان کے سامنے مال غنیمت کا ایک ترکی گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا امیر صاحب مجھے یہ گھوڑا دے دیجئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس نے کہا میں آپ کو گھوڑا اٹھانے کے لئے تو نہیں کہہ رہا۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ مجھے دے دیجئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ مال غنیمت کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران۔۱۶۱)

حالانکہ جو شخص خیانت کریگا وہ شخص اپنی خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔

چنانچہ میں تو اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہاں اگر تم تمام لشکر والوں سے پوچھ لو اور وہ تمہیں اپنا حصہ دے دیں تو میں بھی اپنا حصہ تمہیں دے دوں گا۔ (ابن عساکر)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن عبداللہ مشہور صحابی ہیں اور جہاد میں زیادہ شرکت کرنے اور چالیس سال تک رومیوں کے ساتھ جہاد میں مجاہدین کی قیادت کرنے کی وجہ سے مالک السرایا [جنگوں کے مالک] کے لقب سے مشہور ہوئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ [اور آپ کے لشکر] کے ہاتھ جب مال غنیمت لگتا تھا تو آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ لوگوں میں اعلان کر دو چنانچہ لوگ مال غنیمت لا کر جمع کرا دیتے تھے اور آپ ﷺ اس میں سے خمس نکال کر باقی تقسیم فرما دیتے تھے ایک بار اعلان کے بعد ایک شخص بالوں کی ایک رسی لایا اور کہنے لگا یا رسول اللہ یہ میں نے مال غنیمت میں پائی تھی آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے بلال کے تین مرتبہ آواز لگانے کو سنا تھا اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم اس وقت یہ رسی کیوں نہیں لائے تو وہ شخص معذرت کرنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا اب تم یہ رسی قیامت کے دن ہی لے کر آنا کیونکہ میں تو اب نہیں لوں گا۔ (ابوداؤد۔ ابن حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں خیانت ایسا بھیانک جرم ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی شفاعت تک نصیب نہیں ہوگی بھلا اس سے بڑھ کر ہلاکت اور تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ رحمۃ للعالمین کی رحمت اور شفقت سے انسان محروم ہو جائے۔

اے ہمارے پروردگار۔ اے ارحم الراحمین ہمیں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ فرما بے شک ہم کتنے بڑے مجرم ہی کیوں نہ ہوں۔ [آمین]

☆ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے

صحابہ میں سے ایک کا غزوہ خیبر کے دن انتقال ہو گیا۔ دوسرے حضرات نے اس کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔ [میں نہیں پڑھوں گا] یہ سن کر چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارے اس ساتھی نے اللہ کے راستے میں نکل کر خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس میں یہودیوں کے کپڑے بینے والے تسموں میں سے ایک تسمہ موجود تھا جس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

(۳) خائن کی پردہ پوشی کرنے والا بھی اسی جیسا ہے

☆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے خیانت کرنے والے کو چھپایا وہ بھی اسی جیسا ہے۔ (ابوداؤد)

(۴) خیانت آگ ہے ذلت ہے اور عار ہے تھوڑی ہو یا زیادہ

☆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ غنیمت میں سے ایک بال اٹھا کر فرماتے تھے کہ اس میں خمس کے علاوہ میرا بھی اتنا حصہ ہے جتنا تمہارا اور خمس بھی تمہاری طرف ہی لوٹتا ہے [اے لوگو] سوئی دھاگہ اور اس سے بھی کم درجے کی چیزیں [مال غنیمت تقسیم کرنے والے کے پاس] جمع کرا دیا کرو اور خیانت سے بچو کیونکہ وہ عار ہے آگ ہے اور خائن کے لئے قیامت کے دن ذلت ہے۔ (مسند احمد۔ بزار)

[اس مفہوم کی احادیث مختلف سندوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ کثرت سے آئی ہیں اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے حقیر سی خیانت بھی قیامت کے دن ذلت اور آگ کا باعث بن جائے گی۔ العیاذ باللہ]

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے

ایک غزوے میں غنیمت کے اونٹ کے پاس صحابہ کرام کو نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ نے اس اونٹ کے کوہان کے بال اپنی دو انگلیوں کے درمیان پکڑ کر فرمایا یہ بھی تمہارے مال غنیمت میں سے ہیں اور اس میں میرا حصہ بھی تمہارے حصے جتنا ہے۔ سوائے خمس کے اور وہ بھی تمہاری طرف ہی لوٹا دیا جاتا ہے مال غنیمت کے سوئی دھاگے کو بھی اور اس سے زیادہ اور اس سے کم کو بھی جمع کرایا کرو اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو کیونکہ خیانت دنیا اور آخرت میں خیانت کرنے والوں کے لئے ذلت اور آگ کا سبب ہے اور اللہ کے راستے میں دور والوں اور قریب والوں سب سے جہاد کیا کرو اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو اور سفر حضر میں اللہ کی حدود کو قائم رکھا کرو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے بڑا دروازہ ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تفکرات اور غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ بلقین کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا آپ غنیمت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور باقی چار حصے مجاہدین کے لئے۔ میں نے عرض کیا کیا اس میں سے کسی چیز کا کوئی شخص دوسرے سے زیادہ مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ یہاں تک کہ وہ تیر جو تم اپنے پہلو سے نکالو تم اس کے بھی اپنے دوسرے بھائی سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ (السنن الکبریٰ اسنادہ قوی)

[یعنی اگر تمہیں دشمن کا تیر پہلو میں لگا پھر تم نے وہ تیر نکال لیا تو وہ بھی مال غنیمت میں جمع ہوگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔]

فصل

جہاد میں مالی خیانت کرنے والے کو دو سزائیں ملتی ہیں۔ ایک سزا دنیا میں اور ایک

سزا آخرت میں۔

آخرت کی سزائیں

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ خیانت کرنے والا دوزخ میں ڈالا جائے گا اور جو چیز اس نے خیانت کر کے لی ہوگی وہ قیامت کے دن یا تو آگ بنا کر اسے پہنا دی جائے گی یا اس پر لاد دی جائے گی اسی طرح وہ قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا اور آپ ﷺ اسے صاف جواب دے دیں گے کہ تیرے لئے میں کچھ اختیار نہیں رکھتا اسی طرح اگر وہ جہاد میں مارا گیا تو وہ شہید بھی نہیں ہوگا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے قسم کھا کر اس کی شہادت کی نفی فرما دی ہے تو آپ ﷺ کی قسم کے بعد اس کی ناکامی میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟ [ایسا شخص ظاہری طور پر مجاہد اور شہید ہے لیکن حقیقت میں نہ تو وہ مجاہد ہے اور نہ شہید۔ جیسا کہ اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے]۔

جہاد میں نکلنے والوں کی دو قسمیں اور مجاہدین کی صفات

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہاد میں نکلنے والے دو طرح کے ہیں۔

(۱) وہ لوگ جو جہاد میں نکل کر خود بھی کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی یاد دہانی کراتے ہیں اور زمین میں فساد نہیں پھیلاتے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور اپنے پسندیدہ قیمتی اموال جہاد میں خرچ کرتے ہیں اور وہ ان پر رشک کرتے ہیں جو اپنے مال اللہ کے راستے میں زیادہ خرچ کرتے ہیں یہ لوگ جب لڑائی میں ہوتے ہیں تو اس بات سے حیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں کوئی شک یا مسلمانوں کو رسوا کرنے والی کوئی بات دیکھے۔ جب انہیں خیانت کا موقع ملتا ہے تو ان کے دل

اور ہاتھ خیانت سے پاک رہتے ہیں۔ شیطان ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ان کے دلوں پر وار کر سکتا ہے ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو عزت عطا فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے وہ لوگ ہیں جو جہاد میں نکل کر نہ خود کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی یاد دہانی کراتے ہیں اور اپنا مال بھی خوش دلی سے خرچ نہیں کرتے اور جو کچھ مجبوراً خرچ کرتے ہیں اسے بھی اپنے اوپر چٹی [یعنی جرمانہ] سمجھتے ہیں اور شیطان انہیں اس مال کے خرچ ہونے پر غم میں ڈال دیتا ہے لڑائی کے وقت یہ لوگ سب سے پیچھے اور سب سے زیادہ رسوا کرنے والوں میں ہوتے ہیں اور وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چھپ جاتے ہیں اور وہیں سے بیٹھ کر جنگ کا منظر دیکھتے ہیں پھر اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے دیتا ہے تو یہ سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے [یعنی اپنے کارنامے بیان کرنے والے] ہوتے ہیں اگر انہیں مال غنیمت میں خیانت کا موقع ملتا ہے تو اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور شیطان انہیں سمجھاتا ہے کہ یہ مال غنیمت ہے اگر انہیں وسعت ملتی ہے تو اکڑتے ہیں اور اگر انہیں تنگی کا سامنا ہوتا ہے تو شیطان انہیں لالچ میں مبتلا کر دیتا ہے ان لوگوں کو مجاہدین کا کوئی اجر نہیں ملتا سوائے اس کے کہ ان کے جسم مجاہدین کے جسموں کے ساتھ اور ان کا چلنا مجاہدین کے چلنے کے ساتھ نظر آتا ہے جبکہ ان کی نیت اور اعمال مجاہدین سے بالکل مختلف ہوتے ہیں قیامت کے دن پہلے اللہ تعالیٰ انہیں مجاہدین کے ساتھ جمع فرمائے گا پھر انہیں الگ کر دے گا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک سندہ صحیح)

☆ ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جس نے خیانت کر کے کوئی چیز لے لی تو اس چیز کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالا جائے گا اور خیانت کرنے والے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ آگ میں غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لائے۔ (ابن عساکر)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات اونٹنیوں کے وزن کا ایک پتھر جہنم

میں ڈالا جائے گا اور وہ ستر سال تک نیچے گرتا رہے گا۔ اور خیانت سے حاصل کیے ہوئے مال کو بھی اس کے ساتھ ڈالا جائے گا اور پھر خیانت کرنے والے کو کہا جائے گا کہ وہ اسے اٹھا کر لائے۔ یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب ہے۔

ترجمہ: [اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ تعالیٰ کے روبرو) لا حاضر کرنی ہوگی] (آل عمران۔ ۱۶۱)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خیانت کرنے والوں پر یہ عذاب ہوگا کہ وہ چیز لائی جائے گی جو انہوں نے خیانت سے لی ہوگی اور اسے جہنم کے سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ غوطہ لگا کر اس چیز کو نکال لاؤ اور وہ چیز آگ کے سمندر کی تہہ تک پہنچ جائے گی اور اس کی تہہ کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ وہ لوگ اس میں جہاں تک اللہ نے چاہا غوطہ لگائیں گے پھر وہ سانس لینے کے لیے اپنے سر نکالیں گے تو ان میں سے ہر انسان کی طرف ستر ہزار فرشتے لوہے کے ہتھوڑے لیکر بڑھیں گے اور ان کے سروں پر ماریں گے اور ہمیشہ یہ لوگ اسی عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں خیانت اللہ کی ناراضگی اور غصے کا موجب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں: کمن باء بسخط من اللہ. (آل عمران۔ ۱۶۲) [وہ اس شخص کی طرح (مرتکب خیانت) ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں گرفتار ہو] سے مراد وہ لوگ ہیں جو خیانت کرتے ہیں خود سوچیے کہ اللہ کی ناراضگی سے بڑھ کر اور کیا سزا ہو سکتی ہے۔

خیانت کی دنیوی سزائیں

خیانت کی دنیوی سزا یہ ہے کہ جس قوم میں بھی خیانت آجاتی ہے ان کے دلوں پر دشمنوں کا رعب چھا جاتا ہے اور فتح ان سے دور ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت آجاتی ہے ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ [دشمنوں کا] رعب ڈال دیتا ہے اور جس قوم میں زنا پھیل جاتا ہے ان میں کثرت سے موت واقع ہوتی ہے اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان کی روزی کم کر دیتا ہے اور جو قوم ناحق فیصلے کرتی ہے اس میں خون خرابہ عام ہو جاتا ہے اور جو لوگ عہد توڑتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دشمنوں کو مسلط فرما دیتا ہے۔

(موطا امام مالک موقوفا۔ ابن ماجہ)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن ایسی باتیں اپنی رائے سے نہیں کہی جا سکتیں اس لئے یہ مرفوع روایت ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی طبرانی اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میری امت خیانت نہیں کرے گی تو کبھی بھی دشمن اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت حبیب بن مسلمہ سے پوچھا کیا دشمن تمہارے مقابلے میں ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مقدار جم کر لڑتا ہے انہوں نے کہا جی ہاں اور کبھی کبھار تین بکریوں کے دودھ دوہنے کی مقدار بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم لوگ مال غنیمت میں خیانت کرنے لگے ہو۔ (الطبرانی باسناد جید)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حبیب الفہری شامی امام بخاریؒ کے بقول صحابی ہیں اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے حدیث سنی ہے جبکہ واقدی نے ان کے سماع کا انکار کیا ہے۔ رومیوں سے زیادہ جنگیں کرنے کی وجہ سے انہیں حبیب الروم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کی شان میں حضرت حسان بن ثابت نے فرمایا (ترجمہ شعر)

ان مجاہدین میں حبیب بھی ہیں جو موت کا شعلہ ہیں وہ ہمیشہ کمر کس کے ان کے آگے رہتے ہیں اور ان کے چہرے سے غضب ظاہر ہوتا ہے۔

☆ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاد سے واپس آنے والوں سے پوچھتے تھے کیا دشمن تمہارے مقابلے میں جم کر لڑتا تھا اگر وہ کہتے کہ ہاں تو آپ فرماتے تم نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو گی۔ (ابن عساکر مختصر)

فصل

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی کرو۔ (ابوداؤد)

صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ہم ولید بن ہشام کے ساتھ جہاد میں نکلے ہمارے ساتھ حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی تھے ایک شخص نے کچھ خیانت کی تو ولیدؒ نے اس کا سامان جلانے اور اسے لوگوں میں گھمانے اور مال غنیمت میں سے اس کا حصہ ضبط کرنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

مال غنیمت میں خیانت کرنے والوں کو کیا سزا دی جائے گی اس میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

[زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے تعزیر ہے یعنی مسلمانوں کا شرعی حکمران یہ فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا سزا دی جائے اسی طرح خیانت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خیانت کیا ہوا مال واپس لوٹا دے لیکن اگر اس مال کے مالک ادھر ادھر منتشر ہو چکے ہوں اور ان تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس مال کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرا دے اور باقی صدقہ کر دے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیلات فقہ یا احکام جہاد کی کتابوں میں مذکور ہیں]۔

مسئلہ: مجاہدین کے لئے جائز ہے کہ وہ دوران جہاد دشمنوں سے چھینے ہوئے مال میں سے کھانے پینے کی اشیاء، اپنی سواریوں کا چارہ اور ایمونیشن وغیرہ تقسیم سے پہلے بھی استعمال

کرسکتے ہیں اسی طرح جلانے کے لئے لکڑیاں اور لگانے کے لئے تیل بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

[حضرات مجاہدین کے لئے یہ باب نہایت اہمیت کا حامل ہے ٹریننگ کے دوران ہی مجاہدین کو یہ باب اچھی طرح سے پڑھا اور سمجھا دینا چاہئے تاکہ اجتماعی اموال میں خیانت کے جرم عظیم سے وہ واقف ہو جائیں اور جہاد کے دوران وہ نفرت کی حد تک اس سے بچیں اسی طرح مجاہدین کے شعبہ مالیات میں کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اس باب کی احادیث کتبوں پر لکھ کر اپنے کمرے میں دیواروں پر لگادیں تاکہ بار بار پڑھنے سے خود کو بھی یاد دہانی ہوتی رہے اور ہر آنے جانے والا بھی ان اہم احکام سے واقف ہو سکے ویسے تو ایک سچے مجاہد کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اجتماعی اموال میں خیانت کا تصور بھی کر سکے کیونکہ وہ تو اپنی جان اور مال اللہ تعالیٰ کو دینے کے لئے میدانوں میں اترتا ہے تو اسے مال سے کیا غرض؟ لیکن مسلسل یاد دہانی نہ ہونے کی وجہ سے اور زیادہ عرصہ محاذ جنگ سے دور رہنے کی وجہ سے بعض مجاہدین کو شیطان پھسلا دیتا ہے اور وہ اس تباہ کن گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دنیا کے چند حقیر ٹکوں کی خاطر جہاد جیسے عظیم الشان عمل کو تباہ کر دیتے ہیں ایسے ظالموں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو مسجد کی بیرونی چار دیواری میں داخل ہو کر نماز کے لئے جانے کی بجائے مسجد کے بیت الخلاء میں گھس کر پیشاب پینے لگے اور غلاظت کھانے لگے اور کوئی بدنصیب آدمی مسجد میں داخل ہو کر وہاں کی چٹائیوں یا گھڑی وغیرہ کو چرانے کی کوشش کرے۔ باہر والے لوگ تو یہ دیکھ کر کہ یہ آدمی مسجد میں داخل ہوا ہے اسے نمازی سمجھیں گے لیکن حقیقت میں وہ نمازی نہیں بلکہ پیشاب پینے اور غلاظت کھانے والا اور چٹائیاں اور گھڑی چوری کرنے والا ہے اسی طرح مجاہدین کے ساتھ منسلک ہر فرد کو لوگ مجاہد سمجھتے ہیں لیکن ان میں سے کچھ تو واقعی مجاہد ہوتے ہیں اور وہ اپنی جان اور مال دیکر اور تقوے کے ذریعے اپنی جان کو سنوار کر اللہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور اپنے جہاد کا اجر سوائے اللہ کے کسی سے نہیں مانگتے یہ لوگ یقیناً کامیاب ہیں اور انہی کے لئے ہزاروں لاکھوں بشارتیں اور خوشخبریاں ہیں جبکہ بعض

لوگ ایسے ہیں جن کا جہاد میں آنے کا مقصد ہی دنیا کمانا ہوتا ہے اور وہ اللہ کے لئے نہ جان دینا چاہتے ہیں نہ مال۔ وہ تو جہاد کے اس پاک راستے میں دنیا کی غلاظت کھانے کے لئے آتے ہیں اور اپنی بدقسمتی کی بقدر غلاظت کھا کر مر جاتے ہیں جبکہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ابتداء میں خالص جہاد ہی کے لئے نکلتے ہیں مگر پھر جہاد کے کاموں کے لئے مالداروں اور دنیوی عہدیداروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں یا مجاہدین کی کسی ذمے داری کو پاکر وہ اپنے اصل مقصد کو بھول جاتے ہیں اور انہیں یہ خیال آتا ہے کہ میرے پاس اچھا مکان، اچھی گاڑی اور اچھے کپڑے ہونے چاہئیں اور شیطان انہیں یہ سکھاتا ہے کہ تمہاری ان چیزوں سے مجاہدین کو فائدہ پہنچے گا چنانچہ وہ خیانت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا ابتداء میں تو جان دینے کے لئے نکلتے ہیں مگر مال غنیمت کے ڈھیر دیکھ کر ان کی نیت خراب ہو جاتی ہے یا لوگوں کی واہ واہ اور تعریف انہیں دنیا پرست بنا دیتی ہے اور وہ خنزیر کی طرح حرام مال کو کھا کر اپنی دنیا آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔

اے مجاہد بھائیو! یاد رکھو مال غنیمت میں خیانت اور اجتماعی اموال میں خیانت ایسا بدترین گناہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں چلنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔ پھر تم اسے کیسے معاف کراؤ گے۔ اگر تم نے دنیا کمانی ہے تو محنت مزدوری کر کے کماؤ۔ جہاد کے مال میں خیانت کر کے اپنے آپ کو اور مسلمانوں کو رسوا نہ کرو۔ یاد رکھو یہ مال سور کے گوشت کی طرح اور گدھے کے خون کی طرح اور کتے کے پیشاب کی طرح حرام ہے۔

اللہ کے لئے اپنے بیوی بچوں کو ایسی غلاظت نہ کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی مقرر ہے اگر تم نے حرام سے پرہیز کیا تو انشاء اللہ تمہیں یہ روزی حلال اور باعزت ذریعے سے مل جائے گی۔

مجاہدین کو چاہئے کہ اپنے مالی نظام کو لکھ کر علماء کرام کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ اسے شریعت کی روشنی میں پرکھ سکیں۔ اسی طرح ہر مد کی رقم اسی مد میں خرچ کیا کریں اور اپنا

ذمے دار صرف اسے بنائیں جس کو دین کا علم ہو اور وہ اللہ سے ڈرتا ہو۔ اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچتا ہو۔ اگر آپ نے ایسے لوگوں کو اپنا قائد نہ بنایا تو ممکن ہے کہ جاہل اور ناخدا ترس لوگ اپنی جہالت اور بے پروائی کی وجہ سے آپ کو بھی مالی خیانت میں مبتلا کر دیں اور حرام مال کھلا دیں تو یہ بہت بڑی بد قسمتی کی بات ہو گی۔

یاد رکھئے دنیا میں اسلامی نظام تبھی نافذ ہو سکے گا جب ہم اسے سب سے پہلے اپنے اوپر نافذ کریں گے اور اسلام کے ایک ایک حکم کو اہمیت دیں گے۔ آج بعض مجاہدین اپنے جہاد کے نشے میں آکر اسلام کے دیگر احکام کو حقیر سمجھتے ہیں یاد رکھئے ایسے لوگ مجاہد نہیں بلکہ محض جنگجو ہیں کیونکہ مجاہد تو اسلام کا محافظ ہوتا ہے اور وہ تو اسلام کے کسی حکم کی تحقیر برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ وہ خود اسلام کے کسی حکم کو حقیر سمجھے۔

جہاد بلاشبہ ایک عظیم الشان نعمت ہے اور بہت بڑی سعادت ہے اور اس نعمت اور سعادت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ دل ریاکاری سے اور ہاتھ خیانت سے محفوظ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی مجاہد بنائے اور ہمیں ریاکاری اور خیانت سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین

اکتیسواں باب

مسلمان قیدیوں کو دشمن کے ہاتھوں سے چھڑانے کے لئے مال اور جان کی قربانی دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(۱) وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا

(نساء ۷۵)

اور تمہارے پاس کیا عذر ہے (تمہیں کیا ہو گیا ہے) کہ تم نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حامی کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے بھیج دیجئے اپنے پاس سے کوئی مددگار۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد کو اپنے کلمے کی بلندی، اپنے دین کے غلبے اور کمزور مسلمانوں کے تحفظ کیلئے فرض فرمایا ہے اگرچہ اس میں جانیں چلی جائیں اور قیدیوں کو دشمنوں سے لڑ کر یا انہیں مال دے کر چھڑانا مسلمانوں پر فرض ہے اور مال کے ذریعے چھڑانا زیادہ تاکیدی فرض ہے کیونکہ یہ جان قربان کرنے سے آسان اور ہلکا ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کو چھڑائیں خواہ انہیں

اپنا سارا مال ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

☆ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے قیدیوں کا چھڑاؤ۔ (بخاری)

اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ [جس طرح سے ممکن ہو رہائی اور دیگر معاملات میں] تعاون کریں کیونکہ یہ فدیہ دے کر چھڑانے سے بھی آسان ہے۔

اگر مسلمانوں نے کسی قیدی کو [کافروں سے] فدیہ دیکر چھڑایا تو اگر وہ قیدی مالدار ہے تو کیا رہائی کے بعد وہ مسلمانوں کو فدیے کی رقم واپس کرے گا یا نہیں۔ علماء کرام کے دونوں طرح کے اقوال ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ رقم واپس کرے گا۔ (تفسیر قرطبی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان قیدی کافروں سے فدیے کا معاہدہ کر کے واپس مسلمانوں میں آجائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کا فدیہ ادا کریں اور ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس قیدی کو واپس کافروں کو دے دیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ. (بقرہ۔ ۸۵)

اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا۔ (ابن عساکر)

☆ حضرت عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے خط مبارک میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کی ہر جماعت اپنے قیدیوں کا فدیہ معروف طریقے سے اور مسلمانوں کے درمیان [اس فدیے کے حصے کے بارے میں] انصاف کے ساتھ ادا کرے گی اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے مقروض ساتھیوں کا فدیہ اور دیت ادا کرنے میں مدد کریں۔ (ابن مبارک عن کثیر بن عبداللہ وھو ضعیف)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ

نے حضرات مہاجرین اور انصار کو خط لکھا کہ اپنی دیتیں ادا کیا کرو اور اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ۔ مسند احمد)

[جنگی قیدیوں کے بارے میں پہلے طریقہ یہ تھا کہ انہیں گرفتار کرنے والے ان کی آزادی کے لئے کچھ رقم مقرر کر دیتے تھے کہ اس قیدی کو ہم اتنی رقم لیکر چھوڑ سکتے ہیں یہ رقم فدیہ کہلاتی تھی اور حضور اکرم ﷺ نے اسی معروف طریقے کے مطابق قیدیوں کو چھڑانے کی تاکید فرمائی ہے چونکہ اصل تاکید قیدی چھڑانے کے بارے میں ہے اس لئے قیدی چھڑانا لازم ہوگا خواہ وہ کسی طریقے سے ممکن ہو ان احادیث کو صرف فدیے کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا]۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ. (انفال۔ ۷۲)

اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ وہ مسلمان جنہوں نے دشمن کی زمین سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو اگر مسلمانوں کو مدد کے لئے پکاریں کہ آؤ اور لشکر یا مال کے ذریعے ہمیں کافروں سے چھڑاؤ تو مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر وہ تمہیں ایسی قوم کے خلاف مدد کے لئے بلائیں جن کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہو تو پھر تم معاہدہ نہ توڑو بلکہ معاہدے کی مدت گزرنے کا انتظار کرو۔

ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کمزور مسلمان اپنی آزادی اور رہائی کے لئے بلائیں تو مسلمانوں پر ان کی مدد لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان رشتہ ولایت قائم ہے پس مدد کی پکار سننے کے بعد کسی مسلمان کی آنکھ کے لئے جائز نہیں کہ وہ آرام کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو ان کی مدد کے لئے نکل پڑنا چاہئے یا اپنا سارا مال خرچ کر دینا چاہئے یہاں تک کہ کسی مسلمان کے پاس ایک درہم باقی نہ رہے۔

یہی امام مالکؒ اور دیگر ائمہ کا قول ہے۔ لیکن آج جس طرح سے مسلمانوں نے اپنے قیدی بھائیوں کو کافروں کے ہاتھوں میں چھوڑ رکھا ہے حالانکہ ان کے ہاتھوں میں بے شمار مال، قوت اور طاقت ہے اس پر ہم صرف انا للہ وانا الیہ راجعون ہی پڑھ سکتے ہیں۔

(تفسیر القرطبی)

☆حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دشمنوں کے ہاتھوں سے کسی مسلمان قیدی کو فدیہ دیکر چھڑایا تو میں [محمد ﷺ] وہی قیدی ہوں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

[یعنی کسی مسلمان قیدی کو چھڑانا گویا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو چھڑانے جیسا ہے۔ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر اس عمل کی اور کیا تاکید ہو سکتی ہے کیونکہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے کسی مسلمان کے قید ہونے کو اپنے قید ہونے جیسا اور اس کے چھڑانے کو اپنے چھڑانے جیسا قرار دیا ہے۔]

☆حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسلمان کو مشرکوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں تو یہ مجھے پورے جزیرۃ العرب سے زیادہ محبوب ہے۔

(ابن عساکر)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ قسطنطنیہ میں قید مسلمانوں کے نام خط میں لکھتے ہیں

اما بعد! معاذ اللہ آپ لوگ خود کو قیدی شمار کرتے ہیں [ایسا ہرگز نہیں بلکہ] آپ تو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے لوگ ہیں یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ میں جب اپنی رعایا کے درمیان کچھ تقسیم کرتا ہوں تو آپ لوگوں کے گھر والوں کو دوسروں سے زیادہ اور بہتر چیزیں دیتا ہوں میں فلاں آدمی کے ہاتھ آپ لوگوں کے لئے پانچ دینار بھجوا رہا ہوں اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ظالم رومی آپ لوگوں تک یہ مال نہیں پہنچنے دیں گے تو میں اس سے زیادہ بھجواتا میں نے آپ تمام لوگوں کو منہ مانگا فدیہ دیکر چھڑانے کے لئے فلاں

آدمی کو بھجوادیا ہے۔ آپ لوگ خوش ہو جایئے اور خوش خبری پایئے۔ والسلام (ابن عساکر)

مسئلہ: علامہ نوویؒ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کافر ہمارے ایک دو مسلمانوں کو گرفتار کرلیں تو کیا ان کے اس فعل کو اسلامی ممالک میں کافروں کی فوجوں کے داخلے جیسا سمجھا جائے گا یا نہیں؟ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کا یہ فعل اسلامی حدود میں فوجیں داخل کرنے کی طرح شمار ہوگا [اور اسلامی سرحدوں میں کافروں کے داخل ہونے سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے] کیونکہ ایک مسلمان کی حرمت کسی شہر یا ملک کی حرمت سے زیادہ ہے چنانچہ شرعی حکم یہ ہوگا کہ اگر وہ اس قیدی کو ایسے علاقے میں لے گئے ہوں جو مسلمانوں کے ملک کے قریب ہے اور حملہ کر کے قیدی کو چھڑانا ممکن ہو تو فوراً ان پر حملہ کیا جائے گا لیکن اگر وہ اسے لے کر دور دراز علاقوں میں چلے گئے ہوں اور بڑے لشکر کے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو پھر تیاری مکمل ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔

(الروضۃ للنووی)

واقعات

قاضی ابو بکر بن عربیؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک حکمران نے کافروں سے معاہدہ کر لیا تھا کہ ایک دوسرے کے افراد کو قیدی نہیں بنائیں گے انہیں دنوں ایک مسلمان کا کافروں کے ملک میں جانا ہوا تو ایک بند گھر میں سے ایک عورت نے [یہ دیکھ کر کہ یہ مسلمان ہے] اسے پکارا اور کہا کہ اپنے حاکم کو بتا دینا کہ مجھے کافروں نے گرفتار کر رکھا ہے یہ شخص جب واپس ہوا اور اس کی مسلمان حکمران سے گفتگو ہوئی تو آخر میں اس نے اس عورت کا تذکرہ کیا ابھی اس نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ مسلمان حکمران کھڑا ہو گیا اور اس نے فوری طور پر لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور اس پورے علاقے پر قبضہ کر کے مسلمان عورت کو آزاد کرا لیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اندلس کے حکمرانوں میں سے منصور بن ابو عامر جیسا

کوئی نہیں گزرا انہوں نے پچاس سے زائد جنگیں لڑیں اور انہیں جنگوں میں ان کی وہ مشہور لڑائی بھی ہے جس میں مسلمانوں کو دو پہاڑوں کے درمیان ایسی تنگ جگہ سے گزرنا تھا جہاں سے ایک وقت میں صرف ایک گھڑ سوار گزر سکتا تھا چنانچہ رومیوں نے بے شمار فوج لا کر اس تنگ درے کو بند کر دیا اور منصورؒ کی پیش قدمی کو روک دیا منصور کو جب صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے [عجیب جنگی تدبیر کا مظاہرہ کرتے ہوئے] خیمے اکھاڑنے اور وہاں پر مضبوط عمارتیں بنوانے کا حکم دے دیا اور انہوں نے وہاں پر اپنے محل کا نقشہ بھی بنایا اور چاروں طرف اپنے گورنروں کو لکھ دیا کہ مجھ سے پہلے حکمرانوں نے اس جگہ کو نظر انداز کر کے غلطی کی ہے میں نے استخارے کے بعد یہاں قیام کا فیصلہ کر لیا ہے چنانچہ میں یہاں ایک شہر آباد کر رہا ہوں تم لوگ کاریگروں اور مزدوروں کو جلد بھجوا دو۔ رومیوں نے جب یہ منظر دیکھا تو صلح کے لئے جھک گئے اور منت سماجت کرنے لگے منصور نے کہا میں تم سے اسی وقت صلح کروں گا جب تم اپنے بادشاہ کی بیٹی میرے نکاح میں دو گے رومیوں نے جواب دیا کہ ایسی ذلت کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے چنانچہ انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے لڑائی کا عزم ظاہر کیا دوسری طرف منصور کے پاس بیس ہزار شہسوار تھے دونوں لشکروں کا خوفناک مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ منصورؒ اپنے بیٹے میر منشی اور چند مجاہدین کے ساتھ اکیلے رہ گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ میرا خیمہ کسی بلند جگہ پر نصب کر دو چنانچہ ایسا کیا گیا۔ مسلمانوں نے جب امیر کے خیمے کو دیکھا تو سب دوبارہ اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ رومیوں کو عبرتناک شکست ہوئی ان کے بہت سارے آدمی مارے گئے اور کافی سارے گرفتار ہوئے رومیوں نے پھر صلح کی درخواست کی تو منصورؒ نے اپنی پرانی شرط دھرائی اور ساتھ بے شمار مال و دولت دینے کے لئے بھی کہا رومی راضی ہو گئے اور روم کے معزز لوگوں نے وہ مال اور لڑکی سلطان منصورؒ تک پہنچائی لڑکی کو الوداع کرنے والے معزز رومیوں نے اسے کہا کہ اب تم اپنی قوم کی فلاح کے لئے کچھ کرنا تو اس لڑکی نے جواب دیا کہ

عزت عورتوں کے جسم سے نہیں بلکہ مردوں کے نیزوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ جب منصورؒ فتح مند ہو کر واپس اپنے شہر پہنچے تو ایک عورت نے کہا آپ اور دوسرے لوگ خوشیاں منا رہے ہیں جبکہ میں رو رہی ہوں کیونکہ میرا بیٹا تو رومیوں کے پاس قید ہے منصورؒ نے اسی وقت لشکر کو واپسی کا حکم دیا اور وہ جب دوبارہ شہر میں آئے تو ان کے ساتھ اس عورت کا بیٹا بھی تھا۔ (تاریخ قرطبی)

اللہ تعالیٰ ان بلند ہمت حضرات پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور انہوں نے دین اسلام کی عزت و عظمت کے جو ڈنکے بجائے اللہ تعالیٰ انہیں اس پر اجر عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

انہی سلطان منصور کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ جہاد سے واپس آتے تھے تو اپنے کپڑوں، اپنی زرہ اور دوسرے سامان کا غبار جھاڑ کر اپنے پاس جمع فرما لیتے تھے چنانچہ ان کے پاس بہت سارا غبار جمع ہو گیا تھا جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے اسی غبار میں دفن کیا جائے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ خوشبو اور کیا پاکیزہ مٹی ان کو آخری وقت میں نصیب ہوئی۔

عارف باللہ امام عبدالغفار بن نوح القوصیؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے [عباسی خلیفہ] معتصم باللہ کو خبر پہنچی کہ ایک رومی فوجی افسر نے عموریہ سے قید ہونے والی ایک مسلمان عورت کو تھپڑ مارا تو اس عورت نے پکار کر کہا وامعتصماہ یہ سن کر فوجی افسر نے اسے [طنزاً] کہا معتصم تو تمہارے پاس ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر ہی آ سکے گا۔ یہ خبر جب معتصم باللہ کو پہنچی تو اس نے ابلق گھوڑوں کی تلاش میں ہر طرف آدمی دوڑا دیے اور ان گھوڑوں کو خریدنے کے لئے اپنے خزانے کے منہ کھول دیئے یہاں تک کہ اس نے اس رنگ کے اٹھارہ ہزار گھوڑے جمع کر لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اسی ہزار ابلق گھوڑے جمع کیے اور پھر اس نے پورے عزم پکی نیت اور اسلامی غیرت کے جذبے سے سرشار ہو کر

بھرپور حملہ کیا اور اس پورے علاقے کو فتح کر لیا حالانکہ اس سے پہلے یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہو رہا تھا۔ معتصم نے اسلامی غیرت میں آ کر وہاں کافروں کو خوب قتل کیا اور زیادہ سے زیادہ قیدی بنائے اور شہروں کو آگ لگا دی اور اس عورت کو اور اسے تھپڑ مارنے والے رومی کو حاضر کرنے کا حکم دیا وہ دونوں جب آئے تو معتصم ابلق گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا لو میں ابلق گھوڑے پر بیٹھ کر آ چکا ہوں۔ (او حیرتی سلوک اہل التوحید)

[ابلق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس میں سیاہ اور سفید دونوں رنگ ہوں]۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اسلام کی عزت و عظمت کی حفاظت کرنی چاہئے اور مسلمان حکمرانوں کو یہی کردار اپنانا چاہئے۔ اے اللہ ان حکمرانوں کو ان کی اس عالی ہمتی پر اجر عطاء فرما۔

مشہور شاعر ابو تمام طائی نے عموریہ کی اس لڑائی کے بارے میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس میں یہ خوبصورت شعر بھی ہے۔

[ترجمہ] اس دن کا سورج ایسے مسلمان پر طلوع نہیں ہوا جس کی بیوی لشکر میں ہو اور گرفتار ہو کر اس سے جدا ہونے والی ہو اور اس دن کا سورج کسی کنوارے پر غروب نہیں ہوا۔ [یعنی ہر کنوارے کو کوئی باندی مل گئی]

اس قصے سے بھی زیادہ عجیب واقعہ امام قرطبی اپنی تاریخ میں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مسلمان کو گرفتار کر کے [رومیوں کے پایہ تخت] قسطنطنیہ میں پہنچا دیا گیا۔ اس مسلمان نے رومی بادشاہ کے سامنے جرأت کے ساتھ بات کی تو سپہ سالار نے اسے تھپڑ مار دیا اس قریشی قیدی کی زبان سے نکلا۔ اے معاویہ ہمارا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا آپ ہمارے امیر ہیں اور ہم اس طرح سے ضائع کئے جا رہے ہیں یہ بات جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فدیہ بھجوا کر اس قیدی کو آزاد کروا لیا اور اس سے اس رومی سپہ سالار کا نام پوچھ لیا جس نے اسے

تھپڑ مارا تھا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ غور و فکر کے بعد اپنے ایک نہایت معتمد اور صاحب فراست اور تجربہ کار عسکری قائد کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور اسے کہا تم کسی تدبیر سے اس سپہ سالار کو پکڑ کر لے آؤ اس قائد نے کہا کہ اس کے لئے میں پہلے ایک ایسی کشتی بنانا چاہتا ہوں جس کے چپو خفیہ ہوں اور وہ بے حد تیز رفتار ہو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں جو سمجھ آئے وہ کرو اور آپ نے اسے ہر طرح کے اسباب فراہم کرنے کا حکم جاری فرما دیا جب کشتی تیار ہو گئی تو آپ نے اسے بے شمار مال و دولت اور تحفے تحائف دے کر فرمایا کہ تم ایک تاجر بن کر قسطنطنیہ جاؤ اور کچھ تجارت کرنے کے بعد بادشاہ کے وزیروں سپہ سالاروں اور خصوصی درباریوں کو تحفے تحائف دینا مگر اس سپہ سالار کو کچھ نہ دینا جب وہ تم سے شکوہ کرے تو کہنا کہ میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا اب میں نے آپ کو پہچانا ہے تو اگلی بار آپ کے شایان شان تحفے لے آؤں گا فی الحال تو آپ کے مناسب میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ چنانچہ اس قائد نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ قائد واپس آ گیا اور اس نے پوری کارگزاری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سنائی انہوں نے پہلے سے کئی گنا زیادہ مال و دولت اور تحفے تحائف دے کر اسے کہا کہ روم واپس جاؤ دوسروں کے ساتھ اس سپہ سالار کو بھی تحفے دینا اور واپسی کے وقت اسے کہنا کہ میں تم سے خصوصی مگر خفیہ دوستی رکھنا چاہتا ہوں تمہیں جو چیز ضرورت ہو مجھے بتا دو میں تمہارے لئے لے آؤں گا تاکہ پہلے والی کمی کی تلافی ہو سکے اس سپہ سالار نے ایک رنگ برنگی منقش ریشمی چادر کی فرمائش کی اور اس کی لمبائی چوڑائی بھی بتائی وہ قائد جب واپس آئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ چادر تیار کروانے کا حکم دیا اور ایسی چادر تیار کروائی جسے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ چادر اسے دے کر فرمایا کہ جب تم قسطنطنیہ کے ساحل کے قریب پہنچنا تو اس چادر کو کشتی کے اوپر بچھا دینا اور اسے کسی طرح اپنی کشتی پر بلوا لینا جب وہ آ جائے تو اسے یہ چادر اور دوسرے تحفے دے کر باتوں میں لگا دینا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دے دینا کہ وہ خفیہ چپو چلا کر

کشتی کو کھلے سمندر میں لے آئیں وہاں آ کر کشتی کے بادبان کھول لینا اور سپہ سالار کو باندھ کر میرے پاس لے آنا۔ عسکری قائد چادر لے کر روانہ ہو گیا رومی سپہ سالار کو جب کشتی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اسے دیکھنے کے لئے نکل آیا جب اس نے وہ ریشمی چادر دیکھی تو اس کی عقل اڑ گئی اور وہ خود اس کشتی پر جا پہنچا۔ خفیہ چپو چل رہے تھے اور رومی کو کچھ پتہ نہیں تھا جب کشتی کے بادبان کھلے تو اس نے حیرانی سے پوچھا یہ کیا ہوا؟؟ مسلمانوں نے اسے اس کے ساتھیوں سمیت باندھ دیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے آپ نے اس قریشی مسلمان کو بلوایا اور فرمایا کیا اس نے تمہیں تھپڑ مارا تھا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اٹھو اور ویسا تھپڑ تم بھی مار لو مگر اس سے زیادہ نہیں۔ قریشی نے اٹھ کر تھپڑ مار دیا۔ تو آپ نے عسکری قائد سے کہا کہ اب اس رومی کو وہ چادر دے کر واپس چھوڑ آؤ اور اس رومی سے کہا کہ اپنے بادشاہ کو کہہ دو کہ مسلمانوں کا خلیفہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ تمہارے تخت پر بیٹھنے والے تمہارے سپہ سالاروں اور سرداروں سے اپنے کسی مسلمان کا بدلہ لے سکے۔ جب کشتی والے اسے لے کر قسطنطنیہ پہنچے تو دیکھا کہ رومیوں نے ساحل پر حفاظتی زنجیریں لگا دی ہیں چنانچہ انہوں نے اس رومی سپہ سالار کو وہیں پھینکا اور اسے چادر بھی دے دی۔ جب یہ واقعہ رومی بادشاہ تک پہنچا تو اس کے دل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و ہیبت اور زیادہ بڑھ گئی۔ (تاریخ قرطبی)

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ سلیمان بن عبد الملکؒ نے صرف ایک مسلمان عورت کی رہائی کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار کا بری لشکر اور ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل بحری لشکر روانہ فرمایا۔ (ابن کثیر)

اسی طرح ایک بار مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ کچھ مسلمان قیدی انطاکیہ میں لائے گئے ہیں۔ غلام زرافہ نے فوراً اسلامی لشکر لے کر طرسوس کی طرف سے حملہ کر دیا اور محاصرے کے بعد شہر فتح کر کے چار ہزار قیدیوں کو آزاد کرا لیا۔

حضرت عماد الدین زنگی نے رہا (نامی شہر) پر حملہ کیا اور منجنیقوں کے ذریعے ان پر پتھر اور آگ برسائی اور اس کی حفاظتی دیوار کو منہدم کر دیا اور اندر داخل ہو کر جنگ فرمائی اور اپنے پانچ سو قیدی رہا کرا لئے اور دشمن کو خوب نقصان پہنچایا اور ان کے افراد کو قیدی بنا لیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ۵۸۳ھ میں حطین پر حملہ کر کے اپنے بیس ہزار قیدی آزاد کروائے اور کافروں کے ایک لاکھ افراد کو قیدی بنا لیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہشام بن عبد الملک ایک باعزم اور بیدار مغز حاکم تھے اور انہوں نے بڑے کارنامے سر انجام دیئے اور اپنے والیوں کو متحرک کر کے ہر طرف اسلامی لشکر پھیلا دیا ان میں سے ایک لشکر نے بلاد حریر پر حملہ کر کے دس ہزار مسلمان قیدی آزاد کرائے انہیں قید کرنے والے دس ہزار گھڑ سواروں کو ان کے بادشاہ ابن خاقان سمیت قتل کر دیا اور ان کے دوسرے لشکر نے السریر پر حملہ کر دیا اور پندرہ سو جوان غلام لے کر صلح کی ان کے مغربی لشکر نے روم پر حملہ کیا اور اتنی غنیمت حاصل کی کہ اس میں سے بیس ہزار غلام اور بے شمار کپڑے اور تحفے ہشام بن عبد الملک کے لئے روانہ کئے ان کے سندھ والے لشکر نے کئی علاقے فتح کئے اور مال غنیمت کا جو پانچواں حصہ ہشام بن عبد الملکؒ کے لئے روانہ کیا وہ ساڑھے تین لاکھ غلاموں اور دو لاکھ درہم پر مشتمل تھا۔ (تاریخ قرطبی)

حضرت موسیٰ بن نصیرؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے مروان کو ایک لشکر دے کر بھیجا تو اسے ایک لاکھ قیدی لائے اور اپنے بھتیجے کو لشکر دے کر بھیجا تو اسے بھی ایک لاکھ بربری قیدی لائے۔ (سیر اعلام النبلاء)

امام داؤد نے اپنی مشہور کتاب میں قیدی کے باندھنے کے بارے میں باب ذکر کیا ہے اور پھر یہ حدیث لائی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر خوش ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف گھسیٹا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

[یعنی جب مسلمان کافروں کو قید کرتے ہیں اور انہیں باندھ کر لے آتے ہیں تو پھر ان کا حسن سلوک دیکھ کر کئی قیدی مسلمان ہو جاتے ہیں تو گویا کہ یہ لوگ زنجیروں میں باندھ کر جنت کی طرف گھسیٹ کر لائے گئے]

[اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا میں مغلوب ہونے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے اسلام ایک عزت و عظمت والا دین ہے اور جو اس دین کو قبول کر لیتا ہے اور مسلمان بن جاتا ہے تو اس کی عزت و عظمت بھی بہت بڑھ جاتی ہے اسی لئے روایت میں آیا ہے کہ مسلمان کی عزت و حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے اور چونکہ مسلمانوں کی عزت و حرمت کے ذریعے ہی اسلام کی عزت و حرمت کا پتہ چلتا ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ایک ایک مسلمان کی خاطر اپنی اور اپنے صحابہ کرامؓ کی جان کو خطرے میں ڈالا اور آپ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک آپ نے ایک ایک مسلمان پر ہونے والے ایک ایک ظلم کا بدلہ کافروں سے نہیں لے لیا۔ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صرف ایک مسلمان یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے آپ نے چودہ سو صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لی اور خون کے آخری قطرے تک لڑنے کا عزم فرمایا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ ایک مسلمان کی قدر و قیمت کیا ہے؟ اور آپ ﷺ کو علم تھا کہ اگر ایک مسلمان کے خون کو نظر انداز کر دیا گیا یا ایک مسلمان کی حفاظت کو اہمیت نہ دی گئی تو پھر کوئی مسلمان بھی محفوظ نہیں رہے گا اور کافر انہیں تر نوالہ سمجھ کر نگل جائیں گے اور آپ ﷺ کافروں کے ہاتھوں میں پھنس جانے والے مسلمانوں کا درد سمجھتے تھے اس لئے آپ ﷺ مسلسل ان مسلمانوں کے لئے دعاء فرماتے تھے جو کافروں

کے ہاتھوں میں میں پھنسے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ ان کی آزادی اور رہائی کی فکر فرماتے تھے حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہو جانا بہت بڑی آزمائش ہے کافر تو اسلام کے بدترین دشمن ہیں لیکن انہیں ہر جگہ اپنی دشمنی اتارنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس لئے وہ پنی ساری بھڑاس ان مظلوم و مجبور قیدیوں پر اتارتے ہیں اور انہیں طرح طرح کی خوفناک آزمائشوں میں ڈالتے ہیں۔ کافروں کے ہاتھوں قید ہونا کتنی بڑی آزمائش ہے اس کا اندازہ نہ تو کوئی انسان گھر بیٹھ کر لگا سکتا ہے اور نہ اپنے مسلمان ملکوں کی قید پر اسے قیاس کر سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی آزادی کی حالت میں رہ کر کافروں کی قید کا اندازہ لگانا چاہتا ہے تو وہ یہ اندازہ صرف حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف سے لگا سکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے قیدی کے چھڑانے کو خود حضور اکرم ﷺ کے چھڑانے کی طرح قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے عشق رکھنے والا کوئی مسلمان کیا اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ، حضور اکرم ﷺ کافروں کی قید میں ہوں۔ ایک مسلمان کو تو اس بات کا تصور کرنے سے ہی پسینہ آجاتا ہے اور اس کا جسم کانپنے لگتا ہے اور اس کی آنکھوں سے خون ابلنے لگتا ہے۔ بس آپ ﷺ اس حدیث شریف کے ذریعے سے مسلمانوں کو یہ احساس دلانا چاہتے ہیں کہ جب بھی کوئی مسلمان کافروں کی قید میں ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ خود کو قید میں محسوس فرماتے ہیں اور جب کوئی شخص اس قیدی کو رہا کرواتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اتنے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ خود آپ کو رہائی ملی ہو۔

صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث سے آزاد مسلمان کوئی اثر لیں یا نہ لیں۔ قیدی مسلمان اس حدیث شریف کو جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے قرب اور محبت کی لمس کو اپنے دل پر مرہم کی طرح محسوس کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم لاکھوں بار قربان ہو جائیں رحمت اور شفقت کے عظیم پیکر حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے ہم قیدیوں کی تسلی کے لئے

ایسی بات فرمادی جسے سوچ کر قید کی تلخی بھی میٹھی معلوم ہونے لگتی ہے۔

مرضِ عشق کا کیا مبارک مرض ہے
عیادت کو کیا کیا حسین آرہے ہیں

اس باب میں ہم نے جو واقعات پڑھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کو دل کے کانوں سے سنا تھا اور سمجھا تھا چنانچہ وہ ایک ایک عورت کی خاطر لاکھوں کے لشکر لے کر شہروں کے شہر تباہ کر دیتے تھے۔ اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک اسے آزاد نہ کرا لیتے تھے چنانچہ اس دور میں مسلمان محفوظ تھے کافر باوجود خواہش کے انہیں گرفتار کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتا تھا اور کسی مسلمان قیدی پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے کافروں کو خود خوف کی وجہ سے پسینہ آجاتا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم صرف اس پر ہاتھ نہیں اٹھا رہے بلکہ ہم پوری امت مسلمہ کو چھیڑ رہے ہیں۔ اور ہماری مار سے جو درد اس کے جسم میں اترے گا وہ پوری امت مسلمہ کے دل میں بھی اتر جائے گا اور وہ بے تاب ہو کر کھڑی ہو جائے گی اور پھر کافروں کو پچھتانے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ مگر آج مسلمانوں نے اس حدیث کو بھلا دیا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خوشی اور آپ کے غم کی پرواکرنا چھوڑ دی ہے۔ اور اب وہ ایک جسم کی طرح نہیں رہے بلکہ جسم کے فالج زدہ حصوں کی طرح ایک دوسرے سے کٹ چکے ہیں اور بے حس ہو چکے ہیں۔ آج لاکھوں مسلمان کافروں کی قید میں جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کی ڈاڑھیاں نوچی جاتی ہیں ان کے ناخن کھینچے جاتے ہیں اور لوہے کی گرم سلاخوں سے انہیں داغا جاتا ہے۔ اور ہر وہ ظلم ڈھایا جاتا ہے جو کوئی جانور بھی دوسرے جانور پر نہیں ڈھا سکتا۔ مگر افسوس آج مسلمانوں کی قدر جانوروں سے بھی گرادی گئی ہے۔ آج مسلمان قوموں، قبیلوں اور ملکوں میں تقسیم ہو کر اپنی اسلامی شناخت کھو چکے ہیں۔ ہر جگہ منافق ان پر حکومت کر رہے ہیں آج ان کا خون پانی سے سستا بنا دیا گیا ہے۔ جبکہ کافروں نے اپنے لوگوں

کی قدر بڑھادی ہے وہ اپنے ایک ایک قیدی کے لئے اپنے ملکوں کی فوجوں کو حرکت میں لے آتے ہیں وہ اپنے ایک ایک فرد کے تحفظ کے لئے جنگیں لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کے امتی جہاد چھوڑ کر ذلیل ہو رہے ہیں رسوا ہو رہے ہیں۔

الحمد للہ کافی عرصے بعد اب پہلی بار افغانستان میں اسلام کو اقتدار ملا ہے اور ظلم کی خوفناک اور تاریک رات میں یہ پہلا دیا جلا ہے۔ امید کا یہ چراغ ان قیدیوں کو بھی پہلی دفعہ نظر آیا ہے جن کو کافر لاوارث ہونے کے طعنے دیتے تھے۔ مگر وہ برملا کہتے تھے کہ ہمارا وارث اللہ ہے۔ صرف اللہ۔ تو کافر پوچھتے تھے کہاں ہے اسلامی اخوت، کہاں ہیں تمہیں چھڑانے والے؟

آج اسلام کا جو چراغ افغانستان میں روشن ہوا ہے اسے پوری دنیا کا کفر مل کر بجھانے کی کوشش کر رہا ہے کاش: مسلمان متحد ہو کر اس کی حفاظت کریں تاکہ یہ نور پھیلے اور یہ دیا سورج بنے اور امت مسلمہ ان عظمتوں کو پا سکے جو مدت سے مسلمانوں کے لئے ترس رہی ہیں۔

یا اللہ ہم سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطاء فرما آمین۔]

بتیسواں باب

حضور اکرم ﷺ کے غزوات اور سرایا کا مختصر تذکرہ اور بعد کے مسلمانوں کی فتوحات کے مختصر احوال

امام ابو عبداللہ الحلیمیؒ فرماتے ہیں کہ جہاد کی فرضیت کا حکم مختلف مراحل سے گزر کر نازل ہوا۔

(۱) سب سے پہلے آپ ﷺ پر خود آپ کی ذات کے بارے میں احکام نازل ہوتے رہے۔

(۲) پھر آپ پر کافروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا۔ قُمْ فَاَنْذِرْ (مدثر۔ ۲) (اٹھو اور ہدایت کردو)

(۳) آپ کو اس بارے میں کچھ خوف لاحق ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ۔ ٦٧)

اے پیغمبر جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچادو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

(۴) جب کافروں نے دعوت سن کر مذاق اڑایا، آپ کو جھٹلایا تو صبر کا حکم نازل ہوا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ (الحجر۔ ۹۴۔ ۹۵)

پس جو حکم تم کو (اللہ کی طرف سے) ملا ہے وہ (لوگوں کو) سنادو اور مشرکوں کا (ذرا) خیال نہ کرو۔ ہم تمہیں ان لوگوں (کے شر) سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزا کرتے ہیں کافی ہیں۔

(۵) پھر آپ کو ان سے اعراض کا حکم دیا گیا:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا۔ (المزمل۔ ۱۰)

اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔

اور آپ سے فرمایا گیا!

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ۔ (الانعام ٦٨)

اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

(٦) پھر آپ کے سوا دوسرے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی گئی اور یہ ارشاد نازل ہوا:

وَمَنْ یُّھَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَۃً (النساء۔ ۱۰۰)

اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائیگا۔

(۷) پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ۔ (بنی اسرائیل۔ ۸۰)

اور کہو کہ اے پروردگار مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کیجیو۔

(۸) پھر مسلمانوں کو ان لوگوں سے قتال کی اجازت دی گئی جو خود مسلمانوں سے قتال کریں:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (البقرہ۔۱۹۰)

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

(۹) پھر خود جہاد شروع کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ. (الحج۔۳۹)

(اب) ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دی گئی ہے جن سے کافر لڑتے ہیں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان (مسلمانوں) کو غالب کرنے پر قادر ہیں۔

(۱۰) پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض کر دیا اور مکہ میں پیچھے رہ جانے والوں پر ہجرت فرض کر دی اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ. (البقرہ۔۲۱۶)

قتال کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) برا لگتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً. (التوبہ۔۱۲۳)

اپنے قریب کے کافروں سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (البقرہ۔۲۴۴)

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔

اور اسی طرح کی دوسری آیات نازل ہوئیں۔

(۱۱) پھر جہاد کو ایک ایسی لازمی چیز قرار دے دیا گیا جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (التوبہ۔۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے خرید لیا ہے وہ لوگ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں (یہ) اللہ کے ذمہ سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پھر تم خوشیاں مناؤ اس معاملے (خرید و فروخت) پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

مراد اس آیت سے یہ ہے کہ جب جہاد کو فرض کر دیا گیا تو اسے ماننا اور کرنا ایمان کا جزء بن گیا اور اس کی فرضیت اس شرط پر ہوئی جو اس میں نکل کر قتل کرے گا یا قتل ہو گا تو اسے جنت ملے گی اور اس چیز کو ایک خرید و فروخت کی شکل میں پیش کیا گیا کہ مسلمان مجاہدین بیچنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خریدار ہے اور خریدنے والا جب قیمت پیش کر دے تو بیچنے والے پر بیچی گئی چیز دینا لازم ہو جاتا ہے پس اس سے جہاد کی فرضیت اور اس کا لازم ہونا سمجھ میں آ گیا۔ (شعب الایمان للبیہقی)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی سودے کے قیمتی ہونے کا اندازہ تین چیزوں سے لگایا جاتا ہے۔

(۱) خریدنے والے کی عظمت سے کیونکہ بڑے لوگ کبھی حقیر چیزیں خریدنے کے لئے نہیں نکلتے۔

(۲) خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان خرید و فروخت کروانے والے کی عظمت سے کیونکہ بڑے لوگ کبھی کسی ادنیٰ سودے کے درمیان نہیں آتے۔

(۳) قیمت کی عظمت سے کیونکہ کسی گھٹیا چیز کے لئے بڑی قیمت نہیں لگائی جاتی۔

بس اسی سے آپ مجاہدین اور شہداء کی جانوں کی قیمت کا اندازہ لگالیں کہ ان کا خریدار خود اللہ تعالیٰ ہے اور درمیان میں سودا کروانے والے سید الکائنات حضرت محمد ﷺ ہیں اور سودے کی قیمت اللہ کے قرب والی جنت ہے۔

بعض عارفین نے فرمایا کہ جانیں تین قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جن کی آزادی کی وجہ سے ان کا سودا نہیں ہوا یہ انبیاء علیہم السلام کی جانیں ہیں۔

دوسری وہ جانیں جن کا سودا ان کے گھٹیا ہونے کی وجہ سے نہیں ہوا یہ کافروں کی جانیں ہیں۔

تیسری وہ جانیں جن کے اعزاز کی وجہ سے ان کا سودا ہو گیا یہ ہیں ایمان والوں کی جانیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمان اللہ کے غلام ہیں اور غلام کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی جو وہ اپنے آقا کو بیچ سکے [کیونکہ غلام اور اس کی تمام چیزیں اس کے آقا کی ہوتی ہیں] تو غلام اسی وقت اپنے آپ کو آقا کو بیچ سکتا ہے جب آقا اسے آزاد کر دے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کی جان کو خریدتا ہے پہلے انہیں دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور اس بات کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مجاہدین کے لئے آگ کے حرام ہونے اور آگ سے ان کے آزاد ہونے کا ذکر ہے۔

تقریر لطیف

جب اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی کہ میں نے ایمان والوں کی جان و مال کو خرید لیا ہے تو ایمان والوں نے عرض کیا یا اللہ اس کی قیمت کیا ملے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

تمہیں جنت ملے گی۔ پھر انہوں نے پوچھا ہم سودا کس طرح آپ کے سپرد کریں تو جواب ملا: یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ. میدان جہاد میں چلے آؤ لڑو اور جانیں قربان کرو سودا ہم تک پہنچ جائے گا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا اللہ آپ نے خود فرمایا کہ خرید و فروخت کے وقت دو گواہ بنالیا کرو اور ضمانت لکھوالیا کرو تو اس خرید و فروخت کے گواہ کون ہیں؟ جواب ملا۔ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ. کہ تم دو گواہوں کی بات کرتے ہو ہم نے اس خرید و فروخت پر تین کتابوں اور ان پر عمل کرنے والی تین امتوں کو گواہ بنادیا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا اگر آپ نے ہمارا اجر منادیا تو ہم گھاٹے میں رہ جائیں گے جواب ملا: وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ کہ ہم سے بڑھ کر عہد کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر ہر خرید و فروخت کے بعد یا تو ندامت اور غمی پہنچتی ہے یا فرحت اور خوشی۔ تو یہ خرید و فروخت کس قسم کی ہے۔ ارشاد ہوا: فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ تم لوگ اس معاملے پر خوشیاں مناؤ اور اس کی مزید تاکید کے لئے فرمایا: وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. اور بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے اس نے پوچھا یہ کس کا کلام ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس نے کہا اللہ کی قسم یہ تو نفع والا سودا ہے ہم اس خرید و فروخت کو کبھی ختم نہیں کریں گے چنانچہ جہاد میں نکل کر شہید ہو گیا۔

فصل

حضور اکرم ﷺ کے غزوات مبارک [جن میں آپ بنفس نفیس تشریف لے گئے] ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ کے قول کے مطابق ستائیس ہیں اور باقی حضرات نے ان کی

تعداد چھبیس بتائی ہے جبکہ بعض روایات سے ان دونوں کے علاوہ تعداد بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ سرایا جن میں آپ نے صحابہ کرام کو بھیجا اور خود تشریف نہیں لے گئے ابن سعد اور حافظ دمیاطی کے قول کے مطابق چھپن ہیں موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ سرایا کی تعداد سینتالیس ہے جبکہ بعض نے اڑتالیس اور بعض نے چھتیس کی تعداد بھی بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ہم ابن اسحٰق کی روایت سے ترتیب وار غزوات اور سرایا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) غزوۃ الابواء

اسے غزوہ ودان بھی کہتے ہیں یہ صفر ۲ھ میں پیش آیا اور اس میں لڑائی نہیں ہوئی۔

(۲) غزوہ بواط

یہ ربیع الاول ۲ھ میں پیش آیا۔

(۳) غزوۃ العشیرہ

یہ جمادی الاولیٰ ۲ھ میں پیش آیا۔

(۴) غزوہ بدر الاولیٰ

یہ ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق غزوۃ العشیرہ کی چند راتوں کے بعد پیش آیا آپ اس میں کرز بن جابر الفہری کے پیچھے نکلے تھے۔

(۵) غزوۃ بدر الکبریٰ

یہ عظیم الشان معرکہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور کافروں کے

روساکو ہلاک فرمایا سترہ رمضان المبارک ۲ھ کی صبح پیش آیا۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ اور مشرکوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور اس لڑائی میں ہر تین مسلمان ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

صحیح بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ کی صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی جنہوں نے [شرط پوری کر کے] نہر کو عبور کر لیا تھا۔ (بخاری)

غزوہ بدر کے بعض اہم واقعات

مکہ مکرمہ میں حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے خواب دیکھا کہ ایک اونٹ سوار آیا اور اس نے ابطح میں کھڑے ہو کر چیخ کر یہ اعلان کیا اے آل غدر تین دن میں اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف نکلو۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے پھر وہ اپنا اونٹ لے کر مسجد حرام کی طرف گیا اور وہاں پر اس نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پھر وہی اعلان کیا پھر وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے وہی آواز لگائی اور اوپر سے اس نے ایک چٹان پھینکی جب وہ چٹان نیچے پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔

عاتکہ نے اپنے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ خواب بتایا اور کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ تمہاری قوم پر کوئی بڑی بلا اور مصیبت آنے والی ہے مگر تم یہ خواب کسی کو نہ بتانا۔ حضرت عباس نے یہ خواب اپنے قریبی دوست ولید بن عتبہ کو بتادیا اور اسے یہ خواب خفیہ رکھنے کی ہدایت کی مگر ولید نے اپنے باپ کو بتادیا اور یوں یہ خواب پورے مکہ میں پھیل گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجد حرام گئے تو ابو جہل نے انہیں طنزاً کہا کہ ابو الفضل تمہارے

مرد تو نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اب تمہاری عورتیں بھی اس کا دعویٰ کرنے لگی ہیں۔

حضرت عباس نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے عاتکہ کا خواب بیان کیا اور کہنے لگا اگر تین دن میں یہ خواب سچا نہ نکلا تو ہم لکھ کر لٹکا دیں گے کہ تمہارا گھرانہ عرب کا سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ ابو جہل نے اس خواب کو لے کر حضرت عباس اور ان کے گھرانے کو خوب بدنام کیا تو تیسرے دن حضرت عباس ابو جہل کا علاج کرنے کے لئے نکلے مگر جب آپ حرم میں پہنچے تو ابو جہل تیزی سے باہر نکل رہا تھا کیونکہ اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کی آواز سن لی تھی وہ اپنے اونٹ پر کھڑا ہوا تھا اور اس نے کپڑے پھاڑ رکھے تھے اور اونٹ کی ناک کاٹ رکھی تھی اور کجاوہ الٹا پھیرا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا اے قریش والو! اپنے قافلے کی خبر لو تمہارے اموال ابو سفیان کے قافلے میں ہیں اور اس پر محمد اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ بھاگو، جلدی کرو، مدد کو پہنچو یہ سنتے ہی لوگ جلدی جلدی تیاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کیا محمد (ﷺ) نے اسے ابن الحضرمی کا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں وہ اب کچھ اور دیکھیں گے۔ اہل مکہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں بچا جو نہ خود نکلا ہو یا اس نے اپنی جگہ کسی کو نہ بھیجا ہو۔

☐ حضور اکرم ﷺ ستر اونٹوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکلے ہر اونٹ پر تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے راستے میں آپ کو قریش مکہ کے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو اس کی اطلاع فرمائی اور انہیں مشورہ کے لئے جمع فرمایا سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جانثاری فرمایا پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اظہار جانثاری فرمایا ان کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس کام کا حکم دیا ہے آپ اس کو سر انجام دیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ

ہرگز نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم تو یوں کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب قتال کرے ہم بھی آپ کے ساتھ قتال کریں گے اگر آپ ہمیں برک الغماد (نامی مقام) تک لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں حضور اکرم ﷺ نے حضرت مقداد کی اس گفتگو کی تعریف فرمائی اور انہیں دعائے خیر سے نوازا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو مجھے مشورہ دو یہ جملہ آپ نے تیسری بار فرمایا تھا چنانچہ اسے سن کر انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ فرمانے لگے یا رسول اللہ شاید آپ ﷺ ہم انصار سے پوچھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، اس پر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے۔ اطاعت اور جانثاری کے بارے میں ہم آپ سے پختہ عہد و پیمان کر چکے ہیں، آپ جو چاہئے کر گزریئے ہم آپ کے ساتھ ہیں قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہے گا ہم کل دشمنوں سے مقابلے کو برا نہیں سمجھتے ہم لڑائی میں ثابت قدم رہنے والے اور مقابلے کا حق ادا کرنے والے لوگ ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی آپ اللہ کے نام پر ہمیں لے چلئے۔

مسلم کی روایت میں یہ تقریر حضرت سعد بن عبادہ کی طرف منسوب ہے مگر وہ درست نہیں ہے کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ کا بدر میں شریک ہونا بالاتفاق ثابت نہیں ہے۔

آپ ﷺ یہ باتیں سن کر خوش ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ابو جہل یا ابو سفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر فتح و نصرت عطاء فرمائے گا اللہ کی قسم گویا کہ میں مشرکوں کے

قتل ہو کر گرنے کی جگہ دیکھ رہا ہوں پھر آپ ﷺ نے کوچ فرمایا اور بدر کے قریب آکر آپ نے پڑاؤ ڈالا۔

□ حضرت حباب بن منذر بن جموح نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے یہ پڑاؤ اللہ کے حکم سے ڈالا ہے تو پھر ہمارے لئے یہاں سے آگے پیچھے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں یا آپ نے جنگی حکمت عملی کے تحت اس جگہ کو منتخب فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جنگی حکمت عملی کے تحت ہے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پھر تو ہمیں مشرکین کے سب سے قریبی پانی کے پاس پڑاؤ ڈالنا چاہئے تاکہ ہم پیچھے سے کنویں کو بند کر دیں اور حوض بنا کر پانی جمع کر لیں اور یوں مشرکین کو پانی نہیں مل سکے گا۔ آپ ﷺ نے اس مشورے کو پسند فرمایا اور اس پر عمل فرمایا ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ پاس آکر حضرت حباب کے مشورے کی تائید فرمائی۔ (طبقات ابن سعد)

□ ابن اسحق کی روایت کے مطابق قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا کہ محمد [ﷺ] کے لشکر کا اندازہ لگا کر آؤ اس نے لشکر کے گرد گھوڑا گھمایا اور کہنے لگا تین سو سے کچھ زیادہ یا کچھ کم ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے کہیں پیچھے کوئی کمین گاہ تو نہیں بنائی ہوئی کہ جس میں انہوں نے کمک چھپا رکھی ہو چنانچہ وہ دور دور تک گھوڑا دوڑاتا رہا اور واپس آکر کہنے لگا میں نے کچھ نہیں دیکھا لیکن اے قریش والو میں نے ہر طرف مصیبتیں ہی مصیبتیں دیکھی ہیں یثرب کے اونٹ اپنے اوپر سرخ موت کو اٹھا کر لائے ہیں تمہارے مقابلے میں ایسے لوگ ہیں جن کی پناہ گاہ صرف ان کی تلواریں ہیں بخدا اگر تم ان میں سے کسی کو قتل کرو گے تو تمہیں بھی قتل ہونا پڑے گا اگر تم میں سے ان کی تعداد کے برابر لوگ قتل ہو گئے تو زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہوگا اس لئے آپس میں مشورہ کر لو اسی وقت عامر بن حضرمی کھڑا ہوا اور اس نے اپنے پرانے مقتولوں کا نام لے کر لوگوں کو پھر بھڑکا دیا۔

□ مشرکوں میں سے سب سے پہلے اسود بن عبدالاسود مخزومی نامی شخص نکلا یہ بہت بد اور

بد اخلاق آدمی تھا اس نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ یا تو مسلمانوں کے حوض میں سے پانی پیوں گا یا اس حوض کو گرا دوں گا یا میں اس کی خاطر مر جاؤں گا جب وہ آگے بڑھا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسے روکنے کے لئے نکلے دونوں میں مقابلہ ہوا تو حضرت حمزہؓ نے تلوار مار کر اس کا پاؤں پنڈلی کے درمیان سے کاٹ دیا وہ گر گیا اور پھر گھسٹ کر حوض کی طرف بڑھنے لگا کیونکہ وہ اپنی ضد اور قسم پوری کرنا چاہتا تھا مگر جب وہ حوض تک پہنچا تو وہیں حضرت حمزہؓ نے اسے مار دیا اور وہ حوض میں گر گیا۔

□ مشرکین کی طرف سے باقاعدہ مبارزے کے لئے تین افراد نکلے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ انہوں نے للکار کر مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری صحابی نکلے۔ یہ تھے، حضرت عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ دونوں عفراء کے بیٹے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ مشرکین نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم گروہ انصار میں سے ہیں تو مشرکین میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا اے محمد ہماری قوم میں سے ہمارے جوڑ کے افراد ہمارے مقابلے کے لئے نکالو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے عبیدہ بن حارث، اے حمزہ، اے علی کھڑے ہو جاؤ، حکم کے مطابق یہ تینوں حضرات نکل کھڑے ہوئے [چونکہ چہروں پر نقاب تھے اس لئے] مشرکین نے ان سے بھی نام پوچھے جب انہوں نے نام بتائے تو مشرکوں نے کہا ہاں تم ہمارے برابر کے محترم لوگ ہو مقابلہ شروع ہوا تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے شیبہ اور ولید کو بغیر مہلت دیئے قتل کر دیا جبکہ حضرت عبیدہ بن حارثؓ (جو بڑی عمر کے تھے) کا عتبہ کے ساتھ مقابلہ ہوتا رہا دونوں نے ایک، دوسرے کو زخمی کیا حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پاؤں کٹ گیا تھا اسی وقت حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ ان کی مدد کو آپہنچے اور انہوں نے عتبہ کا کام تمام کیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے لے آئے۔

□ حضور اکرم ﷺ مجاہدین کی صفیں سیدھی فرما کر اپنے عریش [یعنی اپنے لئے بنائے گئے

مخصوص چھپرا پر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کے سوا اور کوئی نہیں تھا آپ ﷺ وہاں آکر دعا میں مشغول ہو گئے اور آپ ﷺ نے اپنی دعاء کے دوران یہ بھی فرمایا کہ اے میرے پروردگار اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک کر دی گئی تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اللہ نے آپ کی دعائیں سن لی ہیں اور وہ آپ سے اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا پھر حضور اکرم ﷺ کو ہلکی سی اونگھ آئی پھر آپ بیدار ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا خوشخبری لو اے ابوبکر اللہ کی مدد آچکی ہے یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے ہانک رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر غبار ہے۔

□ غزوہ بدر کے دن ایسی ہوا چلی کہ اس جیسی سخت ہوا انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی پھر وہ ہوا چلی گئی اور دوسری بار ہوا آئی پھر وہ بھی چلی گئی اور تیسری بار ہوا آئی۔ پہلی بار جو ہوا آئی تھی وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ، دوسری بار کی ہوا ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت میکائیل تھے جو حضور اکرم ﷺ کے دائیں طرف اترے، تیسری بار کی ہوا ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ حضرت اسرافیل تھے جو حضور اکرم ﷺ کے بائیں طرف اترے اس دن کئی کافروں کے سر اڑ گئے مگر معلوم نہ ہوا کہ انہیں کس نے مارا ہے اور بعض لوگوں کے ہاتھ کٹ گئے مگر کاٹنے والا کوئی نظر نہ آیا۔ (طبقات ابن سعد)

☆ حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم مقتول مشرکوں میں سے فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کو گردن اور جوڑوں پر آگ سے جلے ہوئے کالے نشانوں سے پہچانتے تھے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک فرشتہ ہی سب مشرکوں کے لئے کافی تھا تو پھر اتنے سارے فرشتے کیوں بھیجے گئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے اور اپنے نبی ﷺ کے اعزاز و اکرام کے اظہار کے لئے اتنی

تعداد میں فرشتے بھیجے۔

بعض علماء کا یہ بھی فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے فرشتے اس لئے بھیجے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو قیامت کے دن تک کے لئے جہاد کرنے والا بنا دیا ہے چنانچہ مسلمانوں کا جو لشکر ایمان اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑتا ہے۔ یہ فرشتے اترتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جن پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی تھی وہ قیامت کے دن تک مجاہدین کے مددگار ہیں۔

☆ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں بدر والوں کا کیا مقام ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا انہیں مسلمانوں میں سب سے افضل شمار کیا جاتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کا حال ہے یعنی انہیں بھی فرشتوں میں افضل سمجھا جاتا ہے۔ (بخاری)

□ حضور اکرم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لیکر شاہت الوجوہ فرما کر قریش کی طرف پھینکی اور اپنے صحابہ کرام کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھوڑی دیر میں مشرکین کو شکست ہو گئی اور ان کے کئی بڑے سردار مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے۔

□ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑا اوپر سے ایک کوڑے اور ایک گھڑ سوار کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا اے حیزوم آگے بڑھ اس کے بعد مسلمان نے دیکھا کہ وہ مشرک زمین پر چت پڑا ہوا ہے اور اس کی ناک اور چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ کر نیلا ہو گیا ہے اس انصاری صحابی نے یہ سارا واقعہ حضور اکرم ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ چوتھے آسمان کی مدد تھی اس دن ستر مشرک مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ (مسلم)

□ قاسم بن ثابتؒ نے لکھا ہے کہ جس دن قریش مکہ کا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا اس دن جنات میں سے ایک پکارنے والے جن نے بلند آواز میں اشعار پڑھے مگر وہ خود نظر نہیں آرہا تھا [اشعار کا مفہوم یہ ہے]

۔ حنیفی لوگ جنگ کے لئے بدر کی طرف بڑھ چکے ہیں
اور ان کی یلغار کے ذریعے کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں ٹوٹ جائیں گی
اس جنگ نے قریش کے مردوں کو ہلاک کر دیا
اور ان کی عورتوں کو حسرت کے ساتھ سینہ پیٹتے ہوئے گھروں سے نکال دیا
ہلاکت ہے اس کے لئے جو محمد [ﷺ] کا دشمن ہوا
اور ہدایت کے راستے سے بھٹک کر گمراہیوں میں پڑ گیا۔

کسی نے یہ آواز سن کر پوچھا کہ حنیفی کون ہیں تو دوسروں نے کہا کہ محمد [ﷺ] اور ان کے ساتھی۔ کیونکہ ان کا گمان ہے کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف کے دین پر ہیں ابھی یہ لوگ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں بدر میں مشرکین کی شکست کی خبر پہنچ گئی۔

(۶) غزوہ بنی سلیم

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بدر سے واپس تشریف لے آئے تو ابھی آپ نے سات راتیں بھی قیام نہیں فرمایا تھا کہ آپ خود بنی سلیم سے مقابلے کے لئے نکلے اور آپ ایک کدر نامی چشمے تک پہنچ گئے وہاں آپ نے تین دن قیام فرمایا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام)

(۷) غزوہ بنی قینقاع

۲ھ شوال کی پندرہ یا سولہ تاریخ جبکہ آپ ﷺ کی ہجرت کا بیسواں مہینہ شروع

ہو چکا تھا یہ غزوہ پیش آیا مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں میں سے یہ سب سے پہلا قبیلہ تھا جس نے عہد شکنی کی اور حضور اکرم ﷺ کو سختی سے جواب دیا اور جنگ کے لئے قلعہ بند ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعے کا سخت محاصرہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ یہ معاہدہ کر کے قلعہ سے اتر آئے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہونگے اور ان کی عورتیں اور بچے خود ان کے رہیں گے قلعے سے اترنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کی مشکیں باندھ دیں اور اس کام پر حضرت منذر بن قدامہ کو مقرر فرمایا پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی منت سماجت کرنے پر انہیں قتل کرنے کی بجائے اپنے مال و اسباب سمیت جلاوطن ہونے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ وہ اذرعات کی طرف چلے گئے۔ (طبقات ابن سعد)

(۸) غزوہ سویق

۵/ذی الحجہ ۲ھ میں آپ ﷺ [دو سو سواروں کو لے کر] ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کے لئے نکلے مگر مشرکین بھاگ گئے اور جاتے وقت خود کو ہلکا کرنے کے لئے ستو کی تھیلیاں پھینکتے گئے اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام سویق پڑ گیا [سویق عرب میں ستو کو کہتے ہیں]

(۹) غزوہ غطفان

اسی کو غزوہ انمار اور غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں یہ ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور خود چار سو پچاس صحابہ کرامؓ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر اس غزوے میں بھی لڑائی نہیں ہوئی۔

(۱۰) غزوہ بنی سلیم

اس کو غزوہ نجران یا بجران بھی کہتے ہیں یہ جگہ حجاز کا معدن ہے آپ ﷺ نے وہاں کچھ دن قیام فرمایا دشمن بھاگ چکے تھے اس لئے جمادی الاولیٰ میں آپ ﷺ نے واپسی فرمائی۔ [یہ پہلے والے غزوہ بنی سلیم کے علاوہ ہے اور سیرت کی کتابوں میں غزوہ بجران کے نام سے مشہور ہے]

(۱۱) غزوہ احد

یہ غزوہ شوال ۳ھ آپ ﷺ کی ہجرت کے بتیسویں مہینے کے آغاز میں پیش آیا اس لڑائی میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی جبکہ مشرکین کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ ان کے پاس سات سو زرہیں دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے ابتداء میں جتنے مشرک بھی مقابلے کے لئے نکلے مسلمانوں نے انہیں خاک وخون میں تڑپا دیا یہاں تک کہ جب مشرکوں کا جھنڈا اٹھانے والا کوئی نہیں رہا تو ایک عورت نے یہ جھنڈا اٹھالیا یہ دیکھ کر مشرک پھر لڑنے کے لئے تیار ہوگئے لیکن جب آخری جھنڈا بردار بھی قتل ہوگیا تو مشرک شکست کھا کر بے تحاشہ دوڑنے لگے اور ان میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا اور ان کی عورتیں ہلاکت ہلاکت پکار رہی تھیں مسلمان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں پیچھے درے پر مقرر مسلمان تیر اندازوں میں سے اکثر نے اپنی وہ جگہ چھوڑ دی جس پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل [جو دونوں اس وقت مشرکین کے ساتھ تھے] نے پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ اسی اثناء میں شیطان نے حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ اڑا دی جس سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے مگر حضور

اکرم ﷺ ڈٹ کر لڑتے رہے اس غزوے کے متفرق واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

(۱۲) غزوہ حمراء الاسد

اتوار کی صبح ۱۶/ شوال ۳ھ میں یہ غزوہ پیش آیا قریش مکہ جب غزوہ احد سے واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں راستے میں خیال آیا کہ ہم نے اپنا کام مکمل نہیں کیا چنانچہ ہمیں واپس جا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ خود مقابلے کے لئے نکل پڑے اور آپ کے زخمی صحابہ کرام نے بھی بھرپور ساتھ دیا آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے نکل کر آٹھ میل دور حمراء الاسد نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا مشرکین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوگئے اور انہوں نے مدینہ منورہ پر حملے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

(۱۳) غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا جب آپ ﷺ کی ہجرت کا چھتیسواں مہینہ شروع ہوا تھا یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر نے عہد شکنی اور شرارت کی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا کئی دن کے محاصرے اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے باغات کی تباہی کے بعد ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے رعب طاری کر دیا اور انہوں نے صلح کی درخواست کی چنانچہ انہیں اسلحے کے سوا باقی اتنا سامان جو ان کے اونٹ اٹھا سکیں لے کر جلا وطن ہونے کی اجازت دے دی گئی ان میں سے اکثر نے خیبر کا رخ کیا جبکہ بعض شام جا کر آباد ہوگئے اس واقعے کے بیان میں قرآن مجید کی سورۂ حشر نازل ہوئی۔

(۱۴) غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ ۴ھ میں پیش آیا رقاع کپڑے کے چیتھڑوں کو کہتے ہیں

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے تھے اور ہم نے ان پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی مناسبت سے اس غزوے کا نام ذات الرقاع پڑ گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ رقاع اس جگہ کے ایک درخت یا پہاڑ کا نام تھا اس کی طرف یہ غزوہ منسوب ہے۔ آپ ﷺ چار سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بنی محارب بنی ثعلبہ اور بنی غطفان کے مقابلے کے لئے نکلے تھے اس غزوے میں آپ نے صحابہ کرامؓ کو صلوٰۃ الخوف بھی پڑھائی۔

(۱۵) غزوہ بدر صغریٰ

اس غزوے کو غزوہ بدر موعد بھی کہتے ہیں یہ غزوہ شعبان ۴ھ میں پیش آیا گذشتہ سال احد کے موقع پر ابو سفیان سے آئندہ سال بدر کے مقام پر جنگ کا وعدہ تھا اس لئے آپ ﷺ پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ بدر تشریف لائے اور آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ ابو سفیان بھی مکہ سے نکلا مگر اسے ہمت نہ ہوئی اور راستے سے لوٹ گیا۔

(۱۶) غزوہ دومۃ الجندل

ربیع الاول ۵ھ میں آپ ﷺ کو دومۃ الجندل [نامی مقام] کی طرف سے بہت بڑے لشکر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کا علم ہوا آپ ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام کو لے کر روانہ ہوئے آپ ﷺ رات کو اپنے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے جب دومۃ الجندل والوں کو اس لشکر کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ گئے اور آپ ﷺ بیس ربیع الثانی ۵ھ میں واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

(۱۷) غزوہ خندق یا احزاب

یہ غزوہ شوال ۵ھ میں پیش آیا جب مشرکین نے مدینہ منورہ پر مشترکہ چڑھائی کی اور ابو سفیان کی قیادت میں قریش، عیینہ بن حصن کی قیادت میں غطفان کے مشرک بنو فزارہ، بنو مرہ اور اشجع قبائل کے مشرکین کے ساتھ مل کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے آپ ﷺ نے بھی تین ہزار مسلمانوں کو جمع فرمایا اور ان کے مشورے سے مدینہ کے باہر خندق کھودی، مشرکین کا لشکر اس خندق کے پاس آکر رک گیا۔ خندق کے دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر تھا۔ بیس دن سے زائد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑے رہے اور تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مشرکین کی طرف سے عمرو بن عبد ود خندق پار کرنے میں کامیاب ہوا مگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ مسلمانوں کو اس لڑائی میں سخت خوف، سردی اور بھوک پیاس کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر حضرت نعیم بن مسعود اشجعی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی قوم سے چھپ کر مسلمان ہو چکا ہوں آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں آپ ﷺ نے فرمایا تم ایک تجربہ کار آدمی ہو تم سے جو ہو سکے مشرکین کے خلاف تدبیر کرو کیونکہ جنگ نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔ حضرت نعیم بن مسعود پہلے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کے پاس آئے جاہلیت کے زمانے میں آپ کے ان سے قریبی تعلقات تھے آپ نے ان سے آکر پہلے خوب اپنی محبت جتائی اور پھر انہیں سمجھایا کہ قریش اور غطفان تو باہر سے آئے ہوئے لوگ ہیں جبکہ تم تو مدینہ کے رہنے والے ہو۔ آج قریش اور غطفان محمد اور ان کے ساتھیوں پر حملے کے لئے آئے ہیں اور تم بلا شرط ان کی مدد کر رہے ہو حالانکہ صورت حال یہ ہے کہ اگر قریش کو فتح ہو گئی تو ٹھیک ہے لیکن اگر انہیں شکست ہوئی تو وہ اپنے علاقوں میں چلے جائیں گے اور تم یہاں مسلمانوں کے سامنے اکیلے رہ جاؤ گے اور پھر جو کچھ تمہارے

ساتھ ہوگا وہ تمہیں معلوم ہے اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ تم قریش اور غطفان کی اس وقت تک مدد نہ کرو جب تک وہ اپنے چند بڑے معزز لوگ تمہارے ہاتھوں میں رہن نہ رکھ دیں یہودیوں نے کہا یہ تو بہت اچھا مشورہ ہے اور ہم اسی کے مطابق کریں گے۔ اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ قریش کے پاس آئے اور ان سے اپنی محبت اور دوستی جتائی جس کا قریش نے اقرار کیا پھر انہیں فرمایا کہ مجھے ایک اہم بات پتا چلی ہے جو میں تمہیں بتانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تم دھوکہ نہ کھا جاؤ لیکن میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم میرا نام نہیں لو گے۔

قریش نے یہ شرط مان لی تو حضرت نعیم نے فرمایا کہ یہودی محمد [ﷺ] سے مل چکے ہیں اور انہوں نے ماضی کی ندامت اور محمد ﷺ کی ناراضگی دور کرنے کیلئے وعدہ کرلیا ہے کہ وہ قریش اور غطفان کے چند بڑے معزز لوگ محمد کے حوالے کریں گے۔ تاکہ انہیں قتل کر دیں اور پھر یہودی اور محمد [ﷺ] مل کر باقی قریش والوں کو ختم کر دیں اس لئے اگر یہودی تم سے کچھ معزز لوگ بطور ضمانت کے مانگیں تو تم نہ دینا اس کے بعد حضرت نعیم رضی اللہ عنہ غطفان قبیلے والوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے اپنے تعلق اور محبت کو جتلا کر انہیں بھی وہی باتیں بتائیں جو قریش کو بتائی تھیں۔ شوال ۵ھ ہفتے کی رات اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ابوسفیان اور غطفان کے رؤسا نے اپنا ایک وفد بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہم اس طرح پڑے پڑے تباہ ہو رہے ہیں تم لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ تاکہ ہم صبح حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ آج ہفتے کا دن ہے ماضی میں بھی اسی دن میں تجاوز کی وجہ سے ہماری قوم پر عذاب آیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب تک تم اپنے کچھ افراد ہمارے پاس رہن نہیں رکھو گے ہم لڑائی کے لئے نہیں نکلیں گے مشرکین کو جب یہ پیغام پہنچا تو انہوں نے کہا۔ واقعی نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا چنانچہ انہوں نے یہودیوں کو جواب بھیجا کہ ہم کسی کو تمہارے پاس رہن نہیں رکھیں گے اگر تم لڑائی کے لئے نہیں نکلتے ہو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ یہودیوں نے جب یہ پیغام سنا تو کہنے لگے بے

شک نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا اس طرح ان میں پھوٹ پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ نے سخت طوفانی ہوا بھیج دی جس نے ان کے پورے لشکر کو الٹ کر رکھ دیا۔

حضور اکرم ﷺ کو جب ان کے درمیان انتشار کی خبر ملی تو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر لینے کے لئے بھیجا اور ان کے لئے گرفتاری سے حفاظت کی دعاء فرمائی حضرت حذیفہ ان کے مجمع میں گھس گئے اس وقت ابوسفیان نے اعلان کیا کہ ہر شخص اپنے ساتھ والے کو پہچان لے [تاکہ ہم میں کوئی مخبر نہ گھسا ہوا ہو] حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ یہ اعلان سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو اس نے اپنا نام بتا دیا اور مجھ سے کچھ نہیں پوچھا اس کے بعد ابوسفیان نے کہا اے قریشیو! یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے ہمارے جانور ہلاک ہو چکے ہیں بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس ہوا نے ہمیں سخت پریشان کر دیا ہے اور ہمارا چلنا پھرنا اور بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے اس لئے تم واپس لوٹ چلو میں تو جا رہا ہوں یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میں تیر مار کر ابوسفیان کو ہلاک کر دوں مگر مجھے آپ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ اے حذیفہ کوئی نئی بات نہ کرنا چنانچہ میں واپس آ گیا۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ کو خوشخبری سنائی تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا جب غطفان والوں کو قریشیوں کی واپسی کا پتہ چلا تو وہ بھی فوراً واپس لوٹ گئے۔

(۱۸) غزوہ بنی قریظہ

غزوہ خندق سے واپسی پر صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور سب نے اپنا اسلحہ رکھ دیا ظہر کے وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے اسلحہ اتار دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں اتارا اے محمد ﷺ اللہ

تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کی طرف کوچ کا حکم دیا ہے میں ان کی طرف جا کر انہیں لرزا دیتا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ جو مسلمان بھی فرمانبردار ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھے۔ یہ ۲۳ ذی القعدہ ۵ھ بدھ کے دن کا واقعہ ہے آپ ﷺ کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرامؓ تھے اور لشکر میں چھتیس گھوڑے تھے آپ ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ فرمالیا اور یہ محاصرہ پچیس راتوں تک جاری رہا بنو قریظہ والے سخت تنگی میں پڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں رعب ڈال دیا چنانچہ وہ قلعوں سے اتر آئے اور ان کی خواہش پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو باندیاں اور غلام بنا لیا جائے۔

اس پر آپ ﷺ نے حضرت سعد کو فرمایا کہ آپ نے ان کے بارے میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس فیصلے کو جاری فرمادیا اور بنو قریظہ کے چھ سو یا سات سو اسلام دشمن یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

(۱۹) غزوہ بنی لحیان

یہ غزوہ ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا آپ ﷺ دو سو سواروں کے ہمراہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء رجیع کا بدلہ لینے کے لئے تشریف لے گئے مگر بنو لحیان بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔

(۲۰) غزوہ ذی قرد

یہ غزوہ ۶ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا ذی قرد نامی مقام پر حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیاں کی چراگاہ تھی۔ عیینہ بن حصن فزاری نے اس پر حملہ کر دیا حضرت سلمہ بن اکوع نے

کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے ان سب کا اکیلے مقابلہ کیا اور تمام اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور مال غنیمت بھی حاصل فرمایا۔ ادھر حضور اکرم ﷺ پانچ سو یا سات سو افراد کو لے کر نکلے [اس کا تفصیلی واقعہ پیچھے گزر چکا ہے]

(۲۱) غزوہ بنی مصطلق

اس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق یہ شعبان ۶ھ میں پیش آیا جبکہ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ غزوہ خندق سے پہلے شعبان ۵ھ میں پیش آیا حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ حارث بن ابو ضرار نے مسلمانوں پر حملے کے لئے بہت ساری فوج جمع کر لی ہے آپ ﷺ نے نہایت تیز رفتاری سے ان کی طرف کوچ فرمایا اور ان کے مویشیوں کے پانی پلانے کی ایک جگہ پر انہیں پایا اور فوراً ان پر حملہ کر دیا وہ لوگ اس حملے کی تاب نہ لا سکے ان میں سے دس آدمی مارے گئے اور باقی سب مرد عورت بچے بوڑھے گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھ دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور دو سو گھرانے آئے جب حضور اکرم ﷺ نے اس قبیلے کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ کو اپنے نکاح میں لے لیا تو مسلمانوں نے تمام قیدی رہا کر دیئے۔

(۲۲) غزوہ حدیبیہ

یہ غزوہ ذی قعدہ ۶ھ میں پیش آیا آپ ﷺ اپنے چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرے کے لئے نکلے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے ستر اونٹ بھی تھے۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو روکنے کے لئے جنگ کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ کے قاصد کو روک لیا اس پر آپ ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ سے موت پر اور میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر بیعت لی مگر پھر لڑائی کی بجائے صلح ہو گئی۔ تفصیلی واقعات کے لئے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع

فرمائیں۔

(۲۳) غزوہ خیبر

خیبر قلعوں والے ایک شہر کا نام ہے۔ غزوہ حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ محرم ۷ھ میں خیبر کیلئے روانہ ہوئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو میرے چچا حضرت عامر بن اکوع نے اشعار پڑھے [جن کا مفہوم یہ ہے]

اے اللہ تو ہدایت نہ فرماتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے
اور نہ صدقہ خیرات کر سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے
اے پروردگار ہم تیرے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہیں
پس دشمنوں سے لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدمی عطاء فرما
اور خاص سکینہ ہم پر نازل فرما۔

حضور اکرم ﷺ نے اشعار سن کر پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے فرمایا میں عامر ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور حضور اکرم ﷺ جب بھی کسی کو مغفرت کی دعا دیتے تھے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ کاش آپ عامر کی شجاعت سے ہمیں چند روز اور نفع عطاء فرماتے۔ (مسلم شریف)

اس جنگ کے دوران اہل خیبر کا مشہور سردار مرحب مقابلے کے لئے نکلا اور اس نے یہ شعر پڑھا [مفہوم]

اہل خیبر اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں
سلاح پوش، بہادر اور تجربہ کار ہوں

حضرت عامر بن اکوع اس کے مقابلے میں نکلے تو آپ نے یہ شعر پڑھا [مفہوم]

اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں عامر ہوں
سلاح پوش، بہادر اور جنگوں میں گھسنے والا ہوں

مقابلے کے دوران حضرت عامر کی تلوار پلٹ کر ان کے اپنے گھٹنے پر لگی جس سے وہ شہید ہو گئے ان کے اس طرح شہید ہونے پر بعض لوگوں نے کہا کہ عامر کے سارے اعمال ضائع ہو گئے حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ میں روتا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے لوگوں کی یہ بات آپ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ عامر رضی اللہ عنہ کے لئے تو دو اجر ہیں [ایک شہادت کا اور دوسرا لوگوں کی ان پر باتیں بنانے کا] پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس قلعے کی فتح کے لئے اب ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں میں ان کو ہاتھ سے پکڑ کر لے آیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئیں آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا دیا تو آپ مرحب کے مقابلے میں نکلے مرحب نے میدان میں نکل کر وہی اشعار پڑھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز پڑھے [مفہوم]

میں وہی ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہے
اور میں جنگل کے شیر کی طرح دیکھنے والوں کو ہیبت میں ڈالنے والا ہوں
میں آج تمہارا پورا حساب چکا دوں گا

مقابلہ شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں مرحب کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا پھر اس کا بھائی یاسر مقابلے میں نکلا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے

قتل کر دیا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہی بات زیادہ درست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو قتل کیا جبکہ بعض لوگ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مرحب کا قاتل بتاتے ہیں۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خیبر کے قریب صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین

[اللہ سب سے بڑا ہے خیبر تباہ ہو گیا بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو پھر ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔]

یہودی آپ کے لشکر کو دیکھ کر گلیوں میں بھاگنے لگے آپ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور باقی کو قیدی بنایا۔

(۲۴) عمرۃ القضاء

اس کا نام قصاص بھی ہے علامہ سہیلی نے اسی نام کو ترجیح دی ہے بعض اہل سیر نے اسے غزوات میں شمار نہیں کیا محمد بن اسحٰق کی روایت ہے کہ خیبر سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے شوال تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور آپ مختلف سرایا کو روانہ فرماتے رہے۔ پھر ذی قعدہ میں آپ ﷺ پچھلے سال کے عمرے کو قضا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے جب آپ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کی اونٹنی کی لگام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پکڑ رکھی تھی اور وہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

[مفہوم]

او کافروں کے بچو! آپ ﷺ کا راستہ چھوڑ دو

آگے سے ہٹ جاؤ اور ساری خیریں اللہ کے رسول ﷺ میں ہیں

اے میرے پروردگار! میں رسول اللہ ﷺ کے فرمانوں پر ایمان رکھتا ہوں

اور ان کے قبول کرنے کو اللہ کا حق جانتا ہوں

ہم تم سے جہاد اور قتال اس کا حکم مانتے ہوئے کرتے ہیں

جیسا کہ قرآن کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم تم سے لڑتے ہیں

ہم تمہیں ایسی مار ماریں گے کہ تمہاری کھوپڑیاں سر سے الگ ہو جائیں گی

اور دوست کو دوست بھول جائے گا

(سیرت ابن ہشام)

(۲۵) فتح مکہ

مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر حضور اکرم ﷺ کی قیادت مبارکہ میں رمضان ۸ھ میں مکہ میں داخل ہوا اور بعض حضرات نے مجاہدین کی تعداد بارہ ہزار بتائی ہے۔

(۲۶) غزوہ حنین

اسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں یہ غزوہ ۱۰/ شوال ۸ھ میں پیش آیا۔ مسلمانوں نے جب مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو حنین میں مقیم ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو بھی خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مسلمان ان پر حملہ نہ کر دیں چنانچہ یہ سارے قبائل اور ان کی تمام شاخیں اپنے سردار مالک بن عوف نصری کی قیادت میں جمع ہو گئیں ان کی تعداد بیس ہزار تھی یہ لشکر مسلمانوں کی طرف روانہ ہوا آپ ﷺ بھی بارہ ہزار کا لشکر لے کر نکلے ان میں دس ہزار کا مدنی لشکر اور دو ہزار اہل مکہ تھے ابتداء میں مسلمانوں کو ہوازن اور ثقیف کے تیر اندازوں نے پیچھے دھکیل دیا مگر حضور اکرم ﷺ ہزاروں تیروں کے درمیان ڈٹے رہے اور مسلمانوں کو

آوازیں دیتے رہے بالآخر مسلمان جمع ہو گئے اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور ان کے چھ ہزار افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے جبکہ ان کے علاوہ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

(۲۷) غزوہ طائف

شوال ۸ھ ہی میں غزوہ طائف پیش آیا حنین میں شکست کے بعد ثقیف کے لوگ طائف واپس آ کر قلعہ بند ہو گئے آپ ﷺ نے اپنے لشکر سمیت تشریف لا کر ان کا محاصرہ کر لیا اہل طائف نے خوفناک تیر اندازی کی جس سے بارہ مسلمان شہید ہو گئے آپ ﷺ نے دبابہ اور منجنیق بھی استعمال فرمائی کئی صحابہ کرام دبابہ میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب لگانے کے لئے آگے بڑھے تو اہل قلعہ نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانا شروع کر دیں جس کی وجہ سے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے باغات کاٹنے کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کو اللہ اور قرابتوں کے واسطے دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ اور قرابتوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں پھر آپ نے قلعے کے پاس یہ آواز لگوائی کہ جو غلام بھی قلعے سے اتر کر آ جائے گا وہ آزاد ہے چنانچہ بارہ تیرہ غلام نیچے اتر آئے۔ ان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ لومڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر آپ یہاں ٹھہرے رہے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ چھوڑ دیں گے تو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپسی کے اعلان کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اگلے سال اہل طائف خود مسلمان ہو گئے اور ان کے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

(۲۸) غزوہ تبوک

رجب ۹ھ بروز جمعرات آپ ﷺ تیس ہزار جانثاروں کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ روم کے بادشاہ ہرقل نے نصارائے عرب کے بلانے پر اپنا لشکر جرار مسلمانوں کے مقابلے کے لئے روانہ کر دیا تھا اور انہیں ایک سال کی تنخواہ پیشگی دے دی تھی اور اس لشکر کا اگلا حصہ بلقاء تک پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے سخت گرمی، قحط اور مشکل کے وقت صحابہ کرام کو نکلنے کا حکم دیا چنانچہ مخلص اہل ایمان اس حالت میں بھی نکل کھڑے ہوئے جبکہ منافق بہانے بنانے لگے۔ آپ ﷺ کے ترغیب دینے پر مالدار مسلمانوں نے خوب اپنا مال خرچ کیا اور آپ ﷺ سے دعائیں حاصل کیں جبکہ بعض غریب مسلمان حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں نکلنے کے لئے سواری مانگنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تو سواریاں نہیں ہیں اس پر وہ روتے روتے واپس ہو گئے اور ان کے اس رونے کا تذکرہ قرآن مجید نے بھی کیا۔

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تبوک روانہ ہوئے اور میں مدینہ منورہ میں رہ گیا میری دو بیویاں تھیں ایک دن سخت گرم دوپہر کے وقت ان دونوں بیویوں نے میرے لئے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور ٹھنڈا پانی اور کھانا لا کر رکھا تو یہ منظر دیکھ کر میں نے کہا ابو خیثمہ تو تو ٹھنڈے سائے میں حسین بیویوں کے ساتھ عیش کر رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی اور لو میں ہیں یہ تو انصاف کی بات نہیں ہے پھر میں نے اپنی بیویوں سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تم میں سے کسی کے چھپر کے نیچے نہیں آؤں گا جب تک اللہ کے رسول ﷺ کے پاس نہ پہنچ جاؤں تم دونوں میرا توشہ تیار کرو انہوں نے توشہ تیار کیا میں اپنی سواری لیکر نکل پڑا اور حضور اکرم ﷺ سے آملا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دس سے زائد راتیں تبوک میں قیام

فرمایا اور پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔

یہ وہ غزوات تھے جن میں حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔

[سبحان اللہ آقائے نامدار ﷺ تو آٹھ سال کے عرصے میں ستائیس یا اٹھائیس بار ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر میدانوں میں نکلیں جبکہ آپ ﷺ سے عشق و محبت کے دعوے کرنے والے کچھ لوگ زندگی بھر جہاد کا نام تک نہ لیں کیا آج ہماری زندگیاں حضور اکرم ﷺ کی مبارک زندگی سے زیادہ قیمتی ہیں؟ کیا ہمارے اوقات حضور اکرم ﷺ سے زیادہ قیمتی ہیں؟ یا نعوذ باللہ ہم حضور اکرم ﷺ سے زیادہ مصروف ہیں؟ یا ہم پر آپ ﷺ سے زیادہ ذمے داریاں ہیں؟ کچھ بھی نہیں بلکہ بات تو صرف ایمان کی ہے بے شک جس میں ایمان ہوگا وہ یہ سن کر کہ حضور اکرم ﷺ اتنی بار جہاد کے لئے نکلے تھے کبھی چین سے گھر نہیں بیٹھے گا بلکہ وہ بھی جنت اور نجات کے ان میدانوں کی طرف دیوانہ وار دوڑے گا]

فصل

حضور اکرم ﷺ نے ان غزوات کے علاوہ کئی سرایا بھی روانہ فرمائے ان میں سے ایک سریہ سب سے زیادہ مشہور ہے اور آپ ﷺ کی زیادہ توجہات کی وجہ سے وہ سریہ نہیں بلکہ غزوہ موتہ کہلاتا ہے اس کے اکثر واقعات متفرق طور پر پیچھے گزر چکے ہیں۔

ذیل میں ہم سرایا کی مختصر فہرست پیش کر رہے ہیں اگر تفصیلی واقعات دیکھنے ہوں تو سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے اس فہرست کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آٹھ دس سال کے مختصر عرصے میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کے لئے جو محنت فرمائی ہے وہ ہمارے سامنے رہے ممکن ہے یہی ہماری بیداری کا ذریعہ بن جائے]

نمبر شمار	سرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	روانگی بطرف
(۱)	موتہ	جمادی الاولیٰ ۸ھ	تین ہزار	موتہ
(۲)	سریہ عبیدہؓ	شوال ۱ھ	ساٹھ یا اسی	رابغ
(۳)	سریہ سعد بن ابی وقاص	ذی القعدہ ۱ھ	بیس	خرار
(۴)	سریہ عبداللہ بن جحش	رجب ۲ھ	گیارہ	نخلہ
(۵)	سریہ عمرو بن عدی	رمضان ۲ھ	ایک	برائے قتل عصماء یہودیہ
(۶)	سریہ سالم بن عمیر	شوال ۲ھ	ایک	برائے قتل ابوعفک یہودی
(۷)	سریہ کعب بن اشرف	ربیع الاول ۳ھ	ایک مع رفقاء	برائے قتل کعب بن اشرف
(۸)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الآخرۃ ۳ھ	ایک سو	برائے قافلہ قریش
(۹)	سریہ ابوسلمہ بن عبدالاسد	محرم ۴ھ	ڈیڑھ سو	ابنائے خویلد
(۱۰)	سریہ عبداللہ بن انیس	محرم ۴ھ	ایک	برائے قتل خالد بن سفیان ہذلی
(۱۱)	سریہ محمد بن مسلمہ	محرم ۶ھ	تیس	بطرف قرطاء
(۱۲)	سریہ عبداللہ بن عتیک	جمادی الآخرۃ ۳ھ	پانچ	برائے قتل ابورافع یہودی
(۱۳)	سریہ سعید بن زید	-	-	-
(۱۱)	سریہ عکاشہ بن محصن	ربیع الاول ۶ھ	چالیس	غمر
(۱۵)	سریہ محمد بن مسلمہ	ربیع الثانی ۶ھ	دس	ذی القصہ
(۱۶)	سریہ ابوعبیدہ بن جراح	ربیع الثانی ۶ھ	چالیس	ذی القصہ
(۱۷)	سریہ زید بن حارثہ	ربیع الثانی ۶ھ	ایک مع رفقاء	جموم
(۱۸)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الاولیٰ ۶ھ	ایک سو ستر	عیص
(۱۹)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الآخری ۶ھ	پندرہ	طرف
(۲۰)	سریہ زید بن حارثہ	جمادی الآخری ۶ھ	پانچ سو	حسمی

نمبر شمار	سرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	روانگی بطرف
(۲۱)	سریہ زید بن حارثہ	رجب ۶ھ	-	وادی القریٰ
(۲۲)	سریہ عبدالرحمن بن عوف	شعبان ۶ھ	سات سو	دومۃ الجندل
(۲۳)	سریہ زید بن حارثہ	-	-	مدین
(۲۴)	سریہ علی بن ابی طالب	شعبان ۶ھ	ایک سو	فدک
(۲۵)	سریہ زید بن حارثہ	رمضان ۶ھ	-	ام قرفہ
(۲۶)	سریہ عبداللہ بن رواحہ	شوال ۶ھ	تیس	سیر بن رزام یہودی
(۲۷)	سریہ عمرو بن ابی امیہ الضمری	۶ھ	دو	قتل ابو سفیان
(۲۸)	سریہ عمر بن خطاب	-	-	تربہ
(۲۹)	سریہ ابو بکر	-	-	ابن کلاب نجد
(۳۰)	سریہ بشیر بن سعد	-	-	فدک
(۳۱)	سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی	-	-	میفعہ
(۳۲)	سریہ بشیر بن سعد انصاری	-	-	یمن وجبار
(۳۳)	سریہ ابن ابی العوجاء	ذی الحجہ ۷ھ	پچاس	بنو سلیم
(۳۴)	سریہ غالب بن عبداللہ لیثی	صفر ۸ھ	-	کدید
(۳۵)	سریہ غالب بن عبداللہ لیثی	-	-	فدک
(۳۶)	سریہ شجاع بن وہب اسدی	-	-	بنو عامر
(۳۷)	سریہ کعب بن عمیر غفاری	-	-	ذات اطلاع
(۳۸)	غزوہ موتہ	-	-	موتہ
(۳۹)	سریہ عمرو بن العاص	جمادی الاخریٰ ۸ھ	تین سو تیس	ذات السلاسل
(۴۰)	سریہ [خبط]	رجب ۸ھ	تین سو	سیف البحر

نمبر شمار	سرایا	سنہ	مسلمانوں کی تعداد	روانگی بطرف
(۴۱)	سریہ ابو قتادہ	-	-	نجد
(۴۲)	سریہ ابو قتادہ	-	-	اضم
(۴۳)	سریہ ابو حدرد اسلمی	-	دو	قتل رفاعہ بن قیس
(۴۴)	سریہ خالد بن ولید	رمضان ۸ھ	تیس	انہدام عزیٰ
(۴۵)	سریہ اوطاس	۸ھ	-	اوطاس
(۴۶)	سریہ عمرو بن عاص	-	-	سواع
(۴۷)	سریہ سعد بن زید	رمضان ۸ھ	بیس	انہدام مناۃ
(۴۸)	سریہ خالد بن ولید	شوال ۸ھ	ساڑھے تین سو	بنو جزیمہ
(۴۹)	سریہ طفیل بن عمرو الدوسی	-	-	انہدام ذی الکفین [بت]
(۵۰)	سریہ عیینہ بن حصن الفزاری	محرم ۹ھ	پچاس	سقیاء
(۵۱)	سریہ قطبہ بن عامر	-	-	خثعم
(۵۲)	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی	-	-	بنو کلاب
(۵۳)	سریہ علقمہ بن مجزز مدلجی	ربیع الثانی ۹ھ	تین سو	حبشہ
(۵۴)	سریہ علی بن ابی طالب	ربیع الثانی ۹ھ	ڈیڑھ سو	انہدام بت فلس
(۵۵)	سریہ عکاشہ بن محصن	-	-	عذرہ
(۵۶)	سریہ خالد بن ولید	ربیع الثانی ۹ھ	چار سو بیس	اکیدر

مصنف فرماتے ہیں کہ ہم نے چھپن سرایا کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے بعض میں اختلاف بھی ہے ہم نے طوالت سے بچنے کے لیے اسے ذکر نہیں کیا۔

فصل

ویسے تو حضور اکرم ﷺ کے مبارک غزوات اور حضرات صحابہ کرام کے سراپا کا تذکرہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے لئے کافی ہے لیکن چونکہ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے حالات سے زیادہ سبق لیتی ہے اور اس میں اپنے جیسے لوگوں کے مقابلے میں آگے بڑھنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے اس لئے ہم حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے بعد کے بعض جہادی واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو مزید ترغیب ہو اور وہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جہاد کی شمعیں روشن کریں یہ تمام واقعات علامہ ذہبیؒ کی تاریخ سے مختصراً نقل کئے جا رہے ہیں۔

واقعہ نمبر (۱) :

حضور اکرم ﷺ کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو کئی عرب قبائل مرتد ہو گئے اور بعض لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سب کے خلاف جہاد کے لئے کھڑے ہوئے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمائی آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ طلیحہ اسدی کی طرف بھیجا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی۔ طلیحہ کے کئی ساتھی مارے گئے اور کئی گرفتار ہوئے خود طلیحہ مسلمان ہو گیا۔

واقعہ نمبر (۲) :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا رخ فرمایا یمامہ میں دونوں لشکروں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی مسیلمہ کا لشکر چالیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا خونریز لڑائی کے بعد مسیلمہ قتل ہو گیا اور اس کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور اس لڑائی میں کئی مسلمان بھی شہید ہوئے جن میں بڑی تعداد حفاظ قرآن کی تھی۔

یہ جنگ یمامہ ۱۲ھ میں پیش آئی۔

واقعہ نمبر (۳) :

۱۳ھ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین کی طرف بھیجا اور حضرت یزیدؓ بن ابو سفیان، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح اور حضرت شرجیلؓ بن حسنہ کو لشکر دے کر بلقاء کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ سارے حضرات بصریٰ [شام] میں جا کر اترے اور حضرت خالد بن ولیدؓ بھی پہنچ گئے اہل بصریٰ جزیہ دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ ملک شام میں فتح ہونے والا پہلا شہر تھا اسی سال جنگ اجنادین بھی ہوئی جس میں مشرکوں کو سخت شکست ہوئی اسی سال جنگ صفر ہوئی اس میں بے شمار کافر مارے گئے اور انہیں عبرتناک شکست ہوئی رومیوں کے خون سے اس دن نہر کا پانی سرخ ہو گیا حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اس دن خیمے کے ستون سے سات رومیوں کو قتل کیا اسی سال جنگ فحل بھی پیش آئی جس میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور اسی سال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

واقعہ نمبر (۴) :

۱۴ھ میں دمشق فتح ہوا حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عمومی سپہ سالار تھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان کے ہمراہ تھے دمشق کے باہر مسلمانوں اور رومیوں کا سخت مقابلہ ہوا رومیوں کو شکست ہوئی اور وہ دمشق میں قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے چاروں طرف سے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ انہی دنوں میں سے ایک دن رومیوں کے سردار باہان کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو رومی اس کے جشن میں لگ گئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نہ تو خود سوتے تھے اور نہ کسی اور کو سونے دیتے تھے انہوں نے رسی کی سیڑھی تیار کی اور رات کو ــــــ حضرت قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی اور ان جیسے دیگر حضرات کو اپنے ساتھ لے لیا اور لشکر والوں سے کہا کہ جب تم لوگ دیوار

کے اوپر سے ہماری تکبیر کی آواز سنو تو حملہ کر دینا حضرت قعقاع اور حضرت مذعور کمال بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے دیوار پر چڑھ گئے اور انہوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا اس اچانک حملے نے اہل دمشق کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ حضرت خالد بن ولید لڑتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح مصالحت کے ذریعے دوسری طرف سے شہر میں داخل ہوئے اور ان دونوں حضرات کی ملاقات شہر کے وسط میں ہوئی۔

واقعہ نمبر (۵) :

۱۵ھ میں جنگ یرموک کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا اس جنگ میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ اور ایک قول کے مطابق تین لاکھ تھی۔ مسلمانوں کا لشکر تیس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور لشکر کے امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے۔ رومیوں نے مضبوطی کے ساتھ لڑنے کے لئے خود کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا لیکن جب انہیں شکست ہوئی تو پھر یہی زنجیر ان کے لئے مصیبت بن گئی اور ان میں سے جو کوئی بھی دریا میں گرتا تھا وہ اپنے ساتھ پانچ چھ کو لے ڈوبتا تھا اس لڑائی میں بے شمار رومی مارے گئے اور مسلمان امراء میں سے بھی کئی حضرات نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اسی سال جنگ قادسیہ بھی ہوئی جس میں مسلمانوں کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے جبکہ مشرکین کی کمان رستم کے ہاتھ میں تھی اور ان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی اور ان کے ساتھ ستر ہاتھی بھی تھے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی حالانکہ مسلمانوں کی تعداد سات سے آٹھ ہزار کے مابین تھی۔ اس لڑائی میں رستم مارا گیا اور مسلمانوں کو بے شمار غنائم ہاتھ آئے۔

حبیب بن صہبان فرماتے ہیں کہ اس دن ہمیں اتنا سونا اور چاندی ملا کہ بعض لوگ سونے کو چاندی کے بدلے بیچ رہے تھے ہر گھڑ سوار کو مال غنیمت میں بارہ ہزار درہم آئے مال غنیمت میں ایک ساٹھ در ساٹھ گز لمبی چوڑی چادر بھی تھی جس میں ریشم سونے اور

چاندی کا کام ہوا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مجاہدین سے درخواست کی کہ اگر وہ خوش دلی سے اس قالین کے چار سے چھوڑ دیں تو یہ سارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔ تمام مجاہدین نے خوشی سے اجازت دے دی تو یہ قالین حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپ نے اسے کاٹ کر اس کے ٹکڑے لوگوں میں تقسیم فرما دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا ایک ٹکڑا ملا جو بیس ہزار درہم میں فروخت ہوا۔

واقعہ نمبر (۶) :

۱۶ھ میں جنگ جلولاء ہوئی اس میں ایک لاکھ آتش پرست مارے گئے مسلمانوں کو اس جنگ میں بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا غنائم کی تعداد ایک کروڑ اسی لاکھ کے لگ بھگ تھی جبکہ علامہ شعبی نے یہ تعداد تین کروڑ بتائی ہے۔

تین سال کے عرصے ہی میں مسلمانوں نے قیصر روم اور کسریٰ فارس کی کرسیوں پر قبضہ کر لیا اور اتنی غنیمت حاصل کی جس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے اور آپ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ [شام] میں اپنا مشہور خطبہ دیا اور یہ خطبہ آپ نے اس شان سے دیا کہ آپ کے کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ اونٹ پر سوار تھے اور چمڑے اور کھجور کی چھال سے بنا ہوا بستر آپ کے پاس تھا۔

واقعہ نمبر (۷) :

۲۰ھ میں مصر جنگ کے زور پر فتح ہوا اور اسی سال جنگ تستر ہوئی اور ایک سال تک مسلمانوں کو فتح نہیں ہوئی انہیں دنوں کافروں میں سے ایک شخص حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر آپ مجھے میرے خاندان والوں سمیت امان دے دیں تو میں آپ کو تستر میں داخلے کا راستہ بتا سکتا ہوں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے تو اس نے کہا آپ مجھے ایک تیراکی جاننے والا عقلمند آدمی دے دیجئے۔

حضرت ابو موسیٰ نے اس کے ساتھ حضرت مجزاۃ بن ثور رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا وہ آدمی حضرت مجزاۃ بن ثور کو پانی کے راستے سے لے کر گیا دونوں کبھی تیرتے اور کبھی گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے وہاں حضرت مجزاۃ نے ہرمزان کو بھی دیکھا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر انہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا حکم دیا آ گیا کہ اپنی طرف سے کوئی کام نہ کرنا جب وہ راستہ دیکھ کر واپس آ گئے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے پینتیس (۳۵) آدمی ان کے ساتھ بھیج دیئے یہ لوگ بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے کسی طرح شہر میں داخل ہو کر دیواروں پر چڑھ گئے اور نعرہ تکبیر بلند کر کے لڑائی شروع کر دی اس لڑائی میں حضرت مجزاۃ شہید ہو گئے اور یہ شہر فتح ہو گیا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن لڑائی کی وجہ سے ہم نے فجر کی نماز دوپہر کو پڑھی اور مجھے یہ نماز پوری دنیا مل جانے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حسن البصری کی روایت ہے کہ تستر کا محاصرہ دو سال جاری رہا پھر ہرمزان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے شہر سے نکل آیا اور مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں مقیم ہوا۔

واقعہ نمبر (۸) :

۲۱ھ میں اسکندریہ فتح ہوا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قبطیوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اسی سال جنگ نہاوند بھی ہوئی اس میں کافروں نے خود کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا مسلمانوں نے ان پر ایسا خوفناک اور جرأت مندانہ حملہ کیا جس کی نظیر نہیں ملتی اس لڑائی میں کافروں کا اتنا خون بہا کہ میدان جنگ میں گھوڑے پھسل کر گرنے لگے۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھی پھسل کر گر گیا اور انہیں ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ کافر شکست کھا کر بھاگے تو ایک تنگ جگہ پر پھنس گئے اور وہاں پر ایک لاکھ کی تعداد میں مارے گئے۔ جبکہ مقابلے کے دوران مارے جانے والوں کی تعداد الگ ہے۔

واقعہ نمبر (۹) :

۲۷ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبرص پر سمندر کے راستے حملہ کیا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے اہل قبرص نے جزیہ دے کر صلح کر لی اسی سال حضرت عبداللہ بن سعد بن ابو سرح نے افریقہ پر حملہ کیا ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار تھی جبکہ ان کے مد مقابل برجیر کا لشکر دو لاکھ جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ سبیطلہ نامی جگہ پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا برجیر اپنے لشکر کے پیچھے اپنے تیز رفتار ترکی گھوڑے پر بیٹھا ہے اور دو لڑکیوں نے اس پر مور کے پروں سے سایہ کر رکھا ہے اور اس کے اور اس کے لشکر کے درمیان خالی زمین ہے یہ دیکھ کر وہ واپس آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابو سرح سے بات چیت کی اور ان کی اجازت سے تیس گھڑ سواروں کو لے کر برجیر کی طرف بڑھے۔ ایک ہی حملے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد و فا کی حصار کو توڑ ڈالا اور برجیر کے قریب پہنچے تو وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگنے لگا حضرت عبداللہ بن زبیر نے اسے نیزہ مار کر گرا دیا اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا اور مسلمانوں نے زوردار حملہ بھی شروع کر دیا کافروں کو عبرتناک شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو گئے مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا اور ہر گھڑ سوار کو تین ہزار دینار مال غنیمت میں ملے۔

اسی سال حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اصطخر فتح فرمایا۔ ان کے لشکر کے اگلے حصے کے سپہ سالار حضرت عبیداللہ بن معمر تیمی رضی اللہ عنہ تھے یہ دونوں حضرات صحابی ہیں اصطخر پہنچ کر شدید لڑائی ہوئی جس میں حضرت عبیداللہ بن معمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اگر انہوں نے شہر پر قبضہ کر لیا تو اتنے کافر قتل کریں گے کہ شہر کے دروازے سے خون بہنے

گئے۔ جب مسلمان نقب لگا کر شہر میں داخل ہو گئے اور اندر مقابلہ شروع ہوا تو حضرت عبداللہ بن عامر نے کافروں کو خوب قتل کیا مگر دروازے سے خون نہیں بہہ رہا تھا کسی نے ان سے کہا آپ نے تو آج مخلوق کو تباہ کر دیا یہ سن کر انہوں نے خون پر پانی بہانے کا حکم دیا تب خون پانی کے ساتھ مل کر دروازے سے بہنے لگا۔

واقعہ نمبر (۱۰) :

۳۲ھ میں قارن نے بادغیس اور ہرات میں سے چالیس ہزار کا لشکر جرار مسلمانوں کے خلاف جمع کیا۔ حضرت عبداللہ بن خازم رضی اللہ عنہ نے چار ہزار مجاہدین کے ساتھ مقابلہ فرمایا اور اسے سخت شکست سے دوچار کر دیا اور بہت سارے افراد کو قتل کیا اور ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا لیا۔

واقعہ نمبر (۱۱) :

۳۸ھ میں حارث بن مرہ عبدیؒ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور مکران کے آگے تک پہنچ گئے اسی طرح انہوں نے سندھ اور بلوچستان کے کئی علاقے فتح کئے لیکن ایک تنگ جگہ پر ان کے خلاف حملہ ہوا اور وہ اپنے رفقاء سمیت شہید ہو گئے۔

واقعہ نمبر (۱۲) :

۴۴ھ میں مہلب بن ابو صفرہ نے ہندوستان کی طرف حملہ کیا اور قندابیل تک پہنچے۔ دشمنوں کو نقصان پہنچایا اور غنیمت لے کر صحیح سالم واپس لوٹے یہ ان کی پہلی لڑائی تھی۔

واقعہ نمبر (۱۳) :

۴۷ھ میں عبداللہ بن سوارؒ نے طبرستان کے علاقے قیقان کو فتح کیا اور خوب مال غنیمت حاصل کیا۔

واقعہ نمبر (۱۴) :

۵۰ھ میں سنان بن سلمہؒ نے بھی قیقان پر حملہ کیا ان کے مقابلے میں دشمن کا

بہت بڑا لشکر آ گیا حضرت سنان نے فرمایا مسلمانو! تمہارے لئے خوشخبری ہے یا تو جنت کی یا مال غنیمت کی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی اور صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

واقعہ نمبر (۱۵) :

۶۳ھ میں عقبہ بن نافعؒ نے قیروان کی طرف سے سوس اقصیٰ [جنوب مراکش] پر حملہ کیا اور فتح پائی واپسی پر ان کا مقابلہ افریقی سردار کسیلہ کے لشکر سے ہوا جس میں عقبہ شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت عقبہ کے جانشین زہیر بن قیس نے کسیلہ کا مقابلہ کیا اس مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے کسیلہ کو شکست دی اور وہ خود اپنے لشکر کے بڑے حصے سمیت مارا گیا۔

واقعہ نمبر (۱۶) :

۸۴ھ میں موسیٰ بن نصیرؒ نے اوریہ نامی شہر فتح کیا اور کافی تعداد میں کافر قتل کئے اور پچاس ہزار افراد کو قید کیا۔ اسی سال محمد بن مروان نے آرمینیا پر حملہ کیا اور ان کے چرچوں اور جائدادوں کو جلا ڈالا۔ یہ سال سنۃ الحریق [آگ والے سال] کے نام سے مشہور ہے۔

واقعہ نمبر (۱۷) :

۸۷ھ میں حضرت قتیبہ بن مسلم نے بخارا کے گرد و نواح پر حملہ کیا اور ایک خوفناک جنگ کے بعد کافروں کو شکست دی اور مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔ اسی سال موسیٰ بن نصیر اور ان کے بیٹے عبداللہ نے سردانیہ پر قبضہ کر لیا اور اسی سال ان کے بھتیجے ایوب بن حبیب نے مطمورہ کو فتح کیا اور مال غنیمت میں دیگر اشیاء کے علاوہ تیس ہزار قیدی بھی حاصل کئے اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے قمیقم اور بحیرۃ الفرسان کو کامیاب جنگوں کے بعد فتح فرمایا۔ یہ سال مسلمانوں کے لئے بڑی فتوحات کا سال رہا۔

واقعہ نمبر (۱۸) :

۸۸ھ میں رومیوں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا اور مسلمانوں کی طرف بڑھے مسلمہ بن عبدالملکؒ نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی اور بیشمار کافر مارے گئے اور مسلمانوں نے جرثومہ اور طوانہ کے علاقے بھی فتح کر لئے۔ اسی سال قتیبہ بن مسلم جہاد کے لئے نکلے ان کے مقابلے میں ترکوں کے علاوہ فرغانہ اور صغد کے لوگ بھی نکلے اور اس دولاکھ کے لشکر کی قیادت چین کے بادشاہ کا بھانجا کر رہا تھا۔ حضرت قتیبہ نے اللہ کی مدد سے اس لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔

واقعہ نمبر (۱۹) :

۹۰ھ میں حضرت قتیبہ بن مسلم نے وردان خداہ سے دوسری جنگ لڑی اس نے حضرت قتیبہ کے خلاف ترکوں کو جمع کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور وہ بکھر گئے۔ اسی سال حضرت قتیبہ نے طالقان اور خراسان والوں سے بھی جنگیں فرمائیں اور ان میں سے بے شمار کفار کو قتل کیا کیونکہ انہوں نے عہد توڑا تھا۔

واقعہ نمبر (۲۰) :

۹۳ھ میں قتیبہ بن مسلم باھلی نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ اچانک ثمر قند پر حملہ کیا اہل ثمر قند نے شاش [تاشقند] اور فرغانہ کے حکام سے مدد مانگی۔ ان دونوں علاقوں کے حکام اہل ثمر قند کی مدد کے لئے نکل کھڑے ہوئے جب حضرت قتیبہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے صالح بن مسلم کی قیادت میں اپنے منتخب گھڑ سواروں کو راستے میں چھپا دیا جب یہ لشکر والے ان گھڑ سواروں کی کمین گاہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان پر شدید حملہ کر دیا اور سوائے چند بچ جانے والوں کے باقی پورے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا ان میں سے جو چند لوگ قید ہوئے انہوں نے کہا کہ اس جنگ میں مارے جانے والے اکثر لوگ ہمارے شہزادے، سردار اور مشہور بہادر تھے۔ مسلمانوں نے ان کے سر جمع کر لئے اور ان کا سامان لیکر حضرت قتیبہ

کے پاس پہنچ گئے پھر حضرت قتیبہ نے اہل صغد پر منجنیقوں اور لشکروں سے حملہ کر دیا۔ اہل شہر نے صلح کر لی اور اس صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ اپنے بتوں کے زیور بھی دیں گے جب ان بتوں کو جمع کیا گیا تو وہ ایک بڑے محل کی طرح تھے حضرت قتیبہ نے انہیں جلانے کا حکم دیا تو اہل شہر کہنے لگے جو ان بتوں کو جلائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا حضرت قتیبہ نے کہا میں انہیں اپنے ہاتھوں سے جلاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں آگ لے کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور ان بتوں کو آگ لگا دی ان بتوں کے جلنے کے بعد ان سے پچاس ہزار مثقال سونا چاندی نکلا اس کے بعد حضرت قتیبہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو وہاں کا حاکم بنایا اور انہیں کہا کہ جو مشرک بھی شہر کے دروازے سے داخل ہو اس کے ہاتھوں پر مہر لگی ہونی چاہئے اور جس کے پاس بھی تم کوئی لوہا یا چھری پاؤ تو اسے قتل کر دو اور کسی مشرک کو یہاں رات گزارنے کی اجازت نہ دو یہ ہدایات دیکر حضرت قتیبہ مرو کی طرف روانہ ہو گئے۔

واقعہ نمبر (۲۱) :

۹۳ھ میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے جیسا جہاد دیکھنے کو ملا۔

واقعہ نمبر (۲۲) :

۹۵ھ میں مغرب کے حاکم حضرت موسیٰ بن نصیرؒ مصر تشریف لائے اور اپنے ساتھ اندلس کی فتح سے حاصل ہونے والے قیدی اور غنائم لے کر ولید کے پاس پہنچے۔ ان لڑائیوں میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے تھے۔ اندلس کے ایک قلعے پر جب کافی کوشش کے باوجود فتح حاصل نہ ہوئی تو موسیٰ بن نصیر عورتوں اور مجاہدین کے سامنے میدان میں اترے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انتہائی آہ و زاری کے ساتھ دعا کی کہ مسلمانوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ اندلس فتح ہو گیا اندلس کی فتح کے بعد ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے ساتھ کسی کو بھیج دیں میں آپ کو خزانہ

دکھاتا ہوں ان کے ساتھ آدمی بھیج دیئے گئے اس نے ایک جگہ کھودنے کے لئے کہا جب وہاں کھودائی کی تو اس قدر یاقوت اور زمرد کے ڈھیر نکلے کہ دیکھنے والے مبہوت رہ گئے تاریخ کی کتابوں میں اندلس سے ملنے والے خزانوں کے عجیب وغریب واقعات مذکور ہیں۔

واقعہ نمبر (۲۳) :

۹۸ھ میں یزید بن مہلبؒ نے طبرستان کی طرف خروج کیا۔ وہاں کے لوگوں نے صلح کی درخواست کی مگر یزید نے انکار کر دیا اور سخت لڑائی کے بعد انہیں اللہ کی نصرت سے شکست دی اور ہر سال سات ہزار دینار اور دیگر سامان اور غلام بطور جزیے پر صلح کی مگر طبرستان والوں نے دھوکہ دیا تو یزید نے پھر ان پر حملہ کیا اور مہینوں تک ان سے لڑائی کی اور پھر وہ خود سپردگی پر راضی ہوئے جس کے بعد ان کے تمام لڑنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔ یزید نے ان میں سے بارہ ہزار لڑنے والوں کو جرجان کے دریا پر لا کر قتل کیا تو وادی میں ان کا خون بہنے لگا یزید نے اس خون میں پن چکی لگا کر آٹا پیسا اور اسکی روٹی پکا کر کھائی اور اپنی قسم کو پورا کیا۔ اسی سال سلیمان بن عبدالملک نے قسطنطنیہ پر بھی بہت بڑا حملہ کیا جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس لشکر کو واپسی کی اجازت دے دی۔

واقعہ نمبر (۲۴) :

سنہ ۱۲۱ھ میں مروان بن محمد نے روم کے علاقے بیت السریر پر حملہ کیا اور رومیوں کو قتل کیا اور قیدی بنایا۔ اسی طرح دوسرے قلعے پر بھی فتح حاصل کی پھر آپ تومنک نامی قلعے میں داخل ہوئے جس میں بادشاہ کا تخت تھا بادشاہ تو بھاگ گیا مگر قلعے والوں نے مروان کے ساتھ کافی جزیہ دے کر صلح کر لی اس کے بعد انہوں نے ارز، بطران اور تومان کے علاقے بھی فتح کئے اور مسدار کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔

واقعہ نمبر (۲۵) :

سنہ ۱۴۲ھ میں طبرستان کے بادشاہ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنا معاہدہ توڑ دیا اور اپنے

علاقے میں موجود مسلمانوں کو قتل کر دیا اس کی سرکوبی کے لئے حازم بن خزیمہ اور ابو الخصیب مرزوق روانہ ہوئے۔ انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا مگر طویل محاصرے کے باوجود کوئی کامیابی نہیں ملی۔ مرزوق نے کافی غور کے بعد ایک جنگی تدبیر کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم مجھے مارو اور میرا سر اور داڑھی مونڈ دو۔ انہوں نے ایسا کیا تو مرزوق بھاگ کر کافر بادشاہ کے پاس پہنچ گئے اور اسے کہا کہ مسلمانوں کو یہ شبہ تھا کہ میری ہمدردیاں اور محبت آپ کے ساتھ ہے اس لئے انہوں نے میرے ساتھ یہ کیا ہے اب میں واقعی آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کو مسلمانوں کے لشکر کی کمزوریاں اور راز بتاؤں گا۔ بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے انہیں اپنا مقرب بنا لیا اور آہستہ آہستہ ان کی باتوں میں آکر دھوکے میں آگیا اور انہیں اپنے قلعے کے ایک دروازے کا نگران بنا دیا۔ اس کے بعد مرزوق چپکے سے اپنے لشکر میں آئے اور انہیں ایک معین رات حملے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے اسی رات حملہ کیا تو مرزوق نے اندر سے دروازہ کھول دیا اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ طبرستان کے بادشاہ نے زہر نگل کر خودکشی کر لی اور اسکے سارے جنگجو مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

اسی سال عبدالرحمٰن الداخلؒ حاکم اندلس نے عیسائیوں کو امان نامہ لکھ کر دیا۔ اس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جانوں اور عزتوں کی حفاظت کے لئے ہمدردی اور رحمدلی کی بنیاد پر یہ امان نامہ ہے جو معزز امیر اور عظیم حکمران عبدالرحمٰن بن معاویہ صاحب شرافت وصاحب خیر کی طرف سے رومی سرداروں، ان کے راہبوں اور تمام علاقوں میں ان کے سرکاروں اور اہل قشتالہ کے لئے ہے۔ امیر المؤمنین یہ عہد اپنی طرف سے ناقابل تنسیخ طور پر دے رہے ہیں کہ جب تک یہ لوگ اطاعت پر قائم رہیں گے اور جزیے میں یہ چیزیں ہر سال ادا کرتے رہیں گے ان کے لئے امان ہوگی۔

(۱) دس ہزار اوقیہ سونا (۲) دس ہزار رطل چاندی (۳) دس ہزار بہترین گھوڑے (۴) دس ہزار بہترین خچر (۵) ایک ہزار زرہیں (۶) ایک ہزار خود (۷) ایک ہزار نیزے۔۔۔۔۔۔ لیکن اگر انہوں نے کسی مسلمان کو قید کیا یا کسی مسلمان کو دھوکہ دیا تو یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

امیر المومنین اپنے ہاتھ سے ان کے لئے پانچ سال کی امان لکھ کر دے رہے ہیں جس کا آغاز صفر ۱۴۲ھ سے ہوگا۔

رومی اس معاہدے پر قائم رہے لیکن جب امیر عبدالرحمن الداخل کے پوتے حکم بن ہشام کی حکومت آئی تو انہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی امیر حکم بن ہشام نے ان پر حملہ کیا رومیوں کو طلیطلہ سے بھی پیچھے دھکیل دیا اس کے بعد رومی سمورہ (نامی شہر) میں جمع ہوگئے وہاں ان کا مسلمانوں سے بہت سخت مقابلہ ہوا جس میں رومیوں کو شکست ہوئی مسلمان لشکر جب غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوئے تو رومی شہر کے ایک طرف جمع ہونے میں کامیاب ہوگئے اور انہوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ادھر سردیوں کی وجہ سے بارش کا بھی خطرہ تھا چنانچہ امیر حکم کو اس سال واپس آنا پڑا اگلے سال امیر حکم نے بہت زیادہ تیاری کے ساتھ حملہ کیا اور سمورہ کے راستے میں رومیوں کے کئی لشکر کاٹ ڈالے اور دو مہینے کی مسلسل لڑائیوں کے بعد سمورہ شہر فتح کر لیا اور اس میں تین لاکھ رومیوں کو قتل کیا جب اس لڑائی کی خبر روم کے بادشاہ کو پہنچی تو اس نے پھر صلح کی درخواست کی تو امیر حکم نے اپنے دادا کی شرائط پر صلح کو قبول فرمایا اور مزید یہ شرط بھی رکھی کہ وہ اپنے پایہ تخت رومیہ کی مٹی دیں گے جس سے قرطبہ کے کناروں میں اونچے ٹیلے بنائے جائیں گے جو رومیوں کی ذلت اور اسلام کی عظمت کے مینارے ہوں گے۔

انہی امیر حکم بن ہشام کی اولاد میں سے عبدالرحمن ناصر تھے جنہوں نے ۳۲۵ھ میں رومیوں کے خلاف بڑی فتوحات حاصل کیں اور ساڑھے پچاس سال کا پورا دور حکومت

جہاد اور لشکروں کی تیاری میں گزرا علامہ ابوالفیاض نے لکھا ہے کہ جب امیر عبدالرحمن الناصر کے دور حکومت میں ان کے آرام کے دن گنے گئے تو وہ صرف چودہ دن نکلے۔

واقعہ نمبر (۲۶) :

۱۵۰ھ میں استاد سیس نامی سردار نے ہرات اور بجستان میں سے تین لاکھ جنگجو جمع کر کے خراسان کے اکثر علاقے پر قبضہ کر لیا حازم بن خزیمہؒ اس کے مقابلے پر نکلے دونوں کے درمیان جم کر لڑائی ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی اور مسلمانوں نے ایک جنگی چال کے ذریعے کافروں کو شکست دے دی۔ ستر ہزار افراد کو قیدی بنا لیا اور دس ہزار سے زائد قتل کر دیے گئے۔ استاد سیس بھاگ کر قلعہ بند ہو گیا مگر مسلمانوں نے اس کا گھیراؤ کر کے اسے پکڑ لیا۔

واقعہ نمبر (۲۷) :

۱۶۵ھ میں ہارون الرشید نے رومیوں کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے شہروں میں گھستے چلے گئے یہاں تک کہ خلیج قسطنطنیہ تک جا پہنچے پھر رومیوں کی ملکہ نے ستر ہزار دینار دے کر تین سال کے لئے صلح کر لی اس سے پہلے مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت اور قیدی ملے تھے۔ جانور اور مویشی تو اس قدر ہاتھ آئے کہ عمدہ ترکی گھوڑا ایک درہم میں بیچا گیا ایک اچھی زرہ ایک درہم میں اور بیس تلواریں ایک درہم میں فروخت کی گئیں اور دشمن کے پچاس ہزار افراد مارے گئے۔

واقعہ نمبر (۲۸) :

۲۳۹ھ میں یحییٰ بن علی ارمنی نے روم پر حملے کئے اور قسطنطنیہ کے قریب جا پہنچے۔

واقعہ نمبر (۲۹) :

۲۷۰ھ میں ایک لاکھ رومیوں کا لشکر طرسوس میں اترا تو یازمان خادمؒ نے ان پر شب خون مارا اور ان میں سے ستر ہزار افراد کو ان کے بادشاہ سمیت قتل کر ڈالا اور ان کی

صلیب الصلبوت [سب سے بڑی صلیب] بھی حاصل کرلی۔ (سیر اعلام النبلاء)

واقعہ نمبر (۳۰):

۲۹۱ھ میں غلام زرافہ نے طرسوس کی طرف سے حملہ کیا اور انطاکیہ تک جا پہنچے۔ انہوں نے چار ہزار مسلمان قیدیوں کو بھی آزاد کروا لیا اور اتنا مال غنیمت حاصل کیا کہ ہر ایک گھڑ سوار کو ہزار دینار ہاتھ آئے۔

واقعہ نمبر (۳۱):

۵۰۵ھ میں صلیبیوں کے متحدہ لشکروں نے صور نامی علاقے کا محاصرہ کرلیا اور ستر ہاتھ اونچے لکڑی کے تین برج بنائے اور ہر برج میں ایک ہزار جنگجو بٹھا کر ان برجوں کو شہر کی حفاظتی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ مسلمانوں نے ان برجوں کے محافظوں کو منتشر کر کے ان برجوں کے ارد گرد لکڑیوں کے گٹھے ڈالکر ان میں آگ لگادی اور تیر مار کر صلیبیوں کو نیچے اترنے پر مجبور کیا چنانچہ برج میں موجود تقریباً سارے صلیبی جل مرے۔ پھر مسلمانوں نے دوسرے دو برجوں پر آگ کی ہانڈیاں پھینک کر انہیں بھی آگ لگادی یہ جنگ کافی عرصہ چلتی رہی۔

واقعہ نمبر (۳۲):

۵۲۳ھ میں تین عیسائی بادشاہوں نے بیت المقدس میں موت کا عہد کیا اور عکاء واپس جاکر اپنے لشکروں میں سات لاکھ دینار تقسیم کئے اور انہیں ساتھ لے کر مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کیا اس لشکر نے سب سے پہلے اچانک دمشق پر دس ہزار گھڑ سواروں اور ساٹھ ہزار پیادوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ مسلمان بھی مقابلے کے لئے نکلے ان میں سے دو سو شہید ہوگئے دوسرے دن بھی مقابلہ جاری رہا اور بے شمار صلیبی مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے۔ پانچویں دن غازی اتابک زنگی تین ہزار گھڑ سواروں کے ہمراہ مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور ان کے پیچھے ان کے بھائی نورالدین زنگی بھی پہنچ گئے ان دنوں دمشق

میں ہر طرف آہ و پکار مچی ہوئی تھی۔ مصحف عثمانؓ جامع مسجد کے درمیان میں رکھ دیا گیا تھا۔ عورتیں اور بچے ننگے سر اللہ کے حضور آہ و زاری کر رہے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مدد بھیج دی۔ صلیبیوں کے ساتھ ایک سفید داڑھی والا پادری تھا وہ گدھے پر سوار ہوا اس نے ایک صلیب گلے میں لٹکائی اور دو صلیبیں ہاتھ میں لیکر صلیبیوں سے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مجھ سے دمشق کی فتح کا وعدہ کیا ہے۔ صلیبی اس کے گرد جمع ہوگئے اور وہ شہر کی طرف بڑھا مسلمانوں نے جب اسے دیکھا تو پورے اخلاص اور جرأت کے ساتھ آگے بڑھے اور حملہ کر کے اسے اور اس کے گدھے کو مار گرایا اور صلیبیں جلا ڈالیں۔ اسی دوران پیچھے سے زنگی برادران کا لشکر تشریف لے آیا اور صلیبیوں کو سخت شکست ہوئی۔

واقعہ نمبر (۳۳):

۵۵۲ھ میں نورالدین زنگی نے جہاد کا اعلان فرمایا جب یہ اعلان دمشق میں ہوا تو فقہاء، صلحاء، اور نوجوان سبھی تیار ہوگئے نورالدین زنگی نے انیاس پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر کے سخت حملے کئے اور تلوار کے زور پر اسے فتح فرما لیا۔ صلیبیوں نے انیاس کے حاکم ہنری کی مدد کے لئے لشکر بھیجے مگر جب وہ وہاں پہنچے تو شہر تباہ و برباد ہو چکا تھا جب نورالدینؒ کو صلیبیوں کے طبریہ پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے لشکر لے کر ان کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے جب یہ لشکر صلیبیوں کے قریب پہنچا تو صلیبی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر چار جماعتوں میں تقسیم ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ نورالدینؒ فوراً گھوڑے سے اتر پڑے اور ان کے لشکر کے بہادر بھی اتر پڑے اور انہوں نے دشمنوں پر تیر مارنے شروع کئے۔ بس اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی اور کافروں کا لشکر مرداروں اور قیدیوں میں بدل گیا۔ اور ان میں سے صرف دس آدمی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے مسلمانوں میں سے صرف دو آدمی شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک ایسا بہادر تھا جو چار صلیبی بہادروں کو قتل کر کے شہید ہوا۔ مسلمان جب صلیبیوں کے سر اور مال غنیمت کے ڈھیر اٹھا کر جھنڈے لہراتے ہوئے دمشق پہنچے تو

اہل دمشق نے رو رو کر نورالدین زنگیؒ کے لئے دعائیں کیں۔

واقعہ نمبر (۳۴):

۵۵۳ھ میں عبدالمومن بن علی امیر المومنین نے ایک لاکھ لشکر کے ساتھ مہدیہ کا رخ کیا اور اس محفوظ ترین شہر کو خشکی اور سمندر ہر طرف سے محاصرے میں لے لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی حفاظتی دیوار پر چھ گھوڑے گزر سکتے تھے اور اس کا اکثر حصہ سمندر میں تھا پھر اہل شہر جزیے پر راضی ہو گئے۔ صلیبی لشکر سمندر کے ذریعے سردیوں میں صقلیہ کی طرف روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر ڈوب مرے۔

واقعہ نمبر (۳۵):

۵۵۳ھ میں امیر المومنین عبدالمومن کی قیادت میں ایک لاکھ کا لشکر افریقہ کی طرف روانہ ہوا ان سب کے نام ان کے دیوان میں لکھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کاریگر، تاجر اور غلاموں کی بہت بڑی تعداد بھی تھی۔ لشکر کے نظم وضبط کا یہ عالم تھا کہ پورا لشکر کھیتوں کے درمیان تنگ راستوں سے گزرتا تھا اور کوئی شخص کھیت میں سے ایک بالی بھی نہیں توڑتا تھا اور نہ امیر کے رعب کی وجہ سے اسے قدموں کے نیچے روندتا تھا۔ ان کے خیمے اور بازار دو فرسخ کے علاقے میں لگتے تھے۔ اور پورا لشکر ایک امام کے پیچھے ایک ہی تکبیر کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور کوئی شخص نماز سے پیچھے نہیں رہتا تھا یہ لشکر افریقہ پہنچا اور اسے فتح کر لیا۔

واقعہ نمبر (۳۶):

۵۵۹ھ میں نورالدین زنگی شہیدؒ اور صلیبیوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا جس میں صلیبیوں کے دس ہزار جنگجو مارے گئے اور انطاکیہ اور طرابلس کے حکمرانوں سمیت بہت بڑی تعداد میں صلیبی گرفتار ہوئے۔

واقعہ نمبر (۳۷):

۵۶۹ھ میں صلیبی جنگجو اچانک اسکندریہ کی طرف حملہ آور ہو گئے ان کے ساتھ تیس ہزار کا گھڑ سوار اور پیادہ لشکر تھا ان کے ساتھ ان کا بحری بیڑہ بھی تھا سرحد پر موجود مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا مگر صلیبیوں کا حملہ سخت تھا چنانچہ سرحدی محافظوں میں سے دو سو شہید ہو گئے اور باقی کو بھی شہر کی دیوار پناہ تک پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ صبح کے وقت انہوں نے اسکندریہ پر حملہ شروع کر دیا اور انہوں نے تین بڑے دبابے اور کالے پتھر پھینکنے کے لئے تین منجنیقیں بھی نصب کر دیں اور وہ حملہ کرتے ہوئے اسکندریہ کی دیوار پناہ تک پہنچ گئے اہل اسکندریہ نے اس فوج کا ایسا جانبازی سے مقابلہ کیا جس نے صلیبی لشکر کو خوف زدہ کر دیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اس وقت فاقوس میں تھے انہیں اس حملے کی اطلاع بھیج دی گئی انہوں نے لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا ادھر لڑائی جاری تھی کہ مسلمانوں نے تیسرے دن اچانک اسکندریہ کا دروازہ کھول دیا اور صلیبیوں کو غفلت میں آلیا اور ان کے دبابے جلا ڈالے اور عصر تک دوبدو لڑائی ہوتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے صلیبیوں کو خوب قتل کیا گیا پھر مسلمان نماز کے لئے دوبارہ شہر میں چلے گئے پھر مغرب کے وقت انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور صلیبیوں کے خیموں پر حملہ کر دیا اور بے شمار صلیبیوں کو تہہ تیغ کیا اور پھر سمندر میں موجود ان کے بیڑے پر حملہ کر دیا اور بعض کشتیوں کو غرق اور بعض کو نذر آتش کر دیا اور کچھ کشتیاں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئیں۔ صلیبیوں کے اس لشکر میں سے چند افراد ہی بچ سکے باقی سارا لشکر یا تو مارا گیا یا گرفتار ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت بڑی غنیمت لگی۔

واقعہ نمبر (۳۸):

۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ہر طرف جہاد میں بھرتی کا اعلان فرما دیا پھر آپ لشکر لے کر طبریہ کی طرف بڑھے اور بزور جنگ اسے فتح کر لیا یہ صورت حال دیکھ کر صلیبیوں نے بھی لڑائی کی تیاری کی اور ہر دور دراز اور قریب کے علاقوں کے صلیبی ان

کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ سلطان صلاح الدینؒ کے لشکر میں بارہ ہزار گھڑ سوار تھے اور پیادہ لشکر اس کے علاوہ تھا صلیبیوں کی تعداد اسی ہزار کے لگ بھگ تھی۔ کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے رہے بالآخر جبل حطین لڑائی کا مرکز بنا اس لڑائی میں صلیبیوں کی بد قسمتی عروج پر رہی اور ان کے بڑے بڑے سردار اور حکام پکڑے گئے جن میں ان کا بادشاہ یروشلم گائی بھی شامل تھا۔ عماد الکاتب کا کہنا ہے کہ اس دن جنگ میں اتنے صلیبی قتل اور گرفتار ہوئے کہ مقتولین کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج قتل ہو چکی ہے جبکہ قیدیوں کے ڈھیر دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ پوری فوج زندہ گرفتار کر لی گئی ہے۔ ایک مسلمان سپاہی تمیں تمیں صلیبیوں کو خیمہ کی ایک رسی میں باندھ کر ہنکاتا پھر رہا تھا اس لڑائی نے صلیبیوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا ان کی بڑی مقدس صلیب مسلمانوں کے ہاتھ آ گئی تھی اور ان کا مشہور جنگجو بادشاہ ریجی نالڈ [جس نے ایک بار مسلمانوں کے ایک قافلے کو گرفتار کر لیا تھا اور جب انہیں قتل کرنے لگا تو ان سے کہا اب تم محمد کو اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتے ہو] ملعون بھی مسلمانوں کی قید میں تھا سلطان صلاح الدین نے اسے کہا کہ اب محمد ﷺ کی طرف سے مدد آ گئی ہے۔ پھر اسے قتل کر دیا [قتل سے پہلے اس کے سامنے اسلام پیش کرنے کی بھی ایک روایت ہے] اس جنگ سے حاصل ہونے والے قیدی دمشق کے بازاروں میں ایک ایک جوتے کے بدلے میں فروخت ہوئے۔ جب قاضی ابن ابی عصرون دمشق میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کی بڑی صلیب ان کے سامنے سرنگوں پڑی ہوئی تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے حملے اور یلغار کو جاری رکھا اور آپ نے اور آپ کے بھائی کے لشکر نے ناصریہ، قیساریہ، عکا، صفوریہ، شقیف، فولہ، تبنین، صیدا، بیروت، صور، عسقلان کے علاقے فتح کئے اور رملہ وغیرہ مضافاتی علاقے فتح کرنے کے بعد سلطان نے اپنی اصل منزل مقصود بیت المقدس کا رخ کیا۔ فلسطین کے وہ تمام علاقے جن پر سلطان نے قبضہ کر لیا تھا وہاں کے صلیبی اور عسقلان کے شکست خوردہ لشکروں نے بھی بیت المقدس میں پناہ لے لی تھی اور ساٹھ

ہزار صلیبی جنگجو بیت المقدس پر اپنے قبضے کو برقرار رکھنے کے لئے جمع تھے مسلمانوں نے پورے عزم اور ولولے کے ساتھ صلیبیوں پر حملہ کر دیا بالآخر صلیبیوں نے امان مانگی۔ سلطان نے ان کی درخواست قبول کر لی اور یہ قرار پایا کہ بیت المقدس کے تمام مسیحی فی مرد دس دینار، فی عورت پانچ دینار اور فی بچہ دو دینار فدیہ ادا کریں اور چالیس دن تک جو فدیہ نہیں دے گا وہ غلام شمار کیا جائے گا۔ اس قرارداد کے بعد جمعہ ۲۷ رجب ۵۸۳ھ [مطابق ستمبر ۱۱۸۷ء] صلیبیوں نے بیت المقدس مسلمانوں کے حوالے کر دیا اور اکانوے سال سے جاری ظلم و بربریت کا وہ دور ختم ہو گیا جس نے پوری امت مسلمہ کے سر شرم سے جھکا رکھے تھے اور اللہ کا یہ پاک گھر پھر اپنے حقیقی پاسبانوں کے ہاتھ میں آ گیا اور مسجد اقصیٰ نے سکون کا سانس لیا۔ جب سلطان ایوبی مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو اس کے ایک حصے میں خنزیر بندھے ہوئے تھے اور اس کے غربی حصے میں فوج کے لئے بیت الخلاء تھے اور محراب کو بند کر دیا گیا تھا۔ مسلمانوں نے فوراً اس کی پاکی و صفائی کا اہتمام کیا اور مسجد میں قیمتی قالین بچھا دیئے گئے اور خوبصورت اور قیمتی قندیلوں سے اسے منور کیا گیا شعبان کے پہلے جمعے میں اکانوے سال بعد مسجد اقصیٰ سے دوبارہ اذان گونجی اور اس کے منبر سے خطبہ دیا گیا اور سلطان نے اظہار تشکر کے لئے گنبد صخریٰ میں نماز ادا فرمائی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت المقدس کی فتح کا اعزاز بخشا تھا۔ صلیبیوں نے گنبد صخریٰ میں جو تبدیلیاں کر دی تھیں وہ ختم کر دی گئیں اور سلطان تقی الدین نے خود مسجد اقصیٰ میں حاضری دی اور گلاب کے پانی سے اسے غسل دیا اور اپنے ہاتھوں سے جھاڑو دینے کی سعادت حاصل کی اور ہر طرف خوشبوئیں بکھیر دیں۔

[آج جبکہ پچاس سال ہونے کو ہیں اور مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ناجائز قبضے میں ہے۔ ہم ان واقعات کو مسجد اقصیٰ کی فتح کے واقعے پر ختم کر رہے ہیں تاکہ اس باب کو پڑھنے والا ہر شخص غزوہ بدر سے لے کر مسجد اقصیٰ کی دوبارہ فتح تک کی تاریخ کو بار بار پڑھے اور اپنے

دل میں اس نیت اور عزم کو پختہ کرے جو نیت اور عزم سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے دل میں پختہ کیا تھا اور بالآخر وہ مسجد اقصیٰ کو خنزیروں سے پاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

بات صرف عزم کی ہے بات صرف پکی نیت کی ہے پھر یہ عزم اور نیت انسان کو گھر نہیں بیٹھنے دیتے اور منزل پر پہنچے بغیر چین نہیں کرنے دیتے سلطان صلاح الدینؒ بھی ہماری طرح ایک انسان تھے لیکن ان کے دل میں یہ بے چینی تھی کہ مسجد اقصیٰ کافروں کے قبضے میں کیوں ہے؟ ان کے دل میں یہ خلش تھی کہ اگر ہم اپنے مقدس مقامات کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تو پھر زندہ رہنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس زمانے میں بھی مسلمان انتشار کا شکار تھے۔ اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی بڑی تعداد جہاد سے غافل ہو کر عیش پرستی میں پڑ چکی تھی اس زمانے میں بھی سفید چہرے والا کالا یورپ اسلام کو مٹانے کے لئے اور اس کے سینے میں صلیب گھونپنے کے لئے متحد ہو چکا تھا مگر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے اپنے اوپر آرام کو حرام کر لیا اور گھوڑے کی پشت کو اپنا تخت اور رات کے وقت مصلے کو اپنا بستر بنایا انہوں نے ایک طرف پکار پکار کر مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی اور بڑے بڑے علماء کرام سے جہاد پر کتابیں لکھوا کر پوری اسلامی دنیا میں پھیلائیں اور منبر و محراب کے جمود کو برق صفت شعلہ عزم خطباء کے ولولہ انگیز خطبات سے توڑ ڈالا اور دوسری طرف سلطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے حد درجے کی آہ و زاری کی اور راتوں کی تاریکیوں میں اس نے بیت المقدس واپس لینے کی توفیق مانگی چنانچہ مسلمان بھی متحد ہو گئے اور آسمان سے مدد کے دروازے بھی کھل گئے اور لاکھوں نفوس پر مشتمل صلیبیوں کے آہنی لشکر جو خود کو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے سامنے مکڑی کے جالے ثابت ہوئے۔ آج پھر وہی ماحول ہے۔ آج پھر کفر نے خود کو ناقابل تسخیر سمجھ رکھا ہے آج پھر مسلمانوں میں انتشار اور جمود کی کیفیت ہے مگر اس خاک کے اندر بہت سارے شرارے چھپے ہوئے ہیں اور امت مسلمہ آج بھی سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتی ہے مگر ضرورت ہے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسے ایک قائد کی جو خود عمل کا

پیکر ہو جو خود بے چینی اور خلش میں مبتلا ہو جس کے عزم میں آہن کی سختی اور جس کی نیت میں حوض کوثر کی پاکیزگی ہو جو درد سے بولتا ہو اور اپنا درد بانٹنے کی طاقت رکھتا ہو جس کا دل امت کی حالت دیکھ کر زخمی ہو مگر وہ ان زخموں کو کافروں کی طرف منتقل کرنے کا عزم رکھتا ہو جو خود کو بھول چکا ہو اور خدا کی عظمت کو سمجھتا ہو۔ جس کی نگاہیں بلند اور ارادے پختہ ہوں، جو اپنی ذات کے چکر اور ہر طرح کے رعب سے آزاد ہو جو صرف موت کے آئینے میں رخ یار کو تلاش کرتا ہو اور فقر سے محبت کرتا ہو۔ آج افغانستان کی طرف سے ایک خوبصورت جھلک تو نظر آئی ہے کیا معلوم یہی وہ بدر منیر ہو جو امت مسلمہ کی تاریک رات کو روشن کر سکے لیکن اچھا قائد اچھے لوگوں کو ہی ملتا ہے اور ماہر کسان اچھی زمین ہی سے فصل نکال سکتا ہے آج ہر مسلمان کو جہاد کے کے لئے تیار ہونا ہو گا۔ آج ہر مسلمان کو اپنی ذات کے خول سے نکلنا ہو گا آج ہر مسلمان کو اپنے اندر آہنی عزم اور پکی نیت پیدا کرنی ہو گی۔

آج ہر مسلمان کو اسلامی ممالک کی ایک ایک چپہ زمین آزاد کرانے کا عزم کرنا ہو گا۔ آج ہر مسلمان کو خون کے ایک ایک قطرے کا بدلہ لینے کی نیت کرنی ہو گی۔ آج مسلمانوں کو اسلام کی عظمت کی خاطر خاک اور خون میں تڑپنے کا شوق اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا۔ تب انشاء اللہ خود انہی مسلمانوں میں سے کوئی سلطان صلاح الدین ایوبی بھی پیدا ہو جائے گا۔ اور کسی ماں کا بیٹا نور الدین زنگی جیسا بھی کہلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انہی اکابر جیسا عزم، حوصلہ اور نیت عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین!

تینتیسواں باب

قوت اور شجاعت کی فضیلت، بزدلی اور کمزوری کی مذمت اور ان کے علاج کے طریقے اور امت کے بعض جانبازوں کے حالات کا بیان

☆ مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: طاقتور مسلمان زیادہ بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے کمزور مسلمان سے اور ہر ایک میں بھلائی ہے۔ اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں [دینی] نفع پہنچائے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور کم ہمتی نہ دکھاؤ۔ (مسلم۔ ابن ماجہ۔ مسند احمد)

کئی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بزدلی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ [اپنی دعاء میں] فرمایا کرتے تھے۔ اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کم ہمتی اور سستی سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں، بزدلی اور زیادہ بڑھاپے سے اور آپ کی پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور میں آپ کو اکثر یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔ اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں فکر سے اور غم سے، اور کم ہمتی اور سستی سے بخل اور بزدلی سے اور قرضے کے بوجھ سے اور لوگوں کے دبا لینے سے۔ (بخاری۔ ترمذی)

ان دعاؤں میں حضور اکرم ﷺ کے جامع کلمات کا اعجاز نظر آتا ہے۔ آپ نے ہم [فکر] اور حزن [غم] کو جمع فرمایا کیونکہ فکر آئندہ آنے والے حالات سے ہوتا ہے اور غم

گزشتہ حالات پر ہوتا ہے اور آپ نے عجز [کم ہمتی یا کمزوری] اور کسل [سستی] کو جمع فرمایا کیونکہ کم ہمتی اور کمزوری کا معنی یہ ہے کہ انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس پر قدرت نہیں پاتا اور سستی کا معنی یہ ہے کہ انسان کا بدن ضروری چیزوں کو ادا کرنے سے کمزوری دکھاتا ہے اسی طرح آپ ﷺ نے بخل [کنجوسی] اور جبن [بزدلی] کو جمع فرمایا کیونکہ بخل نام ہے مال خرچ نہ کرنے کا اور جبن نام ہے جہاد میں جان قربان نہ کرنے کا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ضلع الدین [قرضے کے بوجھ] اور غلبۃ الرجال [لوگوں کے غالب آجانے] کو جمع فرمایا کیونکہ ان میں سے پہلی چیز انسان کے باطن کو مغلوب کرتی ہے اور جبکہ دوسری چیز اس کے ظاہر کو محکوم بنا دیتی ہے۔

☆ حضرت مصعب بن سعدؓ بیان فرماتے ہیں کہ [ہمارے والد] حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہمیں پانچ دعائیں کرنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ ان کا حکم فرمایا کرتے تھے [وہ پانچ دعائیں یہ ہیں] اے میرے پروردگار میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بخل سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں بزدلی سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ میں بدترین عمر کی طرف لوٹایا جاؤں [یعنی بہت بوڑھا ہو جاؤں] اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں دنیا کے فتنے یعنی دجال کے فتنے سے اور آپ کی پناہ پکڑتا ہوں عذاب قبر سے۔ (بخاری۔ مسلم)

بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت سعد ہمیں یہ دعاء اس طرح سکھاتے تھے جس طرح کتابت سکھائی جاتی ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری)

فصل

شجاعت: دل کے اپنے عزم پر پختہ رہنے کو شجاعت کہتے ہیں اور یہی ہر کمال حاصل کرنے کا اصل ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعے انسان بلند مقام تک کامیابی کے ساتھ پہنچ سکتا ہے اور دل

کا پختہ اور مضبوط ہونا تبھی ممکن ہے جب انسان کا مزاج اور اس کی عقل درست ہو اور اس کی طبیعت میں اعتدال ہو۔ اگر انسان کے دل کی قوت حد اعتدال سے بڑھ جائے تو پھر یہ خواہ مخواہ کا تہور [لاپروائی] بن جاتا ہے اور اگر دل کی قوت کم ہو جائے تو یہی بزدلی کہلاتی ہے۔ تہور [یعنی بے پروائی] اور بزدلی دونوں ناپسندیدہ چیزیں ہیں اور ان دونوں کے درمیانی درجے کو شجاعت کہتے ہیں اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ انسان کا دل ہمیشہ اعتدال پر رہے اور کسی طرح کی افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہو۔ جہاں تک بزدلی کا تعلق ہے تو اس کا علاج کرنا چاہئے [کیونکہ وہ ایک گندی بیماری ہے] اور اس کا علاج اسی وقت ممکن ہے جب ان اسباب کا خاتمہ کیا جائے جن کی وجہ سے انسانی طبیعت میں اعتدال نہیں رہتا اور انسان بزدلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

[ذیل میں ان بعض اسباب کو ان کے علاج سمیت ذکر کیا جاتا ہے جن سے بزدلی پیدا ہوتی ہے]۔

بزدلی کی وجہ یا تو جہالت اور ناواقفیت ہوتی ہے چنانچہ مسلسل تجربے اور علم کی وجہ سے ایسی بزدلی ختم ہو جاتی ہے یا پھر کمزوری اور خوف کی وجہ سے انسان بزدل ہو جاتا ہے ایسی بزدلی کا علاج یہ ہے کہ وہ کام جس سے انسان کو خوف آتا ہو بار بار کرے اس طرح سے اس کی بزدلی دور ہو جائے گی یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ ابتداء میں امامت، خطابت اور حکام کے سامنے بات کرنے سے خوف آتا ہے اور زبان لڑکھڑاتی ہے لیکن اگر بار بار یہ کام کئے جائیں تو کمزوری دور ہو جاتی ہے اور اس کی بجائے انسان اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک انسانی اخلاق اور طبیعتیں اس قابل ہیں کہ انہیں بدلا جاسکتا ہے آپ نے جوگیوں کے بچوں کو دیکھا ہو گا کہ وہ خوفناک سے خوفناک سانپ کو آسانی سے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی طبیعت کو اس کا عادی بنا دیا جاتا ہے۔ جبکہ ایک زبردست بہادر آدمی جس کا سانپ سے واسطہ نہ پڑا ہو اس سانپ کو ہاتھ لگانے کی بھی ہمت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑی سی تربیت کے بعد وحشی جانور اور درندے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ ان کی ابتدائی فطرت اور طبیعت کے خلاف ہے اسی طرح بعض اکٹھے رہنے والے جانوروں کو جب تربیت دے دی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگ جاتے ہیں اور اپنے ہم نسل بھائیوں کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ آپ نے مرغوں، دنبوں اور دوسرے جانوروں کی لڑائیاں دیکھی ہوں گی حالانکہ عام فطرت و عادت کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں لڑتے اسی طرح تربیت کے ذریعے دو دشمنوں کو دوست بنا دیا جاتا ہے جیسا کہ مداریوں کے ہاں آپ نے بلی پر چوہے کو سوار دیکھا ہو گا اور کتے اور بلی کو بھی باہم شیر و شکر دیکھا ہو گا حالانکہ آپ ان کی باہمی دشمنی کو خوب جانتے ہیں تو جب جانوروں کا مزاج، طبیعت اور عادتیں اس طرح سے بدلی جاسکتی ہیں تو انسان تو زیادہ آسانی سے شر اور خیر کو قبول کر لیتا ہے کیونکہ ان دونوں چیزوں کا مادہ اس میں رکھا گیا ہے اور اس کی طبیعت جانوروں کی بنسبت زیادہ آسانی سے کسی چیز کو قبول کر لیتی ہے۔

ایک اہم نکتہ: فتح اور کامیابی کا یقین انسان میں قوت اور بہادری پیدا کرتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بڑے بڑے بہادروں کو کس طرح سے پچھاڑتے ہیں ارشاد فرمایا میں جب کسی سے لڑتا ہوں تو پہلے سے اندازہ لگا لیتا ہوں کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔

بعض مجاہدین کا قول ہے کہ جنگ کے دوران اپنے دل میں جرأت بھر لو کیونکہ یہی کامیابی کا سبب ہے۔

قدماء کا قول ہے کہ جس نے دشمن کو مرعوب کر دیا اس نے اپنے لئے لشکر تیار کر لیا۔ اگر ہم تجربے کی آنکھ سے دیکھیں تو ہمیں پسپائی اختیار کرنے کی وجہ سے مارے جانے والے زیادہ نظر آئیں گے ان کی بنسبت جو آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے مارے جاتے ہیں۔

اپنے دل سے وہم اور وسوسوں کو نکال دینے سے ہی انسان اپنی منزل کو پا سکتا ہے۔

جبکہ پسپائی اختیار کرنا موت کا دستر خوان ہے اور اسی سے دشمنوں کی ہمت بڑھتی ہے اور بردو

چیز جس کا رعب انسان کے دل پر چھا چکا ہو اسے صرف شجاعت کے ذریعے سے دل سے نکالا جاسکتا ہے مثلاً اگر آپ کا دل چاہے کہ کسی انسان کو اپنا مال دے دیں تو ایک دم طبیعت پریشان ہو جائے گی اور دل پر کمزوری چھا جائے گی اور نفس کہے گا کہ کل تمہیں خود اس مال کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور شیطان فقر و فاقے سے ڈرائے گا لیکن اگر آپ نے اپنے عزم کو پختہ کر لیا اور دل کو مضبوط کر لیا تو دل سے وسوسے دھل جائیں گے اور کمزوری اور بے بسی کی بجائے دل میں طاقت محسوس ہونے لگے گی اسی طرح حدیث شریف میں اس شخص کو مخلوق کا طاقتور ترین اور سب سے سخت قرار دیا گیا ہے جو چھپا کر صدقہ کرتا ہے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہل رہی تھی اور جھک رہی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تو وہ رک گئی فرشتے پہاڑوں کی طاقت دیکھ کر حیران رہ گئے اور انہوں نے پوچھا اے ہمارے رب کیا آپ نے پہاڑوں سے بھی طاقتور کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا [پہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہے] فرشتوں نے عرض کیا کیا لوہے سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز آپ نے پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں آگ۔ فرشتوں نے عرض کیا کیا آگ سے طاقتور بھی کوئی چیز پیدا فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا پانی۔ فرشتوں نے عرض کیا کیا پانی سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ ارشاد فرمایا ہوا۔ فرشتوں نے عرض کیا کیا ہوا سے طاقتور بھی کوئی چیز بنائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ انسان جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ (ترمذی)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص صدقہ مخفی رکھنے پر قادر ہو گیا وہ مخلوق میں سب سے زیادہ طاقتور ہے اور اس طاقت سے مراد جسمانی طاقت نہیں بلکہ اس کے دل کی مضبوطی ہے کہ اس نے جس چیز کا عزم کیا اسے کر دکھایا بس اسی دل کی مضبوطی کو شجاعت اور بہادری کہتے ہیں۔

امام ابو بکر طرطوشی فرماتے ہیں

(۱) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! اللہ کے احکام کو پورا کر سکتا ہے اور اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچ سکتا ہے۔

(۲) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! ہر طرح کے فضائل کو حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! نفس کی غلامی اور گندگیوں میں لتھڑنے سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

(۴) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! اپنے ساتھ بیٹھنے والوں کی ایذاء کو اور اپنے دوست کی بے وفائی کو برداشت کر سکتا ہے۔

(۵) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! راز کو چھپا سکتا ہے اور ذلت سے بچ سکتا ہے۔

(۶) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! مشکل کاموں میں کود سکتا ہے۔

(۷) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! بڑے بڑے ناپسندیدہ بوجھ برداشت کر سکتا ہے۔

(۸) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! لوگوں کی عادتوں کو برداشت کر سکتا ہے۔

(۹) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! اپنی سوچ اور عقل کے ہر ارادے اور عزم کو پورا کر سکتا ہے۔ [صرف خیالی پلاؤ نہیں پکاتا رہتا]

(۱۰) دل کی مضبوطی کے ذریعے سے ہی انسان! دل میں نفرت اور غصہ رکھ کر اوپر سے مسکرا سکتا ہے۔

جیسا کہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم کچھ لوگوں کے سامنے مسکراتے ہیں جبکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم بعض ایسے ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں جنہیں ہم کاٹ دینا چاہتے ہیں۔[جائز حالات کے تحت ایسا کرنا بے شک بہادروں کا کام ہے۔ جبکہ بزدل آدمی اپنے اندر کا سب کچھ اگل کر دشمن کے ہاتھوں ذلیل اور کمزور ہو جاتا ہے]

خوب جان لیجئے کہ جنگ کے دوران بہادری تین طرح کی ہے

(۱) جب دونوں لشکر آمنے سامنے آجائیں اور دشمنوں کے ساتھ آنکھیں چار ہو جائیں تو مجاہد کو چاہئے کہ دونوں لشکروں کے درمیان نکل کر اعلان کرے کہ "ھل من مبارز" ہے کوئی جو میرے مقابلے کی ہمت کر سکے"۔

(۲) جب جنگ شروع ہو جائے اور صفیں بکھر جائیں اور کسی کو علم نہ ہو کہ کدھر سے موت آئے گی اس وقت اپنے حواس پر قابو رکھے دل کو مضبوط اور عقل کو حاضر رکھے اور بدحواسی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۳) اگر مجاہدین پسپا ہونے لگیں تو ان کے پیچھے جا کر انہیں واپس آنے کی ترغیب دے اور ان کے دلوں کو مضبوط کرے اور ایمان افروز اور جذبات افزا باتیں کر کے ان کے حوصلے بڑھائے اور اپنے ساتھیوں کو سہارا دے کر پھر لڑائی پر آمادہ کرے۔ ایسے حالات میں بہادری بہت پسندیدہ عمل ہے اسلاف کا قول ہے کہ بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا غافلین کے پیچھے استغفار کرنے والوں کی طرح ہے۔

خوب اچھی طرح سے جان لیجئے کہ سب سے بڑا بہادر وہ ہے جو اپنے سب سے بڑے دشمن یعنی نفس پر قابو پالے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں ہے۔

(بیہقی باسناد ضعیف)

پس جس نے اپنے نفس کو شریعت کے تابع بنا دیا کہ جہاں شریعت کچھ کرنے کا حکم دے وہ کر گزرے اور جہاں روک دے وہاں رک جائے جہاں آگے بڑھائے آگے بڑھ جائے اور جہاں پیچھے ہٹائے پیچھے ہٹ جائے تو ایسا شخص سب سے بڑا بہادر ہے لیکن وہ شخص جو ہر حال میں کچھ کرنا ہی چاہتا ہو خواہ وہ کام کرنا جائز ہو یا نہ ہو تو ایسا آدمی بہادر نہیں ہے بلکہ وہ بھیڑیے گدھے اور خنزیر کی طرح محض ضدی اور نفس پرست ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا طاقتور وہ نہیں ہے جو مد مقابل کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھ سکے۔ (بخاری۔ مسلم)

ابن حبان کی روایت میں الفاظ یہ ہیں۔ طاقتور وہ نہیں ہے جو لوگوں پر غالب آجائے بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آجائے۔

بزدلی انسان کے لئے ہلاکت ہے اور بہادری اس کی ڈھال ہے اسی لئے حدیث شریف میں بزدلی کو ایک مرد کے لئے بدترین بیماری قرار دیا گیا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی میں سب سے بری چیز سخت کنجوسی اور سخت بزدلی ہے۔ (ابوداؤد)

بزدلی درحقیقت تقدیر کے بارے میں شک اور اللہ تعالی سے بدگمانی کا نتیجہ ہے کیونکہ جس انسان کو یقین ہو کہ موت کا وقت مقرر ہے اور وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالی نے قرآن مجید میں سچ فرمایا ہے کہ ہر شخص کے لئے موت کا وقت طے ہے۔ تو ایسا شخص کبھی بزدلی اور فرار کو اختیار نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اسے تقدیر کے بارے میں شک ہو اور اللہ تعالی کے کلام کو بھی سچا نہ جانتا ہو تو وہ بزدلی اختیار کرتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید گھر بیٹھنے سے میری موت ٹل جائے گی یا میری زندگی لمبی ہو جائے گی حالانکہ موت ایسی چیز ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی ڈھال نہیں ہے سوائے اس کے کہ تقدیر بدل جائے۔ اور تقدیر اٹل ہے وہ نہیں بدلتی۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے لڑکے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو۔ اللہ تمہیں یاد رکھے گا اور تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے جب تمہیں مانگنا ہو تو صرف اللہ سے مانگو۔ جب تمہیں مدد چاہیے ہو تو صرف اللہ سے مدد چاہو خوب اچھی طرح جان لو کہ اگر تمام لوگ تمہیں نفع پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھالیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں [یعنی تقدیر لکھی جاچکی ہے] (ترمذی)

بیہقی کی روایت میں ہے:

خوب اچھی طرح جان لو جو [نفع یا نقصان] تمہیں پہنچنا ہے وہ پہنچ کر رہے گا اور جو [نفع یا نقصان] تمہیں نہیں پہنچنا وہ نہیں پہنچ سکے گا خوب جان لو کہ فتح صبر کے ساتھ اور کشادگی مصیبت کے ساتھ ہے اور ہر تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (بیہقی)

فصل

سیّد الکونین والثقلین ﷺ کی شجاعت وبہادری

سب سے بہادر اور سب سے مضبوط دل والے انسان ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں آپ نے بہت مشکل مقامات پر اس وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا جب بڑے بڑے بہادر میدان چھوڑ جاتے تھے مگر آپ ان خوفناک اور خون آشام مقامات پر ڈٹے رہے، آگے بڑھتے رہے اور آپ کے عزم اور آپ کی یلغار میں ذرہ برابر کمی نہ آئی دنیا کا ہر بہادر کہیں نہ کہیں فرار یا کمزوری کا شکار ہوا مگر آقائے دوجہاں ﷺ نے اس کا تصور تک نہیں فرمایا۔ بے شک سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (القلم۔۴)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ لوگوں میں

سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع تھے ایک رات اہل مدینہ نے کوئی خوفناک آواز سنی لوگ اس آواز کی طرف دوڑے تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو وہاں سے واپس آتے ہوئے پایا کیونکہ آپ ﷺ ان سے پہلے اس آواز کی طرف تشریف لے گئے تھے [واپسی پر دیکھا گیا کہ] آپ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے گلے میں تلوار لٹک رہی ہے اور آپ فرما رہے ہیں ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ شجاع، زیادہ دلیر، زیادہ سخی اور زیادہ راضی ہونے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (نسائی)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گھمسان کی لڑائی ہوتی تھی اور میدان کارزار گرم ہو جاتا تھا تو ہم حضور اکرم ﷺ کی پناہ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی آپ کی بنسبت دشمن کے زیادہ قریب نہیں ہوتا تھا بدر کے دن ہم حضور اکرم ﷺ کی آڑ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور آپ نے اس دن سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی۔ اور کہا جاتا تھا کہ بہادر وہی ہے جو جنگ میں حضور اکرم ﷺ کے قریب ہو کیونکہ آپ دشمن کے قریب ترین ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی دشمنوں سے ٹکراؤ ہوتا تھا حضور اکرم ﷺ [اپنے لشکر میں سے] سب سے پہلے جنگ شروع فرماتے تھے۔

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قیس قبیلے کے ایک شخص نے کہا کیا آپ لوگ حنین کے دن حضور اکرم ﷺ کو [میدان جنگ میں] چھوڑ کر بھاگ گئے تھے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور اکرم ﷺ نے فرار اختیار نہیں فرمایا۔ قبیلہ ہوازن کے لوگ اس دن تیر برسا رہے تھے ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہم لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے تو انہوں نے ہمیں تیروں پر لے لیا میں نے حضور

اکرم ﷺ کو [تیروں کی اس بوچھاڑ میں] اپنے سفید خچر پر دیکھا اور ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی اور آپ ﷺ فرمارہے تھے:

انا	النبی	لاکذب	انا	ابن عبدالمطلب
میں	سچا	نبی	ہوں	میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں۔

(بخاری۔ مسلم)

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم جب سخت لڑائی ہوتی تھی تو ہم حضور اکرم ﷺ کی پناہ میں آجاتے تھے اور ہم میں زیادہ بہادر وہی ہوتا تھا جو آپ ﷺ کے قریب رہ کر لڑتا تھا۔ اور جب ابی بن خلف [مشرک] نے احد کے دن آپ کو دیکھا تو کہنے لگا اگر یہ بچ گئے تو میں نہیں بچوں گا اور وہ [پہلے] حضور اکرم ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق مکئی کھلاتا ہوں میں اسی پر بیٹھ کر آپ کو قتل کروں گا حضور اکرم ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا غزوہ احد کے دن ابی بن خلف نے اپنے اسی گھوڑے پر بیٹھ کر حضور اکرم ﷺ پر حملہ کیا کچھ مسلمان اسے روکنے کے لئے آگے بڑھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو اور راستہ چھوڑ دو۔ آپ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ سے برچھی لے لی اور اسے ابی بن خلف کو گردن میں دے ماری جس کے بعد وہ کئی بار اپنے گھوڑے سے گرا۔۔۔۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ برچھی اس کی پسلی پر لگی تھی جب وہ زخمی ہو کر واپس لوٹا تو کہنے لگا۔ مجھے محمد [ﷺ] نے قتل کر دیا۔ مشرکین نے کہا کہ تمہیں زیادہ زخم نہیں آیا۔ کہنے لگا اگر میرا یہ زخم سب لوگوں میں بانٹ دیا جائے تو سب مارے جائیں گے کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ محمد نے کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔

یہ ملعون مکہ واپس جاتے ہوئے مقام سرف پر مر گیا۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے رکانہ پہلوان سے کشتی فرمائی اور اسے پچھاڑ دیا۔ (ابو داؤد)

☆ حافظ مزی کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رکانہ کو دو یا تین بار پچھاڑ دیا اور ایک روایت کے مطابق یہی واقعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ (تہذیب الکمال للمزی)

☆ حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ رکانہ جنہیں حضور اکرم ﷺ نے پچھاڑا تھا لوگوں میں سب سے طاقتور آدمی تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی شجاعت کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔ ہم نے یہاں اس کا مختصر تذکرہ کر دیا ہے۔ جو مزید تفصیلات دیکھنا چاہتا ہے وہ سیرت اور مغازی کی کتب کا مطالعہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ کی شجاعت اور دل کی مضبوطی سمجھنے کے لئے تھوڑا سا معراج کے واقعے پر غور کیجئے آپ کو خود آپ ﷺ کے مضبوط دل اور ناقابل شکست حوصلے کا اندازہ ہو جائے گا خصوصاً آپ ﷺ کا اللہ رب العزت کے سامنے کھڑے ہونا اور نور ربانی کو برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے بعد ہم آپ کی امت میں سے کچھ بہادروں کا تذکرہ کرتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد بے شمار ہے لیکن ہم حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام سمیت کچھ حضرات کا تذکرہ کریں گے۔

خلیفہ رسول، یار غار رسول، افضل الخلائق بعد رسول اللہ ﷺ
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

☆ محمد بن عقیل سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے آپ نے پوچھا لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے حاضرین مجلس نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ سب سے بہادر ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں نے جسے بھی مقابلے کی دعوت دی اس کا پورا حساب چکا دیا لیکن لوگوں میں سب سے بہادر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جب غزوہ بدر کا

دن تھا تو ہم نے حضور اکرم ﷺ کے لئے ایک عریش [چبوترہ] بنادیا تھا اور ہم نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کون رہے گا جو مشرکوں کو آپ تک نہ پہنچنے دے۔ اللہ کی قسم اس دن یہ سعادت صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہی حاصل کی اور وہ اپنی کھلی تلوار لے کر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑے رہے۔

مکہ میں ایک بار مشرک حضور اکرم ﷺ کے گرد جمع ہوگئے ان میں سے کوئی آپ کو گھسیٹ رہا تھا کوئی دھکے دے رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کیا تم ہی سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی دعوت دیتے ہو۔ اللہ کی قسم اس دن ہم میں سے صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی آگے بڑھے وہ کسی مشرک کو مار کر ہٹاتے تھے کسی کو گھسیٹتے تھے اور کسی کو دھکے دیکر حضور اکرم ﷺ سے دور کرتے تھے اور کہتے تھے اے مشرکو! ہلاک ہو جاؤ کیا تم انہیں اس لئے مارتے ہو کہ یہ کہتے ہیں میرا رب اللہ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرکاء مجلس سے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا آل فرعون میں سے [خفیہ] ایمان لانے والا افضل ہے یا حضرت ابو بکرؓ؟ شرکاء مجلس خاموش رہے حضرت علیؓ نے فرمایا تم جواب کیوں نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون میں سے ایمان والے شخص کے زمین بھر اعمال سے افضل ہے وہ مومن تو اپنا ایمان چھپاتا تھا جبکہ ابو بکرؓ نے اپنے ایمان کا کھلم کھلا اعلان کیا۔ (مجمع الزوائد)

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے بعد سب سے بہادر تھے آپ کے دل کی مضبوطی، عزم کی پختگی اور حواس کی قوت کا اندازہ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ [ہجرت کا پورا واقعہ بھی حضرت ابو بکرؓ صدیق کی بہادری شجاعت اور قوت قلبی کا بھرپور ثبوت ہے]

اور آپ نے سب سے زیادہ قوت کا مظاہرہ اس وقت کیا جب حضور اکرم

ﷺ اس دنیا سے وصال فرما گئے اس زلزلہ خیز موقع پر جبکہ اکثر صحابہ کرامؓ اپنے حواس کھو بیٹھے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کو سنبھالا۔ بے شک اگر اس دن آپ مثالی ہمت کا مظاہرہ نہ فرماتے تو نہ معلوم امت کا کیا حال ہوتا۔

اسی طرح اپنے دور خلافت میں آپ نے مرتدین، مدعیان نبوت کے علاوہ مانعین زکوٰۃ سے بھی جہاد کا جو فیصلہ فرمایا وہ آپ کی قوت قلبی اور فراست ایمانی کا منہ بولتا ثبوت ہے یہ ان کی شجاعت ہی تو تھی کہ اسلام کی عمارت جس جگہ حضور اکرم ﷺ چھوڑ کر گئے تھے صدیق اکبر نے اسے وہاں سے ذرہ برابر نہیں ہلانے دیا اور دین میں ایک شوشہ برابر کی برداشت نہیں فرمائی۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔

عزت اسلام امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور ایمانی قوت کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں آپ کو لوہے کا پہاڑ قرار دیا گیا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا ان سے یہ فرمانا [بھی ان کی فضیلت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے] کہ اے ابن خطاب اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان جس گلی میں آپ کو دیکھتا ہے اس گلی کو چھوڑ کر دوسری گلی میں چلا جاتا ہے (بخاری۔ مسلم)

☆ اور اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا یہ دعاء فرمانا کہ اے میرے پروردگار عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخشے۔ (مجمع الزوائد)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت سے ہم عزت مند اور قوت والے [چلے آتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے اسلام لانے سے پہلے ہم کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو

انہوں نے قریش کے ساتھ لڑائی کر کے کعبہ میں نماز ادا فرمائی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج مسلمانوں نے ہم سے بدلہ لے لیا ہے۔

(الریاض النضرہ لمحب الدین طبری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت اعلیٰ درجے کے شجاع تھے۔ اسلام کی عظمت کی خاطر آپ کے بہادرانہ کارنامے بے شمار ہیں جنہیں ہم طوالت کے خوف سے چھوڑ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جن کے ساتھ کشتی کی اور اسے تین بار پچھاڑ دیا۔ (الریاض النضرہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ تھا کہ شیطان اس بات سے بھی ڈرتا ہے کہ وہ حضرت عمر کو کسی برائی کی ترغیب دے سکے۔ (الریاض النضرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا شیطان عمرؓ کے قدموں کی آہٹ سن کر بھاگ جاتا ہے۔

امام قرطبی نے تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنا بایاں کان پکڑ کر چھلانگ لگاتے تھے اور بغیر کسی چیز کو پکڑے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھتے تھے۔

[مثال حیاء، ذو النورین، امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مکہ مکرمہ میں اپنے مالدار گھرانے کی سختیاں جھیلنا، حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کرنا، غزوہ حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کا سفیر بن کر جانا یہ سارے واقعات آپ کی بے پناہ شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہیں ہم نے پیچھے حدیث شریف کے

حوالے سے پڑھ لیا کہ جو شخص خفیہ صدقہ دینے پر قادر ہو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مضبوط اور طاقتور ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تو کوئی صبح اور کوئی شام خفیہ اور علانیہ صدقات سے خالی نہیں تھی۔ اسلام کی خاطر ان کا بے دریغ مال لٹا دینا ان کی قوت قلبی اور مضبوط ایمان کا ثبوت ہے اپنی زندگی کے آخری ایام میں آپ نے شجاعت کی جو مثال قائم کی وہ بلا شبہ بے مثال کارنامہ ہے۔ آپ نے ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کی وصیت اور حکم پر عمل کرتے ہوئے قمیص خلافت کو نہیں اتارا اور دوسری طرف باوجود قوت اور طاقت کے اپنی جان بچانے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں نہیں لڑایا۔ [بلکہ آدھی دنیا سے زائد کا یہ عظیم حکمران نہایت مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔]

اسد اللہ الغالب امیر شجاعت امیر المومنین
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام میں آپ کی بہادری کی ایک امتیازی شان تھی غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے آپ کو لشکر اسلام کا جھنڈا دیا تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔

ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر لڑائی میں شریک رہے سوائے غزوہ تبوک کے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ نے خود آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور ارشاد فرمایا اے علی آپ میرے لئے اسی طرح ہیں جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

☆ غزوہ خیبر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ شخص میدان سے بھاگنے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر [اس قلعے کو] فتح فرمائے گا۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی

تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطاء فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی۔

(بخاری۔ مسلم وجملہ اصحاب الصحاح والسنن)

مصعب بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت مہارت کے ساتھ جنگ کرتے تھے اور اپنے مدمقابل کو سخت غلطی میں ڈالتے تھے جب آپ حملہ کرتے تھے تو ہر طرف سے زیادہ چوکنا رہتے تھے اس لئے کوئی آپ پر قابو نہیں پاسکتا تھا آپ کی زرہ صرف آپ کے سینے کو ڈھانپتی تھی پیٹھ کو نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپکو پشت کی طرف سے حملے کا خطرہ نہیں ہوتا؟ فرمانے لگے اگر دشمن میری پیٹھ پر وار کرنے کی جگہ پالے پھر بھی اگر علی بچ جائے تو اللہ دشمن کو باقی رکھے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب غزوہ خیبر میں حضور اکرم ﷺ نے جھنڈا حضرت علی کو دے دیا تو ہم بھی ان کے ساتھ گئے جب قلعے کے قریب پہنچے تو قلعے کے یہودیوں نے مقابلہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑتے رہے اس لڑائی میں آپ کی ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر گئی تو آپ نے ایک دروازہ بطور ڈھال کے ہاتھ میں لے لیا اور قلعہ فتح ہونے تک آپ اسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے۔ فتح کے بعد آپ نے اسے پھینک دیا۔ اس کے بعد ہم سات آدمیوں نے زور لگا کر اس دروازے کو الٹنا چاہا تو نہ الٹ سکے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

مبشر بالجنۃ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بھی غزوہ احد کا تذکرہ فرماتے تھے تو کہتے تھے وہ دن تو سارا کا سارا طلحہ کے نام رہا۔ میں جب سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی طرف لوٹا تو میں نے آپ کے سامنے ایک شخص کو لڑتے دیکھا

میں نے کہا یہ طلحہ ہی ہوں گے جو اس شرف کو حاصل کر گئے جسے میں حاصل نہ کرسکا اور فرمایا کہ اس دن طلحہ رضی اللہ عنہ کو ستر سے اوپر تیر، تلوار اور نیزوں کے زخم لگے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد کے دن مسلمان اچانک حملے سے بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئے۔ صرف ابو طلحہؓ آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور وہ اپنی ڈھال کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ ابو طلحہ بہت زبردست تیر انداز تھے انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں اور جو مسلمان بھی اپنے ترکش میں تیر لے کر گزرتا تھا تو حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ یہ تیر ابو طلحہ کو دے دو۔ آپ ﷺ مشرکوں کو دیکھنے کے لئے سر مبارک اوپر اٹھاتے تھے تو حضرت طلحہ عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے نبی آپ کو دشمنوں کا تیر نہ لگ جائے میری گردن آپ کی گردن کے لئے بطور ڈھال حاضر ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت آنے والی اونگھ کی وجہ سے حضرت طلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار چھوٹ کر گر گئی۔

قیس بن حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ شل ہو چکا تھا۔ انہوں نے اسی ہاتھ پر تیر سہہ کر حضور اکرم ﷺ کا بچاؤ کیا تھا۔ غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اسی جانثاری کے اعتراف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے حضرات نے بھی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور حضور اکرم ﷺ کا دفاع کرنے پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی شجاعت کی تعریف کرتے ہوئے انہیں جنت اور حوروں کی دعائیں دیں اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بھی خود حضور اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت طلحہ کی شان میں اشعار کہے اور انہیں اسلام کی چکی کا محافظ اور حضور اکرم ﷺ کے بعد لوگوں کا امام قرار دیا۔

مبشر بالجنۃ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

اسلام کے لئے سب سے پہلے تلوار اٹھانے والے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی شجاعت اور دلیری سے عبارت ہے مکہ مکرمہ میں ایک بار جب شیطان نے افواہ اڑا دی کہ حضور اکرم ﷺ کو پکڑ لیا گیا ہے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے اس واقعے پر حضور اکرم ﷺ نے انہیں اور ان کی تلوار کو دعائیں دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت زبیر سے پوچھا کہ اگر واقعی مجھے پکڑ لیا گیا ہوتا تو تم کیا کرتے؟ حضرت زبیر جن کی عمر اس وقت بارہ سال تھی کہنے لگے اگر ایسا ہو جاتا تو میں اہل مکہ کو اتنا قتل کرتا کہ ان کے خون کی نہر چلا دیتا اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا یہ سن کر حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور آپ نے اپنی چادر حضرت زبیر کو پہنا دی۔ اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا سلام زبیر کو پہنچا دیجئے اور انہیں خوشخبری دے دیجئے کہ آپ کی بعثت سے قیامت قائم ہونے تک جتنے لوگ بھی اللہ کے راستے میں تلوار اٹھائیں ان سب کا ثواب اللہ تعالیٰ حضرت زبیر کو عطا فرمائیں گے اور ان کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی کیونکہ زبیر نے سب سے پہلے اللہ کے راستے میں تلوار اٹھائی ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرا سامنا عبیدہ بن سعید سے ہوا جو لوہے میں غرق تھا اور اس کی آنکھوں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا میں نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور سیدھا اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا وہ مردار ہو کر گر گیا میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کافی زور لگایا اور اپنا نیزہ اس کے جسم سے نکال لیا مگر وہ نیزہ ٹیڑھا ہو گیا۔ (بخاری)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پورے جسم پر زخموں کے نشان تھے اور یہ سارے زخم انہیں جہاد کرتے ہوئے لگے تھے۔ ان کے بیٹے عروہ کہتے ہیں کہ بچپن میں میں ان کے

بعض زخموں میں ہاتھ ڈال کر کھیلا کرتا تھا یعنی وہ زخم بہت گہرے تھے۔ (الریاض النضرۃ)

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے جب وہ گھوڑے پر بیٹھتے تھے تو ان کے پاؤں زمین پر لگتے تھے اور وہ بڑے بالوں والے تھے۔ بچپن میں بعض دفعہ میں ان کے بال پکڑ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ (الریاض النضرۃ)

جنگ جمل میں جب ابن جرموز نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور ان کی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس تلوار نے کتنے طویل عرصے تک حضور اکرم ﷺ کے غموں کو دور کیا۔ (الریاض النضرۃ)

مبشر بالجنۃ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دعا دی تھی کہ اے میرے پروردگار ان کے نشانے کو درست کر دے اور ان کی دعائیں قبول کر لے [یعنی انہیں درست نشانے والا تیر انداز اور مستجاب الدعوات بنا دے] (مجمع الزوائد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو نہیں سنا کہ آپ نے کسی کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا ہو سوائے حضرت سعد کے۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ انہیں فرما رہے تھے اے سعد تیر مارو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(الریاض النضرۃ)

ابن عبد البر کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ قریش کے ان مشہور اور بہادر شہسواروں میں سے تھے جو جنگ کے دوران حضور اکرم ﷺ کے محافظ ہوتے تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہی کوفہ آباد کیا اور کافروں کو مار بھگایا اور اہل فارس کے ساتھ جنگیں کیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل فارس کے ساتھ جنگ میں امیر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے فارس کے اکثر شہروں کی فتح ان کے ہاتھ پر فرمائی۔ (الاستیعاب)

☆ حضرت سعید بن مسیب کی روایت ہے کہ غزوہ احد کے دن حضرت سعد نے سب سے زیادہ سخت جنگ فرمائی (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سعد بن ابی وقاص ایک ہزار گھڑ سواروں کے برابر ہیں۔ (الریاض النضرۃ)

زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے ایک پرانا اونی جبہ منگوایا اور فرمایا مجھے اسی میں کفن دینا کیونکہ غزوہ بدر کے دن میں نے یہی پہن کر مشرکین کا مقابلہ کیا تھا اور یہ میں نے آج کے دن کے لئے چھپا رکھا تھا۔ (صفۃ الصفوۃ)

امین الامہ حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ جراح رضی اللہ عنہ

زبیر بن بکارؒ لکھتے تھے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بدر سمیت تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ احد کے دن خود [جنگی ٹوپی] کی دو کڑیاں حضور اکرم ﷺ کے چہرے میں گھس گئی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے کھینچ کر وہ کڑیاں نکالیں تو ان کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور اس سے ان کے چہرے کا حسن بڑھ گیا بلکہ یہاں تک کہا جاتا تھا کہ ابو عبیدہ جیسا خوبصورت منہ کسی کا نہیں ہے اور لوگ کہتے تھے کہ قریش کے دو زیرک مرد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا والی بنایا اور انہی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے یرموک اور جابیہ کی فتوحات عطاء فرمائیں۔

ابن اثیر کی روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مشرک والد آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے حضرت ابو عبیدہ ان سے بچتے پھر رہے تھے لیکن جب ان کے والد ان کے پیچھے پڑے رہے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی

رضا کے لئے انہیں قتل کر دیا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (المجادلہ۔۲۲)

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہیں دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا اپنے گھرانے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پکا کر دیا ہے اور ان کی اپنے فیض سے مدد فرمائی ہے اور ان کو وہ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی، یہ لوگ اللہ کا لشکر ہیں (یعنی اللہ کی جماعت اور اس کا گروہ ہیں) اور اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ احد کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اکتیس مشرک قتل فرمائے پھر آپ پیٹھ کے بل گر پڑے اور زرہ آپ کے پیٹ سے ہٹ گئی تو اس پر ایک مشرک نے برچھی مار دی پھر ہندہ نے آپ کا پیٹ چاک کیا اور جگر کو نکال کر چبایا مگر نگل نہ سکی۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر حمزہ کا جگر اس کے پیٹ میں چلا جاتا تو دوزخ کی آگ اسے نہ چھوتی۔ شہادت کے بعد جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ کو شدید

صدمہ پہنچا اور آپ نے فرمایا کہ میں بھی ان مشرکوں میں سے ستر کو مار کر ان کا اسی طرح سے حلیہ بگاڑوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (النحل۔۱۲۶)

اور اگر تم ان کو تکلیف دینا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیہ بن خلف نے ان سے پوچھا کہ (غزوہ بدر کے دن) تم میں سے وہ کون شخص تھا جس کے سینے پر شتر مرغ کے پر تھے۔ میں نے کہا وہ حمزہؓ تھے امیہ نے کہا انہوں نے ہمارا بہت برا حشر کیا۔ غزوہ بدر کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو تلواریں لے کر حضور اکرم ﷺ کے آگے لڑ رہے تھے۔

(بحوالہ ابن اسحاق)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقتول پایا تو آپ رو پڑے اور جب آپ نے ان کے ناک کان کٹے دیکھے تو آپ ﷺ سسکیاں لینے لگے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر صفیہؓ برا نہ مناتیں تو میں حمزہ کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا تاکہ قیامت کے دن ان کا حشر پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے ہوتا۔ صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی بہن ہیں۔

ذوالجناحین حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے غزوہ موتہ کے دن آپ شہید ہوئے آپ نے جب جھنڈا اٹھایا تو آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا آپ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا جب وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگا لیا یہاں تک کہ آپ آگے بڑھتے

ہوئے شہید ہو گئے اور آپ کے جسم پر نوے سے زائد زخم تھے۔

بطل اسلام حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ حضرت انسؓ کے بھائی تھے اور شہسواری اور بہادری میں آپ کا نام بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ تستر کی لڑائی میں آپ نے ایک سو کافروں کو مقابلے کی دعوت دے کر قتل کیا جبکہ عمومی لڑائی میں آپ کے ہاتھ سے قتل ہونے والے ان کے علاوہ ہیں۔ (اسد الغابہ)

ایک لڑائی میں آپ اپنی ڈھال پر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم اپنے نیزوں کے ذریعے اس ڈھال کو اٹھا کر مجھے دیوار کے اس طرف کافروں میں پھینک دو۔ ان کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کے ساتھی ان تک پہنچے تو اس وقت تک حضرت براء دس کافروں کو قتل کر چکے تھے اور ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ تک ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گئے۔

بطل اسلام حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

ان کے ابو جہل پر حملہ کرنے اور اپنے لٹکے ہوئے بازو کو توڑ کر پھینک دینے اور اس حالت میں بھی لڑائی میں جتے رہنے کا قصہ پیچھے گزر چکا ہے۔

بطل اسلام حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ

یہ وہ سعادت مند بہادر مجاہد ہیں جنہیں حضور اکرم ﷺ نے غزوہ احد کے دن اپنی تلوار مبارک عطا فرمائی۔ اس دن حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا ایک شخص کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں تلوار نہیں دی بالآخر حضرت ابو دجانہ

رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پوچھا یارسول اللہ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا حق یہ ہے کہ اس سے کافروں کو اتنا مارا جائے کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت ابو دجانہؓ نے فرمایا میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطاء فرمادی وہ ایک مرد بہادر تھے اور جنگ کے وقت دشمنوں کے سامنے اکڑ کر چلتے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے میرے مانگنے پر مجھے تلوار عطاء نہیں فرمائی اور ابو دجانہ کو عطاء فرمادی۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ ابو دجانہ کیا کرتے ہیں چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ انہوں نے ایک سرخ رنگ کی پٹی نکالی اور اسے اپنے سر پر باندھ لیا۔ انصاری صحابہ کہنے لگے ابو دجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے اور آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ [مفہوم]

میں وہی ہوں جس سے میرے محبوب دوست نے عہد لیا ہے
اس حال میں جب ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے
وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں کھڑا نہ ہوں گا
اور اللہ اور اس کے رسول کی تلوار سے اللہ کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے ہوئے ہر سامنے آنے والے مشرک کو قتل کرتے چلے گئے۔ آپ جنگ یمامہ میں پاؤں ٹوٹنے کے باوجود لڑتے رہے اور شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

بطل اسلام حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی زید بن سہل رضی اللہ عنہ ہے غزوہ احد کے دن آپ حضور اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اپنے ترکش کو پھیلا لیا اور کہنے لگے میرا چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال اور میری جان آپ کی جان کے لئے قربان ہے۔ حنین کے دن

آپ نے بیس مشرک قتل فرمائے۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابو طلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لشکر میں ابو طلحہ کی آواز ہزار آدمیوں سے بہتر ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

سیف اللہ المسلول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ بہادروں کے سردار اور جنگوں کے امام ہیں جب سے آپ اسلام لائے حضور اکرم ﷺ نے آپ کو گھوڑے کی لگام تھما کر جہاد میں نکالا اور آپ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے رہے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو مرتدین کے ساتھ جہاد کی کمان سونپی جس کا آپ نے حق ادا کر دیا۔ آپ نے روم و فارس کے ایوانوں کو اپنی قوت ایمانی، شجاعت اور مردانگی سے ہلا کر رکھ دیا ان جنگوں میں آپ کے کارنامے بہت عجیب اور حیرت انگیز ہیں۔ آپ ساٹھ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو آپ کے جسم پر کوئی ایک بالشت برابر جگہ ایسی نہیں تھی جس پر شہداء کی مہر یعنی اللہ کے راستے کا زخم نہ ہو۔

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زہر ہے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسے پی لیا اور آپ کو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے ساتھی کہا کرتے تھے کہ آپ احتیاط کیجئے کہیں کافر آپ کو زہر نہ دے دیں۔ آپ کی شجاعت کے واقعات اور آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔

بطل اسلام حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

آپ کی شجاعت اور دلیری اور جانبازی کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں کہ آپ نے کس طرح سے اکیلے ایک پورے لشکر کو شکست فاش دی آپ نے ایک سریے میں سات مشرک قتل فرمائے۔

بطل اسلام حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ

آپ کی مکہ سے روانگی، شہادت کی تمنا اور میدان جنگ میں شجاعت و ایثار کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ کے لئے خراج تحسین بھی بیان ہو چکا ہے۔

بطل اسلام حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ

آپ کی بہادری مشہور و معروف ہے ابن اسحاق نے آپ کے واقعات میں لکھا ہے کہ غابہ کی لڑائی میں انہوں نے ایک مشرک اوبار اور اس کے بیٹے عمر بن اوبار کو ایک ہی اونٹ پر دیکھا تو ان دونوں کو اکٹھا اپنے نیزے میں پرو کر قتل کر دیا اور کچھ اونٹنیوں کو چھڑا لیا۔

بطل اسلام حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ

ان کی بہادری کے بھی عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں واقدی کی روایت ہے کہ حضرت خوات فرماتے ہیں کہ تین کام میں نے ایسے کئے جو کسی نے نہیں کئے ہوں گے میں ایسی جگہ ہنسا جہاں کوئی نہیں ہنسا میں نے ایسی جگہ بخل کیا جہاں کوئی بھی بخل نہیں کرتا اور میں ایسی جگہ سویا جہاں کوئی بھی نہیں سو سکتا، غزوہ احد میں میرے بھائی شہید ہو گئے میں کسی طرح ان تک پہنچ گیا دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کر دیا گیا ہے اور ان کی آنتیں باہر نکلی پڑی

ہیں میں نے ایک اور مسلمان سے مدد چاہی اور بھائی کی آنتیں پیٹ میں ڈال کر اسے اپنے عمامے سے باندھ دیا اور ہم دونوں مشرکین کے درمیان سے انہیں اٹھا کر لا رہے تھے اچانک شہید کے پیٹ سے ان کی آنتوں کی آواز آئی تو میرا ساتھی ڈر گیا اور اس نے شہید کو چھوڑ دیا اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی پھر ہم چل پڑے ایک جگہ پہنچ کر میں نے اپنی کمان کی ایک طرف سے زمین کھودنا شروع کی چونکہ کمان پر تانت تھی اور میں نے اس بات سے بخل کیا کہ وہ ٹوٹ جائے۔ زمین کھود کر میں نے بھائی کو دفن کر دیا اور میدان کی طرف آیا تو ایک گھڑ سوار کو دیکھا جو اپنا نیزہ میری طرف سیدھا کر چکا تھا اور مجھے قتل کرنا چاہتا تھا اس وقت مجھے نیند آ گئی جب میں بیدار ہوا تو وہ گھڑ سوار وہاں نہیں تھا۔

بطل اسلام حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ

آپ مضبوط، طاقتور، تنومند گھڑ سوار تھے آپ کی آواز میں بلا کی کڑک تھی۔ جب آپ جنگ صفین میں شریک ہوئے تو آپ کی عمر ایک سو پچاس سال تھی آپ کی بہادری کے واقعات بے حد مشہور ہیں۔

علامہ طرطوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کے دن اہل فارس کے سردار رستم پر حملہ کیا رستم ایک بڑے ہاتھی پر سوار تھا حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ہاتھی کی کونچیں پکڑ کر کھینچیں تو رستم نیچے گر گیا اور اس کے اوپر ہاتھی آ گرا۔ اس دن رستم کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں چالیس ہزار دینار تھے۔ رستم کے قتل ہونے کے بعد اہل فارس کو سخت ہزیمت ہوئی۔

بطل اسلام حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

آپ زمانہ جاہلیت میں جانبازوں کے سردار تھے پھر جب اسلام لائے تو آپ بہت

اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور آپ نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے یرموک کے دن سخت جنگ کے بعد شہید ہوگئے اس دن آپ کے جسم پر ستر سے زائد زخم آئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ یرموک کے دن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ہر میدان میں حضور اکرم ﷺ کے مقابلے میں جنگ لڑی اور آج میں تم سے بھاگ رہا ہوں پھر آپ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو آج موت پر بیعت کرے یہ سن کر حضرت حارث بن ہشام، حضرت ضرار بن ازورؓ نے چار سو مسلمان گھڑ سواروں سمیت بیعت کی اور یہ سب حضرات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ سارے زخمی ہو کر گر پڑے بعض ان میں سے بعد میں شفایاب ہوگئے۔ جبکہ باقی وہیں شہید ہوگئے۔ (ابن عساکر)

زہری کی روایت میں ہے کہ اس لڑائی میں حضرت عکرمہ آگے بڑھ بڑھ کر نیزوں میں کود رہے تھے اور ان کا سینہ اور چہرہ زخمی ہو چکا تھا کسی نے انہیں کہا اللہ سے ڈریئے اور اپنے ساتھ کچھ نرمی کا معاملہ کیجئے۔ فرمانے لگے کل تک میں لات اور عزیٰ بتوں کے لئے خود کو مشقت میں ڈالتا تھا اب تو میں اللہ اور اس کے رسول کے لئے لڑ رہا ہوں۔ نہیں اللہ کی قسم نہیں۔ اب میں اپنی جان لگا کر ہی چھوڑوں گا چنانچہ آگے بڑھتے ہوئے شہید ہوگئے۔

بطل اسلام حضرت طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ

آپ مرد شجاع اور عظیم جانباز تھے قادسیہ کی لڑائی میں آپ نے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے اور نہاوند کی لڑائی میں آپ شہید ہوئے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت طلیحہ اپنی بہادری اور قوت کی وجہ سے ایک ہزار گھڑ سواروں کے برابر شمار کئے جاتے تھے۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں آپ کی طرف دو ہزار آدمیوں کی مدد بھیج رہا ہوں یہ ہیں عمرو بن معد یکرب رضی اللہ عنہ اور طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ [یعنی یہ دونوں دو ہزار کے برابر ہیں] آپ ان دونوں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کریں البتہ انہیں امیر نہ بنائیں۔ (مجمع الزوائد)

امیر بنانے سے غالباً اس لئے منع فرمایا کہ یہ دونوں حضرات بہت زیادہ بہادر تھے اور لشکر کو زیادہ آگے لے جا کر لڑاتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ کے دنوں میں رستم کے لشکر میں گھس گئے اور رات کو ان کی نگرانی کرتے رہے۔ رات کے آخری حصے میں آپ نے اس لشکر میں بندھے ہوئے سب سے قیمتی گھوڑے کی رسی کاٹی اور اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ کر اپنے گھوڑے کو دوڑایا اس گھوڑے کے مالک اور دوسرے اہل لشکر کو جب علم ہوا تو وہ گھوڑوں پر آپ کے پیچھے نکلے اور ایک گھڑ سوار آپ تک پہنچ گیا۔ حضرت طلیحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نیزے کے ذریعے اس گھڑ سوار کی کمر توڑ دی اور اس کا گھوڑا بھی اپنے ساتھ لے لیا اس کے بعد ایک اور گھڑ سوار آپ تک پہنچا تو حضرت طلیحہ نے اسے بھی قتل کر دیا پھر جب تیسرا گھڑ سوار آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اسے گھیر کر خود سپردگی کی دعوت دی وہ گھڑ سوار ڈر گیا اور اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضرت طلیحہؓ نے اسے گرفتار کر لیا مال غنیمت کے گھوڑے اور اس قیدی کو لیکر حضرت طلیحہؓ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہاں اس قیدی سے گفتگو کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا میں نے بہت جنگیں لڑی ہیں اور بڑے بڑے بہادر دیکھے ہیں اور ان سے پنجہ آزمایا ہے لیکن میں نے ان [یعنی حضرت طلیحہ] جیسا بہادر نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے انہوں نے دو لشکر عبور کئے اور ایک ایسے لشکر میں رات گزاری جس میں ستر ہزار مسلح [ان کے] دشمن موجود تھے۔ پھر وہاں سے خالی ہاتھ آنا گوارہ نہیں کیا بلکہ لشکر کے بہترین شہسوار کا گھوڑا بھی چھین لیا پھر ہم نے ان کا پیچھا کیا اور ہم میں سے وہ شہسوار ان تک پہنچا جو ہمارے درمیان ہزار گھڑ سواروں

کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر پہلے بہادر جیسا ایک اور شہسوار ان تک پہنچا مگر وہ بھی مارا گیا پھر میں ان تک پہنچا اور میرے خیال میں ہمارے لشکر میں مجھ جیسا کوئی نہیں ہے لیکن جب میں نے موت کو دیکھا تو گرفتاری دینے پر راضی ہو گیا پھر یہ قیدی مسلمان ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کے لئے اہم کارنامے سر انجام دیئے۔

بطل اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

آپ خود بھی بے مثال بہادر تھے اور بے مثال بہادر باپ کے صاحبزادے تھے آپ جانبازوں کے بھی سردار تھے اور عابدوں کے بھی۔ آپ اس بات کو عیب سمجھتے تھے کہ تلوار کا وار خطا ہو یا نیزہ خطا جائے۔ آپ نے افریقہ کی لڑائی میں کافروں کے سردار جرجیر کو قتل فرمایا۔

عثمان ابن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ تین چیزوں میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (۱) شجاعت میں (۲) عبادت میں (۳) بلاغت میں۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور منجنیق کے پتھر آپ کے کپڑوں کے کناروں پر لگ رہے ہوتے تھے مگر آپ کی توجہ نماز ہی میں رہتی تھی۔

بطل اسلام حضرت عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

یہ اس نام کے ایک دوسرے جانباز اور شجاع صحابی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جو حنین کے دن حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔ ابوالحویرث فرماتے ہیں کہ اجنادین کے دن کافروں میں سے ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن

زبیر نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اسے مار گرایا پھر ایک اور کافر نکلا اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن زبیر نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اسے بھی مار گرایا پھر ایک اور کافر نکلا اس نے بھی مقابلے کی دعوت دی حضرت عبداللہ بن زبیر مقابلے کے لئے نکلے دونوں نے نیزوں سے مقابلہ کیا پھر تلواریں لے لیں، حضرت عبداللہ بن زبیر نے اس کے کاندھے پر وار کیا اور فرمایا لو میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں آپ کی تلوار اس کی زرہ کو کاٹتی ہوئی اس کے کندھے کو لگی اور وہ زخمی ہو کر واپس دوڑا حضرت عمرو بن عاص نے حضرت ابن زبیر کو قسم دی کہ اب وہ مقابلے کے لئے نہ نکلیں تو انہوں نے کہا کہ میں رک نہیں سکتا جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابن زبیر کے گرد دس رومی پڑے تھے جن سب کو آپ نے قتل کیا تھا۔ اور آپ اپنی تلوار ہاتھ میں لئے ان کے درمیان شہید پڑے تھے، آپ کو تیس زخم لگے تھے اور اس وقت آپ کی عمر بھی تیس سال تھی۔

بطل اسلام حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ کے صاحبزادے تھے اور مسلمانوں میں اپنی شجاعت اور عبادت سے پہچانے جاتے تھے آپ نے یزید کے حالات سے ناخوش ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر سے موت پر بیعت کر لی تھی اور حرہ کی لڑائی میں آپ اپنے آٹھ بیٹوں سمیت شہید ہوئے۔ علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن ابی سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا آپ تو شہید ہو گئے تھے فرمانے لگے ہاں میں اپنے رب کے پاس ہوں اس نے مجھے جنت میں داخل کر دیا ہے میں جہاں سے چاہتا ہوں جنت کے پھل کھاتا ہوں اور میرے ساتھی بھی میرے جھنڈے کے گرد میرے ساتھ ہیں۔ (اسد الغابہ)

بطل اسلام حضرت ضحاک بن سفیان بن عوف عامری رضی اللہ عنہ

ابن اثیر کی روایت ہے کہ حضرت ضحاک اپنی تلوار سونت کر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑے رہتے تھے اور آپ بہادری میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور آپ کا شمار سو گھڑ سواروں کے برابر کیا جاتا تھا۔ جب آپ ﷺ فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت ضحاک کو بنو سلیم کا امیر بنایا ان کی تعداد نو سو تھی آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا شخص نہ دوں جو ایک سو کے برابر ہے تاکہ تم ایک ہزار ہو جاؤ پھر آپ نے حضرت ضحاک کو ان پر مقرر فرما دیا۔

بطل اسلام حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

آپ مشہور و معروف شہسوار اور ممتاز جانباز تھے یمامہ کی لڑائی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف آپ نے عجیب جانبازی کا مظاہرہ کیا اور پاؤں زخمی ہونے کے بعد گھٹنوں کے بل لڑتے رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ جنگ یرموک میں بھی شریک تھے اور آپ دمشق کی فتح میں بھی پیش پیش تھے۔ فتوح الشام میں علامہ واقدی نے ان کی بہادری کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز حالات لکھے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بطل اسلام حضرت ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ

آپ قریش کے شہسواروں اور مشہور جانبازوں میں سے تھے تاریخ دمشق میں مذکور ہے کہ آپ اس لڑائی میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح؄ کے ساتھ تھے۔

ابن اثیر کی روایت یہ ہے کہ ایک بار انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے

کہا ہم قریشی لوگ تم میں اچھے رہے ہم تمہیں جنت میں پہنچاتے رہے اور تم لوگ ان کو دوزخ میں ڈالتے رہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ ہم نے جاہلیت میں مسلمانوں کو قتل کیا وہ جنت میں چلے گئے جبکہ آپ لوگوں نے مشرکوں کو قتل کیا۔ ایک بار آپ نے قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگوں کو فرمایا غزوہ احد کے دن میں نے تمہارے گیارہ آدمیوں کی حور عین سے شادی کرائی تھی۔ (اسد الغابہ)

بطل اسلام حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ

آپ صحابہ کرام؄ کے جانبازوں میں سے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک جہاد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی آپ نے اپنے صحابہ کرام سے پوچھا کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو [یعنی کسی کو شہید پاتے ہو] انہوں نے عرض کیا جی ہاں فلاں فلاں اور فلاں کو۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں فلاں فلاں کو۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم کسی کو مفقود پاتے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن میں جلیبیب کو نہیں پا رہا۔ انہیں تلاش کرو۔ جب انہیں مقتولین میں تلاش کیا گیا تو آپ ان سات کافروں کے پہلو میں پڑے تھے جنہیں آپ نے قتل فرمایا تھا۔ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان پر کھڑے ہوئے اور فرمایا جلیبیب نے سات کافر مارے۔ پھر کافروں نے انہیں شہید کر دیا یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پھر آپ نے انہیں اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور زمین کھود کر ان کے لئے قبر بنائی اور خود انہیں قبر میں رکھا۔ رضی اللہ عنہ۔

بطل اسلام حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

آپ بہادر، سرفروش، جانباز اور بہت عقلمند تھے آپ نے مغرب کی طرف کئی

حملے فرمائے آپ نے افریقہ پر بھی حملہ کیا اور اس لڑائی میں اہل افریقہ کا سردار جرجیر مارا گیا۔ آپ نے ذات الصوری میں ایک ہزار کشتیوں پر مشتمل رومی بیڑے کو بری طرح سے تہ تیغ کر ڈالا آپ فاتح افریقہ تھے آپ کی دعاء تھی کہ آپ کا آخری عمل نماز ہو۔ چنانچہ آخری دن آپ نے فجر کی نماز پڑھی دائیں طرف سلام پھیر لیا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے انتقال فرماگئے آپ کا انتقال رملہ میں ہوا۔

بطل اسلام حضرت قعقاع بن عمرو تیمی رضی اللہ عنہ

قادسیہ اور دوسری لڑائیوں میں آپ نے اہل فارس کے خلاف بے مثال کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ قعقاع رضی اللہ عنہ کی آواز لشکر میں ایک ہزار آدمیوں سے بہتر ہے قادسیہ کی لڑائی میں اغواث کے دن آپ نے تیس حملے فرمائے اور ہر حملے میں ایک کافر کو قتل کیا۔

بطل اسلام حکیم بن جبلہ رضی اللہ عنہ

یہ بھی بہت بہادر صحابی ہیں اور آپ کی بہادری اور دینداری صحابہ کرامؓ میں معروف تھی جنگ جمل کے دن شہید ہوئے اور اس دن بھی نہایت بہادری سے لڑے۔

بطل اسلام حضرت سوید بن غفلہ الجعفیؒ

آپ عام الفیل [ہاتھیوں کے حملے والے سال] میں پیدا ہوئے۔ مگر آپ نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ قادسیہ کی لڑائی میں آپ شریک تھے۔ اسی لڑائی میں لوگوں نے ایک بار پکارا کہ شیر آگیا۔ شیر آگیا۔ حضرت سوید بن غفلہ اس شیر کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر ایسی تلوار ماری جو اس کی ریڑھ کی ہڈی سے گزرتی ہوئی دم کے پاس جا

کر نکلی آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ایک کنواری لڑکی سے شادی کی آپ نے ایک سو اٹھائیس سال یا ایک سو ستائیس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

بطل اسلام حضرت ابو محمد بطالؒ

ان کے واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطل اسلام حضرت ابو فادیہؒ

آپ بہترین تیر انداز تھے ان کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک بار بحری لڑائی میں رومیوں نے مسلمانوں پر آتش گیر مادہ پھینکنا شروع کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اگر دشمن ایسا کرے تو تم بھی یہی کچھ کر سکتے ہو۔ ایک رومی نے اپنی کشتی پر سے پیتل کی ہانڈی میں آتشگیر مادہ بھر کر اسے حضرت ابو الفادیہ کی کشتی پر پھینکنے کی تیاری کی تو حضرت ابو الفادیہ نے اسے تیر مار کر قتل کر دیا اور وہ ہانڈی اسی کشتی میں گر گئی اور پوری کشتی اور اس کے تین سو سوار جل مرے چنانچہ لوگ کہتے تھے کہ ابو فادیہ کے ایک تیر نے تین سو کافر مار دیئے۔

بطل اسلام حضرت ابن جزری

ہارون الرشیدؒ ایک بار رومیوں کے مقابلے کے لئے نکلے اور آپ نے ایک قلعے کا محاصرہ کر لیا مگر طویل محاصرے کے باوجود قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا ایک دن سخت لڑائی کے بعد امیر المومنین ہارون الرشید دوپہر کو قیلولے کے لئے لیٹ گئے۔ اسی وقت رومیوں کے قلعے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک طاقتور شہسوار مکمل اسلحہ پہن کر اعلیٰ نسل کے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور اس نے نہایت فصاحت کے ساتھ اعلان کیا کہ اے اہل عرب میرے

مقابلے کے لئے بیس شہسواروں کو نکالو۔ چونکہ ہارون الرشید سو رہے تھے اس لئے کوئی مسلمان اس کے مقابلے کیلئے نہ نکلا۔ وہ رومی فخر کے ساتھ اکڑ تا پھر رہا تھا اور مسلمان سخت غم اور پریشانی کے عالم میں تھے کیونکہ بغیر امیر کی اجازت کے وہ کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر تک چیلنج کرنے کے بعد وہ رومی ہنستا ہوا واپس چلا گیا اور اس کے ساتھی بھی قہقہے لگانے لگے۔ جس سے مسلمانوں کا صدمہ اور بڑھ گیا۔ جب ہارون الرشید بیدار ہوئے اور انہیں یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بھی بہت غمگین ہوئے اور کہنے لگے تم لوگوں نے مجھے بیدار کیوں نہیں کیا اور تم میں سے کوئی اس کے مقابلے میں کیوں نہیں نکلا؟ حاضرین مجلس میں سے بعض نے کہا کہ اس شخص کا غرور اسے ضرور دوبارہ لائے گا مگر ہارون الرشید پوری رات نہ سو سکے صبح کے وقت وہ رومی پھر نکلا اور اس نے اپنے گذشتہ چیلنج کو دہرایا ہارون الرشیدؒ نے حکم دیا کہ اس کے مقابلے کے لئے بیس شہسوار نکل پڑیں۔ یہ سن کر ابن خلد نے فرمایا امیر المومنین ایسا نہ کیجئے بلکہ ہم میں سے بھی صرف ایک آدمی کو نکلنا چاہئے اگر وہ کامیاب ہو گیا تو الحمد للہ اور اگر مارا گیا تو شہید ہو گا لیکن رومی یہ تو نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمارے ایک آدمی کے مقابلے میں بیس مسلمان نکلے تھے۔ ہارونؒ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔ مسلمانوں کے لشکر میں ابن جزری نام کے مشہور و معروف بہادر شخص موجود تھے انہوں نے کہا امیر المومنین میں اس کے مقابلے میں جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے مقابلے کی مدد مانگتا ہوں۔ ہارون الرشید نے انہیں اچھا گھوڑا اور اسلحہ دینے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ ہارون الرشیدؒ نے دعائیں دے کر انہیں رخصت کیا اور ان کو آگے تک چھوڑنے کے لئے بیس گھڑ سوار ساتھ بھیجے۔ جب یہ لوگ میدان مقابلہ تک پہنچے تو رومی نے کہا مسلمانو تم نے دھوکہ دیا ہے میں نے بیس آدمی کہے تھے جبکہ تم اکیس ہو۔ مسلمانوں نے کہا ہم میں سے صرف ایک ہی تمہارا مقابلہ کرے گا ہم تو اس ایک کو رخصت کرنے آئے ہیں۔ رومی نے ابن جزری سے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کیا تم ابن جزری ہو۔

انہوں نے کہا ہاں۔ رومی نے کہا پھر تو تم برابر کے معزز آدمی ہو پس مسلمان لوٹ آئے اور رومی اور ابن جزری کا مقابلہ سخت سے سخت تر ہوتا گیا دونوں لشکر اپنے اپنے جانباز کو دیکھ رہے تھے اچانک ابن جزری پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے یہ دیکھ کر رومیوں نے خوشی سے شور مچا دیا اور مسلمان سخت غمزدہ ہو گئے۔ ابن جزری پیچھے ہٹ رہے تھے اور رومی ان کا پیچھا کر رہا تھا اچانک ابن جزری رومی کی طرف مڑے اور اسے اس کی زین سے اچک کر اٹھا لیا اور اس کا سر کاٹ کر اس کے دھڑ کو زمین پر پھینک دیا۔ اس پر مسلمانوں نے تکبیر کا ایسا نعرہ لگایا کہ پہاڑ گونج اٹھے اس کے بعد مسلمانوں نے قلعے پر زوردار حملہ کیا اور پورا قلعہ فتح کیا اور رومیوں کو خوب قتل اور قید کیا۔

بطل اسلام حضرت موسیٰ بن نصیرؒ

آپ لنگڑے تھے مگر بہت رعب والے، صاحب الرائے جانباز بہادر تھے ایک بار سلیمان بن عبد الملک نے ان سے پوچھا کہ لڑائی کے وقت آپ کس چیز کی پناہ لیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا دعاء اور صبر کی۔ پھر پوچھا کہ کونسا گھوڑا آپ نے ڈٹ کر لڑنے والا پایا۔ انہوں نے کہا اشقر (یعنی بھورے رنگ والا گھوڑا) پھر پوچھا کہ آپ نے کس قوم کو زیادہ سخت لڑنے والا دیکھا انہوں نے کہا ہر قوم کا اپنا انداز ہے، میں کس کس کا تذکرہ کروں۔ سلیمانؒ نے کہا مجھے رومیوں کے بارے میں بتاؤ، فرمایا وہ اپنے قلعوں میں شیر ہوتے ہیں اور اپنے گھوڑوں پر عقاب ہوتے ہیں اور اپنی کشتیوں میں عورتیں بن جاتے ہیں۔ جب بھی موقع پاتے ہیں اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور جب مد مقابل کو غالب ہوتا دیکھتے ہیں تو پہاڑوں میں جا چھپتے ہیں اور پسپائی کو عار نہیں سمجھتے۔ پوچھا بربر کیسے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا وہ لڑنے میں، بہادری میں، ثابت قدمی اور گھڑ سواری میں عربوں کے مشابہ ہیں لیکن وہ لوگوں میں سب سے زیادہ دھوکے باز (یعنی عہد توڑنے والے) ہیں۔ سلیمانؒ نے پوچھا اندلس والے کیسے ہیں؟

انہوں نے فرمایا وہ ناز و نعمت میں پلے ہوئے شہزادے اور بزدلی نہ کرنے والے شہسوار ہیں۔ سلیمانؒ نے پوچھا فرنگی کیسے ہیں فرمایا ان کے پاس تعداد، بہادری، سختی اور جنگ سب کچھ ہے۔ سلیمانؒ نے پوچھا کہ آپ کی جنگ کیسی رہی؟ فرمایا اللہ کی قسم میں نے کبھی اپنا جھنڈا پیچھے ہٹتے نہیں دیکھا۔ میں چالیس سال کی عمر میں جنگوں میں کود اور اب اسی سال کا ہو گیا ہوں مگر میں نے کبھی مسلمانوں کو شکست کھاتے نہیں دیکھا پھر موسیٰ بن نصیرؒ نے فرمایا اے امیر المومنین میں نے وہ دن دیکھے ہیں جب اموال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے ایک ہزار بکریاں ایک سو درہم کی اور ایک اونٹنی دس درہم کی بکی تھی اور لوگ گائے کے پاس سے گزر جاتے تھے اور اسے دیکھتے تک نہ تھے اور میں نے شاطر انگریز کو اس کی بیوی بچوں سمیت پچاس درہم میں فروخت ہوتے دیکھا ہے۔

بطل اسلام حضرت مہلب بن ابی صفرہؒ

ان کی بہادری کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں ان کے بعض واقعات پیچھے گزر چکے ہیں۔

بطل اسلام حضرت ابن فتحونؒ

آپ کی بہادری اور شجاعت کا اعتراف دشمن تک کرتے تھے یہاں تک مشہور ہے کہ اگر کوئی رومی سپاہی اپنے گھوڑے کو پانی پلاتا اور گھوڑا پانی نہ پیتا تو وہ کہتا تھا کیا تو نے ابن فتحون کو پانی میں دیکھ لیا ہے؟ خلیفہ مستعین باللہ نے ان کی بہادری کے اعتراف میں ان کے لئے بہت بڑا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اور اپنے ہاں بلند مقام دے رکھا تھا مگر حاسدوں نے ابن فتحون کو کسی طرح خلیفہ کی نظروں سے گرا دیا ایک بار خلیفہ مستعین باللہ رومیوں سے جہاد کے لئے نکلا تو لڑائی سے پہلے ایک رومی میدان میں آیا اور اس نے مسلمانوں کو مقابلے کی

دعوت دی ایک مسلمان آگے بڑھا تو رومی نے اسے شہید کر ڈالا یہ دیکھ کر رومی خوشی سے چیخنے چلانے لگے جبکہ مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ پھر اس رومی نے مقابلے کی دعوت دی ایک اور مسلمان نکلا مگر وہ بھی شہید ہو گیا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے تین مسلمان شہید ہو گئے اب وہ رومی میدان میں اکڑتا پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا میرے مقابلے میں ایک، دو، تین تک مسلمان آسکتے ہیں مگر اسلامی لشکر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی اور مسلمان سخت پریشانی میں مبتلا تھے خلیفہ سے کہا گیا کہ سوائے ابن فتحون کے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ابن فتحون کو بلایا گیا۔ خلیفہ نے کہا تم نے نہیں دیکھا کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ابن فتحون نے کہا یہ سب میری آنکھوں کے سامنے ہے خلیفہ نے کہا اب اس کا علاج کیا ہے؟ ابن فتحون نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں خلیفہ نے کہا اس شخص کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت چاہتا ہوں۔ ابن فتحون نے کہا انشاء اللہ تھوڑی دیر میں آپ کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے اون کا ایک کھلی آستینوں والا کرتہ پہنا اور بغیر اسلحہ لئے صرف ایک لمبی رسی والا کوڑا لیکر میدان میں نکلے اور کوڑے کی رسی کو گول حلقے کی شکل میں گرہ دیکر ایک پھندا سا بنا لیا رومی آپ کو بغیر اسلحے کے دیکھ کر حیران رہ گیا جب دونوں کا مقابلہ ہوا اور رومی نے اپنا نیزہ ابن فتحون کو مارا تو وہ اچھل کر اپنے گھوڑے کی گردن سے لٹک کر اتر گئے۔ اور رومی کا نیزہ ان کی خالی زین پر لگا پھر ابن فتحون نے سنبھل کر اپنا کوڑا رومی کی گردن پر مار کر اس کی گردن کو پھندے میں لے لیا اور اسے اس کی زین سے اچک کر اٹھا لیا اور خلیفہ مستعین کے قدموں میں لا کر ڈال دیا تب مستعین کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے ابن فتحون کے لئے اس کا مقام اور انعام بحال کر دیا۔

بطل اسلام معتصم باللہؒ

خلیفہ معتصم بہت طاقتور اور بہادر جوان تھا وہ اپنے پاؤں کے ساتھ ایک ہزار رطل

پیٹی باندھ کر چل لیتا تھا وہ درہم اور دینار کو اپنی انگلیوں کے درمیان لیکر دباتا تھا تو ان کے اوپر کندہ ہوتی تحریر مٹ جاتی تھی۔ اس کا جسم اتنا سخت تھا کہ کوئی دانتوں سے اسے نہیں کاٹ سکتا تھا وہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا اور اچھی طرح لکھ بھی نہیں سکتا تھا ایک بار رومیوں کے حکمران نے اسے ایک سخت خط لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ میں ایسی فوج تمہارے خلاف لاؤں گا جس کا اگلا حصہ تمہارے پاس اور پچھلا حصہ قسطنطنیہ میں ہو گا۔ معتصم نے حکم دیا کہ اسے جواب لکھو، کئی لوگوں نے جواب لکھے مگر کوئی جواب بھی معتصم کو پسند نہ آیا اس نے کہا خلیفہ بھی ان پڑھ ہے اور اس کے کاتب بھی ان پڑھ ہیں۔ رومی کو لکھ دو کہ تم اپنے خط کا جواب پڑھو گے نہیں اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور کافر جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے پھر اس نے لشکروں کو کوچ کا حکم دیا اور شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔

بطل اسلام امیر المؤمنین ہادیؒ

آپ بہت بہادر خلیفہ تھے ایک بار بغیر اسلحہ کے باغ میں اپنے دوستوں کے ساتھ تفریح کے لئے نکلے تو پہرے داروں نے بتایا کہ فلاں خارجی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ہادیؒ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا اسے دو مسلح پہرے دار لیکر آئے جب وہ ہادی کے قریب پہنچا تو اس نے حملہ کر کے ایک پہرے دار کی تلوار چھین کر دوسرے کو قتل کر دیا اور ہادی کی طرف بڑھا یہ دیکھ کر اس کے دوست بھاگ گئے اور ہادی کے پاس نہ تو بھاگنے کے لئے گھوڑا تھا نہ لڑنے کے لئے اسلحہ اور نہ چھپنے کی جگہ۔ جب خارجی بالکل اس کے پاس پہنچ کر وار کرنے لگا تو ہادیؒ نے کہا اس کی گردن اڑا دو۔ خارجی نے سمجھا کہ پیچھے کوئی ہے چنانچہ وہ جلدی سے پیچھے کی طرف متوجہ ہوا تو ہادیؒ نے چھلانگ لگا کر اسے دبا لیا اور اس کی تلوار چھین کر اسے قتل کر دیا۔ اس دن کے بعد اس نے کبھی بیت الخلاء میں بھی اسلحہ اپنے جسم سے نہیں ہٹایا۔

بطل اسلام خلیفہ امین الرشید

ایک بار وہ اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شیر زنجیر توڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ امین کے پاس اسلحہ نہیں تھا جب شیر نے اس پر حملہ کیا تو اس نے اپنا تکیہ شیر کے منہ پر رکھ دیا اور گھوم کر اس کی دم پکڑ کر کھینچی اور شیر کی کمر توڑ دی اس لڑائی میں امین کی انگلیاں اپنی جگہ سے ہٹ گئیں جو طبیبوں نے ٹھیک کر دیں۔

بطل اسلام احمد بن اسحاق بخاری السرماریؒ

آپ مشہور عابد، مشہور زاہد، مشہور محدث اور بے مثال بہادر تھے آپ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہم نے ان جیسا نہ جاہلیت میں کوئی دیکھا ہے اور نہ اسلام میں۔

ایک بار آپ جیغویہ کے ہاں ثمر قند میں مہمان تھے کہ وہاں ایک شخص آیا جس کا جیغویہ نے بہت اکرام کیا امام سرماریؒ نے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے کہا یہ بہادر شہسوار ہے جو ایک ہزار شہسواروں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ امام سرماریؒ نے فرمایا میں اس کا مقابلہ کروں گا جب جیغویہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا شاید یہ آدمی نشے میں ایسی بات کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے کل دیکھیں گے! اگلے دن اس شخص کا اور امام سرماریؒ کا مقابلہ ہوا آپ نے اپنے ہاتھ میں خیمے کی چوب لے رکھی تھی اور آپ اکثر اسی سے لڑتے تھے مقابلہ شروع ہوتے ہی امام سرماری نے پسپا ہونا شروع کر دیا وہ بہادر آپ کا پیچھا کرتا رہا جب آپ لشکر سے دور ہو گئے تو آپ نے اسے خیمے کی چوب سے ہلاک کر دیا اور خود مسلمانوں کے علاقے کی طرف فرار ہو گئے جیغویہ نے آپ کو پکڑنے کے لئے پچاس شہسوار بھیج دیئے۔ جب یہ شہسوار امام سرماریؒ کے قریب پہنچے تو وہ ایک ٹیلے کے نیچے چھپ گئے جب یہ پچاس گھڑ سوار

آگے نکل گئے تو آپ نے ان کے پیچھے سے حملہ کر دیا اور خیمے کی چوب سے ایک ایک کو گراتے گئے اور ان میں سے جو سب سے آگے تھے اسے احساس تک نہ ہوا جب آپ نے انچاس کو قتل کر دیا تو اس ایک کو پکڑ کر اس کے ناک کان کاٹ کر اسے جنتویہ کے پاس واپس بھیج دیا تاکہ وہ اسے اپنے بہادر شہسواروں کا حال سنا سکے۔ (تہذیب التہذیب)

عبداللہ بن واصل کہتے ہیں کہ ایک بار امام سرماریؒ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اس سے اب تک ایک ہزار کافروں کو قتل کر چکا ہوں اگر میں زندہ رہا تو ایک ہزار اور بھی قتل کروں گا اور اگر مجھے بدعت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس تلوار کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتا۔

محمد مطوعی کہتے ہیں کہ سرماریؒ کی چوب ہم میں سے اٹھارہ آدمی کے برابر تھی جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وہ بارہ آدمیوں کے برابر تھے اور وہ چوب سے لڑا کرتے تھے۔

محمود بن سہلؒ کہتے ہیں کہ ایک لڑائی کے دوران امام سرماریؒ نے دیکھا کہ دشمنوں کا سردار ایک چبوترے پر بیٹھا ہے تو انہوں نے اسے ایک تیر مارا سردار نے ہاتھ سے تیر نکالنے کا اشارہ کیا تو انہوں نے دوسرا تیر اس کے ہاتھ میں مارا اس کافر نے ہاتھ کا تیر نکالنے کی کوشش کی تو آپ نے اس کی گردن میں تیر مار کر اسے ہلاک کر دیا اور پورا لشکر اس کی موت کے بعد بھاگ گیا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

۱۲۱ھ میں سرماری نامی بستی میں آپ نے انتقال فرمایا۔۔۔۔۔۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس باب کو سات بہادروں کے ایک عجیب و غریب واقعے پر ختم کرتے ہیں۔

سات خوش قسمت ترین بہادر مسلمانوں کا واقعہ جو پہلے ڈاکو تھے

حسن بصری کے زمانے میں اہل بغداد سات چوروں کی وجہ سے سخت تکلیف میں

تھے خلیفہ وقت نے ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ان پر قابو نہ پا سکا۔ اسی زمانے میں ایک دن حضرت حسن بصریؒ اندھیرے میں مسجد تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے سات آدمیوں کو دیکھا ان میں سے چھ نے تو تلواریں ہاتھوں میں لے رکھی تھیں اور وہ دیوار کے ساتھ کھڑے تھے۔ جبکہ ساتواں آدمی راستے کے درمیان میں اپنے پاؤں کو پکڑے بیٹھا تھا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا تم لوگ اسلحہ لے کر کہاں جا رہے ہو زمین پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا اے ابو سعید میں فلاں چور ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ خلیفہ وقت اور بصرہ کے لوگوں کو ہمیں پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے آج پورے دس سال ہو چکے ہیں مگر وہ ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔ ہم ایک دکان پر نقب زنی کے لئے نکلے تھے جب ہم یہاں پہنچے تو میرا پاؤں ایک جلتے ہوئے انگارے پر آ گیا جس سے میرا پاؤں جل گیا لیکن میں نے اپنے پاؤں سے زیادہ اپنے دل میں جلن محسوس کی اور میں نے سوچا کہ میں یہاں دنیا کی حقیر سی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا تو میں آخرت کی آگ کیسے برداشت کروں گا۔ اے ابو سعید میں آپ کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ میں نے آج سے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور میں آئندہ وہ کام نہیں کروں گا جو میں اب تک کر رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں ابھی تھوڑی دیر پہلے تک چوری چکاری کی برائی میں تمہارے ساتھ شریک تھا مگر اب میں توبہ کر چکا ہوں۔ تمہاری مرضی جہاں چاہو چلے جاؤ اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ تو اب تک اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں ہمارا سردار تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے معاملے میں بھی تو ہمارا سردار بن جا۔ ہم بھی سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں کہ آئندہ ان برائیوں میں نہیں پڑیں گے جن میں اب تک مبتلا تھے۔ ان کے سردار نے کہا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو پھر مجھے بصرہ کی جامع مسجد لے چلو تاکہ ہم امیر بصرہ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کریں۔ نماز کے بعد میں کھڑا ہو جاؤں گا اور کہوں گا کہ اے امیر شہر! میں فلاں چور ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں آپ لوگ دس سال سے ہماری تلاش میں تھے مگر

آپ کو کامیابی نہیں ملی اب ہم نے توبہ کرلی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے برائیوں کو چھوڑ دیا ہے اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں آپ کی مرضی ہمارے ہاتھ کاٹیں، ہمیں کوڑے لگائیں، سولی چڑھائیں، قید رکھیں یا اللہ کے لئے معاف کردیں۔ اس کے ساتھی یہ سن کر راضی ہوگئے اور سارے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نماز کے بعد ان کے سردار نے کھڑے ہوکر وہی اعلان کیا جس کا اس نے اپنے ساتھیوں سے تذکرہ کیا تھا امیر شہر یہ اعلان سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ جاؤ میں نے تم سب کو اللہ کے لئے معاف کردیا سردار نے یہ سن کر کہا کہ اے امیر شہر ہماری کچھ مدد کیجئے تاکہ ہم طرسوس پہنچ کر جہاد کرسکیں۔ امیر شہر نے ان میں سے ہر ایک کو گھوڑا، مکمل اسلحہ اور پچاس پچاس دینار دیئے اور انہیں رخصت کردیا یہ ساتوں طرسوس پہنچ کر دو مہینے تک وہاں رہے اس دوران خبر آگئی کہ روم کے عیسائیوں نے مملکت اسلامیہ پر حملے کے لئے لشکر بھیج دیا ہے اس لشکر میں دو بڑی صلیبیں ہیں اور ہر صلیب کے ساتھ دس ہزار جنگجو ہیں۔ اور یہ لشکر طرسوس کے قریب پہنچ چکا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر بھی دفاع کے لئے اپنے امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا اور یہ سارے حضرات بھی لڑائی کے لئے نکل کھڑے ہوئے جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہوگئے تو یہ ساتوں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور چوری کرتے تھے اس وقت ہم کسی کی مدد کے محتاج نہیں ہوئے تو کیا اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری والے عمل جہاد میں ہم لوگوں کے سہارے لڑیں گے؟ حالانکہ ہمارے نیچے بہترین گھوڑے ہیں ہمارے پاس خطرناک اسلحہ ہے اور ہماری نیتیں بھی خالص اللہ کے لئے ہیں چلو ہم لشکر سے الگ ہوجاتے ہیں جب دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہوجائے گی تو ہم ساتوں مشرکین پر یکبارگی حملہ کردیں گے فتح یا شہادت میں سے ایک تو ہمارا مقدر ضرور بنے گی یہ طے کرکے وہ لشکر سے الگ ہوگئے جب لڑائی شروع ہوگئی تو ان ساتوں نے اچانک پیچھے سے مشرکین (عیسائیوں) پر حملہ کردیا اور ان کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔

جب یہ شکست خوردہ لشکر واپس بادشاہ روم کے سامنے پہنچا تو اس نے کارگزاری سن کر پوچھا کہ پیچھے سے کس نے تم پر حملہ کیا تھا۔ لشکر والوں نے کہا وہ سات آدمی تھے جنہوں نے ہمارے لشکر کی صفوں کو توڑ دیا جس سے ہمیں شکست ہوئی۔ رومی بادشاہ نے ایک اور صلیب نکالی اور اپنے ایک جرنیل کو دے کر کہنے لگا کہ یہ تیرے پاس تین صلیبیں ہیں اور تیس ہزار کا پیادہ اور گھڑ سوار لشکر۔ جاؤ اور طرسوس پر لشکر کشی کرو جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کی اطلاع طرسوس میں پہنچ گئی۔ مسلمانوں کا لشکر بھی مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوا یہ ساتوں جانباز بھی نکلے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کرکے پہلے جیسی حکمت عملی طے کی۔ چنانچہ جب دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی تو ان ساتوں نے پیچھے سے حملہ کرکے عیسائیوں کے لشکر کو تتر بتر کردیا عیسائیوں کا لشکر شکست کھا گیا اور اس کے بچے کھچے سپاہی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ روم نے جب ان سے کارگزاری سنی تو وہ گالیاں بکنے لگا اور کہنے لگا تیس ہزار کا مسلح لشکر جسے ہم نے اپنے ملکوں کا سرمایہ کھلا کر پالا اور ہر طرح کی سہولتیں انہیں دیں سات آدمیوں نے اس لشکر کو کاٹ ڈالا؟ بادشاہ نے اس جرنیل کو معزول کرکے ایک اور جرنیل کو بلوایا اور اسے چار صلیبیں اور چالیس ہزار کا لشکر جرار دیا اور اسے کہا کہ جاؤ طرسوس پر چڑھائی کرو اگر تم فتح یاب ہوجاؤ تو شہر میں داخل ہوکر تمام مردوں کو قتل کردینا اور وہاں کی عورتوں کو اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آنا۔ اگر شہر فتح نہ کرسکو تو کوشش کرنا کہ ان سات آدمیوں کے سر کاٹ کر لے آنا جنہوں نے میرے دو لشکروں کو شکست دی ہے۔ اور اگر تم نے انہیں قیدی بنا لیا تو پھر انہیں لے کر میرے پاس آجانا یہ جرنیل جب طرسوس کے قریب پہنچا تو اس نے ایک صلیب کے ساتھ دس ہزار آدمی پہاڑوں میں چھپا دیئے اور خود وہاں سے کچھ آگے جا کر رک گیا۔ مسلمان حسب سابق مقابلے کے لئے نکلے وہ سات جانباز اپنی سابقہ حکمت عملی کے ساتھ میدان سے ہٹ کر پیچھے پہنچ گئے جب لڑائی شروع ہوئی انہوں نے پیچھے سے حملہ کردیا اور دشمن کو کافی نقصان پہنچایا مگر اچانک ان سات کے پیچھے

سے دس ہزار کا چھپا ہوا لشکر نکل آیا۔ اس طرح سے یہ ساتوں جانباز گھیرے میں آ گئے اور بالآخر قید کر لئے گئے۔ رومی لشکر واپس پہنچا۔ جرنیل نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر سجدہ کیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ان ساتوں کو پکڑ کر لے آیا ہوں۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ میں ان ساتوں کو کس طرح سے قتل کروں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ انہیں درمیان سے کاٹ کر درختوں پر لٹکا دیجئے۔ ایک نے کہا کہ ان کی گردنیں کاٹ دیجئے۔ مگر بعض عقلمند جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ انہیں مال و دولت دے کر اپنا ہم مذہب بنایا جائے تاکہ جس طرح انہوں نے اپنی بہادری سے ہمیں ذلیل کیا اسی طرح عیسائی ہو کر یہ اپنی بہادری سے ہمیں عزت بخشیں۔ بادشاہ نے اسی مشورے کو نہایت پسندیدگی سے منظور کر لیا۔ اور اس نے ان ساتوں کے امیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا یہ چھ آدمی تیرے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! بادشاہ نے کہا کہ میری کئی بیٹیاں ہیں اگر تو ہمارا دین اختیار کر لے تو میں اپنی ایک بیٹی سے تیری شادی کر دوں گا اور تجھے مال و دولت کے بھرے ہوئے سو اونٹ اور سو باغات دوں گا۔ یہ سن کر وہ امیر رونے لگا اور کہنے لگا مجھے نہ تیری بیٹی کی ضرورت ہے اور نہ مال کی میں ان چیزوں کی وجہ سے ہرگز اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بادشاہ نے اسے الگ ایک کونے میں بٹھا کر باقی چھ کو ایک ایک کر کے بلایا اور ہر کسی کے سامنے اپنی پیشکش دہرائی مگر ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم اسلام کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے اپنے جرنیلوں کو بتایا کہ ہماری تدبیر ناکام ہو چکی ہے۔ اب انہیں گمراہ کرنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے۔ ایک جرنیل نے کہا آپ ایک دیگ میں تیل ڈال کر اس کے نیچے آگ جلا دیجئے جب تیل کھولے تو ان میں سے ایک کو اس میں اوندھے منہ کر کے ڈال دیجئے ممکن ہے ایک دو کے مرنے کے بعد باقی کے دلوں پر اس دہشت ناک طریقے سے آنے والی موت کا خوف نمودار ہو جائے اور وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ دیگ میں تیل بھر کر نیچے آگ جلا دی گئی بادشاہ نے ان ساتوں کو بلا کر ایک صف میں بٹھا دیا ان کے امیر نے

جب نظر اٹھائی تو اسے اوپر چھت پر سات حسین لڑکیاں نظر آئیں۔ جنہوں نے زرد رنگ کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سبز رومال تھا۔ امیر نے دل میں سوچا کہ اس ملعون بادشاہ نے ہمیں بددین کرنے کیلئے انتظام کیا ہے اوپر اپنی بیٹیاں بٹھا دی ہیں اور نیچے یہ عذاب جلا دیا ہے تاکہ ہم اس کھولتی دیگ سے ڈر کر اور لڑکیوں کے حسن سے مرعوب ہو کر دیگ میں مرنے کی بجائے لڑکیوں کو پانا پسند کریں اور اپنا دین چھوڑ دیں۔ امیر نے دل ہی دل میں دعا کی کہ کاش میرے ساتھیوں کی نظر ان لڑکیوں پر نہ پڑے تاکہ وہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ دیگ میں تیل جوش کھانے لگا بادشاہ کے حکم سے دو جرنیل کود کر آگے بڑھے اور انہوں نے ان ساتوں میں سے ایک کو اٹھا کر دیگ میں الٹا دیا۔ وہ شخص آخری وقت میں پکار کر کہنے لگا میرے دوستو! تم پر سلامتی ہو تم گھبرانا نہیں یہ تھوڑی دیر کی تکلیف ہے جبکہ دوزخ کا عذاب دائمی ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جرنیلوں نے اسے کمر تک تیل میں ڈال دیا اس کا یہ آدھا حصہ جل گیا اوپر بیٹھی ہوئی ساتوں لڑکیوں میں سے ایک اڑتی ہوئی آئی اور دیگ میں داخل ہو گئی اس نے سبز رومال میں کچھ ڈالا اور آسمان کی طرف اڑ گئی امیر نے جب یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ لڑکیاں تو حور عین ہیں بادشاہ کی بیٹیاں نہیں۔ عیسائیوں نے اس جلے ہوئے شخص کو دیگ سے نکال کر ان باقی چھ کے سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا اگر تم نے اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول نہ کی تو تم سب کو بھی اسی طرح قتل کر دوں گا اور اگر تم نے میری بات مان لی تو پھر تمہارے لئے ہر طرح کا اعزاز و اکرام ہو گا۔ وہ کہنے لگے تو ہمیں جلا کر مار یا تلواروں سے کاٹ ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔

بادشاہ نے ایک ایک کر کے باقی چھ میں سے پانچ کو اسی دیگ میں جلا کر شہید کیا اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکی دیگ میں داخل ہو کر سبز رومال میں کچھ ڈال کر آسمان پر

جاتی رہی۔ اب صرف ایک لڑکی باقی تھی۔ اچانک وزیر اعظم آگے بڑھا اور وہ بادشاہ سے کہنے لگا کہ یہ شخص مجھے دے دیجئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ وزیر نے کہا میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا اور اپنی اس لڑکی کو اس کی خادمہ بنادوں گا جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے مگر میں نے آپ کی زیادہ بیویوں کی وجہ سے انکار کر دیا تھا۔ ممکن ہے وہ اس کے دل کو موہ لے اور یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائے تب میں اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دوں گا اور اپنے مال میں اسے حصے دار بنادوں گا بادشاہ نے کہا لے جاؤ میں نے یہ شخص تمہیں دے دیا جب یہ واقعہ ہوا تو چھت پر بیٹھی ہوئی حور اٹھ کھڑی ہوئی اور خالی ہاتھ آسمان کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ دیکھ کر امیر کہنے لگا یہ میری بد قسمتی کی وجہ سے ہوا۔

بادشاہ نے اسے کہا تم میرے اس وزیر کے ساتھ چلے جاؤ۔ امیر نے کہا میں صرف اس شرط پر اس کے ساتھ جاؤں گا کہ میں اس کے گھر میں مسجد بناؤں گا جہاں بلند آواز سے پانچ وقت اذان دوں گا۔ شراب نہیں پیؤں گا اور خنزیر نہیں کھاؤں گا بادشاہ نے وزیر اعظم سے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے؟ وزیر نے کہا اس کی ساری شرطیں منظور ہیں۔

اب وہ مسلمان قیدی وزیر کے گھر آ گیا اور داخل ہوتے ہی مسجد بنانے میں لگ گیا۔ وزیر نے اپنی بیٹی سے کہا میں نے عربوں میں اس سے زیادہ بہادر اور خوبصورت کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ میں اسے بادشاہ کی سزائے موت سے چھڑا کر لایا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ عیسائی ہو جائے تو میں تیری شادی اس کے ساتھ کر دوں اور اسے اپنا آدھا مال دے دوں۔ اب یہ ہمارے گھر میں رہے گا اور رات دن اس کا تمہارے علاوہ کوئی خادم نہیں ہوگا۔ لڑکی نے یہ ذمہ داری قبول کی اور وہ ہر دن زرق برق لباس اور طرح طرح کے زیور پہن کر آتی اور اس شخص کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرتی مگر اس بندہ خدا نے کوئی توجہ نہ کی اور نہ کبھی اس لڑکی کو کوئی کام بتلایا۔ وہ جو کچھ لے آتی وہ لے لیتا تھا۔ ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر وہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ لڑکی اسے کہنے لگی۔ کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تم میں مردانگی نہیں ہے؟

تم اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤ میرا باپ ہم دونوں کی شادی کر دے گا اور تجھے مالا مال کر دے گا۔ امیر نے کہا ہلاک ہو جا تو نے تو میری نماز خراب کر دی۔ مجھے نہ تو تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے مال کی۔ وزیر نے تو لڑکی کو اس مرد مومن کے پیچھے اس لئے لگایا تھا تاکہ وہ اس کے دل کو موہ لے اور اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دے۔ لڑکی تو یہ نہ کر سکی البتہ اس مرد مومن کی شان بے نیازی نے لڑکی کے دل کو موہ لیا اور وہ خود اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور کہنے لگی کیا تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے؟ امیر نے کہا نہیں۔ لڑکی نے کہا کیوں؟ تم ناپاک کافرہ ہو امیر نے برجستہ جواب دیا۔ لڑکی کہنے لگی اگر آپ اپنا دین نہیں چھوڑتے تو پھر میں اپنا دین چھوڑ دیتی ہوں آپ مجھے مسلمان کیجئے تاکہ میں آپ سے شادی کر سکوں۔ امیر نے کہا اے لڑکی یہ کافروں کا ملک ہے یہاں میں تجھ سے شادی نہیں کر سکتا ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ہم یہاں سے بھاگ کر مسلمانوں کے ملک پہنچ گئے تو میں ضرور تجھ سے شادی کر لوں گا اور تیرے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کروں گا۔ اور نہ باندی رکھوں گا لڑکی نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر دس دن بعد عیسائیوں کا تہوار ہے۔ اس میں بادشاہ سمیت سب لوگ باہر نکلتے ہیں البتہ بیمار لوگ گھروں میں رہ جاتے ہیں جب تہوار میں دو دن رہ جائیں گے تو میں بیمار بن جاؤں گی چنانچہ میرا باپ مجھے تیرے پاس چھوڑ جائے گا تب ہم دونوں بھاگ نکلیں گے۔ تہوار سے دو دن پہلے وہ لڑکی بیمار بن گئی تہوار کے دن وزیر نے پوچھا کہ بیٹی تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گی۔ اس نے کہا نہیں میں بیمار ہوں۔ وزیر نے کہا کوئی بات نہیں اب تم دونوں اس گھر میں بالکل تنہا رہ جاؤ گے اگر یہ تمہارے ساتھ حرام فعل کرنا چاہے تو تم مت روکنا ممکن ہے اس طرح سے یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہو جائے تب تم دونوں کی شادی کر دی جائے گی۔ لڑکی نے کہا ابا حضور میں اس کے لئے حاضر ہوں۔ البتہ آپ دو گھوڑے چھوڑ جائیں۔ ممکن ہے کہ اگر میں اسے بدلنے میں کامیاب ہو گئی تو میں اسے لے کر آپ کے پاس تہوار کے سات دنوں میں کسی نہ کسی دن پہنچ جاؤں گی۔ تہوار کے دن دوپہر کے وقت

لڑکی نے کہا وہ لوگ تہوار کی جگہ پہنچ چکے ہوں گے اب شہر میں کوئی نہیں ہوگا کیا تم مسلمانوں کے ملک کا راستہ جانتے ہو؟ امیر نے کہا ہاں مجھے راستہ معلوم ہے۔ لڑکی نے اسلحہ نکالا اور کافی سارے ہیرے جواہرات بھی لے لئے اور خود مردوں کا لباس اور اسلحہ پہن لیا۔ امیر نے بھی اسلحہ زیب تن کیا اور وہ دونوں طرسوس کی طرف بڑھے یہاں سے طرسوس کا فاصلہ تیس منزل کا تھا۔

سفر میں انہیں دوسرا دن تھا اور انہوں نے ابھی صرف تین منزلیں طے کی تھیں۔ تو انہوں نے دور سے غبار اٹھتا ہوا دیکھا امیر نے لڑکی سے کہا تمہاری نظر زیادہ تیز ہے دیکھو یہ غبار کیسا ہے؟ وہ کہنے لگی مجھے چھ گھڑ سوار نظر آرہے ہیں ان کے نیچے اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ چھ گھڑ سوار ان دونوں کے پاس پہنچ گئے۔ جب امیر نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یہ اس کے وہ چھ شہید ساتھی تھے جنہیں بادشاہ نے جلا کر شہید کیا تھا۔ اس نے انہیں اور انہوں نے اسے پہچانا امیر نے انہیں کہا تمہیں تو بادشاہ روم نے شہید کر دیا تھا۔ وہ کہنے لگے کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہر شہید زندہ ہوتا ہے اور صبح شام اللہ کی دی ہوئی روزی سے کھاتا پیتا ہے۔ امیر نے کہا آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں کیا اپنے گھروں کی طرف؟ وہ کہنے لگے ہمیں گھروں سے کیا؟ یہاں ان پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی انتقال فرما گیا ہے اور یہاں کوئی ایسا آدمی قریب میں نہیں جو اس کا کفن دفن کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے دفن کی سعادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ ہم اپنے ساتھ کفن اور جنت کی خوشبو لائے ہیں۔ اب ہم جا کر اسے غسل دیں گے پھر کفنا کر قبر میں دفن کر کے واپس چلے جائیں گے۔ امیر نے انہیں کہا تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمادی جبکہ میں محروم رہا۔ حالانکہ میں تمہارا امیر تھا۔ یہ میرے ساتھ وزیر کی بیٹی ہے اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا ہے یہ بھی میرے ساتھ بھاگ آئی ہے تم لوگ دعاؤں کے ذریعے میری مدد کرو تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے طرسوس پہنچا دے۔

انہوں نے امیر کو یہ دعا کہلوائی اور غائب ہو گئے۔

یا صمداً لایظلم، یا قیوما لا ینام، یا ملکا لا یرام، یا عزیزاً لایضام، یا جاراً لا یظلم، یا محتجبا لایری، یا سمیعا لایشك، یا عادلاً لایجور، یا دائما لا یزول، یا حلیماً لا یلهو، یا قیوماً لا یفتر، یاغنیاً لا یفتقر، یا منیعاً لا یغلب، یا شدیدًا لایضعف، یاصادقالا یخلف، یا باسط الیدین بالجود یامن هو فی ملکه محمود یا علی المکان یا رفیع الشان یا لا اله الا انت، یا لا اله الا انت۔

اے وہ بے نیاز جو ظلم نہیں کرتا اے وہ قیوم جو نہیں سوتا۔ اے وہ بادشاہ جس کی بادشاہت دائمی ہے۔ اے وہ غالب جو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اے وہ بگڑی بنانے والے جو ظلم نہیں کرتا۔ اے وہ پوشیدہ جسے دیکھا نہیں جا سکتا۔ اے خوب سننے والے جو شک میں نہیں پڑتا۔ اے انصاف کرنے والے جو زیادتی نہیں کرتا۔ اے وہ دائم جس کے لئے فنا نہیں۔ اے وہ بردبار جو لہو نہیں فرماتا۔ اے تھامنے والے جو نہیں تھکتا۔ اے وہ غنی جو کبھی محتاج نہیں ہوتا۔ اے وہ غالب جس پر کوئی غالب نہیں ہوتا۔ اے وہ طاقت والے جو کمزور نہیں ہوتا۔ اے وہ سچے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے سخاوت کے ہاتھ ابھر کسی پر پھیلانے والے اے وہ ذات جو اپنی سلطنت میں محمود ہے۔ اے اونچے مکان والے۔ اے بلند شان والے۔ اے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امیر نے ابھی یہ دعا پڑھی ہی تھی کہ اس کی نظر ایک چرواہے پر پڑی جو چشمے سے پانی پی کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ امیر نے اسے کہا اے چرواہے یہ کافروں کا ملک ہے کیا تو ان

کے درمیان کھلم کھلا نماز پڑھنے سے نہیں ڈرتا۔ چرواہے نے کہا کیا تو پاگل ہو گیا ہے؟ اس علاقے میں کافروں کا کیا کام؟

امیر نے کہا کیا تو ملک روم میں نہیں ہے؟ چرواہے نے کہا سامنے دیکھو کیا تمہیں طرسوس کی دیوار نظر نہیں آ رہی۔ امیر نے دیکھا تو واقعی اس نے خود کو طرسوس کے قریب پایا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے لڑکی کو اسلام کی تلقین کی۔ لڑکی نے اسی چشمے پر غسل کیا اور وہ دونوں شہر میں داخل ہو گئے جہاں مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا وہاں ان دونوں کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سات بیٹے عطاء فرمائے۔ (جامع الفنون)

[بزدلی اور کمزوردلی بے شک ایک عیب ہے، ایک بیماری ہے اور ایک مصیبت ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ اس قدر تاکید کے ساتھ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے اور صحابہ کرام کا بھی معمول تھا کہ وہ اس مرض سے پناہ مانگتے تھے اور بعض صحابہ کرام کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے توباقاعدہ حضور اکرم ﷺ سے دعا کی درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بزدلی اور زیادہ سونے کے مرض کو دور کر دے۔

رات دن بزدلی کے شر سے اللہ کی پناہ پکڑنے اور اس مرض سے بچنے کے لئے مسلسل دعائیں کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے دلوں سے اس بیماری کو نکال دیا چنانچہ وہ روم سے ڈرے نہ فارس سے۔ انہیں نہ منافق دبا سکے نہ کافر وہ اکیلے تھے نہتے تھے مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور اس سے ایک شوشہ برابر دستبردار نہ ہوئے بڑی بڑی مسلح فوجوں نے انہیں گھیرا مگر وہ گھبرانے اور ڈرنے کی بجائے شیروں کی طرح للکارتے ہوئے اپنی ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر میدانوں میں نکلے اور انہوں نے ان لشکروں اور فوجوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جنگل کے درندے اگر ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے انہیں بھی للکار اور بالآخر اپنا حکم ماننے پر مجبور کر دیا خوفناک گہرائی والے سمندر اور دریا ان کے راستے میں آئے تو انہوں نے بلا خطر اپنے گھوڑے ان میں ڈال دیئے۔ یہ ان کی شجاعت اور

دلیری ہی تھی کہ انہوں نے میدان جنگ میں ہاتھی دیکھے تو زندگی میں پہلی بار دیکھے جانے والے اس ٹینک نما جانور سے ڈرنے کی بجائے وہ اس سے بھی نبرد آزما ہو گئے۔ انہوں نے سروں پر عمامے اور جسم پر پیوند لگی لنگیاں باندھ رکھی تھیں مگر پھر بھی انہوں نے روم و فارس کے شاہانہ عسکری جاہ و جلال کو روند کر رکھ دیا۔ مگر آج بزدلی کا مرض مسلمانوں میں ایک وبا کی طرح پھیل چکا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اب اسے مرض نہیں نزاکت طبع سمجھا جاتا ہے آج بزدلی کو عیب نہیں بلکہ عقلمندی شمار کیا جاتا ہے چنانچہ بظاہر عقل مند اور حقیقت میں بزدلی کے گندے مرض میں مبتلا لوگ رات دن مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتے رہتے ہیں اور انہیں کافروں کی طاقت سے مرعوب کرنے کی مذموم کوشش کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اپنی لچھے دار باتوں اور چرب زبانی کے ذریعے جہاد کو فساد اور مجاہدین کو فسادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بزدلی کے مرض پر پردہ ڈالنے کے لئے مجاہدین کی برائیاں بیان کرتے ہیں یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کے دل میں کبھی جہاد کا خیال ہی نہیں آیا۔ اور نہ انہوں نے خود یا اپنی اولاد کو جہاد میں بھیجنے کی کبھی نیت کی ہے لیکن وہ اپنے اس روحانی روگ کو چھپاتے ہیں اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آج کل کہیں بھی شرعی جہاد ہی نہیں ہو رہا یا آج کل مخلص مجاہدین موجود نہیں ہیں یا اب فلاں فلاں عمل جہاد کا قائم مقام بن چکا ہے چنانچہ ہم فلاں فلاں دینی کام کر کے مجاہدین سے بھی افضل ہیں ان لوگوں کے دل اسلام کی عظمت کے احساس سے خالی اور دنیا سے کفر کو مٹانے کے جذبے سے محروم ہیں۔ یہ لوگ اپنے سائے سے بھی ڈرتے ہیں اور وہ مجاہدین کی حمایت بھی اس لئے نہیں کرتے کہ کہیں انہیں وقت سے پہلے موت نہ آجائے ان لوگوں کی زبانیں بہت چلتی ہیں مگر ان کے دلوں سے بزدلی کی بدبو آتی ہے یہ بزدل لوگ اسلام کے لئے کچھ قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے وہ مساجد کے تحفظ کے لئے کچھ نہیں کرتے وہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کی نیت تک نہیں کرتے، اور قرآن مجید کی اس پکار پر لبیک نہیں کہتے جو اس نے مظلوموں کی

مدد کے لئے بلند کی ہے۔ یہ لوگ ناقابل اعتبار ہوتے ہیں کیونکہ وہ جان کے خوف سے کبھی بھی گمراہی کے گڑھے میں گر سکتے ہیں یا دنیاوی لالچ میں پڑ کر دین کو بدلنے کی ناجائز کوشش کر سکتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی محبت کے لئے اسی لئے منتخب فرمایا کہ وہ جان دینے والے تھے اور حق کی خاطر لڑنے والے تھے۔ ورنہ کوئی بزدل شخص جو بزدلی کو مرض بھی نہ سمجھتا ہو اس قابل نہیں ہوتا کہ کسی نبی کی صحبت میں رہ سکے۔ کیونکہ اس طرح کا ڈرپوک شخص تو ہر مشکل وقت میں صرف جان ہی بچائے گا جبکہ نبی اور ان کے رفقاء جان دے کر ایمان بچاتے ہیں اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اے مسلمانو! آج کے ماحول نے کم و بیش ہم سب میں اس بزدلی کے مرض کو عام کر دیا ہے اور ہم اللہ کے شیروں کی اولاد ہو کر بزدل گیدڑ جیسی زندگی گزار رہے ہیں اور دنیاوی اشیاء کے غلام بنتے جا رہے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ معمول بنانا چاہئے کہ روزانہ پانچ وقت کی نماز کے بعد بزدلی اور کم ہمتی کے مرض سے پناہ مانگا کریں اور اللہ تعالیٰ سے ان امراض کے ازالے کی دعاء کیا کریں۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا چاہئے کہ ہم اپنے اسلاف خصوصاً حضرات صحابہ کرام اور امت کے مجاہدین کے واقعات بکثرت پڑھا کریں اور انہیں بیان کیا کریں۔ بے شک ان حضرات کا تذکرہ دلوں سے بزدلی کو باہر نکال پھینکتا ہے۔

اسی طرح ہمیں اپنے اوپر جبر کر کے خود کو گھمسان کی لڑائیوں میں لے جانا چاہئے یہ وہ عمل ہے جو بہت جلد بزدلی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

یاد رکھئے بزدلی ایک شرمناک مرض ہے جو انسان کے لئے دنیا آخرت میں شرمندگی کا باعث ہے۔ اس لئے ہمیں اس بات سے شرم کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں پیش ہوں کہ ہمارے اندر اللہ کے لئے جان دینے کا جذبہ نہ ہو۔ بلکہ ہم بزدلی میں مبتلا رہے ہوں۔

یا اللہ ہمیں قیامت کے دن کی شرمندگی سے بچا اور ہمیں بزدلی کے مرض سے نجات عطاء فرما اور ہمیں شجاعت، دلیری، جانبازی اور سرفروشی کی نعمت عطاء فرما۔ آمین ثم آمین]

خاتمۃ الکتاب

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی فرائض کے بارے میں بنیادی شرعی احکام کا علم حاصل کرے اور ہر مسئلے کے بنیادی اصولوں کو یاد رکھے جبکہ تفصیلات کے لئے اسے چاہئے کہ ائمہ کرام اور علماء کرام کی تقلید اور پیروی کرے۔

☆حدیث شریف میں آیا ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(ابن ماجہ)

حضرات محققین کے نزدیک اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہر عمل کے بارے میں مسلمان کے پاس اتنا علم ضرور ہونا چاہئے جس کے ذریعے سے وہ اس عمل کو شریعت کے مطابق درست ادا کر سکے۔ چنانچہ ہر مجاہد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان مسائل کا علم حاصل کرے جن پر جہاد کا درست ہونا موقوف ہے تاکہ اس کا جہاد شریعت کے مطابق رہے۔ ہم خاتمے کے پہلے حصے میں بعض ایسے ہی مسائل کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ ہم نے اس خاتمے کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے پہلے حصے میں جہاد کے بعض شرعی احکام اور آداب کا ذکر ہے جبکہ دوسرے حصے میں بعض جنگی چالوں اور عسکری تدبیروں کو بیان کیا گیا ہے۔

واللہ المستعان وکفیٰ۔

[جہاد کے مسائل کے بارے میں اردو قارئین اور موجودہ عسکری تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہم نے بعض دیگر کتابوں سے بھی مدد لی ہے اور ۵۳ مسائل کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو مصنف شہیدؒ کی بیان کردہ ترتیب سے قدرے مختلف ہے۔]

خاتمۃ الکتاب

پہلا حصہ

مسئلہ نمبر ۱

شرعی امیر کی اجازت کے بغیر جہاد مکروہ ہے حرام نہیں البتہ بعض صورتوں میں امیر کی اجازت ضروری نہیں رہتی وہ صورتیں یہ ہیں۔

(۱) جو شخص کسی اکیلے کافر یا کسی مخصوص جماعت کے خلاف لڑنا چاہتا ہے اور یہ لڑنا شرعاً جائز بھی ہے ایسی حالت میں اگر وہ اجازت لینے جائے گا تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔

(۲) اگر مسلمانوں کے امیر یا حاکم نے جہاد چھوڑ رکھا ہو اور وہ اور اس کی فوجیں دنیاداری میں مشغول ہو چکی ہوں جیسا کہ آج کل ہمارے ملکوں میں ہو رہا ہے تو ان حالات میں امیر یا حاکم کی اجازت شرط نہیں ہے۔

(۳) اگر مجاہد کے لئے امیر یا حاکم سے اجازت لینا ممکن نہ ہو یا اسے غالب گمان ہو کہ اسے اجازت نہیں ملے گی تو ایسے وقت میں اس کے لئے بغیر اجازت کے نکل جانا مکروہ نہیں ہوگا۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا کوئی امیر یا حاکم نہ ہو تو اس کے نہ ہونے کی وجہ سے جہاد کو مؤخر نہیں کیا جائے گا کیونکہ جہاد کو مؤخر کرنا مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔ (المغنی)

خلاصہ یہ ہے کہ جہاد کے لئے امیر کا ہونا واجب ہے اگر امیر موجود نہ ہو تو امیر کو تلاش کرنا چاہئے اور مجاہدین کو مل کر کسی ایسے شخص کو امیر بنا لینا چاہئے جس میں امارت کی شرعی شرائط موجود ہوں۔ یہ شرائط فقہ کی کتب میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ بہر حال اگر

امیر موجود نہ ہو تو جہاد کو معطل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ فوراً کسی کو امیر بنا کر اس عمل کو زندہ رکھنا چاہئے اور سخت مجبوری کے عالم میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنا چاہئے۔ مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ اعلاء السنن ص ۲ ج ۔ ۱۲۔

مسئلہ نمبر ۲

امیر جہاد یا امیر المومنین کے لئے مندرجہ ذیل کام مسنون ہیں۔

(۱) اپنے لشکر سے اسکی بیعت لینا کہ وہ میدان سے نہیں بھاگیں گے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر فرمایا۔

(۲) دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے نگران دستے اور جاسوس بھجوانا اور دشمن کی مکمل خبر رکھنا۔

(۳) جمعرات کے دن علی الصبح لشکر لے کر نکلنا یا روانہ کرنا۔

(۴) علامتی جھنڈے یا کوئی اور علامتی چیز بنانا اور اپنے لشکر کو مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے ہر جماعت کو الگ علامتی جھنڈا یا کوئی اور نشان دینا۔

(۵) ہر گروپ کے لئے ایسے مخصوص تعارفی کلمات مقرر کرنا جن کے ذریعے ہر گروپ دوسرے گروپ کو پہچان سکے اور کوئی کسی کو غلط فہمی میں نقصان نہ پہنچا سکے۔

(۶) دار الحرب میں پوری جنگی تیاری کے ساتھ داخل ہونا تاکہ اپنا بچاؤ رہے اور دشمن پر رعب پڑے۔

(۷) اپنے ضعیف اور کمزور لوگوں کے واسطے سے دعاء کرنا یا ان سے فتح کی دعاء کروانا۔

(۸) جب صفیں آمنے سامنے آجائیں تو اس وقت دعاء کرنا۔

(۹) مسلمانوں کو ڈٹ کر بہادری سے لڑنے پر ابھارتے رہنا۔

(۱۰) جنگ کو موخر کرنا یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے اور ہوائیں چلنے لگیں اور نصرت اتر آئے یہ تب ہے جب علی الصبح لڑائی نہ کر سکا ہو۔

(۱۱) لڑائی کے وقت نعرہ تکبیر بلند کرنا مگر آواز کو بہت زیادہ بلند نہ کرنا۔

یہ وہ سنتیں ہیں جن کا تذکرہ صحیح احادیث میں آیا ہے جہاد کے وقت قرآن مجید میں ذکر کرنے کا جو حکم ہے اس کے بارے میں علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آہستہ ذکر ہے۔ ہاں اگر مجاہدین اکٹھے حملہ کرتے وقت بلند آواز سے نعرہ لگائیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے دشمن حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ ویسے احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ جنگ میں آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ (ابو داؤد۔ المستدرک)

مسئلہ نمبر ۳

اقدامی جہاد کی صورت میں اگر دشمنوں تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو پہلے دعوت دینا واجب ہے لیکن اگر ان تک دعوت پہنچ چکی ہو تو لڑائی سے پہلے انہیں دعوت دینا مستحب ہے اور بغیر دعوت دیئے قتال شروع کر دینا بھی جائز ہے لیکن اگر کافر حملہ کر دیں تو اس صورت میں تو دعوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تو ان سے اپنا اور اپنے علاقے کا دفاع کرنا فرض عین ہو جاتا ہے اسی طرح کافروں کے اسلام دشمن سرداروں کو قتل کرنے کے لئے جو جماعت جائے گی اس کے لئے بھی دعوت دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام دشمنی وہی کرتا ہے جس تک اسلام کی بات پہنچ چکی ہوتی ہے جیسا کہ کعب بن اشرف اور ابو رافع یہودی کو قتل سے پہلے خصوصی طور پر دعوت نہیں دی گئی۔

مسئلہ نمبر ۴

مشرکین عرب کے علاوہ باقی تمام کافر اگر جزیہ دینے پر تیار ہوں تو ان کو ان کے

دین پر رہنے دیا جائے گا۔ امام احمد اور امام مالکؒ کے نزدیک مشرکوں کے لئے جزیہ نہیں ہے بلکہ ان کے لئے قتل یا اسلام ہے۔ پہلا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۵

دشمنوں پر شب خون مارنا جائز ہے اگرچہ ان میں عورتیں، بچے اور مسلمان بھی ہوں۔

مسئلہ نمبر ۶

اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو امام کے حکم دینے کے بعد وہ فرض عین ہو جاتا ہے چنانچہ اگر شرعی امیر کسی شخص کو نکلنے کا حکم دے دے تو اس شخص کے لئے نکلنا فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷

اگر مسلمانوں کا امیر فاسق فاجر شخص ہو تو اس کی وجہ سے جہاد کو ترک کر دینا جائز نہیں ہو گا بلکہ اس امیر کی قیادت میں جہاد کرنا مسلمانوں پر لازم ہو گا۔ لیکن مسلمان اگر ایسے امیر کو معزول کر دیں تو یہ اچھی بات ہے۔

مسئلہ نمبر ۸

جنگ میں عورت اور بچے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ لڑائی میں شریک ہوں تو انہیں قتل کیا جاسکتا ہے اسی طرح بہت بوڑھے اور معذور شخص کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر وہ لڑائی میں کسی بھی طرح شریک ہوں حتیٰ کہ مشورہ یا مال دیتے ہوں تو انہیں قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح تارک الدنیا درویشوں کو بھی قتل نہیں کرنا چاہئے جبکہ امام شافعی کے ہاں ان کا قتل جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۹

دشمن پر منجنیق نصب کرنا، ان پر آگ پھینکنا اور پانی چھوڑ دینا جائز ہے۔ اگرچہ ان میں ان کی عورتیں اور بچے بھی ہوں لیکن اگر ان میں کوئی مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہوں تو پھر بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۰

دشمن کے علاقے کے درختوں کو کاٹنا جائز ہے اگر اس کا مقصد انہیں نقصان پہنچانا یا مجاہدین کے لئے راستہ صاف کرنا یا اپنے لئے مورچہ بنانا یا کافروں کو تنبیہ کرنا ہو۔ لیکن اگر درخت کاٹنے میں مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہو گا۔

مسئلہ نمبر ۱۱

وہ حکمران جو مسلمانوں کو کافروں سے ڈراتا رہتا ہو اور ان کا حوصلہ پست کرتا رہتا ہو اس کو اسلامی لشکر میں نکلنے سے روک دیا جائے گا تاکہ وہ مسلمانوں کو خوف زدہ اور پست ہمت نہ کر دے۔

مسئلہ نمبر ۱۲

جہاد میں جعل یا اجرت اور وظیفے کا مسئلہ پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳

مجاہد کو زرہ دی جاسکتی ہے اگر اسے ضرورت ہو لیکن اتنی زرہ دی جائے گی جو

اس کے جہاد میں خرچ، کپڑے، آنے جانے اور رہنے کے مصارف کے لئے کافی ہو اور اس کے گھوڑے اور اسلحے کے لئے بھی اسے زکوۃ دی جاسکتی ہے۔ اس مسئلے میں مجاہد سے مراد وہ شخص ہے جو جہاد میں نکلا ہوا ہو۔ چونکہ ہمارے عرف میں آج کل اس کو بھی مجاہد کہتے ہیں جو جہاد کر کے واپس گھر آچکا ہو۔ یاد رکھئے! اس طرح کے مسائل کا تعلق صرف اس شخص سے ہے جو جہاد میں نکلا ہوا ہو۔ جہاد سے واپس آکر اپنے گھر رہنے والا ان مسائل کا مصداق نہیں ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وفی سبیل اللہ" سے مجاہد اور مرابط مراد لئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت مند مجاہد کو دوران جہاد تمام ذاتی اور جنگی ضروریات کے لئے زکوۃ دینا جائز ہے۔ اور مجاہد کے لئے لینا جائز ہے اسی طرح اگر اس کے اہل و عیال فقراء ہوں اور ان کی کفالت کا کوئی بندوبست نہ ہو تو ان کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۴

بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اہل کتاب کفار یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ افضل ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ام خلاد رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیونکہ اسے اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔ (ابوداؤد باب فضل قتال الروم علی غیرھم من الامم)

مسئلہ نمبر ۱۵

اگر کافر کچھ مسلمانوں کو بطور ڈھال کے استعمال کریں یعنی انہیں اپنے آگے رکھیں تو مسلمانوں کے لئے ان پر تیر اندازی کرنا یا گولے پھینکنا جائز ہوگا مگر اس میں دو باتیں ضروری ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کو شہید کرنے کی نیت ہرگز نہ ہو۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں

کو بچانے کی حتی الوسع کوشش بھی کی جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۶

اگر کافروں کے کسی گولے یا آتشی مادے سے مسلمانوں کی کشتی یا جہاز میں آگ لگ گئی ہو تو ان کے لئے سمندر میں کودنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کا مختصر جواب یہ ہے کہ جس حالت میں سلامتی کا زیادہ امکان ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۱۷

جنگ میں مشرکین سے استعانت [یعنی مدد لینا] جائز ہے۔ بشرطیکہ قیادت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور جن سے مدد لی جارہی ہو ان پر سخت نگرانی ہو تاکہ وہ نقصان نہ پہنچا سکیں اور خیانت نہ کر سکیں۔

مسئلہ نمبر ۱۸

مقتولین کے سامان کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر اعلان کر دے کہ ہر کافر کا سامان اس کے قتل کرنے والے کو ملے گا تب تو اس پر عمل ہوگا اور جو مجاہد جس کافر کو قتل کرے گا اس کا اسلحہ اور سامان اسی مجاہد کو ملے گا۔ لیکن اگر امیر نے ایسا کوئی اعلان نہ کیا ہو تو پھر ہر کافر کا اسلحہ اور سامان مال غنیمت میں جمع کیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۹

امیر یا حاکم کے لئے جائز ہے کہ وہ اعلان کر دے کہ جس کے ہاتھ جو سامان لگے گا

وہ اسی کا ہوگا امیر کے اس اعلان کے بعد جس مجاہد کے ہاتھ جو کچھ لگے گا وہ اسی کی ملکیت ہوگا لیکن فقہاء کرام نے اس طرح کے اعلانات کو پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ البتہ مسئلہ نمبر ۱۸ میں جس اعلان کا تذکرہ ہے وہ تو مسنون ہے۔ بہر حال اس طرح کا کوئی اعلان کرنے سے پہلے اس کے انجام اور مجاہدین پر پڑنے والے اس کے اخلاقی اثرات کا جائزہ لے لینا چاہئے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء کرام نے اس مسئلے کی مکمل تفصیلات کو بیان فرمایا ہے۔ فلیراجع۔

مسئلہ نمبر ۲۰

مال غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ جو خمس کہلاتا ہے وہ مسلمانوں کے تحفظ کے لئے اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے مصالح کے لئے خرچ کیا جائے گا باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۱

مال غنیمت کے مستحق صرف وہی مجاہدین ہوتے ہیں جو جنگ کے اخیر تک اور مال غنیمت کے جمع ہونے تک زندہ ہیں یا مال غنیمت جمع ہونے سے پہلے مجاہدین سے بطور کمک آملے ہوں۔ چنانچہ جو مجاہد اس سے پہلے انتقال کر گیا یا مال غنیمت جمع ہونے کے بعد آیا تو وہ مال غنیمت کا مستحق نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۲۲

دشمن کے جو افراد مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوں مسلمانوں کا امیر ان کے بارے میں ہر وہ فیصلہ کر سکتا ہے جو مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق ہو۔ ان فیصلوں میں انہیں قتل کر دے، چھوڑ دینا، فدیہ لینا اور غلام بنانا سبھی کچھ آجاتا ہے البتہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے اس

زمانے کے حالات اور مسلمانوں کے مجموعی مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۳

کافروں کے گرفتار ہونے والے بچے اور عورتیں مال غنیمت کے حکم میں آجاتے ہیں مگر اس میں بھی مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کا خیال رکھنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۴

مال غنیمت کی اشیاء مثلاً اسلحہ، سامان، مویشی وغیرہ اگر دوبارہ دشمن کے ہاتھ لگنے کا خطرہ ہو تو مویشیوں کو ذبح کر کے اور باقی سامان کو جلا کر یا دفن کر کے کافروں سے محفوظ کر لینا چاہئے۔

مسئلہ نمبر ۲۵

اگر چھوٹا بچہ بھی جنگ میں شریک ہو جائے یا عورت بھی جنگ میں زخموں کی مرہم پٹی کرنے یا پانی پلانے کے لئے آجائے یا غلام بھی جنگ میں شریک ہو جائے تو انہیں مال غنیمت میں سے باقاعدہ حصہ تو نہیں دیا جائے گا البتہ انہیں رضخ دیا جائے گا یعنی مسلمانوں کا امیر اپنی مرضی سے انہیں مال غنیمت سے کچھ عطاء کر دے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۶

نفل اس انعام کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کا امیر مال غنیمت کے علاوہ کسی مجاہد یا کسی گروپ کو ان کے کسی کارنامے پر عطاء کرتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر نفل کا اعلان پہلے بھی کیا جا سکتا ہے اور بغیر اعلان کے امیر اپنی مرضی سے بھی دے سکتا ہے۔ مال غنیمت جمع ہونے

کے بعد امیر کو اسکے پانچویں حصے یعنی خمس میں سے نفل دینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷

وہ مال جو دشمنوں سے بغیر جنگ اور لڑائی کے ہاتھ آیا ہو وہ مال فئے کہلاتا ہے اگر مسلمانوں کا لشکر اس علاقے میں داخل نہیں ہوا بلکہ اس علاقے کے لوگ خود ہی مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس مال کا مصرف جزیہ والا ہوگا۔ لیکن اگر مسلمانوں کے لشکر نے انہیں گھیر لیا اور پھر مال حاصل کیا تو اس میں سے خمس نکالا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۸

وہ مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں میں قید ہو جائے اسے اگر فرار کا موقع مل جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھانا اس پر واجب ہے۔ اور اگر کافر اسے کسی شرط پر رہا کریں تو اس میں کافی ساری تفصیلات ہیں۔ بعض شرطوں کو پورا کرنا لازم ہے اور بعض کو پورا نہ کرنا لازم ہے۔ اگر کسی کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آجائے تو وہ علماء کرام سے رجوع کرے۔

مسئلہ نمبر ۲۹

کافر اگر مسلمانوں سے جنگ کے دوران کچھ مال و اسباب چھین کر دار الحرب میں لے جائیں تو وہ اس مال کے مالک بن جاتے ہیں اور شریعت ان کی ملک کو تسلیم کرتی ہے چنانچہ اگر پھر جنگ ہو اور مسلمان اس مال کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں تو اب یہ مال غنیمت ہوگا۔ لیکن کافروں کے مالک ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اسے جمع کر کے دار الحرب لے گئے ہوں اگر دار الحرب لے جانے سے پہلے یہ مال ان سے چھین لیا گیا تو وہ اس کے اصل مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر ۳۰

دار الحرب کے کافروں سے ہدیہ لینا جائز ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ (۱) ہدیہ لینے میں کسی فتنے کا خطرہ نہ ہو (۲) مسلمانوں کے لئے ذلت اور عار کی بات نہ ہو۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو ہدیہ قبول کرنا درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۱

مسلمانوں کے لشکر میں سے اگر کوئی بھی کسی کافر کو امان دے دے تو تمام اہل لشکر پر اس امان کا احترام کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی ایک مسلمان کافروں کے کسی خاندان یا گروپ کو کہہ دے کہ میں نے تمہیں امان دے دیا ہے اور تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اس امان کا احترام کرنا ضروری ہوگا۔ اور مسلمانوں کے ہر بالغ مرد اور ہر عورت کے امان کا اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن بچے کے امان کا اعتبار نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۲

اگر مسلمانوں نے کسی کافر کو امان دے دیا اور وہ مسلمانوں میں آنے جانے لگا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ جاسوس یا مخبر ہے تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان کے ملک میں کافر تجارت کے لئے آسکتے ہیں مگر پھر تاجروں کے روپ میں جاسوس آگیا تو اسے قتل کرنا جائز ہے کیونکہ امان تاجروں کے لئے تھا۔ جاسوس کے لئے نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۳

بغیر سخت ضرورت کے مسلمانوں کا مشرکوں اور کافروں کے زیر تسلط علاقوں میں رہنا سخت مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

مسئلہ نمبر ۳۴

حربی کافروں کو اسلحہ اور اسی طرح کی ایسی دوسری اشیاء جن کے ذریعے سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں بیچنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵

مجاہدین کے چھوٹے گروپ جو دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جاتے ہیں ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے ساتھ قرآن مجید لے جائیں۔ البتہ اگر بہت بڑا محفوظ لشکر ہو تو اس میں قرآن مجید لے جانے کی اجازت ہے۔ یہی حکم مسلمان عورتوں کو جہاد میں اپنے ساتھ لے جانے کا ہے۔ البتہ ان کے لئے محفوظ اور بڑے لشکر کے ساتھ ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

خاتمۃ الکتاب

دوسرا حصہ

جہادی آداب، عسکری تدابیر اور جنگی چالوں کے بیان میں

اس موضوع پر بعض حضرات نے مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں چونکہ اس کتاب میں تفصیل کا موقع نہیں ہے اس لئے ہم صرف اس موضوع کی بعض ان اہم اور اصولی باتوں کو ذکر کریں گے جن کا جاننا مجاہدین کے لئے ضروری ہے۔

[۱] بعض حکماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے تمام آداب جہاد کو ان دو آیتوں میں بیان فرمادیا ہے۔

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ.

(الانفال۔ ۴۵۔۴۶)

اے ایمان والو! جب (جہاد میں) تمہارا کسی لشکر سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حکماء کا یہ قول درست ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پانچ باتوں کا حکم دیا ہے اور یہ باتیں جس جماعت میں بھی پائی جاتی ہیں وہ فتح یاب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کی تعداد کم ہو وہ پانچ باتیں یہ ہیں۔

(۱) ثابت قدمی۔

(۲) کثرت ذکر اللہ۔

(۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔

(۴) ایسے نزاع سے بچنا جو بزدلی اور کمزوری پیدا کرے کیونکہ متحد مسلمانوں کی مثال تیروں کی گٹھی جیسی ہے جسے توڑا نہیں جا سکتا لیکن اگر یہ گٹھی کھول دی جائے تو ایک ایک کر کے تمام تیروں کو توڑا جا سکتا ہے۔

(۵) صبر، جو نصرت اور فتح کا خلاصہ اور اصل سبب ہے۔ پس ان پانچ چیزوں میں سے جس قدر چیزیں کم ہوں گی اسی قدر جنگ میں کامیابی کے امکانات کم ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

[۲] حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الحَرْبُ خدعَةٌ لڑائی ایک چال ہے۔

[یہ لفظ خُدعہ اور خَدعہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے] (بخاری۔ مسلم)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمرو بن عبدود [مشرک] اور حضرت علیؓ مقابلے کے لئے آمنے سامنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا میں دو آدمیوں کے مقابلے کے لئے تو نہیں نکلا یہ سن کر عمرو بن عبدود دائیں بائیں دیکھنے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا۔

خلیفہ ہادی کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ انہوں نے خالی ہاتھ ایک مسلح خارجی کو صرف جنگی چال کے ذریعے قتل کیا اور اپنی جان بچائی۔

[سوانح قاسمی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ شاملی کی لڑائی میں انگریز فوج کا ایک سکھ فوجی جو حضرت سے چار گنا زیادہ ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ حضرت کو شہید کرنے کے لئے آپ کے سر پر پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ مولوی قاسم تم نے بہت گڑبڑ پھیلائی ہے اب تمہارا وقت آگیا ہے۔ حضرت

بڑے اطمینان سے کھڑے رہے اور اسے فرمایا تمہیں کیا بتاتا ہے اپنے پیچھے کی تو خبر لے وہ فوجی پیچھے مڑا تو حضرت کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا]

اس طرح کی چالوں کے بارے میں یہ مقولہ مشہور ہے۔

رب حيلة انفع من قبيلة.

ترجمہ: بعض چالیں پورے قبیلے سے زیادہ طاقتور اور موثر ثابت ہوتی ہیں۔

بعض عقل مندوں کا قول ہے کہ جب تم دشمن کا مقابلہ قوت اور طاقت سے کرو گے تو پھر جب تک اسے اپنے سے کمزور نہ دیکھ لو اس وقت تک آگے نہ بڑھ سکو گے لیکن اگر تم نے کسی چال یا تدبیر کے ذریعے اس کا مقابلہ کیا تو دشمن جس قدر طاقتور کیوں نہ ہو اسے زیر کرنا کچھ مشکل نہیں ہوگا۔

[۳] سنت طریقہ یہ ہے کہ کسی جنگ یا کارروائی سے پہلے اسے خفیہ رکھنا چاہئے اور ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن سے کوئی بھی آپ کے اصلی ہدف کو نہ سمجھ سکے یہ اخفاء قریبی اور دور، عام اور خاص ہر کسی سے رکھنا چاہئے لیکن اگر اس جنگ یا کارروائی کو ظاہر کرنا کسی مصلحت کی وجہ سے ضروری ہو تو پھر اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک کا کھلم کھلا اعلان فرمایا تاکہ صحابہ کرامؓ اچھی طرح تیاری کر سکیں جبکہ آپ کا عمومی معمول یہ تھا کہ آپ اپنی جنگ اور کارروائی کو مکمل ہونے سے پہلے چھپاتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

[۴] اگر کسی ضرورت کے تحت یا بات چیت کے لئے دشمنوں کے پاس قاصد بھیجنا پڑے تو قاصد کے انتخاب میں خاص احتیاط اور اہتمام سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ قاصد وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں اس کے بھیجنے والوں کا عکس دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض قاصد اپنی قوت قلبی اور بے پناہ فصاحت اور قوت استدلال اور جرأت وہمت کے ذریعے سے دشمنوں کے عزائم کو ہلا دینے اور انہیں جھکنے پر مجبور کرنے کا سبب بن جاتے ہیں جبکہ بعض قاصد اپنی

بزدلی، کم ہمتی اور رعب سے محرومی کی وجہ سے اپنے بھیجنے والوں کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بن جاتے ہیں اور دشمنوں کے دلوں سے رہا سہا رعب بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ ایسا قاصد بھیجنا چاہیے جس کا دل مضبوط، عقیدہ پختہ، ذہن حاضر، عقل کامل، زبان فصیح، اور لہجہ موثر ہو۔ اسی طرح ایک ہی قاصد کو بار بار دشمن کی طرف نہیں بھیجنا چاہیے کیونکہ اس میں خطرہ ہے کہ بار بار آنے جانے کی وجہ سے اس قاصد کی ان کافروں سے کچھ دوستی یا ہمدردی ہو جائے۔ یا وہ اسے تحفہ یا ہدیہ دے کر نرم کر لیں۔ یا کسی اور لالچ میں مبتلا کر دیں۔

ماضی میں بھی قاصدوں کی غداری کی وجہ سے بہت سارے نقصانات پہنچ چکے ہیں اس لئے قاصد بدل بدل کر بھیجنے چاہئیں۔ ہاں اگر کوئی قاصد ایسا ہو جو ہر طرح کے شک سے بالاتر اور بہت مضبوط ہو تو ایسے قاصد کو بعض اوقات دوبارہ بھیجنا مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے سابقہ مجلسوں کی وجہ سے دشمنوں کے ساتھ نمٹنے کا سلیقہ بھی آجاتا ہے اور اس کے لئے بات کو پایہ تکمیل تک پہنچانا بھی آسان ہوتا ہے۔

[۵] حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین سریہ چار سو کا ہے، بہترین جیش چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوگا۔

(ابوداؤد)

[۶] لشکر سے آگے جانے والے دستے کا امیر آزمایا شخص ہونا چاہیے جسے جنگ اور اس کی تمام تدابیر کا علم ہو کیونکہ اگلے دستے کی شکست لشکر کے لئے کم ہمتی کا سبب اور ایک بڑی مصیبت بن جاتی ہے۔ امیر کو چاہیے کہ دشمن کے سامنے گھوڑے سے زیادہ سننے والا، عقاب سے زیادہ دیکھنے والا، کوے سے زیادہ محتاط، چیتے سے زیادہ جھپٹنے والا اور شیر سے سخت حملہ کرنے والا بن کر لڑے اور اپنے پورے دستے کو ایک جسم کی طرح چلائے اور ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ابھرے، صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جب کسی منزل پر

اترتے تھے تو ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے تھے یہاں تک کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلایا جاتا تو سب اس کے نیچے آجاتے۔

[۷] امیر لشکر کو چاہیے کہ وہ مجاہدین کے درمیان جہاد کے فضائل کی قرآنی آیات اور احادیث بکثرت پڑھا کرے اور غزوات، جہاد کی کتابیں، عرب کی جنگوں، مسلمانوں کی فتوحات، مجاہدین کی جنگی تدابیر، گھڑ سواروں کی ترتیب، بہادروں کے مقامات، ان کے معرکے اور ان کی میدان جنگ میں مضبوطی، ثابت قدمی اور دشمنوں کے اندر گھس کر لڑنے کے واقعات پر مشتمل کتابیں پڑھا کریں، کیونکہ اس سے ایمان والوں کے دل مضبوط ہوں گے اور بزدلوں کے دلوں سے کمزوری دور ہوگی اور آگے بڑھ کر جانبازی کرنے والوں کی جرأت میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح اسے چاہیے کہ جہاد کے فضائل، جہاد کے دلائل اور جہاد چھوڑنے کی وعیدیں بھی بیان کرے اور ان میں سے اچھے اعمال والے مخلص مجاہدین سے محبت کا اظہار کرے اور انہیں اپنا قرب عطاء کرے اس طرح سے جہاد اور دیگر نیک اعمال اکثر مجاہدین کے نزدیک مرغوب بن جائیں گے۔

[۸] جنگی تدبیروں میں سب سے اہم چیز امیر لشکر اور کمانڈروں اور علم برداروں کا انتخاب ہے کیونکہ یہ بات ضروری ہے کہ تمام عسکری امراء اور کمانڈر ایسے افراد ہوں جن کا ایمان مضبوط، دل طاقتور، مزاج جنگی اور حواس پختہ ہوں۔ اور انہیں جنگوں کا اور آگے بڑھ کر لڑنے کا تجربہ ہو اور وہ ماضی میں بھی شجاعت اور جانبازی دکھا چکے ہوں۔ کیونکہ امیر یا کمانڈر کا اثر پورے لشکر پر پڑتا ہے اگر امیر اور کمانڈر مضبوط ہوگا تو پورے لشکر میں جانبازی، سرفروشی، ایمانداری اور عزم کی بجلی دوڑ جائے گی کیونکہ امیر یا کمانڈر کی لشکر میں حیثیت وہی ہوتی ہے جو جسم میں دل کی۔ اگر دل اچھا ہو تو پورا جسم اچھا رہتا ہے اور اگر دل میں فساد ہو تو پورے جسم میں فساد آجاتا ہے۔

بعض تجربہ کار حضرات کا فرمان ہے کہ ایک شیر جو ہزار لومڑیوں کی قیادت کر

رہا ہو اس لومڑی سے بہتر ہے۔ جو ہزار شیروں کی قیادت کر رہی ہو۔

امام سرماری فرماتے ہیں کہ امیر لشکر یا کمانڈر میں دس خصلتیں ہونی چاہئیں۔

(۱) دل کی مضبوطی میں شیر جیسا ہو	کہ شیر بزدلی نہیں دکھاتا۔
(۲) دشمن کے سامنے تکبر میں چیتے جیسا ہو	کہ وہ پستی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔
(۳) بہادری میں ریچھ جیسا ہو	کہ وہ اپنے تمام اعضاء سے لڑتا ہے۔
(۴) حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو	کہ وہ پیٹھ نہیں پھیرتا۔
(۵) آگے بڑھنے میں بھیڑیے جیسا ہو	کہ جب وہ ایک طرف سے مایوس ہوتا ہے تو دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔
(۶) اسلحہ اٹھانے میں چیونٹی جیسا ہو	کہ وہ اپنے وزن سے زیادہ بوجھ اٹھاتی ہے۔
(۷) ثابت قدمی میں چٹان کی طرح ہو	------------------------
(۸) استقامت میں گدھے جیسا ہو	------------------------
(۹) جرأت میں کتے جیسا ہو	کہ اگر اس کا شکار آگ میں چلا جائے تو کتا بھی آگ میں گھس جاتا ہے۔
(۱۰) موقع تاڑنے میں مرغے جیسا ہو۔	------------------------

[۹] امیر لشکر یا کمانڈر کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ جنگ سے پہلے دشمنوں میں اپنے معتمد جاسوس پھیلا دے اور ان کی ہر گھڑی کی خبر اپنے پاس رکھے۔ نیز ان کی تعداد، ان کے اسلحے، ان کی جنگی تدبیروں کی بھی خبر لگائے۔ اور دشمنوں کے اہم سرداروں اور بہادروں کے نام، ان کی حیثیت اور ان کے آپس میں تعلقات کی نوعیت کا پتا لگائے اور پھر ان میں سے بعض کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کی پیش کش کر کے بغاوت پر آمادہ کرے اسی طرح اپنے لشکر میں ایسے خطوط پھیلا دے جو دشمن کے بہادروں اور سرداروں کی طرف منسوب ہوں اور ان میں مسلمانوں کے امیر کے ساتھ وفاداری کا

اظہار ہو یہ خطوط اور پیغامات اپنے لشکر میں اس قدر پھیلا دے کہ ان کی خبر دشمنوں تک بھی پہنچ جائے اور وہ ایک دوسرے کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہو جائیں مگر یہ سب کچھ مضبوط بنیادوں پر ہونا چاہئے۔

علامہ جوزیؒ نے کتاب الاذکیاء میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ مہلبؒ کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ خوارج کے لشکر میں ایک شخص ابزی نامی ہے وہ زہریلے تیر بنانے کا ماہر ہے اور اب ہم ان تیروں کے سامنے عاجز اور بے بس ہو چکے ہیں۔ مہلب نے کہا بس اتنی سی بات ہے آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی اس کا علاج کرتا ہوں۔ اس کے بعد مہلب نے ایک خط لکھا جس میں ابزی کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کا تحفہ مجھے مل گیا ہے۔ میں اس خط کے ساتھ ایک ہزار درہم بھی بھجوا رہا ہوں آپ کا میرے ساتھ تعلق برقرار رہا تو میں آپ کا انعام اور بھی بڑھا دوں گا۔ اور آپ کو جب ضرورت پڑے میں حاضر ہوں۔ یہ خط اور ایک ہزار روپے ایک قاصد کو دے کر کہا کہ تم جان بوجھ کر خوارج کے ہاتھ گرفتاری کی کوشش کرنا۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا اور خارجیوں نے وہ خط اپنے سردار قطری کو پہنچایا تو قطری نے فوراً ابزی کو قتل کروا دیا اور کہا کہ جو شخص مہلب کو تحفے بھیجتا ہے اور اس سے تحفے لیتا ہے اس کے لئے یہی سزا ہے۔ بس اسی بات پر خوارج میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ سب الگ ہو گئے۔ ادھر مہلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا اب انہیں جنگ میں مصروف کر کے متحد ہونے کا موقع نہ دو کیونکہ اب یہ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

[۱۰] امیر لشکر یا کمانڈر کو چاہئے کہ وہ دشمنوں میں جھوٹی خبریں افواہیں اور غلط فہمیاں پھیلانے پر خاص توجہ دے اور اس کے لئے ان کے اپنے محکمے ڈاک وغیرہ کا استعمال کرے اور اس بارے میں اموال خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لے۔ کیونکہ دشمنوں کے خلاف تدابیر پر رقم خرچ کرنا میدان جنگ میں جا کر خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ مفید ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایسی تدبیریں سمجھا دے جو ان پر

عمل کر سکتے ہوں اور ایسے لوگوں کے دل میں تدبیروں کا آنا جو انہیں عملی جامہ نہ پہنا سکتے ہوں حسرت کا سبب ہے۔

جنگی تدابیر کے سلسلے میں علامہ ابن جوزی نے یہ عجیب و غریب واقعہ نقل فرمایا ہے۔

عجیب واقعہ

مسلمانوں میں سے ایک بادشاہ نے شہر قند پر حملہ کیا اور اسے محاصرے میں لے لیا مگر اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی بالآخر اس نے اپنے محافظوں سمیت شہر کے گرد چکر لگایا تو ایک آدمی کو پکڑ لیا اور اسکو لالچ وغیرہ دے کر اپنا بنا لیا اور شہر کے بارے میں اس سے پوچھا اس آدمی نے کہا اس شہر کا حاکم تو ایک احمق آدمی ہے جسے کھانے پینے اور عورتوں کے علاوہ اور کوئی فکر نہیں ہے لیکن اس کی ایک بیٹی ہے جو شہر کا نظام چلا رہی ہے اگر یہ لڑکی نہ ہوتی تو شہر تباہ ہو گیا ہوتا۔ مسلمان حاکم نے اس آدمی کو کچھ تحفے تحائف دے کر اس لڑکی کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم میری طرف سے اس لڑکی سے کہہ دینا کہ میں ملک عرب سے تمہاری عقل مندی کے چرچے سن کر آیا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تم سے نکاح کروں اور تم سے میرا بیٹا ہو جو عرب و عجم کا حکمران بنے۔ میں یہاں مال کے لالچ میں نہیں آیا۔ بلکہ میرے پاس تو سونے چاندی کے بھرے ہوئے چار ہزار تابوت ہیں۔ میں چاہتا ہوں یہ تابوت تمہارے حوالے کر دوں اور خود چین کی طرف روانہ ہو جاؤں اگر واپس آ گیا تو شادی ہو جائے گی ورنہ یہ مال تمہارا ہو جائے گا۔ جب یہ پیغام اس لڑکی کو پہنچا تو اس نے پیغام بھیجا کہ مجھے یہ منظور ہے۔ تم مال کے تابوت بھجوا دو۔ مسلمان حاکم نے اس کی طرف چار ہزار تابوت بھجوا دیے اور ہر تابوت میں دو آدمی بٹھا دیے اور ایک مخصوص گھنٹی اپنے ساتھ رکھی کہ جب یہ بجائی جائے تو تابوتوں میں بند مجاہدین باہر نکل آئیں۔ جب تابوت شہر میں داخل ہو گئے تو اس نے گھنٹی بجائی اور مجاہدین نے باہر نکل کر شہر کے دروازوں پر قبضہ کر لیا اور پھر پورا لشکر شہر میں

فاتحانہ طور پر داخل ہو گیا۔ (کتاب الاذکیاء)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ اسکندر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار اسکندر اپنے لشکر سمیت اہل فارس کے مقابلے میں نکلا جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے تو اسکندر نے اعلان کروا دیا کہ اے فارس والو! ہم نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اب تم میں سے جو اس وعدے کو پورا کرنا چاہتا ہے کر لے یہ اعلان سنتے ہی اہل فارس کا پورا لشکر ایک دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگا اور ان میں پھوٹ پڑ گئی جو ان کی شکست کا باعث بنی۔ (کتاب الاذکیاء)

[۱۱] امیر لشکر کو مجاہدین کی میدان جنگ میں خود ترتیب بنانی چاہئے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی قوت بہادری اور صلاحیت کے مطابق جگہ پر رکھنا چاہئے اور پورے لشکر کے باہمی ربط کا انتظام بہت مضبوط رکھنا چاہئے اور اسے اپنی جگہ مخفی رکھنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اپنے مخصوص ساتھیوں کی جگہ بدلتا رہے اور خود کو دشمنوں سے خفیہ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔

[۱۲] جب بھی کسی شہر پر قبضہ کرنا ہو تو پہلے اس شہر کے آس پاس کی بستیوں، مضافاتی علاقوں اور باغات پر قبضہ کرنا چاہئے اس طرح سے اس شہر کا دفاع کمزور ہو جائے گا اور اس پر قبضہ آسان اور مستحکم ہو جائے گا۔

[۱۳] ام الذیال عبسیہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی اور اس کا بیٹا عرب کا مشہور بہادر تھا۔ اے میرے بیٹے! اگرچہ تمہیں اپنی قوت اور طاقت کا یقین ہی کیوں نہ ہو مگر پھر بھی تم اس وقت تک جنگ میں نہ کودو جب تک اس سے بھاگنے کا راستہ معلوم نہ کر لو کیونکہ انسان کے نفس کے پاس اگر اپنے بچاؤ کا حیلہ ہو تو یہ بہت طاقت کے ساتھ لڑتا ہے لیکن اگر نفس اپنے بچاؤ سے مایوس ہو چکا ہو تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور بہترین طاقت وہ ہے جس کے پیچھے تدبیر ہو۔ تم اپنے دشمن کے سامنے بھیڑیے کی طرح بیٹھو اور کوے کی طرح اس سے اڑ جایا کرو کیونکہ بچاؤ اور احتیاط شجاعت کی لگام ہے اور لاپرواہی بہادری کی دشمن ہے۔

ابو السر لیا جیسے عاقل آدمی نے اپنے بیٹے سے کہا۔

اے میرے بیٹے! تم اپنی تدبیر پر اپنی قوت سے زیادہ اعتماد کرو اور اپنی احتیاط پر اپنی بہادری سے زیادہ بھروسہ کرو کیونکہ جنگ بے پرواہ کے لئے لڑائی ہے اور محتاط کے لئے غنیمت ہے اچھی طرح جان لو کہ جب شہروں پر زوال آتا ہے تو ان کی تدبیریں ان کے لئے وبال بن جاتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ مصیبت کو اترنے کی اجازت دیتا ہے تو آفت تدبیر میں ہوتی ہے۔

بعض عقلمندوں کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے دشمن کو کمزور سمجھا وہ دھوکے میں پڑ گیا اور جو دھوکے میں پڑ گیا اس کا دشمن اس پر فتح یاب ہو جائے گا جنگ میں اپنے دل میں جرأت پیدا کرو کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اور کافروں کے ساتھ اپنے بغض اور دشمنی کو یاد کرو کیونکہ یہ انسان کو کھڑا کرنے والی چیز ہے اور فرمانبرداری کو لازم پکڑو کیونکہ یہ جنگجو کا قلعہ ہے بعض جنگی چالیں بہادری سے زیادہ کام کر جاتی ہیں اور بعض دفعہ ایک بات یا جملہ لشکر کی شکست کا سبب بن جاتا ہے۔ صبر فتح کا راستہ ہے۔ دشمن سے لڑنے کو اپنی آخری تدبیر بناؤ [یعنی جب سارے حیلے اور تدبیریں ناکام ہو جائیں تب لڑائی شروع کرو] فتح تدبیر میں ہے ظلم کے ساتھ کامیابی نہیں مل سکتی لڑائی کے وقت بزدلی نہ دکھاؤ اور قدرت پانے کے بعد نرمی نہ کرو۔ اور غالب ہونے کے بعد زیادتی نہ کرو۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور اپنے جہاد کو حقیر دنیا کی لالچ سے پاک رکھو۔

[۱۴] حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو اور جب مقابلہ ہو جائے تو پھر ڈٹ کر لڑو۔ (بخاری)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ شاید تم اس کے ذریعے سے آزمائش میں ڈال دیئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگا کرو پھر اگر دشمن تلواریں لہراتے چیختے چلاتے آجائیں تو تم زمین پر نہ بیٹھ رہو بلکہ

کہو اے ہمارے پروردگار! اے ہمارے اور ان کے رب! ہماری اور ان کی پیشانی کا مالک تو ہے۔ تو ہی انہیں قتل فرمائے گا پھر جب وہ تمہارے قریب آجائیں تو ان کی طرف یلغار کرو اور جان لو جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑو اور اللہ کا ذکر کرو اور اگر وہ شور شرابا کریں اور چیخیں چلائیں تو تم خاموش رہو۔ (مصنف عبدالرزاق)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب دشمن تمہارے قریب آجائیں تو ان پر تیر برساؤ اور اس وقت تک تلواریں نہ نکالو جب تک وہ تمہیں ڈھانپ نہ لیں [یعنی بالکل قریب نہ آجائیں]۔ (ابوداؤد)

[۱۵] حضور اکرم ﷺ نے لاشوں کو بگاڑنے، دشمنوں کو آگ سے جلانے، عہد توڑنے اور معاہدہ کر کے دھوکہ دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔

☆ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے چار چیزیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں منافق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) معاہدہ کرے تو دھوکہ دے (۴) جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (بخاری۔ مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن تین آدمیوں سے میں جھگڑا کروں گا۔ (۱) وہ شخص جس نے میرے نام کا عہد کیا پھر اس نے دھوکہ دیا (۲) وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی (۳) وہ شخص جس نے کسی کو مزدور رکھا پھر اس سے پورا کام لیا مگر اسے پوری اجرت نہ دی۔ (بخاری)

[قیامت کے دن جس شخص سے اللہ تعالیٰ جھگڑے گا اس کی ناکامی کے بارے میں کیا شک کیا جا سکتا ہے]۔

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو جمع فرمادے گا تو ہر دھوکہ دینے [اور عہد توڑنے] والے پر ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ ہے۔ (مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے [یعنی کوئی بھی مسلمان کسی کافر کو ذمہ دے دے یا امان دے دے تو یہ سب کی طرف سے ہوگا] اور ان میں سے ہر ایک اس کی کوشش کرے گا جس نے مسلمان کا ذمہ توڑا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی کوئی جانی و مالی عبادت قبول نہیں کرے گا۔ (مسلم)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے جب بھی ہمیں خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا عہد نہیں اس کا ایمان نہیں یعنی جو عہد پورا نہیں کرتا وہ ایمان والا نہیں ہے۔ (مسند احمد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو قوم بھی عہد توڑتی ہے ان میں باہمی قتل وغارت عام ہو جاتا ہے (مستدرک صحیح علی شرط مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈالا یا اس کی خوشی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا [وکیل] ہوں گا۔ (ابوداؤد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی شخص کو جان کا امان دیا اور پھر اسے قتل کر دیا تو میں اس قاتل سے بری ہوں۔ اگرچہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو۔

(ابن ماجہ۔ ابن حبان)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو [یا جس کے ساتھ بھی جان بخشی کا معاہدہ ہو] ناحق قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ اور جنت کی خوشبو سو سال

کی مسافت سے آئے گی۔ (موارد الظمآن)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ امیر لشکر کو معاہدے کی خلاف ورزی سے بچنا چاہئے اور دشمنوں کے ساتھ کئے ہوئے ہر معاہدے کو پورا کرنا چاہئے اور اگر غلط معاہدہ ہو گیا ہو تو جب تک اس معاہدے کے توڑنے کا اعلان نہ کر دے اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اسی طرح مجاہدین کی بھی اسی نہج پر تربیت کرنی چاہئے کہ وہ اپنے قول و قرار اور معاہدوں کی پابندی کریں۔ اور ان میں سے جو بھی کسی کو امان دے دے باقی سب کو اس کے امان کا احترام کرنا چاہئے۔

آخری فصل

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے تم اسے بدلہ دو اگر بدلہ نہ پاؤ تو اس کے لئے دعاء کرو یہاں تک کہ تم جان لو کہ تم نے اسے بدلہ دے دیا ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے تم اسے بدلہ دو اگر تم بدلہ دینے سے عاجز ہو تو اسے دعاء دو یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کر دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے اور وہ قدردانوں کو پسند کرتا ہے۔ (طبرانی)

ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں پر غور کرے جن سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے اور پھر ان لوگوں کے لئے دعاء کرے جو اپنی جانیں اللہ کے راستے میں قربان کر کے ان نعمتوں کو اس تک پہنچانے کا ذریعہ بنے ہیں کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اگر حضرات صحابہ کرامؓ اور ان کے ساتھ شریک مجاہدین اور ان کے بعد جہاد کرنے والے حضرات کی ان تھک کوششیں اور محنتیں نہ ہوتیں تو آج نہ تو ہمیں اسلام کی نعمت نصیب

ہوتی اور نہ ہم انسان کہلائے جانے کے قابل ہوتے ان حضرات نے اپنی جانوں کو قربان کیا اپنے اموال بے دریغ اللہ کے راستے میں لٹا دیئے اور اپنی زندگیاں جہاد میں کھپا دیں اور انہوں نے مشرق اور مغرب کے فرق کو مٹا کر رکھ دیا اور اپنے پاک قدموں اور چمکتی تلواروں اور کوندتے نیزوں کے ذریعے زمین کی ظلمت کو مٹا دیا اور روم وفارس کے بادشاہوں کو ان کے اونچے تختوں سے نیچے اتار پھینکا اور ان کی کھوپڑیوں سے تاج اور غرور کو چھین لیا۔ چنانچہ دنیا ان کے قدموں کے نیچے زیر ہو گئی اور انہوں نے ہر طرف اسلام اور امن کی شمعیں روشن کر دیں۔ اور آج تک ہم ان کی ان قربانیوں اور محنتوں کا صلہ کھا رہے ہیں۔ لیکن خود ہم نے جب سے ان کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور تلوار اور نیزوں کے ذریعے عزت وعظمت حاصل کرنے کی بجائے ہم عیاشیوں اور عیش پرستیوں میں پڑ گئے ہیں تو وہ موت جو کل تک ہمارے دشمنوں کو ڈراتی تھی ہمیں خوف زدہ کر رہی ہے اور وہ ذلت جسے ہمارے دشمن پینے پر مجبور تھے ہماری خوراک بنا دی گئی ہے آج ہم خشکی اور تری میں دشمنوں کے ہاتھوں اچک لئے جاتے ہیں اور ہمارے دشمن ہمارا چھپ کر اور کھلم کھلا اس طرح سے شکار کرتے ہیں جس طرح پرندوں کا شکار کیا جاتا ہے۔

آج ہم جہاد کو بھول چکے ہیں اور کافروں کے طور طریقوں کو اپنا کر تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں ہم نے عزت وعظمت کے روحانی میناروں کو بھلا دیا ہے اور ہم اپنے شاہانہ مکانات بنانے میں مصروف ہو چکے ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے دروازے پر اپنی ذلت اور انکساری، کمزوری اور محتاجی کا رونا روتے ہیں اور تیرے حضور اپنے محتاج اور مجبور ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں اور ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں اور تو پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے اے میرے پروردگار! میری اس تصنیف کو منظور فرما کر میری طرف نہ پھینک دینا اور نہ میری انگلیوں سے لکھی تحریر کو میرے خلاف قیامت کے دن گواہ بنانا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں شہادت عطاء فرما تاکہ

ہم تیرے قرب کے اعلیٰ مقام کو پا سکیں اور جس دن تو چہروں کو روشن اور سیاہ کرے گا اس دن ہمارے چہرے کو روشن فرمانا۔ آپ بہت احسان فرمانے والے اور عام فضل فرمانے والے ہیں۔ اور آپ کے سوا نہ تو کوئی نیکی کرنے کی طاقت دے سکتا ہے نہ گناہ سے بچنے کی قوت۔ اے ہمارے پروردگار! سب سے اعلیٰ سب سے اکمل اور سب سے بلند رحمتیں نازل فرما ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے اپنی محنت سے شرک کے اندھیروں کو دور بھگا دیا اور جنہوں نے کفریہ طاقتوں کو اپنے جہاد اور بہادری سے مرعوب فرما دیا اور رحمتیں نازل فرما آپ کی معزز اور بزرگ آل پر اور آپ کے جانباز اور بہادر صحابہ پر جب تک میدانوں میں اسلحہ چمکتا رہے اور جب تک گھوڑے دوڑتے رہیں۔

وسلم تسليما كثيرا دائماً ابداً

اسی دعاء پر حضرت مصنف شہیدؒ نے اپنی اس مبارک کتاب کو ختم فرمایا ہے اور اس دعاء میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے شہادت بھی مانگی تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرما دی۔ اللہ تعالیٰ اس دعاء کو ہم سب کے حق میں بھی قبول فرمائے اور ہمیں اس پوری کتاب پر عمل کرنے اور ہمارے ذریعے سے اس دور میں جہاد کی شمع کو روشن فرما کر کفر کے اندھیروں کا خاتمہ فرمائے اور دنیا میں جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے ہر جگہ مجاہدین کو کامیابی عطاء فرمائے اور مجاہدین کی صفوں میں اتحاد اور ان کے دلوں میں تقویٰ نصیب فرمائے اور ان کے دشمنوں کو تباہ وبرباد فرمائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہر مجاہد کو سچا اور مخلص مجاہد بنا دے اور ہر گھر بیٹھنے والے مسلمان کو مجاہد بنا دے اور ہر مسلمان کو جہاد اور مجاہدین کا حامی بنا دے۔ اے اللہ! بہت سارے مسلمان جہاد اور مجاہدین کی مخالفت کے جرم میں مبتلا ہیں۔ یا اللہ! انہیں اس جرم سے توبہ کرنے اور اس جرم عظیم سے بچنے کی توفیق عطاء فرما دے۔

یا اللہ! بہت سارے لوگ مجاہدین کے روپ میں جہاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں یا اللہ ان لوگوں کو ہدایت عطاء فرما دے اور ہر مجاہد کے جہاد کو اور ہر جہاد میں خرچ کرنے والے

کے خرچ کو قبول فرمالے۔

یا اللہ شہداء کی شہادت کو قبول فرمالے۔ اور جہاد میں زخمی ہونے والوں کو شفاء عطاء فرمادے اور جہاد میں معذور ہونے والوں کو صبر، استقامت، اعلیٰ شان اور آخرت کا اجر عطاء فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں جس جگہ بھی مسلمان مغلوب و مظلوم ہیں یا اللہ! ان کی مدد فرمادے اور انہیں غلبہ عطاء فرمادے اور ان پر ظلم کرنے والوں کو تباہ و برباد فرمادے۔ یا اللہ! پوری دنیا میں اسلام کو غالب اور کفر کو مغلوب فرمادے۔ اور ہر جگہ اسلام کو نافذ فرمادے۔ یا اللہ! مجاہدین کی، ان کے قائدین کی اور ان کے خدمتگاروں کی حفاظت فرما۔ یا اللہ! جو مجاہدین تیرے راستے میں نکلے ہوئے ہیں۔ ان کے اہل وعیال اور گھر والوں کی حفاظت فرما۔ اور اپنی رحمت سے ان کی باعزت کفالت کا بندوبست فرمادے۔ یا اللہ شہداء کے بچوں اور بیواؤں کی کفالت کا باعزت انتظام فرمادے۔ یا اللہ جو مجاہدین تیرے راستے میں نکل کر دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں ان کے ایمان کی حفاظت فرما۔ اور انہیں باعزت اور باعافیت رہائی عطاء فرما کر میدانوں میں لڑنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

یا اللہ! اس کتاب کے اردو ترجمے اور تلخیص کو اپنے دربار میں قبول فرمالے اور اسے میری بخشش کا ذریعہ بنادے۔ یا اللہ! اس کتاب کو امت مسلمہ کی بیداری اور ان کے دلوں میں اپنی ملاقات کے شوق کو پیدا کرنے کا ذریعہ بنادے۔ یا اللہ! امت کے اکابرین ومشائخ کے درجات بلند فرما اور ان کے فیوض کو ہر طرف عام فرمادے۔ یا اللہ! امارت اسلامیہ افغانستان کی خصوصی حفاظت فرما۔ آمین ثم آمین۔

وصل اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

۱۶/جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ بروز جمعرات

بمطابق ۸/اکتوبر ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ

"اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو محبوب بنا لیتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔"

فضائلِ جہاد مختصر

اسلام کے اہم فریضے

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر صحیح بخاری کی چالیس احادیث اور ان کی تشریح

آسان اور علمی انداز میں مسئلہ جہاد کی وضاحت

تشریح میں سینکڑوں احادیث کا مجموعہ

اپنے موضوع پر ایک منفرد تحریر

تالیف

مولانا محمد مسعود ازہر صاحب

ناشر

ادارۃ الخیر

(وقف)

فضائلِ جہاد مختصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائل جہاد

مقدمہ

جہاد کے لغوی معنی

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے جس کا معنی خوب محنت اور مشقت کے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں جہاد کے لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

بذل اقصی ما یستطیعہ الانسان من طاقۃ لنیل محبوب او لدفع مکروہ

انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی

تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں اس کی مکمل وضاحت کے لئے مذاہب اربعہ کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمایئے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں

(۱) الجہاد بذل الوسع والطاقۃ بالقتال فی سبیل اللہ عزوجل بالنفس والمال واللسان وغیر ذالک

اللہ رب العزت کے راستے میں قتال کرنے میں اپنی جان، مال اور زبان اور

دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ (البدائع والصنائع)

(۲) الجہاد دعوۃ الکفار الی الدین الحق وقتالھم ان لم یقبلوا.

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔ (فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قتال المسلم کافراً ذی عہد لا علاء کلمۃ اللہ

جہاد کے معنی مسلمانوں کا ذی عہد کافروں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔ (حاشیہ العدوی، الشرح الصغیر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وشرعا بذل الجہد فی قتال الکفار

اور جہاد کے شرعی معنی اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔ (فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

الجہاد قتال الکفار

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ (مطالب اولی النہی)

یہ تو تھی جہاد کی شرعی تعریف اب آیئے جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں

"جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ پاک کا قطعی فیصلہ ہے۔ جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا"۔ (فتح القدیر ص ۱۹۱ ج ۵)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں

"جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن وحدیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے"۔ (فتح القدیر ص ۱۹۱ ج ۵)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں: (۱) اقدامی جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدامی جہاد: یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اقدام جہاد کرنا، اگر یہ اقدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اقدامی جہاد کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دب جاتے ہیں اور ان کے دشمن خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے اس لئے کافروں کو مرعوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوت اسلام کو دنیا کے ایک ایک چپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے اقدامی جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے رہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہے مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دار الحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا۔ (فتاویٰ شامی)

نبی اقدس ﷺ کے زمانے کا اکثر جہاد اقدامی تھا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اقدامی جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اقدامی جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے لیکن جب مسلمان اقدامی جہاد کے فریضے سے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

دفاعی جہاد: یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

(۱) جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔

(۲) جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔

(۳) ایک مسلمان عورت گرفتار ہو جائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانان عالم پر فرض ہو جاتا ہے۔

(۴) جب امام پوری قوم یا کچھ **افراد** کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

(۵) جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ جائیں اور جنگ شروع ہو جائے۔

فائدہ: فرض عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو

لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر۔ اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

دفاعی جہاد کے متعلق حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کے لئے لڑنا یہ اجماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا اور کوئی فریضہ نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں بلکہ ہر ایک حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔"

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا جس وقت کافر حملہ کر دیں بلکہ جب کافر مسلمانوں سے "مسافت سفر" کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

(نہایۃ المحتاج ص ۵۸، ج ۸)

قرآن مجید اور جہاد

قرآن مجید میں جہاد کا مسئلہ بہت ہی اہمیت اور تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ اعمال میں سے جس قدر تفصیل قرآن مجید نے جہاد کی بیان کی ہے اور کسی عمل کی اس قدر تفصیل بیان نہیں کی۔ اللہ رب العزت نے اس عمل پر اہل ایمان کو کھڑا کرنے کے لئے قرآن مجید کی سورتوں کی سورتیں نازل فرمائیں۔ سینکڑوں آیات میں مختلف انداز اور پیرایوں میں مسائل جہاد کو سمجھایا۔ جہاد کے منافع اور مقاصد کا تفصیل سے بیان ہوا۔ مجاہد کے مقام کو مکمل وضاحت سے کھول کھول کر بیان کیا۔ جہاد نہ کرنے کے نقصانات اور

وعیدوں کو پوری طرح تفصیل سے بیان کیا گیا۔ قرآن مجید کو تدبر سے پڑھنے اور سمجھنے والے بعض بڑے مفسرین حضرات کی رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کا موضوع ہی جہاد ہے۔

قرآن مجید نے جہاد فی سبیل اللہ کی اصطلاح کو جابجا استعمال فرمایا ہے۔ جس کے معنی قتال فی سبیل اللہ کے آتے ہیں اور خود قتال کا صیغہ بھی بار بار استعمال ہوا۔ کتاب اللہ میں جہاد فی سبیل اللہ کے ۲۶ صیغے ہیں اور قتال کے ۷۹ صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی بعض پوری کی پوری سورتیں جہاد کے احکام وفضائل اور جہاد ترک کرنے والوں پر وعیدوں کے متعلق نازل ہوئیں جیسے دس رکوع پر مشتمل سورۃ انفال جس کا دوسرا نام سورۃ بدر ہے اور سولہ رکوع پر مشتمل سورۃ براۃ جس کے اور بھی کئی نام ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ حدید میں آلات جہاد کی طرف اشارہ ہے، **سورۃ بقرہ**، سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ میں بھی تفصیل سے جہاد کا بیان ہے۔ سورۃ احزاب، سورۃ محمد (قتال)، سورۃ الفتح، سورۃ الصف کے جنگی ناموں ہی سے ان سورتوں کے جہادی مضامین کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سورۃ عادیات میں مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور سورۃ نصر میں جہاد کے ذریعے دین کے عالمگیر انقلاب اور مقبولیت کا بیان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ قرآن مجید کا صحیح طور پر مطالعہ کرے تو اس کی روح میدان جہاد میں جانے کے لئے بے چین ہو جاتی ہے اور اسے جہاد کی حقیقت کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اس لئے دشمنان جہاد کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھیں کیونکہ قرآن مجید کے سمجھنے والے کسی بھی مسلمان کو جہاد سے دور کرنا بہت ہی مشکل ہے۔

حدیث شریف اور جہاد

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قتال کرنے اور قتال پر ابھارنے کا حکم دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں احکام پر کماحقہ عمل فرمایا۔ چنانچہ

ترغیب جہاد کے سلسلے میں آپ ﷺ کے ہزاروں فرامین کتب حدیث میں موجود ہیں۔

حضرات محدثین کرام نے آنحضرت ﷺ کے جہاد کے متعلق اقوال وافعال کو جمع فرمایا ہے۔ ان اقوال وافعال کی کثرت کا اندازہ تو ان کتب کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے جو کہ جہاد کی اہمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ ذیل میں ہم کتب حدیث میں کتاب الجہاد کے مقامات لکھ رہے ہیں تاکہ ذوق تحقیق رکھنے والے قارئین سہولت کے ساتھ احادیث جہاد تلاش کر سکیں۔

۱۔ صحیح بخاری شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۲۴۱ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۳۹۰ تا ۴۵۲ جلد اول)

۲۔ صحیح مسلم شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۰۰ ابواب ہیں (صفحہ ۸۱ تا ۱۴۴ جلد دوم)

۳۔ ترمذی شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۵۵ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۲۸۲ تا ۳۰۲ جلد اول)

۴۔ ابوداؤد شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۱۷۶ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۳۴۲ تا ۳۶۲ جلد اول / ۲ تا ۹ جلد دوم)

۵۔ نسائی شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۴۸ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۵۳ تا ۶۶ جلد دوم)

۶۔ ابن ماجہ شریف میں کتاب الجہاد کے عنوان سے ۴۶ ابواب ہیں۔ (صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۷)

۷۔ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجہاد جلد اول صفحہ ۳۲۹ تا ۳۵۵ (کل صفحات ۲۶)

۸۔ الترغیب والترہیب میں کتاب الجہاد صفحہ ۲۶۵ تا ۳۵۵ جلد ثانی (کل صفحات ۹۰)

۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں کتاب الجہاد صفحہ ۲۱۲ تا ۵۴۶ (کل صفحات ۳۳۴)

۱۰۔ سنن کبریٰ بیہقی میں کتاب الجہاد جلد ۹ صفحہ ا تا ۱۸۳ (کل صفحات ۱۸۳)

۱۱۔ کنز العمال میں کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۲۷۸ تا ۶۳۷ (کل صفحات ۳۵۹)

۱۲۔ اعلاء السنن میں کتاب الجہاد جلد ۱۲ صفحہ ا تا ۶۷۴ (کل صفحات ۶۷۴)

کتب فقہ میں کتاب الجہاد کے مراجع

۱۔ فتح القدیر میں کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۱۸۷ تا ۳۳۳ (کل صفحات ۱۴۶)

۲۔ البحر الرائق میں کتاب الجہاد جلد ۵ صفحہ ۷۰ تا ۱۴۲ (کل صفحات ۷۲)

۳۔ فتاویٰ شامی میں کتاب الجہاد جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ تا ۲۶۸ (کل صفحات ۱۴۹)

جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف

ویسے تو جہاد کی ضرورت اور اہمیت اور اس کے عظیم الشان فضائل اور اعلیٰ مقام کے پیش نظر حدیث وفقہ کی ہر کتاب میں جہاد پر طویل ابواب باندھے گئے ہیں اور سینکڑوں صفحات پر جہاد کے فضائل واحکام کو لکھا گیا ہے مگر امت میں سے بعض اکابر نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائیں، ان اسلاف میں سے چند کے اسماء گرامی ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) ابو سلیمان داؤد بن علی داؤد الاصفہانی الظاہری المتوفی ۲۷۰ھ (کتاب الجہاد)

(۲) احمد بن عمرو بن الضحاک الشیبانی، ابوبکر، المعروف بابن ابی عاصم المتوفی ۲۸۷ھ (الجہاد)

(۳) ثابت بن نذیر القرطبی المالکی المتوفی ۳۱۸ھ (الجہاد)

(۴) ابراہیم بن جہاد بن اسحاق الازدی المالکی المتوفی ۳۲۳ھ (کتاب الجہاد)

(۵) ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ (الجہاد)

(۶) ابوبکر محمد بن الطیب الباقلانی المتوفی ۴۰۳ھ (فضل الجہاد)

(۷) تقی الدین عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی الجماعیلی المقدسی المتوفی ۶۰۰ھ ان کی کتاب کا نام "تحفۃ الطالبین فی الجہاد والمجاہدین" ہے۔

(۸) ابو محمد قاسم بن علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر ۶۰۰ھ (الجہاد)۔

(۹) عز الدین علی بن محمد الجزری المعروف بابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ (الجہاد)

(۱۰) بہاء الدین ابو المحاسن یوسف بن رافع المعروف بابن شداد الموصلی الحلبی المتوفی ۶۳۲ھ (احکام الجہاد)

(۱۱) ابو محمد عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام السلمی المتوفی ۶۶۰ھ۔ ان کی کتاب کا نام "احکام الجہاد و فضائلہ" ہے۔

(۱۲) عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر الحافظ الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ۔ ان کی کتاب کا نام "الاجتہاد فی طلب الجہاد" ہے۔

(۱۳) علی بن مصطفیٰ علاء الدین البوسنوی الرومی الحنفی الشہیر علی دوہ المتوفی ۱۰۰۷ھ (الجہاد و فضائلہ)

(۱۴) حسام الدین خلیل البرسوی الرومی المتوفی ۱۰۳۲ھ (فضائل جہاد)

(ماخوذ از مقدمہ کتاب الجہاد لابن المبارک از۔ ڈاکٹر نزیہ حماد)

جہاد کے موضوع پر اہم ترین تصنیف حضرت امام ابو عبد الرحمان عبد اللہ بن المبارک المروزی الحنظلی کی "کتاب الجہاد" ہے۔ عظیم مجاہد اور بلند پایہ امام و فقیہ کے قلم سے نکلنے والی یہ تصنیف اپنے موضوع پر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کے یہ جواہر پارے بار بار چھپ چکے ہیں اور عوام و خواص میں مقبول ہیں۔

زمانہ قریب میں جن مصنفین حضرات نے جہاد کے موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ ان میں ڈاکٹر کامل سلامہ الدقس کی کتاب (آیات الجہاد فی القرآن الکریم) اور ڈاکٹر زحیلی کی کتاب آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی کا ایک خاص مقام ہے۔

راقم الحروف کو اول الذکر کتاب کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

جہاد کے موضوع پر جو کام کرنے کی سعادت ماضی قریب کے نامور عالم، عظیم مجاہد، "شہید عبد اللہ عزام" کو حاصل ہوئی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ جہاد کے مٹے ہوئے فریضے کو زندہ کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے اس رجل رشید کا انتخاب فرمایا۔ شہید عبد اللہ عزام کی بیسیوں تصانیف اور سینکڑوں خطبات نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ حضرت ڈاکٹر عبد اللہ عزام نے خدمت جہاد پر جو تجدیدی کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ انکے چند مضامین کے علاوہ جو انہوں نے پاکستان کے سیاستدانوں اور افغان مجاہدین کے بعض ذرائع کے حوالے سے شخصیات اور جماعتوں کے عنوان سے لکھے ہیں باقی تمام مقالات اور مضامین علم و یقین کی روشنی سے معمور اور جذبہ جہاد اور شوق شہادت کو بیدار کرنے والے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عصر حاضر کے عظیم محقق اور مایہ ناز مصنف شہید عبد اللہ عزام کی کتابوں اور آپ کے خطبات سے استفادہ کریں۔

جہاد کے موضوع پر بہت سارے حضرات نے مختصر رسالے اور کتابچے "چہل حدیث" کے عنوان سے لکھے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری اور مولانا عبد الصمد سیال اور بہت سے دیگر حضرات شامل ہیں۔

ابھی حال ہی میں دار الکتب العربیہ پشاور نے علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب "اربعون حدیثاً فی فضل الجہاد" شیخ مرزوق علی ابراہیم کی تحقیق کے ساتھ شائع کی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین وخاتم النبیین، سیدنا محمد وعلی آلہ وأصحابہ وأتباعہ أجمعین

حدیث (۱)

جہاد کے برابر کوئی عمل نہیں

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو جہاد کے برابر ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو) پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم اس کی استطاعت رکھتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکلے تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دو اور اس میں تمہیں سستی اور کاہلی نہ ہو اور روزے رکھنے لگو اور کسی دن روزہ نہ چھوڑو، اس شخص نے عرض کیا کہ اتنی استطاعت کسے ہو سکتی ہے؟

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب مجاہد کا گھوڑا (گھاس چرتے ہوئے) لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی مجاہد کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری ص ۳۹۱ ج ۱ باب فضل الجہاد والسیر)

تشریح حدیث:

کسی بھی عمل کی فضیلت کا دارومدار اس عمل کے مقصود کی بلندی اور ضرورت پر ہوتا ہے چونکہ جہاد کا مقصود اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور یہ عظیم مقصد بغیر جہاد کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے جہاد کو دیگر اعمال سے زیادہ فضیلت والا بتایا گیا ہے۔ ویسے تو کسی عمل کا دوسرے کسی عمل سے افضل ہونا اور اس کی افضلیت کی وجوہات کو معلوم کرنا قیاس اور عقل کا کام نہیں۔ یہ تو محض اللہ رب العزت کے احسان اور فضل سے ہوتا ہے مگر بعض دینی قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے افضلیت کی وجوہات تلاش کی جاتی ہیں تو جہاد کے افضل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ جہاد دیگر اعمال کا محافظ ہے۔ جہاد کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے دشمنوں سے بے خوف ہو کر تمام اعمال کی بھرپور ادائیگی کا موقع ملتا ہے اور اگر جہاد کے چھوڑ دینے کی وجہ سے کفار کا غلبہ ہو جائے تو تمام دینی اعمال اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ چونکہ جہاد میں انسان اپنی دونوں محبوب چیزوں کی قربانی پیش کرتا ہے یعنی جان اور مال کی جبکہ دیگر اعمال میں قربانی کی یہ شان نہیں پائی جاتی اس لئے کسی عمل کو جہاد کے برابر قرار نہیں دیا گیا۔ باقی وہ احادیث و روایات جن میں جہاد پر دوسرے اعمال کی افضلیت کا ذکر ہے تو وہ جزوی فضائل ہیں اور اپنے اپنے مقام پر مسلم ہیں ورنہ اس حدیث سے حضرات محدثین کرام نے مطلق طور پر جہاد کے دیگر اعمال سے افضل ہونے پر استدلال کیا ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے جہاد کی عظمت معلوم ہوتی ہے کہ دیگر اعمال جہاد کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (فتح الباری ص ۵ ج ۶)

حدیث (۲)

مجاہد سب سے افضل

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا

گیا کہ لوگوں میں کون سب سے افضل ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ اس کے بعد کون؟ (افضل ہے) ارشاد فرمایا وہ مومن جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اور اللہ سے ڈرتا ہو اور لوگوں کے شر سے محفوظ ہو۔ (لوگوں سے الگ تھلگ قطع تعلق کر کے ان کے شرور سے محفوظ ہو)

(صحیح البخاری ص ۳۹۱ ج ۱ باب افضل الناس مومن مجاہد)

تشریح حدیث:

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا مومن دیگر مسلمانوں سے افضل ہے۔ اسی چیز کا اعلان واضح طور پر قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا. (سورۃ النساء آیت ۹۵)

ترجمہ: اللہ پاک نے اپنی جان اور مال کے ساتھ لڑنے والوں کا درجہ بڑھا دیا ہے بیٹھ جانے والوں پر اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زیادہ کیا اجر عظیم لڑنے والوں کا بیٹھ جانے والوں سے۔

جہاد کی اسی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور ﷺ نے جہاد میں بنفس نفیس شرکت کی اور اپنے جانثار صحابہ کرام کو بھی اس عمل پر ابھارا جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے نزدیک جہاد سے مرغوب و افضل عمل کوئی اور نہ تھا۔ اس کی چند مختصر مثالیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ حج کیا کرو۔ یہ بہت اچھا عمل ہے۔ اللہ پاک نے اس کا حکم دیا ہے اور جہاد اس سے بھی افضل ہے۔

(کذا فی الکنز ص ۳۵۸ ج ۲)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے (جہاد) کی ایک رات کی چوکیداری مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں لیلۃ القدر کی رات حجر اسود کے سامنے کھڑا عبادت کرتا رہوں۔

☆ حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ میں شہادت کے ہر یقینی مقام تک پہنچا لیکن میرا مقدر یہی تھا کہ میری موت بستر پر آئے۔ میرے نزدیک ایمان کے بعد اس سے افضل کوئی عمل نہیں کہ میں اندھیری رات میں اپنے گھوڑے اور ڈھال کے ساتھ جب آسمان (بارش کی وجہ سے) ٹپک رہا ہو صبح کا منتظر ہوں کہ صبح ہو تو دشمن پر حملہ کر دوں۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک ص ۸۸)

☆ ارطاۃ بن منذر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے دریافت فرمایا کہ لوگوں میں سے کس آدمی کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔ لوگوں نے آپ سے نماز و روزہ کا تذکرہ کیا اور کہنے لگے اجر و ثواب میں سب سے زیادہ امیر المومنین ہیں ان کے بعد فلاں اور فلاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ ان لوگوں سے جن کا تم نے ذکر کیا ہے کون شخص اجر و ثواب میں سب سے بڑا ہے اور امیر المومنین سے بھی بڑا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ ضرور فرمایئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ ایک چھوٹا سا آدمی جو ملک شام میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کی حفاظت کر رہا ہے اسے کچھ خبر نہیں آیا کوئی درندہ اسے پھاڑ ڈالے گا یا کوئی کیڑا مکوڑا اسے ڈس لے گا یا دشمن اس پر چھاپہ مار دے گا۔ یہ شخص اجر و ثواب میں ان لوگوں سے جن کا تم نے تذکرہ کیا بڑھا ہوا ہے

اور امیر المومنین سے بھی اجر و ثواب میں زیادہ ہے۔ (کنز العمال ص۔ ۲۸۹ ج۔ ۲)

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ چلتے تھے اور انہیں باہر تک رخصت فرماتے تھے۔ (سنن کبری بیہقی۔ ص۔ ۱۷۳ ج۔ ۹)

کنز العمال کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور اس نے جہاد کے لئے سواری مانگی۔ حضرت عمرؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اس کا کجاوہ کسا جب وہ آدمی سوار ہو گیا۔ تو حضرت عمرؓ اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور تمنا کر رہے تھے کہ یہ آدمی ان کو دعا دے جب آپ اسے پہنچا کر واپس ہوئے تو اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ عمر کو جزائے خیر دے۔ (مختصراً کنز العمال۔ ص۔ ۲۸۸ ج۔ ۲)

اللہ پاک ہمیں بھی صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جہاد کے ساتھ ان جیسا تعلق رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۳)

مجاہد کے درجات

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار فرمائے ہیں۔ ان کے دو درجوں کا فاصلہ آسمان اور زمین کے آپس کے فاصلے کے برابر ہے۔ پس جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو۔ وہ جنت کا سب سے افضل درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے (اعلیٰ الجنۃ) کی بجائے (فوقہ فرمایا)

(صحیح البخاری ص ۳۹۱ ج۔ ۱ باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ)

تشریح حدیث:

چونکہ مجاہد دین کے غلبے اور عظمت کے لئے جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے اس لئے اللہ پاک اس کے اس عمل کے بدلے قیامت کے دن اس کو بلند درجات عطاء فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ میں دو درجوں کے درمیان کے فاصلے کو زمین و آسمان کے باہمی فاصلے کے برابر قرار دیا گیا ہے جس کا مقصد اس فاصلے کی زیادتی بیان کرنا ہے جبکہ ترمذی کی روایت میں دو درجوں کے درمیان سو سال کے فاصلے کا ذکر ہے اور طبرانی کی روایت میں پانچ سو سال کی مسافت مذکور ہے۔ ان درجات کی وسعت کا اندازہ ترمذی شریف کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا کہ اگر تمام جہانوں کو اس کے ایک درجے میں رکھا جائے تو سب اس میں آسانی سے سما جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قربانی اور ان کے عمل کے اعزاز میں ان کے لئے یہ سو درجات تیار فرمائے ہیں۔ درجات کے تیار فرمانے کی نسبت اللہ رب العزت کی طرف کی گئی جس کی چاشنی اور لذت ہر مجاہد اس حدیث کو پڑھ کر محسوس کرتا ہے۔ واقعی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے اللہ نے جنت کو خود سجایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاد کو عمل میں لانے سے دین کو رفعت حاصل ہوتی ہے تو اس کی جزا بھی عمل کے مثل ہوگی۔

(حجۃ اللہ البالغۃ۔ ص۔ ۵۴۸)

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ دنیا اور آخرت میں بلند درجات اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کیلئے جہاد کے فریضے کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں تاکہ ان فضائل کے مستحق بن سکیں۔

حدیث (۴)

شہید کا محل

ترجمہ: حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اس رات کو (معراج کی رات) دو آدمی دیکھے جو میرے پاس آئے، پھر مجھے لے کر درخت پر چڑھے، پھر انہوں نے مجھے ایک ایسے مکان میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور بہترین تھا۔ اس جیسا خوبصورت مکان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ مکان شہیدوں کا گھر ہے۔

(صحیح البخاری۔ ص۔ ۱۸۵، ج۔ ۱ و ص ۳۹۱، ج۔ ۱)

تشریح حدیث:

اس مبارک حدیث میں اللہ رب العزت کے ہاں شہداء کے اکرام و اعزاز کا ذکر ہے۔ حضور ﷺ نے شہداء کا جنت میں خوبصورت اور حسین محل معراج کی رات دیکھا جب آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ چونکہ شہید اللہ کے راستے میں لڑتے لڑتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور فی سبیل اللہ اپنی سب سے قیمتی متاع کو قربان کرتا ہے اس لئے اللہ رب العزت کی طرف سے اسے بلند مقامات اور اعلیٰ درجات سے نوازا جاتا ہے اور اللہ رب العزت کی مغفرت اور رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (آل عمران۔ آیت ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو اللہ کی بخشش اور مہربانی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

اسی اکرام و اعزاز کا نتیجہ ہے کہ اللہ پاک شہید کے اعمال کو ضائع نہیں فرماتے بلکہ یہ اعمال جاری رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ (سورۃ قتال (محمد)۔ آیت ۴)

ترجمہ: اور جو لوگ قتل کئے گئے اللہ کی راہ میں تو اللہ پاک ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔

شہید کے اعزاز و اکرام کا اس حد تک خیال رکھا گیا کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ شہید کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ.

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔

شہید کو صرف مردہ کہنے سے ہی منع نہیں کیا گیا بلکہ مردہ گمان کرنے تک سے منع کر دیا گیا ہے چونکہ شہید ایک عالی مقصد کے لئے اور دین کی سربلندی کے لئے جان لٹاتا ہے اس لئے وہ اس قدر اعزاز سے نوازا جا رہا ہے۔

دیکھئے ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ.

(آل عمران۔ آیت ۱۶۹)

ترجمہ: ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے آپ مردہ نہ سمجھئے بلکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوش ہوتے ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء فرمایا۔

شہید کو یہ سب مقامات اور درجات اس لئے بھی ملتے ہیں کہ اس نے افضل ترین جہاد کیا۔ افضل ترین جہاد کیا ہے؟ اس کی تفصیل اس حدیث شریف میں ہے۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب سے افضل جہاد کون سا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (افضل جہاد یہ ہے کہ) تیرے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور تیرا خون بہ جائے۔ (یعنی تو شہید ہو جائے) (ابن حبان، ابن ماجہ، الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۳۲۸، ج۔ ۲)

تو جہاد خود افضل ترین عمل ہے پھر جہاد کا افضل ترین درجہ شہادت ہے جو شہید نے پالیا ہے۔ شہید کے فضائل حدیث شریف کی کتابوں میں بہت کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔ اس سلسلے کی چند احادیث وروایات کو یہاں ذکر کیا جارہا ہے اللہ پاک تمام مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ احد کے دن شہید ہوگئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ پاک نے تیرے والد (شہید) سے کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے کہا ضرور بتلایئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک کسی سے بات نہیں کرتا مگر پردے کے پیچھے لیکن تیرے والد سے اللہ پاک نے آمنے سامنے (بغیر حجاب کے) گفتگو کی۔ (رواہ الترمذی، الترغیب والترہیب۔ ص۔ ۳۳۷، ج۔ ۲)

☆ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے سات انعامات ہیں (۱) اس کا خون گرتے ہی اس کی مغفرت کردی جاتی ہے (۲) وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے (۳) اسے ایمان کا حلہ پہنایا جاتا ہے (۴) اسے عذاب قبر سے بچالیا جاتا ہے (۵) وہ قیامت کے عظیم خوف سے محفوظ رہتا ہے (۶) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے (۷) اور وہ اپنے عزیز واقارب میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (احمد، طبرانی، الترغیب والترہیب ص۔ ۳۴۳، ج۔ ۲)

☆ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہداء تین (قسم کے) ہیں۔

پہلا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلا۔ اس کا ارادہ لڑنے اور شہید ہونے کا نہیں۔ وہ صرف مسلمانوں کی جماعت کو بڑھانے کے لئے آیا ہے۔ اگر یہ آدمی (اللہ کی راہ میں) مر گیا یا قتل ہوگیا تو اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور عذاب قبر سے اسے بچالیا جائے گا اور قیامت کے دن کے خوف سے مامون ہوگا اور حور عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور اسے عزت کا جوڑا پہنایا جائے گا اور اسکے سر پر وقار اور جنت میں ہمیشگی کا تاج رکھا جائے گا۔

دوسرا وہ آدمی جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا ثواب کی نیت کرکے۔ اس کی نیت ہے کہ وہ کافروں کو قتل کرے گا اور خود قتل نہیں کیا جائے گا۔ پس اگر یہ مر گیا یا قتل ہو گیا تو اس کا گھٹنا حضرت ابراہیم (خلیل اللہ) علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اللہ رب العزت کے سامنے سچی بیٹھک میں اس بادشاہ (اللہ) کے نزدیک جس کا سب پر قبضہ ہے۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان ومال کے ساتھ نکلا اجر کی نیت کے ساتھ اور وہ چاہتا ہے کہ قتل کرے اور قتل کیا جائے پس اگر یہ مر گیا یا قتل کیا گیا تو آئے گا قیامت کے دن اپنی تلوار کو کندھے پر رکھ کر ظاہر کرتا ہوا اور لوگ گرے پڑے ہوں گے گھٹنوں کے بل، وہ کہے گا کیا تم ہمارے لئے راستہ کشادہ نہیں کرتے۔ بے شک ہم نے لٹایا ہے اپنا خون اور اپنا مال اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یا انبیاء میں سے کسی نبی سے بھی کہے تو وہ اس کے لئے راستہ چھوڑ دیں بوجہ ان کے حق واجب کے دیکھنے کے۔ یہاں تک کہ وہ آئیں گے نور کے منبروں پر عرش کے نیچے اور اس پر بیٹھیں گے اور وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے فیصلے کس طرح کئے جاتے ہیں۔ انہیں نہ موت کا غم پہنچے گا نہ ہی قبر کی تکلیف اور نہ ہی حشر کا

نفخہ انہیں خوفزدہ کرے گا۔ نہ انہیں حساب کی فکر ہوگی اور نہ ہی میزان اور پل صراط کی۔ وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وہ جو مانگیں گے انہیں دیا جائے گا جس کی شفاعت کریں گے ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ جنت میں سے جو ان کو محبوب ہوگا دیا جائے گا اور جنت کی جس جگہ وہ چاہیں گے ان کا ٹھکانہ بنایا جائے گا۔ (بزار، بیہقی)

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شہید اپنے اہل خانہ میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔

(ابوداؤد، الترغیب والترہیب، ص۔۳۳۹، ج۔۲)

☆ مجاہد فرماتے ہیں کہ یزید بن شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا عمل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ انہوں نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جب نماز کھڑی ہوتی ہے تو آسمان اور جنت و دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے ہوتی ہیں تو آسمان کے دروازے اور جہنم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور موٹی آنکھوں والی گوری گوری حوریں زیب و زینت کرکے آسمان سے جھانکتی ہیں۔ جب آدمی (مسلمان) آگے بڑھتا ہے تو وہ کہتی ہیں یا اللہ اس کو ثابت قدمی عطاء فرما۔ یا اللہ اس کی مدد واعانت فرما، اور جب وہ پیٹھ پھیرتا ہے تو حوریں اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور کہتی ہیں یا اللہ اس کی مغفرت فرما۔ اے لوگو اس کے لئے خوب محنت کرو۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ تم حور عین کو رسوا مت کرو۔ جب آدمی شہید ہوتا ہے تو خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کی ٹہنی سے پتے جھڑتے ہیں اور دو حوریں اس کی طرف اترتی ہیں اور اس سے مٹی کو صاف کرتی ہیں۔ پھر اسے سو جوڑے پہنائے جائیں گے جو انسان کے بنے ہوئے نہیں ہوں گے بلکہ جنت کی پیداوار ہوں گے۔۔۔۔۔۔

اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ تلواریں جنت کی چابیاں ہیں۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، صفحہ نمبر۔۲۷، الترغیب والترہیب، ص۔۳۳۲، ج۔۲)

☆ حیان بن ابی جبلہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی شہید ہو جاتا ہے تو اللہ پاک اس کے لئے بہت ہی حسین جسم بناتے ہیں۔ پھر اس کی روح کو حکم دیتے ہیں۔ پس وہ اس جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے سابقہ جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے اور وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو اس کے اردگرد غمگین ہوتے ہیں۔ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ لوگ اسے سن رہے ہیں یا دیکھ رہے ہیں پھر وہ اپنی بیویوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن مبارک، ص۔۹۲)

☆ نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ شہداء میں کون زیادہ فضیلت والا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو صف میں ہوتے ہیں اور اپنا چہرہ نہیں پھیرتے یہاں تک کہ قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت کے اونچے کمروں میں پھریں گے اور ان کا رب ان پر ہنسے گا اور جب تیرا رب دنیا میں کسی بندے پر (خوش ہو کر) ہنسے تو اس کا حساب نہیں ہوتا۔

(مسند احمد، الترغیب والترہیب۔ ص۔۳۳۲، ج۔۲)

امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں شہید کی وجہ تسمیہ کی تحقیق فرماتے ہوئے سات اقوال نقل فرمائے ہیں کہ اللہ کے راستے میں قتل کیے جانے والوں کو شہید کیوں کہتے ہیں۔

(۱) کیونکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی ارواح دارالسلام میں شاہد (حاضر) ہیں اور ان کی ارواح قیامت کے دن جنت میں حاضر ہوں گی اس لئے انہیں شہید کہتے ہیں۔ (یعنی حاضر)

(۲) اللہ اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنت کی شہادت دیتے ہیں۔ اسی شہادت یعنی گواہی کی وجہ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۳) وہ اپنی روح کے نکلتے وقت ان انعامات اور درجات کا مشاہدہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار فرمائے ہیں۔ تو اس مشاہدے کی وجہ سے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۴) اس کی روح کو اس کے مقام تک پہنچانے کے لئے ملائکۃ الرحمۃ یعنی رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی اس حاضری کی بدولت اسے شہید کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔

(۵) اس کے ظاہر حال نے اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی گواہی دے دی ہے۔ اس گواہی (شہادت) کی بدولت اسے شہید پکارا جاتا ہے۔

(۶) اس کی شہادت کا شاہد خون موجود ہوتا ہے، اس لئے اسے شہید کہا جاتا ہے۔

(۷) یہ سابقہ امتوں پر گواہ (شاہد) بنایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ ان انبیاء نے رسالت کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

شہادت کے انہیں بے بہا فضائل کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ کے راستے کی موت کو مرغوب ومحبوب رکھتے تھے اس لئے موت ان سے ڈرتی تھی اور دور بھاگتی تھی۔

اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو شوق شہادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۵)

دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری ص۔ ۳۹۲ ج۔ ا باب الغدوۃ والروحۃ فی سبیل اللہ)

تشریح حدیث:

علامہ ابن دقیق العیدؒ اس حدیث شریف کی شرح میں بیان فرماتے ہیں کہ مجاہد کی صبح شام کے دنیا ومافیہا سے بہتر ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو پوری دنیا دے دی جائے یعنی دنیا کے تمام اموال واسباب کا اسے مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ تمام اموال واسباب اللہ کی اطاعت میں خرچ کرے تب بھی اس کا ثواب کسی مجاہد کے میدان جہاد میں گزری ہوئی ایک صبح یا ایک شام کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ میدان جہاد میں ایک صبح یا ایک شام کا لگا دینا پوری دنیا کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی یہ تشریح زیادہ درست ہے کیونکہ اس کی تائید اس مرسل روایت سے ہوتی ہے جسے عبداللہ بن مبارک نے کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ لشکر روانہ ہو گیا مگر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اس لئے پیچھے رہ گئے تاکہ حضور ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کر سکیں اور پھر لشکر سے جا ملیں تو حضور ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آپ جو کچھ زمین پر ہے وہ سب خرچ کر دیں تب بھی ان کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پا سکتے۔

(فتح الباری۔ ص۔ ۱۹۔ ج۔ ۶)

یعنی اگر آپ کو پوری دنیا دے دی جائے اور آپ اس کو خرچ کر کے جہاد میں پہلے روانہ ہونے والے ساتھیوں کی ایک صبح کا اجر حاصل کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے حالانکہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ صرف اس لئے رکے تھے کہ انہیں آنحضرت ﷺ کے بعض الفاظ سے اپنی شہادت کا یقین ہو چکا تھا۔ اب ان کی تمنا تھی کہ وہ جمعہ کی نماز حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کریں اور آپ کا ایمان افروز خطبہ سنیں اور کیمیا اثر صحبت کے چند لمحات حاصل کریں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے رفقاء سے جا ملیں مگر آنحضرت ﷺ نے اس عمل کو

پسند نہیں فرمایا اور اس پر تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اگر پوری دنیا کے اموال خرچ کر ڈالو، تب بھی اس ایک صبح کا اجر نہیں پا سکتے جو تم سے سفر جہاد میں تاخیر کی بنا پر رہ گئی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے جتنا عرصہ سفر میں گزرے گا وہ سب عظیم الشان اجر کا موجب ہوگا بلکہ جہاد سے واپسی کے سفر کی بھی یہی فضیلت ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ قفلة کغزوة. جہاد سے لوٹ کر آنا جہاد میں جانے کی طرح ہے۔ (ابوداؤد)

جہاد میں لگائے گئے اوقات کی اس قدر عظیم فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے جان اور مال کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اور خرید و فروخت کا یہ عجیب و غریب معاملہ میدان جہاد ہی میں ہوتا ہے۔ گویا کہ مؤمن اللہ رب العزت کی اس خرید و فروخت پر اس قدر خوش اور راضی ہوتا ہے کہ فوراً اپنی جان کو لے کر اللہ کے حضور پیش کرنے اور جنت کا خریدار بننے کے لئے میدان جہاد میں حاضر ہو جاتا ہے۔ جہاں ہر لمحے وہ موت کے بالکل سامنے ہوتا ہے چونکہ وہ اپنی جان لے کر اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر میدان جہاد میں نکل پڑتا ہے تو وہ اللہ کا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے اختیار میں تو اتنا ہے کہ وہ اس میدان میں پہنچ جائے جہاں ہر وقت جان کی قبولیت کے مواقع میسر ہیں تو گویا کہ اس نے جان دے دی اور وہ اللہ کا ہو گیا۔ اسی لئے اس کے اوقات کو اس قدر قیمتی قرار دیا گیا ہے۔

اس میں ایک نکتہ جو بعض محدثین کرامؒ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے درجات میں بلندی کا معیار اللہ رب العزت سے محبت اور اخلاص ہے اور اجر و ثواب میں کمی کا مدار دنیا سے تعلق اور محبت اور دنیا میں غرق ہو جانے پر ہے۔

کیونکہ یہودیوں نے اپنی زبان سے اللہ رب العزت سے محبت کا دعویٰ تو کیا مگر دنیا کی خاطر اپنے ایمان تک کو بیچنے سے دریغ نہ کیا اور موت سے ہمیشہ دور بھاگتے رہے حالانکہ

اگر انہیں اللہ سے محبت اور تعلق ہوتا تو وہ موت کو مرغوب جانتے کیونکہ موت ہی کے ذریعے سے انہیں اپنے محبوب سے وصال نصیب ہوگا اور وہ اسکے خصوصی مہمان بنیں گے مگر یہودی تو موت کے نام سے بھی ڈرتا ہے اور دنیا میں زندہ رہنے کا انتہائی حریص ہوتا ہے۔

یہودیوں کے دوغلے پن اور قول و فعل کے تضاد کی مذمت قرآن مجید میں صاف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے جبکہ مجاہد اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ دنیا کی تمام آسائشوں کو چھوڑ کر اور اللہ سے غافل کرنے والی تمام اشیاء سے منہ موڑ کر خالص اللہ کی محبت میں اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اس کے دشمنوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے اور اس کے دوستوں کا تحفظ کرنے کے لئے میدان میں نکلتا ہے اور موت کو مرغوب جانتا ہے اور شہادت کا طلب گار ہوتا ہے بلکہ اپنے محبوب کے لئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنا اس کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کے اوقات کو اس قدر فضیلت دی گئی ہے اور اس کی دعاؤں کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کی طرح سنا جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ جہاد کے اوقات کی قدر و قیمت کو جانتے تھے اس لئے اپنی تمام مرغوب چیزوں کو جہاد کی خاطر چھوڑ دینا آسان سمجھتے تھے یہاں تک کہ جس ذات ﷺ کے ساتھ ان کا قلبی لگاؤ اور محبت اپنی جان سے زیادہ تھی، جن کے ایک اشارہ ابرو پر اپنی ہزاروں جانیں نچھاور کرنا سعادت سمجھتے تھے۔ جن کی ایک نظر کے صدقے وہ دنیا بھر کی متاع قربان کرنا اپنی خوش قسمتی گردانتے تھے۔ جہاد کی خاطر انہوں نے اس ذات کی جدائی کو بھی گوارا کر لیا مگر جہاد کے فریضے میں کسی قسم کی سستی یا کمی نہیں آنے دی۔

حدیث (۶)

سرور دو عالم ﷺ کی تمنائے شہادت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

فرمارہے تھے۔

قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ایمان والوں میں سے کچھ لوگ ایسے نہ ہوتے جن کا دل (جہاد میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو گوارا نہ کرتا اور میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ انہیں سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا۔ جو اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے جارہا ہو۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف میں نبی رحمت ﷺ نے اپنے مبارک الفاظ کے ذریعے سے پہلے ان لوگوں کو تسلی دی جو جہاد کے شوق میں تڑپتے ہیں مگر اسباب نہ ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہتے ہیں مگر ان کی حالت یہ ہوتی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہے۔

تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ.

(توبہ۔ آیت ۹۲)

ترجمہ: وہ واپس لوٹے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اس غم میں کہ وہ (جہاد میں) خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتے۔

تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کو اس طرح سے تسلی دی کہ "میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ میں ہر جماعت کے ساتھ خود نکلوں اور جہاد کروں مگر ان غریب عاشقین جہاد کا دل رکھنے کے لئے کبھی میں سریہ بھیج دیتا ہوں اور خود نہیں نکلتا"۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ ۲۷ مرتبہ خود جہاد میں تشریف لے گئے اور پچاس سے زائد مرتبہ صحابہ کرام کو روانہ فرمایا اور خود تشریف نہ لے گئے۔

☆ یہ تو تسلی تھی ان لوگوں کو جو جہاد کے شوق میں تڑپتے تھے اور نہ جانے پر روتے تھے اور غمزدہ ہوتے تھے۔ اور حدیث کے آخر میں ان لوگوں کو تسلی ہے جو میدان جہاد میں نکلتے تھے اور انہیں اس کا دکھ ہوتا کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ نہیں ہیں اور ہم حضور ﷺ کی صحبت سے محروم رہ گئے تو حضور ﷺ نے انہیں یوں اطمینان دلایا کہ "وہ چیز جس کی میں خود تمنا کر رہا ہوں (یعنی شہادت) اور شہادت کے بعد زندگی کی تمنا اس لئے کر رہا ہوں تاکہ پھر جہاد کر سکوں اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ ہو کر پھر جہاد کر سکوں۔ تو جس چیز کی میں اس قدر تمنا کر رہا ہوں وہ تمہیں میسر آرہی ہے۔ یعنی "جہاد" تو تمہیں میری صحبت سے دور رہنے کا غم نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تم جہاد جیسے عمل کا اجر پارہے ہو۔ جس عمل کی خاطر میں بار بار شہادت کے بعد زندگی کی تمنا کر رہا ہوں۔"

دوسرا اہم نکتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس حدیث میں بار بار شہید ہونے اور پھر زندہ ہو کر شہادت پانے کی تمنا فرمائی ہے جبکہ بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ "جنت میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر کوئی بھی دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرے گا سوائے شہید کے وہ چاہے گا کہ دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہوا دسیوں بار شہید ہو، تو اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے تو دنیا میں اس کی تمنا ظاہر فرمادی جبکہ دوسرے شہداء جنت میں پہنچ کر یہ تمنا کریں گے حضرات علماء کرام نے اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور ﷺ کو تو دنیا ہی میں اس بات کا علم بذریعہ وحی ہو چکا تھا اور آپ کو اس پر یقین تھا کہ اسلام کی عظمت کا واحد راستہ جہاد ہے اور حضور ﷺ کی تو بعثت ہی اس لئے ہوئی کہ لیظهره علی الدین کله تاکہ دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے اور اسلام کے غلبے کا واحد راستہ جہاد ہے تو حضور ﷺ نے

اس کی بار بار تمنا فرمائی جبکہ دیگر شہداء کو اس کا حقیقی اور یقینی ادراک آخرت میں ہوگا تو وہاں وہ یہ تمنا کریں گے کہ دنیا میں دوبارہ آکر اس عظیم عمل کو کر سکیں۔ پھر اللہ رب العزت نے شہادت میں جو لذت اور کیفیت رکھی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ یہ عجیب و غریب لذت بار بار حاصل ہو اور بار بار اپنے مالک حقیقی اور محبوب حقیقی کے دربار میں سر کٹوانے کا موقع ملے کیونکہ عبدیت کا یہ اعلیٰ مقام صرف سچے عاشقوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ وگرنہ ہر کسی کو اپنے در پر قربانی کے لئے قبول نہیں کیا جاتا۔

علامہ ابن التینؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو تو بذریعہ وحی بتادیا گیا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس کہ اللہ پاک لوگوں سے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے گا یعنی کوئی آپ ﷺ کو قتل نہیں کرسکے گا مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کا شہادت کیلئے بار بار تمنا کرنا جہاد کی عظمت اور فضیلت کے اقرار کے لئے اور مسلمانوں کو اس عمل پر ابھارنے کے لئے تھا۔

علامہ ابن حجرؒ بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ آرزو جہاد کی عظمت کو بیان کرنے اور مسلمانوں کو اس عمل پر ابھارنے کے لئے تھی۔

(فتح الباری ص۔۱،ج۔۶)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شہادت طلب کرنا بھی مستحب ہے یعنی شہادت کا طلب کرنا اور اسکے لئے دعاء کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب عمل ہے۔

☆ حضرت سہلؓ بن حنیف کی مرفوع روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے صدق دل کے ساتھ شہادت کی تمنا کی اللہ پاک اسے شہداء کے مقامات تک پہنچائے گا اگرچہ اس کی موت بستر پر آئے۔" (فتح الباری ص۔۱۶،ج۔۶)

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ صدق دل سے شہادت کی تمنا کرتے تھے اور بستر کی موت کو عیب سمجھتے تھے۔ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو شہادت کا

عظیم درجہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۷)

زیادہ اجر والا تھوڑا سا عمل

ترجمہ: حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، پہلے اسلام لاؤ۔ پھر قتال میں شریک ہونا۔" چنانچہ وہ اسلام لائے (وہ پہلے مسلمان نہیں تھے) پھر قتال میں شریک ہوئے اور شہید ہوگئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمل کم کیا لیکن اجر بہت زیادہ پایا۔ (صحیح بخاری ص۔۳۹۴،ج۔۱،باب عمل صالح قبل القتال)

تشریح حدیث:

ابن اسحاق نے مغازی میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے۔

"مجھے ایسے آدمی کے بارے میں بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت میں داخل ہوا" پھر خود ہی فرمایا کہ "وہ خوش قسمت شخص حضرت عمروؓ بن ثابت ہیں۔"

(فتح الباری ص۔۱۰۵،ج۔۶)

اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے محدثین کرام نے بخاری شریف کی اس روایت میں جس آدمی کا تذکرہ ہے اس کا نام عمرو بن ثابت بتایا ہے۔

حصین بن محمد فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید سے کہا کہ "اس آدمی کا قصہ کیا

ہے؟" تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص اسلام کا انکار کرتا تھا لیکن احد کے دن اس کو اسلام سمجھ میں آگیا۔ اس نے تلوار تھامی اور صحابہؓ کے ساتھ مل کر گھمسان کی جنگ لڑی یہاں تک کہ زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے اسے میدان جنگ میں زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ "کون سی چیز تجھے جہاد میں لائی؟ اپنی قوم سے محبت یا اسلام کی رغبت" تو اس نے کہا کہ "اسلام کی رغبت۔ "میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کیا یہاں تک کہ مجھے یہ زخم پہنچے۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یقیناً یہ آدمی جنتی ہے"۔

بخاری شریف کی روایت اور اس روایت کو اس طرح سے جمع کیا جائے گا کہ یہ شخص پہلے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر جہاد میں شریک ہوا مگر صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ حضور ﷺ سے ملاقات کر چکا ہے اس لئے انہوں نے اس کی سابقہ حالت یعنی حالت کفر کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا کہ "تمہیں کون سی چیز میدان جہاد میں لائی؟" تو اس نے بتایا کہ میں اسلام کی خاطر میدان جہاد میں اترا ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے ایمان لانا ضروری ہے اور بس، اگر ایک آدمی ایمان لانے کے فوراً بعد میدان جہاد میں نکل کر شہید ہو جائے تو وہ جنتی ہے اگرچہ اس نے کوئی دوسرا عمل نہ کیا ہو۔

حدیث (۸)

فردوس اعلیٰ میں

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک نے بیان فرمایا کہ ام الربیع بنت براء رضی اللہ عنہا جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ مجھے حارثہؓ کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے۔ (کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا) حارثہؓ بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے اور انہیں نامعلوم سمت

سے ایک تیر لگا تھا) اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کرلوں اور اگر کہیں اور ہیں تو پھر میں اس کے لئے خوب رووں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ارے حارثہؓ کی ماں جنت میں تو بہت درجے ہیں اور تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔"

(صحیح البخاری، ص۔ ۹۳ ج۔ ا، باب من اتاہ سہم غرب فقتلہ)

تشریح حدیث:

اس حدیث میں (سہم غرب) کے الفاظ ہیں جس کے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی وہ ہیں جو ترجمے میں لئے گئے ہیں یعنی وہ تیر جو نامعلوم سمت سے آئے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ مارنے والے کی نیت نہ ہو بغیر اس کے قصد وارادے کے آلگے۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ اس کے مارنے والے کا پتہ نہ ہو۔ اس قصے میں یہ معنی مراد ہیں کہ مارنے والے نے کسی اور کو مارا تھا مگر ان کے آلگا۔ یہ تمام معانی علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل فرمائے ہیں۔

یہ جہاد کی خصوصیت ہے کہ اس میں نکلنے والے کو جس طرح بھی موت آجائے وہ جنت کے اعلیٰ مقامات پاتا ہے۔ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک صحابیؓ خود اپنی تلوار لگنے سے شہید ہو گئے۔ لوگوں نے اس پر کچھ چہ میگوئیاں کیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ان کو عام شہید سے دوہرا اجر ملے گا۔" ایک اجر تو شہادت کا دوسرا لوگوں کی ان پر باتیں بنانے کا۔

اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جہاد میں نکلے پھر وہ سواری سے گر کر مر جائے یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے یا کسی طرح سے بھی مرے تو وہ جنت میں جائے گا۔

حدیث (۹)

جہاد کا مبارک غبار

ترجمہ: ابو عبس عبدالرحمٰنؓ ابن جبر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس بندے کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(صحیح البخاری، ص۔ ۳۹۵، ج۔ ۱)

تشریح حدیث:

اس حدیث مبارک میں جہاد کے راستے کے غبار کی فضیلت کا بیان ہے چونکہ جہاد کے مبارک عمل سے دنیا میں حق کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل سرنگوں ہوتا ہے اس لئے اس راستے کی ایک ایک چیز اور مجاہد کی ایک ایک ادا اللہ رب العزت کے نزدیک بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔

چونکہ مجاہد کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، حملہ کرنا، گھوڑا پالنا غرضیکہ سب اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اس لئے اللہ پاک مجاہد کو اس کے ہر عمل کے بدلے بے شمار عظیم الشان نعمتوں سے نوازتے ہیں جیسا کہ اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جہاد کے راستے میں چلنے والے مجاہد کے پاؤں کا غبار اسے جہنم کی دردناک آگ سے بچانے کا باعث بن جائے گا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور اکابرین امت اس غبار کے حصول کے لئے انتھک کوششیں کیا کرتے تھے۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فیض الباری ج۔ ۲ ص۔ ۲۲۵ پر نقل فرمایا کہ سلطان بایزید خان یلدرمؒ نے بجتر ۷۲ جنگوں میں حصہ لیا اور یہ سارے معرکے کفار

یورپ کے خلاف تھے سلطان کی عادت تھی کہ وہ ایک ہی قبا پہنے رکھتے تھے اور اسے تبدیل نہیں کرتے تھے۔ جب کسی معرکے سے فارغ ہوتے تو اس پر لگا ہوا غبار جمع فرمالیا کرتے تھے۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں اسی غبار کی قبر میں دفن کیا جائے۔

اللہ اکبر یہ ہے رسول اقدس ﷺ کے مبارک فرمان پر عملی یقین کہ اس قدر غبار جمع کیا کہ اسے اپنی نجات کا ذریعہ بنالیا۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی قبر کی مٹی اس کے جہاد کی گواہی دے گی۔ کاش ہمیں بھی یہ شوق اور ولولہ نصیب ہو جائے۔ (آمین)

اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے والہانہ عمل کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگائیے۔

ابو المصبح مقرائی بیان کرتے ہیں کہ ہم سرزمین روم میں ایک جماعت کے ساتھ چلے جارہے تھے۔ جس کے امیر مالک بن عبداللہ خثعمی تھے مالک بن عبداللہ کا گذر حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس سے ہوا جو اپنے خچر کو پکڑے ہوئے جارہے تھے۔ ان سے حضرت مالک نے فرمایا اے ابو عبداللہ سوار ہو جاؤ تمہیں اللہ نے سواری دی ہے۔ حضرت جابرؓ سمجھ گئے کہ مالک کا کیا مقصد ہے جواب میں فرمانے لگے میں اپنے جانور کو آرام دے رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں (مستغنی ہوں) اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں گرد آلود ہو جائیں اس کو اللہ پاک آگ پر حرام کردیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں پر سے نیچے کود پڑے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے آج کے دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جب جہاد کے راستے میں صرف گرد و غبار لگ جانے کی یہ فضیلت ہے تو پھر اس راستے میں اپنی پوری ہمت اور کوشش کو صرف کرنے کا کیا مقام ہوگا۔ یقیناً اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

☆ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

جس کے پاؤں اللہ کے راستے (جہاد) میں غبار آلود ہوئے اللہ اس سے جہنم کو ایک ہزار سال دور فرمادیتے ہیں۔ یعنی اتنی مسافت جہنم اس سے دور ہو جاتی ہے جتنی مسافت ایک تیز رفتار گھڑ سوار ایک ہزار سال میں طے کرتا ہے۔ یہ روایت طبرانی نے اوسط میں نقل فرمائی ہے۔ (فتح الباری ج۔٦ ص۔١١)

حدیث (١٠)

دنیا میں دوبارہ لوٹنے کی تمنا

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں جانے کے بعد دنیا میں لوٹ آنا پسند کرے۔ اگرچہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے کہ اس کی تمنا ہوگی کہ وہ دنیا میں واپس جاکر دسیوں مرتبہ دوبارہ قتل ہو بوجہ اس عمل کی کرامت کے جو وہ دیکھ چکا ہوگا۔

(صحیح بخاری، ص۔٣٩٥ ج۔١، باب تمنی المجاہد ان یرجع الی الدنیا)

(شہید کو جہاد اور شہادت کی حقیقی فضیلت اور کرامت کا پتہ جنت میں چلے گا تو وہ بار بار شہید ہونے کی تمنا کرے گا جبکہ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی دنیا میں اس کا علم ہو گیا اس لئے آپ نے دنیا ہی میں بار بار شہید ہونے کی تمنا ظاہر فرمادی (مرتب)

تشریح حدیث:

علامہ ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ شہادت کے فضائل میں جتنی احادیث وارد ہوئی

ہیں یہ حدیث ان سب سے اعلیٰ ہے وہ فرماتے ہیں نیک اعمال میں سے کوئی بھی ایسا عمل نہیں جس میں جان قربان ہوتی ہو سوائے جہاد کے۔ اس لئے اس کے اجر کو بھی بڑھادیا گیا ہے۔

(فتح الباری ص۔١١٥ ج۔٦)

☆ نسائی شریف کی روایت میں ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اللہ رب العزت اس سے فرمائے گا۔ اے ابن آدم! تو نے جنت میں کیسا مقام پایا؟ وہ کہے گا اے پروردگار میں نے بہت ہی اچھی جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم مانگو اور کچھ تمنا کرو۔ وہ کہے گا یا اللہ! میں کیا مانگوں اور کیا تمنا کروں؟ (مجھے سب کچھ مل چکا ہے) ہاں میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ میں تیرے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں (وہ یہ سوال کرے گا) کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھ چکا ہوگا۔

☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے والد کو کیا کہا؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا اے میرے بندے! مجھ سے کچھ تمنا کر میں تجھے عطاء کروں گا۔ تو انہوں نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے زندہ فرمادیجئے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری طرف سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ وہ (شہداء) دنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد تمام اعمال سے افضل ہے اس لئے صرف مجاہد ہی یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور جہاد کرکے شہید ہو اور کوئی یہ تمنا نہیں کرے گا۔ حالانکہ شہید کو جنت میں بھی بہت اعلیٰ وارفع مقام ملا ہوا ہوگا۔ مگر جہاد اور شہادت جیسے مزے دار اعمال کے لئے وہ جنت کی نعمتیں چھوڑ کر دنیا میں آنے کی درخواست کرے گا۔

آج ہم مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی نعمتیں قربان کرکے جہاد

کارلت اور شہادت کی موت پالیں یا کم از کم شہادت کے راستے کو اختیار کر کے اس کی پکی نیت تو کرلیں اور اللہ رب العزت سے صدق دل سے شہادت کا سوال کرلیں تاکہ محبوبیت کا یہ مقام ہمیں نصیب ہو اور ہم اس کا اظہار جنت میں اللہ کے سامنے یوں کر سکیں کہ یا اللہ! ہمیں دنیا میں واپس لوٹا تاکہ تیری راہ میں دوبارہ سہ بارہ شہید ہوں۔

اور پھر اس درخواست کی بدولت جنت میں اور درجات مل رہے ہوں اور اللہ پاک کا دیدار نصیب ہو رہا ہو۔ ایک حدیث شریف سے شہداء کے لئے قیامت سے پہلے اللہ کا دیدار ثابت ہوتا ہے۔

☆ حضرت جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے (شہید) والد سے کیا معاملہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی سے بھی بات نہیں کی مگر پردے کے پیچھے سے مگر تیرے والد سے آمنے سامنے بغیر حجاب کے گفتگو فرمائی۔ (الترغیب والترہیب۔ ص۔۳۳۶ ج۔۲)

حدیث (۱۱)

جنت کوندتی اور چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "یقین جانو جنت تلواروں کے سائے میں ہے"۔ (صحیح البخاری۔ ص۔۳۹۵ ج۔۱، باب الجنۃ تحت بارقۃ السیوف)

(چمکتی اور کوندتی تلواروں کا ترجمہ امام بخاری کے باب سے لیا گیا ہے۔ (مرتب)

تشریح حدیث:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کس قدر مختصر جامع

الفاظ میں جہاد کا شوق دلایا ہے الفاظ مختصر ہونے کے باوجود اس قدر عمدہ ہیں کہ ان میں مٹھاس محسوس ہوتی ہے۔ اس حدیث شریف میں جہاد پر ابھارا بھی گیا ہے اور جہاد کے اجر وثواب کا بھی بیان ہے اور دشمن کے بالکل سامنے جاکر تلوار استعمال کرنے کی بھی ترغیب ہے اور اس طرح سے گھمسان کی جنگ کرنے کا حکم ہے کہ تلواریں لڑنے والوں پر سایہ فگن ہو جائیں۔ بس اسی سائے کے نیچے جنت ہے۔ (فتح الباری ص۔۱۱۰ ج۔۶)

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کی مراد یہ ہے کہ جنت جہاد سے ملتی ہے۔

☆ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ مسلمان فتنۂ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں سوائے شہید کے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سر پر تلواروں کی چمک فتنے کے طور پر بہت ہو چکی ہے (یعنی اب اسے کسی اور فتنے اور عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا)۔ (کنز العمال۔ ص۔۵۹۶ ج۔۴)

ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ جس نے اللہ کے راستے میں تلوار کھینچی اس نے اللہ سے بیعت کرلی۔ (کنز العمال۔ ص۔۳۳۸ ج۔۴)

☆ خطیب نے حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ تلوار باندھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز بغیر تلوار باندھے نماز پڑھنے والے سے ستر گنا افضل ہے۔

(کنز العمال، ص۔۳۳۸ ج۔۴۔ سند صحیح)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔ (شمائل ترمذی، ص۔۷)

علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار ذوالفقار کا ذکر ہے جو فتح مکہ میں حضور ﷺ کے پاس تھی۔ (خصائل نبوی۔ ص۔۱۰۱)

حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی تلواریں تھیں ان کے خاص خاص نام تھے۔ سب

سے پہلی تلوار ماثور تھی جو آپ ﷺ نے والد سے وراثت میں پائی تھی۔ ایک کا نام قضیب، ایک کا نام قلعی، ایک کا نام بتار، ایک کا نام ذوالفقار تھا وغیرہ وغیرہ۔ (خصائل نبوی، ص۔ ۱۰۱)

ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرۃؓ کی تلوار کے موافق بنوائی وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس ﷺ کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔ (شمائل ترمذی، ص۔ ۷)

بنو حنیفہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور تھا۔ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس ﷺ کے اتباع میں ویسی ہی تلوار بناتے رہے۔
(خصائل نبوی ﷺ ص۔ ۱۰۳)

ان چند روایات سے تلوار کی فضیلت اور اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور تلوار کی یہ اہمیت اس لئے ہے کہ تلوار جہاد کا آلہ ہے۔

اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو اسلحہ کی اہمیت اور قدر و قیمت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور دین کے دفاع کے لئے اسلحہ سے محبت نصیب فرمائے۔

حدیث (۱۳)

جہاد کے لئے اولاد کی تمنا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے فرمایا آج میں اپنی سو یا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا (عدد میں راوی کو شک ہے) ہر بیوی ایک شہسوار جنے گی جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ (حضرت سلیمان

نے دل میں اللہ کی یاد اور اس کی رضا کی نیت کو کافی سمجھا) پس سوائے ایک بیوی کے اور کوئی حاملہ نہیں ہوئی اور ان ایک اہلیہ کے ہاں بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ (حضور علیہ السلام نے فرمایا) قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ اگر سلیمان علیہ السلام اس وقت انشاء اللہ کہہ لیتے تو ایسے شہسوار بچے پیدا ہوتے جو سارے کے سارے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

(صحیح البخاری، ص۔ ۳۹۵ ج۔ ۱، باب من طلب الولد للجہاد)

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مسلمان کو یہ نیت رکھنی چاہیے کہ وہ اپنے بیٹوں کو اللہ کے دین کا سپاہی بنائے گا جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیت فرمائی۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے ہوئے یہ نیت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا دیا تو وہ اسے اللہ کے راستے کا مجاہد بنائے گا تو اسے اس نیت کا اجر ملے گا۔ اگرچہ ایسا نہ ہو یعنی بیٹا ہی نہ ہو یا بیٹا ہو مگر وہ مجاہد نہ بن سکے۔
(فتح الباری، ص۔ ۷ ج۔ ۹)

اس روایت سے ان مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل دنیا کا غلام بنانے کی نیت کر لیتے ہیں اور پھر بزدلی اور عیش پرستی میں ان کی تربیت کرتے ہیں اور جہاد کے تو قریب بھی نہیں جانے دیتے۔

جہاد کا نام سن کر والدین تھر تھر کانپنے لگ جاتے ہیں کہ کہیں ان کے بیٹے جہاد میں نہ نکل جائیں اور اگر اللہ رب العزت کا کرم ان کی اولاد پر ہو جاتا ہے اور وہ جہاد پر نکل کھڑے

ہوتے ہیں تو ان والدین پر قیامت آجاتی ہے اور وہ طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے اپنے مسلمان نوجوان بیٹوں کو جنت کے میدان سے گھسیٹ لاتے ہیں اور انہیں دنیا میں پھنسا دیتے ہیں۔ آج کل تو یہ بھی ہو رہا ہے کہ والدین علماء کے پاس فتویٰ لینے چلے جاتے ہیں کہ ہمارے بیٹے ہماری اجازت کے بغیر جہاد میں چلے گئے ہیں کیا ان کا یہ عمل درست ہے علماء کرام تو شرعی اصولوں کو مد نظر رکھ کر فتویٰ دے دیتے ہیں مگر یہ لوگ ان فتاویٰ کو جہاد کے خلاف استعمال کرتے پھرتے ہیں حالانکہ اگر حضرات علماء کرام کے سامنے پوری کیفیت رکھی جائے اور ان والدین کی نیت اور کیفیت سے بھی انہیں آگاہ کیا جائے تو وہ یقیناً یہی فرمائیں گے کہ اللہ کی اطاعت ضروری ہے اگرچہ مخلوق ناراض ہو جائے اور مخلوق کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔ آج ہمارے مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے احکام پر غور کر کے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی حالت کو سامنے رکھ کر جہاد کے متعلق اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور اپنی اولاد کو خود جہاد کی ترغیب دے کر اس مبارک عمل میں نکالنا چاہئے اور اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے موت نہیں آسکتی اور اللہ کی نافرمانی والی زندگی سے اللہ کی اطاعت والی موت افضل ہے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ ہمارا اصل ٹھکانہ آخرت ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی عورتیں اپنے بچوں اور خاوندوں کو تیار کر کے جہاد میں بھیجتی تھیں۔

حضرت خنساءؓ کے کئی بیٹے میدان جہاد میں شہید ہو گئے اور کئی قریبی رشتے دار شہادت کا جام پی گئے مگر یہ باہمت مسلمان بی بی یہی پوچھتی رہی کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟

حضرت صفیہؓ نے اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کے جسم کے ٹکڑے دیکھے لیکن اپنے بیٹے زبیرؓ کو جہاد سے نہیں روکا بلکہ اور زیادہ ان کو شوق دلاتی رہیں۔

مگر آج کے مسلمان اپنے بچوں کو اس طرح پالتے ہیں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پال کر بڑا کرتی ہے اور لوگ ان کے کباب بنا کر کھا جاتے ہیں۔ آج ہمارے مسلمان اپنے

بچوں کو کافروں کے مقابلے میں اس طرح سے بے کس اور بے بس بنا رہے ہیں کہ ان میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کی ہمت تک نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کافروں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے۔ وہ جہاں چاہتے ہیں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور مسلمان ماؤں بہنوں کی عصمت کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ مسجدوں اور مدرسوں کو ویران کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس دردناک ذلت اور رسوائی سے بچنے کے لئے جہاد کا راستہ اختیار کریں، بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے نیت کریں کہ انہیں انشاء اللہ مجاہد بنائیں گے اور پھر خالص اسلامی اور جہادی طرز پر ان کی تربیت کریں، ان کے دلوں میں بچپن ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی محبت اور کفر سے نفرت بھر دیں۔ انہیں تیر اکی سکھائیں اور دوسری ورزشیں کرائیں۔ انہیں اپنے اسلاف کی شجاعت و بہادری کی داستانیں سنائیں۔ ان ننھے منے دلوں میں جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کا سوز بھر دیں۔ اگر آپ نے بچوں کی ان خطوط پر تربیت کی تو یہ کل انشاء اللہ اسلام کے غازی بنیں گے ماؤں بہنوں کے اور اسلامی شعائر کے محافظ بنیں گے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرناک دشمن ان کی طرف میلی نگاہ بھی نہ ڈال سکے گا۔ (انشاء اللہ)

حدیث (۱۳)

بزدلی سے اللہ کی پناہ

ترجمہ: عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات اس طرح سکھاتے تھے جس طرح استاد بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے اور فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ رب العزت کی پناہ مانگتے تھے۔ (ان کلمات کا ترجمہ یہ ہے)

اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے بدترین حصے میں پہنچا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں

دنیا کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔

(صحیح البخاری، ص۔ ۳۹۶ ج۔ ا، باب ما یتعوذ من الجبن)

تشریح حدیث:

حضور اکرم ﷺ نے اپنے مرض الوفاۃ میں ایک دن مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعاء کرا لے، روایت میں ہے کہ ایک صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بزدل ہوں اور زیادہ سونے کا مریض ہوں حضور اقدس ﷺ نے ان کے لئے بھی دعاء فرمائی، حضرت فضلؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا۔ (خصائل نبوی، ص۔ ۱۳۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ بزدلی سے انتہائی نفرت فرماتے تھے اور اس سے اسی طرح پناہ مانگتے تھے جس طرح کفر، شرک، نفاق اور حب دنیا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دنیا سے کفر و شرک مٹانے کے لئے بھیجا اس لئے آپ ﷺ کو بہادری اور شجاعت کی صفت سے نوازا۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ **وانا الماحی الذی یمحواللہ بی الکفر۔**

(شمائل ترمذی ص۔ ۲۵)

ترجمہ: اور میرا نام ماحی (مٹانے والا ہے) اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جب لڑائی زوروں پر ہوتی تھی اور میدان جنگ گرم ہوتا تھا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے اور آپ سے زیادہ دشمن کے اور کوئی قریب نہ ہوتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کو بدر کے دن دیکھا جب ہم آپ کے پیچھے پناہ لئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ ہم سب میں دشمن کے زیادہ قریب تھے اس دن آپ نے سب سے زیادہ

گھمسان کی جنگ لڑی۔ (نور الیقین ص۔ ۲۷۷)

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازبؓ سے سنا کہ ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ اے ابو عمارہ کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں فرار اختیار کیا تھا؟ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری۔

(صحیح البخاری، ص۔ ۴۱۰ ج۔ ۱)

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ (تیروں کی بوچھاڑ) میں بھی یہ اشعار پڑھ رہے تھے اور ثابت قدم کھڑے تھے۔

"انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب"

ترجمہ: "میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں۔" (صحیح البخاری ص۔ ۴۱۰ ج۔ ۱)

ان احادیث سے بزدلی کی مذمت اور بہادری اور شجاعت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ بزدلی کی یہ مذمت اس وقت ہے جب کوئی آدمی اپنی بزدلی کی وجہ سے جہاد سے دور رہے اور دوسروں کو بھی اس مبارک عمل سے دور رکھے اور ہمیشہ لوگوں سے ڈرتا رہے لیکن اگر کوئی آدمی طبعی اور فطری طور پر بزدل ہو مگر اپنی اس بزدلی کے باوجود دل پر جبر کر کے میدان جہاد میں نکلتا ہے تو اس کو بہادر مجاہد سے بھی زیادہ اجر ملے گا کیونکہ اس کا نفس اس عمل پر آمادہ نہیں تھا اب اس نے مشقت برداشت کر کے اپنے آپ کو آمادہ کیا اور ایسی جگہ جا پہنچا جہاں اوپر نیچے اور دائیں بائیں ہر طرف موت ہی موت ہے تو اسے یقیناً اپنی طبعی بزدلی کی وجہ سے شدید خوف محسوس ہوگا اور سخت تکلیف پہنچے گی مگر وہ اللہ پاک کی رضا کے لئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے اور میدان جہاد میں ڈٹا رہتا ہے تو یقیناً اسے اس بہادر مجاہد سے زیادہ اجر ملے گا جسے ان میدانوں میں کوئی خوف محسوس ہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ "بہادر بھی جہاد کرتا ہے اور بزدل بھی مگر بزدل کو بہادر سے دوگنا اجر ملتا ہے۔"

دوسری اہم بات یہ ہے کہ بہادری پیدا کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ آدمی میدان جہاد میں نکلے۔ اس لئے کہ جس ماحول میں ہم رہتے ہیں یہ ماحول تو شیروں کو بھی گیدڑ بنا دیتا ہے۔ اس وجہ سے بزدلی کا مرض اتنا عام ہو چکا ہے کہ اب تو اسے عیب بھی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے بھی ایک اچھی صفت سمجھ لیا گیا ہے۔ تھوڑی سی تیز آواز سن کر اگر دل دھڑکنے لگ جائے تو اسے اپنی نزاکت طبع پر محمول کر کے داد وصول کی جاتی ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ایک زمانہ تھا جب پوری دنیا پر تمہاری دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور تم شہادت کی موت کو اس سے زیادہ مرغوب رکھتے تھے جتنا ایک کافر شراب کو مرغوب رکھتا ہے۔ اس لئے مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی جان و مال اور تہذیب محفوظ تھی۔ آج بزدلی کی وجہ سے نہ ہمیں سکون کی زندگی میسر ہے نہ موت۔ ہر طرف سے ذلت اور غلامی کے تاریک سائے ہم پر چھا چکے ہیں اور ہماری جان و مال، آبرو اور تہذیب سب کا آئے دن جنازہ نکالا جا رہا ہے۔ اب بھی موقع ہے کہ جہاد کے راستے کو اختیار کر کے کفار کی غلامی کا طوق گلے سے نکال پھینکو اور عزت کی زندگی اور شہادت کی موت کے حقدار بن جاؤ۔

حدیث (۱۴)

جہاد کی برکت سے دونوں جنت میں

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان دو آدمیوں پر مسکراتے ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا تھا پھر دونوں جنت میں داخل ہوئے (یعنی قاتل اور مقتول) پہلا تو اس لئے (جنت میں داخل ہوتا ہے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے اور شہید کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ قاتل کی

توبہ قبول کر لیتے ہیں اور وہ بھی (قتال کرتے ہوئے) شہید ہو جاتا ہے۔" (صحیح البخاری ص۔ ۳۹۶ ج۔ ۱)

تشریح حدیث:

اسی قسم کا ایک واقعہ (مجمع الفوائد، ص ۶ ج ۳) پر مذکور ہے۔

☆ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک غزوے میں تھے کافروں میں سے ایک شخص کا مسلمانوں کے ایک شخص سے ابتدائی مقابلہ ہوا۔ اس مشرک نے مسلمان کو قتل کر دیا پھر مسلمانوں میں سے ایک اور شخص مقابلے کے لئے نکلا۔ مشرک نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ مشرک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ "آپ کس چیز پر قتال کرتے ہیں؟" (یعنی کس مقصد کے لئے لڑتے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم لوگوں سے قتال کریں یہاں تک کہ وہ گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ پاک کے حقوق کو ادا کریں۔" اس مشرک نے کہا کہ "یہ تو بہت ہی عمدہ بات ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں" پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکین پر حملہ کر دیا اور وہ قتال کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اس کو اٹھا کر ان دونوں مسلمانوں کے ساتھ رکھ دیا گیا جن کو اس نے قتل کیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "یہ اہل جنت میں ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہوں گے۔"

(بزار، مجمع الفوائد، ص۔ ۶۔ ج۔ ۳)

فائدہ: حدیث شریف میں ہے کہ اللہ رب العزت کے ہنسنے سے مراد اللہ رب العزت کی رضا اور رحمت ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ ہنسنے سے مراد اجر عطاء کرنا ہے یعنی اللہ رب العزت اجر عطاء فرماتا ہے۔

اس حدیث شریف سے بھی جہاد کی عظمت اور شہادت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لئے صرف مومن ہونا کافی ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص اعمال یا ایمان کے کسی خاص درجے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ وہ شخص ابھی ابھی مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے اور پھر فوراً مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو رہا ہے اور بارگاہ نبوت ﷺ سے بشارت پا رہا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان ایک مرتبہ ہمت کر کے اس مبارک عمل کے لئے تیار ہو جائے تو پھر اللہ رب العزت کی رحمتوں کے دریا کے دریا اس پر بہا دیے جاتے ہیں لیکن انسان کا خطرناک دشمن "نفس" انسان کو جہاد پر آمادہ نہیں ہونے دیتا اور طرح طرح کے بہانے سمجھاتا ہے کیونکہ جہاد میں تو نفس کی موت ہے اور شیطان کے لئے ذلت اور رسوائی۔ اس لئے نفس و شیطان کی کوشش ہے کہ مسلمان جہاد سے دور رہیں لیکن جو خوش قسمت انسان ہمت کر کے اس عمل کو اختیار کر لے تو پھر وہ رحمت خداوندی کے سمندروں کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو البتہ اس کی نیت اللہ رب العزت کی رضا کے لئے جہاد کرنے کی ہو۔ اس کے سوا اور کسی چیز کو مقصود نہ بنائے۔

حدیث (۱۵)

مجاہد کا روزہ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) ایک روزہ بھی رکھا تو اللہ تعالیٰ اسے ستر سال جہنم سے دور کر دے گا۔ (صحیح البخاری، ص۔ ۳۹۸ ج۔ ا، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ جب فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے) کا لفظ مطلق

بولا جائے تو اس سے جہاد مراد ہوتا ہے۔ (حاشیہ صحیح البخاری)

امام بخاریؒ کے نزدیک قرآن و حدیث میں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہے)

(تفہیم البخاری ص۔ ۸۰ ج۔ ۲)

تشریح حدیث:

مجاہد کے اکرام و اعزاز کے لئے اس کے تمام اعمال کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ ویسے مجاہد کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جہاد کے دوران روزہ چھوڑ بھی سکتا ہے بلکہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک جہاد کے سفر میں کچھ لوگوں نے روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے روزہ نہ رکھا۔ منزل پر پہنچ کر روزے دار تو لیٹ گئے جبکہ غیر روزے داروں نے خوب کام کیا۔

☆ اس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ذهب المفطرون اليوم بالاجر۔ (صحیح البخاری ص۔ ۴۲۰ ج۔ ۱)

ترجمہ: آج روزہ چھوڑنے والے اجر میں سبقت لے گئے۔"

مجاہد کے روزے کی طرح اس کی تلاوت، اس کے ذکر، اس کی نماز اور اس کے خرچ کا بھی اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت سہل بن معاذ الجہنیؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک ہزار آیات کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ لیتے ہیں۔"

(سنن کبریٰ بیہقی، ص۔ ۱۷۲ ج۔ ۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "نماز، روزہ اور ذکر کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔"

(سنن کبریٰ بیہقی، ص۔ ۱۷۲ ج۔ ۹)

حدیث (۱۶)

جنت کے ہر دروازے سے بلاوا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جس نے اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک جوڑا (کسی بھی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے اور جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (کہے گا) اے فلاں اس دروازے سے داخل ہو جائیے۔" (اس پر) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ پھر تو اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا" تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے۔"

(صحیح البخاری، ص۔۳۹۸ ج۔۱، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)

حدیث (۱۷)

مجاہد کو سامان دینے اور اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کا اجر

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن خالد سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لئے ساز و سامان مہیا کیا، اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے خیر خواہی کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے گھر کی دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔" (صحیح البخاری، ص۔۳۹۹ ج۔۱، باب فضل من جہز غازیا او خلفہ بخیر)

تشریح حدیث (۱۶، ۱۷):

قرآن و سنت میں جگہ جگہ جہاد کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب مختلف طریقوں سے دی گئی ہے اور خرچ نہ کرنے پر وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک آیت کریمہ مع مختصر تشریح کے ذکر کی جاتی ہے۔ اس کے بعد چند احادیث کریمہ ذکر کی جائیں گی۔

قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے!

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ (سورہ بقرہ، آیت۔۱۹۵)

ترجمہ: "اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔"

اس آیت کریمہ کے خلاصہ تفسیر میں حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں "اور تم لوگ جان کے ساتھ مال بھی خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو کہ ایسے مواقع میں جان و مال خرچ کرنے سے جبن یا بخل کرنے لگو۔ جس کا نتیجہ تمہارا ضعیف اور مخالف کا قوی ہو جانا ہے جو کہ عین تباہی ہے۔" (معارف القرآن، ص۔۴۷۲ ج۔۱)

تفسیر مظہری کے مصنف جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس آیت کریمہ کی تشریح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ) سے مراد جہاد ہے۔ (تفسیر مظہری، ص۔۲۶۷ ج۔۱)

آگے اسی آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں "معنی" آیت کے یہ ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم جہاد چھوڑ بیٹھے تو تمہارا دشمن تم پر غالب آجائے گا۔ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ حتی کہ شہید ہو کر قسطنطنیہ کے شہر پناہ کے نیچے مدفون ہوئے۔

☆ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ ہی اس کے جی میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک شاخ لے کر مرا۔ (تفسیر مظہری، ص۔۳۴۸ ج۔۱)

امام بخاری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نزلت فی النفقۃ کہ یہ آیت جہاد میں خرچ کرنے سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح البخاری ص۔۶۴۸ ج۔۱)

امام بخاری کے اس قول کی تشریح محشیؒ یوں فرماتے ہیں کہ **الظاهر ان مراده النفقة فی الجهاد فانه لولم ینفق فیه غلب علیهم الکفار واهلکوهم.**

(حاشیہ بخاری، ص۔۶۴۸ ج۔۱)

ترجمہ: اور نفقہ سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے کیونکہ اگر جہاد میں مال خرچ نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور مسلمانوں کو ہلاک کر دیں گے۔

آیت کریمہ کا شان نزول

☆ اسلم ابی عمران فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کی طرف نکلے، اس وقت ہمارے امیر عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ تھے، رومیوں کی طرف سے ایک بہت بڑا لشکر مقابلے کے لئے نکلا، ہم بھی ان کے مقابلے میں بہت بڑی تعداد میں صف آراء ہوئے۔ اچانک مسلمانوں میں سے ایک شخص نے تنہا رومیوں پر حملہ کر دیا اور ان کی صفوں میں گھس گیا۔ لوگ چیخ پڑے کہ اس نے خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈال دیا تو حضرت ابوایوب

انصاریؓ نے ارشاد فرمایا "اے لوگو! تم اس آیت کی غلط تاویل کر رہے ہو، یہ آیت تو ہم انصاریوں کے متعلق نازل ہوئی، اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب حق تعالی نے اسلام کو غلبہ دیا اور اسلام کے حامی بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے سرگوشی کی کہ اب تو اللہ تعالی نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے۔ (یعنی جہاد کی ضرورت نہیں) اور اس زمانہ قتال میں ہمارے بہت سے مال برباد اور تباہ ہو گئے آؤ ان کا کچھ تدارک کریں اور ان کی دیکھ بھال کریں، اس کے رد فرمانے کے لئے حق تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔"

(تفسیر ابن کثیر ص۔۲۲۷ ج۔۱، الکشاف ص۔۲۳۴ ج۔۱، المظہری ص۔۳۹۸ ج۔۱)

آیت شریفہ میں تہلکہ یعنی ہلاکت سے مراد مال کی اصلاح، تدارک نقصان اور جہاد چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (مظہری، ص۔۳۹۸ ج۔۱)

حضرت اقدس مفتی محمد شفیعؒ صاحب رقم طراز ہیں کہ

"اس سے ثابت ہوا کہ ترک جہاد مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے،"

(معارف القرآن ص۔۴۷۷ ج۔۱)

جہاد میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے

کیونکہ جب اہل مال اپنے اموال کو مجاہدین پر خرچ کر کے انہیں مضبوط نہیں کریں گے اور اپنے اموال کے ذریعے سے مجاہدین کے لئے آلات حرب نہیں خریدیں گے تو مجاہدین کمزور ہو جائیں گے اور ان کا دشمن مضبوط ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ دشمن غالب آجائے۔ اس وقت وہ مسلمانوں کی تمام املاک اور اموال کو بھی چھین لیں گے اور مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں گے اور ان پر کافرانہ قوانین کو مسلط کریں گے، تو اس وقت مجاہدین سے مال روک کر رکھنے والوں کو سوائے ندامت اور پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جہاد بالمال کی ضرورت

بعض اوقات مال کی ضرورت میدان جہاد میں افراد سے بھی بڑھ کر پیش آتی ہے کیونکہ بغیر جنگی سامان کے جہاد نہیں ہو سکتا اسی لئے شریعت محمدیہ میں جہاد پر خرچ کرنے کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں کیونکہ مال جہاد میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کی دعوت جہاد پر فقراء بھی جہاد کے لئے حاضر خدمت ہوتے مگر مال کی کمی کی وجہ سے بعض مرتبہ ان کی سواری وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکتا تو وہ روتے ہوئے لوٹتے۔ اس غم پر جو انہیں جہاد سے محرومی کی وجہ سے پہنچتا تھا اس حالت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ (سورۃ التوبہ۔ ۹۲)

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی گناہ ان لوگوں پر کہ جب وہ آئیں آپ کے پاس تاکہ آپ ان کو سواری دیں۔ تو آپ کہیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار کردوں تو وہ واپس لوٹتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اس غم میں کہ وہ نہیں پاتے وہ چیز جو خرچ کریں۔

اسی لئے ہر ایمان والے پر واجب ہے کہ اگر اللہ پاک نے اسے مالی وسعت سے نوازا ہے تو اس مال کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اور ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد میں خرچ کرے اور اس سلسلے میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ روکے کیونکہ یہ اجتماعی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابو سعود فرماتے ہیں مال کو روکنا اور اس سے محبت رکھنا یہ ہمیشہ کی ہلاکت کا باعث ہے اسی وجہ سے بخل کو ہلاکت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(تفسیر ابی السعود ص۔ ۲۵۵ ج ۱)

اب اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

☆ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں جان و مال کے ساتھ جہاد کرتا ہو۔

(بخاری)

اسی افضلیت کا اعلان قرآن مجید نے بھی واضح الفاظ میں فرمایا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اللہ کی راہ میں جان اور مال کی قربانی دینے والوں کے مقابلے میں وہ لوگ کہاں ہو سکتے ہیں جو یہ قربانی پیش نہیں کر سکتے۔ اللہ رب العزت کی حقیقی محبت اور رحمت بھی انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ کے ساتھ جان و مال کا کیا ہوا عہد سچا کر دکھاتے ہیں اور کسی بھی آنے والی تکلیف کی پرواکئے بغیر اسلام کے غلبے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر تن، من و دھن کی بازی لگا دیتے ہیں۔

عظیم الشان اجر

☆ حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیسے بھیجے اور خود گھر پر رہا اس کو ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود جنگ کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مال خرچ کیا تو اسے ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں ثواب کو بڑھا دیتے ہیں۔

(ابن ماجہ ص۔ ۱۹۸)

ایک اہم نکتہ: علامہ آلوسیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اجر کا اس قدر بڑھنا صرف

جہاد کے ساتھ خاص ہے یعنی جہاد میں خرچ کرنے پر اللہ رب العزت اس قدر اجر بڑھاتے ہیں جبکہ جہاد کے سوا دیگر کسی بھی راستے میں خرچ کرنے سے اجر اس قدر نہیں بڑھتا بلکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے۔ (روح المعانی ص۔۷۸)

☆ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے بہترین دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے جہاد میں اپنے گھوڑے پر خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے جہاد میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔

(ابن ماجہ ص۔۱۹۸)

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مجاہد کے ساز وسامان کا انتظام کرے اس کو اس غازی جیسا ہی اجر ملے گا اور غازی کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(ابن ماجہ ص۔۱۹۸)

☆ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اسے سات سو گنا اجر وثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غازی کو جہاد کا ثواب ملتا ہے اور غازی کو اجرت اور معاوضہ دینے والے کو اجرت دینے کا بھی ثواب ملتا ہے اور غازی کا بھی ثواب ملتا ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یہ تمام فضائل ان حالات میں ہیں جب جہاد فرض کفایہ ہو اور مسلمانوں کی طرف سے ایک جماعت یہ فریضہ ادا کر رہی ہو اور دوسرے لوگ ان کی مالی معاونت اور ان کے گھروں کی دیکھ بھال میں مصروف ہوں مگر جب کافر مسلمانوں کے کسی ملک پر حملہ کر دیں یا کسی اور صورت سے جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر ہر مسلمان پر جان اور مال دونوں کی قربانی ضروری ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت ابوذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جن مسلمانوں کے تین نابالغ بچوں کا انتقال ہو جائے اللہ پاک انہیں اپنے فضل ورحمت سے جنت میں داخل فرماتے ہیں اور جو آدمی اللہ کی راہ میں اپنے مال سے دو جوڑے خرچ کرے تو جنت کے دربان (فرشتے) ان کی طرف دوڑتے ہیں یعنی اس کا استقبال کرتے ہیں اور اسے بلاتے ہیں۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۷۱ ج۔۹)

فائدہ: اس روایت میں جوڑے سے مراد دو غلام یا دو اونٹ یا دو بکریاں ہیں یا اس طرح کی کوئی اور چیزیں۔ یہ اللہ کے راستے (جہاد) میں خرچ کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے اور خرچ کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ ترین صدقہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خیمہ کا سایہ، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خادم کا دینا یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں نوجوان اونٹنی کا دینا ہے۔ (ترمذی/کنزالعمال ص۔۲۸۳ ج۔۴)

چونکہ یہ تینوں چیزیں مجاہدین کے لئے سخت ضرورت کی ہیں اس لئے اسے اعلیٰ ترین صدقہ فرمایا گیا۔ مجاہدین کو رہنے کے لئے خیمے اور خدمت کے لئے افراد اور پیش قدمی کے لئے سواری کی سخت ضرورت پڑتی ہے اور چونکہ یہ تینوں چیزیں قیمتی اور محبوب بھی ہیں اس لئے ان کے خرچ سے یہ عظیم ثواب ملتا ہے۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جس نے کسی غازی کو سایہ دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۷۲ ج۔۹)

چونکہ مجاہد اللہ پاک کے کلمے کو بلند کرنے کی خاطر نکلتا ہے اس لئے جو کوئی بھی اس پر احسان کرتا ہے اللہ پاک اس احسان کا بدلہ خود ادا فرماتے ہیں۔

☆ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے

جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے اور وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے، اور لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوں۔ (ابوداؤد / کنز العمال ص۔۲۸۷)

اس حدیث شریف میں جان کے ساتھ مال خرچ کرنے کی بھی فضیلت مذکور ہے اور اس کو کمال ایمان کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں جان اور مال کے ساتھ محبت کا عنصر وافر مقدار میں موجود ہے اور جب یہ اپنی دونوں محبوب چیزیں اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو اسے ایمان کی حلاوت اور ایمان کا کمال درجہ عطاء کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لیلۃ الاسراء میں حضور ﷺ کا گزر حضرت جبرئیل کے ساتھ ایک ایسی قوم پر ہوا جو ایک دن میں کھیتی بوتے اور ایک دن میں کاٹتے جب وہ کاٹ لیتے تو کھیتی دوبارہ پیدا ہو جاتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ یہ مجاہدین ہیں ان کی نیکی کا اجر سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے یہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں انہیں اس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب ص۔۳۷۹)

چونکہ جہاد کے ذریعے سے اعلائے کلمۃ اللہ ہوتا ہے، باطل مٹتا ہے اور حق غالب آتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی زندہ ہوتا ہے۔ دین اسلام اور قرآن کا نظام عملی طور پر نافذ ہوتا ہے اسلام کی عظمت کو دیکھ کر لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کا اجر اس قدر بڑھا دیا جاتا ہے اور چونکہ جہاد کے ذریعے سے خیر کے کاموں کو ترقی ملتی ہے اور نیکی کی ترویج اور اشاعت ہوتی ہے اس لئے جہاد کرنے والوں اور جہاد میں خرچ کرنے والوں کو ان سب نیکیوں کا اجر بھی ملتا ہے۔ اور اللہ پاک دنیا اور آخرت میں اس کا بدلہ بھی عطاء فرماتے ہیں۔

حدیث (۱۸)

جہاد میں جاسوسی کی فضیلت

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن کی خبر میرے پاس کون لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا "میں" حضور ﷺ نے پھر پوچھا کہ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا؟ حضرت زبیرؓ نے فرمایا "میں" تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیرؓ بن العوام ہیں۔

(صحیح البخاری ص۔۳۹۹ ج۔۱)

حواری کے معنی خصوصی معاون و مددگار کے ہیں۔

[امام بخاریؒ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ ہے باب فضل الطلیعۃ، ہم نے عنوان میں اسی کا ترجمہ لکھا ہے کہ جہاد میں جاسوسی کی فضیلت] (مرتب)

تشریح حدیث:

حضور اکرم ﷺ ایک کامیاب ترین کمانڈر بھی تھے۔ آپ ﷺ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام نبی الملاحم بھی ہے جس کا معنی ہے جنگوں والے نبی۔

☆ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

انا محمد وانا احمد وانا نبی الرحمۃ ونبی التوبۃ وانا المقفی وانا الحاشر ونبی الملاحم۔ (شمائل ترمذی ص۔۲۵)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفی (آخری نبی) ہوں اور حاشر

ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ملاحم ملحمہ کی جمع ہے۔ ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل و قتال ہو۔ حضور ﷺ کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اور حضور ﷺ کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا۔ نیز اس امت میں جہاد ہمیشہ رہے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامتؑ تک رہے گا حتیٰ کہ اخیر حصہ امت دجال سے قتال کرے گا۔ (فضائل نبوی ص ۳۷۷)

آنحضرت ﷺ تمام جنگی امور و فنون کی مہارت رکھتے تھے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں حضور ﷺ کی جنگی تدابیر اور حکمتوں کو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔

خود آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام کو یہ اصول بیان فرمایا کرتے تھے کہ۔

"الحرب خدعۃ" کہ جنگ تو تدبیر و حیلے کا نام ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ جنگی امور میں توریہ فرمایا کرتے تھے یعنی صراحت سے بیان کرنے کی بجائے ذو معانی الفاظ استعمال فرماتے تھے تاکہ جنگ کا معاملہ خفیہ رہے۔ خصوصاً فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنی جنگی تیاری اور ارادے کو انتہائی مخفی رکھا اور تمام حالات پر کڑی نظر رکھی۔ جب ایک صحابی کی طرف سے تھوڑی سی چوک ہوئی اور انہوں نے مشرکین مکہ کو اس کی خبر کرنے کی کوشش کی تو حضور ﷺ نے اس کوشش کو ناکام فرما دیا اور اتنی بڑی تیاری کو اتنا مخفی رکھا کہ مشرکین کو اس وقت خبر ہوئی جب آپ کا لشکر جرار ان کے سروں پر پہنچ گیا اور اس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ مکرمہ بغیر خونریزی کے فتح ہوا۔ سوائے ایک آدھ مقام کے کہیں بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہ ایک بہت بڑی جنگی حکمت عملی تھی۔

آنحضرت ﷺ اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر اللہ کے دشمنوں سے برسرپیکار رہتے

تھے اس لئے آپ ﷺ دشمن کی ایک ایک چال پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ دشمن ہر وقت تاک میں لگا ہوا ہے مگر آنحضرت ﷺ کی جنگی تدابیر کی بدولت اور اپنے دشمن پر کڑی نظر رکھنے کی بدولت اسلام کے خلاف ہونے والی کئی بڑی سازشوں کو پہنچنے سے قبل ختم کر دیا گیا۔ ان سازشوں میں خالد بن سفیان ھذلی۔ کعب بن اشرف اور مسجد ضرار کی سازشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خالد بن سفیان ھذلی حضور ﷺ کے خلاف لشکر تیار کر رہا تھا آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر اس کا خاتمہ کرا دیا۔

کعب بن اشرف یہودی مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن وار کی تدبیر بنا رہا تھا کہ حضور ﷺ نے محمدؓ بن مسلم کو مامور فرمایا جنہوں نے اسے ختم کر دیا۔

مسجد ضرار یہودیوں اور منافقوں کی ایک منظم سازش تھی جس کو کامیابی سے پہلے پہلے ختم کر دیا گیا۔

انہی جنگی چالوں میں سے ایک اہم چال دشمن کے لشکر کی خبر گیری ہے جس کے لئے حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تو حضرت زبیرؓ تیار ہو گئے جس پر انہیں بارگاہ نبوت سے حواری کا عظیم لقب ملا۔

حضور ﷺ کا جنگی امور میں اس قدر دلچسپی لینا اور اس قدر توجہ فرمانا اللہ رب العزت کے احکام کی بدولت تھا۔

آج بھی مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے ان احکام اور حضور ﷺ کے طریقوں کو زندہ کر کے اپنے دشمن کو زیر کر سکتے ہیں اور اسلامی عظمت کا دور واپس لوٹ سکتا ہے۔

حدیث (۱۹)

گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر وبرکت رکھ دی گئی ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص ۳۹۹ ج۔ ا باب الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمۃ)

فائدہ: دوسری روایت میں خیر وبرکت کی تشریح اجر اور غنیمت سے کی گئی ہے۔

(صحیح البخاری ص۔ ۴۰۰ ج۔ ا)

فائدہ: یہ حدیث بھی ان احادیث میں سے ہے جن سے قیامت تک جہاد کے جاری رہنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ (مرتب)

حدیث (۲۰)

جہاد کے لئے گھوڑا پالنے کا اجر

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کی لید اور پیشاب سب قیامت کے دن اس کے میزان (حسنات) میں ہوگا۔ (یعنی ان سب چیزوں پر اجر ملے گا)

(صحیح البخاری۔ ص ۴۰۰ ج۔ ا باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ)

حدیث (۲۱)

حضور ﷺ گھوڑے کی ننگی پشت پر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والوں پر (ایک آواز سن کر) کوئی خوف طاری ہوگیا سب لوگ اس آواز کی طرف نکلے۔ نبی کریم ﷺ ان سب سے پہلے نکل چکے تھے اور آپ ہی نے اس واقعہ کی تحقیق کی۔ آپ ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے مت ڈرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے گھوڑے کو سمندر پایا (یعنی ابو طلحہ کے گھوڑے کی تعریف فرمائی کہ یہ تو سمندر کی طرح ہے)

(صحیح البخاری۔ ص ۴۰۷ ج۔ ا باب الحمائل وتعلیق السیف بالعنق)

تشریح حدیث ۱۹، ۲۰، ۲۱:

چونکہ جہاد میں دین اسلام کی عظمت اور بقاء ہے اس لئے مسلمانوں کو وہ تمام چیزیں مہیا کرنے کا حکم دیا گیا جو چیزیں جہاد میں معاون ومددگار ثابت ہوسکتی ہیں اور ان چیزوں کے مہیا کرنے پر بھی اجر وثواب کے وعدے کئے گئے، کیونکہ اسلام کی عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد ضروری ہے اور جہاد کے لئے اسباب جہاد کی ضرورت ہے۔ اس لئے جہاد کی نسبت سے ان اسباب جہاد میں بھی بے بہا اجر وثواب کے خزانے رکھے گئے ہیں۔

آلات جہاد میں گھوڑے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن

مجید میں مسلمانوں کو جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (الانفال۔۶۰)

ترجمہ: اور تیار کرو ان (کفار) سے لڑائی کے لئے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔

☆ مسلم شریف میں حضرت جریرؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلیاں پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے۔

☆ نسائی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک گھوڑوں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہ تھی۔

(فتح الباری۔ ص ۶۶ ج۔ ۷)

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں یہ بشارت ہے کہ اسلام اور مسلمان قیامت تک رہیں گے اس لئے قیامت تک گھوڑوں کی پیشانی میں خیر کا ہونا یہ اس بات کی علامت ہے کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا اور جب جہاد ہوگا تو مجاہدین بھی ہوں گے اور یہ مجاہدین مسلمان ہوں گے تو معلوم ہوا کہ دین اسلام اور اس کے ماننے والے قیامت تک رہیں گے۔ (فتح الباری۔ ص ۶۷ ج ۶)

ابن مردویہ نے تفسیر میں حضرت ابن عباس کی حدیث سے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ "شیطان گھوڑے کی پیشانی پر نہیں آسکتا۔"

☆ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے (جہاد) میں گھوڑا باندھا پھر اپنے ہاتھ سے اس کا چارہ بنایا تو اسے ہر

دانے کے بدلے نیکی عطاء کی جائے گی۔ (رواہ ابن ماجہ، فتح الباری۔ ص۔ ۶۷ ج۔ ۶)

☆ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین طرح کے لوگوں کی ملکیت ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کے لئے وہ باعث اجر ہیں اور بعض لوگوں کے لئے پردہ اور بعض کے لئے وبال جان ہیں۔ جس کے لئے گھوڑا اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) اسے پالتا ہے پھر کسی شاداب جگہ (جہاں چارہ زیادہ ہو) اس کی رسی کو لمبا کر کے باندھتا ہے تو گھوڑا اس چرنے کی شاداب جگہ سے اپنی رسی میں بندھا ہوا جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے مالک کو اس کی وجہ سے نیکیاں ملتی ہیں اور اگر وہ گھوڑا اپنی رسی توڑ کر ایک دو شوط بھاگ جائے تو اس کے قدم کے آثار میں بھی مالک کے لئے حسنات ہیں اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر سے گزرے اور اس سے پانی پی لے اگرچہ مالک نے اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو پھر بھی مالک کو اس سے حسنات ملتی ہیں۔ دوسرا شخص وہ ہے جو گھوڑا فخر و دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں باندھتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال جان ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص ۴۰۰ ج ۱)

حضور اکرم ﷺ خود بھی گھڑسواری فرمایا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے اسی طرح ہمارے اسلاف گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری کو پسند فرماتے تھے۔

☆ امام بخاریؒ نے صفحہ نمبر ۴۰۱ پر باب باندھا ہے۔ (سرکش جانور اور گھوڑے کی سواری کا بیان) پھر راشد بن سعد کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ ہمارے اسلاف (نر) گھوڑے کی سواری پسند کرتے تھے کیونکہ وہ دوڑتا بھی تیز ہے اور جری بھی بہت ہوتا ہے۔ خود حضور ﷺ نے ابوطلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سواری فرمائی اور پھر اس گھوڑے کی تیزی کی تعریف فرمائی۔

بہر حال یہ ایک طویل موضوع ہے۔ جس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑے کے اس قدر فضائل اور گھوڑا باندھنے اور اس پر سواری کرنے کی اس قدر ترغیب

کی وجہ صرف یہی ہے کہ گھوڑا اس دور میں جہاد کا سب سے بہترین ذریعہ اور آلہ تھا۔

تو جو چیز بھی جہاد کے لئے بطور آلے اور ذریعے کے ہوگی اس کو رکھنے میں اور سیکھنے میں اجر ہوگا۔

اس لئے مسلمانوں کو ان شرعی احکام کی پیروی کرتے ہوئے جنگی فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہئے اور اسباب حرب اور آلات جنگ کو اپنے پاس ہمیشہ تیار رکھنا چاہئے تاکہ اجر و ثواب بھی ملتا رہے اور ضرورت پڑنے پر پریشانی اور محرومی بھی نہ ہو۔

حدیث (۲۲)

اللہ رب العزت کی طرف سے اجر، غنیمت اور جنت کی ضمانت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ضمانت لی ہے اس شخص کی جو نکلے اس کے راستے (جہاد میں) اسے جہاد میں نہ نکالا ہو مگر مجھ پر ایمان لانے نے اور میرے انبیاء کو سچا ماننے نے کہ میں اسے لوٹاؤں گا اجر اور غنیمت کے ساتھ یا اسے جنت میں داخل کروں گا (حضور ﷺ نے فرمایا) اگر مجھے امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے دستے سے بھی پیچھے نہ رہتا۔ میری آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ (صحیح البخاری۔ ص۔ ۱۰ ج۔ ۱۔ باب الجہاد من الایمان)

تشریح حدیث:

یعنی یا تو اسے غازی بنا کر اجر و ثواب کے ساتھ لوٹایا جائے گا یا شہادت کے مقام پر

فائز کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مجاہد کے لئے ہر حال میں رحمت ہی رحمت اور کامیابی ہی کامیابی ہے۔ زندہ رہے گا تو غازی، مارا جائے گا تو شہید۔ اسے فتح ہو یا شکست، وہ اپنے دشمن پر غالب رہے یا دشمن اس پر غالب آجائے، وہ دشمن کے مقابلے میں سامنے جا کر لڑے یا پیچھے مجاہدین کی خدمت میں لگا رہے، وہ دشمن کے گولے سے شہید ہو یا اپنوں میں سے کسی کی گولی غلطی سے آ لگے یا کسی جانور کے ڈس لینے سے مارا جائے ہر حال میں کامیاب ہے۔

مجاہد کے لئے ناکامی کی صرف ایک صورت ہے کہ اس کی نیت (خدانخواستہ) درست نہ ہو اور وہ شہرت اور نام و نمود کی خاطر لڑ رہا ہو اس صورت میں تو ناکامی ہے مگر جب اس کی نیت خالص اللہ کی رضا ہے اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکلا ہے تو پھر کسی بھی صورت میں وہ ناکام نہیں بلکہ اللہ پاک نے اس کی کامیابی کی ضمانت لے لی ہے اب اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہو سکتا ہے جس کی کامیابی کا ضامن خود مالک مطلق ہو۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کے لئے یہ عنوان منتخب فرمایا ہے۔

باب الجہاد من الایمان

کہ جہاد ایمان کا جزو ہے۔ اس سے بھی جہاد کی قدر و منزلت کی طرف ایک خاص طریقے سے اشارہ ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو ایمان کے اس حصے کی تکمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔

حدیث (۲۳)

حضور ﷺ کا ورثہ

ترجمہ: حضرت عمروؓ بن حارث سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ورثے میں سوائے اپنے سفید خچر، اپنے اسلحہ اور اس زمین کے جو

صدقہ کردی تھی اور کچھ نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری۔ ص ۴۰۳، ج۔۱)

(یہ سفید خچر آنحضرت ﷺ کے جہاد میں کام آتا تھا) (مرتب)

(کمالی حدیث رواہ براء بن عازبؓ)

تشریح حدیث:

حضور اقدس ﷺ نے دنیا جمع نہیں فرمائی اور نہ ہی ترکہ میں کچھ چھوڑا، سوائے آلات جہاد کے اور اس خچر کے جو جہاد میں کام آتا تھا، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

چونکہ جہاد ایک عبادت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رب العزت کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور اسلام کو عظمت ملتی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ آلات جہاد سے محبت فرماتے تھے اور انہیں اہتمام سے خریدتے تھے۔ چنانچہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کے ورثے میں بھی آلات جہاد ہی تھے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو حضور ﷺ کی سچی اتباع نصیب فرمائے۔

حدیث (۲۴)

قائد جہاد کی پہرے داری

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات بیداری میں گزاری، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ نے فرمایا کاش میرے صحابہ میں کوئی صالح شخص ایسا ہوتا جو رات کو ہمارا پہرہ دیتا، اسی دوران ہم نے اسلحہ کی جھنکار سنی، حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں آنے والے نے کہا میں سعدؓ بن ابی وقاص ہوں، میں حاضر ہوا

ہوں تاکہ آپ کا پہرہ دوں۔ پھر نبی کریم ﷺ سو گئے۔

(صحیح البخاری۔ ص ۴۰۵، ج۔۱)

☆ ترمذی شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے گھر پہ پہرہ دیا جاتا تھا یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے پہرہ اٹھا دیا۔

امام بخاریؒ نے اسکا باب باندھا ہے۔ ''باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ'' یعنی اللہ کے راستے کے غزوہ میں پہرہ دینا۔ (مرتب)

تشریح حدیث

دشمنوں سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ توکل دل میں ہوتا ہے اور یہ اسباب ظاہری طور پر اختیار کئے جاتے ہیں۔ خود حضور ﷺ جنگ میں دشمن کے بالکل قریب رہتے تھے مگر ایک موقع پر آپ نے دو زرہیں زیب تن فرمائیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو کفار و اشرار کی طرف سے جان کا خوف ہو وہ اپنے لئے حفاظتی تدابیر کر سکتے ہیں بلکہ انہیں حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں تاکہ دشمن انہیں تر نوالہ سمجھ کر ہڑپ نہ کر جائے اور اگر ایسا ہوا تو اس میں مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے گی اور کافروں کا رعب چھا جائے گا اور مسلمانوں کے پیشواؤں کی جانیں بھی غیر محفوظ ہو جائیں گی۔

جب آنحضرت ﷺ قرآنی حکم سے قبل اپنے گھر پر اسلحہ کے ساتھ پہرہ دلوا رہے ہیں تو پھر آج مسلمانوں کے علماء، صلحاء، اتقیاء کا اسلحہ سے اس قدر متنفر ہونا عجیب تر ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور نکتہ جو حدیث شریف کے الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہ یہ

ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے تمنا فرمائی کہ کاش میرا کوئی نیک صالح صحابی آکر پہرہ دے تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل دین کو اپنی پہرے داری کے لئے نیک اور صالح با اعتماد افراد کو متعین کرنا چاہئے۔

اللہ کے نافرمان کا کوئی بھروسہ نہیں کہ کسی وقت وہ بدل جائے اور خود نقصان پہنچانے پر تل جائے جو لوگ اللہ کی نافرمانی سے نہیں گھبراتے وہ اپنی دنیاوی وفاداریوں کا بھی اکثر و بیشتر پاس نہیں رکھتے۔ اس لئے پہرے داری کے لئے ایسے صالح، نیک اور با اعتماد افراد کو متعین کیا جائے جو اس عمل کو پیشہ سمجھ کر نہیں بلکہ نیکی اور عبادت سمجھ کر ادا کریں اور وہ اس قابل ہوں کہ دشمن سے دفاع بھی کر سکیں۔

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو افراد اس کے اہل ہوں وہ خود اپنی خدمات پیش کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور خدمت لینے والے کو اس سے زیادہ مسرت اور خوشی ہوگی۔

حدیث (۴۵)

مجاہد کے لئے بشارت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہلاک ہو دینار کا غلام اور درہم کا غلام اور رنگین چادر کا غلام، اگر اسے کچھ دیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر نہیں دیا جاتا تو ناراض ہوتا ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہو، اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو) اور خوشخبری (بشارت) ہو اس بندے کے لئے جو اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے اس کا سر پراگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود ہیں اگر وہ پہرے پر

ہو (یعنی اسے دشمن کے سامنے متعین کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے اور اگر پیچھے ہو (یعنی اسے لشکر کے پچھلے حصے پر دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ کسی سے (ملاقات وغیرہ کی) اجازت چاہے تو نہ ملے اور اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ (صحیح البخاری ص۔ ۴۰۳ ج۔ ۱)

تشریح حدیث:

یہ حقیقت ہے کہ عام طور پر مجاہد کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہی اہل دنیا کے ہاں اس کا کوئی مقام ہوتا ہے۔ مال اور حسن کی پجاری دنیا میں اس غریب پراگندہ حال مجاہد کو کون پوچھتا ہے مگر اللہ رب العزت کے ہاں اس کا جو مقام ہے وہاں تک بڑے بڑے لوگ نہیں پہنچ سکتے بلکہ اس مقام کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض روایات میں مجاہدین اور غیر مجاہدین کے اعمال کا موازنہ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کے اعمال کی قدر و قیمت اللہ رب العزت کے ہاں بہت ہی زیادہ ہے۔

حدیث شریف میں مجاہدین کی اصلاح کے لئے بھی کافی سامان موجود ہے۔ ہر مجاہد کی قلبی تمنا اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ کر دشمن کا مقابلہ کرے اور اسے دشمن کے مورچوں پر حملہ کرنے اور دوبدو لڑنے کا موقع ملے مگر انتظامی معاملات کی درستگی اور جہاد کو مربوط بنانے کے لئے اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ مجاہدین اپنے آپ کو اپنے امیر کے سپرد کر دیں اور امیر جس جگہ اس کا تعین کر دے وہاں خوش دلی اور دلجمعی کے ساتھ اپنا فرض منصبی ادا کرے۔ اجر تو اپنی نیت اور اطاعت کی بقدر ملے گا کیونکہ اجر کا دارومدار میدان جنگ کے کسی خاص حصے یا جہاد کے کسی خاص شعبے پر نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی امیر کی اطاعت سے

مجاہدین کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے یا ان کے لئے کھانا پکا رہا ہے تو اس آدمی کا اجر ہرگز اس آدمی سے کم نہیں جو دشمن کے مورچے میں گھس کر کافروں کو ذبح کر رہا ہے۔ لیکن اگر دشمن کے مورچے پر چڑھائی کرنے والا مجاہد امیر کی نافرمانی کر کے اور اس کا دل دکھا کر آیا ہے تو اس کے لئے کوئی اجر نہیں بلکہ الٹا وبال ہے۔

اس لئے مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں اور محض اپنی قلبی خواہشات اور جذبات کی تکمیل میں امیر کی نافرمانی کا گناہ نہ اٹھائیں۔

حدیث (۳۶)

جہاد میں پہرے داری کی فضیلت

ترجمہ: حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستے میں (دشمن کے مقابلے میں) ایک دن کا پہرہ، دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بڑھ کر ہے۔ جنت میں تمہارے کوڑے جتنی جگہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ وہ شام جو بندہ اللہ کے راستے (جہاد) میں گزارے، وہ دن جو اللہ کے راستے میں ہو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص ۴۰۴ج ۱)

تشریح حدیث :

اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور اسلامی لشکر کے تحفظ کے لئے پہرے داری کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب ترین عبادت ہے۔ خود قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ

تُفْلِحُوْنَ (سورۃ آل عمران۔ آیت ۲۰۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(رابطوا) یعنی جس طرف سے بھی دشمن کے حملے کا خطرہ ہو اس طرف سے آہنی دیوار کی طرح ان کے راستے کی رکاوٹ بن جاؤ۔

☆ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایک دن اور رات کی پہرے داری ایک مہینے کے قیام و صیام سے افضل ہے۔ اگر وہ اس حالت میں مر گیا تو اس کا وہ عمل جاری کر دیا جائے گا جو وہ کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا (یعنی منکر نکیر کے سوال سے) (صحیح مسلم)

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہر مرنے والے کا عمل اس کے مرنے پر ختم ہو جاتا ہے سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل دوبارہ زندہ کئے جانے تک (یعنی قیامت تک) جاری رہتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہتا ہے۔ (حاکم و ابن مردویہ / مختصر ابن کثیر۔ ص ۳۵۱ ج ۱)

☆ ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس کا انتقال اللہ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے ہوا تو اس کا وہ نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا جاری کر دیا جاتا ہے اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ منکر نکیر کے سوال سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ پاک قیامت کے دن اسے بڑے خوف سے محفوظ و مامون کر کے اٹھائے گا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے

خوف سے روئی ہو اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں پہرے داری میں جاگی ہو۔ (ترمذی)

☆ غزوہ حنین کے موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات کون ہماری پہرے داری کرے گا (یعنی لشکر اسلام کی) حضرت انس ابن ابی مرثدؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں پہرے داری کروں گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سوار ہو جاؤ، وہ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اس گھاٹی کی طرف چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ اس کی بلندی پر پہنچ جاؤ اور اپنی طرف سے رات کے وقت حملہ مت کرنا۔ جب صبح ہوئی حضور ﷺ نماز کی جگہ تشریف لائے اور آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنے پہرے دار کو دیکھا۔ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ نماز کا اعلان ہوا، حضور ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ کی توجہ گھاٹی کی طرف تھی، یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ نے فرمایا خوشخبری ہو تمہارا شہسوار آگیا، ہم یہ سن کر گھاٹی کی طرف درختوں کے درمیان سے دیکھنے لگے کہ اچانک وہ تشریف لے آئے اور حضور ﷺ کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے میں چلا یہاں تک کہ اس گھاٹی کے اوپر جا پہنچا۔ جیسا کہ آپ نے حکم دیا تھا جب صبح ہوئی اور دونوں گھاٹیوں پر سورج نکل آیا تو میں نے دیکھا مگر کسی کو نہ پایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم رات کو نیچے اترے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں سوائے نماز اور قضاء حاجت کے نیچے نہیں اترا، اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تو نے جنت کو واجب کر لیا اگرچہ تو اس کے بعد کوئی عمل نہ کرے (یعنی جنت تیرے لئے واجب ہو گئی) (ابوداؤد، نسائی)

☆ حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت اخلاص کے ساتھ ایک دن رمضان کے سوا دوسرے دنوں میں کرنے کا ثواب سو سال کے مسلسل روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے اور رمضان میں ایک دن کا رباط ایک ہزار سال کے صیام و قیام سے افضل و اعلیٰ ہے (صیام و قیام

کے لفظ میں راوی کو کچھ تردد ہے) پھر فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح سالم اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹا دیا تو ایک ہزار سال تک اس پر کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور اس کے عمل رباط کا اجر قیامت تک جاری رہے گا۔ (قرطبی، معارف القرآن)

☆ ابوداؤد نے بروایت حضرت فضالہؓ بن عبید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بجز مرابط کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر میں حساب کتاب لینے والوں سے وہ محفوظ و مامون رہتا ہے۔

اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ عمل رباط (جہاد میں پہرے داری کا عمل) صدقہ جاریہ سے بھی افضل ہے کیونکہ صدقہ جاریہ کا ثواب تو اسی وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اس کے صدقہ کئے ہوئے مکان، زمین، تصانیف یا وقف کی ہوئی کتابوں وغیرہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔ جب یہ فائدہ منقطع ہو جائے تو ثواب بھی بند ہو جاتا ہے مگر مرابط فی سبیل اللہ کا ثواب قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا اعمال صالحہ پر قائم رہنا، جب ہی ممکن ہے جبکہ وہ دشمن کے حملوں سے محفوظ ہوں تو ایک مرابط کا عمل تمام مسلمانوں کے اعمال صالحہ کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے قیامت تک اس کے عمل رباط کا ثواب بھی جاری رہے گا اور اس کے علاوہ وہ جتنے نیک کام دنیا میں کیا کرتا تھا ان کا ثواب بھی بغیر عمل کئے جاری رہے گا۔ جیسا کہ کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ (معارف القرآن۔ ص۔ ۲۷۵ ج۔ ۲)

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مہینے کی پہرے داری پوری زندگی کے روزے رکھنے سے افضل ہے اور جس کا انتقال اللہ کے راستے میں رباط (پہرے داری) کرتے ہوئے ہوا وہ قیامت کے بڑے خوف اور شدت سے محفوظ رہے گا۔ اس کے رزق کو جنت میں وسیع کر دیا جائے گا اور اسے

رباط کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (الترغیب والترہیب ص۔۲۶۶ ج۔۲)

☆ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر مرابط کا انتقال حالت رباط (پہرے داری) میں ہو جائے تو اس کے عمل کا اجر قیامت تک کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو صبح وشام جنت میں رزق دیا جائے گا اور ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کی شفاعت کرو یہاں تک کہ حساب ختم ہو جائے۔ (اس کی سند مقارب ہے)

(الترغیب والترہیب۔ ص۔۲۶۸ ج۔۲)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے رباط کا اجر پوچھا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ایک رات مسلمانوں کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اسے اپنے پیچھے ہر نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے کا اجر ملے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید / الترغیب والترہیب ص۔۲۶۸ ج۔۲)

یعنی جن لوگوں نے اطمینان کے ساتھ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے ان کے اجر میں یہ مرابط بھی شریک ہے کیونکہ اس کی بدولت ان کو اطمینان کے ساتھ یہ اعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد اور مرابط کا اجر ان علمی خدمات میں بھی ہوگا جنہیں علماء کرام اطمینان کے ساتھ ادا کر رہے ہیں اس لئے کہ اگر کافر کسی ملک پر قبضہ کر لیں تو تمام دینی، علمی، اصلاحی کاموں پر قدغن لگا دی جاتی ہے جیسا کہ ماوراء النہر کی اسلامی ریاستوں میں ہوا۔ مگر مجاہد کی قربانی کی بدولت اور دشمن کو روکنے کی بدولت یہ خدمات جاری رہتی ہیں اور مجاہد کو ان خدمات میں بھی پورا پورا حصہ ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ

نے فرمایا۔ جس نے ایک دن اللہ کے راستے میں پہرے داری کی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان سات خندقیں بنا دیتے ہیں اور ہر خندق سات آسمانوں اور سات زمینوں کے برابر ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ لا بأس بہ ان شاء اللہ / الترغیب والترہیب ص۔۲۶۸ ج۔۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرابط کی نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے (اجر میں) اور اس کا ایک دینار اور درہم خرچ کرنا ان سات سو دیناروں سے افضل ہے جو اس کے علاوہ میں خرچ کئے جائیں۔

(رواہ البیہقی الترغیب والترہیب ص۔۲۶۵ ج۔۲)

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ رباط میں تھے تو لوگ ساحل کی طرف دوڑے پھر کہا گیا کچھ نہیں ہے (یعنی کوئی خوف کی بات نہیں ہے) تو لوگ لوٹ آئے مگر ابوہریرہؓ وہاں ٹھہر گئے۔ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا اس نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو یہاں روکا ہوا ہے اے ابوہریرہ تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک ساعت کھڑے رہنا لیلۃ القدر میں حجر اسود کے سامنے قیام سے افضل ہے۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی۔ الترغیب والترہیب ص۔۲۶۹ ج۔۲)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی رات نہ بتاؤں جو لیلۃ القدر سے افضل ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا) ایک پہرے دار جو پہرہ دے رہا ہے ایسی خوف کی جگہ کہ شاید وہ گھر نہ لوٹ سکے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۴۹ ج۔۹)

یعنی وہ دشمن کے مقابل پہرہ دے رہا ہے اور دشمن کے سامنے پہرہ دینے میں تو یہ اندیشہ ہوتا ہی ہے کہ دشمن کی طرف سے کوئی تیر گولی وغیرہ لگے یا دشمن رات کو شب خون مارے جیسا کہ دور حاضر میں افغانستان میں مجاہدین کو رات کے وقت پہرہ دیتے ہوئے یہ تمام حالات پیش آئے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے یہ عظیم فضائل حاصل کر لئے۔

☆ حضرت ابوریحانہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک

غزوے میں نکلے۔ آنحضرت ﷺ (رات کے وقت) ہمیں ایک اونچی جگہ لے گئے جہاں ہمیں سخت سردی لگی یہاں تک کہ ہم زمین میں گڑھے کھود کر ان میں گھس گئے اور اپنی ڈھالیں اپنے اوپر ڈال لیں۔ جب حضور ﷺ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ کون ہے جو آج رات پہرے داری کرے؟ میں اس کو ایسی دعا دوں گا جس سے وہ اپنا مقام پالے گا۔ انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ میں پہرے داری کروں گا اے اللہ کے رسول، تو آپ ﷺ نے ان کو دعا دی۔ حضرت ابو ریحانہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی کہا کہ میں پہرے داری کروں گا تو حضور ﷺ نے مجھے دعا دی لیکن پہلی دعا کی نسبت کم۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا جہنم کی آگ کو اس آنکھ پر حرام کر دیا گیا ہے جو اللہ کے خوف سے روئے اور اس آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے جو اللہ کے راستے (جہاد) میں جاگے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۴۹ ج۔۹)

حدیث کی کتابوں میں ان کے علاوہ رباط کے بے شمار فضائل ہیں۔ آخر میں رباط کی فضیلت پر ایک ایمان افروز قصہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن عساکر نے عبداللہ بن مبارک کے حالات میں یہ روایت ذکر کی ہے۔ محمد بن ابراہیم بن ابی سکینہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک نے مجھے یہ اشعار لکھوائے جبکہ وہ طرسوس میں تھے (حضرت عبداللہ بن مبارک طرسوس پہنچ کر اسلامی سرحدوں پر رباط یعنی پہرے داری فرما رہے تھے انہوں نے یہ اشعار ۱۷۷ھ میں فضیل بن عیاض جو عابد الحرمین کے لقب سے مشہور تھے کے نام لکھے)۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا   لعلمت انک فی العبادة تلعب
من کان یخضب خده بدموعه   فنحورنا بدمائنا تتخضب
او کان یتعب خیله فی باطل   فخیولنا یوم الکریهة تتعب
ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا   رهج السنابک والغبار الاطیب

ولقد اتانا من مقال نبینا   قول صحیح صادق لا یکذب
لا یستوی غبار خیل اللہ فی   انف ودخان نار تلهب
هذا کتاب اللہ ینطق بیننا   لیس الشهید بمیت لا یکذب

ترجمہ:……

(۱)…… اے حرمین کے عابد اگر آپ ہمیں (مجاہدین کو) دیکھ لیں تو آپ جان لیں گے کہ آپ عبادت میں کھیل رہے ہیں۔

(۲)…… آپ لوگ تو اپنے رخسار اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جبکہ ہماری گردنیں ہمارے لہو سے رنگین ہوتی ہیں۔

(۳)…… اور لوگ تو اپنے گھوڑے فضول چیزوں میں تھکاتے ہیں جبکہ ہمارے گھوڑے میدان جنگ میں تھکتے ہیں۔

(۴)…… عنبر کی خوشبو آپ کو مبارک۔ ہماری خوشبو تو گھوڑوں کی چمک اور (جہاد کا) پاکیزہ غبار ہے۔

(۵)…… ہم حضور ﷺ کا ایک سچا ناقابل تردید قول پیش کرتے ہیں۔ (وہ قول یہ ہے)

(۶)…… کہ کسی آدمی کے ناک میں اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔

(۷)…… اور یہ اللہ کی کتاب ہمارے درمیان سچا فیصلہ کرتی ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے۔ (یعنی انجام کار کے اعتبار سے ہم شہید ہوں گے تو مردہ نہیں کہا جائے گا۔ غسل وکفن کی حاجت نہیں ہوگی قبر میں بھی سوال وجواب نہیں ہوگا اور حشر میں بھی شفاعت کا اختیار دیا جائے گا)

راوی فرماتے ہیں کہ میں فضیل بن عیاض سے مسجد حرام میں ملا اور ان کو یہ خط دیا۔ جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا ابو عبدالرحمن

(عبداللہ بن مبارک) نے سچ کہا اور مجھے خوب نصیحت فرمائی۔

پھر مجھے فرمایا کہ کیا تم حدیث شریف لکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں تو فرمایا کہ میں تمہیں عبداللہ بن مبارک کے خط پہنچانے کے کرائے کے طور پر یہ حدیث لکھواتا ہوں پھر حضرت فضیل بن عیاض نے اپنی سند کی ساتھ یہ حدیث لکھوائی۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے سے میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے برابر ثواب پالوں تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا کیا تو اس کی طاقت رکھتا ہے کہ تو مستقل نماز پڑھے اور نہ تھکے (یعنی کبھی بھی تھک کر نماز نہ چھوڑے) اور روزے رکھے اور افطار نہ کرے (یعنی کسی دن بھی افطار نہ کرے) تو اس شخص نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں تو کمزور ہوں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تجھے اتنی طاقت مل بھی جائے (کہ مستقل روزہ نماز میں لگا رہے) تب بھی تو مجاہدین فی سبیل اللہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جب مجاہد کا گھوڑا رسی میں بندھا ہوا چرنے کے لئے لمبائی میں چلتا ہے تو اس پر بھی اس (مجاہد) کے لئے اجر لکھا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ کہف)

اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کی عظمت اور تحفظ کے لئے رباط فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرمائے اور امت میں خلافت کے قیام کے لئے اس طریقے کو بھی زندہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حدیث (۲۷)

اے بنی اسماعیل تیر پھینکو

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ کا گزر قبیلہ بنی اسلم کے بعض افراد پر ہوا جو تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور

اکرم ﷺ نے فرمایا اے اسماعیل کے بیٹو! تیر اندازی کرو۔ تمہارے والد (اسماعیل علیہ السلام) بھی تیر انداز تھے تم مشق کرو اور میں بنی فلاں کی طرف سے ہوں (جب آنحضرت ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے) تو دوسرے فریق نے تیر اندازی کی مشق روک لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ تیر اندازی نہیں کرتے تو انہوں نے کہا کہ ہم کیسے تیر اندازی کریں جبکہ آپ دوسرے فریق کے ساتھ ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۶ج۔۱)

حدیث (۲۸)

تیر برساؤ اے سعد میرے ماں باپ آپ پر قربان

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ کے سوا میں نے کسی کے متعلق نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے اس پر فدا ہونے کو کہا ہو۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرما رہے تھے تیر برساؤ اے سعد تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۷ج۔۱)

تشریح حدیث ۲۷، ۲۸:

اس مبارک حدیث سے حضور ﷺ کی تیر اندازی میں دلچسپی اور تیر اندازی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

تیر اندازی وہ جنگی مہارت ہے جسے حاصل کرنے کا حکم قرآن مجید میں اللہ رب

العزت نے دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (سورۃ انفال، آیت۔ ۶۰)

ترجمہ: اور تیار کرو (کفار سے لڑائی کے لئے) جو کچھ جمع کر سکو قوت سے۔

قوت کی تفسیر خود حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔

☆ حضرت قتادہؓ کی روایت ہے انہوں نے حضور ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

خبردار قوت تیر اندازی میں ہے۔ خبردار قوت تیر اندازی میں ہے خبردار قوت رمی میں ہے۔ (صحیح مسلم۔ ص۔ ۱۴۳ ج۔ ۲)

یعنی میدان جہاد کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے اور دور حاضر کی جنگوں پر بھی آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک فرمان حرف بحرف صادق آتا ہے کہ فوجوں کی اصل قوت پھینکنے کی قوت ہے جس کا میزائل جتنا دور مار اور خطرناک ہوگا وہ اتنا ہی طاقتور تصور کیا جائے گا بلکہ اب تو دست بدست جنگ کا رواج ہی نہیں رہا کہیں خال خال اس کا موقع پیش آتا ہے۔ اصل جنگ تو اس دور میں پھینکنے کی جنگ ہے۔

اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید نے مسلمانوں کو چودہ سو سال پہلے ہی یہ حکم دے دیا کہ جس قدر تم سے ہو سکے جنگی قوت مہیا کرو تاکہ تمہارا دشمن تم سے مرعوب رہے اور تمہیں ضرر نہ پہنچا سکے۔ حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں بھی تیر اندازی کی بہت اہمیت تھی۔

☆ حمزہ بن اسید سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر جب ہم قریش کے مقابلہ کے لئے صف بستہ کھڑے تھے اور وہ بھی ہمارے مقابلے کے لئے صف باندھ چکے تھے فرمایا کہ اگر قریش تمہارے قریب آجائیں تو تم لوگ تیر

اندازی شروع کر دینا (تاکہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائیں) (صحیح البخاری ص۔ ۴۰۶ ج۔ ۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ (غزوہ بدر کے دن) ایک ڈھال سے کام لیتے تھے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز تھے۔ جب آپ تیر مارتے تو حضور اکرم ﷺ سر مبارک اوپر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کہاں جا لگا ہے۔ (صحیح البخاری۔ ص۔ ۴۰۹ ج۔ ۱)

☆ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک تیر سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ ایک اس کے بنانے والے کو جو خیر کے ثواب کی امید رکھے اور اس کے پھینکنے والے کو اور اس کے دینے والے کو، تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔ اور جس نے تیر اندازی کو سیکھ کر اسے ناپسند کرتے ہوئے بھلا دیا تو یقیناً اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا ایک نعمت کی ناشکری کی۔

(الترغیب والترہیب ص۔ ۴۰۰ ج ۲ / ابوداؤد ص۔ ۴۳۳ ج۔ ۱)

☆ فقیم اللخمی نے حضرت عقبہ بن عامر سے کہا کہ آپ ان دو ہدفوں کے درمیان آ جا رہے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور یہ کام آپ کے لئے باعث مشقت ہے۔ (یعنی اس عمر میں آپ کو تیر اندازی کی مشق اور نشانہ بازی کی کیا ضرورت ہے) اس پر حضرت عقبہؓ بن عامر نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں نے حضور ﷺ سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں اس قدر مشقت نہ اٹھاتا۔ حارث کہتے ہیں کہ میں نے ابن شماسہ سے کہا کہ وہ کون سی حدیث ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا یہ فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم ص۔ ۱۴۳ ج۔ ۲)

☆ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے لئے زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ پاک کی مدد تمہیں کافی ہوگی تو ایسے

وقت میں تم میں سے کوئی اپنے تیروں کی مشق کو نہ چھوڑ بیٹھے۔ (صحیح مسلم ص۔ ۱۴۳ ج۔ ۲)

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "کہ تم تیر اندازی کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ یا فرمایا کہ تمہارے کھیلوں میں یہ سب سے بہتر ہے۔

(رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط وقال فانہ من خیر لعبکم واسنادہما جید قوی

الترغیب والترہیب ص۱۰۴ ج۔ ۲)

☆ عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور جابر بن عمیر الانصاریؓ کو دیکھا کہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک تھک کر بیٹھ گئے تو دوسرے (صحابی) نے ان سے فرمایا کیا آپ سست ہو گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ چیز جو اللہ رب العزت کے ذکر سے خالی ہو وہ لھو ہے یا بھول، سوائے چار چیزوں کے، آدمی کا تیروں کے ہدف کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کی مشق کرنا) آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، اپنی گھر والی سے کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد جید، الترغیب والترہیب ص۴۰۲ ج۔ ۲)

☆ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک تیر اچھی طرح مارا (دشمن تک پہنچایا) تو اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہوگا، تو میں نے اس دن سولہ تیر اچھی طرح پھینکے (دشمن تک پہنچائے) (نسائی ص۔ ۵۸ ج۔ ۲، الترغیب والترہیب ص۔ ۴۰۲ ج۔ ۲)

☆ حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا۔ (نسائی ص۔ ۵۸ ج۔ ۲، الترغیب والترہیب ص۔ ۴۰۲ ج۔ ۲)

☆ شرجیل بن السمط نے کعب بن مرۃؓ سے عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ

کی کوئی حدیث احتیاط کے ساتھ بیان فرمایئے (یعنی حدیث میں کوئی کمی زیادتی بھول چوک نہ ہو) تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دشمن تک ایک تیر پہنچایا تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتے ہیں۔ ابن نحام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ درجہ کتنا ہوگا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ (جنت کے درجوں کی مسافت) تمہارے گھر کے درجوں جیسی نہیں بلکہ دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے۔ (نسائی ص۔ ۵۸ ج۔ ۲، الترغیب والترہیب ص۔ ۴۰۳ ج۔ ۲)

☆ حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا وہ تیر دشمن تک پہنچایا نہ پہنچا اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور جس نے ایک مسلمان غلام آزاد کیا وہ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہوگا۔ (نسائی شریف ص۔ ۵۸ ج۔ ۲)

☆ حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے (ایک مرتبہ) اپنے صحابہ سے فرمایا اٹھو اور دشمن سے قتال کرو، فرماتے ہیں کہ اس پر ایک شخص نے دشمن کی طرف تیر مارا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے جنت کو اپنے لئے واجب کر لیا (یعنی جنت اس کے لئے واجب ہو گئی)

(رواہ احمد باسناد حسن / الترغیب والترہیب ص۔ ۴۰۴ ج۔ ۲)

☆ محمد بن حنفیہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے ابو عمرو انصاری کو دیکھا۔ ابو عمرو انصاری وہ صحابی ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ بدر، احد میں شریک تھے اور انہوں نے عقبہ میں حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ (میں نے انہیں میدان جنگ میں دیکھا) کہ وہ روزے کی حالت میں ہیں اور پیاس کی وجہ سے ان کا برا حال ہے اس حالت میں وہ اپنے غلام سے فرماتے ہیں مجھے ڈھال دو غلام نے انہیں ڈھال دی تو انہوں نے بڑی کمزوری کے ساتھ دشمن پر تین تیر برسائے پھر فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ

آپ نے فرمایا جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہ پہنچا تو اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔ حضرت ابو عمرو انصاری مغرب سے قبل ہی شہید ہو گئے۔

(رواہ الطبرانی الترغیب والترہیب ص۔۳۰۵ ج۔۲)

سبحان اللہ، اس کمزوری اور بڑھاپے کے عالم میں روزے کے ساتھ سخت پیاس کی حالت میں میدان جنگ میں موجود ہیں اور دشمن پر تیر برسا رہے ہیں اور پھر افطار سے قبل ہی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو رہے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کے مبارک اقوال پر اس قدر یقین تھا کہ وہ ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے اعمال میں شریک ہوتے تھے اور زبان نبوت سے بے شمار فضائل کی خوشخبریاں سنتے تھے۔

آج مسلمانوں کے لئے میدان جہاد میں نکل کر دشمن اسلام پر بندوق، توپ اور لانچر کے ذریعے سے آگ اور بارود برسا کر یہ سارا اجر و ثواب حاصل کرنے کا سنہری موقع موجود ہے۔ مسلمان نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اسلحہ چلانا سیکھیں تاکہ دشمنان اسلام پر تاک تاک کر گولیاں برسائیں اور ان تمام فضائل کے مستحق بنیں جو حضور ﷺ نے دشمن پر تیر برسانے کے متعلق بیان فرمائے ہیں۔

حدیث (۲۹)

مسجد میں نیزہ بازی کی مشق

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حبشہ کے کچھ لوگ حضور ﷺ کے سامنے چھوٹے نیزے کے کھیل کا مظاہرہ کر رہے تھے (دوسری روایت میں صراحت کے ساتھ ہے کہ مسجد میں یہ مشق ہو رہی تھی) کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر انہیں چھوڑ دو یعنی انہیں یہ کھیل دکھانے دو۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۶ ج۔۱)

(امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد میں نقل فرمایا ہے جہاد کے ساتھ اس کا تعلق واضح ہے چونکہ نیزہ بازی جہاد میں کام آتی ہے اور جہاد ایک عبادت ہے اس لئے مسجد میں اس کی اجازت دی گئی۔ (مرتب)

تشریح حدیث:

ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہی نہ ہو اس لئے نیزوں کی مشق کرنے والوں کو روکا یا حضور ﷺ کو دیکھ لیا ہو مگر یہ سوچا ہو آنحضرت ﷺ ان کو روکنے سے حیا فرما رہے ہیں۔ اس لئے خود ان کو روکا مگر حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منع فرما دیا اور نیزہ بازی کی مشق کو جاری رہنے دیا۔

کاش! رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی طرح اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی نیزہ بازی کی مجلسیں سجا کریں اور مسلمان مل جل کر حربی امور کی ٹریننگ کیا کریں۔ تاکہ مسلمانوں کا ہر فرد مجاہد بنے اور دشمن سے اپنا اور اپنے دین کا اور اپنے مسلمان بھائیوں کا دفاع کر سکے۔

حدیث (۳۰)

جہاد کے لئے اسلحہ کی خریداری

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بطور مال فے کے عطاء فرمائے کیونکہ یہ اموال مسلمانوں کی طرف سے حملہ اور جنگ کے بغیر ملے تھے۔ تو یہ اموال خاص طور پر جناب نبی کریم ﷺ کی تحویل میں تھے۔ ان

اموال سے آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ دیتے تھے اور باقی مال ہتھیار اور گھوڑوں پر لگاتے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کے لئے۔ (صحیح البخاری۔ ص۔ ۴۰۷ ج۔ ۱، باب المجن)

حدیث (۳۱)

جہاد میں جنگی ٹوپی کا استعمال

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے احد کی لڑائی میں حضور نبی کریم ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا چہرہ زخمی ہوا تھا اور آپ ﷺ کے آگے کے دانت شہید ہوگئے تھے اور جنگی ٹوپی سر مبارک پر ٹوٹ گئی، حضرت فاطمہ خون دھو رہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ خون بڑھتا ہی جارہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی لی اور اسے جلایا، یہاں تک کہ وہ راکھ ہوگئی پھر اس راکھ کو زخموں پر ڈالا تو خون رک گیا۔
(صحیح البخاری ص۔ ۴۰۸ ج۔ ۱، باب لبس البیضۃ)

حدیث (۳۲)

جہاد میں زرہ کا استعمال

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بدر کے دن ایک قبے میں تشریف فرما تھے اور دعا فرمارہے تھے کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عہد اور آپ کے وعدے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں، اگر آپ چاہیں کہ آج کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جائے

(یعنی مسلمان ختم ہوجائیں، کفار کے ہاتھوں شکست کھاجائیں) اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بس کیجئے اے اللہ کے رسول آپ نے اپنے رب کے سامنے خوب گریہ زاری کرلی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ یہ آیات پڑھ رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (صحیح بخاری۔ ص۔ ۴۰۸ ج۔ ۱، باب ما قیل فی درع النبی ﷺ)

تشریح حدیث ۳۰، ۳۱، ۳۲:

ان مبارک احادیث سے حضور ﷺ کا جہاد کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کو اس سلسلے میں دو چیزوں کا حکم فرمایا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ نساء، آیت: ۸۴)

ترجمہ: سو آپ قتال کیجئے اللہ کی راہ میں، آپ ذمے دار نہیں مگر اپنی جان کے اور مسلمانوں کو قتال پر ابھاریے۔

حضور ﷺ کو خود قتال کرنے، اور صحابہ کرام کو اس عمل پر ابھارنے کے، دو حکم دیے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں احکام کی اس طرح پیروی فرمائی ہے جو صرف آپ ہی کی شان ہے۔ آپ ﷺ خود ستائیں مرتبہ میدان جہاد میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے شدید زخم بھی کھائے۔ بعض میدانوں میں جب افراتفری ہوگئی اور ظاہری طور پر آپ

ﷺ کے ساتھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تب بھی آپ ﷺ میدان میں ڈٹے رہے۔ آپ ﷺ نے باسٹھ سال کی عمر میں تبوک کا سخت مشقت والا سفر فرمایا۔ غزوہ خندق میں مشرکین کے طویل محاصرے کے دوران آپ ﷺ اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھ کر ڈٹے رہے اور خود اپنے دست مبارک سے خندق کھودتے رہے۔ اس صبر آزما اور مشکل غزوے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ یہودیوں سے قتال کا حکم ملا تو آپ ﷺ فوراً بنی قریظہ تشریف لے گئے اور پندرہ دن تک دشمن کو محاصرے میں رکھا۔ آپ ﷺ نے خیبر کی طویل لڑائی اور طائف کے مشکل محاذ پر خود ہی کمان فرمائی اور ہوازن اور بنی ثقیف کی فتح بھی آپ ﷺ کی قیادت میں ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے غنائم تقسیم فرمائے۔ بالآخر آپ ﷺ کی دیرینہ قلبی خواہش پوری ہوئی اور آپ ﷺ نے اپنی قیادت میں مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا۔

ان تمام جنگوں میں آپ ﷺ لڑائی کے دوران دشمن کے سامنے ڈٹے رہے، اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے، انہیں جنت کا راستہ دکھاتے رہے۔ آپ ﷺ نے جہاد میں اپنے چچا کے ٹکڑے بھی دیکھے، محبوب صحابہ کرام کی ستر ستر لاشیں بھی دیکھیں، اپنے منہ بولے بیٹے اور چچازاد بھائی کی شہادت کی خبر بھی خود صحابہ کرام کو روتے ہوئے سنائی مگر جہاد سے ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ مدینہ منورہ کی زندگی میں کوئی دو ماہ ایسے نہیں گزرے جن میں حضور ﷺ خود جہاد میں تشریف نہ لے گئے ہوں یا آپ نے صحابہ کرامؓ کا کوئی دستہ نہ بھیجا ہو۔

آپ خود تشریف لے جاتے تو قتال سے لے کر خدمت تک کے امور میں بنفس نفیس شریک رہتے اور اگر صحابہ کرامؓ کے دستے بھیجتے تو انہیں رخصت فرماتے اور جب تک وہ دستے واپس نہ لوٹ آتے آپ کی توجہ ادھر رہتی۔ آپ جنگی امور میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ بڑے سے بڑے دشمن کی تدبیریں آپ کے سامنے ہیچ ہو جاتی تھیں۔ آپ جہاد ہی سے نہیں بلکہ شہادت سے بھی اس قدر محبت فرماتے کہ بار بار اس کی تمنا فرماتے تھے۔ آپ اپنے گھر والوں کو معمولی سا نفقہ دیکر باقی اموال سے جہاد کے لئے اسلحہ اور گھوڑے خریدتے

تھے۔ یہی وجہ ہے کہ چند ہی سالوں میں مسلمانوں کی جنگی قوت جو ابتداء میں کچھ نہ تھی عروج تک پہنچ گئی اور عرب و عجم پر اسلامی جھنڈے لہرانے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو آئندہ کے بڑے دشمنوں (قیصر و کسریٰ) سے لڑنے کے لئے اپنی حیات مبارکہ ہی میں ذہنی طور پر تیار فرما دیا اور ان تمام علاقوں کے فتح ہونے کی خوشخبری بھی پیشین گوئی کے طور پر سنا دی، آپ ﷺ نے اپنے بعض مبارک فرمودات کے ذریعے سے اسلامی بحری بیڑے کی بنیاد رکھ دی جو آگے چل کر اسلام کی ایک بہت بڑی قوت ثابت ہوا۔ آپ ﷺ نے اس بحری بیڑے کے پہلے دستے کے لئے جنت کی بشارت سنائی۔

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو جنگی امور میں مہارت کے لئے غیروں کے پاس بھی بھیجا، چنانچہ دو صحابہ کرام کو منجنیق سیکھنے کے لئے بعض غیر مسلموں کے پاس بھیجا۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک فرمودات کے ذریعے سے اپنے ہر صحابی میں جہاد کی ایسی روح پھونک دی جو انہیں گھروں میں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی۔ چنانچہ حضور ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کے نزدیک جہاد سب سے محبوب عمل بن چکا تھا اور وہ شہادت کی موت کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ بستر کی موت سے انہیں عار اور نفرت محسوس ہوتی تھی۔ وہ اپنے قائد کے فرمودات کو سینوں میں محفوظ کر کے شام، فلسطین، قیصر و کسریٰ کے فاتح بنے، دنیا کی سپر طاقتیں ان کی یلغار کے سامنے بے بس ہو گئیں اور لشکر محمدی کے یہ جانباز اس وقت تک لڑتے رہے جب تک روح نے ان کے جسموں کا ساتھ دیا اور خون ان کی رگوں میں دوڑتا رہا بلکہ بعض جاں نثاروں نے تو یہ بھی وصیت کی کہ ان کے جنازے بھی جہاد کے ساتھ ساتھ چلیں اور آخری منزل پر ان کو دفن کیا جائے۔

حضور ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع تھے اور آپ کی یہ شجاعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں مکمل طور پر سرایت کر چکی تھی۔

اب حضور ﷺ کی ختم نبوت کی برکت سے حضور ﷺ کے ورثاء (علماء) اور

آپ کی امت کو یہ دو کام ملے ہیں۔ ایک خود قتال کرنا اور دوسرا مسلمانوں کو اس مبارک عمل کے لئے ابھارنا اور تیار کرنا۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جو ان دونوں احکام کو زندہ کر کے دین و دنیا کی سرفرازی حاصل کرے۔

حدیث (۳۳)

روزی نیزے کے سائے کے نیچے

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور جو میری شریعت کی مخالفت کرے اس کے لئے ذلت اور پستی کو مقدر کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری ص۔۴۰۸ باب ما قیل فی الرماح)

تشریح حدیث:

حدیث شریف میں نیزے کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا ذریعہ معاش اللہ پاک نے نیزے یعنی جہاد کو بنایا ہے اسی لئے بعض محدثین علماء فرماتے ہیں کہ تمام کمائیوں میں سب سے افضل کمائی مال غنیمت کا مال ہے اور حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے لئے غنائم کو حلال کر دیا گیا ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں کفار کے لئے ذلت و رسوائی سے مراد جزیہ ہے۔
(فتح الباری ص۔۱۱۹ ج۔۶)

آلات جہاد میں سے یہاں صرف نیزے کا ذکر ہے کہ روزی نیزے کے سائے میں رکھ دی گئی ہے جبکہ باقی آلات کا ذکر نہیں ہے کیونکہ عام طور پر جہاد میں جھنڈا نیزے پر

لہرایا جاتا تھا اس لئے نیزے کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ مراد اس سے اموال غنیمت ہیں، قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال غنیمت کو مال طیب یعنی پاکیزہ مال قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (سورہ انفال۔ آیت:۲۶)

ترجمہ: یاد کرو اس وقت کو جب تم تھوڑے تھے اور زمین میں مغلوب پڑے ہوئے تھے، ڈرتے تھے کہ تم کو لوگ (مشرکین مکہ) اچک لیں پھر اس (اللہ) نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور پاکیزہ ستھری چیزیں تمہیں بطور روزی کے دیں تاکہ تم شکر کرو۔

فائدہ: تفسیر جلالین میں طیبات کی تفسیر مال غنیمت سے کی گئی ہے۔
(تفسیر جلالین ص۔۱۴۹ طبع بیروت)

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی اپنی قلت و ضعف کا خیال کر کے خدا کے حکم (جہاد) ماننے میں سستی مت دکھلاؤ، دیکھو ہجرت سے پہلے بلکہ اس کے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا، تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں، تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام کہیں نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں، مگر خدا نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ انصار و مہاجرین میں عدیم النظیر رشتہ مواخات قائم کر دیا پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی، کفار کی جڑ کاٹ دی۔ تم کو فتح الگ دی، مال غنیمت اور فدیہ اساری (جنگی قیدیوں کا فدیہ) الگ دیا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں

عطاء فرمائیں تاکہ تم اس کے شکر گزار بندے بنے رہو۔ (تفسیر عثمانی ص۔ ۳۱۲)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے پانچ ایسی خصوصیات دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو نہیں ملیں۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب دیکر میری نصرت کی گئی، اور میرے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے میری امت کا کوئی فرد جہاں بھی نماز کا وقت اس پر داخل ہو وہ ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہے، اور مجھے شفاعت کا حق دیا گیا، اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے جبکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

(رواہ مسلم و بخاری / سنن کبریٰ بیہقی ص۔ ۳ ج۔ ۹)

چونکہ اللہ رب العزت نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے اور قیامت تک تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اس لئے دین اسلام میں ان دشمنوں کے لئے جو دین کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں ایسی تدابیر نازل کی گئیں جن سے ان کی کمر ٹوٹ جائے۔ انھیں تدابیر میں سے ایک تدبیر بہر حال غنیمت کا حلال ہونا ہے کہ اس کے ذریعے سے کفار کی اقتصادی حالت کمزور ہو جائے گی اور وہ اپنے اموال کے ذریعے سے مسلمانوں کو گمراہ نہیں کر سکیں گے اور دنیوی عیش و آرام کے جھانسے میں پھنسا کر انسانیت کو اسلام سے دور نہیں رکھ سکیں گے۔ انسان کے فطری و طبعی مزاج کی وجہ سے قوموں کی گمراہی کا ایک بہت بڑا ذریعہ مال و دولت ہے جس کی ظاہری چمک دمک میں پھنس کر کروڑوں اربوں انسان گمراہ ہو گئے۔ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی بلکہ اللہ کے مقرب بندوں کو قتل کرنے تک سے دریغ نہیں کیا۔ انھی مال والے کافروں نے لوگوں کو اپنے مال کے پھندے میں پھنسا کر انبیاء علیہم السلام کا دشمن بنادیا اسی لئے حضرت موسیٰ علیہم السلام نے فرعونیوں کے اموال کی تباہی کی دعاء فرمائی جو قرآن مجید کے ان الفاظ میں

ہے۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ

(سورہ یونس آیت۔ ۸۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب ان فرعونیوں کے اموال کو مٹادے اور ان کے دل کو سخت کردے۔

یعنی فرعون اور اس کے کارندے اپنے دنیوی اموال اور عیش و عشرت کے جھانسے میں پھنسا کر لوگوں کو اللہ کے راستے سے دور کر رہے ہیں۔ اس لئے اللہ رب العزت سے دعاء کی کہ یا اللہ! ان کے اموال کو ختم فرمادے۔ مال کی اس خاصیت اور کافروں کی اس خصلت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے ابتداء ہی سے اس کا علاج فرمادیا اور مال غنیمت کو حلال کر کے اور اسے مال طیب قرار دے کر کفار کے لئے مسلمانوں پر اقتصادی غلبہ اور مال و دولت کے ذریعے سے انسانیت کی گمراہی کا راستہ بند فرمادیا۔

حضور ﷺ نے خود اپنا پہلا غزوہ ابو سفیان کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے ارادے سے فرمایا چنانچہ حدیث اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں ہے کہ حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابو سفیان ایک بڑے تجارتی قافلے کے ساتھ جارہا ہے تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے تیاری کے لئے فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ شاید اللہ پاک اس قافلے کو تمہارے لئے غنیمت بنادے مگر ابو سفیان کا قافلہ مشیت الٰہی سے مسلمانوں سے بچ کر نکل گیا جبکہ مسلمانوں کا مقابلہ اس قافلے کے دفاع کے لئے آنے والے مشرکین مکہ کے لشکر جرار سے ہوا اور اللہ پاک نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطاء فرمائی اور مشرکین مکہ کو عبرتناک شکست ہوئی، بہر حال حضور ﷺ مدینہ منورہ سے ابو سفیان کے قافلے کے لئے نکلے تھے مگر اللہ پاک کو یہ منظور تھا کہ حق کا بول بالا ہو اور کفر ذلیل و رسوا ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسلمانوں کو مال غنیمت بھی ملا اور ستر قیدی بھی ہاتھ آئے جن کا فدیہ مسلمانوں کو ملا۔ اس کے بعد پھر اللہ رب العزت نے

مسلمانوں پر اس مبارک مال کے دروازے کھول دیے اور حضور ﷺ کی زندگی میں بڑی بڑی غنیمتیں آئیں اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد تو مسجد نبوی میں روم وفارس کے خزانوں کے ڈھیر لگے رہتے تھے جو مسلمانوں میں تقسیم کیے جاتے تھے۔

ان غنائم کی بدولت اور اسلامی معاشی نظام کی بدولت مسلمانوں پر وہ دور آگیا کہ زکوۃ دینے والے گلی کوچوں میں زکوۃ لینے والے کو تلاش کرتے پھرتے تھے مگر لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔

مال غنیمت کے متعلق چند احادیث وروایات

☆ بخاری اور مسلم کی روایت میں حضرت ابو قتادہؓ کا بیان ہے کہ ہم غزوۂ حنین کے سال حضور ﷺ کے ہم رکاب ہو کر جہاد کے لئے مدینہ سے چلے، دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء) مسلمانوں کو شکست ہوئی میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان کے اوپر سوار ہے۔ میں نے اس کے پیچھے سے گردن اور کاندھے کے جوڑ پر تلوار ماری جس سے اسکی زرہ کٹ گئی، مشرک اس مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے چمٹ گیا اور ایسا دبایا کہ مجھے موت کا مزہ آگیا لیکن وہ فوراً مر گیا (زخم کی تکلیف سے) اور میں چھوٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عمر بن خطابؓ سے مل کر کہا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا، حضرت عمر نے فرمایا جو ہوا اللہ کے حکم سے ہوا پھر مسلمان لوٹ آئے (اور دوبارہ منظم ہو گئے) اور رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر فرمایا جس نے کسی (مشرک) کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ ہوں تو مقتول سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کا ہے۔ میں نے یہ فرمان سن کر کہا کوئی میرے لئے شہادت دینے والا ہے یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی الفاظ فرمائے اور میں نے بھی وہی الفاظ کہے کہ کوئی شہادت دینے والا ہے یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار بھی پہلے کی طرح فرمایا اور میں بھی (شہادت طلب کرنے کے لئے) کھڑا ہو گیا (مگر کسی نے شہادت نہ دی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو قتادہؓ کیا بات ہے میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کر دیا یہ سن کر ایک شخص بولا ابو قتادہؓ نے سچ کہا اس کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے، میری طرف سے آپ ان کو راضی کر دیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا نہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ کا ایک شیر، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور مقتول کا سامان تجھے دے دے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابو بکرؓ نے سچ کہا۔ ابو قتادہؓ کو سامان دے دو۔ (چنانچہ اس شخص نے مجھے وہ سامان دیدیا، میں نے اس سے بنی سلمہ کی آبادی میں کھجوروں کا ایک باغیچہ خریدا، یہ پہلا مال تھا جو حالت اسلام میں میں نے حاصل کیا)

(تفسیر مظہری ص۔ ۱۱۳ ج۔ ۵ / طحاوی ص۔ ۱۳۶ ج۔ ۲)

☆ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جس نے کسی (مشرک) کو مار ڈالا تو مقتول سے چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس روز بیس مشرکوں کو قتل کیا اور ان کا سامان لے لیا۔

(طحاوی ص۔ ۱۳۷ ج۔ ۲ / رواہ الدارمی والطحاوی وابوداؤد / مظہری ص۔ ۱۱۵ ج۔ ۵)

☆ حضرت سلمہؓ بن اکوع کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب ہو کر بنی ہوازن سے جہاد کیا، میں نے ایک شخص کو مار ڈالا اور اس کا اونٹ مہار سے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آیا، اونٹ پر مقتول کا سب سامان اور اسلحہ لدا ہوا تھا۔ سامنے سے رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لئے تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا فلاں شخص کو کس نے قتل کیا ہے، لوگوں نے جواب دیا ابن اکوع نے۔ فرمایا مقتول کا سب سامان ابن اکوع کا ہے۔

(مظہری / شرح معانی الآثار للطحاوی ص۔ ۱۳۷ ج۔ ۲)

☆ حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت ہے کہ مشرکوں کا ایک جاسوس رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور صحابہؓ کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا پھر چپکے سے سرک گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو تلاش کر کے قتل کر دو میں نے سب سے پہلے اس کو تلاش

کر کے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا، حضور ﷺ نے وہ سامان مجھے ہی عنایت فرما دیا۔ (طحاوی ص۔ ۱۳۷ ج۔ ۲)

☆ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک مشرک نے مسلمانوں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مقابلہ کا حکم دیا۔ حضرت زبیرؓ نے صف سے نکل کر اس مشرک کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس کا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ (طحاوی ص۔ ۱۳۶ ج۔ ۲)

☆ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ براء بن مالک نے فارس کے ایک مرزبان سے مقابلہ کیا اور برچھا مار کر اس کی کاٹھی کا اگلا حصہ توڑ کر اس کو زخمی کر دیا جس سے وہ مر گیا، پھر اس کے سامان کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا تو کوئی تیس ہزار کا معلوم ہوا۔ فجر کی نماز جب ہم پڑھ چکے تو حضرت عمرؓ تشریف لائے اور ابو طلحہؓ سے فرمایا پہلے ہم مقتول کے سامان کے پانچ حصے نہیں کرتے تھے لیکن براء نے جو چھینا ہے اس کی قیمت بڑی ہے لہٰذا ہم نے اس کے پانچ حصے کرنے کی تجویز کی ہے۔ چنانچہ تخمینہ سے اس سامان کی قیمت تیس ہزار قرار پائی تو ہم نے پانچواں حصہ یعنی چھ ہزار حضرت عمرؓ کو دے دیا اور چار حصے یعنی چوبیس ہزار کا سامان تو یوں بھی حضرت براء کا تھا چنانچہ چھ ہزار ادا کرنے کے بعد کل سامان حضرت براء کا ہو گیا۔ (رواہ الطحاوی)

☆ مسلم اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ نے بیان کیا کہ موتہ کے جہاد پر میں زید بن حارثہؓ کے ساتھ گیا۔ ایک یمنی شخص مددی بھی میرا رفیق سفر تھا۔ رومیوں کی جماعت سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ رومیوں کی جماعت کا ایک شخص سیر رنگ گھوڑے پر سوار تھا، اس کی زین بھی سنہری تھی اور ہتھیار بھی سنہرے تھے (یعنی سونے کے سے تھے) وہ مسلمانوں سے لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ مددی اس کے انتظار میں ایک پتھر کی آڑ لے کر بیٹھ گیا۔ جب رومی پتھر کی طرف سے گزرا تو مددی نے حملہ کر دیا اور اس کے

گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں، رومی گر پڑا مددی اس پر سوار ہو گیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، مسلمانوں کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولید (جنرل کمانڈر) نے مددی سے کچھ چھینا ہوا مال (یعنی اس مال کا خمس) لے لیا۔ حضرت عوف کا بیان ہے کہ میں خالدؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کا سامان قاتل کا قرار دیا ہے۔ فرمایا بے شک ایسا ہے لیکن میرے خیال میں مقتول کا سامان بہت تھا اس لئے میں نے کچھ حصہ لے لیا۔ میں نے کہا یا تو آپ واپس کر دیں ورنہ میں رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دوں گا۔ خالدؓ نے واپس کرنے سے انکار کر دیا (اور اس مال کو اجتماعی اموال میں جمع کر دیا) غرض جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جمع ہوئے تو میں نے مددی کا قصہ اور خالدؓ کے سلوک کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خالدؓ تم نے جو کچھ اس سے لیا ہے واپس دیدو۔ میں نے یہ حکم سن کر کہا لو خالدؓ میں نے تم سے پوری بات نہیں کہدی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے واقعہ عرض کر دیا۔ واقعہ کی تفصیل سن کر حضور ﷺ کو غصہ آ گیا اور فرمایا خالدؓ (کچھ) واپس نہ کرنا میرے لئے تم میرے مقرر کردہ امیروں کو چھوڑ دو (میں جانوں اور وہ جانیں) انکے حکم کی بھلائی تم کو پہنچے گی اور حکم کی برائی خود ان پر پڑیگی۔ (مظہری ص۔ ۱۱۸ ج۔ ۵ / طحاوی ص۔ ۱۴۸ ج۔ ۲)

اللہ رب العزت ہم مسلمانوں کو بھی وہ پاکیزہ مال غنیمت عطاء فرمائے جو اس نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے لئے پسند فرمایا اور مسلمانوں کو مال غنیمت میں رغبت عطاء فرمائے آمین۔

لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ اگر جہاد میں مال غنیمت نہ ملے تو جہاد میں فرق آ جاتا ہے یا مجاہد محروم رہ جاتا ہے بلکہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مجاہد کو مال غنیمت نہ ملے تو اسے غنیمت پانے والے مجاہد سے زیادہ اجر ملتا ہے۔ اس لئے کہ مجاہد کا اصل مقصود تو اللہ پاک کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ مال غنیمت تو اس کا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ تو

اللہ کا فضل ہے جو اسے بطور نقد نعمت کے عطا کیا جاتا ہے۔ اصل اجر تو اسے آخرت میں ملے گا۔

لیکن اگر مجاہد کو یہ نقد نعمت نہ ملے تو اس کا اجر آخرت میں بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ مؤمن کی وہ دعائیں جو دنیا میں قبول نہیں ہوتیں وہ آخرت کا اجر بن جاتی ہیں۔ بہر حال دونوں حالتوں میں مجاہد کے لئے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اس بحث کے آخر میں صحیح بخاری شریف کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس سے مجاہد کے مال میں برکت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چونکہ اللہ کے راستے میں مستقل جہاد کرنے والے کا اکثر مال مال غنیمت ہی ہوتا ہے اس لئے اللہ رب العزت کی طرف سے اس پاکیزہ مال میں خوب برکت ڈالی جاتی ہے جس کی بدولت مجاہد کو استغناء نصیب ہوتا ہے۔

مجاہد کے مال میں برکت کا واقعہ

روایت اختصار کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ جب میدان جنگ میں کھڑے ہوئے تھے تو مجھے طلب فرمایا میں آکر ان کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے بیٹے آج یا تو ظالم کو قتل کیا جائے گا یا ایک مظلوم کو تہ تیغ کیا جائے گا اور مجھے نظر آرہا ہے کہ میں ایک مظلوم کی حیثیت سے مارا جاؤں گا۔ مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی لگی ہوئی ہے کہ آیا میرا قرض ادا کر کے میری دولت بچ سکتی ہے۔ اے میرے بیٹے تم میرا مال فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا اور انہوں نے تہائی مال کی میرے لئے وصیت کی اور میری اسی تہائی سے میری اولاد کے لئے وصیت کی۔ انہوں نے کہا کہ اس تہائی مال کے تین حصے کر دینا۔ عبداللہؓ نے کہا کہ پھر انہوں نے مجھے اپنے قرض کو جلد ادا کرنے کی وصیت کی اور کہا کہ اگر تم کسی امر میں عاجز ہو جاؤ تو میرے مولا سے امداد حاصل کرنا۔ عبداللہؓ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھا کہ مولا سے ان کی مراد کیا تھی لہٰذا میں نے

پوچھا کہ ابا جان آپ کا مولا کون ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ۔ عبداللہؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم مجھ پر جب ان کا قرض ادا کرنے میں کوئی مصیبت پڑی تو میں نے کہا کہ اے مولائے زبیر تو ہی ان کا قرض ادا کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے ذمے کا قرضہ ادا کر دیا۔ حضرت زبیر شہادت پاکر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ کوئی درہم البتہ دو زمینیں ورثہ میں چھوڑیں جن میں سے ایک کا نام غابہ تھا، علاوہ ازیں مدینہ منورہ میں گیارہ مکانات جبکہ بصرہ میں دو کوفہ میں اور مصر میں ایک ایک مکان چھوڑا۔

ابن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ان کے ذمے قرض کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی شخص ان کے پاس اپنا مال امانت کے طور پر رکھواتا تھا تو جواب دیتے تھے کہ اس کو بطور امانت نہیں رکھتا البتہ بطور قرض کے لے لیتا ہوں کیونکہ مجھے اس کے گم ہو جانے کا ڈر ہے۔ انہوں نے کبھی حاکم اعلیٰ ہونا، خراج حاصل کرنا، کسی چیز کا قبول کرنا پسند نہیں کیا۔ ان کا محبوب مشغلہ تھا کہ وہ سرور دو عالم ﷺ، صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ میدان جہاد میں جایا کرتے تھے۔ عبداللہؓ بن زبیر کا بیان ہے کہ جب میں نے ان کے ذمے قرض کا حساب دیکھا تو وہ دو کروڑ دو لاکھ تھا پھر حکیم بن حزام مجھے ملے انہوں نے کہا کہ مجھے بتاؤ میرے بھائی کے ذمے کتنا قرض ہے؟ تو میں نے اصل رقم کو ظاہر نہ کر کے کہا کہ ایک لاکھ جس پر حکیم بن حزام نے کہا کہ اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تم میں اس کی ادائیگی کی قدرت نہیں تو میں نے کہا کہ آپ پر اگر میں ظاہر کر دوں کہ ان کے ذمے قرض کی رقم کی مقدار دو کروڑ دو لاکھ ہے تو حکیم بن حزام نے جواب دیا کہ تم میں اس کی ادائیگی کی سکت ہی نہیں۔ اگر تم اس کی ادائیگی میں عاجز آجاؤ تو مجھ سے مدد لینا۔ حضرت زبیر نے غابہ کی زمین کو ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا جس کو میں نے سولہ لاکھ میں فروخت کر کے لوگوں سے کہا حضرت زبیر کے ذمے جس کسی کا کوئی حق ہو تو وہ ہمارے پاس غابہ میں پہنچے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر نے آکر کہا کہ زبیر میرے چار لاکھ کے مقروض تھے۔ اگر تم چاہتے ہو میں تمہارے لئے =

رقم چھوڑے دیتا ہوں تو میں نے جواب دیا جی نہیں ہم رقم معاف کرانا نہیں چاہتے تو عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ اچھا ایسا کرو کہ سب سے آخر میں میرے قرضے کو رکھو جس پر میں نے جواب دیا جی یہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ اس زمین کا ایک قطعہ مجھے دے دو تو میں نے کہا یہاں سے وہاں تک دیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ قطعہ زمین انہوں نے ان کے ہاتھوں بیچ دیا اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس زمین کے ساڑھے چار حصے باقی رہے اور اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کی جہاں عمرو بن عثمان، منذر بن زبیر، ابن زمعہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو معاویہؓ نے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی کتنی قیمت لگی ہے تو عبداللہؓ بن زبیر نے کہا کہ ہر حصہ کی قیمت ایک لاکھ تک آئی ہے۔ اس پر امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ساڑھے چار حصے۔ منذر بن زبیر نے کہا کہ ایک حصہ تو ایک لاکھ کے بدلے میں خرید لیتا ہوں۔ عمرو بن عثمان نے کہا کہ ایک لاکھ کا ایک حصہ میں لے رہا ہوں۔ ابن زمعہ نے کہا کہ ایک لاکھ کا حصہ میرا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ اب کتنے حصے باقی رہے ہیں میں نے جواب دیا ڈیڑھ حصہ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس کو ڈیڑھ لاکھ میں میں خرید لیتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر عبداللہ بن جعفر نے اپنا خریدا ہوا حصہ حضرت معاویہؓ کو چھ لاکھ میں فروخت کیا۔ اس کے بعد ابن زبیرؓ اپنے والد کا قرضہ ادا کرنے سے فارغ ہوئے تو ان کے دوسرے بھائیوں نے کہا کہ ہماری میراث ہمیں بانٹ دیجئے جس پر ابن زبیرؓ نے کہا کہ تم کو تمہارا حصہ اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک مسلسل چار سال بزمانہ حج یہ اعلان نہ کرلوں کہ جس کسی کا کوئی قرض زبیرؓ پر ہو وہ ہمارے پاس آئے تاکہ وہ قرض اس کو ادا کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے پھر چار سال تک حج کے زمانہ میں اعلان کیا اور چار سال کے بعد بھائیوں میں ترکہ تقسیم کردیا۔ حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مال کی ایک تہائی اخبار کی تھی چنانچہ ہر بیوی کو دو لاکھ اور دس دس ہزار کی رقم ملی الحاصل

زبیر کا تمام مال پانچ کروڑ اور دو لاکھ ہوا۔

(صحیح البخاری ص۔۴۴۱ ج۔۱)

تنبیہ ــــ اس روایت میں ورثے کی تقسیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت میں جو یہ کہا گیا کہ حضرت زبیرؓ کا کل ورثہ پانچ کروڑ دو لاکھ ہوا۔ یہ تعداد درست نہیں بلکہ ورثے کی اصل مقدار پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ بنتی ہے۔ (مکمل حساب کے لئے ملاحظہ فرمایئے ترک منکرات از حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ العالی)

مکمل روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اللہ رب العزت کی طرف سے مجاہد کے ساتھ خصوصی فضل وکرم کے معاملے کا نتیجہ ہے ورنہ اتنا مال جس سے ایک لاکھ کا قرضہ ادا کرنا مشکل معلوم ہو رہا تھا اس سے بائیس لاکھ درہم کا قرضہ بھی ادا ہو گیا اور چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ لاکھ درہم ورثہ ملا اور مال کی کل مقدار تقریباً چھ کروڑ تک پہنچ گئی۔

حدیث (۳۴)

یہودیوں سے قتال کی بشارت

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم یہودیوں سے قتال کرو گے یہاں تک کہ ان میں سے کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ پتھر بولے گا اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے ایک یہودی ہے اسے قتل کردو۔

(صحیح البخاری۔ ص۔۴۱۰، باب قتال الیہود)

تشریح حدیث:

اللہ رب العزت کے بنائے ہوئے نظام میں ایمان اور کفر اور اہل ایمان اور اہل کفر

کے درمیان عداوت اور دشمنی کا ایک سلسلہ موجود ہے جو روزِ اول سے ہے۔

جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشادِ پاک ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (بقرہ آیت ۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے کہا کہ تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔

یعنی بعض کی بعض کے ساتھ دشمنی کا قانون زمین پر اسی وقت سے اترا جس وقت سے یہ انسان زمین پر اتر آگیا ہے۔ جس طرح ظلمت اور نور کا تضاد سفیدی اور سیاہی کا تضاد اور خوشی اور غمی کا تضاد بالکل واضح، بدیہی اور سمجھ میں آنے والا ہے۔ اسی طرح اسلام اور کفر کا تضاد بھی بالکل واضح ہے۔

کافر کی خصلت میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا مادہ وافر مقدار میں موجود رہتا ہے جس کی بدولت اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ یا ان کو نقصان پہنچانا کافر کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے۔

اسی لئے کفار ہمیشہ سے اہل حق کے خلاف برسرپیکار رہے ہیں اور رہیں گے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا. (بقرہ آیت ۲۱۷)

ترجمہ: اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے۔ یہاں تک کہ تمہارے دین سے تم کو پھیر دیں۔ اگر اس کی طاقت رکھیں۔

اور مسلمانوں کے خلاف کاروائی میں کافر ہمیشہ سے ایک دوسرے کے بھرپور معاون اور مددگار ہیں اور وہ آپس کے لاکھوں اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلاف الکفر ملۃ واحدۃ کی سچی تصویر ثابت ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کے اس اتحاد کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان

فرمایا ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (المائدہ ۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہیں میں ہے۔

یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض و عداوت کے باوجود وہ باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔

یہودی یہودی کا نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلے میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص۔ ۲۰۳)

فائدہ: یہاں ولی کا ترجمہ دوست سے کیا گیا ہے لیکن ولی صرف دوست ہی کو نہیں کہتے بلکہ اس کے معنی بہت گہرے تعلق کے آتے ہیں۔ جس میں دوستی، تعاون، حمایت، سب کچھ آجاتا ہے۔ اسی لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کفار سے ولاءۃ (تعلق) رکھنے سے براءۃ کا اظہار کریں۔

پھر اسلام دشمنی کے اعتبار سے کافروں کے درجات ہیں جس میں بعض کافر دوسرے بعض کافروں سے بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید اس حقیقت سے یوں پردہ اٹھاتا ہے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (مائدہ آیت۔ ۸۲)

ترجمہ: آپ پائیں گے سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں کو

اور مشرکوں کو۔

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت اور بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب (پہلا نمبر یہود کا دوسرا مشرکین کا) اسلام اور مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں۔ مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ملعون یہودیوں نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا نہ رکھی۔ حضور ﷺ کو بے خبری میں شہید کرنا چاہا، کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹوٹکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔ (تفسیر عثمانی)

بلکہ روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کی اسلام کے خلاف سازشیں اور نت نئی شرارتیں مشرکین مکہ کی کھلی دشمنی سے زیادہ خطرناک تھیں۔

انہوں نے اسلام کی بربادی اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اختیار کیں۔ مسلمانوں کے دو متحد قبیلوں اوس اور خزرج کو دوبارہ لڑانے کی بھرپور کوشش کی۔ ایک دفعہ دونوں قبیلوں کے بہت سے مسلمان اکٹھے بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ چند یہودیوں نے مجلس میں جا کر جنگ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ یہ وہ لڑائی ہے جس میں انصار کے یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑے تھے اور اس لڑائی نے ان کی تمام قوت برباد کر دی تھی۔ اس لڑائی کے تذکرے نے دونوں کو پرانے واقعات یاد دلا دیے اور دفعتاً عداوت کی دبی آگ بھڑک اٹھی، لعن وطعن سے گزر کر تلواریں کھینچ لی گئیں۔ حسن اتفاق سے آنحضرت ﷺ کو خبر ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فوراً موقع پر پہنچ کر وعظ و پند سے دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ ص۔۸۸ ج۔۱، سیرت النبی ﷺ ص۔۳۳۲ ج۔۱)

یہودیوں کی یہ سازشیں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ آنحضرت ﷺ راتوں کو گھر سے نکلتے تھے تو یہودیوں کی طرف سے جان کا خطرہ رہتا تھا۔

حضرت طلحہ بن برا ؓ ایک صحابی تھے۔ انہوں نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی کہ اگر میں رات کے وقت مروں تو آنحضرت ﷺ کو خبر نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہود کی طرف سے ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ پر حادثہ گزر جائے۔ (یہ واقعہ ابن حجر نے اصابہ میں ابوداؤد وغیرہ کی سند سے پورا نقل کیا ہے) (سیرت النبی ص۔۳۳۵ ج۔۱)

مختصر یہ کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر ہمارے موجودہ دور تک کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے دور میں یہودی مسلمانوں کے بدترین دشمن رہے ہیں اور انہوں نے اسلام دشمنی کا ٹھیکہ لے رکھا ہے لیکن مسلمان کبھی کبھار اپنے اس خطرناک دشمن اور اس کی سازشوں سے بے خبر ہو کر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ ظالم یہودی مسلمانوں کی نسلوں تک کو مٹانے پر اتر آتے ہیں۔ چنانچہ اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے اپنے مبارک زمانے میں یہودیوں کے خلاف قتال فرمایا اور آئندہ کے مسلمانوں کو یہودیوں سے قتال کی فضیلت کی خوش خبری سنائی۔ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت امام مہدی کا نزول ہوگا تو ان کے ساتھ مل کر مسلمان یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑیں گے اور اس وقت کوئی پتھر بھی یہودیوں کو پناہ نہیں دے گا۔

قرآن مجید نے بھی یہودیوں کی سازشوں سے بچنے اور ان پر غلبہ پانے کا ایک ہی ذریعہ بتایا ہے اور وہ ذریعہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ رب العزت کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سازشی ٹولہ میدان جہاد میں تمہارے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکے گا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (آل عمران آیت۔۱۱۱)

ترجمہ: اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں گے۔ (یعنی پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے) پھر ان کی مدد نہ ہوگی۔

حضرت شیخ الاسلام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الامم ثابت کرو) بس یہ انتہائی کر سکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامردوں کی طرح تم کو برا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچا ئیں۔ باقی تم پر غالب یا مسلط یا کوئی بڑا قومی نقصان پہنچا سکیں یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر لڑائی میں تمہارے مقابلے پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے ان کو مدد نہ پہنچے گی جو ان کی ہزیمت کو روک سکے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہل کتاب کا یہ حشر ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر بال بیکا نہ کر سکے، جہاں مقابلہ ہوا حمر مستنفرة (گدھوں) کی طرح بھاگے۔ ہر موقع پر خدا کی نصرت وامداد خیر الامم کے شامل حال رہی۔ (تفسیر عثمانی ص۔۱۱۰)

میرے مسلمان بھائیو!

اللہ پاک نے مسلمانوں کے ساتھ نصرت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ یہ یہودی مقابلے میں میدان میں نہیں ٹھہر سکتے۔

تو یہ اس وقت ہوگا جب مسلمان میدان جہاد میں اتریں گے وگرنہ سازشوں میں اور زبان کی تیزی میں مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میز کی جنگ میں اور سیاست کے میدان میں تو یہودی اپنی سازشوں کے بل بوتے پر مسلمانوں کو نیچا دکھلائیں گے لیکن صرف جہاد کا میدان ہی ایسا میدان ہے جس میں یہودی مسلمانوں سے بار بار مار کھا چکے ہیں اور آئندہ بھی کھائیں گے مگر مسلمانوں نے اسی میدان کو خالی چھوڑ رکھا ہے۔ اگر کوئی تھوڑا بہت لڑ بھی رہا ہے تو جہاد کے لئے نہیں قومیت کے لئے جس کا فائدہ یہودیوں کو ہی پہنچ رہا ہے۔

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو اس کی فکر عطاء فرمائے کہ وہ اپنے اس بدترین

دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں اور غفلت کی چادر اتار کر جہاد والا عزت کا لباس پہن لیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں سے قتال کا شوق بڑھانے کے لئے مختصر طور پر ان جنگی کاروائیوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں یہودیوں کے خلاف لڑی گئیں۔

(۱) غزوہ بنی قینقاع — یہ غزوہ بدر کے بعد شوال ۲ھ میں پیش آیا۔ یہودیوں کے قبیلہ بنو قینقاع نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کو توڑ ڈالا اور مسلمانوں سے اعلان جنگ کی جرأت کی۔ اور ایک ایسا واقعہ پیش آگیا جس نے اس آگ کو اور بھڑکا دیا۔

ایک انصاری مسلمان کی، نقاب پوش بیوی، مدینہ کے بازار میں ایک یہودی کی دکان پر آئیں۔ یہودیوں نے ان کی بے حرمتی کی (ان کی چادر کو ایک کیل میں اٹکا دیا جس سے چادر اتر گئی) ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہو گیا اس نے یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمان کو شہید کر دیا۔ حضور ﷺ نے تنبیہ فرمائی تو اور اکڑنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے لشکر کے ساتھ مل کر ان پر چڑھائی فرمائی۔ وہ قلعہ بند ہو گئے۔ پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا، بالآخر ان کے حلیف عبد اللہ بن ابی کی درخواست پر انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ سات سو شخص تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے۔

(۲) کعب بن اشرف کا قتل — کعب بن اشرف یہودیوں کا مشہور شاعر تھا اور اپنی دولت مندی کے بل بوتے پر عرب کے تمام یہودیوں کا سربراہ تھا۔ اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی، بدر کی لڑائی میں سرداران قریش کے مارے جانے کا اس کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ اس نے چند دردناک مرثیے لکھے، جن میں انتقام کی ترغیب تھی وہ مکہ مکرمہ گیا جہاں لوگوں کو

جمع کرکے یہ مرثیے پڑھتا تھا اور روتا رلاتا تھا اور انتقام پر ابھارتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کی سازش تیار کی اور لوگوں کو اس کام پر متعین بھی کر دیا۔

ربیع الاول ۳ھ میں آنحضرت ﷺ کے حکم سے فتنے کی اس جڑ کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کاٹ دیا اور اپنے چند رفقاء کو بھی اس سعادت میں اپنے ساتھ شریک رکھا۔

(۳) **غزوہ بنی نضیر** ـــــ بنو نضیر یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا جو قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا۔ مگر ان کے دل بھی اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے لبریز تھے جس کا اظہار انہوں نے یوں کیا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک آدمی کو چھت پر چھپا دیا کہ جب آنحضرت ﷺ نیچے تشریف لائیں تو اوپر سے ایک چٹان نما پتھر آپ ﷺ پر گرا دینا تاکہ آپ شہید ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ قبیلہ بنی نضیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا اور انہیں منافقین نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ ان کا ساتھ دیں گے اور کہا تھا کہ قبیلہ بنی قریظہ بھی تمہارا ساتھ دے گا۔ حضور ﷺ نے ان کا بھی پندرہ دن تک محاصرہ رکھا اور ان کے باغات کو کاٹنا شروع کیا۔ انہوں نے التجا کی کہ ہمیں مدینہ منورہ سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور اتنا مال جو اونٹوں پر لادا جا سکے لیجانے دے کر جلاوطن کیا جائے۔ حضور ﷺ نے یہ درخواست مان لی۔ جب یہ یہودی اپنے گھروں کو چھوڑ کر جا رہے تھے تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر اجاڑتے تھے تاکہ مسلمان ان گھروں میں نہ رہ سکیں۔

یہ لوگ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے اور بعض شام کے علاقے اذرعات میں آباد ہوئے۔ غزوہ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔

(۴) **غزوہ بنی قریظہ** ـــــ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہود نے آنحضرت ﷺ سے لڑائی کی تو آپ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان کیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنی قریظہ بھی دوسرے یہودیوں کی طرح شرارتوں میں پہلے سے ہی شریک تھے مگر ان کے ساتھ کچھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا مگر جنگ خندق کے موقع پر انہوں نے کھل کر عہد شکنی کی اور مشرکین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ وہ قلعہ جس میں مسلمان عورتیں تھیں بنو قریظہ کے قریب تھا۔ یہودیوں نے اس قلعہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی مگر حضرت صفیہؓ کی بے مثال بہادری نے یہودیوں کو مرعوب کر دیا اور وہ اس حرکت سے باز رہے۔ آنحضرت ﷺ نے غزوہ احزاب (خندق) سے فارغ ہو کر حکم دیا کہ صحابہ کرامؓ ابھی ہتھیار نہ کھولیں اور قریظہ کی طرف بڑھیں۔

جب حضرت علیؓ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان یہودیوں نے اعلانیہ حضور ﷺ کو گالیاں دیں۔ غرض ان کا محاصرہ کیا گیا۔ تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ رہا۔ بالآخر انہوں نے یہ درخواست پیش کی کہ حضرت سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں گے ہم کو منظور ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ جلیل القدر صحابی مسلمانوں کے مایہ ناز کمانڈر اور انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے اور غزوہ خندق میں زخمی ہو چکے تھے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کو لایا گیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے، تمام مال اور اسباب کو غنیمت بنا دیا جائے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد تم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں کے اپنے اختیار کردہ فیصل کے عادلانہ فیصلے کے مطابق مسلمانوں نے اس دن تقریباً سات سو یہودیوں کو قتل کیا۔ ان میں ایک عورت بھی

تھی، جس نے قلعہ پر سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو قتل کیا تھا۔

یہ چند اہم کاروائیاں ہیں جو یہودیوں کے خلاف ہوئیں۔ ان کے علاوہ ابو رافع یہودی کا قتل۔ سریہ عبداللہ بن رواحہ، غزوہ خیبر، عصما یہودیہ کا قتل بھی ان اہم کاروائیوں میں سے ہیں جو یہودیوں کے خلاف دورِ نبوی ﷺ میں ہوئیں۔

ان تمام کاروائیوں سے یہودیوں کے خلاف جہاد کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ کوئی جذبہ انتقام یا کسی خاص قوم کی دشمنی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ خود یہودیوں کی اسلام دشمنی تھی۔

اللہ پاک مسلمانوں کے دلوں میں کفر کی نفرت بھر دے اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی پہچان نصیب فرمادے۔ آمین

جزیرہ عرب سے یہودیوں کے اخراج کے متعلق چند روایات

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ہم لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ سے تشریف لائے اور فرمایا یہودیوں کے پاس چلو۔ چنانچہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے ایک مدرسہ میں پہنچے۔ حضور ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے جماعت یہود! تم لوگ مسلمان ہو جاؤ تاکہ سلامتی پاؤ، تمہیں جان لینا چاہئے کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ (یعنی اس زمین کا خالق و مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول اس کا نائب و خلیفہ کی حیثیت سے اس زمین پر متصرف و حکمران ہے۔ اگر تم انکار کرتے ہو) تو سن لو میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تم کو اس زمین (جزیرۃ العرب) سے نکال دوں گا۔

پس تم میں سے کوئی شخص اپنے مال و اسباب میں کوئی چیز رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اسے فروخت کر دے۔ (صحیح مسلم ص۔ ۹۳ ج ۲، صحیح البخاری ص۔ ۴۹۰ ج ۱، مشکوٰۃ شریف ص ۳۵۵)

☆ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے (انتقال کے وقت) تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکوں کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دینا۔ قاصدوں اور ایلچیوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو میں کیا کرتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے تیسری بات سے خاموشی اختیار کی یا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تیسری بات کو میں بھول گیا۔ (بخاری مسلم / مشکوٰۃ شریف ص۔ ۳۵۵، صحیح بخاری ص۔ ۴۲۹ ج ۱)

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے سوا جزیرہ عرب میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ (مسلم شریف ص۔ ۹۳ ج۔ ۲ / مشکوٰۃ شریف ص۔ ۳۵۵)

☆ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا اگر میری زندگی رہی تو انشاءاللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے ضرور باہر نکال دوں گا۔

☆ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے جلاوطن فرمایا (اس سے پہلے) جب رسول اللہ ﷺ کو اہل خیبر پر غلبہ ہوا تھا تو آپ ﷺ نے خیبر سے یہودیوں کو نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ کیونکہ جس زمین پر (دین حق کو) غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ زمین اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے۔ (کہ وہاں صرف اللہ کا دین غالب اور مسلمانوں کو ہی حق تصرف و حکمرانی حاصل ہوتا ہے) لیکن یہودیوں نے رسول کریم ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کو اس شرط پر رہنے دیں کہ وہ (زمینوں میں) محنت کریں اور پھلوں کا (یعنی پیداوار کا) آدھا حصہ آپ ﷺ کا حق ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں اس شرط پر (خیبر میں) اسی وقت تک رہنے دیں گے جب تک کہ ہم چاہیں گے۔ اس کے بعد ان کو خیبر میں رہنے دیا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں

ان سب کو مقام تیما اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا۔ (بخاری و مسلم / مشکوٰۃ ص۔ ۳۵۵)

☆ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کرنے کا ارادہ کر لیا تو (ان یہودیوں کے) قبیلہ بنی ابی الحقیق کا ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین کیا آپ ہمیں جلاوطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ محمد (ﷺ) نے ہمیں یہاں رہنے دیا تھا اور ہمارے اموال کے سلسلے میں ایک معاملہ بھی طے کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم گمان رکھتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی (یہ) بات بھول گیا (جو آپ نے تجھ سے مخاطب ہو کر کہی تھی) کہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تجھ کو خیبر سے جلاوطن کیا جائے گا اور اس کے بعد رات میں تیری اونٹنی تیرے پیچھے دوڑ رہی ہو گی تو اس (یہودی) نے جواب دیا کہ یہ بات تو ابوالقاسم (حضرت محمد ﷺ) نے از راہ مذاق کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن تم جھوٹ بکتے ہو۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پاس رقم، میوہ اور جو کچھ تھا جیسے کھجوریں وغیرہ، تو ان کی قیمت میں ان کو مال، اونٹ اور اسباب جیسے رسیاں اور پالان وغیرہ دے دیئے۔

(بخاری / مشکوٰۃ ص۔ ۳۵۵)

حدیث (۳۵)

جہاد میں دشمنوں کے لئے بددعاء کرنا

ترجمہ: حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن حضور ﷺ نے (مشرکین کو) یہ بددعاء دی کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ (صحیح البخاری ص۔ ۱۰ اج۔ ۱)

"امام بخاریؒ نے اس باب میں کئی روایات ذکر فرمائی ہیں جن میں حضور ﷺ نے

دشمنوں کے نام لے لے کر ان کی ہلاکت اور ہزیمت کے لئے بددعاء فرمائی۔"

(صحیح البخاری۔ ص۔ ۱۰ اج۔ ۱)

تشریح حدیث :

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے کمزور مسلمانوں کی کافروں کے ہاتھوں نجات اور کفار پر قحط کی دعاء فرمائی۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (فجر کی نماز میں) دعائے قنوت میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

ترجمہ: یا اللہ سلمہ بن ہشام کو نجات عطاء فرما، اے اللہ ولید بن الولید کو نجات عطاء فرما، اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطاء فرما، ایسے تمام کمزور مسلمانوں کو (جو مکہ میں مشرکین کی سختیاں جھیل رہے ہیں) نجات عطاء فرما۔ اے اللہ قبیلہ مضر پر سخت عذاب نازل فرما، اے اللہ ایسا قحط نازل فرما جیسا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں پڑا تھا۔

(صحیح البخاری ص۔ ۱۱۰ج۔ ۱)

☆ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے موقع پر حضور ﷺ نے یہ دعاء فرمائی تھی۔

ترجمہ: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بڑی تیزی سے حساب لینے والے، اے اللہ کفار کی جماعتوں کو شکست دیجئے، اے اللہ انہیں شکست دیجئے اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیجئے۔ (صحیح البخاری ص۔ ۱۱۰ج۔ ۱)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کعبہ کے سائے میں نماز ادا فرما رہے تھے ابوجہل اور قریش کے بعض دوسرے افراد نے کہا کہ (اونٹ کی اوجھڑی لا کر کون حضور اکرم پر ڈالے گا) مکہ کے کنارے ایک اونٹ ذبح ہوا تھا۔

انہوں نے اپنے آدمی بھیجے وہ اس اونٹ کی اوجھڑی اٹھا کر لائے اور اسے نبی کریم ﷺ کے اوپر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ آئیں اور انہوں نے جسم مبارک سے اس گندگی کو ہٹایا۔ حضور ﷺ نے اس وقت یہ دعاء کی تھی۔

ترجمہ: اے اللہ قریش کو پکڑ، اے اللہ قریش کو پکڑ، اے اللہ قریش کو پکڑ،
اے اللہ ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط سب کو (پکڑ)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے کنوئیں میں دیکھا سب کو قتل کر کے اس میں ڈالا گیا تھا۔ (صحیح البخاری ص۔۳۷ ج۔۱)

ان مبارک احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفار جو مسلمانوں کو ایذاء پہنچائیں اور مسلمانوں سے قتال کریں۔ وہ حد درجہ قابل نفرت ہیں یہاں تک کہ ان کے لئے خود رحمۃ للعالمین نے بد دعاء فرمائی۔ بیر معونہ کے موقع پر جب صحابہ کرام میں سے ستر حفاظ اور قراء کو قتل کر دیا گیا تو حضور ﷺ کئی دن تک فجر میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور کفار قاتلین کے لئے بد دعاء فرماتے تھے۔

یہ احادیث ان احادیث کے مخالف نہیں جن میں حضور ﷺ کا مخالفین کے لئے دعائے رحمت کرنا ثابت ہوا ہے۔ اس لئے کہ جب تک ان کی ہدایت کی توقع اور امید ہو تو ان کے لئے ہدایت کی دعاء کی جائے لیکن جب ظلم و تعدی پر اتر آئیں تو پھر ان کے لئے بد دعاء کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر پھر بھی ہدایت کی دعاء کی جائے تو درست ہے۔ البتہ جب کفار مسلمانوں کے مقابلے پر جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوں تو پھر مسلمانوں کے لئے فتح کی دعاء اور کفار کے لئے ہزیمت کی دعاء خود قرآن مجید نے سکھلائی ہے۔

حدیث (۳۶)

قتال کا حکم

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا۔ سوائے اسلامی حق کے (یعنی اگر کوئی ایسا جرم کیا جس کی سزا دین اسلام میں اس کی جان یا مال پر آتی ہے تو یہ اس سے مستثنیٰ ہے) اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ (صحیح البخاری ص۔۴۱۳ ج۔۱)

تشریح حدیث:

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جہاد اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ ایک حکم ہے اور یہ حکم اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں۔ یعنی یا تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں یا پھر کلمہ پڑھنے والوں کی غلامی اختیار کر لیں۔ اس حدیث مبارک سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی کلمہ والی دعوت کے پیچھے قتال کی قوت ہے یعنی مسلمان جس کو کلمے یعنی ایمان کی دعوت دیں گے تو اس دعوت کے پیچھے قتال کی قوت کو بھی ساتھ رکھیں گے تاکہ اگر کوئی اس دعوت کو ٹھکرا دے اور کلمہ پڑھنے والوں کی غلامی میں رہنے سے بھی انکار کرے تو قتال کے ذریعے سے اس کا خاتمہ کیا جا سکے۔ اس لئے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کوئی اسلام قبول کرنے سے بھی انکار کر دے اور جزیہ دینے سے بھی منکر ہو اور پھر سکون و اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہے اور لوگوں کو

بھی اسلام سے دور لے جانے کا ذریعہ ہو اس لئے قتال کا حکم اجرا کیا تا کہ ایسے سرکش عناصر کا علاج بھی کیا جا سکے اور اسلامی دعوت بھی بڑھتی ہی چلی جائے اور کہیں اس میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے جب بھی دنیا کے بادشاہوں کو دعوت دی اور حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلایا تو انہیں صاف اور دوٹوک الفاظ میں بتادیا کہ اللہ پاک نے اپنے آخری نبی کی دعوت کو اتنا کمزور نہیں بنایا کہ تم اگر نہ مانو گے تو ہم خاموشی سے واپس چلے جائیں گے بلکہ اللہ پاک کا یہ عالمگیر نظام دنیا کے کونے کونے تک پھیلنے اور غالب ہونے کے لئے اترا ہے اس لئے جو رکاوٹ اس کے راستے میں آئے گی ہم اس رکاوٹ کو پاش پاش کرتے ہوئے اس دعوت کو لے کر آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ۔

☆ حضرت جبیر بن حیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں (جہاد میں بھیجنے کے لئے) طلب فرمایا اور نعمان بن مقرنؓ کو ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم دشمن کی زمین (نہاوند) کے قریب پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار کا لشکر لے کر ہماری طرف بڑھا، پھر ایک ترجمان نے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہم سے گفتگو کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ تم پوچھو جو پوچھنا چاہو۔ اس نے کہا کہ آخر تم لوگ ہو کون؟ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ ہم عرب کے رہنے والے ہیں، ہم بہت ہی بدبختی اور سخت مصیبتوں میں مبتلا تھے، بھوک کی شدت سے ہم چمڑے اور گٹھلیاں چوسا کرتے تھے، اون اور بالوں کا لباس پہنتے تھے اور درختوں اور پتھروں کی پوجا کیا کرتے تھے ہم (انہی حالات) میں تھے کہ آسمان اور زمین کے رب نے جس کا ذکر بلند ہے اور جس کی عظمت جلال کے ساتھ سربلند ہے ہماری طرف ہم میں سے ایک نبی بھیجا، ہم اس کے ماں باپ (کی اعلیٰ نسبی وشرافت) کو جانتے ہیں، پس ہمارے نبی اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال (جنگ) کریں جب تک تم صرف اللہ کی عبادت نہ کرنے لگو یا پھر جزیہ دینا قبول کرلو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں اپنے رب کا یہ پیغام بھی پہنچایا ہے کہ (اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر لڑتے ہوئے) ہمارا جو فرد بھی

قتل کیا جائے گا وہ جنت کی ان نعمتوں کو پائے گا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھیں اور جو ہم میں سے باقی رہے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بنیں گے (یعنی فتح حاصل کر کے تمہارے حاکم بنیں گے) (صحیح البخاری ص۔۴۴۶ ج۔۱)

اسلام کی دعوت ایمان کے پیچھے قتال کی قوت کا ہونا قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔۔۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران آیت: ۱۱۰)

ترجمہ: تم ہو بہتر سب امتوں سے، جو بھیجی گئی عالم میں، تم حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر امت کے سب سے بڑے مفسر حبر الامۃ حضرت ابن عباسؓ یوں فرماتے ہیں۔

تامرونهم ان يشهدوا ان لا اله الا الله ويقروا بما انزل الله وتقاتلونهم عليه ولا اله الا الله اعظم المعروف والتكذيب هو انكر المنكر.

ترجمہ: تم ان لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ وہ اس کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور جو اللہ نے نازل کیا اس کا اقرار کریں اور تم ان سے اس پر قتال کرتے ہو (یعنی جب وہ نہیں مانتے تو تم ان سے قتال کرتے ہو) اور لا الہ الا اللہ سب سے بڑا معروف ہے اور اس کلمے کو جھٹلانا سب سے بڑا منکر ہے۔ (التفسیر الکبیر ص۔۱۸۰ ج۔۸)

اس آیت کریمہ پر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایمان لانا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا یہ تو پہلی امتوں میں بھی تھا اور پھر بھی تینوں چیزیں اس آیت کریمہ میں اس امت کے افضل ہونے کی وجوہ کے طور پر بیان فرمائی گئی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اس اعتراض کا جواب امام قفالؒ نے ان الفاظ میں دیا ہے۔

ترجمہ: اس امت کی دیگر امتوں پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑے درجے یعنی قتال کے عمل کو کرنے والی ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف کبھی دل سے ہوتا ہے اور کبھی زبان اور ہاتھ سے اور اس کا سب سے مضبوط درجہ قتال ہے۔ اس لئے کہ قتال میں اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈالا جاتا ہے اور سب سے بڑا معروف دین حق اور توحید و رسالت پر ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر اللہ کے دین کا انکار کرنا ہے۔ تو جہاد کے ذریعے سے دین کو، سب سے زیادہ ضرر رساں چیز (کفر) سے بچایا جاتا ہے تاکہ لوگ سب سے بڑی منفعت دین تک پہنچ سکیں تو ضروری ہوا کہ جہاد کا درجہ عبادات میں سب سے عظمت والا ہو تو جب جہاد (جو عبادات میں سب سے افضل و اعظم ہے) ہماری شریعت یعنی شریعت محمدیہ میں دیگر شرائع سے زیادہ اہمیت اور قوت کے ساتھ پایا گیا تو یقیناً یہ دیگر تمام امتوں پر ہماری امت کی افضلیت کا موجب ہے۔

(التفسیر الکبیر ص۔۱۸۰ج۔۸)

امام قفالؒ کی اس بلیغ علمی اور نکتہ رس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کی افضلیت کا سبب نہیں ہیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں پہلی امتوں میں بھی کسی نہ کسی درجے میں موجود تھیں۔ اس لئے اس امت کی دیگر تمام

امتوں پر فضیلت کی وجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلیٰ درجہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ ہے کیونکہ سب سے بڑا معروف ایمان ہے اور سب سے بڑا منکر کفر ہے تو سب سے بڑے معروف یعنی ایمان کی دعوت میں جان بھی قتال سے پیدا ہوتی ہے اور سب سے بڑے منکر کفر کی کمر بھی قتال سے ٹوٹتی ہے تو اس امت کی افضلیت کی وجہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ قتال تو پہلی امتوں میں بھی موجود تھا تو اس کا جواب امام قفالؒ نے مذکورہ بالا عبارت میں یوں دیا کہ قتال کی اتنے زور و شور سے مشروعیت اور اس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی فرضیت اس امت کا خاصہ ہے۔

اگرچہ پہلی امتوں میں بھی جہاد موجود تھا مگر جتنا جہاد اس امت نے اور اس امت کے نبی ﷺ نے کیا اتنا کسی امت میں نہیں ہوا اور اس امت پر جہاد کو جس قدر اہمیت کے ساتھ مشروع کیا گیا اور فرض فرمایا گیا ایسا پہلی امتوں پر نہیں ہوا اور اس امت میں تو قیامت تک جہاد کو جاری رکھا گیا یہاں تک کہ امت کا آخری جہادی دستہ دجال سے برسرپیکار ہوگا۔

اور امام قفالؒ نے یہ بھی ثابت فرمایا کہ جہاد کے ذریعے سے چونکہ سب سے بڑی منفعت یعنی ایمان کا تحفظ ہوتا ہے اور سب سے بڑی مضر چیز یعنی کفر کا خاتمہ ہوتا ہے تو اس اعتبار سے جہاد دیگر تمام عبادات میں افضل و اعظم ہوا اور یہ افضل و اعظم عمل جس امت میں زیادہ ہوگا وہی امت افضل ہوگی تو چونکہ ہماری امت محمدیہ میں اس کی مشروعیت اور فرضیت دیگر امتوں کے مقابلے میں اہمیت کے ساتھ ہوئی ہے اس لئے یہ امت دیگر تمام امتوں سے افضل ہے۔

حدیث (۳۷)

موت پر اور میدان سے نہ بھاگنے پر بیعت

ترجمہ: حضرت سلمہؓ بن اکوع فرماتے ہیں کہ میں نے (حدیبیہ کے موقع پر)

رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، پھر ایک درخت کے سائے میں آگیا، جب لوگ کم ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن الاکوع کیا تم بیعت نہیں کرتے تو میں نے عرض کیا کہ میں بیعت کر چکا ہوں اے اللہ کے رسول تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر (بیعت کرو) تو میں نے دوبارہ بیعت کر لی۔ یزید بن ابی عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن الاکوع سے پوچھا کہ اے ابو سلمہ اس دن آپ لوگوں نے کس چیز پر بیعت کی تھی تو فرمایا موت پر۔

(صحیح البخاری ص۔۴۱۵ ج۔۱/باب البیعۃ فی الحرب علی ان لا یفروا)

حدیث (۳۸)

بیعت علی الجہاد

ترجمہ: حضرت مجاشع بن مسعود السلمی فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کے ساتھ (یا اپنے بھتیجے کے ساتھ) حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ ہمیں ہجرت پر بیعت فرما لیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہجرت تو ہجرت کرنے والوں پر ختم ہو گئی تو میں نے عرض کیا کہ پھر آپ ﷺ ہم سے کس چیز پر بیعت لیں گے، ارشاد فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ (صحیح البخاری ص۔۱۹ ج۔۱)

تشریح حدیث ۳۸،۳۷ :

پہلی حدیث شریف میں جس بیعت کا تذکرہ ہے یہ بیعت رضوان کہلاتی ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کے ان مبارک الفاظ میں ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (الفتح آیت۔۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پھر اللہ نے معلوم کیا جو ان کے دلوں میں تھا پھر اتارا ان پر اطمینان اور قریبی فتح کا انہیں انعام دیا۔

اسی بیعت کے متعلق دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ (الفتح آیت۔۱۰)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے (حقیقت میں) وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

بیعت رضوان کا یہ واقعہ ذوالقعدہ ۶ھ میں پیش آیا۔ آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ مکرمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا، آپ ﷺ نے یہ خواب صحابہ کرامؓ سے بیان فرمایا، گو آپ ﷺ نے مدت کی تعیین نہیں فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہ کرامؓ کا خیال اس طرف گیا کہ عمرہ اسی سال میسر ہوگا اور اتفاقاً آنحضرت ﷺ نے بھی عمرے کا ارادہ فرما لیا۔ آپ ﷺ چودہ سو صحابہ کرامؓ کو لیکر عمرے کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لئے، سوائے تلواروں کے اور کوئی اسلحہ بھی ساتھ نہیں لیا۔ احتیاطاً قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو جس کے اسلام لانے کا حال قریش کو معلوم نہ تھا پہلے بھیج دیا، تاکہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے، جب قافلہ مقام عسفان کے قریب پہنچا تو اس نے آکر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل کو جمع کر کے یہ عزم کیا ہے کہ محمد (ﷺ) کو مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ بلکہ ان میں بعض مشرکین مقدمۃ الجیش کے طور پر مکہ مکرمہ سے نکل بھی چکے ہیں۔ آنحضرت ﷺ راستہ بدل کر حدیبیہ پہنچ گئے، حدیبیہ مکہ

مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک کنویں کا نام ہے جس کی وجہ سے گاؤں کا نام بھی حدیبیہ پڑ گیا، آج کل اس جگہ کو شمیسہ کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر آنحضرت ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی، آپ نے وہاں سے پہلے ایک قاصد بھیجا تاکہ اہل مکہ کو بتایا جائے کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جب اس کا کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ مشرکین سے گفتگو کریں اور مکہ میں چھپے ہوئے بعض مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں کے نام یہ بشارت بھیجی کہ عنقریب مکہ مکرمہ میں اسلام غالب ہو جائے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو قریش نے مکہ مکرمہ میں روک لیا اور ادھر صحابہ کرامؓ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اسی دوران قریش کے ایک دستے نے حملہ بھی کیا جسے مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے عفو ودرگزر سے کام لے کر ان گرفتار شدہ اسی آدمیوں کو رہا فرما دیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر مشہور ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر میدان جنگ میں ڈٹ کر لڑنے اور موت تک مقابلہ کرنے کی بیعت لی، تمام صحابہ کرامؓ نے جن میں عورتیں مرد سب شامل تھے انہوں نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست مبارک پر جاں نثاری کا عہد کیا۔ قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو واپس بھیج دیا۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ اسی بیعت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے دو مرتبہ بیعت لی، علامہ ابن حجرؒ اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں چونکہ یہ جنگ کا معاملہ تھا اور حضرت سلمہ بن اکوعؓ جنگ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اس لئے ان سے احتیاطاً دو مرتبہ بیعت لی، دوسری وجہ یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جنگ میں پیادہ کا کام بھی کرتے تھے اور گھڑ سوار کا بھی (یعنی اپنی تیز رفتاری کے باعث وہ پیدل ہوتے ہوئے بھی گھڑ سواروں سے زیادہ تیزی سے قتال فرما سکتے تھے) اس لئے ان

سے دو مرتبہ بیعت لی گئی۔ (فتح الباری ص۔۸۳۱ ج۔۹)

اس واقعہ میں مسلمانوں کے لئے بہت ہی عبرت کا سامان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ایک مسلمان کے خون کا بدلہ چکانے کے لئے چودہ سو قیمتی صحابہ کرامؓ سے موت پر بیعت لے رہے ہیں اور مکہ مکرمہ کی حرمت کے باوجود وہاں پر قتال کا ارادہ فرما رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا خون کتنا قیمتی ہے اور اس خون کے تحفظ کے لئے اگر خون کی ندیاں بہانا پڑیں تو گوارہ کی جا سکتی ہیں مگر کفار کو یہ باور نہیں کرایا جا سکتا کہ وہ کسی مسلمان کو تنہا یا اکیلا سمجھ کر اسے قتل کر ڈالیں بلکہ کفار کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں، اس لئے جسم کے کسی بھی حصے کو چھیڑنا یا ستانا پورے جسم کو مقابلے کے لئے بلانے کا باعث بن جاتا ہے، اسی طرح کسی ایک مسلمان کی جان ومال، آبرو پر ہاتھ ڈالنا پوری امت مسلمہ کو چیلنج کرنے کے مترادف ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں کوئی کسی کمزور سے کمزور مسلمان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا، اسے معلوم تھا کہ یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کے پیچھے پوری امت مسلمہ ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کے اندر یہ اسلامی جذبہ ختم ہو چکا ہے اور بے حسی کا دور دورہ ہے۔ ایک مسلمان تو کیا، مسلمانوں کے پورے کے پورے ملک تباہ کر دیئے جاتے ہیں، ہزاروں لاکھوں ماؤں بیٹیوں کی عزتیں خراب کی جاتی ہیں، معصوم بچوں کے خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے مگر دوسرے مسلمان ٹس سے مس نہیں ہوتے، کسی مسلمان کا دل دوسرے مسلمان کی تکلیف پر نہیں کڑھتا، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں سب سے سستی چیز مسلمان کا خون اور اس کی عزت ہے، آج کافروں کو مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہوئے فکر تک نہیں ہوتی کہ انہیں کسی جوابی کاروائی کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ انہیں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ کسی جانور کے ناجائز قتل پر دنیا کے مختلف جانوروں کے حقوق کے ادارے حرکت میں آ سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے خون بہانے پر اور عزتیں لوٹنے پر تو وہ دوسرے

مسلمان بھی ان سے کوئی انتقام نہیں لیں گے، نہ ہی ان سے کوئی گلہ شکوہ کریں گے بلکہ الٹا اپنے ذبح ہونے والے مسلمانوں کو کوسیں گے اور انہیں اپنی زبانوں کے ذریعے سے ایذاء پہنچا کر ان کے زخموں پر نمک چھڑکیں گے۔

مسلمان بھائیو! ہمیں حقیقت میں کافروں سے کوئی شکوہ نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کو مٹانا تو ان کا مشن اور محبوب ترین مشغلہ ہے وہ تو اسلام کے شیدائیوں کے بہتے خون کو دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں۔ یہ تو ان کی زندگی کا نصب العین ہے، اصل دکھ تو اس بات کا ہے کہ خود مسلمان کی نظر میں دوسرے مسلمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی بلکہ کفار کے ہاتھوں پٹتے ہوئے، مار کھاتے ہوئے مسلمانوں کو دوسرے مسلمان حقارت اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ تو جب ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی تو یہ خون سستا کیوں نہیں ہوگا؟ یقیناً اس خون کی قیمت پانی سے بھی کم ہو جائے گی۔ ہزاروں مسلمانوں کے قتل پر اتنا بھی رد عمل نہیں ہوگا جتنا کسی چڑیا کو مار دینے پر ہو سکتا ہے۔

چنانچہ چند دن تک کسی علاقہ کے مسلمان کافروں کے ہاتھوں تنہا ظلم اٹھاتے رہتے ہیں، وہ قتل کئے جاتے ہیں، ان کی عزتیں پامال ہوتی رہتی ہیں اور اس دوران دوسرے مسلمان بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کو ذبح ہوتے ہوئے اور ماؤں، بہنوں کو بے حرمت ہوتا دیکھتے رہتے ہیں بلکہ وہ اپنے ان مسلمانوں کو نفرت کے ساتھ دیکھتے رہتے ہیں اور کافروں کی ناراضگی کے خوف سے اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کے لئے کوئی ہمدردی کا کلمہ بھی زبان سے نہیں نکالتے وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرنے سے ہمارے آقا ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور ہمارے کام بند ہو جائیں گے۔

لیکن چند ہی دنوں بعد حالات کی چکی گھومتی ہے اور یہی مسلمان جو کل تک اطمینان کے ساتھ اپنے بھائیوں کا خون دیکھ رہے ہوتے ہیں، خود کفار کے مظالم کا شکار ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی چیخ و پکار کو سن کر دوسرے مسلمان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی سیاسی

چکر چل رہا ہے۔ اس طرح سے ایک کے بعد ایک کا نمبر لگ رہا ہے اور آہستہ آہستہ مسلمان کافروں کا آسان ترین شکار بنتے جا رہے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! افسوس تو اس بات کا ہے کہ جب تک ہمارے اوپر خود حالات نہ آجائیں ہم اس وقت تک نہیں سنبھلتے۔ ہمیں جہاد کے احکام اور فضائل بھی اس وقت یاد آتے ہیں جب کافر ہم پر حملہ آور ہو کر درندگی کا مظاہرہ شروع کر دیں لیکن جب تک خود ہمارے گھر میں آگ نہ لگے اور ہم محفوظ ہوں تو ہمیں اپنے بالکل قریب کے مسلمانوں کے گھروں میں لگی ہوئی آگ کی تپش تک محسوس نہیں ہوتی اور نہ جہاد کے احکام و فضائل یاد آتے ہیں۔ آج جہاد کو مزے لے کر فرض کفایہ کہنے والوں کے گھروں پر (اللہ نہ کرے) اگر وہ حالات آجائیں جو کشمیر کے مسلمانوں پر اس وقت آئے ہوئے ہیں تو یہ کبھی بھی جہاد کو اس حقارت کے ساتھ نظر انداز نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ برے حالات آنے سے پہلے سنبھل جائیں اور آگ کو اپنے گھروں تک پہنچنے سے پہلے بجھا دیں اور دوسرے مسلمانوں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھیں اور ان کے درد کو محسوس کرنے کی کوشش کریں، ان کی تکلیفوں کا مذاق نہ اڑائیں بلکہ ان کے شانہ بشانہ کفر کا مقابلہ کریں اور ایک ایک مسلمان کا قصاص کافروں سے لیں۔

اس طرح سے دشمن کو معلوم ہوگا کہ اس قوم میں جان ہے اور یہ دین کی خاطر لڑنا جانتے ہیں اور یہ متحد و متفق ہیں تو دشمن مرعوب ہوگا اور کمزور پڑ جائے گا اور ایک نہتے مسلمان پر بھی ہاتھ ڈالنے سے پہلے سو مرتبہ سوچے گا، اللہ رب العزت امت مسلمہ کی حالت پر رحم فرمائے اور مسلمانوں کو وہی باہمی تعلق نصیب فرمائے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ آمین ثم آمین۔

جہاد کے لئے بیعت

ان دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں

جہاد پر بیعت ہوتی تھی جیسا کہ قرآن مجید کی دو آیات کریمہ میں گزر چکا ہے بلکہ قرآن مجید میں مردوں کے لئے جہاں پر بیعت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں پر جہاد کی بیعت مراد ہے، حضرات صحابہ کرام جناب نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر جہاد کی بیعت فرمایا کرتے تھے اس سلسلے میں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے دوسرے دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیجے تو حضور ﷺ نے فرمایا (ہجرت پر نہیں) بلکہ میں تو انہیں جہاد پر بیعت کروں گا، ہجرت تو فتح مکہ کے دن ختم ہو چکی ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۶ ج۔۹)

☆ حضرت بشیر بن معبدؓ (ابن الخصاصیہ) فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ سے اسلام کی بیعت کروں تو حضور ﷺ نے مجھ پر شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کروں اور زکوٰۃ ادا کروں اور فرض حج ادا کروں اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کروں۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان میں سے دو چیزوں کی تو بندہ ابھی طاقت نہیں رکھتا۔ ایک تو جہاد (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ (مسلمان) بتاتے ہیں کہ جس نے میدان جہاد سے پیٹھ پھیری (یعنی بھاگ کھڑا ہوا) تو اس نے اللہ کے غضب کو دعوت دی، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں میدان جہاد میں نکل کر موت سے ڈر جاؤں، میرا نفس گھبرا جائے اور میں بھاگ جاؤں اور دوسرا زکوٰۃ (کی طاقت نہیں رکھتا) کیونکہ میرے پاس سوائے چند بکریوں کے اور تھوڑے سے مال کے اور کچھ نہیں اور ان سے میں اپنے گھر والوں کا انتظام کرتا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے ان (حضرت بشیر بن معبد) کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ان کے ہاتھ کو ہلایا اور پھر ارشاد فرمایا۔

نہ جہاد کرو گے نہ صدقہ دو گے تو جنت میں کیسے جاؤ گے (یعنی نہ مال کی قربانی دو

گے نہ جان کی قربانی تو جنت میں کیسے جاؤ گے) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (شرائط پر راضی ہو کر) میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، پس میں نے آپ ﷺ سے ان تمام چیزوں پر بیعت کی۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر ص۔۳۹۳ ج۔۲/ سنن کبریٰ بیہقی ص۔۲۰ ج۔۹/ مسند احمد)

فائدہ: اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ مشرکین و کفار سے قطع تعلق پر بھی بیعت لیا کرتے تھے۔

☆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنا دست مبارک بڑھایئے تاکہ میں آپ سے بیعت کروں اور آپ مجھ پر کچھ شرط لگائیں کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ میں کس شرط پر بیعت ہوں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بیعت کرتا ہوں اس پر کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور نماز کو قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور اہل ایمان سے خیر خواہی کرو گے اور مشرکین سے جدائی اختیار کرو گے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ص۔۱۳ ج۔۹)

اہل ایمان سے خیر خواہی کرنے میں جہاد کا حکم آ گیا کیونکہ مسلمانوں کے جان و مال کا تحفظ اور کافروں کے نرغے سے ان کی آزادی یہ بھی ایک بہت بڑی خیر خواہی ہے اور آنحضرت ﷺ نے مشرکین سے قطع تعلق کا حکم دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اسلام پر اور امور خیر پر بھی بیعت لیتے تھے ان دونوں میں جہاد بھی شامل ہے کیونکہ اسلام پر بیعت لینے میں اسلام کے جملہ احکام آ گئے جن میں جہاد بھی شامل ہے اور امور خیر پر بیعت لینے میں بھی جہاد آ گیا کیونکہ جہاد بھی خیر کا ایک بہت بڑا کام ہے۔

بہر حال حضور ﷺ کی کوئی بھی بیعت جو آپ ﷺ نے مردوں سے لی اس میں جہاد پر یا تو صراحتاً بیعت لی گئی یا پھر کسی جامع لفظ کے ذریعے سے۔ اور قرآن مجید میں تو

مردوں کے لئے جس بیعت کا ذکر ہے اور جس بیعت پر اللہ پاک نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے اور اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ بیعت علی الجہاد ہے۔

حضور ﷺ کے بعد ہمارے اسلاف واکابر میں بھی بیعت علی الجہاد کا سلسلہ جاری رہا لیکن بدقسمتی سے آج ہم اس خیر عظیم سے محروم ہیں۔ اللہ رب العزت نے بیعت میں ایک خاص قسم کی تاثیر رکھی ہے۔ اس لئے کسی بھی چیز پر بیعت کرنے کے بعد آدمی اپنے اوپر ایک ذمہ داری محسوس کرتا ہے اور بیعت میں کئے گئے معاہدے کو توڑنے اور اس کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرتا ہے اور جہاد کا مسئلہ تو بہت ضروری اور نازک ہے اس پر اس لئے بیعت لیجاتی تھی کہ کسی بھی مشکل موڑ پر انسان کا نفس اسے جہاد سے بھگا کر نہ لے جائے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ عین میدان جہاد سے یہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائے اور مسلمانوں کی صف میں افراتفری پھیلے اور کافروں کو اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے کا موقع ملے۔

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بیعت کرنے والا جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہے اس سے اس کا ایک خاص عقیدت اور محبت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے فرمودات پر عمل کرنے میں خوشی اور سعادت مندی محسوس ہوتی ہے اور اس کی نافرمانی یا حکم عدولی سے ڈر لگتا ہے۔ تو جہاد جیسے اہم عمل میں بیعت کا یہ فائدہ ہے کہ اپنے امیر سے بیعت کر لینے کے بعد ایک عقیدت و محبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کی بدولت امیر کی اطاعت (جو جہاد کا سب سے اہم جزء ہے) آسان ہو جاتی ہے اور امیر کے ان فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے میں خوشی محسوس ہوتی ہے جو فیصلے نفس کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور جہاد کے جس شعبے یا مقام پر امیر متعین کردے وہاں کام کرنے میں دل لگتا ہے۔ اس طرح جہاد میں ایک نظم وضبط رہتا ہے لیکن اگر امیر سے بیعت کا تعلق نہ ہو تو اس کے ان احکام کو ماننا تو سب کے لئے آسان ہوگا جو اپنی خواہش کے مطابق ہوں گے لیکن اگر اس کا کوئی فیصلہ نفس کے خلاف یا طبیعت کے خلاف ہوگا تو نحن رجال وھم رجال کا نعرہ بلند کر کے امیر کی مخالفت پر اتر آئیں گے۔

اس طرح جہاد کے مختلف شعبوں میں تقرری کے مسئلہ پر بھی امیر کی اطاعت کا التزام نہ ہوگا بلکہ ہر کوئی اپنے پسند کی جگہ کو اختیار کرے گا جس سے نظام جہاد شدید خلل کا شکار ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوگا کہ امیر کی کوئی قدر و منزلت دل میں نہیں ہوگی اور اس کے ایک ایک فعل کو عمومی نگاہوں سے پرکھا جائے گا جس کا نتیجہ یقیناً اچھا نہیں نکلے گا لیکن اگر امیر سے جہاد پر بیعت کر لی جائے تو یہ صورتحال پیدا نہیں ہوگی۔

اللہ پاک مسلمانوں میں بیعت علی الجہاد کے طریقے کو زندہ فرمادے تاکہ مجاہدین اپنے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے مکمل اطمینان اور اتحاد واتفاق کے ساتھ پوری دنیا میں جہاد کے فریضہ کو زندہ کر سکیں۔

حدیث (۳۹)

جہاد میں اطاعت امیر

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ فرمارہے تھے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، امام (امیر) تو ڈھال کی طرح ہوتا ہے جس کے پیچھے رہ کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے سے (دشمن کے وار سے) بچا جاتا ہے، پس اگر وہ (امیر) اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔

(صحیح البخاری ص۔ ۴۱۵ ج۔ ۱۔ باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ)

تشریح حدیث :

اطاعت امیر کے سلسلے میں حضور ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔

☆ یحییٰ بن حصین اپنی دادی سے روایت فرماتے ہیں کہ ان کی دادی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا اگر تم پر کسی غلام کو امیر مقرر کیا جائے جو تمہیں کتاب اللہ کے مطابق چلائے تو تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

(صحیح مسلم ص۔ ۱۲۵ ج۔ ۲)

بعض روایات میں ہے کہ اگر تم پر نکٹا حبشی غلام متعین کیا جائے اور وہ تمہیں شریعت کے مطابق چلائے تو اس کی اطاعت کرو۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے سمع اور طاعت (عمل کی نیت سے سننا اور اطاعت کرنا) لازم ہے، تنگی میں اور کشادگی میں، چاہنے اور نہ چاہنے میں اور تم پر کسی اور کو ترجیح دیئے جانے میں (یعنی امیر کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے، نفس چاہے یا نہ چاہے اور اگرچہ تم پر کسی کو ترجیح دی جارہی ہو)(صحیح مسلم ص۔ ۱۲۳ ج۔ ۲)

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی معصیت اور گناہ کے کام کا حکم نہ دے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

انما الطاعة فی المعروف. (صحیح مسلم ص۔ ۱۲۵ ج۔ ۲)

کہ امیر کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہے۔

یعنی اگر امیر کسی ایسی چیز کا حکم دے جو واضح طور پر دلائل کی روشنی میں بلا تاویل شریعت کے خلاف ہو تو پھر اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی ورنہ دیگر تمام امور میں امیر کی اطاعت واجب ہے اور اس چیز کا فیصلہ کرنا کہ کون سا کام شریعت کے خلاف ہے

اور کون سا کام شریعت کے مطابق ہے ہر آدمی کا کام نہیں اور نہ ہی ہر آدمی کو اس میں پڑنا چاہئے چونکہ امیر کی نافرمانی پر سخت وعید آئی ہے اور اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی قرار دیا گیا ہے اس لئے کسی مفروضے کو گھڑ کر نافرمانی کا جواز پیدا نہیں کرنا چاہئے ہاں اگر محقق علمائے کرام ادلہ اربعہ کی روشنی میں کسی چیز کے خلاف شریعت ہونے کا فیصلہ فرما دیں اور کوئی ایسی شدید ضرورت بھی موجود نہ ہو جو اس خلاف شریعت کام کو جائز کرنے والی ہو تو پھر بھی ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہایت احتیاط کے ساتھ اس کام کو نہ کیا جائے اور اس سلسلے میں حدود سے تجاوز کی کوشش نہ کی جائے۔ ہاں اگر امیر کا حکم قطعی طور پر شریعت کے خلاف ہو تو پھر کسی بھی صورت میں اللہ کو ناراض نہ کیا جائے۔

حدیث شریف کی کتابوں میں ایسی کئی روایات موجود ہیں کہ صحابہ کرامؓ ہر حال میں سمع و طاعت پر حضور ﷺ سے بیعت کیا کرتے تھے بہر حال ان تمام احادیث و روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی عبادات اور اجتماعی امور میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی امیر کی اطاعت میں یہ امور سر انجام دیں اور الگ الگ دھڑوں میں بٹ کر تفرقہ بازی میں نہ پڑیں اور امیر کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ امیر کی نافرمانی کرنے سے اجتماعیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور دینی کاموں میں برکت نہیں رہتی۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جس نے جماعت چھوڑی تو اس نے بڑی غلطی کی۔

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو ایک جان ہو کر اپنے امیر کی اطاعت میں شریعت کے عین مطابق تمام اجتماعی اعمال خصوصاً فریضہ جہاد کو مکمل آداب کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث (۴۰)

جہاد میں شعر پڑھنا

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوہ خندق کے موقع پر دیکھا، آپ مٹی ڈھو رہے تھے، یہاں تک آپ کے سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ چکے تھے۔ حضور ﷺ گھنے بالوں والے تھے (بعض اعضاء پر آپ کے بال گھنے تھے، سینے پر ایک پتلی سی لکیر تھی) (کمافی شمائل الترمذی)

اس وقت آنحضرت ﷺ عبداللہ بن رواحہ کا یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اللھم لو لا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم بھی ہدایت نہ پاتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

ہمارے دلوں پر آپ سکینہ نازل فرمایئے اور اگر ہم دشمن سے ٹکرائیں تو ثابت قدمی عطا فرمایئے

ان الاعداء قدبغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

تحقیق کہ دشمن نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے وہ ہمیں اگر فتنوں میں ڈالنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں

آنحضرت ﷺ یہ رجز (شعر) بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری ص۔ ۴۲۵ ج۔ ۱ باب الرجز فی الحرب و رفع الصوت)

تشریح حدیث:

آنحضرت ﷺ عام طور پر شعر گوئی نہیں فرماتے تھے مگر جہاد کے میدان میں آپ پر خاص کیفیت طاری ہوتی تھی جس میں آپ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی

حقیقت ہے کہ صحیح شعر و شاعری سے انسان کے دینی جذبات کو تقویت ملتی ہے جو کہ جہاد میں بہت کام آتی ہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر جب کفار کی طرف سے اچانک تیروں کی بوچھاڑ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر لشکر اسلام کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر کے افراد میدان سے پیچھے ہٹ گئے تو اس وقت جناب نبی کریم ﷺ تیروں کی اس بوچھاڑ میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

میں سچا نبی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

(صحیح البخاری ص۔ ۴۰۳ ج۔ ۱)

غزوہ خندق کے موقع پر انصاری صحابہ کرامؓ خندق کھودتے وقت یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجھاد ما بقینا ابدا

ترجمہ: ہم نے محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے (کہ ہم جہاد کرتے رہیں گے) جب تک ہم زندہ رہے۔

انصار کے اس والہانہ شعر کے جواب میں حضور ﷺ نے بھی یہ شعر پڑھا۔

اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ فاکرم الانصار والمھاجرۃ

ترجمہ: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اے اللہ انصار و مہاجرین کو عزت واکرام عطا فرما۔ (صحیح البخاری ص۔ ۳۱۶ ج۔ ۱)

ایک مرتبہ کسی جہاد کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی انگلی مبارک میں زخم آگیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر شعر پڑھا۔

ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت

ترجمہ: تو ایک انگلی کے سوا کیا ہے جو زخمی ہو گئی اور تجھے جو زخم پہنچا ہے اللہ کی

روایت میں ہے۔ (صحیح البخاری ص۔ ۶۹۳ ج۔ ۱)

حضور ﷺ نے ۸ھ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت شام میں جہاد کرنے کے لئے بھیجی تھی جس کا مقابلہ دشمنوں سے مقام موتہ میں ہوا۔ یہ جگہ بلقاء سے قریب تھی اس جماعت کا امیر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بنایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالبؓ امیر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور یہ حضرات اسی ترتیب سے جھنڈا لیتے رہے اور تینوں شہید ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا لیا اور اللہ پاک نے فتح عطاء فرمادی۔ ان سے پہلے جب حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا تو مذکورہ بالا شعر کے ساتھ مزید دو شعر پڑھے جو درج ذیل ہیں۔

یا نفس ان لا تقتلی تموتی
هذی حیاض الموت قد صلیت

ترجمہ: اے نفس اگر تو مقتول نہ ہوا تو (اپنی موت ضرور) مرے گا یہ موت کے حوض ہیں جن میں تو داخل ہو چکا ہے۔

وما تمنیت فقد لقیت
ان تفعلی فعلیهما هدیت

ترجمہ: اور تو نے جو شہادت کی تمنا کی تھی اس (کے موقع کو) پالیا اگر تو ان دونوں (حضرت زیدؓ حضرت جعفرؓ) جیسا کام کرے تو ہدایت پا جائے (یعنی انہی کی طرح شہید ہو جائے)

(فتح الباری باب ما یجوز من الشعر والرجز)

جب آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کی بد عہدیوں اور سازشوں کی وجہ سے ان کا محاصرہ کر لیا تو یہودیوں نے منافقین کی شہ پر باہر آنے سے انکار کر دیا اور آنحضرت ﷺ کو کہلا بھیجا کہ ہم نہیں نکلتے آپ جو چاہیں کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

(اللہ اکبر حاربت یہود) اللہ سب سے بڑا ہے، یہودی جنگ پر اتر آئے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ محاصرہ کئی دن تک جاری رکھا اور پھر صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ بنی نضیر کے درخت کاٹ دیئے جائیں اور باغات جلا دیئے جائیں۔ بالآخر بنی نضیر نے جلا وطنی کی درخواست کی جو قبول ہوئی، حضرات صحابہ کرامؓ نے جو بنی نضیر کے درخت جلا دیئے تھے ان کا ذکر حضرت حسانؓ نے اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

وهان علی سراة بنی لؤی
حریق با البویرة مستطیر

(صحیح بخاری ص۔ ۳۱۴ ج۔ ۱)

ترجمہ: اور آسان ہو گیا بنی لوی کے سرداروں (یعنی مہاجرین) پر مقام بویرہ میں ایسی آگ لگانا جس کے شرارے خوب اڑ رہے تھے۔

دیوان حسانؓ میں مندرجہ بالا شعر کے ساتھ تین شعر اور بھی ہیں۔

۱۔ تفاقد معشر نصروا قریشا
ولیس لهم ببلدتهم نصیر

ترجمہ: جن لوگوں نے قریش کی مدد کی ان سب نے ایک دوسرے کو گم کر دیا یعنی سب ہلاک و منتشر ہو گئے اور ان کے شہر تک میں ان کا کوئی مددگار رہا۔

۲۔ هم اوتوا الکتاب فضیعوه
فهم عمی من التوراة بور

ترجمہ: ان لوگوں کو کتاب دی گئی پس انہوں نے اس کو ضائع کر دیا، پس یہ لوگ تورات کے بارے میں اندھے ہیں اور ہلاک شدہ ہیں۔

۳۔ کفرتم بالقرآن وقد اتیتم
بتصدیق الذی قال النذیر

ترجمہ: تم نے کفر کیا قرآن کے ساتھ حالانکہ تم کو اس چیز کی تصدیق دی جا چکی ہے جو اللہ کے نذیر یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(اعلام البخاری ص۔ ۱۰)

حضرات صحابہ کرام کفار و مشرکین کے ساتھ جس طرح تلوار اور مال سے جہاد کرتے تھے اسی طرح اپنی زبانوں کے ذریعے سے اشعار پڑھ کر کفار و مشرکین کی ہجو کرتے

تھے اور مسلمانوں کی ہمت کو بڑھاتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں شعر کہہ کر ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاتے تھے۔

خود حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے بارے میں فرمایا۔

هجاهم حسان فشفى واشتفى (صحیح مسلم)

ترجمہ: یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے شفا دی اور خود بھی شفایاب ہو گئے۔

حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں ہجو کا قصیدہ کہا تھا اس کے جواب میں حضرت حسانؓ نے بطور دفاع یہ قصیدہ کہا تھا۔

فائدہ: (ابو سفیان بن حارث فتح مکہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے)

حضرت حسانؓ کے اشعار

اب حضرت حسانؓ کے وہ اشعار مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو صحیح مسلم میں مروی ہیں۔

۱۔ هجوت محمدا فاجبت عنه وعند الله فى ذاك الجزاء

ترجمہ: تو نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں برائی بیان کی پس میں نے اس کا جواب دیا اور میرے لئے اللہ کے نزدیک اس میں بہت بڑی جزا ہے۔

۲۔ هجوت محمدا برا تقيا رسول الله شيمته الوفاء

ترجمہ: تو نے محمد کی شان اقدس میں نامناسب باتیں کہیں جو حسن سلوک والے ہیں، متقی ہیں، اللہ کے رسول ﷺ ہیں، ان کی خصوصی

خصلت وفاداری ہے۔

۳۔ فان ابى و والدتى وعرضى لعرض محمد منكم وقاء

ترجمہ: پس تحقیق میرے ماں باپ اور میری آبرو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آبرو کے لئے تم سے آڑ ہے (یعنی آپ ﷺ کی آبرو کی حفاظت کے لئے ہم سب قربان ہیں)

۴۔ ثكلت بنيتى ان لم تروها تثير النقع من كنفى كداء

ترجمہ: میں اپنی جان گم کر دوں اگر تم ہمارے گھوڑوں کو اس حال میں نہ دیکھو کہ وہ غبار اڑا رہے ہیں اور ان کے سفر کا منتہا کداء ہے (جو مکہ میں داخل ہوتے وقت ایک گھاٹی پڑتی ہے)

۵۔ يبارين الاعنة مصعدات على اكتافها الاسل الظماء

ترجمہ: یہ گھوڑے جھگڑتے ہیں اپنی باگوں سے آگے بڑھتے ہوئے (کہ ہم کو آگے بڑھنے دو) ان کے مونڈھے پر نیزے ہیں جو (دشمن کے خون کے) پیاسے ہیں۔

۶۔ تظل جيادنا متمطرات تلطمهن بالخمر النساء

ترجمہ: ہمارے عمدہ گھوڑے تیزی سے آگے بڑھتے ہیں جن کو عورتیں دوپٹوں کے ساتھ تھپیڑے مارتی ہیں (یعنی ان گھوڑوں کی پرورش بڑے ناز کے ساتھ ہوئی ہے کہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے ان کے چہرے پونچھتی اور صاف کرتی ہیں)

۷۔ فان اعرضتم عنا اعتمرنا وكان الفتح وانكشف الغطاء

ترجمہ: پس (اے مشرکو) اگر تم ہم سے اعراض کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے اور فتح ضرور حاصل ہوگی اور پردہ ہٹ جائے گا (یعنی اللہ جل شانہ نے

اپنے نبی ﷺ سے جو وعدہ کیا ہے کہ مکہ فتح ہوگا یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا اور پیشین گوئی کا نتیجہ سب کے سامنے ظاہر ہو جائے گا)

۸۔ والا فاصبروا لضراب یوم   یعز اللہ فیہ من یشاء

ترجمہ: اگر تم اعراض نہیں کرتے یعنی عمرہ کے لئے (راستہ نہیں دیتے) تو ایسے دن کی مار دھاڑ کا انتظار کرو جس میں اللہ جس کو چاہے گا عزت دے گا (یعنی اہل اسلام کی اس دن عزت ہوگی)

۹۔ وقال اللہ قد ارسلت عبدا   یقول الحق لیس بہ خفاء

ترجمہ: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے، میں نے بھیجا ہے ایک بندے کو رسول بنا کر، وہ حق کہتا ہے جس کی بات میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

۱۰۔ وقال اللہ قد یسرت جندا   ھم الانصار عرضتھا اللقاء

ترجمہ: اور اللہ پاک نے فرمایا کہ میں نے آسانی دیدی ہے ایک لشکر کو، یہ حضرات انصار ہیں (جو دشمن سے جنگ کرنا اور فتح پانا جانتے ہیں) اور جو دشمنوں سے مڈ بھیڑ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۱۱۔ یلاقی کل یوم من معد   سباب او قتال او ھجاء

ترجمہ: روزانہ بنی معد سے دل آزار باتیں کرنا یا ان سے جنگ کرنا یا ان کی ہجو کرنا (ہمارا کام ہے) یہ چیزیں بنی معد سے ملاقات کرتی ہیں (یعنی مکہ معظمہ کے جو مشرکین اسلام کے خلاف ہو گئے ہیں ہم ان کے علاج میں مصروف ہیں اور کسی نہ کسی طرح ان کی کاٹ کرتے رہتے ہیں)۔

۱۲۔ فمن یھجو رسول اللہ منکم   ویمدحہ وینصرہ سواء

ترجمہ: پس جو شخص تم میں سے رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرے یا تعریف کرے یا مدد کرے یہ سب برابر ہے (کیونکہ تمہاری بدگوئی سے ان کو

کوئی نقصان نہیں اور تمہاری مدح سے ان کو کوئی نفع نہیں)

۱۳۔ وجبریل رسول اللہ فینا   و روح القدس لیس لہ کفاء

ترجمہ: اور جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے ہیں جو ہمارے اندر موجود ہوتے ہیں اور ان کا لقب روح القدس ہے، ان کی کوئی نظیر نہیں۔

حضرت علیؓ کے جنگی اشعار

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے۔ یہودیوں کا سردار مرحب اکڑتے ہوئے اپنی تلوار کو اوپر نیچے کرتے ہوئے نکلا اور اس نے آمنے سامنے مقابلے کا چیلنج کیا اور یہ رجزیہ کلمات پڑھے۔

قد   علمت   خیبر   انی   مرحب

شاکی   السلاح   بطل   مجرب

اذا   الحروب   اقبلت   تلھب

ترجمہ: خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں کے ساتھ مکمل طور پر مضبوط ہوں، آزمایا ہوا پہلوان ہوں، جس وقت کے جنگیں شعلہ زن ہونے لگیں۔

اس کا چیلنج سن کر حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور یہ شعر پڑھا۔

قد علمت خیبر انی عامر   شاکی السلاح بطل مغامر

ترجمہ: خیبر والوں کو معلوم ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار لگائے ہوئے پوری طرح مضبوط ہوں، ختیوں میں گھس جانے والا پہلوان ہوں۔

حضرت عامر کی تلوار مرحب کی ڈھال میں گر گئی، پھر حضرت علی المرتضیٰ سے

مرحب کا مقابلہ ہوا۔ مرحب نے پھر وہی اشعار پڑھے۔

حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ　　کلیث غابات کریہ المنظرہ

اوفیہم بالصاع کیل السندرہ

ترجمہ: میں وہی ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے، جنگلوں کے شیروں کی طرح ہوں جس کے دیکھنے سے ڈر لگتا ہے، میں دشمنوں کو ان کی خوراک (یعنی قتل) بھرپور پیمانے کے ذریعے پیش کرتا ہوں۔

پھر مقابلہ ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ نے ایک ہی وار میں مرحب کو قتل کر دیا۔

حضرت سلمہؓ بن الاکوع کا شعر

ایک مرتبہ عبدالرحمان فزاری نے جو کافر تھا حضور ﷺ کی دودھ والی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور اونٹنیاں لوٹ لیں اور جو صحابی اونٹنیاں چراتے تھے انہیں قتل کر دیا۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ صبح کی اذان سے پہلے تیر کمان لئے ہوئے پیدل غابہ کی طرف جا رہے تھے انہیں جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے سلع نامی پہاڑ پر چڑھ کر تین بار زور سے پکارا یا صباحاہ۔

پھر حضرت سلمہؓ تیر کمان لے کر ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ پڑے۔ وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے اور سوار تھے مگر حضرت سلمہؓ بن الاکوع ان کے پیچھے دوڑتے ہوئے ان میں سے کسی کو زخمی کر کے گراتے پھر آگے دوڑ پڑتے۔ آپ نے اکیلے تمام اونٹنیاں آزاد کرا لیں اور کافر اپنا سامان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس دوران حضرت سلمہؓ بن الاکوع اس شعر کے ذریعے سے دشمنوں کو للکارتے تھے۔

انا　ابن　الاکوع　الیوم　یوم　الرضع

ترجمہ: میں اکوعؓ کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

(صحیح بخاری ص۔ ۷۰۹ ج۔ ۲)

شہادت کے وقت حضرت خبیبؓ کے اشعار

حضرت خبیبؓ کو مشرکین مکہ نے گرفتار کر لیا اور مکہ مکرمہ لے آئے۔ کچھ عرصہ تک قید میں رکھنے کے بعد مشرکین مکہ ان کو حرم سے باہر لائے اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش پوچھی؟ انہوں نے فرمایا مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر کی وجہ سے زیادہ دیر کر رہا ہوں تو میں اور لمبی نماز پڑھتا۔

حضرت خبیبؓ نے یہ ایک اچھا طریقہ جاری فرمایا کہ قتل کے وقت دو رکعتیں پڑھی جائیں۔ اس کے بعد ہر مسلمان کے لئے یہ طریقہ مسنون ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت خبیبؓ نے یہ دعا کی کہ یا اللہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو میرا اسلام تیرے رسول پاک ﷺ کو پہنچائے لہٰذا آپ سلام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ اسی دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خبیبؓ کا سلام پہنچا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وعلیک السلام یا خبیب اور آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ خبیبؓ کو قریش نے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد چالیس دن تک سولی پر جسم کو لٹکائے رکھا تو زخم سے خون جاری تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ جب حضرت خبیبؓ کو زندہ سولی پر لٹکایا گیا تو آپ نے کفار کے حق میں یہ بددعا کی۔

اللهم احصهم عددا واقتلهم بددا ولا تبق منهم احدا

ترجمہ: اے اللہ! ان میں سے ہر ایک کو تو اپنے شمار میں رکھ اور ہر ایک کو الگ الگ قتل فرما اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ رکھ۔

جس وقت حضرت خبیبؓ بددعاء کر رہے تھے تو کافر ڈر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ ان کو یہ بددعاء ضرور لگے گی۔ چنانچہ ایک سال نہ گزرا تھا کہ یہ لوگ سب ختم ہو گئے۔ ان میں سے صرف ایک شخص بچا جو بددعاء کے وقت زمین سے چپک گیا تھا۔

حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکا کر جب نیزے سے ان کا بدن چھلنی کیا گیا تو اس وقت ان سے کافروں نے قسم دیکر پوچھا کہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری جگہ محمد (ﷺ) ہوں۔ حضرت خبیبؓ نے جواب دیا کہ واللہ العظیم مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں چھوٹ جاؤں اور اس کے بدلے میں ہمارے آقا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ (فتح الباری)

حضرت خبیبؓ نے سولی پر چڑھتے ہوئے دشمنوں کے حملہ کے وقت یہ اشعار پڑھے۔

لست ابالی حین اقتل مسلما   علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

ذالک فی ذات الالہ وان یشاء   یبارک فی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں اس وقت کچھ پروا نہیں کرتا کہ کسی پہلو پر میرا پچھاڑا جاتا ہوں اور یہ (قتل اللہ کی ذات کے لئے اور اس کی رضا کے لئے ہے) اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں حضرت خبیبؓ کے دس اشعار نقل کئے ہیں جو مع ترجمہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا   قبائلھم واستجمعوا کل مجمع

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ بہت سی جماعتیں میرے ارد گرد جمع ہو گئی ہیں اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو جمع کر لیا ہے اور پوری طرح جمع ہو گئے

ہیں۔

وقد قربوا ابناء ھم ونساء ھم   وقربت من جزع طویل ممنع

ترجمہ: اور تحقیق انہوں نے اپنے بیٹوں اور اپنی عورتوں کو نزدیک کر لیا ہے اور میں ایک لمبی گھبراہٹ کے قریب کر دیا گیا ہوں جو ختم کی جا رہی ہے۔

وکلھم یبدی العداوۃ جاھدا   علی لانی فی وثاق بمضیع

ترجمہ: اور ان میں سے ہر ایک خوب کوشش کر کے مجھ پر دشمنی ظاہر کر رہا ہے کیونکہ میں بیڑیوں میں بندھا ہوا ہوں اور ہلاک ہونے کی جگہ ہوں۔

الی اللہ اشکوا غربتی بعد کربتی   وما جمع الاحزاب لی عند مصرع

ترجمہ: اللہ ہی کے حضور میں اپنی بے بسی اور بے چینی کی اور ان چیزوں کی شکایت کرتا ہوں جو جماعتوں نے میرے لئے پچھاڑنے کے وقت جمع کی ہیں۔

یذا العرش صبرلی علی ما اصابنی   وقد بضعوا لحمی وقد قل مطمع

ترجمہ: اے عرش والے مجھے صبر دے اس مصیبت پر جو مجھے پہنچی ہے اور حال یہ ہے کہ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور آرزو کی گنجائش بہت کم ہے۔

وذلک فی ذات الالہ وان یشا   یبارک فی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: اور یہ اللہ کی ذات کے بارے میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو ٹکڑے کئے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت دے دے گا۔

وقد عرضوا بالکفر والموت دونہ   وقد ذرفت عینای من غیر مدمع

ترجمہ: یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے پیش آئے ہیں حالانکہ موت ان سے ورے ہے (یعنی ان کو اپنی موت کی فکر نہیں ہے جو جلد آجانے والی ہے جس کے بعد کفر کی غیر متناہی سزا ہوگی) اور حال یہ ہے کہ میری آنکھیں رو رہی ہیں مگر آنسو نہیں ہیں۔

وما بی حذارا الموت انی لمیت   ولکن حذاری حرنار تلفع

ترجمہ: اور مجھے موت کا ڈر نہیں ہے میں ضرور مرنے والا ہوں لیکن میرا ڈر لپٹ جانے والی (دوزخ) کی آگ سے ہے (اللہ مجھے بچائے)۔

فلست بمبد للعدو تخشعا ولا   جزعا انی الی اللہ مرجع

ترجمہ: پس میں دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے والا نہیں ہوں اور نہ گھبراہٹ ظاہر کرنے والا ہوں، بلاشبہ میں اللہ کی طرف لوٹایا جا رہا ہوں۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما   علی ای شق کان للہ مضجع

ترجمہ: اور میں جس وقت مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کر دیا جاؤں اس وقت کچھ پروا نہیں کرتا کہ کس پہلو میرا پچھاڑا جانا ہوتا ہے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

☆☆☆

حضرت ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اشعار

اَلْجِنُّ تَفْزَعُ يَوْمَ الْحَرْبِ مِنْ فَزَعِي
إِذَا أَتَيْتُ إِلَى الْهَيْجَا بِلَا جَزَعِ

"جب میں بلا خوف وخطر جنگ کی طرف بڑھتا ہوں تو جنات بھی گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔"

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اشعار

وَسَيْفِي فِي الْوَغَى أَبَدًا صَقِيلٌ
طَلِيقُ الْحَدِّ فِي أَهْلِ الضَّلَالِ

"میری تلوار لڑائی میں ہمیشہ صیقل اور گمراہوں کے لئے برہنہ رہتی ہے۔"

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے اشعار

أَنَا الْهُمَامُ الْفَارِسُ الْكَرَّارُ
أُفْنِي بِسَيْفِي عُصْبَةَ الْكُفَّارِ

"میں ہی عالی ہمت، شہسوار، تابڑ توڑ حملہ کرنے والا ہوں اور اپنی تلوار سے کفار کی طاقتور جماعت کو فنا کر دینے والا ہوں۔"